جملہ حقوق محفوظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فی قصصھم عبرۃ لاولی الالباب

تاریخِ اسلام

مؤلفہ

مؤرخ یگانہ آقائے ملت حجۃ الاسلام فخر العلماء حضرت الحاج
علامہ السید نجم الحسن صاحب قبلہ کراروی صدر الافاضل
واعظ مدرسۃ الواعظین لکھنؤ۔ جنرل سیکرٹری پاکستان مجلس علماء رکن مرکزی حج کمیٹی حکومت پاکستان
وممبر اسلامی نظریاتی کونسل حکومت پاکستان

ناشران
امامیہ کتب خانہ مغل حویلی۔ اندرون موچی دروازہ ــ لاہور ۸

نمازِ امامیہ باترجمہ عکسی باتصویر

مع اُصولِ دین وخطباتِ عیدین وغیرہ

مطابق فتویٰ واحتیاط مجتہدین عراق وایران

مرتبہ: عالیجناب تقدس مآب مولانا السیّد منظور حسین صاحب قبلہ نقوی اعلیٰ اللہ مقامہٗ

اس میں صاف اور سادہ عام فہم اُردو میں اصول دین بادلائل۔ فروعِ دین۔ تقلید کا بیان۔ نجاسات کا ثبوت۔ مطہرات۔ غسل کا بیان۔ احکام وآداب بیت الخلاء۔ وضوء معہ تصاویر۔ شرائط وضوء۔ تیمم کا بیان۔ وضو یا غسل کے بدلے تیمم کا طریقہ معہ تصاویر۔ نماز۔ نقشہ اوقاتِ نماز۔ اذان واقامت۔ نماز کی ترکیب (مرد) معہ تصاویر۔ نماز کی ترکیب (عورت) معہ تصاویر۔ واجباتِ نماز غیر رُکنی۔ واجباتِ نماز رُکنی۔ مبطلاتِ نماز۔ چند ضروری مسائل۔ سہویات۔ نقشہ شکیاتِ نماز۔ نماز جماعت۔ طریق نماز جماعت۔ نماز جُمعہ۔ شرائط وجوب نماز جُمعہ۔ خطباتِ جُمعہ۔ نمازِ عیدین۔ دُعائے قنوتِ عیدین۔ خطبات عیدین۔ تکبیراتِ عیدین۔ زکوٰۃِ فطرہ۔ قربانی عیدالاضحیٰ۔ نمازِ آیات۔ نماز نذر وعہد۔ نماز قسم۔ نماز طواف۔ نمازِ اجارہ۔ نماز قضاءِ والدین۔ نمازِ سفر۔ نماز احتیاط۔ نماز قضاء۔ نماز وحشت قبر۔ نماز مغفرت والدین۔ غُسلِ میت۔ ترکیب کفن۔ نمازِ میت۔ تلقین میت۔ نکاح کے احکام۔ وُہ عیوب جن کی وجہ سے نکاح فسخ کیا جاسکتا ہے۔ خطبہ نکاح۔ صیغہ نکاح۔ ہر مہینے کے چاند دیکھنے کے وقت نقوش کو دیکھنا چاہیئے۔ علیحدہ علیحدہ چاندوں کے لئے مخصوص چیزیں ہیں جو چاند دیکھ کر دیکھی جائیں۔ حالاتِ ایام ہفتہ۔ نحس اصغر تاریخیں۔ قمر در عقرب۔ طریق استخارہ۔ نقشہ ولادت وشہادت چہاردہ معصومین علیہم السلام۔ آیتہ الکرسی۔ چار قُل وغیرہ درج ہیں۔ غرضیکہ اس رسالہ ”نماز امامیہ باترجمہ عکسی باتصویر“ کے ہوتے ہوئے تحفۃ العوام کی ضرورت نہیں رہتی۔ سائز تقریباً ۵×۷ حجم ۱۶۰ صفحات سے زائد لکھائی چھپائی کاغذ عمدہ۔ سرورق رنگین۔ باوجود ان تمام خوبیوں کے ہدیہ مناسب

ملنے کا پتہ:۔ امامیہ کتب خانہ، مغل حویلی، اندرون موچی دروازہ لاہور

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پیش لفظ

عرصہ دراز سے اس کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ ایک ایسی تاریخ منظرِ عام پر لائی جائے جو شیعہ نقطہ نظر کی تاریخی وضاحت کر سکے اور اس سے یہ معلوم ہو سکے کہ اسلام کی تاریخ کی رُوح کیا ہے اور صحیح واقعات وحالات کیا ہیں۔ میرے نزدیک اس کی ضرورت اس لئے محسوس کی جا رہی تھی کہ جس قدر بھی کتب تواریخ ترتیب دی گئیں ان کا وجود عہد بنی امیّہ میں عالمِ نمود و شہود میں آیا جو کہ قہری اور لابدی طور پر عہد شاہی سے متاثر تھا۔ پھر اس عہد کے بعد بنی عباس کا دَور اس پر چلا کرتا رہا جس کے نتیجہ میں مورخینِ اسلام، اِسلامی حالات اور مُسلم بادشاہوں کے کردار کے صحیح خدوخال نہ پیش کر سکے اور حقیقی ذمّہ داران اسلام کے عصمت آفرین واقعات وحالات اور سیرت وکردار کے الہامی نقوش سطحِ قرطاس پر نہ اُبھار سکے اور نہ صحیح تاریخ اسلام پر روشنی ڈال سکے۔ کیونکہ اس کی بُنیاد میں نور حضرت محمد مصطفٰے صلعم جلوہ گر تھا اور اسی کے ساتھ ساتھ نورآلِ محمدؐ کی تابانی تھی، یہ ظاہر ہے کہ جن عہدوں میں آلِ محمدؐ کا نام لینا جرم ہو، ان کے فضائل بیان کرنا جُرم ہو اور حضرت ابوالائمہ کو منبروں پر نازیبا الفاظ سے یاد کیا جاتا رہا ہو ان عہدوں میں تاریخ اسلام کے صحیح نقوش کے اُبھرنے کا کیا امکان ہو سکتا تھا یہی وجہ ہے کہ وہ تمام تواریخ اسلام جو عہد بنی اُمیّہ اور بنی عباسیہ میں لکھی گئیں یا جو ان کے بعد سے اب تک انھیں کی روشنی میں لکھی جاتی رہیں وُہ حد درجہ ناقص اور ہمارے نقطۂ نظر سے ناقابلِ اعتبار ہیں، بنابریں ہم نے زیرنظر "تاریخِ اِسلام" کی پیش کش کا سلسلہ شروع کیا ہے، ہم انشاء اللہ اس کی تکمیل آزاد ضمیر کے ساتھ صحیح واقعات وحالات پر کریں گے اور اپنے قلم کو تعصب کی گھناؤنی تاریکی سے دُور رکھ کر حقائق کی روشنی میں رواں دواں رکھیں گے۔

ہم نے اس "تاریخِ اسلام" کو سات جلدوں میں مرتّب کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ "**پہلی جلد**" بدوِ فطرت اور خلقتِ نُور سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السّلام اور عہد فترت کے واقعات وحالات پر مشتمل ہے۔ "**دوسری جلد**" کا تعلق سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عہد اور اس کے متعلقات سے ہوگا۔ "**تیسری جلد**" حضرت امیرالمومنین علیہ السّلام اور حضرت فاطمۃ الزہرا صلواۃ اللہ وسلامہ علیہا سے

متعلق ہوگی "چوتھی جلد" کا تعلق دیگر آئمہ طاہرین علیہم السلام کے عہد سے ہوگا۔ "پانچویں جلد" میں خلفاء ثلاثہ کے صحیح واقعات وحالات اور کردار ہوں گے "چھٹی جلد" میں خلفاء بنی امیہ خلفاء بنی عباسیہ اور خلفاء بنی فاطمہ کے مفصل تذکرے ہوں گے "ساتویں جلد" میں عہدِ حاضر کے جملہ ممالک اسلامیہ کا ذکر ہوگا۔

پہلی پیش کش (جلد اوّل) ہم نے اس پہلی پیش کش یعنی جلد اوّل میں (۱) تاریخ اسلام کے مرکز اور اس کی بُنیاد کی نشاندہی کی ہے جس سے اکثر اردو مؤرخین عاجز اور قاصر رہے ہیں (۲) خلقت نور اور تشیعیت کی بنیاد کی وضاحت کی ہے (۳) خلقت کائنات کی تفصیلات پر روشنی ڈالی ہے (۴) نسلِ آدمؑ کے بڑھنے کا صحیح انداز وطریقہ بیان کیا ہے (۵) تقریباً ہر نبی کے مفصل حالات لکھنے کے ساتھ ساتھ ان کی جانشینی کا ذکر کیا ہے اور اس امر کی وضاحت کی ہے کہ حکم خدا سے ہر نبی نے اپنی زندگی ہی میں اپنا جانشین مقرر کیا ہے اور کسی ایک نبی نے بھی اپنی جانشینی کو اُمت کے رحم وکرم پر نہیں چھوڑا۔

ایضاح ہم نے اس جلد اوّل میں (۱) اپنی صوابدید کے مطابق انبیاء کی معتد بہ تعداد کے حالات لکھ دیئے ہیں جن میں کے اکثر کا تذکرہ قرآن مجید میں موجود ہے۔ انبیاء ورسل کی تعداد اگرچہ ایک لاکھ چوبیس ہزار مُسلّم ہے جن میں ۳۱۳ رسُول باقی نبی تھے۔ لیکن نہ صرف ان کے مفصل حالات بلکہ اسماء بھی نظر قاصر سے نہیں گزرے اور قرآن مجید نے بھی بعض ہی کے حالات کا حوالہ دیا ہے اور واضح الفاظ میں کہہ دیا ہے کہ "ہم نے بعض انبیاء کے واقعات بیان کئے ہیں اور اکثر کے نہیں کئے"۔ (۲) ہم نے جنت شداد کے مفصل حالات لکھنے کے بعد اس کی تحقیق پیش کی ہے کہ یہ جنت حضرت حجت علیہ السلام کے لئے ظاہر ہوگی (۳) عوج بن عنق کی مکمل بحث کی ہے (۴) حضرت صالح اور حضرت الیاس کے واقعات میں غیبت کا ثبوت پیش کیا ہے۔ (۵) انبیاء کرام اور آئمہ اہلبیت علیہم السلام کے بارے اس مسئلہ کی "ان حضرات کو امراض مستنفذہ عارض ولاحق نہیں ہوسکتے"۔ قولِ علماء سے معذرت کے ساتھ نئی تاویل پیش کی ہے۔

مؤلف کی دُعا مَیں خدا کی بارگاہ میں دست بدعا ہوں کہ وُہ مجھے اتنی توفیق عطا فرمادے کہ مَیں اس "تاریخ اسلام" کی تکمیل کے بعد ایک تفسیر قرآن مجید اُردو میں لکھ سکوں کیونکہ اس کی بڑی ضرورت ہے۔ ع ایں دُعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

والسّلام
سیّد نجم الحسن کراروی

نوٹ:۔ مؤلف کتاب ہذا الحاج علامہ السیّد نجم الحسن صاحب قبلہ کراروی تاریخ اسلام جلد اوّل کو مکمل کرچکے تھے اور جلد دوم کی تکمیل کر رہے تھے کہ پیام اجل آپہنچا جس کی وجہ سے وُہ اپنا باقی جلدوں کا پروگرام مکمل نہ کرسکے۔ جلد دوم کی جتنی تکمیل ہوئی، وُہ عنقریب منظرِ عام پر آجائے گی (ناشر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
	باب ۱	۲۵
۱	نورِ محمدی کا ظہور، آفرینش کائنات اور تاریخِ اسلام کی ابتداء	۲۵
۲	عہدِ الست اور میثاق ازل	۳۱
۳	شیعیت کی بُنیاد	۳۶
۴	جوہر کائنات اور خلقت عالم	۳۸
۵	زمین کا بچھایا جانا اور زمین کعبہ کا امتیاز	۴۲
۶	آسمان و زمین کی خلقت کے ایام اور اُن کے نام	۴۳
۷	نورِ محمدیؐ آسمان دُنیا پر	۴۵
۸	نورِ محمدیؐ پاک پشتوں اور پاکیزہ رحموں میں	۴۵
	باب ۲	۴۹
۹	حضرت آدمؑ سے پہلے زمین کی حالت اور اس پر حکومتوں کے دَور	۴۹
۱۰	زمین کے عہدِ حاضر پر حکومتوں کے دَور	۵۰
۱۱	مُعلّم الملکوت	۵۲
۱۲	جنوں کا سر کچلنے کے لئے عزازیل زمین پر	۵۳
۱۳	عزازیل کی حکومت کی وُسعت اور اُس کے دماغ میں انانیت کی نمود	۵۴
	باب ۳	۵۷
۱۴	حضرت آدم علیہ السّلام	۵۷
۱۵	حضرت آدمؑ کے جسم خاکی کی تعمیر و تشکیل	۵۷
۱۶	ملائکہ کو حضرت آدمؑ کے سجدے کا حکم	۶۱
۱۷	کالبد آدمؑ میں رُوح پھونک دی گئی	۶۱
۱۸	سجدے کی نوعیت	۶۴
۱۹	علم آدم الاسماء کی تفسیر و تشریح	۶۵
۲۰	حضرت آدمؑ کا جنّت میں داخلہ	۶۹
۲۱	حضرت آدمؑ و حوّا اور سیر جنّت	۷۱
۲۲	حضرت آدمؑ و حوّا کی جنّت میں سکونت اور شیطان کی ریشہ دوانی	۷۳
۲۳	شجرہ ممنوعہ کی تشخیص اور حکم امتناع کی نوعیت	۷۸
۲۴	عمل آدمؑ کا قدرت کی طرف سے ردِ عمل	۸۰
	باب ۴	۸۳
۲۵	آدمؑ و حوّا کی آسمان سے روانگی اور زمین پر رسیدگی	۸۳

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۲۶	حضرت آدمؑ کے داخل خارج کی وجہ	۸۳
۲۷	سرزمین ہند میں خوشبو کی فراوانی کا سبب	۸۴
۲۸	شیطان کی سعی کہ آدمؑ زمین پر پہنچتے ہی ہڑپ کر لیے جائیں	۸۴
۲۹	دنیائے ارضی میں آدمؑ کی پہلی صبح اور نمازِ صبح کے وجوب کی بنیاد	۸۵
۳۰	وضو کے اعضاء کا اختصاص	۸۷
۳۱	ایامِ بیض کے روزے	۸۷
۳۲	حضرتِ آدمؑ اور کسبِ معاش کے اصول اور طریقے	۸۸
۳۳	توبہ اور کلمات توبہ	۸۹
۳۴	حضرت آدمؑ اور بنیاد خانہ کعبہ	۹۱
۳۵	وادی نعمان میں عہد ومیثاق	۹۴
۳۶	حضرت آدمؑ کو ساری زمین کا مالک بنا دیا گیا	۹۴
	باب ۵	۹۶
۳۷	حضرت آدمؑ وحوا کی زندگی کا نیا دور	۹۶
۳۸	حضرت آدمؑ وحوا کے اسماء اور وجہ تسمیہ	۹۶
۳۹	حضرت آدمؑ کے القاب۔ آپ کی کنیت۔ آپ کا قد وقامت	۹۷
۴۰	حضرت آدمؑ وحوا کے یہاں ولادت فرزند	۹۷
۴۱	فرزندان حضرت آدمؑ، قابیل وہابیل کی شادیاں اور قتلِ ہابیل کا واقعہ	۹۸
۴۲	زمین کے خون نہ چوسنے کی وجہ	۱۰۲
۴۳	حضرت آدمؑ کا مرثیہ	۱۰۲
۴۴	ہابیل بن ہابیل کی ولادت	۱۰۲
۴۵	حضرت آدمؑ پر قتلِ ہابیل کا معاشرتی اثر	۱۰۳
۴۶	صلبِ آدمؑ سے رحمِ حوا میں نورِ محمدی کا انتقال اور ولادتِ شیثؑ	۱۰۳
۴۷	جنابِ شیثؑ، یافثؑ اور ہابیل ثانی کی شادیاں	۱۰۴
۴۸	حضرت آدمؑ کے سلسلۂ نسل کی بحث	۱۰۵
۴۹	قابیل کا سلسلۂ توالد وتناسل	۱۰۸
۵۰	شیطان، سانپ اور طاؤس کی نسل کا سلسلہ	۱۰۹
	باب ۶	۱۱۰
۵۱	حضرت آدمؑ کی بعثت، تبلیغ، نزولِ صحائف جانشینی وغیرہ	۱۱۰
۵۲	حضرت آدمؑ کی تبلیغی جدوجہد	۱۱۰
۵۳	حضرت آدمؑ اور نزولِ صحائف	۱۱۱
۵۴	حضرت آدمؑ کی انگوٹھی کا نقش	۱۱۲
۵۵	حضرت آدمؑ کی جانشینی کی بحث	۱۱۲
۵۶	حضرت آدمؑ کی عمر	۱۱۶
۵۷	حضرت آدمؑ کی وفات اور تجہیز وتکفین	۱۱۶
۵۸	حضرت آدمؑ کی تاریخ وفات	۱۱۸
۵۹	جنابِ حوا کی وفات	۱۱۸

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۶۰	حضرت آدمؑ کا مدفن	۱۱۸
	باب ۷	۱۲۰
۶۱	حضرت شیثؑ علیہ السلام	۱۲۰
۶۲	جناب شیثؑ کا معلم اول ہونا	۱۲۱
۶۳	جناب انوشؑ کی ولادت	۱۲۱
۶۴	حضرت شیثؑ کی بعثت	۱۲۲
۶۵	نظامِ سلطنت کے متعلق جناب شیثؑ کے ارشادات	۱۲۲
۶۶	جناب انوشؑ کی جانشینی	۱۲۲
۶۷	حضرت شیثؑ کی علالت اور وفات	۱۲۳
۶۸	جناب قینانؑ کی ولادت اور جانشینی	۱۲۳
۶۹	جناب انوشؑ کی وفات	۱۲۴
۷۰	جناب مہلائیلؑ کی ولادت	۱۲۴
۷۱	جناب قینانؑ کی وفات	۱۲۴
۷۲	مہلائیلؑ بن قینانؑ کی جانشینی اور کارکردگی	۱۲۵
۷۳	جناب یردؑ کی ولادت	۱۲۵
۷۴	مہلائیلؑ کا حسن و جمال اور اسٹیچو کی تعمیر و بت پرستی کی ابتدا	۱۲۵
۷۵	یردؑ کی جانشینی اور مہلائیلؑ کی وفات	۱۲۶
۷۶	ولادت حضرت ادریس علیہ السلام	۱۲۶
۷۷	عہدِ یردؑ میں شیطان کی عظیم ریشہ دوانی	۱۲۷
۷۸	حضرت ادریسؑ کی جانشینی اور جناب یردؑ کی وفات	۱۲۸
	باب ۸	۱۲۹
۷۹	حضرت ادریس علیہ السلام	۱۲۹
۸۰	حضرت ادریسؑ کے خصوصیات	۱۳۰
۸۱	حضرت ادریسؑ کی بعثت	۱۳۰
۸۲	ایک بادشاہ جابر کا واقعہ اور حضرت ادریسؑ	۱۳۱
۸۳	حضرت ادریسؑ اور اہرام مصر کی تعمیر	۱۳۶
۸۴	وسعت زمین کی ملکوں میں تقسیم اور اس کی تنظیم	۱۳۷
۸۵	جناب متوشلخ کی ولادت	۱۳۸
۸۶	حضرت ادریسؑ کے مواعظ و نصائح	۱۳۸
۸۷	جناب متوشلخ کی جانشینی	۱۳۸
۸۸	حضرت ادریسؑ کا آسمان پر جانا	۱۳۹
۸۹	عروج آسمانی کے وقت حضرت ادریسؑ کی عمر	۱۴۰
۹۰	حضرت ادریسؑ کے آسمان پر چلے جانے کے بعد	۱۴۰
۹۱	حضرت ادریسؑ کا عروج اور قصہ ہاروت و ماروت	۱۴۱
۹۲	چند بادشاہ	۱۴۳
۹۳	حضرت ادریسؑ کے بعض شاگرد	"
۹۴	لمکؑ بن متوشلخ کی ولادت	"
۹۵	لمکؑ کی جانشینی	"
۹۶	متوشلخ کی وفات	"
۹۷	لمکؑ بن متوشلخ کی تبلیغ	"
۹۸	حضرت نوحؑ کی ولادت	۱۴۴
۹۹	جناب لمکؑ کی حضرت نوحؑ سے وصیت	۱۴۴
۱۰۰	جناب لمکؑ کی وفات	۱۴۴

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
	باب ۹	۱۴۵
۱۰۱	حضرت نوحؑ علیہ السلام	۱۴۵
۱۰۲	حضرت نوحؑ کی وجہ تسمیہ	۱۴۵
۱۰۳	حضرت نوحؑ کا حُلیہ	۱۴۶
۱۰۴	حضرت نوحؑ کی بعثت	۱۴۶
۱۰۵	حضرت نوحؑ کی شادی اور جنابِ سامؑ کی ولادت	۱۴۸
۱۰۶	حضرت نوحؑ کی عبادت گذاری	۱۴۹
۱۰۷	حضرت نوحؑ کے خصوصیات	۱۴۹
۱۰۸	حضرت نوحؑ گردابِ مصائب میں	۱۵۰
۱۰۹	کشتی نوحؑ کی تیاری کا حکم	۱۵۱
۱۱۰	پنجتن پاکؑ کے نام کی تختی	۱۵۲
۱۱۱	کشتی کا طول وعرض اور اُس کی بلندی	۱۵۲
۱۱۲	طوفان کا آغاز	۱۵۳
۱۱۳	سؤر اور بلّی کی پیدائش	۱۵۶
۱۱۴	کشتی نوح گرداب میں	۱۵۷
۱۱۵	عوج بن عنق اور طوفان کے موقع پر اس کا طرزِ عمل	۱۵۷
۱۱۶	کشتی نوح کوہ جودی پر	۱۵۷
۱۱۷	کشتی سے اُترنے کے بعد نوحؑ کا طرزِ عمل	۱۵۹
۱۱۸	حضرت نوحؑ کے آدم ثانی ہونے کی وجہ	۱۵۹
۱۱۹	حضرت نوحؑ کے معجزات	۱۶۰
۱۲۰	حضرت نوحؑ کی جانشینی اور ولیعہدی	〃
۱۲۱	اولادِ نوح میں وسعتِ ارضی کی تقسیم	۱۶۱
۱۲۲	حضرت نوحؑ کی وفات	۱۶۲
۱۲۳	سامؑ بن نوحؑ کا عہد	۱۶۳
۱۲۴	ارفخشدؑ بن سامؑ کا عہد	۱۶۴
۱۲۵	شالخؑ بن ارفخشدؑ کا عہد	۱۶۴
	باب ۱۰	۱۶۵
۱۲۶	حضرت ہُودؑ علیہ السلام	۱۶۵
۱۲۷	آپ کی وجہ تسمیہ	〃
۱۲۸	حضرت ہُودؑ کا حُلیہ	〃
۱۲۹	حضرت ہُودؑ کے متعلق حضرت نُوحؑ کی پیشین گوئی	〃
۱۳۰	قبائل عاد اور بعثت حضرت ہودؑ	۱۶۶
۱۳۱	حضرت ہُودؑ پر ایمان لانے والوں کا تقیہ	۱۶۷
۱۳۲	حضرت ہُودؑ کی تبلیغی جدوجہد	〃
۱۳۳	حضرت ہُودؑ کی بددُعا اور عذاب کا آغاز	۱۶۸
۱۳۴	ایک معجزہ	۱۶۸
۱۳۵	حضرت ہُودؑ کی بیوی کی کرشمہ سازی	۱۶۹
۱۳۶	دُعائے باراں کے لئے قومِ عاد کے نمائندے مکہ میں	۱۶۹
۱۳۷	عذاب کی نمود	۱۷۱
۱۳۸	ایامِ عجوز کی وجہ تسمیہ	۱۷۲
۱۳۹	ایک رئیس قوم اور اُس کا انجام	۱۷۲
۱۴۰	مکہ معظمہ میں مقیم نمائندگان قومِ عاد کا انجام	۱۷۳
۱۴۱	قومِ عاد پر نزُول عذاب کا مہینہ اور دن	۱۷۴
۱۴۲	حضرت ہُودؑ تباہیٔ قوم عاد کے بعد	۱۷۴

نمبرشمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۴۳	حضرت ہودؑ کی اولاد اور اُن کی جانشینی	۱۷۴
۱۴۴	منصورؔ اور معتصم کی چاہ کنی اور امام موسیٰ کاظمؑ اور علی نقیؑ کی رہنمائی	۱۷۶
	باب ۱۱	۱۷۷
۱۴۵	باغ ارم یا جنت شداد	〃
۱۴۶	حضرت ہودؑ، شدید کے دربار میں	〃
۱۴۷	حضرت ہود شداد کے دربار میں	۱۷۸
۱۴۸	جنت کی تعمیر	〃
۱۴۹	شداد کی وفات	۱۸۰
۱۵۰	ملک الموت کے ترحم کا افسانہ	۱۸۱
۱۵۱	جنت شداد کی غیبت	۱۸۱
۱۵۲	واقعہ عبداللہ بن قلابہ پر میرا تبصرہ	۱۸۲
۱۵۳	حضرت ہودؑ کی وفات اور قبر	۱۸۳
	باب ۱۲	۱۸۵
۱۵۴	حضرت صالح علیہ السلام	〃
۱۵۵	حضرت صالحؑ کی بعثت	۱۸۶
۱۵۶	حضرت صالحؑ کا نسب نامہ	〃
۱۵۷	حضرت صالحؑ کا حلیہ مبارک	〃
۱۵۸	آپ کے خصوصی صفات	〃
۱۵۹	حضرت صالحؑ کی تبلیغی جدوجہد	〃
۱۶۰	قوم ثمود کا حضرت صالحؑ سے معجزہ طلب کرنا	۱۸۹
۱۶۱	بطن کوہ سے ناقہ صالح کی تولید	۱۹۰
۱۶۲	قوم ثمود اور ناقہ صالح میں آب چاہ کی تقسیم	۱۹۱
۱۶۳	ناقہ صالحؑ کو پے کرنے کا پروگرام	〃
۱۶۴	عقر ناقہ صالح	۱۹۳
۱۶۵	حضرت صالحؑ کو قتل کرنے کی کوشش	۱۹۵
۱۶۶	حضرت صالحؑ کی ہجرت اور نزول عذاب	۱۹۶
۱۶۷	حضرت صالحؑ مکہ معظمہ میں	۱۹۷
۱۶۸	حضرت صالحؑ کی عمر اور اُن کا مدفن	〃
۱۶۹	حضرت صالحؑ اور حضرت علیؑ کے واقعات میں توافق	〃
۱۷۰	حضرت امام حسنؑ سے ایک سوال	۱۹۸
	باب ۱۳	۱۹۹
۱۷۱	حضرت ابراہیم علیہ السلام	〃
۱۷۲	نمرود کی شاہی اور اُس کی شان و شوکت	〃
۱۷۳	نمرود کا خواب	۲۰۱
۱۷۴	حضرت ابراہیمؑ کا تعاقب ولادت ابراہیمؑ سے پہلے	۲۰۲
۱۷۵	حضرت ابراہیمؑ کی ولادت	۲۰۳
۱۷۶	حضرت ابراہیمؑ کا غار سے خروج	۲۰۴
۱۷۷	حضرت ابراہیمؑ کا بت فروشی سے انکار	〃
۱۷۸	حضرت ابراہیمؑ کی دربار نمرود میں طلبی	〃
۱۷۹	حضرت ابراہیمؑ کی بت شکنی	۲۰۵
۱۸۰	حضرت ابراہیمؑ کی گرفتاری	۲۰۷
۱۸۱	حضرت ابراہیمؑ نار نمرود میں	۲۰۸
۱۸۲	نمرود کی دختر کا ایمان لانا	۲۱۱
۱۸۳	منجنیق کی تاریخ	۲۱۲

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۸۴	حضرت ابراہیمؑ کے آتشِ نمرود سے نکلنے کے بعد	۲۱۷
۱۸۵	نمرود کا خدائے قہار سے مقابلہ کرنا	۲۱۸
۱۸۶	حضرت ابراہیمؑ کی ہجرت	۲۱۹
۱۸۷	ہجرت اولیٰ	〃
۱۸۸	ہجرت ثانیہ	۲۲۰
۱۸۹	ہجرت ثالثہ	〃
۱۹۰	ہجرت رابعہ	۲۲۲
۱۹۱	ہجرت خامسہ	〃
۱۹۲	ہجرت سادسہ	۲۲۳
۱۹۳	حضرت ابراہیمؑ کے دل میں فرزند کی تمنا	۲۲۴
۱۹۴	حضرت اسماعیلؑ کی ولادت	〃
۱۹۵	جناب ہاجرہ اور حضرت اسماعیلؑ وادی غیر ذی زرع میں	۲۲۵
۱۹۶	آبِ زمزم کی نمود	۲۲۷
۱۹۷	حضرت اسماعیلؑ کی نشو و نما	۲۲۸
۱۹۸	حضرت ابراہیمؑ مکہ معظمہ میں	〃
۱۹۹	حضرت اسحاقؑ کی ولادت	۲۲۹
۲۰۰	حضرت ابراہیمؑ اور تعمیرِ کعبہ	۲۳۰
۲۰۱	جنابِ ہاجرہ کی وفات	۲۳۳
۲۰۲	حضرت اسماعیلؑ کی شادی خانہ آبادی	〃
۲۰۳	وفاتِ ہاجرہ کے بعد حضرت ابراہیمؑ کی آمد	〃
۲۰۴	حضرت اسحاقؑ کی شادی خانہ آبادی	۲۳۵
۲۰۵	حضرت ابراہیمؑ کی خصوصیات واوّلیات اور خلت	۲۳۵
۲۰۶	شیعوں کے لئے حضرت ابراہیمؑ کی دعا	۲۳۷
۲۰۷	دینِ ابراہیمؑ پر صرف شیعہ ہونگے	۲۳۸
۲۰۸	حضرت ابراہیمؑ کا خدا سے ایک سوال اور اس کا عملی جواب	۲۳۹
۲۰۹	حضرت ابراہیمؑ کا ابتلاء بالکلمات	۲۴۰
۲۱۰	حضرت سارہؑ کی وفات اور اُن کا مدفن	۲۴۲
۲۱۱	صحفِ ابراہیم علیہ السلام	〃
۲۱۲	حضرت ابراہیمؑ کی جانشینی	۲۴۳
۲۱۳	حضرت ابراہیمؑ کی ایک تمنا	〃
۲۱۴	حضرت ابراہیمؑ کی عمر، وفات حسرت آیات اور اُنکا مدفن و مزار	۲۴۴
۲۱۵	حضرت ابراہیمؑ کا زمین نجفِ اشرف کو خریدنا	〃
۲۱۶	ملک الموت خدمتِ ابراہیمؑ میں	〃
۲۱۷	حضرت ابراہیمؑ کی ازواج واولاد	۲۴۵
۲۱۸	حضرت ابراہیمؑ اور فوت شدہ اطفالِ مومنین کی پرورش	〃
	باب ۱۴	۲۴۶
۲۱۹	حضرت لوطؑ علیہ السلام	〃
۲۲۰	حضرت لوطؑ کی وجہ تسمیہ	〃
۲۲۱	حضرت لوطؑ کا حلیہ	۲۴۷
۲۲۲	حضرت لوطؑ کی بعثت	〃
۲۲۳	موتفکات اور اُن کے بادشاہ	۲۴۸
۲۲۴	حضرت لوطؑ کی رسیدگی اور شادی	〃
۲۲۵	قومِ لوط کی بدکرداری اور اس کا سبب	〃

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۲۲۶	نزولِ عذاب کی دعا	۲۵۰
۲۲۷	حضرت لوطؑ کی سدوم سے برآمدگی اور نزولِ عذاب	۲۵۱
۲۲۸	فضائے کعبہ پر ایک پتھر کا معلق ہونا	۲۵۲
۲۲۹	عہدِ عبدالملک کا ایک واقعہ	〃
۲۳۰	حضرت لوطؑ خدمتِ حضرت ابراہیمؑ میں	۲۵۳
۲۳۱	حضرت لوطؑ کی وفات	〃
	باب ۱۵	۲۵۴
۲۳۲	حضرت اسماعیلؑ اور حضرت اسحاقؑ	〃
۲۳۳	حضرت اسماعیلؑ کی اولاد	۲۵۵
۲۳۴	حضرت اسماعیلؑ کے اوّلیات و خصوصیات	〃
۲۳۵	حضرت اسماعیلؑ کی عمر اور اُن کا مدفن	۲۵۶
۲۳۶	حضرت اسماعیلؑ کی جانشینی	〃
۲۳۷	حضرت اسحاق علیہ السلام	۲۵۷
	باب ۱۶	۲۵۸
۲۳۸	حضرت یعقوب علیہ السلام	〃
۲۳۹	حضرت یعقوبؑ کی فلسطین میں رسیدگی	۲۵۹
۲۴۰	حضرت یعقوبؑ کی ایک کرامت	۲۶۰
۲۴۱	حضرت یعقوبؑ کی شادی اور اولاد	〃
۲۴۲	اسباط کا مطلب	۲۶۱
۲۴۳	حضرت یعقوبؑ کی وطن کو واپسی	〃
۲۴۴	حضرت یعقوبؑ کی بعثت	۲۶۲
	باب ۱۷	۲۶۳
۲۴۵	حضرت یوسف علیہ السلام	〃
۲۴۶	وجہ تسمیہ	〃
۲۴۷	حضرت یوسفؑ کا لقب	〃

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۲۴۸	آپ کا حُلیہ	۲۶۳
۲۴۹	حضرت یوسفؑ کا بچپن	۲۶۴
۲۵۰	حضرت یوسفؑ کی جوانی	۲۶۵
۲۵۱	حضرت یوسفؑ کی سرگذشت	۲۶۶
۲۵۲	ہلاکتِ یوسفؑ پر بھائیوں کی مجلسِ مشاورت	۲۷۱
۲۵۳	بھائیوں کے ہمراہ یوسفؑ کی روانگی اور یعقوبؑ کی بیقراری	۲۷۴
۲۵۴	حضرت یوسفؑ چاہِ کنعان میں	۲۷۶
۲۵۵	برادرانِ یوسفؑ کی واپسی اور حضرت یعقوبؑ کی فریاد	۲۷۸
۲۵۶	حضرت یعقوبؑ کی خدمت میں بھیڑیئے کی پیشی	۲۷۹
۲۵۷	حضرت یوسفؑ کی کنوئیں سے برآمدگی	۲۸۰
۲۵۸	کاروان مالک کی روانگی	۲۸۲
۲۵۹	کاروان مالک کی مصر میں رسیدگی	۲۸۳
۲۶۰	حضرت یوسفؑ بازارِ مصر میں	۲۸۴
۲۶۱	حضرت یوسفؑ کی خریداری میں زلیخا کی دلچسپی	۲۸۵
۲۶۲	حضرت یوسفؑ کی "بولی لگنے لگی"	۲۸۶
۲۶۳	حضرت یوسفؑ خانۂ عزیزِ مصر میں	۲۸۷
۲۶۴	حضرت یوسفؑ کی بیگناہی پر دودھ پیتے بچے کی گواہی	۲۸۹
۲۶۵	زلیخا کی طرف سے بدنامی کا ردِعمل	۲۹۱
۲۶۶	حضرت یوسفؑ دوبارہ قید خانے میں	۲۹۲
۲۶۷	حضرت یوسفؑ کے قید خانے میں کارنامے	۲۹۳

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۲۶۸	بادشاہِ مصر کا خواب اور حضرت یوسفؑ کی رہائی	۲۹۷
۲۶۹	حضرت یوسفؑ کی دربار میں رسیدگی اور خواب کا تذکرہ	۲۹۹
۲۷۰	حضرت یوسفؑ کا عزیزِ مصر ہونا	۳۰۱
۲۷۱	حضرت یوسفؑ کی شادی خانہ آبادی	"
۲۷۲	حضرت یوسفؑ کی بادشاہت	۳۰۳
۲۷۳	انکشاف	۳۰۴
۲۷۴	مصر اور اس کے اطراف میں عالمگیر قحط اور برادرانِ یوسف کی مصر میں روانگی	"
۲۷۵	عزیزِ مصر کے نام حضرت یعقوبؑ کا خط	۳۰۸
۲۷۶	برادرانِ یوسف کی پھر مصر کو روانگی	"
۲۷۷	حضرت یوسفؑ ظاہر ہو گئے	۳۰۹
۲۷۸	حضرت یعقوبؑ کے نورِ نظر کی واپسی	"
۲۷۹	حضرت یعقوبؑ کی کنعان سے روانگی اور مصر میں رسیدگی اور حضرت یوسفؑ سے ملاقات	۳۱۰
۲۸۰	حضرت یوسفؑ کا خطبہ	۳۱۱
۲۸۱	حضرت یعقوبؑ کی جانشینی	۳۱۲
۲۸۲	حضرت یعقوبؑ کی وفات	۳۱۲
۲۸۳	حضرت یوسفؑ کی سلطنت کا زوال	۳۱۳
۲۸۴	حضرت یوسفؑ کی جانشینی	۳۱۴
۲۸۵	حضرت یوسفؑ کی مدتِ عمر وفات اور تدفین	۳۱۴
	باب ۱۸	۳۱۶
۲۸۶	حضرت ایوب علیہ السلام	۳۱۶
۲۸۷	بحث و نظر	۳۱۹
۲۸۸	عالمِ ابتلاء کے عام حالات	۳۲۰
۲۸۹	بی بی رحمت کے خدمات	۳۲۱
۲۹۰	بی بی رحمت کی خواہشِ دعا پر حضرت ایوبؑ کا جواب	۳۲۵
۲۹۱	حضرت ایوبؑ کے ابتلاء و امتحان کا اختتام	۳۲۶
۲۹۲	حضرت ایوبؑ کے قسم کی تکمیل	۳۲۷
۲۹۳	حضرت ایوبؑ کی جانشینی اور ولیعہدی	۳۲۷
۲۹۴	حضرت ایوبؑ کی وفات	۳۲۸
	باب ۱۹	۳۲۹
۲۹۵	حضرت ذوالکفل علیہ السلام	"
۲۹۶	آپ کے لقب ذوالکفل کی وجہ	"
۲۹۷	آپ کو غصے میں لانے کے لئے شیطان کی جدوجہد	۳۳۲
۲۹۸	حضرت ذوالکفلؑ کی جانشینی اور ولیعہدی	۳۳۳
۲۹۹	آپ کی مدتِ عمر اور وفات	"
	باب ۲۰	۳۳۴
۳۰۰	حضرت شعیب علیہ السلام	"
۳۰۱	حضرت شعیبؑ کی بعثت	۳۳۵
۳۰۲	اہل مدین اور اصحاب ایکہ کا کردار	"
۳۰۳	بادشاہ کلمن اور حضرت شعیبؑ میں تند و تیز گفتگو	۳۳۶

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۳۰۴	اہلِ مدین پر نزولِ عذاب	۳۳۷
۳۰۵	حضرت شعیبؑ کی مدین کو واپسی	۳۳۸
۳۰۶	حضرت شعیبؑ کا بے پناہ گریہ	۳۴۰
۳۰۷	حضرت موسیٰؑ حضرت شعیبؑ کی خدمت میں	۳۴۱
۳۰۸	حضرت شعیبؑ کی مدتِ عمر اور وفات	۳۴۳
	باب ۲۱	۳۴۴
۳۰۹	حضرت موسیٰ علیہ السلام	″
۳۱۰	مصر میں حکومتِ فرعون کی بنیاد	۳۴۵
۳۱۱	فرعون اور دعویٰ خدائی	۳۴۸
۳۱۲	فرعون کا خواب اور اس کی تعبیر	۳۴۹
۳۱۳	تعبیر خواب کا ردّ عمل	″
۳۱۴	حضرت موسیٰؑ رحمِ مادر میں	۳۵۰
۳۱۵	حضرت موسیٰؑ کی ولادت	″
۳۱۶	حضرت موسیٰؑ روشن تنور میں	۳۵۱
۳۱۷	حضرت موسیٰؑ دریائے نیل کی موجوں میں	۳۵۲
۳۱۸	حضرت موسیٰؑ آسیہ زوجہ فرعون کی آغوش میں	۳۵۳
۳۱۹	حضرت موسیٰؑ کا نام	۳۵۵
۳۲۰	حضرت موسیٰؑ آغوشِ فرعون میں	″
۳۲۱	حضرت موسیٰؑ دسویں سال میں	۳۵۶
۳۲۲	حضرت موسیٰؑ کے ہاتھوں فاتون قبطی کی موت	″
۳۲۳	حضرت موسیٰؑ کا مصر سے فرار	۳۵۸
۳۲۴	حضرت موسیٰؑ حضرت شعیبؑ کی خدمت میں	″
۳۲۵	حضرت موسیٰؑ کی شادی اور مدین سے واپسی	۳۶۰
۳۲۶	حضرت موسیٰؑ کی مصر میں واپسی	۳۶۳
۳۲۷	فرعون اور موسیٰؑ و ہارونؑ میں تیز و تند گفتگو	۳۶۴
۳۲۸	جادوگراں فرعون اور حضرت موسیٰؑ میں مقابلہ	۳۶۶
۳۲۹	حزقیلؑ اور ان کے اہل و عیال کا قتل	۳۶۸
۳۳۰	آسیہ زوجہ فرعون کا قتل	″
۳۳۱	آل فرعون مختلف عذابوں میں	۳۶۹
۳۳۲	فرعون کا خدائے موسیٰؑ سے جنگ کا عزم	۳۷۰
۳۳۳	عذاب فرعون سے بنی اسرائیل کی نجات کا سبب	۳۷۱
۳۳۴	بنی اسرائیل سمیت حضرت موسیٰؑ کی مصر سے روانگی	۳۷۲
۳۳۵	فرعون حضرت موسیٰؑ اور بنی اسرائیل کے تعاقب میں اور عزرائیلؑ فرعون کے تعاقب میں	۳۷۴
۳۳۶	دریا میں راستوں کے بننے اور بنی اسرائیل کے بچنے کا سبب	۳۷۶
۳۳۷	حضرت موسیٰؑ اور بنی اسرائیل دریا سے نکلنے کے بعد	۳۷۹
۳۳۸	غرق فرعون کے بعد فرعونیوں کا مصر سے فرار اور تاریخ افغان کی بنیاد۔	۳۸۰

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۳۳۹	حضرتِ موسیٰؑ طورِ سینا پر	۳۸۱
۳۴۰	حضرت موسیٰؑ کی کوہِ طور سے واپسی	۳۸۳
۳۴۱	سامری کے گوسالہ بنانے کی وجہ	۳۸۶
۳۴۲	گوسالہ پرستی نہ کرنے والوں کی عظمت	۳۸۷
۳۴۳	رویت باری تعالیٰ کا سوال	۳۸۸
۳۴۴	من وسلویٰ کا نزول	۳۹۱
۳۴۵	سنگِ موسیٰؑ سے چشموں کا جریان	۳۹۲
۳۴۶	عصائے موسیٰؑ کے صفات	۳۹۴
۳۴۷	عصائے موسیٰؑ کے ذریعے سے چشمہ جاری ہونے کی وجہ	۳۹۶
۳۴۸	طورِ سینا پر حضرت موسیٰؑ کی مناجات اور ایک زاہد کا واقعہ	〃
۳۴۹	عامیل بن راحیل کا قتل اور ذبح بقرہ کا واقعہ	۴۰۲
۳۵۰	جنگ عمالقہ کی مہم	۴۰۳
۳۵۱	عوج بن عوق کے وجود کی بحث	۴۰۶
۳۵۲	جنگِ عمالقہ اور بلعم بن باعور کا واقعہ	۴۱۳
۳۵۳	قارون، اس کی سرکشی اور اس کا انجام	۴۱۷
۳۵۴	مصر سے ارضِ مقدس تک کے منازل	۴۲۱
۳۵۵	حضرت موسیٰؑ کی عمر وفات اور قبر	۴۲۲
	باب ۲۲	۴۲۶
۳۵۶	حضرت ہارون علیہ السّلام	〃
۳۵۷	لفظِ ہارون کے معنی	〃
۳۵۸	آپ کا حلیہ اور لقب	〃
۳۵۹	حضرت ہارونؑ کی جانشینی اور وفات	۴۲۷

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۳۶۰	وفات کے وقت حضرت ہارونؑ کی عمر	۴۲۸
۳۶۱	وفات ہارونؑ پر حضرتِ موسیٰؑ کی چاک گریبانی	〃
۳۶۲	وفات حضرت ہارونؑ پر بنی اسرائیل تیس۳۰ دن ماتم کرتے رہے	۴۲۹
۳۶۳	حضرت ہارونؑ کی قبر	〃
۳۶۴	فرزندان حضرتِ ہارونؑ	۴۳۰
۳۶۵	حضرت ہارونؑ اور حضرت علیؑ	〃
	باب ۲۳	۴۳۲
۳۶۶	حضرت یوشع بن نون علیہ السّلام	〃
۳۶۷	حضرت یوشعؑ بن نون کا نسب نامہ	۴۳۲
۳۶۸	حضرت یوشعؑ بن نونؑ اور مچھلی کا واقعہ	۴۳۲
۳۶۹	حضرت موسیٰؑ کی جانشینی جلسۂ عام اور دستاویز خلافت	۴۳۳
۳۷۰	حضرت یوشعؑ کی نبوّت اور فتح اریحا کا حکمِ خداوندی	۴۳۶
۳۷۱	وادخلوا الباب سجداً	۴۴۰
۳۷۲	بابِ حطہ اور اہلِ بیت رسولؐ	〃
۳۷۳	فتح اریحا کے بعد فتح عیٰ کا عزم	۴۴۲
۳۷۴	حضرت یوشعؑ بن نون کے لئے رجعتِ شمس۔	۴۴۴
۳۷۵	ارضِ مقدس کے دیگر فرمانرواؤں کا قتل	۴۴۵
۳۷۶	حضرت یوشعؑ بن نون سے صفورا بیوہ حضرت موسیٰؑ کی جنگ	۴۴۶

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۳۷۷	عہدِ یوشعؑ بن نون کا ایک واقعہ	۴۴۸
۳۷۸	حضرت یوشعؑ بن نون کی ایک دُعا	۴۴۹
۳۷۹	حضرت یوشعؑ کی جانشینی وفات اور مدّت عمر	〃
۳۸۰	اُمّتِ موسویہ اور اُمّتِ محمدیہ کے حالات میں توافق	۴۵۱
	باب ۲۴	۴۵۳
۳۸۱	حضرت کالبؑ بن یوفنا علیہ السلام	〃
۳۸۲	حضرت کالبؑ کا نسب نامہ	۴۵۴
۳۸۳	حضرت کالبؑ کی بارق سے جنگ	〃
۳۸۴	حضرت کالبؑ کی جانشینی	۴۵۵
۳۸۵	حضرت کالبؑ کی وفات مدّت عمر اور جائے مدفن	〃
	باب ۲۵	۴۵۶
۳۸۶	حضرت خضر علیہ السلام	〃
۳۸۷	حضرت خضرؑ کی ولادت کا واقعہ	۴۵۷
۳۸۸	حضرت خضرؑ کا اصل نام اور نسب	۴۵۸
۳۸۹	حضرت خضرؑ کی کنیت اور اُن کا لقب	〃
۳۹۰	حضرت خضرؑ کی شادی کا عجیب و غریب واقعہ	〃
۳۹۱	حضرت خضرؑ اور حضرت موسیٰؑ کی مُلاقات اور اُس کا پس منظر	۴۶۱
۳۹۲	مختصر وضاحت	۴۶۴
۳۹۳	حضرت خضرؑ کی حضرت موسیٰؑ کو نصیحت	۴۶۵
۳۹۴	حضرت خضرؑ کے بعض حالات و واقعات	۴۶۶

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۳۹۵	حضرت خضرؑ حضرت رسُولِ کریمؐ کی تعزیت میں	۴۶۶
۳۹۶	حضرت خضرؑ مسجد سہلہ میں	〃
۳۹۷	حضرت خضرؑ جنگِ صفین میں	۴۶۷
۳۹۸	حضرت خضرؑ حضرت امام محمد باقرؑ کی خدمت میں	〃
۳۹۹	حضرت خضرؑ اور حضرت امام زین العابدینؑ میں مُلاقات۔	〃
۴۰۰	حضرت خضرؑ حضرت علیؑ کی عیادت کے لئے	〃
۴۰۱	حضرت خضرؑ کا حضرت امام حسینؑ پر گریہ	〃
۴۰۲	حضرت خضرؑ کی دُعا کی تاثیر اور ایک نابینا عورت کا واقعہ	۴۶۸
۴۰۳	حضرت خضرؑ کی سخاوت اور اُن کی فروتنی کا واقعہ	〃
۴۰۴	حضرت ذوالقرنینؑ	۴۶۹
۴۰۵	حضرت ذوالقرنینؑ کی ولادت کا واقعہ	〃
۴۰۶	بارہ سال کی عمر میں حضرت ذوالقرنینؑ کی شاہی	۴۷۰
۴۰۷	حضرت ذوالقرنینؑ کی وجہ تسمیہ	۴۷۱
۴۰۸	حضرت ذوالقرنینؑ کا عروجِ آسمانی و نزولِ ارضی	۴۷۲
۴۰۹	حضرت ذوالقرنینؑ کا سفرِ مغرب	〃
۴۱۰	حضرت ذوالقرنینؑ کا سفرِ مشرق	۴۷۳

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۴۱۱	یاجوج و ماجوج	۴۷۳
۴۱۲	سدِ سکندری کی تعمیر	۴۷۴
۴۱۳	حضرت ذوالقرنینؑ کا سفرِ ظلمات اور آبِ حیات کی تلاش	۴۷۵
۴۱۴	حضرت ذوالقرنینؑ کا سفر شمال	۴۷۹
۴۱۵	حضرت ذوالقرنینؑ کا سفر جنوب	۴۷۹
۴۱۶	حضرت ذوالقرنینؑ کی وفات	۴۸۰
	باب ۲۶	۴۸۱
۴۱۷	حضرت حزقیل علیہ السلام	″
۴۱۸	حضرت حزقیلؑ کی ولادت کا واقعہ	″
۴۱۹	حضرت حزقیلؑ کی بعثت	۴۸۲
۴۲۰	حضرت حزقیلؑ کا مُردوں کو زندہ کرنا	″
۴۲۱	نوروز کی شرعی حیثیت	۴۸۳
۴۲۲	قومِ حزقیل کے زندہ ہونے کے بعد	۴۸۴
۴۲۳	رجعت کا ثبوت	″
۴۲۴	حضرت حزقیلؑ اور تحفظ بیت المقدس	″
۴۲۵	حضرت حزقیلؑ اور ایک بادشاہ کا واقعہ	۴۸۵
۴۲۶	حضرت حزقیلؑ کی ہجرت و وفات	″
۴۲۷	حضرت حزقیلؑ اور حضرت امام رضاؑ کی ایک حجت	″
۴۲۸	حضرت اسماعیلؑ بن حزقیل	۴۸۶
۴۲۹	حضرت اسماعیلؑ کے لقب "صادق الوعد" کی وجہ	″
۴۳۰	حضرت اسماعیلؑ گردابِ بلا میں	۴۸۷
۴۳۱	حضرت اسماعیلؑ کی رجعت میں	

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
	امام حسینؑ کے ساتھ واپسی کی تمنا	۴۸۸
	باب ۲۷	۴۸۹
۴۳۲	حضرت الیاس علیہ السلام	″
۴۳۳	حضرت الیاسؑ کا نسب نامہ	″
۴۳۴	حضرت الیاسؑ کی بعثت	″
۴۳۵	زنِ فاجرہ اور مردِ مومن کا قتل	۴۹۰
۴۳۶	غیبت کے بعد حضرت الیاسؑ کا ظہور	۴۹۲
۴۳۷	مسلمان وزیر کے ذریعے سے قتلِ الیاسؑ کی سازش	۴۹۴
۴۳۸	حضرت الیاسؑ خانۂ جناب یونسؑ میں	۴۹۵
۴۳۹	حضرت الیاسؑ کی دل برداشتگی اور زمانۂ غیبت میں حجتِ خدا ہونا	۴۹۶
۴۴۰	حضرت الیاسؑ، الیسعؑ کے گھر میں	″
۴۴۱	حضرت الیاسؑ اور الیسعؑ بادشاہ لاجب کے پاس	۴۹۷
۴۴۲	حضرت الیاسؑ کی جانشینی اور خلافت	″
۴۴۳	حضرت الیاسؑ کی ابدی غیبت	″
۴۴۴	حضرت الیاسؑ کی غیبت کے بعد	۴۹۹
۴۴۵	الیسعؑ کی گریہ وزاری	″
۴۴۶	بادشاہ جابر کا تسلط اور لاجب اور اس کی عورت کا حشر	۵۰۰
۴۴۷	حضرت الیاسؑ خانۂ حضرت امام محمد باقرؑ میں	″
۴۴۸	حضرت الیاسؑ بیت المقدس میں	″
۴۴۹	ایضاح	″

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۴۵۰	حضرت الیسع علیہ السلام	۵۰۱
	باب ۲۸	۵۰۲
۴۵۱	حضرت داؤد علیہ السلام	″
۴۵۲	حضرت داؤدؑ کا نسب نامہ	۵۰۳
۴۵۳	حضرت داؤدؑ کی بعثت سے قبل جناب شمویلؑ کی بعثت اور جالوت و طالوت کا واقعہ	۵۰۳
۴۵۴	حضرت داؤدؑ کی شادی	۵۰۶
۴۵۵	افسانہ اوریا کے متعلق ضروری وضاحت	۵۰۷
۴۵۶	حضرت داؤدؑ کی نبوت اور اُن پر زبُور کا نزول	۵۰۸
۴۵۷	لحن داؤدی اور امیر المومنینؑ	۵۰۹
۴۵۸	حضرت داؤدؑ کے گذر اوقات کا ذریعہ	″
۴۵۹	حضرت داؤدؑ کی عبادت گذاری	″
۴۶۰	حضرت داؤدؑ کے فیصلے کا انداز	۵۱۰
۴۶۱	حضرت داؤدؑ کے اصول پر حضرت علیؑ کا ایک عظیم فیصلہ	۵۱۲
۴۶۲	قائم آلِ محمدؑ کے فیصلے کا انداز	۵۱۵
۴۶۳	حضرت داؤدؑ کا امتحان و ابتلاء	″
۴۶۴	بیت المقدس کی تعمیر	۵۱۶
۴۶۵	حضرت داؤدؑ پر بعض خصوصی وحی	۵۱۷
۴۶۶	عہدِ حضرت داؤدؑ میں واقعہ اصحاب سبت	۵۱۸
۴۶۷	حضرت داؤدؑ کی جانشینی	۵۱۹
۴۶۸	حضرت داؤدؑ کی مدت عمر، وفات اور اُن کا مدفن	۵۲۱
۴۶۹	حضرت داؤدؑ کی ازدواج و اولاد	۵۲۲
۴۷۰	حضرت لقمانؑ حکیم کے حالات	۵۲۳
۴۷۱	حضرت لقمانؑ کے بعض نصائح	۵۲۴
۴۷۲	حضرت لقمانؑ اور جڑی بُوٹیوں کی خاصیتیں۔	۵۲۶
	باب ۲۹	۵۲۷
۴۷۳	حضرت سلیمان علیہ السلام	″
۴۷۴	حضرت سلیمانؑ کا حُلیہ	۵۲۸
۴۷۵	حضرت سلیمانؑ کا نسب نامہ	″
۴۷۶	حضرت سلیمانؑ کی تخت نشینی اور تعمیر بیت المقدس و مسجدِ اقصیٰ	″
۴۷۷	جشنِ تعمیر بیت المقدس	۵۳۰
۴۷۸	حضرت سُلیمانؑ کے خصوصیات	″
۴۷۹	حضرت سُلیمانؑ کے بعض فیصلے	۵۳۲
۴۸۰	تسخیر الریاح	۵۳۴
۴۸۱	منطق الطیر	۵۳۵
۴۸۲	حضرت سلیمانؑ وادی النمل میں	۵۳۵
۴۸۳	مقام تدمر میں شاندار محل کی تعمیر	۵۳۷
۴۸۴	تسخیر الجن والانس وغیرہم	۵۳۷
۴۸۵	تماثیل و شبیہہ ذوالجناح (فٹ نوٹ)	۵۳۹
۴۸۶	حضرت سلیمانؑ کے لشکر کی وُسعت	۵۴۱
۴۸۷	تختِ سلیمانؑ اور خانہ کعبہ	″
۴۸۸	حضرت سلیمانؑ کی کچہری میں نشست	۵۴۲
۴۸۹	سرخاب حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں	۵۴۴
۴۹۰	حضرت سلیمانؑ اور ایک عابد	۵۴۵
۴۹۱	حضرت سلیمانؑ کی زندگی کا معمول	″
۴۹۲	حضرت سلیمانؑ ملکہ سبا بلقیس اور	

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
	ہُدہُد کے واقعات	۵۴۶
۴۹۳	ہُدہُد کا بلقیس اور اس کی ریاست کی نشاندہی کرنا	۵۴۷
۴۹۴	بلقیس کا نسب نامہ	۵۴۸
۴۹۵	ہُدہُد کو حضرت سلیمانؑ کا تہدیدی جواب	۵۴۹
۴۹۶	بلقیس کا اعیان دولت سے مشورہ طلب کرنا	۵۵۰
۴۹۷	حضرت سلیمانؑ کی طرف بلقیس کا ہدیہ بھیجنا	۵۵۱
۴۹۸	سفیر بلقیس منذر کی حضرت سلیمانؑ کی بارگاہ میں رسیدگی	۵۵۲
۴۹۹	حضرت سلیمانؑ نے بلقیس کا ہدیہ واپس کردیا	۵۵۳
۵۰۰	بلقیس کے نمائندوں کی خدمت سلیمانؑ سے واپسی	۵۵۳
۵۰۱	حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں حاضری کے لئے بلقیس کی روانگی	۵۵۴
۵۰۲	بلقیس سے پہلے اس کے تخت کا دربار سلیمانؑ میں معجزانہ طور پر پہنچ جانا۔	۵۵۴
۵۰۳	تخت بلقیس کے چشم زدن میں لانے کی بحث (فٹ نوٹ)	۵۵۵
۵۰۴	چشم زدن میں تخت لانے والے کا نام نامی	۵۵۶
۵۰۵	آصف بن برخیا اور علیؑ ابن ابی طالب	۵۵۷
۵۰۶	بلقیس کے لئے شیشے کے محل کی تعمیر	
	اور اس میں بلقیس کا درود	۵۵۸
۵۰۷	بلقیس کا نکاح حضرت سلیمانؑ کے ساتھ	۵۵۹
۵۰۸	حضرت سلیمانؑ کا مخلوقات خداوندی کو ایک وقت کے لئے دعوت طعام دینا اور ایک مچھلی کو بھی نہ کھلا سکنا	۵۶۰
۵۰۹	حضرت سلیمانؑ کے لئے رجعت شمس	۵۶۲
۵۱۰	حضرت سلیمانؑ کا ابتلا و امتحان	۵۶۳
۵۱۱	مورخ کے مذکورہ بیان پر میرا تبصرہ	۵۶۶
۵۱۲	انگشتری سلیمانؑ کی عظمت	۵۶۹
۵۱۳	تحفظ سلطنت کے لئے سرکشوں کو قید کرنا سنت سلیمانی ہے	۵۶۹
۵۱۴	حضرت سلیمانؑ کی وفات، مدت عمر، اور ان کا مدفن	۵۷۰
۵۱۵	وفات سلیمانؑ کے بعد شیطان کی کارستانی اور جادوگری	۵۷۱
۵۱۶	حضرت سلیمانؑ کی مدت عمر	۵۷۲
۵۱۷	حضرت سلیمانؑ کا مدفن	"
۵۱۸	حضرت سلیمانؑ کی وفات کے بعد	"
۵۱۹	شہر سبا اور نہر ثرثار	۵۷۴
	باب ۳۰	۵۷۷
۵۲۰	حضرت شعیاؑ و حیقوقؑ علیہما السلام	۵۷۷
۵۲۱	بادشاہ کی پنڈلی میں ناسور اور اس کا علاج	"
۵۲۲	حضرت شعیاؑ کے بارے میں رسولؐ خدا کا ارشاد	۵۷۹
۵۲۳	حضرت شعیاؑ کے متعلق حضرت	

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
	امام رضاؑ کے مجلس ماموں میں ارشادات	۵۸۰
۵۲۴	حضرت حیقوقؑ کے متعلق حضرت امام رضاؑ کا ارشاد	〃
۵۲۵	حضرت شعیاؑ کی شہادت	۵۸۱
	باب ۳۱	۵۸۲
۵۲۶	حضرت ارمیا علیہ السلام	〃
۵۲۷	بیت المقدس پر بخت نصر کا حملہ اور جناب ارمیاؑ کے امن کا سلسلہ	۵۸۳
۵۲۸	حضرت ارمیاؑ اور بنی اسرائیل کے بچے ہوئے لوگوں کا حشر	۵۸۵
	باب ۳۲	۵۸۸
۵۲۹	حضرت دانیال علیہ السلام	〃
۵۳۰	بخت نصر کے نام کی تصحیح	〃
۵۳۱	حضرت دانیالؑ حضرات آئمہ طاہرینؑ کی نگاہ میں اور انکے علم تعبیر خواب کی تصدیق	〃
۵۳۲	حضرت دانیالؑ کے کردار سے متاثر ہو کر بادشاہ وقت کی ایک خواہش اور اُس کی تکمیل	۵۸۹
۵۳۳	حضرت دانیالؑ کا بچپن اور ایک اہم مقدمے کے فیصلے میں رہنمائی	〃
۵۳۴	ردتی کی ناقدری حضرت دانیالؑ کی بد دُعا۔ شدید قحط اور بیٹوں کے کھانے کا واقعہ	۵۹۲
۵۳۵	علماء کی ناقدری سے خدا دشمن ہو جاتا ہے حضرت دانیالؑ کو وحی ربانی	۵۹۳
۵۳۶	بخت نصر کے جاسوس حدود بیت المقدس میں	۵۹۳
۵۳۷	حضرت دانیالؑ کنوئیں میں	۵۹۵
۵۳۸	بخت نصر کا پہلا خواب	〃
۵۳۹	بخت نصر کا دوسرا خواب اُس کی تعبیر رسول کریمؐ کا ذکر اور حضرت دانیالؑ کی دانائی کا نتیجہ	۵۹۶
۵۴۰	بخت نصر کا تیسرا خواب اور اُس کی تعبیر	۶۰۰
۵۴۱	بخت نصر کی موت	۶۰۱
۵۴۲	بخت نصر کے بیٹے مہردیس کی حکومت اور حضرت دانیالؑ پر ظلم وستم	۶۰۱
۵۴۳	حضرت دانیالؑ کی جانشینی وفات اور اُن کا مدفن	۶۰۳
۵۴۴	حضرت دانیالؑ کے کالبد کے متعلق حضرت علیؑ کا عظیم انکشاف	۶۰۳
	باب ۳۳	۶۰۵
۵۴۵	حضرت عزیر علیہ السلام	〃
۵۴۶	بیت المقدس کے زر و جواہر امام مہدیؑ واپس لائیں گے	۶۰۶
۵۴۷	سو سال کے بعد حضرت عزیرؑ کی زندگی کا انداز	۶۰۷
۵۴۸	حضرت امام موسیٰؑ کاظمؑ اور ایک راہب کے سوالات کا جواب دینا اور اُس کا مسلمان ہونا	۶۰۸

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۵۴۹	راہب کا پہلا سوال	۶۰۸
۵۵۰	حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا جواب	۶۰۹
۵۵۱	راہب کا دوسرا سوال	//
۵۵۲	امام علیہ السلام کا جواب	//
۵۵۳	راہب کا تیسرا سوال	//
۵۵۴	امام علیہ السلام کا جواب	//
۵۵۵	راہب کا چوتھا سوال	//
۵۵۶	امام علیہ السلام کا جواب	۶۱۰
۵۵۷	راہب کا پانچواں سوال حضرت عزیرؑ سے متعلق	//
۵۵۸	امام علیہ السلام کا جواب	۶۱۰
۵۵۹	حضرت عزیرؑ نئی زندگی کے بعد اپنی قوم میں	۶۱۱
۵۶۰	حضرت عزیرؑ اور زردشت	//
۵۶۱	حضرت عزیرؑ کی وفات	۶۱۲
	باب ۳۴	۶۱۳
۵۶۲	حضرت یونس علیہ السلام	//
۵۶۳	حضرت یونسؑ کی بعثت	//
۵۶۴	نزولِ عذاب کی درخواست	۶۱۴
۵۶۵	حضرت یونسؑ بطنِ ماہی میں	۶۱۵
۵۶۶	حضرت یونسؑ بطنِ ماہی سے سطحِ زمین پر	۶۱۶
۵۶۷	حضرت یونسؑ کی وطن واپسی اور گوسفند کی گواہی	۶۱۷
۵۶۸	بطنِ ماہی سے نکلنے کے بعد حضرت یونسؑ کے زمین پر قیام کی مدت	۶۱۸
۵۶۹	روبیل اور تنوخا میں باہمی گفتگو اور علم و زہد میں فرق کی وضاحت	۶۱۸
	باب ۳۵	۶۱۹
۵۷۰	حضرت زکریا علیہ السلام	۶۱۹
۵۷۱	حضرت زکریاؑ کا نسب نامہ	//
۵۷۲	حضرت زکریاؑ کی زوجہ کا نام اور اُن کا حضرت مریمؑ سے رشتہ	//
۵۷۳	جناب حنہ کے دل میں فرزند کی تمنا اور اُس کا سبب	۶۲۰
۵۷۴	حضرت مریمؑ کی ولادت	۶۲۰
۵۷۵	جناب مریمؑ کی کفالت اور اُس میں حضرت زکریاؑ کا انہماک	۶۲۱
۵۷۶	حضرت زکریاؑ کے دل میں ایک فرزند کی تمنا اور بارگاہِ خداوندی میں عطا فرزند کی پُرخلوص دعا	۶۲۲
۵۷۷	ولادت حضرت یحییٰؑ کی بشارت	//
۵۷۸	حضرت یحییٰؑ کی ولادت	۶۲۳
۵۷۹	حضرت زکریاؑ اور آلِ محمدؐ کے اندوہناک واقعات	//
۵۸۰	حضرت زکریاؑ کا وعظ اور اُس کا حضرت یحییٰؑ پر اثر	۶۲۵
۵۸۱	حضرت مریمؑ کے حاملہ ہونے سے حضرت زکریاؑ کی پریشانی	۶۲۵
۵۸۲	حضرت زکریاؑ کی شہادت	۶۲۶
	باب ۳۶	۶۲۷
۵۸۳	حضرت یحییٰ علیہ السلام	۶۲۷

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۵۸۴	حضرت یحییٰؑ کے والدین	۶۲۷
۵۸۵	حضرت یحییٰؑ کی ولادت	۶۲۷
۵۸۶	حضرت یحییٰؑ کا عہدِ طفلی	۶۲۹
۵۸۷	حضرت یحییٰؑ کا چار سال کی عمر میں اپنے ہمجولیوں کو نصیحت کرنا	″
۵۸۸	حضرت یحییٰؑ کا حلیہ	″
۵۸۹	حضرت یحییٰؑ کی بعثت اور پانچ چیزوں کی تبلیغ کا خصوصی حکم	″
۵۹۰	حضرت عیسیٰؑ کے لئے حضرت یحییٰؑ کی پیشین گوئی	۶۳۰
۵۹۱	حضرت یحییٰؑ کا زہد اور اُن کا زاہدانہ لباس	″
۵۹۲	حضرت یحییٰؑ کے خصوصی صفات	۶۳۱
۵۹۳	حضرت یحییٰؑ کا شیطان سے ایک سوال اور اس کا جواب	۶۳۲
۵۹۴	حضرت یحییٰؑ کی جانشینی	۶۳۳
۵۹۵	حضرت یحییٰ علیہ السلام کی شہادت	۶۳۴
۵۹۶	شہادت حضرت یحییٰ کا اثر	۶۳۶
۵۹۷	حضرت یحییٰؑ اور حضرت امام حسینؑ کے حالات میں توافق	۶۳۶
	باب ۳۷	۶۳۷
۵۹۸	حضرت جرجیس علیہ السلام	″
۵۹۹	سب سے بڑے ساحر کا ایمان لانا	۶۳۹
۶۰۰	سپہ سالار اور اس کے لشکر کا ایمان لانا	″
۶۰۱	حضرت جرجیسؑ پھر دربار شاہی میں	۶۴۰
۶۰۲	ایک عورت کا ایمان لانا۔	۶۴۱
۶۰۳	بادشاہ کا سپر انداختہ ہونا اور اُس کی بیوی کا ایمان لانا، اور حضرت جرجیسؑ کی بُت شکنی	۶۴۱
۶۰۴	حضرت جرجیسؑ کی بددعا	۶۴۲
۶۰۵	حضرت جرجیسؑ کی شہادت	۶۴۳
	باب ۳۸	۶۴۴
۶۰۶	حضرت خالدؑ بن سنان علیہ السلام	″
۶۰۷	عبس میں ایک خطرناک آگ کا ظہور اور حضرت خالدؑ کا عظیم کارنامہ	″
۶۰۸	حضرت خالدؑ کی وفات کا واقعہ	۶۴۵
۶۰۹	حضرت خالدؑ کی بیٹی حضرت رسول کریمؐ کی خدمت میں	۶۴۶
	باب ۳۹	۶۴۷
۶۱۰	حضرت حنظلہ بن صفوان علیہ السلام	۶۴۷
	باب ۴۰	۶۵۲
۶۱۱	حضرت عیسیٰ علیہ السلام	″
۶۱۲	حضرت عیسیٰؑ کی ولادت	″
۶۱۳	حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش کا واقعہ اور حضرت مریمؑ پر بہتان کی صفائی قرآن مجید کے الفاظ میں	″
۶۱۴	حضرت مریمؑ کو تولیدِ عیسیٰؑ کے لئے بیت المقدس سے باہر جانے کا حکم	۶۵۵
۶۱۵	حضرت مریمؑ سے جولاہوں کا مذاق	″
۶۱۶	حضرت عیسیٰؑ کا مقام ولادت	۶۵۶
۶۱۷	حضرت عیسیٰؑ کے حمل کی مدت	۶۵۷

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۶۱۸	حضرت عیسیٰؑ کی ولادت سے شیطان کی پریشانی	۶۵۷
۶۱۹	ولادت عیسیٰؑ کے بعد نجومیوں کا ایک گروہ حضرت مریمؑ کی خدمت میں	۶۵۸
۶۲۰	حضرت عیسیٰؑ کے بلا باپ کے پیدا ہونے کی وجہ	۶۵۹
۶۲۱	حضرت عیسیٰؑ اور حضرت علیؑ	〃
۶۲۲	حضرت مریمؑ بنی اسرائیل میں	۶۶۰
۶۲۳	حضرت مریمؑ کی بیت المقدس سے مصر کی طرف ہجرت	۶۶۰
۶۲۴	۹ ماہ کی عمر میں حضرت عیسیٰؑ اُستاد کی خدمت میں	〃
۶۲۵	حضرت عیسیٰؑ کا حلیہ اور اُن کے بعض صفات	۶۶۱
۶۲۶	حضرت عیسیٰؑ کے نسلِ ابراہیمؑ میں ہونے کی بحث	۶۶۲
۶۲۷	حضرت عیسیٰؑ کی بعثت	〃
۶۲۸	عالمِ طفلی میں عیسیٰؑ کے وہبی کمالات کا مظاہرہ	۶۶۳
۶۲۹	میزبان کے مالِ مسروقہ کی برآمدگی	〃
۶۳۰	اپنے ہم سنوں کو اُن کے گھر کے حالات بتانا اور اُس کا نتیجہ	۶۶۵
۶۳۱	الزام قتل میں قاضیٔ مصر کے سامنے حضرت عیسیٰؑ کی پیشی اور مقتول کا زندہ ہو کر قاتل کی نشاندہی کرنا	〃
۶۳۲	حضرت مریمؑ و عیسیٰؑ کی مصر سے واپسی	۶۶۶
۶۳۳	حضرت عیسیٰؑ کی ایک کرامت اور ایک بادشاہ کے فرزند کے زندہ ہونے کا واقعہ	〃
۶۳۴	ایک ہی رنگ کے دیگ میں مختلف رنگ کے کپڑوں کا رنگا جانا اور لوگوں کا ایمان لانا	۶۶۸
۶۳۵	حضرت عیسیٰؑ کے بعض فضائل و کمالات و سیرت و عادات	۶۶۹
۶۳۶	حضرت عیسیٰؑ کا مُردوں کو زندہ کرنا	〃
۶۳۷	حضرت عیسیٰؑ کا کور مادرزاد کو بینائی اور مبروص کو شفا دینا۔	۶۷۱
۶۳۸	حضرت عیسیٰؑ سے ایک مُردے کا اپنی سرگزشت بیان کرنا	۶۷۳
۶۳۹	ہم نشینی کے لئے افراد کا تعین	۶۷۴
۶۴۰	گناہوں کے سبب رونے کی ترغیب	〃
۶۴۱	بیٹے کی رفاہی خدمت کی وجہ سے باپ کی بخشش	〃
۶۴۲	دُنیا سے اجتناب کی ہدایت	〃
۶۴۳	حضرت عیسیٰؑ کے حواریین اور اُن کی عظمت	۶۷۵
۶۴۴	حواریین عیسیٰؑ کے اسماء	〃
۶۴۵	حواری کی وجہ تسمیہ	〃
۶۴۶	حواریین عیسیٰؑ اور حواریین آلِ محمدؐ میں فرق	۶۷۶

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۶۴۷	حضرت عیسیٰؑ کے حواریین کو انکساری اور فروتنی کی عملی تعلیم	۶۷۶
۶۴۸	حضرت عیسیٰؑ کی سیرت اور ان کے بعض عادات و واقعات	//
۶۴۹	حضرت عیسیٰؑ کے گذر اوقات کے انداز	۶۷۷
۶۵۰	حضرت عیسیٰؑ اور سُور کی دال	۶۷۸
۶۵۱	حضرت عیسیٰؑ کے شادی نہ کرنے کی وجہ	//
۶۵۲	حضرت عیسیٰؑ کے پانی پر چلنے کا ایک واقعہ	//
۶۵۳	حضرت عیسیٰؑ اور دریائی جانوروں کے کھلانے کا ثواب	//
۶۵۴	حضرت عیسیٰؑ اور صدقہ کی اہمیت	۶۷۹
۶۵۵	نبوت و امامت میں شک کرنے والوں کی دُعا قبول نہیں ہوا کرتی۔	//
۶۵۶	حضرت عیسیٰؑ کے اصحاب ثلاثہ کا حشر	۶۸۰
۶۵۷	حضرت عیسیٰؑ پر نزول انجیل اور حضرت امام رضاؑ کا مناظرہ	۶۸۱
۶۵۸	شیطان شاہ فلسطین کی شکل میں	//
۶۵۹	حضرت عیسیٰؑ کا عمل ۳۰ سال کی عمر میں	//
۶۶۰	حضرت عیسیٰؑ اور نزول مائدہ	۶۸۳
۶۶۱	حضرت عیسیٰؑ کی تبلیغی سرگرمیاں	۶۸۵
۶۶۲	شہر انطاکیہ میں دو مبلغوں کی رسیدگی و گرفتاری اور تیسرے مبلغ کی حکمت عملی سے اُن کی رہائی	//
۶۶۳	حضرت عیسیٰؑ کو خدائے تعالیٰ کے الہامی ہدایات	۶۸۸
۶۶۴	حضرت عیسیٰؑ کے بعض ہدایات و ارشادات	۶۹۲
۶۶۵	حضرت رسولؐ کے متعلق حضرت عیسیٰؑ کی پیشین گوئی	۶۹۳
۶۶۶	۳۳ سال کی عمر میں حضرت عیسیٰؑ کا عروج آسمانی	۶۹۴
۶۶۷	حضرت عیسیٰؑ کی جانشینی	۶۹۶
۶۶۸	حضرت عیسیٰؑ کے بارہ جانشین	۶۹۷
۶۶۹	عہد فترت	۶۹۸
۶۷۰	اصحاب کہف کا واقعہ	//
۶۷۱	اصحاب کہف کے اسماء اور اُن کے واقعہ کی مختصر وضاحت	۷۰۰
۶۷۲	یہودیوں کے چند سوالات اور انکے جوابات	۷۰۳
۶۷۳	قیامت کے قریب حضرت عیسیٰؑ کا آسمان سے نزول	۷۰۶
۶۷۴	قیامت کے موقع پر خلاق عالم اور مسیحؑ کے درمیان سوال و جواب	۷۰۷
۶۷۵	تتمہ	۷۰۸

اِنتساب

مَیں اپنی اس حقیر تالیف "**تاریخ اسلام**" حجتِ یگانہ، امامِ زمانہ ناخدائے کشتیِ اسلام، صاحب العصر والزمان، خاتم خلفاء خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضور پُرنور **حضرت امام محمدؐ مہدی علیہ السّلام** کے نامِ نامی اور اسمِ گرامی سے معنون و منسوب کرتا ہوں، جن کا وجود مقدس حق ہے، جن کی غیبت حق ہے۔ جن کے ظہور موفور السرور سے ظلم و جور اور کفر و شرک ہمیشہ کے لئے ختم ہوجائیں گے اور اختتامِ دُنیا تک عدل و انصاف اور اسلام و ایمان کا ڈنکا بجے گا۔

احقر الزمن

السید نجم الحسن صین عن المحن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لاھلہ والصلوٰۃ علیٰ اھلھا

باب — ۱

نورِ محمدیؐ کا ظہور - آفرینشِ کائنات

اور

تاریخِ اسلام کی اِبتدا

کُنتُ کنزاً مخفیاً سرِّ نہانِ مصطفےٰ
لفظِ کُن ہے افتتاحِ داستانِ مصطفےٰ

تاریخ، نام ہے اُس فن شریف کا جو فطرت کے تغیرات، ازمنہ کے تاثرات، ممالک اور ملوک کے واقعات و حالات کی نہ صرف نشان دہی کرے۔ بلکہ ان کی ایسی وضاحت کرے جو رہتی دُنیا تک پیدا ہونے والے انسانوں کے لیے سبق آموز اور ذریعہ عبرت ہوں۔ تاریخ کی وسعت کا تقاضہ ہے کہ تاریخِ اسلام کی ابتدا، نورِ وجودِ سرکارِ دوعالم، فخرِ آدمؑ و نبی آدم، باعثِ ایجادِ عالم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کی جائے۔ کیونکہ یہی فطرت کے تغیرات کے مظہرِ اوّل اور وجودِ کائنات کے بُنیادِ ازل ہیں۔

سمجھ میں نہیں آتا کہ مؤرخینِ اسلام نے کیوں اس سے صرفِ نظر کیا ہے؟ میں دیکھتا ہوں کہ جس مُورخ نے تاریخِ اسلام لکھنے کے لیے قلم اُٹھایا، وہ عرب کے جغرافیہ میں پھنس گیا اور اس نے تاریخ کی بنیاد صحرائے عرب کے ریگ زار کی پیمائش کو قرار دیا اور وہیں سے رسولِ کریم صلعم کا ذکر کرکے ان کے حالات پر اپنی کتاب کو ختم کر دیا۔ البتہ معدودے چند مورخین نے انبیاء کے

حالات سے اپنی تاریخ کی ابتدا کی ہے اور حضرت آدمؑ کے حالات پر خامہ فرسائی کو بنیاد قرار دیا ہے۔ اگرچہ بعض مورخین نے اوپر بھی پرواز کی ہے۔ مگر وہ تفصیل بیان نہیں کر سکے۔ یہ ذکر ہے عربی اور فارسی مورخین کا، لیکن اُردو زبان میں تاریخ لکھنے والوں نے ازل کے واقعات کو یکسر نظر انداز کر دیا ہے اور غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ مخبرین ازل سے عقیدت نہیں رکھتے۔

ہمارے ہاتھوں میں چونکہ آلِ محمدؐ کا دامن ہے جو ازل سے ابدتک کے حالات سے بفیضانِ باری تعالیٰ واقف ہیں اور ہم ان سے بھرپور عقیدت رکھتے ہیں۔ اس لیے ہمیں ان سے استفادے کے زیادہ مواقع نصیب ہیں۔ بنابریں ہمارے مورخین پر یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ ازل کے سربستہ واقعات کا پردہ چاک کریں اور بتائیں کہ محمدؐ و آلِ محمدؐ کا نورِ وجود کب عالمِ ظہور و شہود میں آیا اور کائنات کی تخلیق کا ان سے کیا تعلق ہے؟ تاکہ دنیا کو ان کی عظمت کا علم ہو سکے اور اہلِ دنیا یہ سمجھ سکیں کہ کائناتِ عالم کا وجود محمدؐ و آلِ محمدؐ ہی کا رہینِ منت ہے۔ اگر انھیں پیدا کرنا مقصودِ باری نہ ہوتا تو یہ عالمِ ہست و بود عالمِ وجود شہود میں نہ آتا۔

ہمیں تعجب ہے کہ ہمارے بعض معاصر مورخین نے ازل کے حالات سے واقف ہونے کے باوجود اُس عہد کے حالات و کوائف سے اپنی تاریخ اسلام کی ابتدا کیوں نہیں کی؟

اور ہمارا تعجب اس وقت اور بڑھ جاتا ہے۔ جبکہ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ انھوں نے ازل کے حالات تو درکنار، انبیاء کے حالات سے بھی قطع نظر کیا ہے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ تاریخ اسلام کی ابتدا عہدِ ابراہیمؑ سے ہے اور اسی عہد سے ہی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ وہی لفظ "مسلم کے موجد ہیں"۔ وہ دینِ فطرت اور تبلیغِ انبیاء کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ

"اس لحاظ سے آدمؑ، نوحؑ اور تمام انبیاء کی سرگزشت زندگی سب تاریخِ اسلام کا جزو ہے۔ مگر مذاق تاریخی حقیقتوں کی گہرائی میں اس باریک بینی کا متحمل نہیں ہے، وہ حقیقت جس کا نام اسلام ہے۔ بیشک ہمیشہ سے تھی مگر وہ اصطلاحی طور پر اسلام کے نام سے موسوم نہ تھی، قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی اصطلاح کا آغاز حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے وقت سے ہوا۔ سب سے پہلے یہی بزرگوار تھے جنھوں نے اس دین کے فردوں کا نام "مسلم" رکھا۔ جیسا کہ ارشاد ہوا۔ ھو سماکم المسلمین من قبل"

(ج ۸۷) (تاریخ اسلام علامہ علی نقی مطبوعہ لاہور)۔

ان تحریروں میں اسلام کے دینِ فطرت ہونے کو تسلیم کیا گیا ہے اور یہ بھی مانا گیا ہے کہ تمام انبیاء اسلام ہی کی تبلیغ کے لیے آئے تھے، اور ان کی سرگزشت تاریخِ اسلام کا جزو ہے۔ لیکن آگے چل کر مذاق تاریخی کا حوالہ دیا گیا ہے، میں نہیں سمجھتا کہ "موصوف مورخ" نے مذاقِ تاریخی کا کس بنیاد پر

حوالہ دیا ہے اور وہ کونسی تاریخی اصطلاح ہے جس کی بنیاد پر وہ انبیا کے حالات سے صرف نظر فرما رہے ہیں۔ کیا مورخ طبری، صاحب روضۃ الصفا، المسعودی، ابن واضح، ابوالفدا، اور علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ وغیرہم نے اپنی تاریخ اسلام میں انبیا کے حالات نہیں لکھے؟ اور کیا یہ مستند مورخ نہ تھے؟ اور کیا حضرت ابراہیمؑ کے لفظ مسلم استعمال کرنے سے اس امر پر دلیل قائم کی جا سکتی ہے کہ اس سے قبل لفظ، اسلام نہ تھا؛ اور کیا کسی کے نام ہمیں معلوم نہ ہونے سے اس بات کا یقین کیا جا سکتا ہے کہ اس کا وجود نہیں ہے۔

میں پوچھتا ہوں کہ کیا ہمیں دنیا کی تمام اشیاء کے نام معلوم ہیں؟ کیا ایک لاکھ چوبیس ۲۴ ہزار پیغمبروں کے ناموں کا ہمیں علم ہے؟ اگر نہیں ہے تو کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان کا وجود ہی نہیں یا وہ کوئی نام ہی نہیں رکھتے؟ "ہرگز نہیں" کولمبس کی دریافت سے پہلے بھی امریکہ کا نام تھا۔ وہ چاہے جن حروف سے مرکب رہا ہو، یہ اور بات ہے کہ ہمیں علم نہ تھا۔

حضرت ابراہیمؑ کے لفظ مسلم استعمال کر دینے سے یہ دلیل قائم نہیں کی جا سکتی کہ اس سے پہلے نہ لفظ مسلم تھا اور نہ لفظ اسلام۔

میں سمجھتا ہوں کہ آیۂ "ان الدین عند اللہ الاسلام" اس امر کی طرف غمازی کرتا ہے کہ جب سے اللہ ہے، اسلام بھی ہے۔ اسی مقصد کی طرف ارشاد معصوم بھی کل مولود یولد علی فطرۃ الاسلام" ہر پیدا ہونے والا فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے، اشارہ کرتا ہے اس حدیث میں یہ کہیں نہیں ہے کہ اس سے عہدِ ابراہیمؑ یا عہد رسولؐ مراد ہے بلکہ اس کا کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ جب سے تولید کا سلسلہ شروع ہوا ہے اور جب تک جاری رہیگا۔ ہر مولود فطرت اسلام پر پیدا ہوگا اس کے ذیل میں آدمؑ سے لے کر قیامت تک کے مولود شامل ہیں۔ کیونکہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حضرت آدمؑ اور ہمارے نبیؐ کا دین ایک ہی ہے (عرائس ثعلبی ص۲۶ طبع مصر) یہ مسئلہ اس وقت بالکل صاف ہو جاتا ہے۔ جب قرآن مجید میں" انا اول المسلمین (پ رکوع ۷ انعام) فرماتے ہوئے حضرت رسول کریم صلعم نظر آتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ" میں پہلا مسلمان ہوں" آئمہ طاہرینؑ کا اس آیت کی تفسیر کے ذیل میں ارشاد ہے" فاسلامہ متقدم علی اسلام الخلائق کلھم" حضرت کا اسلام جملہ مخلوقات کے اسلام سے مقدم ہے۔ (تفسیر صافی ۱۵۸)۔

اس سے معلوم ہوا کہ لفظ "اسلام" اور مسلمین، عہدِ حضرت ابراہیمؑ سے پہلے کسی نہ کسی رنگ میں متداول اور مستعمل تھا، میں یہ سمجھتا ہوں کہ جس طرح مفہوم "شیعہ" عالم ذر سے متعلق ہونے کے باوجود عہد ابراہیمؑ میں لفظ کی صورت میں نمایاں ہوا، ان من شیعتہ لابراھیم" اسی طرح اسلام یا مسلم عہد نور سے متعلق ہونے کے باوجود زمانہ ابراہیمؑ میں نمایاں شکل کا حامل بنا نہ یہ کہ اسکی ابتدا اسی

عہد سے ہوئی ہے اور حضرت ابراہیمؑ ہی اس کے موجد ہیں اور جب ہم کتب تفاسیر میں "ھو" کے مرجع کو دیکھتے ہیں تو ہمیں تعجب ہوتا ہے کہ مورخ معاصر نے "مسلم" نام رکھنے کو حضرت ابراہیمؑ کی طرف منسوب کر کے اپنی تاریخ کی ابتدا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حالات سے کیونکر کی ؟ کیونکہ "ھو" کا مرجع خدا ہے نہ کہ حضرت ابراہیمؑ (تفسیر صافی ص۳۰۷ و تفسیر بیضاوی ص۲۸۴)۔

آیۂ مذکورہ ھو سماکم المسلمین من قبل"۔ کا ترجمہ علامہ حافظ سید فرمان علی نے یہ کیا ہے (اسی خدا نے) تمہارا پہلے ہی سے مسلمان (فرمانبردار بندے) نام رکھا ہے اور شیخ الہند علامہ محمود الحسن دیوبندی نے یہ فرمایا ہے "اللہ نے پہلی کتابوں میں اور اس قرآن میں تمہارا نام "مسلم" رکھا (قرآن مجید ص۴۲۶ طبع بجنور) اسی کی وضاحت حضرت رسول کریمؐ نے بھی فرمائی ہے وہ ھو سماکم المسلمین من قبل وفی ھذا" کے ذیل میں فرماتے ہیں۔ "فلقد سمیتنا مسلمین فی الکتب السابقۃ وفی القران خدایا تو ہی نے سب کا نام کتب سابقہ میں اور اس قرآن میں "مسلمان رکھا ہے۔ (الجواہر فی تفسیر القرآن علامہ شیخ طنطاوی جوہری مصری (جلد ا ص۱۰۱ طبع مصر ۱۳۴۱ھ)

عرض کرنے کا مطلب ومقصد یہ ہے کہ تاریخ اسلام کی ابتدا نہ پیغمبر اسلام صلعم کے عہد ظاہری سے درست ہے اور نہ عہد حضرت ابراہیم علیہ السلام سے درست ہے اور نہ عہد حضرت آدم علیہ السلام سے درست ہے بلکہ اسکی ابتدا ظہور نور مقدس حضرت رسول اکرم صلعم سے صحیح ہے کیونکہ اسلام دین الٰہی ہے اور نور محمدیؐ مظہر ذات باری ہے جو "روح تاریخ" ہے۔

بنابریں میں نے اصول تاریخ اور اس کے وسیع مفہوم کے مطابق اپنے پیش رو مورخین کے جادہ عمل سے ہٹ کر اسلام کی صحیح منزل سے اپنی "تاریخ اسلام" کی ابتدا کی ہے۔

اے نور کے پتلے تجھے کیا خاک سے نسبت
احسان ترا ہے جو زمیں پر اُتر آیا

حدیث قدسی[1] میں ہے۔ کنت کنزاً مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق لکی اعرف میں اپنے (علم ذاتی میں) میں چھپا ہوا (عین قدرت) خزانہ تھا میں نے چاہا کہ مجھے پہچانا جائے لہٰذا

[1] حدیث قدسی از قرآن مجید کیطرح کلام ربانی ہے۔ قرآن مجید بطور وحی نازل ہوا ہے اور حدیث قدسی بطور الہام والقا آئی ہے یعنی وحی کے طور پر بذریعہ جبریلؑ جو احکام وغیرہ آئے ہیں ان کے مجموعہ کو "قرآن" کہتے ہیں۔ اور جو ارشادات بطور الہام والقا۔ بلاواسطہ جبرئیل رسول کریمؐ تک پہنچے ہیں۔ ان کے مجموعہ کو "حدیث قدسی" کہتے ہیں تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔ (کتاب روح القرآن باب ۴ ص۱۶ مطبوعہ لاہور)۔

میری معرفت حاصل کی جائے اس لیے میں نے مخلوقات کو پیدا کرنے کا فیصلہ کیا۔

مقصد یہ ہے کہ جب واجب الوجود کے علاوہ کوئی موجود نہ تھا، نہ آسمان تھا نہ زمین تھی نہ عرش تھا نہ کرسی تھی۔ نہ دوزخ تھا نہ جنت تھی۔ نہ قلم تھا نہ لوح تھی۔ نہ سورج تھا اور نہ اس کی روشنی تھی۔ نہ چاند تھا نہ چاندنی تھی۔ نہ ستارے تھے نہ اُن کی چمک دمک تھی۔ نہ فضا تھی نہ ہوا نہ ابر تھا نہ گھٹا تھی۔ نہ دن تھا نہ رات تھی۔ نہ ثری تھا نہ ثریا تھی۔ نہ جبرئیل تھے نہ میکائیل۔ نہ اسرافیل تھے نہ عزرائیل۔ نہ ملائکہ تھے نہ کروبین۔ نہ جن تھے نہ نسناس، نہ عقل تھی نہ حواس۔ نہ آدمؑ تھے نہ آدمیت۔ نہ انسان تھے نہ انسانیت۔ نہ حیوان تھے نہ حیوانیت۔ نہ تحت تھی نہ فوق تھا۔ نہ نشیب تھا نہ فراز تھا۔ نہ دریا تھے نہ سمندر۔ نہ خضرؑ تھے نہ سکندر۔ غرضکہ کچھ بھی نہ تھا۔ "بس وُہی وہ تھا" کہ دفعتہً "مشیّتِ ایزدی نے تکوینِ عالم اور تخلیقِ کائنات کا فیصلہ کیا اور مجردات و مادیات کے پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا۔ یعنی کچھ مخلوق کو اشارہ کُن سے کامل و مکمل بنانا چاہا اور کچھ کو تدریج و ترتیب سے پیدا کرنے کا قصد فرمایا۔ وہ جنھیں اشارہ "کُن" سے پیدا کرنا چاہا انھیں "امر"[1] سے متعلق قرار دیا اور جن کے لیے تدریج لازمی قرار دی۔ انھیں "خلق" سے متعلق فرمایا۔

یہ ظاہر ہے کہ مصنوع اپنے صانع کے تعارف کا ذریعہ ہوتا ہے۔ اگر مصنوع ہر نہج مکمل ہو تو صانع کے کمال پر روشنی پڑے گی۔ اور اگر مصنوع ناقص ہو اور اُس میں کوئی عیب ہو تو صانع کے کمال پر حرف آئے گا۔ خلاقِ عالم اور صانعِ کائنات جو مستجمع جمیع صفاتِ کمال ہے اور جس نے مخلوقات کو پیدا ہی اس لیے کیا ہے کہ اس کا تعارف ہو (اور اس کی عبادت کی جا سکے) بھلا وُہ اپنی مخلوقات میں کوئی کمی کیونکر رکھ سکتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا ہر مصنوع بے مثل اور اس کی ہر مخلوق بے نظیر ہے اور چونکہ مصنوعِ اوّل پر گہری نگاہیں پڑا کرتی ہیں اور وُہی رائے قائم کرنے کا ذریعہ قرار پاتا ہے۔ اِس لیے جس طرح ہر صانع اپنے کمالات مصنوعِ اوّل میں بھر دیتا ہے۔ اسی طرح خالقِ کائنات نے اپنی مخلوقِ اوّل میں اپنے کمال و جمال کو سمو کر "نُورِ محمدیؐ" کو اپنی پہلی مخلوق کی صورت میں ظاہر فرمایا جو لاجواب اور بے مثل و بے نظیر ہے۔ وُہ کمال و جمال میں مظہرِ ذاتِ باری ہے۔ اسے مثل و مثال سے پاک رکھا ہے اور اسے دُوئی اور مماثلت سے بچانے کے لیے اس کے جسم کے قریب سایہ تک کو نہیں بھٹکنے دیا۔ اسی کے متعلق خُود رسُولِ کریم حضرت محمد مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں "اوّل ما خلق اللہ نوری" خدا نے سب سے پہلے میرے نُور اور میری رُوح کو پیدا کیا۔ اور قرآن مجید میں

---

[1] امر، مجردات کی پیدائش سے متعلق ہے جو کامل اور مکمل لفظ "کن" سے ظہور میں آتے ہیں اور خلق کا تعلق مادیات کی پیدائش سے ہوتا ہے۔ جس میں تدریج اور ترتیب ملحوظ ہوتی ہے۔

ہے۔ "قد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین"

پھر اس نور کو چودہ جلوؤں سے معمور فرمایا۔ "اولنا محمد و اوسطنا محمد و آخرنا محمد و کلنا محمد"۔ ہمارے سب محمدؐ ہی محمدؐ ہیں۔ اور چونکہ یہ نور کمال ذاتی کا مظہر تھا۔ اس لیے ٹھیک اسی طرح جس طرح آفتاب[1] سے شعاع نکلتی ہے اپنے نور ذاتی کی شعاع سے اسے خلق فرمایا پھر حکم دیا کہ سجدہ میں چلا جا۔ چنانچہ یہ نور سو سال تک سجدے میں پڑا رہا۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں "فانا اول العابدین" ہم سب سے پہلے عبادت کرنے والے ہیں۔ (پ ۲۵ رکوع ۱۲ زخرف)

پھر اسے مختلف حجابوں میں رکھا۔ یہ واقعہ ہے خلقت کائنات سے بروایت علامہ مجلسی چار لاکھ چوبیس ہزار سال پہلے کا اور بروایت علامہ عبدالواحد حنفی تخلیق عالم سے نو لاکھ برس قبل کا (حیات القلوب و عجائب القصص)۔

علما فریقین کا بیان ہے کہ پھر بارہ حجابات پیدا کیے گئے (۱) حجاب قدرت (۲) حجاب عظمت (۳) حجاب منت (۴) حجاب رحمت (۵) حجاب سعادت (۶) حجاب کرامت (۷) حجاب منزلت (۸) حجاب ہدایت (۹) حجاب نبوت (۱۰) حجاب رفعت (۱۱) حجاب ہیبت (۱۲) حجاب شفاعت

پھر خلاق عالم نے اس نور مقدس کو بارہ ہزار سال حجاب قدرت میں رکھا۔ یہاں وہ "سبحان ربی الاعلیٰ" سے تسبیح کرتا رہا۔ گیارہ ہزار سال حجاب عظمت میں "سبحان عالم السر" کہتا رہا۔ دس ہزار سال حجاب منت میں "سبحان من ھو قائم لا یلھو" کہتا رہا۔ نو ہزار سال حجاب رحمت میں "سبحان الرفیع الاعلیٰ" کہتا رہا۔ آٹھ ہزار سال حجاب سعادت میں "سبحان من ھو دائم لا یسھو" کہتا رہا۔ سات ہزار سال حجاب کرامت میں "سبحان من ھو غنی لا یفتقر" کہتا رہا۔ چھ ہزار سال حجاب منزلت میں "سبحان العلیم الکریم" کہتا رہا۔ پانچ ہزار سال حجاب ہدایت میں "سبحان ذی العرش العظیم" کہتا رہا۔ چار ہزار سال حجاب نبوت میں "سبحان اللہ و بحمدہ" کہتا رہا۔ تین ہزار سال حجاب رفعت میں "سبحان ذی الملک والملکوت" کہتا رہا۔ دو ہزار سال حجاب ہیبت میں "سبحانہ و بحمدہ" کہتا رہا۔ ایک ہزار سال حجاب شفاعت میں "سبحان ربی العظیم و بحمدہ" کہتا رہا۔ (عجائب القصص و حیات القلوب و بحار الانوار)

پھر نور اقدس خوف خدا سے عرق ریز ہوا۔ "فقطر منھا مائۃ الف قطرۃ و اربع و عشرین الف قطرۃ" اور اس سے (ایک کم) ایک لاکھ چوبیس ہزار قطرات ٹپکے خدا نے ہر ایک

---

[1] احادیث میں یہ تعبیر سمجھانے کے لیے کی گئی ہے ۱۲ ؎

قطرہ سے ایک نبی کی رُوح کو پیدا کیا۔ (عرائس المجالس ثعلبی وحیات القلوب مجلسی)

علمائے فریقین امام ثعلبی اور علامہ مجلسی کی تحریر سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ ہمارے نبی اکرمؐ کے مقابلہ میں دیگر جملہ انبیاء کی حیثیت وُہی ہے جو انسان کے مقابلہ میں خود اس کے پسینے کی ہوتی ہے اور چونکہ یہی نور حضرات آلِ محمدؐ کی بنیاد ہے۔ لہٰذا یہی نسبت آلِ محمدؐ اور انبیاء کرام میں قائم ہوگی۔ اسی لیے حضرت رسُولِ کریم بسلسلہ عقد حضرت فاطمۃ الزہرا فرماتے ہیں "لولا علی لما کان لفاطمۃ کفو، آدم کان ام دونہ" اگر علیؑ نہ ہوتے تو فاطمہؑ کا کفو نہ ہوتا۔ وہ چاہے آدمؑ ہوں یا کوئی اور نبی، معلوم ہوا کہ آلِ محمدؐ کے برابر کوئی نبی بھی نہیں ہے۔

عہدالست اور میثاقِ ازل

اس کے بعد خلاقِ عالم نے اپنے علم ذاتی کے میدان میں، کائنات کے ارواح کی حقیقت اور مخلوقات کے قوام وجود کی کنہہ کو جمع کر کے اپنی ربوبیت، محمد مصطفٰےؐ کی نبوت اور علی المرتضٰیؑ اور آئمہ ہدیٰ کی امامت اور وصایت و امامت کا اقرار لیا جس دن یہ عہد اور میثاق لیا گیا ہے۔ اس دن کو یوم الست اور یوم ازل کہتے ہیں۔ ان ناموں سے یہ دن اس لیے موسُوم کیا گیا ہے کہ جب اقرار لیا تھا تو اس میں سب سے پہلے یہ فرمایا تھا "الست بربکم" کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ "قالوا بلٰے" سب نے کہا بیشک تو ہمارا رب ہے۔ اور ازل اس لیے کہتے ہیں کہ خدائے ازلی (جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا) نے یہ اقرار لیا تھا۔

اس اقرار لینے کا ذکر قرآن مجید کے پارہ ۹ رکوُع ۱۱ میں موجود ہے۔ اگرچہ اس میں صرف بنی آدم سے اقرار کا ذکر ہے اور ایک مقام پر انبیاء کا تذکرہ ہے۔ نیز جن چیزوں کا اقرار لیا گیا ہے اُن میں سے صرف ربوبیت کا حوالہ ہے لیکن پیغمبر اسلامؐ نے منشاء باری کی جو وضاحت فرمائی ہے۔ اس سے قرآن مجید کے اس اجمال کی تفصیل واضح ہو جاتی ہے اور صاف طور پر یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ خدا نے کن کن لوگوں کی اطاعت کا اقرار لیا تھا اور کن کن مخلوقات سے اس اقرار کا تعلق ہے اور اس اقرار کی غرض کیا تھی۔ حاشیہ قرآن مجید شبیر احمد عثمانی دیوبندی ص۲۲۳ میں ہے کہ تمام عقائد حقہ، اور ادیانِ سماویہ کا بنیادی پتھر یہ ہے کہ انسان خدا کی ہستی اور ربوبیت عامہ پر اعتقاد رکھے مذہب کی ساری عمارت اسی سنگِ بنیاد پر کھڑی ہوتی ہے۔ جبتک یہ اعتقاد نہ ہو مذہبی میدان میں عقل و فکر کی رہنمائی اور انبیاء و مرسلین کی ہدایات کچھ نفع نہیں پہنچا سکتیں۔ اگر پورے غور و تامل سے دیکھا جائے تو آسمانی مذہب کے تمام اصول و فروع بالآخر خدا کی ربوبیت عامہ کے اسی عقیدے پر منتھی ہوئے بلکہ اسی کی تہ میں لپٹے ہوئے ہیں عقل سلیم اور وحی و الہام اسی اجمال کی شرح کرتے ہیں پس ضروری تھا کہ یہ تخم ہدایت جسے کل آسمانی تعلیمات کا مبداء و منتھی اور

تمام ہدایات ربانیہ کا وجود مجمل کہنا چاہیے۔ عام فیاضی کے ساتھ نوع انسانی کے تمام افراد میں بکھیر دیا جائے تاکہ ہر آدمی عقل و فہم اور وحی و الہام کی آبیاری سے اس تخم کو شجرِ ایمان و توحید کے درجے تک پہنچا سکے، اگر قدرت کی طرف سے قلوب بنی آدم میں ابتداءً یہ تخم ریزی نہ ہوتی اور اس کا سب سے زیادہ اساسی و جوہری عقیدے کا حل ناخن عقل و فکر کے سپرد کر دیا جاتا تو یقیناً یہ مسئلہ بھی منطقی استدلال کی بھول بھلیاں میں پھنس کر ایک نظری مسئلہ بن کر رہ جاتا جس پر سب تو کیا؟ اکثر آدمی بھی متفق نہ ہو سکتے۔ جیسا کہ تجربہ بتلاتا ہے کہ فکر و استدلال کی ہنگامہ آرائیاں اکثر اتفاق سے زیادہ اختلاف آرا پر منتج ہوتی ہیں، اس لیے قدرت نے جہاں غور و فکر کی قوت اور نور وحی و الہام کے قبول کرنے کی استعداد بنی آدم میں ودیعت فرمائی، وہیں اساسی عقیدے کی تعلیم سے ان کو فطرۃً بہرہ ور کیا جس کے اجمال میں کل آسمانی ہدایات کی تفصیل منطوی (لپٹی ہوئی) تھی اور جس کے بدون مذہب کی عمارت کا کوئی ستون کھڑا نہیں رہ سکتا تھا، یہ اسی ازلی اور خدائی تعلیم کا اثر ہے کہ آدمؑ کی اولاد ہر قرن اور ہر گوشہ میں حق تعالیٰ کی ربوبیت عامہ کے عقیدے پر کسی نہ کسی حد تک متفق رہی ہے اور جن معدودے افراد نے کسی عقلی و روحی بیماری کی وجہ سے اس عام فطری احساس کے خلاف آواز بلند کی ہے۔ وہ انجام کار دنیا کے سامنے بلکہ خود اپنی نظر میں بھی اسی طرح جھوٹے ثابت ہوئے۔ جیسے ایک بخار وغیرہ کا مریض لذیذ اور خوش گوار غذا دُں کو تلخ اور بدمزہ بتلانے میں جھوٹا ثابت ہوتا ہے۔ بہر حال ابتداء آفرینش سے آج تک ہر درجے اور ہر طبقے کے انسانوں کا خدا کی ربوبیت کبریٰ پر عام اتفاق و اجماع اس کی زبردست دلیل ہے کہ یہ عقیدہ عقول و افکار کی دَوا دوش سے پہلے ہی خالقِ حقیقی کی طرف سے اولادِ آدمؑ (وغیرہ) کو بلا واسطہ تلقین فرما دیا گیا ورنہ فکر و استدلال کے راستے سے ایسا اتفاق پیدا ہو جانا تقریباً ناممکن تھا۔ قرآن کریم کی یہ امتیازی خصوصیت ہے کہ اُس نے آیاتِ حاضرہ میں عقیدے کی اس فطری یکسانیت کے اصلی راز پر روشنی ڈالی۔ بلا شبہ ہم کو یاد نہیں کہ اس بنیادی عقیدے کی تعلیم کب اور کہاں اور کس ماحول میں دی گئی: تاہم جس طرح ایک لیکچرار اور انشاء پرداز کو یقین ہے کہ اس کو ضرور ابتدائے عمر میں کسی نے الفاظ بولنے سکھلائے تھے جس سے ترقی کر کے آج اس رتبے کو پہنچا، گو پہلا لفظ سکھلانے والا اور سکھلانے کا وقت مکان اور دیگر خصوصیات مقامی بلکہ نفس تعلیم بھی یاد نہیں تاہم اس کے موجودہ آثار سے یقین ضرور ہے کہ ایسا واقعہ ہوا ضرور ہے۔ اسی طرح بنی نوع انسان کا عقیدہ ربوبیت الٰہی پر متفق ہونا اس کی کھلی شہادت ہے کہ یہ چیز بد و فطرت سے کسی معلّم کے ذریعہ سے اُن تک پہنچی ہے، باقی تعلیمی خصوصیات و احوال کا محفوظ نہ رہ سکنا اسکی تعلیم میں خلل انداز نہیں ہو سکتا۔ اسی ازلی اور فطری تعلیم نے جس کا نمایاں اثر آجتک انسانی سرشت میں موجود چلا آتا

ہے۔ ہر انسان کو خدا کی حجت کے سامنے مُلزم کر دیا ہے۔ جو شخص اپنے الحاد و شرک کو حق بجانب قرار دینے کے لیے غفلت بے خبری یا آباؤ اجداد کی کورانہ تقلید کا عُذر کرتا ہے۔ اس کے مقابلہ پر خدا کی یہی حجتِ قاطعہ جس میں اصل فطرتِ انسانی کی طرف توجہ دلائی گئی ہے بطور فیصلہ کن جواب کے پیش کی جاسکتی ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ " اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کی پُشت سے اُن کی اولاد اور اُن سے اُن کی اولاد نکالی سب سے اقرار کرایا اپنی خدائی کا، پھر پُشت میں داخل کیا اس سے مُدّعا یہ ہے کہ خدا کے رب مطلق ماننے میں ہر کوئی آپ کفایت کرتا (اور ذمہ دار) ہے۔ باپ کی تقلید نہ چاہیئے۔ اگر باپ شرک کرے بیٹے کو چاہیئے ایمان لائے۔ اگر کسی کو شبہ ہو کہ وہ عہد تو یاد نہیں رہا پھر کیا حاصل؟ تو یوں سمجھے کہ اس کا نشان ہر کسی کے دل میں ہے اور ہر زبان پر مشہور ہو رہا ہے کہ "سب کا خالق اللہ ہے"۔ سارا جہان قائل ہے اور جو کوئی منکر ہے یا شرک کرتا ہے سو اپنی عقلِ ناقص کے دخل سے، پھر آپ ہی جھوٹا ہوتا ہے۔

حاشیہ قرآن مجید مترجمہ حافظ فرمان علیؒ کے صفحہ ۲۷۴ میں ہے۔ "یہ اقرار عہدِ الست" کا ہے جب دُنیا میں کوئی موجود نہ تھا اور خدا نے محض اپنی خدائی کا اقرار نہ لیا تھا، بلکہ حضرت رسُولؐ کی رسالت اور حضرت علیؑ کی امارت و ولایت کا بھی اور وہ بھی محض انسانوں سے نہیں بلکہ فرشتوں (وغیرہ) سے بھی یہ حدیث اسی آیت کی تائید یا تفسیر میں وارد ہوئی ہے۔

قال رسُول اللہ لو یعلم الناس متی سمی علی امیر المومنین ما انکروا فضلہ، سمی امیر المومنین و آدم بین الروح و الجسد قال عزّوجل و اذا اخذ ربک من بنی آدم من ظھورھم ذریتھم و اشھدھم علی انفسھم الست بربکم قالت الملائکۃ بلی وقال اللہ تعالیٰ انا ربکم و محمد نبیکم و علی امیرکم" حضرت رسُولِ کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا ہے کہ اگر لوگ جانتے کہ علیؑ کا نام امیر المومنین کب رکھا گیا تو اُن کی فضیلت سے انکار نہ کرتے۔ علی امیر المومنین اس وقت کہلائے۔ جب آدمؑ کا رُوح و جسد دُرست نہ ہوا تھا چنانچہ خدا فرماتا ہے واذا اخذ . . . الست بربکم، تو فرشتوں نے کہا "ہاں" تب خدا نے فرمایا کہ میں تمھارا پروردگار ہوں اور محمدؐ تمھارے نبی ہیں اور علیؑ تمھارے امیر ہیں۔ "فردوس الاخبار دیلمی باب ۱۴۱"

کوکب دری فی فضائل علیؑ علامہ کشفی حنفی کے صفحہ ۱۱۵ میں حذیفہ یمانی سے یہی حدیث مروی ہے حیات القلوب علامہ مجلسی جلد ۱ صفحہ ۱۵ میں بہت سی حدیثوں کے حوالہ سے لکھا ہے کہ خلاق عالم نے عالم ارواح میں تمام لوگوں سے اپنی وحدانیت محمد مصطفےؐ کی نبوت اور امیر المومنینؑ و آئمہ طاہرینؑ کی

امامت کا اقرار لیا تھا۔

وگفت بایشان، الست بربکم و محمدٌ نبیکم و علی امامکم والائمۃ الھادون ائمتکم گفتند بلیٰ"۔ اور ان سے کہا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں اور کیا محمدؐ تمہارا نبی نہیں، اور کیا علیؑ اور دیگر آئمہ تمہارے امام نہیں؟ سب نے کہا بے شک تو ہمارا رب اور محمد مصطفےٰ ہمارے نبی اور علی مرتضیٰؑ وغیرہ ہمارے امام ہیں"۔

ایک روایت میں ہے کہ رسولِ خداؐ فرماتے ہیں کہ دنیا سے جب کوئی نبی جانے لگتا ہے تو خدا کا حکم آتا ہے کہ اپنا جانشین مقرر کر دے اور یہ جانشینی اُسی کے اشارے اور حکم سے ہوتی ہے۔ خداوند عالم نے اپنے دیگر انبیاء کی طرح مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنا جانشین علیؑ کو بنا دوں، اس نے مجھ سے یہ بھی کہا ہے کہ میں نے علیؑ کی جانشینی کا ذکر گزشتہ کتابوں میں کیا ہے۔ اور اسی پر تمام مخلوقات اور خصوصاً انبیاء مرسلین سے عہد و پیمان لیا ہے۔ ص۱۵ امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خداوند عالم نے تمام انبیاء اور اُن کے جملہ اوصیاء کی ارواح کو جمعہ کے دن پیدا کیا ہے اور اسی دن اُن سے وحدانیتِ خدا، نبوتِ محمدؐ اور امامت و ولایت علیؑ بن ابی طالب وغیرہ کا اقرار لیا ہے۔ ص۱۶ (حیات القلوب)

کتاب نفس الرحمٰن علامہ نوری کے ص۱۴۲ میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔ "ولایتنا ولایت اللہ التی لم یبعث نبی قط الا بھا"۔ ہماری ولایت اللہ کی ولایت ہے، کوئی نبی ایسا نہیں ہے جو ہماری محبت ولایت لے کر نہ آیا ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ انبیاء کے تمام صحیفوں میں علیؑ کی ولایت مرقوم ہے، جو نبی دنیا میں آیا وہ محمد مصطفےٰؐ کی نبوت اور علیؑ کی امامت کا اقرار کرتا ہوا آیا۔

احمد بن محمد بن عیاش کی کتاب مقتضب الاثر، میں اسلام بن جارود بن منذر سے ایک حدیث مروی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ جس رات کو میں معراج پر گیا، مجھے بزبانِ قرآن فرمایا گیا۔ واسئل من ارسلنا من قبلک من رسلنا "علی ما بعثوا" اے میرے حبیبؐ تم ان انبیاء اور مرسلین سے جو تم سے پہلے مبعوث ہو چکے ہیں۔ پوچھو کہ تم لوگ کس مقصد کے لیے مبعوث کیے گئے تھے۔ چنانچہ میں نے جب آسمانوں پر انبیاء و رسل سے ملاقات کی تو ان سے دریافت کیا۔ "علی ما بعثتم" تم لوگ کس چیز کے لیے مبعوث ہوئے تھے فقالوا علی نبوتک وولایۃ علی بن ابی طالب والائمۃ منکما"۔ ان لوگوں نے جواب دیا کہ آپ کی نبوت اور علیؑ بن ابی طالب وغیرہ کی ولایت پر ہماری بعثت ہوتی تھی۔ مطلب یہ ہے کہ جن چیزوں کا انھوں نے عہد الست میں اقرار کیا تھا۔ وہی ان کی بعثت کی بنیاد قرار پائی۔ (نفس الرحمٰن ص۱۴۳) یہی کچھ حافظ ابونعیم کی حلیۃ الاولیاء اور امام ابراہیم حموینی کی فرائد السمطین میں بھی ہے۔ بصائر الدرجات ص۲۲ میں ہے۔

کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے اس آیت، فمنکم مومن ومنکم کافر" کے متعلق پوچھا گیا، تو آپ نے فرمایا" کہ عالمِ ذر میں جن لوگوں نے ہماری ولایت کو تسلیم کیا تھا وہ مومن پیدا ہوئے اور جنھوں نے قبول نہیں کیا تھا۔ وہ کافر خلق ہوئے۔" حضرت بھی فرماتے ہیں کہ میری ولایت کے انکار کی وجہ سے دنیا میں ایک ہزار اُمتیں مسخ ہوگئی ہیں۔ (کوکب دری ص۱۰۱)

تفسیر صافی ص۱۴۲ میں ہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ خداوند عالم نے جب مخلوقات کو پیدا کرنا چاہا تو انھیں (عالمِ ارواح) وہ اپنے سامنے لایا اور اُن سے کہا کہ تمھارا خدا کون ہے، اس کا جواب سب سے پہلے حقیقت محمدیہ وعلویہ وآئمہ نے دیا اور کہا کہ ہمارے پالنے والے تو ہی ہمارا رب ہے، یہ سن کر خدا نے علم اور دین ان کے حوالہ کیا، پھر ملائکہ سے فرمایا کہ یہ ہمارے دین اور علم کے مالک اور مخلوقات کے امین اور ضامن ہیں، ان کے بارے میں تمام مخلوقات سے سوال کیا جائے گا، پھر اُس نے تمام بنی آدم سے کہا کہ میری ربوبیت اور ان کی ولایت واطاعت کا اقرار کرو، سب نے کہا کہ ہم نے اقرار کرلیا، اس کے بعد ملائکہ سے فرمایا فرمایا کہ تم گواہ رہنا کہ ان سب نے ولائت آئمہ وغیرہ کا اقرار کیا ہے، ملائکہ نے عرض کی مالک ہم ان سب پر اس مقصد کے لیے گواہ ہیں کہ یہ لوگ اپنی لاعلمی کا حوالہ نہ دے سکیں۔"

قرآن مجید کی آیت میثاق میں "عن ھذا غافلین" آیا ہے اور ذکر ہے ولایت علی کا، شاید اسی لیے پیغمبرِ اسلام نے غدیر خم کے موقع پر" من کنت مولاہ فھٰذا علی مولاہ" فرمایا ہے۔ اس روایت کے متعلق صاحب مجمع البیان کا کہنا ہے کہ اس میں ملائکہ کا حوالہ درست نہیں ہے"۔ میں کہتا ہوں کہ اگر ملائکہ سے مراد ارواح ملائکہ ہے تو ان کا تذکرہ حدیث میں قابلِ اعتراض نہیں ہے۔

انخوند درویزہ کا بیان ہے کہ یہ اقرار تین دفعہ لیا گیا ہے۔ (۱) عہد استعداد یہ میں (جب نورِ محمدیؐ پیدا ہوا ہے) (۲) بہشت میں "گنبد، حضائر القدس کے اندر جس میں مومنین کی روحیں جسم انسانی میں آنے سے پہلے رہتی ہیں (۳) صلب آدم میں آنے کے بعد (ارشاد الطالبین ص۲۴۵)۔

تفسیر بیضاوی کے ص۱۵۸ میں ہے کہ "ذرات وجود میں خدا نے زندگی دے دی تھی اور ان میں عقل ودیعت کردی تھی اور ان میں بولنے کی صلاحیت عطا فرما دی تھی، یہی وجہ ہے کہ انھوں نے اقرار کرکے خداوند عالم کے حکم کی تعمیل کردی۔

تفسیر صافی ص۱۸۴ میں ہے کہ ذرات وجود جو بولے تھے، ان کا بولنا اسی طرح تھا جس طرح کنکریاں تسبیح کرتی تھیں اور قیامت میں زمین بولے گی اور اعضاء وجوارح کلام کریں گے۔

بہر حال خداوند عالم نے اپنی ربوبیت اور محمد مصطفےٰ کی نبوت اور علی مرتضیٰؑ وغیرہ کی ولایت کا اقرار لینے کے بعد فرمایا کہ اے محمدؐ میں نے تم کو اور تمھارے اہل بیتؑ کو منتخب کرلیا ہے اور اپنے

نور اور خزائن ہدایت کا امین بنا دیا ہے۔ تجھیں ہر چیز سے آگاہ کر دیا ہے اور تجھیں مخلوقات پر حجت بنا دیا ہے۔ نبوت تمھارے لیے ہے اور امامت تمھارے اہل بیت کے لیے ہے۔ (مروج الذہب) ہم نے امور خلق تمھارے سپرد کر دیئے ہیں۔ تم ہمارے حکم پر عمل کرو گے اور ہماری مشیت پر چلو گے۔ (حیات القلوب جلد ۲ ص نفس الرحمن ص ۱۰۸) اور تم لوگوں کو امیروں کی امارت اور بادشاہوں کی بادشاہت میں دخیل کر دیا ہے۔ تم جسے چاہو امیر ہوگا اور جسے چاہو بادشاہ بنے گا۔ (صراط مستقیم اسمٰعیل شہید دہلوی ص ۱۰۹ طبع لاہور ۱۹۵۶ء)

اس کے بعد خلاق عالم نے نور اقدس رسول مقدس کو 'لولاک لما خلقت الافلاک' اے رسولؐ اگر تجھے پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو میں کائنات کو پیدا ہی نہ کرتا، کی بشارت دی، پھر اس نور کو اشباح کی شکل دی گئی (مجمع البحرین) اور نور وجہ علیؑ بن ابی طالب سے کثیر فرشتوں کی روحیں پیدا کی گئیں۔ (ارجح المطالب)

شیعت کی بنیاد

علیؑ بن ابی طالب کے نور سے فرشتے تو پیدا ہو گئے لیکن انھیں یہ معلوم نہ تھا کہ وحدانیت کا اعتقاد کیونکر کیا جائے اور تسبیح و تقدیس باری تعالیٰ کیسے کی جائے۔

جابر بن عبد اللہ انصاری کہتے ہیں کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "خداوند عالم نے مجھے اور علیؑ و فاطمہؑ حسنؑ و حسینؑ اور آئمہ کو ایک نور سے پیدا کر کے اس در پر ایک نظری دباؤ ڈالا جس سے ہمارے شیعوں کا وجود عمل میں آیا یعنی ان کی روحیں پیدا ہوئیں فسبحنا فسبحوا فقدسنا فقدسوا وھللنا فھللوا ومجدنا فمجدوا وحدنا فوحدوا، پھر ہم نے تسبیح کی تو ہمارے شیعوں نے تسبیح کی۔ ہم نے تقدیس کی تو ہمارے شیعوں نے تقدیس کی۔ ہم نے تہلیل کی تو ہمارے شیعوں نے تہلیل کی۔ ہم نے تمجید کی تو ہمارے شیعوں نے تمجید کی۔ ہم نے توحید کا پرچار کیا تو ہمارے شیعوں نے توحید باری کا اظہار کیا، فمکثت الملائکۃ مائۃ عام لا تعرف تسبیحاً و لا تقدیساً ولا تمجیداً فسبحنا فسبحت شیعتنا فسبحت الملائکۃ لتسبیحنا، ملائکہ سو سال تک یہ نہ سمجھ سکے تھے کہ تسبیح و تقدیس و تمجید باری تعالیٰ کیسے کہتے ہیں اور اس فریضے سے کس طرح عہدہ برآ ہوا جا سکتا ہے، جب ہم نے تسبیح کی تو ہمارے شیعوں نے تسبیح کی اور ہم لوگوں کی تسبیح کو دیکھ کر ملائکہ نے تسبیح کی۔ اسی طرح ملائکہ نے تمجید و توحید ہم سے سیکھی۔ ہم اس وقت موحد تھے۔ جب کوئی توحید کو جانتا بھی نہ تھا۔ خدا نے ہم کو اور ہمارے شیعوں کو لباس اجسام پہنانے سے پہلے چن لیا تھا۔ اعلیٰ علیین ہمارے اور ہمارے شیعوں کے لیے ہے۔ (جامع الاخبار علامہ صدوق ص ۱۱ طبع لکھنؤ)

امام زین العابدین علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ خداوند عالم نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اور علی مرتضیٰ علیہ السّلام اور ان کی ذرّیت کے گیارہ اماموں کو اپنے نورِ عظمت سے پیدا کیا یہ سب بزرگوار نورِ خدا کے پرتو ہیں۔ اور تمام مخلوقات کے پیدا ہونے سے پہلے اس کی تسبیح اور عبادت کرتے تھے۔ امام محمد باقر علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ خداوند عالم نے ہماری فاضل طینت سے ہمارے شیعوں کے قلوب پیدا کیے اسی لیے ہمارے شیعوں کے دل ہماری طرف مائل و مشتاق اور ہمارے دل ان پر مہربان ہیں جس طرح باپ اپنے فرزند پر مہربان ہوتا ہے۔ ہم ان کے لیے اور وہ ہمارے لیے سب سے بہتر ہیں۔ (حیات القلوب)

یہ بات ہے کہ ہستی مٹتی نہیں ہماری   صدیوں رہا ہے دشمن دورِ زماں ہمارا (اقبال)

واضح ہو کہ شیعہ اُسے کہتے ہیں جو محمدؐ و آلِ محمدؐ کو دل سے دوست رکھتا ہو۔ یہ محبت بشریّت کے ساتھ مقید نہیں ہے، بلکہ اس کا تعلق ہر قسم کے وجود سے ہے۔ عالمِ ارواح میں جن مخلوقات نے محبّت قبول کی وہ شیعہ قرار پائے۔ فرشتے ازل سے شیعہ ہیں اور ابد تک رہیں گے، انبیاء عالمِ ارواح سے شیعہ ہیں اور قیامت تک رہیں گے۔ حضرت ابراہیمؑ کی شیعیت کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے اِنّ من شیعتہٖ لاِبراھیم۔ محمدؐ اور علیؑ کے شیعوں میں ابراہیمؑ ہیں۔ (بیضاوی و صافی) مذکورہ احادیث نے شیعوں کی عظمت اور اُن کی قدامت کو روزِ روشن کی طرح واضح کر دیا ہے۔ رسولِ کریمؐ نے فرمایا ہے کہ جنّت میں صرف شیعہ[1] جائیں گے اور یہ بھی کہا ہے کہ میرے بعد میری اُمّت

[1] ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب آیۂ اولئک ھم خیر البریۃ نازل ہوا تو رسولِ خداؐ نے علی بن ابی طالبؑ سے فرمایا۔ یا علی انت و شیعتک الخ اے علیؑ خیر بریہ یعنی دنیا میں سب سے بہتر لوگ تم اور تمہارے شیعہ ہیں ملاحظہ ہو جامع البیان طبری، تفسیر فتح البیان جلد ۱ صفحہ ۳۲۳، علّامہ علی متقی لکھتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا شفاعتی لامتی من احب اھلبیتی وھم شیعتی کہ میری شفاعت صرف شیعوں کے لیے ہے کہ وہ میرے اہلبیت کو دوست رکھنے والے ہیں (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۷ و جلد ۸ صفحہ ۲۱۷ و در منثور جلد ۶ صفحہ ۳۷۹ طبع مصر)۔

عن ابن عباس قال لما انزلت ھذہ الایۃ، ان الذین آمنوا و عملوا الصالحات اولئک ھم خیر البریۃ الخ قال النبی لعلی انت و شیعتک تاتی یوم القیامۃ، انت و ھم راضین مرضیین و یاتی اعداءک غضابا مقمحین۔ ابنِ عباس کہتے ہیں کہ جب آیۂ خیر البریہ نازل ہوا تو رسولِ خداؐ نے علیؑ بن ابی طالب سے فرمایا کہ اے علیؑ تم اور تمہارے شیعہ قیامت میں خوش و مسرور رہیں گے اور تمہارے دشمن رنج و غم میں مبتلا ہونگے اور پسِ گردن سے بندھے ہوں گے، صواعق محرقہ صفحہ ۹۴ و صفحہ ۹۶، اسعاف الراغبین صفحہ ۱۵۶ کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۲۱۸ تحفہ اثنا عشریہ۔ صفحہ ۶۸۴ تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۲۶۰ " کتب اہلبیتؑ میں ہے کہ علیؑ کے شیعوں کو ہلکی نگاہ سے نہ دیکھو۔ ان کی وہ منزلت ہے کہ ان کا ایک ایک شخص قبیلہ ربیعہ و مضر کے برابر لوگوں کی شفاعت کریگا۔ (قول رسولؐ کوکب دری صفحہ ۱۰۶)

کے تہتر فرقے ہوں گے جن میں سے ایک ہی ناجی ہوگا۔ علامہ قوشجی نے شرح تجرید میں بتایا ہے کہ بہتر ایک جادہ پر ہیں یعنی حضرت ابوبکرؓ کو خلیفۂ اوّل مانتے ہیں اور صرف ایک یعنی شیعہ خلافت بلافصل کے قائل ہیں۔ ان کا جادہ عمل بہتر سے الگ ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ علیؑ کے شیعہ فرشتے تھے حضرت رسولِ کریمؐ فرماتے ہیں کہ اہلِ آسمان میں سب سے پہلے جس نے علی بن ابی طالب کو بھائی بنایا وہ اسرافیل ہے بعدازاں میکائیل، پھر جبرائیل اور اہلِ آسمان میں سے اوّل جس نے علیؑ کو دوست رکھا۔ وہ حاملانِ عرش ہیں۔ بعدازاں رضوان خازن بہشت پھر ملک الموت عزرائیل اور ملک الموت محبانِ علیؑ پر اس طرح رحم کرتا ہے جس طرح انبیاؑ پر ترحم کیا کرتا ہے۔ (کوکب دری علامہ محمد صالح کشفی ترمذی حنفی ص۱۱۲ طبع لاہور)

جوہرِ کائنات اور خلقتِ عالم

پھر خداوندِ عالم نے نورِ اقدس محمدیؐ سے ایک جوہر سبز کو پیدا کیا، پھر اس پر نگاہِ ہیبت ڈال کر اُسے پانی کر دیا۔ پھر اُس پانی سے عرش و کرسی، لوح و قلم، زمین و آسمان شمس و قمر۔ جنّت و دوزخ۔ رات اور دن جملہ ملائکہ اور جن نیز اور بہت سی چیزیں پیدا کیں (توریت سفر اوّل۔ عجائب القصص۔ سراج القلوب۔ عرائس ثعلبی وغیرہ)۔

حضرت رسولِ کریمؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ خداوندِ عالم نے میرے نور سے عرش کو، علیؑ کے نور سے فرشتوں کو، فاطمہؑ کے نور سے آسمانوں اور زمینوں کو حسنؑ کے نور سے آفتاب و ماہتاب کو حسینؑ کے نور سے بہشت اور حورعین کو پیدا فرمایا ہے۔ (حیات القلوب)

خلقتِ کائنات کے متعلق حضرت علیؑ فرماتے ہیں:

مخلوقات کو اُس نے اپنے قدرت و اختیار سے پیدا کیا اور ہواؤں کو اپنی رحمت سے چلایا اور زمین کی اضطرابی حرکت کو پتھروں کی میخ سے روکا اور ساکن کیا . . . اُس نے دنیا کو پیدا کیا اور پہلے پہل بنایا۔ بغیر اس کے کہ سوچے یا غور و فکر کرے، نہ تو وہ فکر کو کام میں لایا اور نہ کسی تجربہ سے فائدہ اٹھایا اور نہ اپنے نفس میں کسی حرکت کو پیدا کیا اور نہ اس نے پہلے سے اس کا اہتمام کیا کہ جس سے مجبور ہو کر اس نے ایسا کیا ہو، چیزوں کو وقت پر عدم سے وجود کی طرف منتقل کر دیا اور مختلف اشیاء اور طبائع کو ایک دوسرے سے وابستہ و پیوستہ کر دیا۔ ہر شئے کو طبیعت خاص اور مزاج مخصوص عطا کیا اور موجودات کو ان کی صورتیں اور شکلیں دیں۔ وہ ان چیزوں کی خلقت سے پہلے ان کو جانتا تھا۔ اس کا علم ان کے حدود و انتہا کو محیط تھا۔ وہ ان کی حالتوں اور پوشیدہ کیفیات سے واقف تھا۔ پھر اس نے زمین و آسمان کے درمیان شگاف دے کر فضا پیدا کی۔ کناروں میں شفق پیدا کئے اور آسمان سے ملی ہوئی ہوا کو پیدا کیا۔ اس فضا میں تلاطم خیز

پانی بہایا جس کی موجیں بڑھ بڑھ کر بلند ہو رہی تھیں، اس پانی کو تیز جھکڑ ہوا کی پیٹھ پہ لاد دیا جو ہر چیز کو مُکھاڑے دیتی تھی۔ اس کو حکم دیا کہ وہ پانی کو زمین پر گرنے سے روکے رہے اور پانی کے زور پر مسلّط کر دیا اور اسی ہوا سے پانی کی حد بندی کر دی۔ پانی کے نیچے ہوا کا دامن دُور تک پھیلا ہُوا تھا اور پانی اس کے اوپر اُچھل رہا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی ہوا چلائی جو بانجھ تھی (یعنی جو نہ ابر لانے کے قابل تھی نہ گھاس وغیرہ اُگانے کے لائق تھی) اس کو پانی کے ساتھ ساتھ کر دیا۔ اس کی چال بہت تیز تھی (کیونکہ فضا میں کوئی روک نہ تھی) خدا نے ہوا کو حکم دیا کہ اُس متلاطم پانی کو اُلٹے پلٹے اور موجوں کی اُبھار کو اُوپر پھینکے۔ اُس نے اس پانی کو یوں متھ ڈالا جیسے مشک میں دُودھ متھا جاتا ہے اور فضا میں بہت تیز ہو کے چلی، اور پانی کے نیچے کے حصّے کو اوپر پلٹانے لگی اور ساکن کو متحرک سے ہلانے لگی، یہاں تک کہ پانی کی چوٹی بلند ہو گئی اور تو بر تو پانی نے پھین دے دیا۔ یہ پانی شگاف زدہ اور وسیع فضا میں بلند کر لیا جس سے خدا نے سات آسمان بنائے، نیچے والے کو ایک جمی اور تھمی ہوئی موج قرار دیا اور اوپر والے کو ایک محفوظ چھت اور بنائے رفیع بنایا آسمان بغیر کسی اُڑان کے روکا اور بغیر کیلوں اور رسّیوں کے اپنی جگہ پر قائم کیا، پھر اللہ نے اسے چھوٹے ستاروں اور نور پار تاروں سے سجایا اور اُس نے ایک اڑتا ہوا چراغ جس کی ضیا پھیل رہی تھی بہا دیا اور روشن چاند کو چلایا۔ یہ چیزیں گھومتے ہوئے فلک۔ چلتی ہوئی چھت اور متحرک نقطہ دار آسمان میں تھیں۔ پھر اوپر کے آسمانوں کو چیر کر اس میں فضا پیدا کی اور اس کو اپنے ملائکہ سے آباد کر دیا۔ ان میں کچھ ایسے سجدہ کرنے والے ہیں جو سجدہ ہی میں ہیں رکوع نہیں کرتے۔ اور کچھ ایسے رکوع کرنے والے ہیں جو کھڑے نہیں ہوتے، کچھ ایسے صف باندھ کر عبادت کرنیوالے ہیں کہ جب سے اُن کی صفیں بندھ گئیں آج تک ٹوٹی نہیں اور کچھ ایسے تسبیح کرنیوالے ہیں جو تھکتے ہی نہیں۔ انھیں نہ کبھی نیند آتی ہے نہ وہ بھولتے ہیں۔ نہ عبادت سے ان کے جسم میں سستی اور کاہلی پیدا ہوتی ہے اور نہ اُن سے کبھی بھول چوک ہوتی ہے اور ان میں وہ ملائکہ بھی ہیں جو وحی الٰہی کے امانت دار ہیں اور اس کے رسُولوں کے پاس پیغامبر بن کے اور الٰہی احکام لے کے آنے جانے والے ہیں۔ ان میں سے وہ بھی ہیں جو خدا کے بندوں کے نگہبان ہیں اور اس کی جنّت کے دروازوں کے دربان ہیں۔ ان میں سے بعض ایسے طویل القامۃ ہیں جن کے قدم تحت الثریٰ میں ہیں اور اُن کی گردنیں فلک اوّل سے نکل گئی ہیں اور اُن کے جسم اطراف دنیا سے نکلے ہوئے ہیں اور قائمہ عرش الٰہی سے ان کے کاندھے ملے ہوئے ہیں۔ عرش عزّت کے سامنے ادب سے اُن کی نگاہیں جھکی ہوئی ہیں، اور وہ اپنے پروں میں لپٹے ہوئے ہیں۔ ان کے اور دوسرے ملائکہ جو اُن سے کم مرتبہ والے ہیں۔ درمیان عزّت و قدرت کے پردے پڑے ہوئے ہیں۔ یہ ملائکہ اپنے پالنے

والے کا تصور کسی شکل و صورت میں نہیں کرتے اور نہ مخلوقاتِ عالم کی صفتوں سے اسکی ذات کو متصف کرتے ہیں اور نہ کسی ایسے خاص مکان اور جگہ میں محدود کرتے ہیں اور نہ نظیروں سے اس کی جانب کوئی اشارہ کرتے ہیں۔ (نہج البلاغہ)

حکیم الامت حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے کلام سے چند باتیں مستفاد ہوئیں۔ ایک تو یہ کہ خدا نے فضا پیدا کی اور وہ مخلوقِ الہٰی ہے جس سے ظاہر ہوا کہ فضا بھی ایک شئے موجود ہے کیونکہ مخلوق عدمِ محض نہیں ہو سکتا۔ دوسرے یہ کہ خدا نے فضا میں پانی کو پیدا کیا اور اس کو ہوا کی پیٹھ پر لادا۔ یہ ہوا اُس پانی کا مکان ہو گئی۔ پھر اس پانی کے اُوپر ایک اور ہوا پیدا کی اور جب پانی میں تموج پیدا ہُوا تو اس سے آسمان کو پیدا کیا۔ علماء اس کے قائل ہُوئے ہیں اور تالیس اسکندری نے یہی قول اختیار کیا ہے، وہ کہتا ہے کہ پانی اصل عناصر ہے۔ جب وہ کثیف ہو کے جم جائے تو مٹی ہو جاتا ہے اور جب لطیف ہو تو ہوا ہو جاتا ہے اور ہوا آگ ہو جاتی ہے۔ کیونکہ آگ صفائے ہوا کا نام ہے۔ لہٰذا پانی اصل عناصر ہوا، توریت میں بھی اسی مطلب کے مؤید ایک ذکر ہے وہ یہ کہ "خدا نے ایک جوہر خلق کیا اور اس کو نگاہِ ہیبت سے دیکھا وہ گھُل کے پانی ہو گیا۔ اس پانی سے ایک دُھواں اُٹھا جس سے آسمان بنائے گئے اور اس کے پھین سے زمین خلق کی گئی جسکی مضطربانہ حرکت پہاڑوں سے رُوکی گئی" تیسرے یہ فرمایا کہ نیچے کے آسمان ایک رُکی ہُوئی موج کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس قول کو بھی ایک گروہ نے اختیار کیا ہے اور اس پر اس بات سے استدلال کیا ہے کہ ہم کواکب متحیرہ کی حرکت پر نظر کرتے ہیں تو اُن کی کپکپی اور اضطرابی حرکت آنکھوں کو محسوس ہوتی ہے۔ کیونکہ متحیرہ اپنے افلاک میں حرکت کرتے ہیں اور ہمارے اور ان کے درمیان میں صاف شفاف اجرام فلکی ہیں جن کی اضطرابی حرکت اور تھرتھراہٹ ایسی محسوس ہوتی ہے۔ جیسے کوئی جسم پانی میں تیرتا ہو، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ سمارِ دنیا ایک تھما ہوا متموج پانی ہے اور کواکب کی لرزش جو ہم محسوس کرتے ہیں۔ یہ اجزائے فلک اسفل کی لرزش کے تابع ہے اور کواکب ثابتہ کو ہم اس طرح نہیں پاتے، رہ گئے قمر وغیرہ اگرچہ یہ نیچے کے آسمان ہیں۔ مگر ان کا فلک تدویر اجرام افلاک اعلیٰ کی جنس سے ہے نہ فلک ممثل تحتانی جو پانی کی طرح متموج ہے۔ حکمائے متقدمین نے افلاک کے نام رکھے ہیں اور فلک تدویر اور فلک ممثل وغیرہ یہ انھیں کے اصطلاحات ہیں (سلسبیل فصاحت) امام المورخین علامہ مسعودی، امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالبؑ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں کہ جب حق تعالیٰ نے تقدیر مخلوقات اور آفرینش خلق کا ارادہ فرمایا تو آسمان اور زمین کی پیدائش سے پہلے اپنے نورِ مقدس سے ایک تابندہ نور کو ظاہر کیا اور اپنی ضیائے بے ہمتا سے ایک شعلۂ نورانی کو جُدا فرمایا، چنانچہ وہ نور سراپا ظہور ان صورتوں میں جو ذرات کی مانند

مخفی تھیں۔ فراہم ہو کر ہمارے رسول مقبول محمد مصطفےٰ صلعم کی صورت میں ہویدا ہوا جس سے خدائے عزّوجل نے خطاب فرمایا کہ "انت المختار المنتخب الخ" تو میرا چنا ہوا اور منتخب ہے اور میرے نور اور خزائن ہدایت کا امین ہے تیرے ہی سبب سے زمین کو فرش، پانی کو روان، آسمان کو بلند اور ثواب و عقاب اور جنت و نار کو معیّن کرونگا۔ اور تیرے اہلبیتؑ کو ہدایت کے لیے قائم کر کے اُن کو ایسا علم مکنون بخشوں گا کہ ان پر کوئی باریکی مشتبہ نہ رہیگی۔ اور کوئی امر مخفی ان کو عاجز نہ کر سکے گا، اور میں ان کو اپنی مخلوقات پر حجت قرار دوں گا۔ اور وہ میری قدرت اور وحدانیت سے لوگوں کو آگاہ کرنے والے ہونگے۔ پھر حق تعالیٰ نے سب سے اپنی ربوبیت اور اخلاص بالوحدانیت کی شہادت لی اور میثاق لینے سے پہلے سب پر جناب رسالت مآبؐ اور ان کی آل کا انتخاب ظاہر فرما کر بتایا کہ آنحضرتؐ نور حق ہیں اور ہدایت ان کی جانب سے ہے اور منصب امامت ان کی آل کے لیے ہے تاکہ طریقہ عدل کو تقدم ہو اور خلق کو کوئی عذر باقی نہ رہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو اپنے حجاب غیب اور علم مخفی میں پوشیدہ فرما کر بہ ارادہ اظہار انواع عالم زمانے کو پھیلایا، پانی کو موجزن کیا۔ اس کی جھاگ کو جوش میں لایا۔ دھوئیں کو برانگیختہ کیا اور عرش عظیم کو بالائے آب بلند فرمایا، پھر زمین کو پانی پر بچھا کر اور آسمانوں کو بلند فرما کر اُن سے اپنی اطاعت قبول کرائی۔ بعد ازاں ملائکہ کو ان انوار اور ارواح سے پیدا کیا اور اپنی توحید کو نبوتِ محمدیہ سے مقرون فرمایا۔ چنانچہ آنحضرتؐ کی نبوت آپ کے زمین میں مبعوث ہونے سے پہلے آسمان میں مشہور ہوئی اور جب خدا نے حضرت آدمؑ کو پیدا کیا تو ان کی فضیلت فرشتوں پر ظاہر فرمائی یعنی ملائکہ کو حضرت آدمؑ کا وہ فضل خاص دکھلایا جو علم سابق سے متعلق تھا اور جس کی برکت سے آدمؑ نے وقت استفسار ایزدی اسمار اشیاء کی تصدیق کر دی تھی، پھر پروردگار عالم نے حضرت آدمؑ کو محراب اور کعبہ اور باب اور قبلہ قرار دے کر ابرار اور روحانیوں کو انکی جانب سجدہ کرنے کا حکم فرمایا اور آدمؑ کو اس نور سراپا ظہور سے آگاہ کیا جو اُن میں ودیعت کیا گیا تھا اور ان کو امام قرار دینے کے بعد اس نور کی عظمت ظاہر فرمائی۔ چنانچہ حضرت آدمؑ کو جو خیر حاصل ہوا، وہ اُسی نور کی بدولت تھا جس کے وہ امین قرار دیئے گئے، پھر خدائے قدیر نے اُس نور کو ہر زمانہ میں مخفی رکھا۔ یہاں تک کہ وہ نور مقدس ظاہر فترات میں ہمارے رسول مقبولؐ سے واصل ہوا، اور آنحضرت صلعم نے بطورِ ظاہر و باطن لوگوں کو دعوت اسلام دی اور اس عہد قدیم کی تجدید چاہی جس کو خدا نے خلقت عالم و آدمؑ سے مقدم کیا تھا۔ چنانچہ جس جس نے آنحضرتؐ سے موافقت کی اور چراغ نور مقدم سے استفادہ کیا اس نے ہدایت پائی اور اس پر آنحضرتؐ کا امر روشن ہو گیا اور جس کو غفلت نے شبہ میں ڈالا، وہ عذاب الٰہی کا مستحق بن گیا پھر وہ نور منتقل ہو کر ہم

آئمہ میں چمکا جو آسمان وزمین کے انوار اور باعث نجات ہیں جن کی وجہ سے علوم مخفیہ ظاہر ہوتے ہیں جن کی طرف تمام امور کا مرجع ہے اور جن کے اس مہدئ موعود پر خدا کی حجتوں کا انقطاع ہوگا جو خاتم الائمہ اور نجات دہندہ اُمّت اور غایت نور اور مصدر امور ہے۔ (مروج الذہب)۔

طبرانی نے معجم کبیر میں عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں اُس وقت نبی تھا۔ جب آدمؑ رُوح اور جسم کے درمیان تھے یعنی جب ان کی خلقت مکمل بھی نہ ہوئی تھی۔ علاّمہ قسطلانی کا بیان ہے کہ جب خداوندِ عالم نے ایجادِ مخلوقات کا ارادہ فرمایا تو نورِ محمدیؐ کو اپنے نور سے خلق فرما کر اس سے سارے عالم کو پیدا کیا۔ (مواہب لدنیہ)

زمین کا بچھایا جانا اور زمینِ کعبہ کا امتیاز

علاّمہ طریحی تحریر فرماتے ہیں کہ خلاقِ عالم نے جب زمین اور آسمان کو پیدا کرنا چاہا اور اُس نے جوہر آبی کو ہواؤں کے ذریعہ سے متحد کرکے جھاگ کو ان دونوں کی بنیاد قرار دی۔ تو اس موقع پر جو کثیف جھاگ سب سے پہلے اُٹھی اسے مقامِ بیت پر جمع کر دیا پھر اس کے بعد عالم زمین کو اس کے نیچے سے بچھایا۔ اس طرح خداوندِ عالم نے خانۂ کعبہ کی عظمت کی بنیاد ڈالی، پھر عہدِ رسُولؐ میں بذریعہ قرآن مجید اس کے اوّل بیت ہونے کا اعلان فرمایا۔ وہ لکھتے ہیں کہ آیت قرآنی میں اوّل بیت سے مقامِ بیت مراد ہے اور ایک روایت کی بنا پر حضرت آدمؑ نے خانۂ کعبہ کو زمین پر بنا کر پہلا گھر قرار دیا ہے"۔ میرے نزدیک دونوں باتیں درست ہیں۔ خداوندِ عالم نے سب سے پہلے زمین کعبہ کی بنیاد رکھی پھر آدمؑ کے ہاتھوں سب سے پہلے کعبہ کی تعمیر کرائی۔ قدرت کی یہ کرم گستری نہایت قابلِ ستائش ہے کہ اس نے ہمارے امام اوّل کے زچہ خانہ کو نہایت شان وشوکت سے تعمیر کرا کے اسے ساری دنیا کا قبلہ بنا دیا۔ علل الشرائع میں ہے کہ حضرت علیؑ سے ایک شامی نے سوال کیا، اخبرنی عن اول ما خلق اللہ تبارک وتعالیٰ فقال خلق النور قال مما خلق السمٰوٰت فقال من بخار الماء فقال مما خلق الارض قال من زبد الماء قال مما خلقت الجبال فقال من الامواج"۔ حضرت مجھے بتائیے کہ خدا نے سب سے پہلے کس چیز کو پیدا کیا ہے۔ آپؑ نے فرمایا نور کو۔ پھر اُس نے پوچھا کہ آسمان کو کس چیز سے بنایا، آپؑ نے فرمایا کہ پانی کے بخارات سے۔ پھر اُس نے پوچھا کہ زمین کو کس چیز سے پیدا کیا۔ آپؑ نے فرمایا کہ پانی کے جھین سے۔ پھر اُس نے پوچھا کہ پہاڑوں کو کس چیز سے بنایا، آپؑ نے فرمایا کہ موجوں سے۔ علاّمہ صدرالدین مدنی کتاب ریاض السالکین میں اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بہت طویل ہے۔ میں نے اپنی ضرورت کے مطابق اسے نقل کیا ہے۔ اسی کتاب میں زمین کعبہ کی خلقت کی اوّلیت کا بھی مفصل ذکر ہے ایک روایت میں ہے کہ خانہ کعبہ جس کی زمین خلقت زمین و آسمان کے وقت سب سے پہلے پیدا کی گئی ہے۔

اِسی کے مقابلہ اور محاذ میں چھٹے آسمان پر بیت المعمور بنایا گیا ہے جس کا ایک نام "ضراح" بھی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ کعبہ اور اس کی زمین تحت الثریٰ تک اور اس کے مقابل کی فضا بیت معمور تک قبلہ ہے۔

آسمان و زمین کی خلقت کے ایام اور اُن کے نام

خداوند عالم نے آسمان و زمین کی خلقت چھ دن میں بتائی ہے، ارشاد ہوتا ہے۔ "ولقد خلقنا السمٰوٰت والارض فی ستۃ ایام وما مسنا من لغوب" ہم نے یقیناً سارے آسمان و زمین اور جو کچھ ان دونوں کے بیچ میں ہے چھ دن میں پیدا کیے اور تکان ہم کو چھو بھی نہیں سکی۔ (پ ۲۶ - رکوع ۱۷) اس کے متعلق مشکوٰۃ صـ ۵۰۲ میں بحوالہ مسلم ابوہریرہ کی ایک روایت مندرج ہے۔ جس میں کہا گیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ خلاقِ عالم نے زمین ہفتہ کے دن، پہاڑ اتوار کے دن۔ اشجار دوشنبہ کے دن مکر دھات منگل کے دن۔ نور بدھ کے دن پیدا فرمایا، اور چوپایوں کو جمعرات کے دن پھیلایا اور آدمؑ کو جمعہ کے دن بعد عصر پیدا کیا ہے۔ یہی کچھ عرائس ثعلبی کے صـ ۵ پر ہے۔ لیکن اس میں منگل کے دن مکردہات کے بجائے ظلمات لکھا ہے۔ تاریخ طبری صـ ۹ جلد ۱۔ میں ہے کہ خداوند عالم نے چھ دن میں ساری کائنات خلق فرمائی ہے۔ یعنی روز یک شنبہ سے شروع کر کے روز جمعہ کو سب کچھ پیدا کر ڈالا ہے۔ مورخ طبری نے اس کی تفصیل یوں بیان کی ہے، یکشنبہ اور دوشنبہ کو زمین پیدا کی گئی اور اس کے تمام لوازم سرانجام دیئے گئے۔ اور جو بھی زمین سے متعلق چیز تھی۔ سب پیدا کی گئی۔ سہ شنبہ کو پہاڑ اور اُس کی تمام چیزیں خلق کی گئیں۔ چہار شنبہ کو درخت اور اس سے جو کچھ متعلق تھا مثلاً پانی وغیرہ سب کچھ پیدا کیا گیا۔ پنجشنبہ کو آسمان اور عرش و کرسی اور جو ان میں ہے سب کچھ پیدا کیا گیا۔ جمعہ کو ستارے، آفتاب، ماہتاب اور فرشتے پیدا کیے گئے اور جمعہ کی آخری ساعت میں حضرت آدمؑ کی خلقت کو مکمل کر کے جنت میں بھیج دیا گیا۔ عجائب القصص صـ ۱۳ میں بحوالہ تفسیر مدارک لکھا ہے کہ یک شنبہ اور دوشنبہ کو زمین کی خلقت ہوئی ہے۔ امام ابواللیث کا بیان ہے کہ روزِ یک شنبہ زمین پیدا کی گئی اور روزِ دوشنبہ اسے بچھایا گیا، روز سہ شنبہ پہاڑ پیدا کیے گئے۔ اور چہار شنبہ کو درخت اور پانی وغیرہ پیدا کیے گئے اور پنجشنبہ کو آسمان کی پیدائش عمل میں آئی اور جمعہ کو ستارے شمس و قمر، ملائکہ پیدا ہوئے اور اسی دن کے آخر میں حضرت آدمؑ کی خلقت کی تکمیل ہوئی۔

کثیر احادیث میں ہے کہ خلاق عالم نے جب آسمان کو بخارات اور دھوئیں سے اور زمین کو پانی کے گاڑھے پھین سے خلق فرمایا تو ان دونوں کے سات سات طبقے قرار دیئے۔ بعدہ میں ہر طبقہ

کا علیحدہ نام رکھا گیا، نام حکمار متقدمین نے رکھے ہیں اور ارباب حدیث نے بظاہر ان ناموں کو تسلیم کر لیا ہے۔

علامہ ابو نصر بن محمد القطانی الغزنوی کتاب سراج القلوب میں لکھتے ہیں کہ رسُولِ خدا صلعم نے ارشاد فرمایا ہے کہ آسمان زبرجد سبز سے پیدا کیا گیا اور اس کا نام "برقعا" ہے اس آسمان پر جو فرشتے ہیں ان کی تسبیح سُبحان ذی الملک والملکوت ہے اور ان فرشتوں کا جو نگران فرشتہ ہے۔ اس کا نام اسمٰعیل ہے۔

دوسرا آسمان نقرۂ خام، کچی چاندی، سے بنا ہے اور اس کا نام "اقلوم" ہے۔ اس پر جو فرشتے ہیں اُن کی تسبیح "سبحان ذی العزۃ والجبروت" ہے اور ان فرشتوں کا جو نگران فرشتہ ہے۔ اس کا نام "حبیب" ہے۔

تیسرا آسمان یاقوت سُرخ سے بنا ہے اور اس کا نام "قیدوم" ہے۔ اس پر جو فرشتے ہیں ان کی تسبیح سُبحان الحیّ الذی لایموت اور ان فرشتونکا جو نگران فرشتہ ہے اس کا نام کو کائیل ہے

چوتھا آسمان سفید موتی سے بنا ہے اور اس کا نام "ماعون" ہے اور اس پر جو فرشتے ہیں۔ ان کی تسبیح سُبحان الملک القدوس ربنا ورب الملائکۃ والروح ہے۔ اور ان فرشتوں کا جو نگران فرشتہ ہے اس کا نام، "مومائیل" ہے۔

پانچواں آسماں سُرخ سونے سے بنا ہے اور اس کا نام "دلو" ہے اور اس پر جو فرشتے ہیں اُن کی تسبیح سبحان خالق النور سُبحانہ وبحمدہٖ ہے اور ان فرشتوں پر جو نگران فرشتہ ہے۔ اس کا نام اصطفائیل ہے۔

چھٹا آسمان زمرد سبز سے بنا ہے اور اس کا نام "برقیا" ہے اور اس پر جو فرشتے ہیں ان کی تسبیح، سبحان اللہ عدد خلقہ ومداد کلمتہ اور ان فرشتوں پر جو نگران فرشتہ ہے۔ اس کا نام، روبائیل، ہے۔

ساتواں آسمان بھی سفید موتی سے بنا ہے اور اس کا نام "رقیع" ہے۔ اس پر جو فرشتے ہیں وُہ روح اور حاملانِ عرش کے علاوہ جملہ فرشتوں سے عند اللہ عزت و حرمت میں عظمت رکھتے ہیں۔

امام ابن اسحاق احمد بن محمد ابن ابراہیم ثعلبی نے اپنی کتاب قصص الانبیاء المعروف بہ عرائس ثعلبی میں تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ یہی کچھ تحریر فرمایا۔ ان اقوال میں جو یہ بتایا گیا ہے کہ یہ آسمان مختلف چیزوں سے بنائے گئے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا نے پانی کے جن بخارات سے ان آسمانوں کو پیدا کیا ہے۔ وُہ بلند ہونے کے بعد انھیں شکلوں میں آگئے تھے۔ یا انھیں بخارات

سے پہلے یہ چیزیں بن گئی تھیں۔ پھر ان سے آسمانوں کو بنایا گیا تھا۔

آسمانوں کی طرح زمینوں کے بھی نام ہیں، امام ثعلبی اور ابوالنصر غزنوی نے وہب ابن منبہ کے حوالہ سے تحریر فرمایا ہے کہ زمین اوّل کا نام "ادیما" زمین دوم کا نام "بسیطا"۔ زمین سوم کا نام "ثقیلا" زمین چہارم کا نام "بطیحا" زمین پنجم کا نام "متناقلہ"، زمین ششم کا نام "ماسکہ" زمین ہفتم کا نام "ثریٰ" ہے۔ (عرائس ثعلبی ص۵ وسراج القلوب ص۸)

امام ثعلبی نے زمینوں کے نام لکھنے کے بعد ان چیزوں کا تذکرہ کیا ہے۔ جن سے خدا نے اس زمین کو زینت دی ہے۔ اسی سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ خداوند عالم نے زمین کو آلِ محمدؐ کے وجود ذی جود سے خصوصی زینت دی ہے اور وہ علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ وغیرہم ہیں۔ پھر اس کے بعد انھوں نے انس ابن مالک کے حوالہ سے ایک حدیث تحریر کی ہے۔ وہ یہ ہے کہ رسولِ خداؐ نے فرمایا ہے کہ اے مسلمانو جب آفتاب نہ رہے تو ماہتاب سے تمسک کرنا اور جب ماہتاب نہ رہے تو زہرہ سے تمسک کرنا اور جب زہرہ نہ رہے تو فرقدین سے تمسک کرنا، پھر فرمایا۔ "انا الشمس وعلی القمر وفاطمۃ الزھرۃ والحسن والحسینؑ الفرقدان فی کتاب اللہ تعالیٰ لایفترقان حتی یردا علی الحوض" آفتاب سے مراد میں ہوں، ماہتاب سے مراد علیؑ ہیں۔ زہرا سے مراد فاطمہ زہراؑ ہیں۔ فرقدان سے مراد حسنؑ وحسینؑ ہیں۔ میں نے جو مقصد ظاہر کیا ہے۔ یہ کتاب خدا کے منشا کے مطابق ہے۔ یہ دونوں حوض کوثر پر پہنچنے سے پہلے ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔ (عرائس ثعلبی ص۵ طبع مصر)

نورِ محمدیؐ، آسمانِ دنیا پر

علاّمہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ خلاقِ عالم نے نورِ محمدیؐ سے ساری کائنات کو پیدا کرنے کے بعد اس نورِ اقدس کو زیرِ عرشِ اعظم منتقل کر دیا۔ وہ نور تہتّر ہزار سال اس جگہ عبادتِ خدا کرتا رہا۔ پھر وہاں سے بہشت میں منتقل کیا۔ وہاں ستّر ہزار سال محوِ عبادت رہا، پھر وہاں سے سدرۃ المنتہیٰ میں منتقل کر دیا۔ اس جگہ ستّر ہزار سال عبادت کرتا رہا، پھر وہاں سے آسمانِ ہفتم میں منتقل کیا۔ پھر وہاں سے آسمانِ ششم پر پہنچا، ھکذا تا بہ آسمانِ اوّل کہ آسمانِ دُنیا می گویندش"۔ اسی طرح آسمانِ اوّل پر پہنچا دیا۔ جسے آسمانِ دنیا کہتے ہیں یہ نورِ مقدّس، آسمانِ دُنیا میں اپنے خالق کی عبادت کرتا رہا۔ یہاں تک کہ مشیّتِ ایزدی حضرتِ آدمؑ کی خلقت کی مقتضی ہوئی اور جنابِ آدمؑ کی تخلیق عمل میں آئی۔ (کشف الانوار، ترجمہ فارسی بحار جلد ۹ ص۲۲۹ طبع ایران)

نورِ محمدیؐ پاک پشتوں اور پاک رحموں میں

عُلما کا بیان ہے کہ جب حضرت آدمؑ پیدا کیے گئے تو ان کے صلب میں اس

مقدس نور کو رکھا۔ ایک روایت میں ہے کہ معاذ بن جبل نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ حضور خلقت آدم سے پہلے کہاں مقیم تھے۔ آپ نے فرمایا کہ ہم سب عرش کے سامنے تسبیح و تقدیس و تحمید و تمجید خدا کیا کرتے تھے۔ پھر معاذ نے دریافت کیا کہ اس وقت آپ حضرات کی ہیئت کیا اور کیسی تھی۔ فرمایا ہم پہلے اشباح کی شکل میں تھے۔ جب خدا نے ہمیں صورت عطا کرنا چاہا تو ایک عمود نور کی شکل میں صلب آدم میں رکھا، اس کے بعد سے صلب پدر اور رحم مادر میں منتقل کرتا رہا، اس انتقالِ مکانی کے عہد میں ہم تک کسی قسم کی نجاست نہیں پہنچ سکی۔ البتہ یہ ہوتا رہا کہ ہر زمانہ میں ہم پر ایمان لانے کے سبب ایک گروہ سعادت مند اور ہم پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے ایک گروہ شقی ہوتا رہا۔ جب خدا نے ہمارے نور کو صلب عبدالمطلب میں پہنچایا اور وہاں اس کے دو حصے کر کے ایک کو صلب عبداللہ میں اور دوسرے کو صلب ابوطالب میں ساکن کیا پھر اس نصف کو جو میرا نور تھا رحم آمنہؓ کی طرف اور نصف ثانی جو علیؑ کا نور تھا۔ رحم فاطمہؓ بنت اسد کی طرف منتقل کیا میں اپنی ماں آمنہؓ سے اور علیؑ اپنی ماں فاطمہ بنت اسد سے پیدا ہوئے، اس کے بعد وہ تمام عمود نور میری طرف پھر آیا۔ اور فاطمہؑ مجھ سے پیدا ہوئی۔ پھر وہ تمام عمود نور علیؑ کی طرف منتقل ہوا۔ اور حسنؑ و حسینؑ اس نور کے دونوں حصوں سے پیدا ہوئے، میرا نور قیامت تک ان آئمہ میں ہوگا جو فرزندانِ حسینؑ سے ہونگے۔ (حیاۃ القلوب۔ کوکب دری ارجح المطالب) مطلب یہ ہے کہ دیگر آئمہؑ نور محمدیؐ سے پیدا ہوئے۔

نور محمدیؐ کے منتقل ہونے کی منزلوں کی طہارت پر قرآن مجید بھی شاہد ہے اور وہ اس امر کا انکشاف لفظوں میں اعلان کر رہا ہے کہ رسول کریمؐ کا نور جن اصلاب و ارحام میں منزل گیر ہوا ہے۔ وہ سب کے سب مسلمان، موحد اور اس کی عبادت کرنے والے تھے، آپ کا نور کسی ایسے صلب و رحم میں نہیں رہا جو کفر و شرک کی گندگی سے آلودہ رہے ہوں۔ ارشاد ہوتا ہے "وتقلبك فی الساجدین انہ ھو السمیع العلیم۔ اے محمدؐ وہ تمہارے پھرنے اور منقلب ہونے کو سجدہ کرنے والوں میں دیکھتا رہا ہے۔ بیشک وہ بڑا سننے والا اور واقف کار ہے۔ (پ ۱۹۔ رکوع ۱۵)

اس آیت کے متعلق شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی اور علامہ شبیر احمد عثمانی تحریر فرماتے ہیں

"بعض سلف نے کہا ہے کہ ساجدین سے آپکے آباء مراد ہیں۔ یعنی آپؐ کے نور کا ایک نبی کے صلب سے دوسرے نبی کے صلب تک منتقل ہونا اور آخر میں نبی ہوکر تشریف لانا بلکہ بعض مفسرین نے اس لفظ سے حضور کے والدین کے ایمان پر استدلال کیا ہے۔

(ترجمہ و حاشیہ قرآن مجید، شیخ الہند ص۴۸۷ طبع بجنور)

ہمارے محقق اجل علامہ شیخ طریحی اس مقصد کو لکھنے کے بعد بحوالہ علامہ شیخ ابوعلی تحریر فرماتے ہیں وھو المروی عن ائمۃ الھدیٰ" یہی کچھ آئمہ طاہرین کا بھی ارشاد ہے) (مجمع البحرین ص۱۱۹)۔

علامہ شیخ سلیمان قندوزی تحریر فرماتے ہیں کہ جابر بن عبداللہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کس چیز کو پیدا کیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اے جابر تمھارے نبی کے نور کو پیدا کیا تھا جب اللہ تعالیٰ نے اس کو پیدا کیا تو اس میں ہر قسم کی بھلائی ودلیعت کر دی۔ تمھارے نبی کی خلقت کے بعد خداوند عالم نے تمام چیزوں کو پیدا کیا جب تمھارے نبیؐ کے نور کو پیدا کیا تو بارہ ہزار سال مقام قرب میں رکھا پھر اس کو چار حصّوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصّہ سے عرش کو خلق کیا، دوسرے حصّہ سے کرسی کو پیدا کیا تیسرے حصّہ سے عرش کے اٹھانیوالوں اور کرسی کے نگہبانوں کو پیدا کیا بقیہ چوتھے حصہ کو پھر مقام محبت میں بارہ ہزار سال رکھا پھر ان کو چار حصّوں میں تقسیم کیا، ایک حصہ سے قلم کو پیدا کیا، دوسرے حصّہ سے لوح کو خلق فرمایا تیسرے حصہ سے بہشت کو پیدا کیا۔ پھر بقیہ چوتھے حصّے کو مقام خوف میں بارہ ہزار سال رکھا۔ پھر اس حصّہ کو چار حصّوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصّہ سے فرشتوں کو دوسرے سے سورج کو تیسرے سے چاند اور ستاروں کو پیدا کیا۔ پھر بقیہ چوتھے حصّہ کو مقام رجا میں بارہ ہزار سال رکھا پھر اس کے چار حصّے کئے۔ ایک حصّہ سے عقل اور دوسرے سے علم اور حلم کو تیسرے سے عصمت اور توفیق کو پیدا کیا۔ پھر بقیہ چوتھے حصے کو تقسیم کر کے مقام حیا میں بارہ ہزار سال رکھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس نور کی طرف اپنی نگاہ دوڑائی۔ اس نور سے ایک لاکھ چوبیس ہزار نور کے قطرے ٹپکے اللہ تعالیٰ نے ہر قطرہ سے نبی اور رسول کی روح کو پیدا کیا۔ انبیاء کی روحوں نے سانس لی تو ان کی سانس سے خداوند عالم نے ارواحِ اولیا، شہداء، سعدا اور اطاعت کرنیوالوں کی روحوں کو پیدا کیا جو قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے۔ اے جابر عرش کرسی، عرش اٹھانے والے اور کرسی کے نگران فرشتے میرے نور سے خلق ہوتے ہیں قلم لوح۔ کروبین، روحانیین، فرشتے جنّت اور تمام وہ نعمتیں جو اس میں مہیا ہیں میرے نور سے پیدا کی گئی ہیں، عقل علم حلم عصمت اور توفیق میرے نور سے پیدا ہوئے ہیں۔ انبیاء اور رسولوں کی روحیں میرے نور سے خلق کی گئی ہیں۔ اولیا۔ شہدا نیکوکار اور صالحین کی روحیں میرے نور کے نتائج سے پیدا کی گئی ہیں پھر خداوند عالم نے بارہ ہزار پردے خلق فرمائے پھر نور کے بقیہ چوتھے حصّے کو ہر پردہ میں ایک ایک ہزار سال رکھا اور یہ پردے، کرامت، سعادت۔ ہیبت۔ رحمت۔ رفعت۔ علم حلم۔ وقار۔ سکینہ۔ صبر۔ صدق اور یقین کے تھے، جب ان پردوں سے میرے نور کو نکالا تو تمام مقامات روشن ہو گئے۔ پھر خداوند عالم نے آدمؑ کو پیدا کیا۔ میرے نور کو ان کے صلب میں ودلیعت کر دیا، میرا نور آدمؑ کی پیشانی اور کلمہ کی انگلی میں چمکا حضرت آدمؑ نے اللہ تعالیٰ سے اس نور کے بارے میں دریافت کیا تو خدا نے فرمایا کہ اے آدمؑ یہ تیرے فرزند "محمدؐ" کا نور ہے، پھر وہ نور شیثؑ کے صلب میں منتقل ہوا، اسی طرح میرا نور ایک پاک صلب سے دوسرے

پاک صلب اور ایک پاکیزہ پشت سے دوسرے پاکیزہ پشت کی طرف منتقل ہوتا رہا، یہاں تک کہ خداوندِ عالم نے میرے نور کو میرے پدرِ محترم عبداللہ بن عبدالمطلب کی پشت میں پہنچا دیا، وہاں سے میری ماں آمنہ کے رحم میں منتقل ہوا پھر مجھے ظاہری شکل میں دنیا کے رسولوں کا سردار خاتم النبیین تمام لوگوں کا ہادی۔ تمام کائنات کے لیے رحمت، چمکتی ہوئی پیشانیوں والوں کا رہنما بنا کر بھیجا۔ اے جابر اس طرح تیرے نبی کی خلقت ہوئی ہے۔ (ینابیع المودت)

علامہ محمد صالح کشفی ترمذی حنفی بحوالہ اربعین و امقالی، نزل السائرین وزرینی، مناقب خوارزمی مودت ہمدانی، مسند حنبلی اور ہدایت السعدا۔ وغیرہ لکھتے ہیں کہ جابر بن عبداللہ انصاری کا بیان ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ خداوند عالم نے مجھ کو اور علیؑ کو ایک نور سے پیدا کیا ہے۔ وہ نور آدمؑ کی پیدائش سے ہزاروں سال پیشتر خدا کی تسبیح و تقدیس کرتا تھا جب خدا نے آدمؑ کو پیدا کیا تو ہم آدمؑ کی پشت میں ساکن ہوئے۔ اس کے بعد ہم صلب طاہر اور رحم پاک میں انتقال کرتے رہے اور ہمارے درمیان کوئی حجاب نہ تھا۔ یہاں تک کہ ہم نوحؑ کے صلب میں آئے اور پھر صلب پاک اور شکم طاہر سے منتقل ہوئے اور صلب ابراہیمؑ تک ہم میں کوئی حجاب نہ تھا۔ یہاں تک کہ ہم عبدالمطلب کی پشت میں منتقل ہوئے پھر وہ نور دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ ایک حصہ عبداللہ کے صلب میں قرار پایا اور دوسرا حصہ ابوطالب کی پشت میں۔ عبداللہ سے میں پیدا ہوا۔ اور ابوطالب سے علیؑ خلق ہوئے۔ پھر اس کے بعد میرا اور علیؑ کا نور فاطمہ میں جمع ہوا اور حسنؑ و حسینؑ خدا کے اس نور سے پیدا ہوئے۔ (کوکب دری فی فضائل علیؑ)

ابوالفتح محمد بن علی ابن ابراہیم النطری خصائص علویہ میں سلمان فارسی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہم اور علیؑ ایک ہی نور سے پیدا ہوئے ہیں۔ ہم خدا کی تسبیح اور تقدیس کیا کرتے تھے۔ جب خدا نے آدمؑ کو پیدا کیا مردوں کی پاک پشتوں سے عورتوں کے پاک رحموں کی طرف منتقل فرمایا۔ یہاں تک کہ ہم صلب عبدالمطلب تک پہنچے۔ پھر ہم کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ مجھے ایک حصہ سے اور علیؑ کو دوسرے حصہ سے بنایا اور ہمارے لیے اپنے اسماء حسنیٰ سے نام مشتق کئے۔ اللہ محمود ہے اور میں محمد ہوں، اللہ اعلیٰ ہے اور میرا بھائی علیؑ ہے اور اللہ تعالیٰ فاطر ہے اور میری بیٹی فاطمہؑ ہے اور اللہ محسن ہے اور میرے دونوں بیٹے حسنؑ اور حسینؑ ہیں، خدا نے میرا نام پیغمبری میں اور علیؑ کا نام خلافت اور شجاعت میں درج کیا ہے میں اللہ کا رسول ہوں اور علیؑ، سیف اللہ یعنی اللہ کی تلوار ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ رسولِ خداؐ نے اپنے اس بیان کے آخر میں فرمایا۔ فاخرجنی نبیا واخرج علیاً وصیاً کہ خدا نے مجھے نبیؐ اور علیؑ کو وصی پیدا فرمایا۔ اخرجہ ابن مغازلی (ارجح المطالب)

باب ۲

حضرت آدمؑ سے پہلے زمین کی حالت

اور

اِس پر حکومتوں کے دَور

اب جب کہ دُنیا پیدا کی جا چکی، آسمان بنایا جا چکا، زمین بچھائی جا چکی، شامیانہ آسمان میں آفتاب و ماہتاب کی قندیلیں لٹکائی جا چکیں، ستاروں کی چمکیلی چمکیاں ٹانکی جا چکیں، فضا پیدا ہو چکی، ہوا خلق فرمائی جا چکی، اور نورِ محمدیؐ آسمانِ دُنیا پر اپنے فرائض کی ادائیگی میں مشغول ہو گیا۔ تو خداوندِ عالم نے زمین کی تعمیر کی طرف توجّہ فرمائی اور اُسے آباد کر کے اس پر حکومتوں کا سلسلہ قائم کرنا چاہا۔ اس کے لیے اُس نے ہزاروں سال کا پروگرام مُرتّب فرمایا، کبھی اُسے آبادی کا شرف بخشا، کبھی خرابہ کی صورت میں کر دیا۔ اِس طرح مُدّتِ مدید گزری۔ حضرت رسُولِ کریمؐ فرماتے ہیں کہ "حضرتِ موسیٰؑ نے ایک دن بارگاہِ احدیت میں عرض کی میرے پالنے والے میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ تُو نے دنیا کب خلق فرمائی اور اس پر اب تک کتنے، اور کس انداز کے دَور گزر چکے ہیں۔ ارشاد ہُوا، اے موسیٰؑ تم نے میرے علمی گہرائیوں کا راز معلوم کرنا چاہا ہے، اسے جانے بھی دو۔ موسیٰؑ نے عرض کی "یا رب احب ان اعلم ذالک" میرے پالنے والے یہ درست ہے لیکن میں چاہتا ہوں کہ میں اس سے واقفیت حاصل کر لوں۔ میرے مالک ناراض نہ ہو، اور مجھے اس کے متعلق بتا ہی دے۔ ارشاد ہوا اے موسیٰؑ میں نے اس دُنیا کو بنانے کے بعد سے اب تک لاکھوں سال میں دس دور سے گزارا ہے۔ مختصر یہ ہے کہ میں نے اس زمین کو پچاس ہزار سال خرابہ کی صورت میں رکھا پھر اسے آباد کیا اور پچاس ہزار سال تک اسے آباد رکھا۔ اس پر سب سے پہلے جس مخلوق کو پیدا کیا۔ اس کی صورت گائے بیل جیسی تھی، وہ عقل سے بھرپور ہونے کے باوجود میری روزی پر گزر کرتی تھی اور میری عبادت کی طرف توجّہ نہیں کرتی

تھی۔ حالانکہ "ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون" میں نے جن اور انس بلکہ ساری کائنات کو عبادت کے لیے پیدا کیا ہے، جب میں نے اس کی اس نافرمانی کو دیکھا تو آنِ واحد میں اس ساری مخلوق کو فنا کر دیا۔ پھر پچاس ہزار سال تک یہ دنیا ارض خرابہ کی صورت میں رہی اور اس پر کسی مخلوق کو پیدا نہیں کیا۔ پھر میں نے اس دنیا پہ دریا خلق کر کے انھیں پچاس ہزار سال تک جاری وساری رکھا۔ پھر اسے خشک کر دیا اور اس کے خشک اور ختم کرنے کا طریقہ یہ اختیار کیا کہ ایک جانور پیدا کیا اور اسے حکم دیا کہ اس دریا کو ایک سانس میں پی لے۔ چنانچہ اس نے سارے دریا کو ایک سانس میں پی لیا۔ پھر میں نے ایک زنبور سے چھوٹا اور بق[1] سے بڑا، ایک مکھی کی شکل کا مکوڑا پیدا کیا اور اُسے حکم دیا کہ وہ اُسے ڈنگ مارے۔ چنانچہ اُس نے اُسے ڈنگ مارا اور وہ جانور ہلاک ہو گیا۔ پھر میں نے اس زمین کو پچاس ہزار سال خرابہ کی صورت میں رکھا۔ پھر اس میں نرکل جیسی چیز اگا دی اور ساری زمین پر یہی چیز رہی۔ پھر میں نے اس پر کچھوؤں کو پیدا کر دیا اور انھیں حکم دیا کہ انھیں کھا جائیں، چنانچہ انھوں نے سارے نرکل کھائے۔ پھر انھیں آنِ واحد میں فنا کر دیا۔ اس کے بعد زمین پچاس ہزار سال تک خرابہ کی صورت میں پڑی رہی۔ پھر اسے آباد کیا اور بہت سے آدم پیدا کر کے انھیں ایک ہزار سال میں ختم کر دیا، پھر میں نے اس زمین پہ چاندی کے لاکھوں شہر پیدا کیے۔ اور ان میں لاکھوں سونے کے قصر خلق کیے۔ پھر انھیں رائی سے بھر دیے جو شہد سے زیادہ میٹھی اور برف سے زیادہ سفید تھی۔ پھر ایک اندھا طائر پیدا کیا اور اسے حکم دیا کہ وہ ان رائی کے دانوں کو کھا جائے۔ چنانچہ اس نے ہر سال ایک دانہ کے حساب سے اُسے کھا لیا۔ پھر میں نے اسے بھی مار دیا۔ اس کے بعد پھر زمین پچاس ہزار سال خرابہ کی صورت میں پڑی رہی پھر اسے آباد کیا اور وہ ایک ہزار سال تک آباد رہی۔ "ثم خلقت اباک آدم بیدی یوم الجمعہ وقت ظہر ولما اخلق من الطین غیرہ۔" پھر میں نے اس آدمؑ کو اپنے ہاتھوں سے بنایا جو جمعہ کے دن ظہر کے وقت پیدا ہوا، میں نے مٹی سے اس آدم کے علاوہ کسی کو پیدا نہیں کیا واخرجت من صلبہ النبی محمدؐ" اور اسی آدم کے صلب سے محمدؐ کو پیدا کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ (جامع الاخبار ص ۱۴۵ طبع لکھنؤ ۱۳۴۴ھ)

زمین کے عہدِ حاضر پر حکومتوں کے دَور

زمین مختلف ادوار سے دوچار ہوتی ہوئی اس عہد سے متعلق ہوئی جس میں ابوالبشر حضرت آدمؑ پیدا ہوئے ہیں۔ تو اس میں بھی اس کے مختلف حالات وکوائف تاریخ میں ملتے ہیں اور پتہ چلتا ہے کہ حضرت آدمؑ کے پیدا کیے جانے سے پہلے اسی زمین پر جس پر حضرت

---

[1] مچھر ۱۲

آدم پیدا ہونے کے بعد خلیفۃ اللہ کی حیثیت سے آئے، کئی دَور گزر چکے ہیں۔

خداوندِ عالم نے اس عہدِ بشری میں سب سے پہلے زمین پر جن اور نسناس کو پیدا کیا۔ (صافی ص۲۵) جن اُس مخلوق کو کہتے ہیں جس میں مختلف صورتوں اور جسم کی مختلف ساختوں میں آجانے کی صلاحیت دی گئی ہے۔ اور نسناس اس جنسی مخلوق کو کہتے ہیں جس کا نصف جسم انسان کا اور نصف جسم چوپایہ کا ہوتا تھا۔ جنوں کی خلقت زہریلی آگ سے ہوئی ہے۔ ان کے گروگھنٹال ابوالجن کا اصلی نام "لسوما" تھا اور اسفار آدم کے مطابق اُس کا نام "طارتوش" تھا جب اُس کی نسل زمین کے گوشہ گوشہ میں پھیل گئی اور اس کی اولاد حدِ شمار سے باہر ہوگئی تو خداوندِ عالم نے اُسے اور اُس کی نسل کو مکلّف بنا دیا۔ یعنی اُن پر احکامِ شریعت نافذ کر دیا اور اپنی اطاعت کا فرمان بھیج دیا، ان لوگوں نے سرِ اطاعت خم کر کے احکام کو مان لیا اور ان پر عمل درآمد شروع کر دیا اور اطمینان سے زندگی گزارنے لگے۔ جب ایک دورہ ثوابت یعنی ۳۶ ہزار سال گزر چکے تو انھوں نے تمرد۔ سرکشی۔ شرارت اور عصیاں بے پایاں شروع کر دیا جس کے نتیجہ میں خداوندِ عالم نے جنوں کے حکمران "طارتوشش" اور اس کے ارکانِ حکومت وغیرہ کو مختلف قسم کے دردناک عذاب میں مبتلا کر کے ہلاک کر دیا اور ان میں جو عبادت گذار اور فرمانبردار تھے۔ انھیں باقی رکھا۔ اور چونکہ ان کی تعداد بھی بہت کافی تھی۔ اس لیے اُس نے انھیں میں سے پھر ایک کو حکمران بنا دیا۔ جس کا نام "حلیایش" تھا، اور ان کے لیے شریعتِ جدید نافذ کر دی۔ یہ سب برابر اطاعت کرتے رہے۔ لیکن جب ایک دورِ ثوابت گزر گیا اور ۳۶ ہزار سال ان کی حکومت کو ہو گئے تو اُن میں بھی تمرد پیدا ہو گیا اور انھوں نے بھی مثلِ سابق سرکشی و نافرمانی شروع کر دی۔ خداوندِ عالم نے اتمامِ حجت کے بعد ان کو بھی مختلف انداز سے تباہ و برباد کر دیا یعنی جتنے لوگ سرکش تھے۔ انھیں ختم کر کے فرمانبرداروں اور کمزوروں، ضعیفوں پر پھر انھیں میں سے ایک کو حکمران بنا دیا۔ جس کا نام "ملیقا" تھا۔ یہ حکمِ خداوندی کے مطابق حکمرانی کرتا رہا۔ یہاں تک کہ ایک دورِ ثوابت گزرا اس کے بعد یہ بھی راہِ راست سے ہٹ گیا اور اس کے تابعینِ خصوصی بھی بھٹک گئے۔ ان لوگوں نے سخت نافرمانیاں شروع کر دیں۔ جس کے نتیجہ میں خداوندِ عالم نے انھیں بھی تباہ و برباد کر دیا، اور اُن سے ایک فرد کو حکمران بنا دیا۔ جس کا نام "ہاموس" تھا۔ یہ نہایت مقدس اور زیورِ فضل و دانش سے آراستہ تھا۔ اس نے پوری قوت سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا اور احکامِ خداوندی کو پوری دیانت کے ساتھ مخلوق تک پہنچایا، جب اس کی حکومت کو ایک طویل مدت گزر گئی وہ بقضائے الٰہی فوت ہو گیا۔

اس کے مرنے کے بعد ہی جنوں نے وہ اودھم مچایا کہ جس کا جواب نہ تھا، قتل و غارت

کا بازار گرم کر دیا اور شریعت کے تمام اصول و فروع کو پائے سرکشی سے روند ڈالا، یہ دیکھ کر خداوندِ عالم نے اور لوگوں کو ہدایت کے لیے مامور فرمایا۔ مگر انھوں نے کسی کی ایک نہ سُنی۔ یہاں تک کہ ایک دورہ یعنی ۳۶ ہزار سال گزر گئے۔

اس کے بعد خداوندِ قہار نے فرشتوں کا گروہ زمین کے باشندہ جنّوں کی سرکوبی کے لیے بھیج دیا اور حکم نافذ فرما دیا کہ جتنے سرکش اور متمرد ہیں سب کو قتل کر دیا جائے اور جو سن تمیز کو نہ پہنچے ہوں انھیں گرفتار کر لیا جائے، چنانچہ فرشتوں نے حکم خداوندی کے مطابق زمین پر پہنچکر قتل عام شروع کر دیا۔ اور جنّوں کی کثیر ترین تعداد کو قتل کر ڈالا۔ صرف وہ جن بچ گئے جو جزائر میں روپوش ہو گئے تھے۔ پھر انھوں نے اُن لوگوں کو جو سن تمیز کو نہ پہنچے تھے گرفتار کر لیا۔

مُعلّم الملکُوت

انھیں گرفتار ہونے والوں میں "عزازیل" بھی تھا، وُہ فرشتوں کے ہمراہ آسمان پر پہنچنے کے بعد ان کی صحبت میں عرصہ دراز تک رہا اور عبادت گزاری کرتا رہا، یہاں تک اُس نے عبادت گزاری میں وُہ فروغ حاصل کیا کہ ملائکہ حیران رہ گئے اور اپنے فہم و ذکا سے ایسی ترقی کی جو حیرت انگیز تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ جب وہ زمین پر تھا اس وقت بھی اپنے لوگوں سے متنفر تھا۔ اور ان کی شرارت سے کنارہ ہو کر دامنِ کوہ میں رہا کرتا تھا۔

غرضکہ وُہ ترقی کرتے کرتے اس منزل پر پہنچا کہ ملائکہ کو خدا کی بارگاہ میں عرض کرنا پڑا کہ معبود اس جیسا عبادت گزار ہم میں کوئی نہیں ہے۔ اس لیے استدعا ہے کہ اسے آسمانِ اوّل میں بلند درجہ دیا جائے۔ چنانچہ فرشتوں کی درخواست منظور کر کے خدا نے اُسے آسمانِ اوّل میں بلند مقام دے دیا وُہ عبادت گزاری نہایت اچھے انداز سے کرتا رہا۔ ایک عرصہ کے بعد آسمانِ دوم کے فرشتوں نے درخواست کی کہ عزازیل کو ہمارے آسمان پر بھیجا جائے، وہ دوسرے آسمان پر چلا گیا اور عبادت کا کمال دکھاتا رہا۔ یہاں تک کہ تیسرے آسمان کے فرشتوں نے خدا سے یہی درخواست کی وہ بھی منظور ہو گئی، اور عزازیل آسمانِ سوم پر چلا گیا اور وہاں عرصہ دراز تک عبادت و فرمانبرداری کے جوہر دکھاتا رہا۔ بالآخر ترتیب وار بڑھتے بڑھتے آسمانِ ہفتم پر پہنچا۔ پھر خداوندِ عالم نے اسکی زیرکی اور کمالِ ذاتی کی وجہ سے اُسے "معلم الملائکہ" بنا دیا۔ اب اس کے فرائض عبادت میں ایک فریضہ یہ بھی بڑھ گیا کہ وہ ملائکہ کو تعلیم دیتا رہا۔ چنانچہ بروایت "صاحب حکمۃ اللطائف" عزازیل کی مجلسِ وعظ، عرشِ عظیم کے نیچے منعقد ہونے لگی اور اس کے لیے یہ انتظام تھا کہ یاقوت کا منبر بنایا گیا تھا اور اُس کے سر پر نور کا علم لہرایا گیا تھا، اس کے وعظ میں اتنے کثیر فرشتے شرکت کرتے تھے کہ ان کی تعداد خدا کے سوا کسی کو معلوم نہیں تھی، بہرحال وہ بڑی شان و شوکت اور نہایت کر و فر سے عبادت خدا کرتا رہا اور ملائکہ کو تعلیم دیتا رہا۔ یہاں تک کہ ایک طویل مدّت گزر گئی ؎

بالائے سرش زہوشمندی   می تافت ستارہ بلندی

جنوں کا سر کچلنے کیلئے عزازیل زمین پر

عزازیل اپنی پوری شان و شوکت اور عزت و حرمت کے ساتھ اطاعت باری اور تعلیم ملائکہ میں مشغول رہا۔ یہاں تک کہ اس کو کافی مدت گزر گئی۔

عزازیل کے زمین سے آسمان تک پہنچنے اور وہاں سے اپنی پوری توجہ کے ساتھ عبادت کرنے اور ملائکہ کو تعلیم دینے میں جو مدت گذری، اُس میں زمین پر دہ بسنے والے جن جو ملائکہ کے قتل و غارت کے خوف سے روپوش ہو گئے تھے اور مختلف جزائر میں چھپ گئے تھے۔ ربع مسکون پر آکر بس گئے اور یہاں اپنی نسلوں کو مثل سابق فروغ دے کر زمین کو سرتاسر اپنوں سے پُر کر دیا۔

چونکہ یہ جن سرکش ترین تھے اور ان کی نسلیں بھی انھیں کے اثرات سے متاثر تھیں لہٰذا ربع مسکون پر نافرمانی باری اور سرکشی و معاصی کا وہ طوفان برپا ہوا کہ ملائکہ آسمانی انگشت بدنداں ہو گئے زمین پر جو کچھ ہوتا تھا آسمان پر فرشتوں میں اس کے تذکرے ہوا کرتے تھے، ایک دن عزازیل نے دل میں سوچا کہ اگر میں زمین پر جاکر اس سرکشی اور نافرمانی کو ختم کردوں تو خداوند عالم مجھ سے اور زیادہ خوش ہو جائے گا۔ یہی کچھ سوچ کر، اس نے بارگاہِ احدیت میں درخواست پیش کی۔ اور خواہش کی کہ مجھے فرشتوں کے ایک گروہ کے ساتھ زمین پر جانے اور وہاں کے نظام کو استوار کرنے کی اجازت دی جائے۔ چنانچہ اس کی درخواست منظور کرلی گئی اور اسے فرشتوں کے ایک گروہ کے ساتھ زمین پر جانے کا حکم دے دیا گیا۔

عزازیل فرشتوں کا ایک گروہ لیے ہوئے زمین پر پہنچا۔ اس کے وہاں پہنچتے ہی سب میں ایک ہلچل مچ گئی۔ سرکشوں نے مقابلہ کی تیاری کی اور فرمانبرداروں نے عزازیل سے ملنے کی سعی کی، چنانچہ ایک مختصر سا گروہ جو صلحاء کا تھا عزازیل سے آکر ملا۔ اور کہا کہ ہم سب ان کی نافرمانیوں سے عاجز ہیں۔ لیکن ان کی اکثریت کے مقابلہ میں ہماری چلتی نہیں ہے۔

پھر عزازیل نے انھیں صلحا جنوں میں سے ایک فرد "سہلوب بن ملاحب" کو ان کی طرف بھیج کر انھیں اپنی سرکشی اور نافرمانی سے باز آجانے کی دعوت دی۔ سہلوب نے وہاں جاکر جو عزازیل کا پیغام پہنچایا تو انھوں نے نہایت بے دردی کے ساتھ اسے قتل کر ڈالا۔ عزازیل کو اس کے قتل ہو جانے کی خبر نہ ہوئی۔ لیکن جب کافی دن گزر گئے تو اس نے انھیں کے ابنائے جنس سے ایک اور فرد کو بھیج دیا، وہ بھی واپس نہ آیا تو پھر تیسرے کو بھیجا وہ بھی واپس نہ آیا۔ پھر "یوسف بن یاسف" کو بھیجا، وہ گیا اور اس نے عزازیل کا پیغام پہنچایا۔ اسی دوران میں ان جنوں نے اسے قتل کر ڈالنے کی سعی کی اور جس طرح اس سے قبل کے قاصدوں کو قتل کیا تھا۔ اسے بھی قتل

کرنے کا پروگرام بنایا، یوسف کو جب اپنا انجام کار معلوم ہوا تو یہ وہاں سے نکل بھاگنے کی سعی کرنے لگا۔ یہاں تک کہ کسی نہ کسی صورت سے نکل بھاگا۔

یوسف نے عزازیل کو ساری داستان سنائی اور بتایا کہ مجھ سے قبل جن جنات کو بھیجا گیا تھا وہ سب قتل کر دیئے ہیں۔ یہ سن کر ناری مخلوق عزازیل، آگ بگولہ ہوگیا اور اس نے بارگاہِ احدیت میں عرض کی مالک اگر حکم ہو تو میں اس سرکشی کو بیخ و بن سے ختم کردوں، خدا نے اجازت دی اور عزازیل ملائکہ کا عظیم لشکر لے کر بڑھا اور تقریباً تمام ہی جنوں کو قتل کر ڈالا۔ جو جان بچا کر بھاگ گئے وہ بچ گئے۔ باقی ساری زمین پر صرف وہی لوگ رہ گئے جو خدا کے فرمانبردار تھے۔

عزازیل کی حکومت کی وسعت اور اسکے دماغ میں انانیت کی نمود

عزازیل نے نافرمان

جنوں سے زمین کو صاف کرنے کے بعد زمین کی حکومت سنبھالی اور بروایت اخوند درویزہ اس نے اپنی حکومت کا پایۂ تخت "ہس پور" کو قرار دیا جو بعد میں بھکپور کے نام سے موسوم ہوا۔ اور اب "ملتان" کہا جاتا ہے۔ ارشاد الطالبین ص۲۴۳۔ اور "دعوائے اناولاغیر آغاز کرد"۔ اور وہ یہ دعوے علی الاعلان کرنے لگا کہ بس میں ہوں اور کوئی نہیں یعنی اس کائنات خداوندی میں وہ چاہے آسمان ہو یا زمین مجھ سے بہتر نہ کوئی علم و عمل کے اعتبار سے ہے اور نہ ہو سکتا ہے، اب اگر ایسی صورت میں خدا نے اس عظیم سلطنت ارضی سے مجھے بے دخل کرنا چاہا اور یہاں کے لیے کسی اور کو مقرر کرنا چاہا تو میں اس کی مخالفت کروں گا اور کبھی تسلیم نہ کروں گا۔ وہ تکبر میں کبھی آسمان پر جاتا تھا اور کبھی زمین پر آتا تھا۔ نیز فرشتوں میں اکثر بیٹھ کر اپنے فضائل پر دلائل و براہین قائم کرتا تھا، فرشتے چونکہ اس کا بیالہ پیئے ہوئے تھے اس لیے وہ سب اس کی باتوں کو کان دھر کے سنتے تھے کہ یہ کچھ کہہ رہا ہے۔ ٹھیک ہے کیونکہ اس کے کارنامے بہت نمایاں ہیں۔

اسی دوران میں فرشتوں کے ایک گروہ کی نگاہ لوحِ محفوظ پر پڑی جس میں لکھا ہوا تھا۔

عنقریب یکے از مقربان درگاہ صمد بطرد و لعن ابدی گرفتار خواہد شد

"عنقریب ایک مقرب بارگاہ احدیت راندہ درگاہ کیا جائے گا اور وہ لعنت ابدی کا نشانہ بن جائے گا۔"

وہ جب لوحِ محفوظ کو دیکھ کر واپس آئے تو عزازیل نے ان کے چہروں پر حزن و ملال کے آثار دیکھے، پوچھا کیوں غمگین ہو، انھوں نے لوحِ محفوظ میں جو کچھ لکھا دیکھا تھا بیان کر دیا، اس نے جواب دیا کہ اس کا تعلق ہم لوگوں سے نہیں ہے تم گھبراؤ نہیں، میں نے لوحِ محفوظ میں عرصہ ہوا اسے دیکھا تھا لیکن کسی سے بیان نہیں کیا تھا، انھوں نے کہا کہ ہمیں یہ ڈر ہے کہ خدانخواستہ کہیں

ہمیں میں سے کوئی اِس دائمی عذاب میں مُبتلا نہ ہو جائے۔ اُس نے کہا فکر نہ کرو، کچھ نہیں ہوتا۔
عزازیل نے اگرچہ سب کو بڑی تسلی دی۔ لیکن فرشتوں کو اطمینان نہ ہوا۔ انھوں نے عزازیل سے کہا کہ آپ دُعا کریں ہم آمین کہیں۔ اس نے کہا کس چیز کے لیے دُعا کریں۔ انھوں نے کہا کہ اس مقصد کے لیے دعا کریں کہ خدا ہم میں سے کسی کو اس عذاب میں مبتلا نہ کرے۔ اس نے کہا بہتر ہے چنانچہ سب موقع دُعا میں حاضر ہُوئے اور بارگاہِ احدیت میں ہاتھ اُٹھا کر کھڑے ہُوئے، عزازیل آگے بڑھا اور اُس نے دُعا کی۔ "اللّٰھُمَّ اِمنٰلھُم" خُدایا اِس عذاب سے ان فرشتوں کو محفوظ رکھ، اُس نے تکبّر کی وجہ سے اپنے لیے کوئی دُعا نہیں کی۔ فرشتے سب بچ گئے اور یہی مُبتلا ہو گیا۔
ایک روایت میں ہے کہ ایک دن عزازیل نے حلقۂ بہشت پر لکھا ہُوا دیکھا، کہ میرا ایک ایسا بندہ ہے جس کو میں نے ہر قسم کی نعمت سے بہرہ ور کیا ہے اور اُسے زمین و آسمان میں آنے جانے کی اجازت دے رکھی ہے لیکن وہ میرے ایک حکم کی نافرمانی کرے گا اور میں اُسے ملعون قرار دُوں گا۔ عزازیل نے جب اِس عبارت کو دیکھا، تو کہنے لگا ایسے بندہ پر ضرور لعنت کرنی چاہیئے، اور وُہ بھی ایک ہزار سال تک ایسے بندے پر لعنت کرتا رہا، ایک اور روایت میں ہے کہ عزازیل نے لوحِ محفوظ میں۔ اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرّجیم لکھا ہُوا دیکھ کر خدا سے درخواست کی کہ مجھے بتا وہ شیطان رجیم کون ہے تاکہ میں اُسے ہلاک کر دُوں۔ خدا نے فرمایا عنقریب تجھے معلوم ہو جائے گا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ جب عزازیل کو معلوم ہُوا کہ ایک بندہ جو نعمتوں سے بھرپُور ہو گا۔ خدا کی نافرمانی کرے گا۔ اور خدا اُسے راندہ بارگاہ کر کے ابلیس (رحمتِ خُدا سے مایوس) قرار دے گا۔ تو اس نے ایک سال تک اپنے سجدُوں میں "لعن اللّٰہ علی ابلیس" کہتا رہا اور وہ یہ نہ سمجھ سکا کہ کس پر لعنت کر رہا ہے۔
اسی دوران میں خلاقِ عالم نے ارشاد فرمایا "انی جاعل فی الارض خلیفۃ" میں زمین میں اپنا ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔ اور جو خلیفہ بنایا جائے گا۔ اس کی تعمیرِ جسمانی مٹّی سے کی جائے گی، اور اس کی نسل سے انبیاء و مرسلین اور آئمہ طاہرینؑ ہوں گے۔ یہ سُننا تھا کہ شیطان بھڑک اُٹھا اور آپے سے باہر ہو کر بولا کہ خلافتِ ارضی کے لیے مجھ سے بہتر کون ہو سکتا ہے۔ جسے میری جگہ پر لگایا جا رہا ہے، اور پھر ایسی صورت میں جبکہ وُہ بنایا بھی مٹّی سے جائے گا۔ میں آگ سے پیدا ہوں، وُہ مٹّی سے بنے گا۔ وہ مجھ سے افضل کیونکر ہو سکتا ہے۔ اس کے دیکھا دیکھی فرشتوں نے بھی عاجزانہ انداز میں زمین کی گزشتہ مخلوقات کے حالات کی روشنی میں یہ عرض کر دیا۔ اتجعل فیھا من یفسد فیھا ویسفك الدمآ ونحن نسبح بحمدك ونقدس لك" خدایا کیا زمین میں ایسے کو خلیفہ بنائے گا جو اس

میں فساد برپا کرے۔ اور قتل و غارت سے زمین کو رنگین کر دے۔ اے مالک ہم تیری تسبیح و تقدیس کرنے والے موجود ہیں، اگر تو ہمیں میں سے خلیفہ بنا دے تو کیا بہتر نہ ہوگا؟

خداوند عالم نے فرمایا۔ "انی اعلم مالا تعلمون"۔ جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ یہ سن کر فرشتے اپنی جرأتِ سوال پر شرمندہ ہو گئے، اور وہ بارگاہِ احدیت میں استغفار کرنے لگے۔ لیکن عزازیل اپنی ہٹ پر اڑا رہا۔ اور سرتابی کرتا رہا۔ یہاں تک کہ عزازیل سے شیطان اور شیطان سے ابلیس بن کر ہمیشہ کے لیے رحمتِ خدا سے مایوس ہو گیا۔

تکبر عزازیل را خوار کرد
بزندانِ لعنت گرفتار کرد

روضۃ الصفا (جلد ۱ ص۸) طبع لکھنؤ ۱۸۹۱ء عجائب القصص ص۱۶ طبع نولکشور تفسیر صافی ص۲۵ طبع ایران ۱۲۸۲ھ۔ تاریخ طبری جلد ۱ ص۵ طبع لکھنؤ ۱۲۹۱ھ ناسخ التواریخ جلد ۱ ص۵۶ و حیات القلوب جلد ۱ ص۲۲ ؎

باب ۳

حضرت آدم علیہ السلام

حضرتِ آدمؑ کے جسمِ خاکی کی تعمیر و تشکیل

مؤرخین کا بیان ہے کہ جب زمین پر حکومتوں کے مختلف ادوار گزر چکے اور آخر میں جنّ اور نسناس کو ختم کرنے کے بعد عزازیل بروایت طبری ایک ہزار سال حکومت کر کے "انانیت" میں مبتلا ہو کر اپنے تقدس کا بھانڈا پھوڑ بیٹھا تو خالق کائنات نے جھنجھلا کر فرشتوں سے مخاطبہ کرتے ہوئے کہا "انی جاعل فی الارض خلیفۃ" اب میں اپنا خلیفہ اپنے ہاتھوں سے بنا کر زمین پر بھیجوں گا اور اسے ایسا قرار دوں گا کہ اس کی نسل سے انبیاء، رسل، آئمہ پیدا ہوں گے اور اس کے بے شمار اولاد ہوگی۔ میں اسی کے ذریعہ سے نسلاً بعد نسل نظامِ ارضی کو چلاؤں گا۔ اور جنّ و نسناس وغیرہ کو سطحِ ارض سے اٹھا کر ہوا اور فضا میں پھیلا دوں گا۔ اور جنوں اور آدم کی اولاد کے درمیان ایک ایسا پردہ قائم کر دوں گا جو انھیں نظر نواز بھی نہ ہونے دے گا نیز اس کی اولاد کی رہبری اور رہنمائی کے لیے انھیں میں سے انبیا اور رسل وغیرہ مقرر کر کے ان سے اپنی پرستش کراؤں گا۔ خالق قہار کے اس اعلان کو سننے کے بعد فرشتوں نے سرِ تسلیم اس لیے جھکا دیا کہ وہ یہ جانتے تھے کہ خالق کائنات جو کچھ کرے گا بہتر کرے گا اور جسے بنائے گا وہ یقیناً ہم سے بہتر ہوگا۔ لیکن کچھ فرشتوں نے جن کی تعداد بروایت علامہ نعمت اللہ جزائری صرف دو تھی انہوں نے جنّ و نسناس اور دیگر مخلوقاتِ ارضی کے کردار کی روشنی میں جسے وہ اچھی طرح دیکھ چکے تھے یہ عرض کرنے کی جرأت کی "اتجعل فیھا من یفسد فیھا الخ" پالنے والے کیا تو زمین پر اب پھر ایسی مخلوق کی بنیاد قائم فرمائے گا جو مثل سابق فساد کرنے والی اور قتل و غارت، نافرمانی اور سرکشی کی خوگر ہو۔" مالک ہماری عاجزانہ گزارش ہے کہ خلافتِ ارضی ہمارے ہی سپرد فرما دے۔ کیونکہ تو دیکھ رہا ہے کہ ہم تیری اطاعت، و فرمانبرداری کس طرح کرتے ہیں اور تسبیح و تقدیس کے فرائض سے کس خوبصورتی، تندہی، جانفشانی سے عہدہ برآ ہوتے ہیں۔

یہ سُن کر خالقِ قہار نے پہلے تو یہ فرمایا کہ جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے، پھر ارشاد کیا، تمہارا معلّم اور تمھیں تعلیم دینے والا جو اپنے دل میں چھپائے ہے۔ اُس سے میں اچھی طرح واقف ہوں۔ فرشتوں نے اپنی عرضداشت پر معذرت چاہی اور معافی مانگی۔

علّامہ مجلسی بحوالہ حضرت امام محمّد باقر علیہ السّلام تحریر فرماتے ہیں کہ فرشتوں نے اگرچہ یہ سوال استفسار اور تعجب کے طور پر کیا تھا اور اس کے بعد فوراً معذرت بھی کر لی تھی لیکن مزاج قدرت نے اسے برداشت نہ کیا اور ان فرشتوں کو اپنی بارگاہِ قدس سے پانچ سو میل دور ہنکا دیا، اور جبرئیلؑ کو حکم دیا کہ زمین پر جا کر ایک مُٹھی مٹّی لاؤ، معارج النبوت میں ہے کہ جبرئیلؑ کو بھیجنے سے پہلے خداوند عالم نے زمین کو مخاطب کرکے کہا کہ میں تیرے اجزا سے ایک بندہ خلق کرنا چاہتا ہوں جسکی نسل میں فرمانبردار اور گناہگار دونوں ہونگے۔ جو فرمانبردار ہونگے انھیں جنّت میں بھیجوں گا، اور جو نافرمان ہونگے انھیں جہنّم کا ایندھن بناؤں گا۔ یہ سُن کر زمین نے عرض کی میرے مالک جہاں تک مجھ سے بنتے ہوئے بندہ کی نسل میں فرمانبرداروں کا تعلق ہے میں اس سے بہت خوش ہوں۔ لیکن یہ معلوم کرکے مجھے سخت صدمہ ہے کہ اس بندہ کی نسل سے نافرمان بھی ہوں گے اور انھیں جہنّم میں بھیجا جائے گا۔ زمین نے یہ کچھ کہا اور رونا شروع کر دیا، اسکی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ "گویند آن نتیجۂ گریہ وزاری است"۔ کہتے ہیں بنی آدم میں رونا اسی لیے فطری شکل اختیار کر گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ کسی کے غم میں روتے ہیں۔ وہ فطرت کا تقاضا پورا کرتے ہیں۔

بہرحال خلاقِ عالم نے جبرئیلؑ کو حکم دیا کہ زمین پر جاؤ اور اس کے مختلف اقطاع سے مختلف قسم کی مٹّی لے آؤ۔ جناب جبرئیلؑ بحکمِ ربِ جلیل آسمان سے روانہ ہو کر زمین پر پہنچے اور انھوں نے چاہا کہ تعمیل حکمِ خداوندی کریں، زمین تھر تھرا اٹھی اور کمال گریہ وزاری کے ساتھ عرض پرداز ہوئی۔ اے خدا کے مقرب فرشتے مجھے یہ بات سخت ناگوار اور میرے لیے سخت تکلیف دہ ہے کہ مجھ سے بنی ہوئی مخلوق کی نسل جہنّم میں بھی جائے گی۔ اس لیے میں درخواست کرتی ہوں کہ تو مٹّی لے جانے سے باز رہ اور بارگاہِ احدیت میں میری عرضداشت پہنچا دے۔ زمین نے کچھ اس دَرد سے فریاد کی کہ جنابِ جبرئیلؑ کا دل پسیج اٹھا اور وہ بارگاہِ قدس میں واپس چلے گئے۔ اور بارگاہِ احدیت میں زمین کی درخواست پیش کر دی، خطاب ہوا کہ اے جبرئیلؑ تم تہی دست واپس آگئے؟ عرض کی، مالک تیرے رحم وکرم پر تکیہ کرکے زمین کی فریاد پہنچانے آیا ہوں۔

روضۃ الصفا میں ہے کہ جب جبرئیلؑ زمین پر مٹّی لینے کے ارادے سے پہنچے تو زمین تھرّا گئی اور اس میں زلزلہ آگیا۔ جناب جبرئیلؑ نے کہا گھبرا نہیں۔ حکم خدا ہے کہ میں تیرے اجزا لے کر

آسمان پر واپس جاؤں اور اس سے ایک بندہ پیدا کیا جائے۔ جسے خداوندِ عالم بڑی عزت دینے والا ہے۔ اسے خلیفہ بنائے گا اور لباس کرامت سے اُسے آراستہ کریگا، زمین نے عرض کی کہ میں اس امرِ عظیم سے پناہ مانگتی ہوں۔ کیا ایسا ہی بندہ پیدا کیا جائے گا جو بنی جان کی طرح میری آغوش میں خالقِ کائنات کی نافرمانی کرے۔ جبرئیلؑ نے فرمایا کہ وہ بندہ خلیفہ باری ہوگا۔ البتہ اس کی نسل فرمانبردار بھی ہوگی اور نافرمان بھی۔ فرمانبردار کو جنّت ملے گی اور نافرمان کو جہنّم میں جھونکا جائے گا۔ زمین نے عرض کی اے جبرئیلؑ مجھ میں یہ طاقت نہیں ہے کہ میں عذابِ خداوندی کو برداشت کرسکوں، خدارا مجھے اس قسم کی مخلوق کی بُنیاد قرار دینے سے مُعاف رکھا جائے جو جہنّم کا ایندھن بھی بننے والی ہو، جبرئیل واپس چلے گئے۔ خداوندِ عالم نے میکائیل کو حکم دیا کہ تم جاؤ اور مٹّی لاؤ، جنابِ میکائیل زمین پر پہنچے، زمین نے بدستور فریاد کی وہ بھی واپس آ گئے۔ سیر الائمہ میں ہے کہ جبرئل و میکائیل اس لیے زمین کی فریاد سے مرعوب ہو گئے تھے کہ اس نے ذات ذوالجلال کی انھیں قسم دی تھی۔ طبری میں ہے کہ جس زمین نے فرشتوں سے فریاد کی تھی۔ وُہ خانہ کعبہ کی زمین تھی۔ پھر خداوندِ عالم نے عزرائیل کو حکم دیا، وُہ زمین پر پہنچے، زمین نے مثلِ سابق فریاد کی، اُنھوں نے کہا کہ "حکم خداوندی" کی تعمیل میرے نزدیک تیری فریاد سے بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہے میں مٹّی لے جاؤنگا اور ضرور لے جاؤنگا، تو اپنی فریاد کا سلسلہ بند کردے۔ میرے اُوپر تیری فریاد کا کوئی اثر نہیں پڑ سکتا، یہ کہہ کر انھوں نے زمین کے مختلف اقطاع سے مٹّی لے لی۔ علّامہ نعمت اللہ جزائری کا بیان ہے کہ عزرائیل سے قبل جو فرشتے گئے تھے۔ اُنھیں حکم قطعی نہیں دیا گیا تھا اور عزرائیل کو حکم قطعی تھا کہ مٹّی ضرور لانی ہے اسی لیے جبرئیل، میکائیل اور بروایتے اسرافیل بھی مٹّی لانے میں کامیاب نہ ہُوئے اور انھوں نے زمین کی دَرد بھری فریاد کو وقعت دی اور عزرائیل نے فریاد و فغاں کی پرواہ نہ کی اور تعمیل حکمِ الٰہی کو ضروری سمجھا۔

بہرحال عزرائیل نے، نرم اور سخت، سہل اور جبل، نشیب اور فراز، ہر جگہ سے مٹّی لی اور اس کا بھی حکمِ باری کے مطابق خیال رکھا کہ مٹّی مختلف رنگ کی ہو۔ چنانچہ سُرخ، سبز، سیاہ، نیم سُرخ سفید، کبود، گندمی رنگ کی مٹّی حاصل کی، بعض وُہ مٹّی تھی جس میں شوریت تھی بعض وہ تھی جس میں شوریت نہ تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ آدمؑ کے اجزائے خصوصی کی تعمیر کے لیے مخصوص مقام کی مٹّی لائی گئی۔ مثلاً سر کے لیے مقامِ کعبہ کی مٹّی، گردن کے لیے بیت المقدّس کے جگہ کی مٹّی ہاتھ اور پاؤں کے لیے مغرب و مشرق کی مٹّی۔ ایک روایت میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ جب عزرائیل زمین کے مختلف اطراف سے مختلف قسم

اور مختلف رنگ کی مٹّی لا چکے تو خداوندِ عالم نے جمعہ کی اوّل ساعت میں جبرئیل کو حکم دیا کہ ساتویں آسمان سے لے کر آسمانِ اوّل تک کی مٹّی سے ایک ایک مٹھی لاؤ اور زمینِ ہفتم سے زمین بالا تک مٹّی سے ایک ایک مٹھی مٹّی لے آؤ، اور پھر سب کو ملا دو۔ چنانچہ جبرئیل نے ایسا ہی کیا، یہ مٹّی جو آسمانوں سے لائی گئی تھی۔ خدا نے اس سے رسول۔ نبی۔ آئمہ۔ اوصیا۔ صدیقین، شہدا، صالحین، مومنین خصوصی، سعادت مند لوگوں کی پیدائش کی بنیاد قائم کی اور اس مخصوص قسم کی مٹّی سے جو زمین کے مخصوص طبقے سے لائی گئی کچھ خاص قسم کے بنی آدم پیدا کرنے کا بندوبست کیا گیا یعنی ان مٹیوں کو اجزائے بدن آدمؑ قرار دے کر ان کی تخلیق کی بنیاد ڈالی۔

ایک روایت میں ہے کہ مختلف قسم کی مٹّی اور مختلف رنگ کی مٹّی سے آدمؑ کی تعمیر ہی کا نتیجہ ہے کہ مختلف مزاج اور مختلف رنگ کے لوگ پیدا ہوتے ہیں۔ الغرض مٹّی فراہم کرنے کے بعد فرشتوں نے اُسے ایک مقام پر جمع کیا اور اس کے گوندھنے کا بندوبست کیا گیا۔ یہاں پر ایک یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ زمین سے جو مٹّی لائی گئی اسے کس مقام پر جمع کیا گیا؟ مورخین کا بیان ہے کہ یہ مٹّی "مکّہ اور طائف" کے درمیان زمین ہی پر جمع کی گئی تھی لیکن میرے نزدیک یہ بالکل غلط ہے۔ میرا تاریخی استنباط یہ کہتا ہے کہ مٹّی آسمانِ اوّل پر جمع کی گئی تھی اور وہیں حضرتِ آدمؑ کا پُتلا تیار ہوا تھا اور وہیں صلبِ آدمؑ میں نورِ محمدیؐ داخل کیا گیا تھا۔

مختصر یہ کہ مٹّی جو حضرتِ آدمؑ کی تعمیر کے لیے جمع ہوئی تھی اس پر "بحرالاحزان" سے (جو کہ زیرِ عرش ایک دریا ہے) چالیس روز یا چالیس سال مسلسل بارش ہوتی رہی۔ اس کے بعد اس کا خمیر کیا گیا۔ ایک روایت میں ہے۔ چشمہ رحیق و سلسبیل سے بھی اس پر بارش کی گئی تھی۔ جب مٹّی اچھی طرح تیار ہو گئی۔ تو اس میں خشکی پیدا کی گئی اور آدمؑ کا پُتلا بنایا جانے لگا، صناعِ ازل نے سر، آنکھ، ریڑھ کی ہڈی پہلے بنائی۔ پھر چہرہ تیار کر کے جملہ اعضا و جوارح مکمل فرمائے۔ ایک روایت میں ہے کہ خداوندِ عالم نے آدمؑ کی مٹّی کا خمیر اپنے دونوں ہاتھوں سے کیا تھا اور اس کی تعمیر بھی اپنے دونوں ہاتھوں سے کی تھی۔ جیسا کہ قرآن مجید میں شیطان کے سوال کے موقع پر فرمایا گیا ہے۔ "خلقتُ بیدی" جسے میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا ہے۔ اُسے تو نے سجدہ کیوں نہیں کیا الخ۔ یہ ظاہر ہے کہ خدا کے ہاتھ نہیں ہے تو اس کا لازمہ یہ ہے کہ آدمؑ کا خمیر اور اُن کی تشکیل ید اللہ نے کی تھی جیسا کہ مظہر العجائب والغرائب ید اللہ حضرت علیؑ ایک مقام پر فرماتے ہیں "انا الذی خمرت طینۃ آدم اربعین صباحاً" میں وہ ہوں جس نے آدمؑ کا خمیر چالیس دن مسلسل کیا تھا۔ مورخین و محدثین کا بیان ہے کہ جب آدمؑ کا پتلا تیار ہو گیا تو خداوندِ عالم نے ان چار ملک کے ذریعہ سے جو بادِ شمال، بادِ جنوب، بادِ صبا، بادِ دبور پر موکل تھے، آدمؑ

کے جسم میں سودا صفرا۔ بلغم۔ خون رگوں کی تعمیر کے بعد جاری کیا۔ سودا بادِ شمال سے پیدا ہوا صفرا بادِ دبور سے۔ بلغم بادِ صبا سے اور خون بادِ جنوب سے پیدا ہوا۔ انھیں اخلاطِ اربعہ سے خواہشات کے نشوونما کی بنیاد پڑی، سودا کا تعلق عورتوں اور بچوں کی محبت، خواہشاتِ دنیا اور حرص و طمع سے ہے۔ صفرا کا تعلق، کھانے پینے کی خواہش اور محبت، حصول نیکی۔ نرم روی وغیرہ سے ہے۔ خون کا تعلق عورتوں سے محبت ان کی طرف جنسی میلان۔ لذتوں۔ ارتکاب محرمات شہوتوں کی نشوونما سے ہے۔

پھر خلاقِ عالم نے جبریل کو حکم دیا کہ چار قسم کے پانی لائیں (۱) شیریں پانی (۲) نمکین پانی (۳) کڑوا پانی (۴) گندلا پانی۔ جب وہ پانی لے آئے تو حکم دیا کہ شیریں پانی کو آدمؑ کے حلق میں ڈالو تا کہ اسے اور اس کی نسل کو کھانے پینے کی لذت حاصل ہو سکے اور نمکین پانی کو آنکھ میں ٹپکاؤ تا کہ آنکھ کی چربی تقویت حاصل کر سکے اور وہ خراب نہ ہو، اور کڑوا پانی کان میں ڈالو کہ حشرات الارض کیڑے مکوڑے وغیرہ کان میں داخل نہ ہو سکیں اور گندلا پانی ناک میں ڈالو تا کہ ناک میں جو غیر مناسب چیز داخل ہو۔ اسی میں جذب ہو کے رہ جائے۔ جناب جبریلؑ نے تعمیل حکم خداوندی کر دی۔ طبری میں ہے کہ جب شیطان آدمؑ کے پتلا کے پاس سے گزرتا تھا تو ٹھوکر مار کر کہتا تھا کہ تو امرِ عظیم کے لیے خلق ہوا ہے، لیکن اگر مجھے تیرے سجدہ کے لیے کہا گیا، تو میں ہرگز سجدہ نہ کروں گا۔

ملائکہ کو حضرتِ آدمؑ کے سجدہ کا حکم

حضرتِ آدمؑ کے جسم کی تعمیر و تشکیل کے بعد خالقِ کائنات نے نورِ محمدیؐ کو جو چودہ انوار کا مجموعہ تھا صلب آدمؑ میں داخل کرنے کے بعد فرشتوں کو مخاطب کر کے فرمایا، اے میرے ملائکہ سنو! "اذا نفخت فیہ من روحی فقعوا لہ ساجدین" جس وقت میں اس کالبد آدمؑ میں اپنی روح پھونک دوں۔ تو تم بلا تاخیر سجدہ کے لیے اپنی پیشانی اس کے سامنے رکھ دینا۔

کالبد آدمؑ میں روح پھونک دی گئی

جسم کی تشکیل کے بعد ایک عرصہ تک حضرت آدمؑ کا جسم "علی حالہ" پڑا رہا۔ یہاں تک کہ مشیت ایزدی نے آدمؑ کے جسم میں روح پھونک دی اور اس کی ابتدا سر کی طرف سے فرمائی۔ روح جب آنکھوں تک پہنچی اور بینائی آگئی تو ساق عرش کی طرف نگاہ اٹھی، دیکھا کہ کچھ نورانی اشباح چمک رہے ہیں یہ دیکھ کر آنکھیں کھل گئیں اور حیران رہ گئے، روح آگے بڑھی، کانوں تک پہنچی، تو تسبیح کی آوازیں سننے لگے، پھر ناک تک پہنچی تو فوراً چھینک آئی، الہام ہوا، الحمدللہ کہو، آدمؑ نے الحمدللہ کہا، یرحمک اللہ سے جواب ملا۔ یہ سن کر آدمؑ نے سر پہ ہاتھ رکھا اور کہا، "اوہ" خدا

نے پوچھا کیا بات ہے۔ عرض کی رحمت مذنبین کے لیے ہوتی ہے۔ امام ثعلبی کا بیان ہے کہ کسی مصیبت کے وقت سر پہ ہاتھ رکھ کر اوہ کہنا اسی کا اثر ہے جواب تک جاری ہے (عرائس ثعلبی ص۱۷) پھر روح سارے جسم میں پھیل گئی۔ ایک روایت میں ہے کہ روح ناک تک پہنچتے ہی سارے جسم میں پہنچ گئی تھی۔

ایک روایت میں ہے کہ روح پھونکی جانے کے بعد آدمؑ کی نگاہ جو اٹھی تو انھوں نے عرش کے ایک گوشہ میں لا الٰہ الا اللہ محمد نبی الرحمۃ وعلی مفتاح الجنۃ ومقیم الحجۃ۔ (کوکب ص۲۰۳) لکھا ہوا دیکھا۔ ایک روایت میں ہے کہ جب آدمؑ کے سینے یا کمر تک روح پہنچی تو انھوں نے اٹھنے کی کوشش کی۔ اس عجلت پہ کہا گیا کہ جلدی مت کرو۔ اسی عجلت کی وجہ سے انسان میں جلد بازی پائی جاتی ہے جس کی طرف قرآن میں "خلق الانسان عجولا" سے اشارہ کیا گیا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ عجلت ممنوع ہے۔ لیکن تین چیزوں میں ممدوح ہے (۱) لڑکیوں کی شادی (۲) تدفین میت (۳) اطعام مہمان۔ (تاریخ طبری جلد ۱ ص۹)

کتاب دقائق الاخبار ص۷ طبع لاہور ۱۳۱۴ھ میں بروایت ابن عباس مرقوم ہے کہ خداوند عالم نے اقالیم دنیا سے حضرت آدمؑ کو پیدا کیا، ان کا سر کعبہ کی مٹی سے، سینہ ولایت کی مٹی سے، پیٹ اور پیٹھ ہندوستان (ہند و پاک) کی مٹی سے اور چہرہ جنت کی مٹی سے، دانت کوثر کی مٹی سے داہنا ہاتھ کعبہ کی مٹی سے، بایاں ہاتھ فارس کی مٹی سے، دونوں پاؤں ہندوستان[۹] کی مٹی سے ہڈی پہاڑ کی مٹی سے، شرمگاہ بابل کی مٹی سے، پشت عراق کی مٹی سے، دل فردوس کی مٹی سے زبان طائف کی مٹی سے، دونوں آنکھیں حوض کوثر کی مٹی سے۔ ایک روایت میں ہے کہ سر عقل و گویائی اور زیرکی کا مرکز ہے تشکل میں ملکیتی ہے، دانت حلاوت کے مرکز ہیں، ہاتھ مددگاری کرتے ہیں۔ پشت طاقت کی منزل ہے، عورتیں شہوت کے مقام اور بول و براز کے راستے ہیں۔ ہڈیوں میں صلابت اور سختی ہے، دل ایمان کا مرجع اور ماویٰ ہے، زبان شہادت و گواہی وغیرہ کا آلہ ہے۔ پھر خدا نے آدمؑ کے کالبد میں نو دروازے قرار دیئے، سات سر میں ہیں، دو آنکھیں دو ناک کے سوراخ، دو کان کے سوراخ ایک منہ اور دو راستے بدن میں بول و براز کے لیے قرار دیئے، پھر آنکھوں میں بصارت دی، کانوں کو سماعت عطا کی اور ناک کو قوت شامہ سے بہرہ ور کیا۔ اور زبان کو قوت ذائقہ دی اور ہاتھوں کو مس کرنے کی طاقت عنایت کی، اور پیروں کو چلنے کی قوت کرامت فرمائی، اس کے بعد خالق عالم نے جسم آدمؑ میں روح پھونکی۔ سب سے پہلے روح دماغ میں داخل کی گئی، پھر آنکھوں میں آئی۔ آدمؑ نے اپنی آنکھوں سے اپنا مٹی کا جسم دیکھا۔ پھر کانوں تک پہنچی، انھوں نے تسبیح ملائکہ سنی، پھر ناک تک آئی اور منہ و زبان تک پہنچی، آدمؑ کو چھینک آئی۔ آپ نے الہام کے مطابق الحمد للہ کہا، خدا نے یرحمک اللہ سے

---

۹ ہندوستان = بھارت + پاکستان۔

جواب دیا۔ پھر سینے تک پہنچی، پھر پیٹ تک آئی، پھر سارے جسم میں پھیل گئی اور خون، رگ و ریشے اور ناخن بن گئے۔" کثیر احادیث اور تواریخ میں ہے کہ حضرت آدمؑ کے جسم میں جمعہ کے دن ۱۰ محرم الحرام کو بعد نمازِ ظہر رُوح پھونکی گئی ہے۔ روضۃ الصفا جلد ا ص ۱۰ میں منجموں کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ۱۰ محرم یومِ جمعہ جس دن حضرت آدمؑ کے جسم میں رُوح پھونکی گئی۔ اتفاقاً ایسا زمانہ تھا کہ اوّل درجہ جدی افق شرقی میں اور زحل جوزہ میں اور مشتری حوت میں اور مریخ حمل میں اور قمر اسد میں اور آفتاب و عطارد سنبلہ میں اور زہرہ میزان میں تھے۔ منجموں کا کہنا ہے کہ جس وقت آدمؑ کو شکل و صورت عطا کی گئی تو اس وقت عطارد کے علاوہ جملہ کواکب برج شرف میں تھے۔

الغرض حضرت آدمؑ کے جسم میں رُوح پھونک دی گئی۔ رُوح کا جسم میں پہنچنا تھا کہ تمام فرشتے جن میں وہ فرشتے بھی شامل تھے جنھیں پانچسو میل دُور نکال دیا تھا۔ کیونکہ وہ بیت المعمور کے طواف کے ذریعہ سے اپنے کو بخشوا چکے تھے۔ حکم خداوندی کے مطابق اس نور کی تعظیم کے لیے جو حضرت آدمؑ کے صلب میں تھا، آدمؑ کے سامنے سربسجود ہو گئے اور کسی نے ذرہ بھر بھی سرتابی نہ کی البتہ شیطان نے سجدہ نہ کیا۔ اس کے دل میں جو بات چھپی ہوئی تھی وہ ظاہر ہو گئی اور وہ جو ارادہ کئے ہوئے تھا۔ اس پر عمل پیرا ہو گیا۔ خداوند عالم نے فرمایا کہ تو نے میرے حکم کی تعمیل سے سرتابی کیوں کی اور تو نے آدمؑ کو سجدہ کیوں نہ کیا، کیا تو اپنے کو عالینؑ یعنی محمدؐ و آلِ محمدؐ جیسا سمجھتا ہے۔ اُس نے کہا یہ بات نہیں ہے۔ بات صرف یہ ہے کہ تو نے اسے مٹی سے بنایا ہے اور مجھے آگ سے پیدا کیا ہے۔ میں چونکہ اس سے بہتر ہوں۔ اس لیے میں نے سجدہ نہیں کیا۔ مورخ طبری کا بیان ہے کہ رُوح پھونکنے کے بعد جنت سے حلّے منگوائے گئے اور انھیں پہنا کر آدمؑ کو ایک تخت پر بٹھایا گیا۔ اس کے بعد فرشتوں کو سجدہ کا حکم دیا گیا۔ (طبری ص ۱۸)

ے کتاب فضائل الشیعہ میں علامہ شیخ صدوق نے ابو سعید خدری کے حوالہ سے تحریر فرمایا ہے کہ وہ ایک دن رسولِ خداؐ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے آکر حضرت رسولِ خدا صلعم سے سوال کیا کہ شیطان کے آدمؑ کو سجدہ نہ کرنے پر خدا نے یہ فرمایا کہ "استکبرت ام کنت من العالین" تو حضور یہ فرمائیں کہ "عالین" کون لوگ ہیں جو ملائکہ وغیرہ سے افضل ہیں۔ رسول کریمؐ نے فرمایا کہ عالین میں ہوں اور علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ و حسینؑ ہیں آدمؑ کے پیدا ہونے سے ہزاروں سال پہلے ہم سراوق عرش میں تسبیح کرتے تھے۔ ملائکہ ہمارے بہت بعد پیدا ہوئے ہیں۔ اور ہم سے انھوں نے تسبیح سیکھی ہے۔ تمام ملائکہ کو آدمؑ کے سجدہ کا حکم تھا لیکن ہمارے لیے نہ تھا، تمام فرشتوں نے سجدہ کیا، مگر شیطان نے نہ کیا۔ اسی پر خدا نے ڈانٹ پلائی اور جھڑک کر کہا ہے کہ کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ تو بھی عالین یعنی پنجتن پاکؑ میں سے ہے۔ جن کے اسماء سراوق عرش میں لکھے ہوئے ہیں۔ (النور المبین فی قصص الانبیاء والمرسلین ص ۴۳ طبع نجف اشرف)۔

ایک روایت میں ہے کہ جب سب کو سجدہ کا حکم دیا گیا تو تمام فرشتوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے اپنے قیام و جود پر بھروسہ کر کے تکبر سے کام لیا تو خدا نے اسے مردود کر دیا اور آدمؑ کو حکم دیا کہ ان فرشتوں کو جا کر اس طرح سلام کرو۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ، چنانچہ آدمؑ نے شکریہ کے طور پر سب کو سلام کیا اور انھوں نے وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ' سے جواب دیا۔ پھر خدا نے آدمؑ سے فرمایا کہ سلام کا یہ طریقہ تم میں اور تمہاری نسل میں قیامت تک جاری رہیگا (النور المبین جزائری ص۴۳) تفسیر بحر المواج میں ہے کہ اس حجت سقیم اور قیاس عقیم کی وجہ سے ابلیس خطائے عظیم کا مرتکب ہو کر راندہ بارگاہ ہو گیا۔ خداوند عالم نے سب سے پہلے اسے اپنی رحمت سے دور فرمایا اور اپنی عنایات سے محروم کیا۔ لباسِ جنت اس سے سلب کر لیا، حسن سے محروم کر کے بدصورتی دے دی اور اس کی شکل ڈراؤنی بنا دی، پھر آسمان سے اتار کر زمین پر پھینکا اور حکم نافذ کر دیا کہ یہ آبادی میں نہ رہنے پائے، سمندروں کے جزیروں میں سکونت اختیار کرے، شیطان نے عتاب کے موقع پر عرض کی۔ مالک میں نے ہمیشہ تیری اطاعت و عبادت کی ہے۔ اب صرف ایک سجدہ نہ کرنے سے مورد عتاب ٹھہرایا گیا ہوں۔ مالک تو مبدار فیاض ہے۔ میری تجھ سے ایک استدعا اور التجا ہے وہ یہ کہ مجھے وقت معلوم تک کی زندگی دے دے۔ ارشاد ہوا جا دے دی۔

شیطان جب رحمتِ خدا سے مطلقاً مایوس ہو چکا اور حیات ابدی کی بھی نوید سن چکا، تو بولا کہ خدایا۔ اب میری یہ بات بھی سن لے کہ میرے ساتھ جو کچھ ہوا ہے اسی آدمؑ کی وجہ سے ہوا ہے اب مجھ سے جو ہو سکے گا اس کے ساتھ بھی کروں گا اور اس کی اولاد کیساتھ بھی۔ اسکی اولاد کو تیرے مخلص بندوں کے علاوہ سب کو بہکا دونگا۔ اور صراطِ مستقیم سے ہٹا دونگا۔ خدا نے فرمایا کہ میں ان کی اولاد کو عقل سے بہرہ ور کر دونگا۔ اور انھیں اچھے برے راستے بتا دوں گا۔ اس کے باوجود اگر انھوں نے تیری پیروی کی تو میں جہنم کو ان سے بھر دونگا (قرآن مجید) اس ارشاد باری میں بنی آدم کے لیے زبردست تنبیہ ہے اور بتا دیا گیا ہے کہ شیطان سے ہوشیار رہیں اور میری عبادت سے غفلت نہ کریں اور میرے کسی قسم کے فرمان کو نظر انداز نہ کریں اور شیطان کے واقعہ سے سبق لے کر جان لیں کہ اگر نافرمانی کی تو جہنم کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔

گیا شیطان مارا ایک سجدہ کے نہ کرنے سے
اگر لاکھوں برس سجدہ میں سر مارا تو کیا مارا

سجدے کی نوعیت

عجائب القصص ص۲۴ میں ہے کہ فرشتوں نے حکم سجدہ کے بارے میں پوری تعمیل کی اور سجدہ میں چلے گئے۔ یہ سجدہ حضرت آدمؑ کو کیا گیا تھا۔ سجدۂ آدم سے فراغت کے بعد پھر وہ جلال باری کی ہیبت سے سجدہ میں گئے اور سو سال پڑے رہے

پانچسو سال سجدے میں پڑے رہے۔ جب سجدہ سے سر اٹھایا تو دیکھا کہ ابلیس سامنے کھڑا ہے۔ اور اس کی شکل بدل دی گئی ہے یعنی اسے ملک کے بجائے دیو کی صورت میں کر دیا گیا ہے، یہ دیکھ کر ملائکہ کمال اطاعت باری اور شکر خداوندی میں پھر سجدہ میں چلے گئے۔ ملائکہ کے انھیں دونوں سجدوں کی وجہ سے نماز کی ہر رکعت میں دو سجدے واجب قرار دیئے گئے ہیں۔

حضرت آدمؑ کو جو سجدہ کیا گیا، اس کے بارے میں علماء فریقین کا فیصلہ ہے کہ وہ سجدۂ تعظیمی تھا تفسیر بیضاوی ص۲۶ میں ہے کہ خداوند عالم نے فرشتوں کو آدمؑ کے سجدہ کا اس لیے حکم دیا۔ کہ وہ فضیلت آدمؑ کے عملاً معترف ہو جائیں اور انھیں یقین ہو جائے کہ ہم نے آدمؑ کے متعلق جو کچھ کہا تھا وہ درست نہ تھا۔ شرعی نقطۂ نظر سے سجدہ دراصل خدا کے لیے تھا، اور آدمؑ کی اس وقت حیثیت قبلہ جیسی تھی۔ یعنی آدمؑ کو سجدۂ تعظیمی و تحیاتی تھا جیسا کہ یوسفؑ کے بھائیوں نے یوسفؑ کا سجدہ مصر میں کیا۔ تفسیر صافی ص۲۷ میں ہے کہ چونکہ حضرت آدمؑ کے صلب میں نور محمدؐ و آل محمدؐ تھا جو یقیناً تمام ملائکہ سے افضل ہیں۔ لہٰذا خدا نے ملائکہ کو حکم سجدہ دے کر ان کی عظمت کو ظاہر کیا یعنی سجدہ جو کیا گیا وہ اسی نور کے لیے تعظیماً و اکراماً اور خدا کے لیے عبودیتاً اور آدمؑ کے لیے طاعتاً تھا۔ یہی کچھ حاشیہ بیضاوی ص۲۵ میں بھی ہے۔ تاریخ طبری میں ہے کہ فرشتوں نے آدمؑ کو سجدہ تعظیمی کیا تھا کیونکہ سجدۂ عبادت خدا کے سوا کسی کو نہیں کیا جا سکتا۔ مثال کے لیے یوں سمجھو کہ آدمؑ کو اس وقت بالکل اسی طرح قبلہ کی حیثیت حاصل تھی جس طرح ہمارے لیے خانہ کعبہ ہے۔ کعبہ کا شرف ظاہر کرنے کے لیے ہماری پیشانیاں کعبہ کی طرف جھکائی جاتی ہیں، آدمؑ کا شرف ظاہر کرنے کے لیے ملائکہ کی پیشانیاں ان کی طرف جھکائی گئیں، عجائب القصص ص۲۴ میں ہے کہ یہ سجدہ، سجدۂ تحیت تھا جو کہ شریعت محمدیہ میں جائز ہے۔ شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی لکھتے ہیں کہ جب حضرت آدمؑ کا خلیفہ ہونا مسلّم ہو چکا تو فرشتوں کو اور ان کے ساتھ جنات کو حکم ہوا کہ حضرت آدمؑ کی طرف سجدہ کریں۔ اور ان کو قبلۂ سجود بنائیں۔ جیسا سلاطین اپنا اوّل ولیعہد مقرر کرتے ہیں پھر ارکان دولت کو نذریں پیش کرنے کا حکم کرتے ہیں تاکہ کسی کو سرتابی کی گنجائش باقی نہ رہے۔ (حاشیہ قرآن ص۸ طبع بجنور)

علم آدم الاسماء کی تفسیر و تشریح

اس کے بعد خلاق عالم نے ان فرشتوں کو محجوج اور قائل کرنے اور ان کی اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لیے کہ وہ خلافت کی صلاحیت رکھتے ہیں اور خلافت ارضی کے آدمؑ سے زیادہ مستحق ہیں۔ انھیں امتحان گاہ میں طلب کر لیا اور اس کے لیے آدمؑ کو پہلے ہی علوم سے بہرہ ور کر دیا۔ کیونکہ وہ خلافت کے لیے بنائے گئے تھے، اور خلافت کی اعلیٰ شرط کمال علمی ہے۔ فرشتوں کو ان علوم سے تعلق نہ تھا

کیونکہ وہ اس مقصد کے لیے پیدا نہیں کئے گئے تھے۔ ان کا کام عبادت کرنا یا جس مقصد کے لیے مامور کر دیئے جائیں وہ ہوتا تھا۔

قرآن مجید میں ہے کہ خداوند عالم نے تمام اسمار آدمؑ کو تعلیم کر دیئے پھر ان کو ملائکہ کے سامنے پیش کر کے کہا کہ ان کے نام بتاؤ۔ اگر تم سچے ہو اور یہ سمجھتے ہو کہ خلافت ارضی کے تم سزاوار اور مستحق ہو، فرشتوں نے عرض کی مالک ہم تو وہی کچھ جانتے ہیں جو تو نے ہم کو بتایا ہے پھر آدمؑ سے فرمایا کہ ان کے نام تم بتاؤ۔ آدمؑ نے فرفر سب کے نام لے دیئے۔ اس طرح آدمؑ کی افضلیت فرشتوں پر ثابت ہو گئی۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت آدمؑ نے دنیا کی ان تمام زبانوں میں اشیاء کے ناموں کو بتایا جو آسمانوں پر رائج تھیں، اور دنیا میں قیامت تک رائج ہوں گی۔ (عجائب القصص)

یہاں یہ امر قابلِ تذکرہ ہے کہ خلاق عالم نے آدمؑ کو جن اسمار کی تعلیم دی یا جو اسمار انھیں بتائے وہ کن چیزوں کے اسمار یعنی نام تھے۔ آیا دنیا کی تمام مخلوقات کے اسمار تھے یا مخصوص لوگوں کے نیز یہ کہ جن کے اشباح فرشتوں کے سامنے پیش کر کے اُن کے اسمار پوچھے گئے اس میں جملہ کائنات کے اشباح ہیں یا مخصوص اشباح پیش کیے تھے۔

تاریخ روضۃ الصفا جلد ا صـ۱ میں ہے کہ خدا نے تمام اسمار بتائے تھے۔ تاریخ طبری جلد ا صـ۱۹ میں ہے کہ ان تمام چیزوں کے نام بتائے تھے جو موسوم تھیں، وہ چاہے زمین ہو یا جواہرات، پانی ہو یا دریا، چوپائے ہوں یا ریگ بیابان۔ کیڑے ہوں یا مکوڑے، چرندے ہوں یا پرندے، بلوں میں رہنے والے ہوں یا بھٹوں میں، درخت ہوں یا میوے، آفتاب ہو یا ماہتاب۔ ستارے ہوں یا رعد و برق، زمین ہو یا آسمان عجائب القصص صـ۲۴ میں ہے کہ بزرگان دین کے تعین اسمار میں بہت سے اقوال ہیں بعض کا کہنا ہے کہ اسمار سے ملائکہ کے اسمار مراد ہیں بعض کہتے ہیں ذریت آدم کے اسمار مراد ہیں بعضوں کا خیال ہے کہ تمام چیزوں کے اسمار مراد ہیں۔ یہی کچھ برادران اسلام کی تقریباً تمام کتابوں میں ہے اور اکثر میں اس کی بھی وضاحت موجود ہے کہ خداوند عالم نے جمیع اشیار عالم کے اسمار آدمؑ کو تعلیم دے کر ان کے مسمیات کو فرشتوں کے سامنے پیش کر کے ان کے نام دریافت فرمائے جیسا کہ عجائب القصص علامہ عبدالواحد حنفی میں ہے بعض علمار نے مسمیات نہیں لکھا۔ بلکہ مسمیات کے اشباح تحریر کیا ہے۔ جیسا کہ بیضاوی میں ہے لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ خلاق عالم نے جمیع کائنات کے اسمار جناب آدمؑ کو سکھا دیئے تھے۔ پھر ان میں سے مخصوص مخلوق کے اشباح پیش فرما کر ان کے نام فرشتوں سے دریافت فرمائے تھے۔ کیونکہ ایسی صورت میں جبکہ بعض اشباح سے امتحان لیا جا سکتا تھا۔

کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ جمیع مسمیات یا ان کے اشباح سامنے لائے گئے ہوں اور قرآن مجید بھی اس کی گواہی نہیں دیتا کہ جمیع مسمیات یا ان کے اشباح پیش کیے گئے تھے۔ کیونکہ آیت میں "ثم عرضھم" میں "ھم" کی ضمیر اور انبیئونی باسماء ھولاء میں ھولاء کی لفظ اور "انبئھم" میں "ھم" کی ضمیر اور "باسماء ھم" میں ھم کی ضمیر اور "فلما انبا ھم" میں "ھم" کی ضمیر۔ یہ چیزیں واضح کر رہی ہیں کہ جن کے اشباح ملائکہ اور پھر آدمؑ کے سامنے لائے گئے۔ وہ ذوی العقول" یعنی صاحبان عقل تھے۔ کیونکہ ھم کا استعمال حسب قاعدہ عرب غیر ذوی العقول کے لیے نہیں ہوسکتا۔ یہ تو کھلی ہوئی بات ہے کہ اگر جملہ مسمیات یا ان کے اشباح ملائکہ کے سامنے پیش کیے گئے ہوتے تو آیت میں "عرضھم" کی جگہ عرضنھا" یا عرضنھن" ہوتا جیسا کہ قاضی بیضاوی نے ایک قرأت کے حوالے سے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

مقصد یہ ہے کہ خلاق عالم نے حضرت آدمؑ کو جمیع کائنات کی جملہ مخلوقات کے اسماء تعلیم کر دیئے تھے۔ جن میں انبیاء، اوصیاء، اولیاء، صالحین، شہداء، فرشتے، جن، آسمان، زمین اور ان میں بسنے والی جملہ مخلوقات، تمام انواع و اجناس، تمام اشیاء و تمام موجودات غرضیکہ جو چیزیں پیدا ہو چکی تھیں۔ ان کے اسماء اور جو قیامت تک پیدا ہونے والی تھیں۔ ان کے اسماء سب ہی شامل تھے۔ جیسا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی حدیث سے واضح ہے وہ فرماتے ہیں کہ تمام چیزوں کے ساتھ یہ چٹائی جس پر میں بیٹھا ہوں یہ بھی شامل ہے۔ پھر حضرات محمدؐ و آل محمدؑ کے اشباح کو ساق عرش پر نمایاں کر کے ملائکہ سے فرمایا کہ ان کے نام بتاؤ جنھیں تم عرصہ دراز سے خود بھی دیکھ رہے ہو۔ ملائکہ نے کہا کہ میرے پالنے والے" لا علم لنا" ہمیں تو ان کے نام معلوم نہیں ہیں۔ ہم تو صرف اتنا ہی جانتے ہیں جتنا تو نے ہمیں بتایا ہے۔ پھر آدمؑ سے فرمایا۔ اے آدمؑ تم ان کے نام بتاؤ۔ جناب آدمؑ نے عرض کی خدایا! یہ محمدؐ ہیں، یہ علیؑ ہیں، یہ فاطمہؑ ہیں یہ حسنؑ ہیں یہ حسینؑ ہیں۔ یہ علیؑ ہیں یہ محمدؑ ہیں، یہ جعفرؑ ہیں یہ موسٰیؑ ہیں، یہ علیؑ ہیں، یہ محمدؑ ہیں یہ علیؑ ہیں یہ حسنؑ ہیں یہ محمدؑ ہیں۔ علامہ شیخ عباس قمی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت آدمؑ نے جب فرشتوں کے سامنے اسماء بیان کیے۔ اس وقت وہ ایک ایسے نور کے منبر پر بیٹھے ہوئے تھے جو بیت المعمور کے دروازہ پر بنا ہوا ہے۔ یہ وہی منبر ہے جس پر راحیل فرشتے نے بیٹھ کر حضرت فاطمہؑ کا نکاح حضرت علیؑ کے ساتھ پڑھا ہے۔ (سفینۃ البحار جلد ۲ صفحہ ۵۶۸) اس مقصد کے لیے آئمہ اہل بیتؑ کی کثیر روایات موجود ہیں۔ حیات القلوب جلد ۱ صفحہ ۲۴ میں ہے کہ امام علیہ السلام نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ خداوند عالم نے آدمؑ کو تمام چیزوں کے اسماء تعلیم کر دیئے تھے جن میں محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ اور آئمہ طاہرینؑ، انبیاء کرام، بزرگان دین شیعیان امیر المومنینؑ

وغیرہم کے اسما بھی شامل تھے۔ "ثم عرضھم علی الملائکۃ" یعنی پس عرض کرد محمدؐ و علیؑ و آئمہ رابر ملائکہ یعنی عرض کرد اشباح ایشاں راکہ نور سے چند بودند در عالم ارواح" پھر ان لوگوں یعنی محمد و علی و آئمہ علیہم السّلام کے اشباح کو جو عالمِ ارواح میں نور کی صورت میں تھے۔ ملائکہ کے سامنے پیش کیا الخ۔ علامہ نعمت اللہ الجزائری حضرت امام حسین علیہ السّلام کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ انھوں نے یوم عاشورا ایک جگہ مقامِ فضیلت میں ارشاد فرمایا ہے کہ خُداوندِ عالم نے آدمؑ کو پیدا کر کے انھیں اسما کی تعلیم سے بہرہ ور کیا، اور ملائکہ کے سامنے ہمارے اشباح پیش کر کے ہمارے نام دریافت کیے۔ ملائکہ بتانے سے عاجز رہے اور آدمؑ نے بتادیا۔ ہم صلبِ آدمؑ میں نور کی صورت میں تھے اور ہمارے نور سے آسمان، عرش و کرسی اور جنت وغیرہ روشن تھے۔ حالانکہ ہم پُشتِ آدمؑ میں تھے۔ ہمارے ہی نور کی وجہ سے آدمؑ کو سجدہ کرایا گیا۔ امام زین العابدین علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ جنابِ آدمؑ نے سطحِ عرش پر نگاہ کی تو ہمارے نور کے اشباح کو چمکتے ہوئے دیکھا۔ پوچھا میرے پالنے والے یہ کون لوگ ہیں۔ ارشاد ہوا یہ میری مخلوقات میں سب سے افضل اور اعلیٰ ہیں۔ پھر خدا نے ان کے اسما آدمؑ کو بتائے، اور یہ بھی فرمادیا کہ میری رحمت اور میرے غضب، میرے ثواب اور میرے عذاب سب کا تعلق انھیں لوگوں سے ہے انھیں کے لیے ساری کائنات پیدا کی ہے۔ اگر یہ نہ ہوتے تو میں نہ تم کو پیدا کرتا اور نہ کائنات کی خلقت کو عملی جامہ پہناتا۔ اے آدمؑ میں نے قسم کھائی ہے کہ جو سائل ان کا واسطہ دے کر مجھ سے مانگے اور دُعا کرے گا۔ اُسے کبھی محروم نہ کروں گا اور جو ان کے ذریعہ سے شفاعت چاہے گا اُسے ضرور بخشوں گا۔ اے آدمؑ خیال رکھنا۔ جب تم کسی مصیبت میں پھنس جانا تو انھیں کے توسّل سے میری بارگاہ میں عرضداشت پیش کرنا۔ (النور المبین جزائری ص۱۴۵) ایک روایت میں ہے کہ جب آدمؑ نے نورِ محمدیؐ کی چمک عالمِ بالا میں پھیلی ہوئی دیکھی تو خداوندِ عالم سے درخواست کی کہ اس نور کو جو میری پُشت میں ہے مجھے دکھا دے، خداوندِ عالم نے اس نورِ اقدس کو تھوڑی دیر کے لیے آدمؑ کے داہنے ہاتھ کی انگلیوں میں اُتار دیا اور انھوں نے زیارت کر لی۔

تاریخ طبری میں ہے کہ جب آدمؑ نے فرشتوں کے روبرو نام بیان کر دیئے، تو فرشتے حیران رہ گئے اور انھوں نے اس کا اعتراف کیا کہ فضیلت علم و حکمت سے ہے نہ اصل اور جوہر سے۔

علّامہ قاضی بیضاوی اپنی تفسیر کے ص۲۰ میں لکھتے ہیں کہ آدمؑ اور فرشتوں کی بحث میں یہ بات واضح ہوگئی کہ علم کو عبادت پر فضیلت حاصل ہے۔ وانہ مشروط فی الخلافۃ بل العمدۃ فیھا خلافت کے لیے بہترین اور اہم شرط علم ہے، آدمؑ اسی لیے افضل قرار پائے کہ وہ فرشتوں سے اعلم تھے۔

علامہ شبیر احمد عثمانی اور شیخ الہند محمد حسن بخنوری لکھتے ہیں کہ "اس سے علم کی فضیلت عبادت پر ثابت ہوئی۔ دیکھیے عبادت میں ملائکہ اس قدر بڑھے ہوئے ہیں کہ "معصوم" مگر علم میں چونکہ انسان سے کم ہیں۔ اس لیے مرتبۂ خلافت انسان کو عطا ہوا اور ملائکہ نے بھی اس کو تسلیم کرلیا اور ہونا بھی یونہی چاہیے کیونکہ عبادت تو خاصۂ مخلوقات ہے صفت خدا نہیں ہے البتہ علم خدا کی صفت اعلیٰ ہے۔ اس لیے قابل خلافت یہی ہوئے۔ کیونکہ ہر خلیفہ میں اپنے مستخلف عنہ، کا کمال ہونا ضروری ہے۔ (حاشیۂ قرآن مجید مترجم شیخ الہند ص۸) اس سے معلوم ہوا کہ نبی کا خلیفہ صرف وہی ہو سکتا ہے جو نبی کے صفات کا حامل ہو۔

حضرت آدمؑ کا جنت میں داخلہ

مورخین کا بیان ہے کہ جب آدمؑ کو سجدہ کیا جا چکا۔ اور وہ امتحان میں بھی کامیابی حاصل کر چکے تو انھیں جنت میں داخل کر دیا گیا۔

علامہ عبدالواحد اپنی کتاب عجائب القصص میں لکھتے ہیں کہ جب خداوند عالم نے فرشتوں کو سجدہ کا حکم دیا تھا تو سب سے پہلے جبرئیلؑ نے پھر میکائیلؑ نے، پھر اسرافیل نے، پھر عزرائیل نے سجدہ کیا تھا۔ ان چار فرشتوں کے بعد جملہ ملائکہ نے تعمیل ارشادِ خداوندی کی تھی، اسی بنار پر خداوند عالم نے انھیں خصوصی اعزاز سے سرفراز فرمایا تھا۔ جناب جبرئیل کو امین وحی قرار دیا۔ جناب میکائیل کو کلید ارزاق عنایت کی۔ جناب اسرافیل کو نفخ صور کا امین قرار دیا۔ جناب عزرائیلؑ کو "وصل الحبیب الی الحبیب" کا ضامن بنایا اور ان کے سمیت جملہ فرشتوں کو عصمت ابدی عطا کر دی، پھر جناب آدمؑ کے امتحان کے بعد جنت دنیا میں داخلہ کا بندوبست فرمایا گیا اور اس کے لیے یہ انتظام کیا گیا کہ جنت سے ایک تخت لایا گیا اور نہایت اچھے لباس میں ملبوس کر کے انھیں تخت پر بٹھایا گیا اور بے شمار فرشتوں کو حکم دیا گیا کہ اس تخت کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر جنت میں لے جائیں۔ امام ثعلبی کا بیان ہے کہ جنت میں داخلہ سے پہلے یہ حکم دیا گیا کہ انھیں میرے آسمانوں کی پہلے سیر کراؤ۔ اس کے بعد جنت میں لے جاؤ۔ چنانچہ فرشتوں نے آسمانوں کی سیر کے بعد انھیں جنت میں داخل کر دیا۔ (عرائس ص۶۷)

جب آدمؑ جنت میں سکونت اختیار کرنے کے بعد ایک ہمنشیں کے خواہش مند ہوئے۔ اسی دوران میں انھیں نیند آگئی، یہ محو خواب تھے کہ خلاق عالم نے ان کی بچی ہوئی مٹی سے جناب حوا کو پیدا کر کے ان کے دونوں پیروں کے درمیان فروکش کر دیا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ آدمؑ کے دونوں پیروں کے درمیان حوا کو اس لیے جنم دیا گیا کہ عورتیں مردوں کے تابع رہیں۔

حضرت آدمؑ جب خواب سے بیدار ہوئے اور انھوں نے اپنے جنس کی ایک ایسی مخلوق کو جو ان سے زیادہ خوب صورت اور نازک اندام تھی۔ اپنے قریب پایا تو پوچھا کہ تو کون ہے؟ حوا نے

کہا، میں تمھاری دلبستگی اور ہم نشینی کے لیے پیدا کی گئی ہوں۔ یہ سن کر حضرت آدمؑ خوش و مسرور ہو گئے اور سجدۂ شکر بجا لا کر ان کی طرف ہاتھ بڑھانے لگے۔ فرشتوں نے کہا کہ عجلت نہ کریں ذرا اس وقت تک انتظار کریں جب تک عقد مناکحت نہ ہو جائے، چنانچہ بروایت روضۃ الصفا خلاقِ عالم نے خود نکاح کا خطبہ پڑھا اور اپنی تسبیح و تہلیل و تقدیس کو مہر قرار دیا۔ عرائس ثعلبی میں ہے کہ درود شریف کو مہر قرار دیا گیا تھا۔ عجائب القصص میں ہے کہ نکاح کے وقت حضرت آدمؑ کو کرسی زرنگار پر بٹھایا گیا اور ملائکہ کی موجودگی میں خالقِ کائنات نے عقد پڑھا جس کے خطبہ میں اپنی عظمت اور اپنے حبیب کی شان بیان فرمائی۔ ارشاد الطالبین اخوند درویزہ کے ص۱۸۷ میں ہے کہ جب نکاح ہو چکا تو فرشتوں نے زر و جواہرات اور پھول ان کے اوپر نچھاور کیے اور بڑی خوشی منائی۔ حضرت آدمؑ بھی بے انتہا مسرور ہوئے۔ یہ دیکھ کر خداوند عالم نے فرمایا "آدم ھذا عیدك و عید اولادك الی یوم القیامۃ" اے آدمؑ یہ شادی کا موقع تمھارے لیے اور تمھاری اولاد کے لیے خوشی کی نوید قیامت تک کے لیے قرار دے دی گئی۔

نکاح کے بعد دونوں میاں بیوی نہایت پرسکون زندگی بسر کر رہے تھے اور کسی قسم کا ان کو غم نہ تھا۔ کیونکہ خداوندِ عالم نے فرما دیا تھا کہ بے غم ہو کر آرام سے رہو۔ صرف یہ خیال رکھنا کہ تم دونوں اس درخت کے قریب نہ جانا اور شیطان سے ہوشیار رہنا۔ کیونکہ وہ تم لوگوں کا شدید ترین دشمن ہے۔ مجھے یقین ہے کہ حضرت آدمؑ جب جنت میں داخل ہونے لگے ہوں گے اور ان کی نگاہ جنت کے دروازے پر پڑی ہوگی تو خوش ہو گئے ہوں گے۔ کیونکہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ "مکتوب علی بابِ الجنۃ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی اخ رسول اللہ"۔ جنت کے دروازہ پہ لکھا ہوا ہے کہ اللہ ایک ہے، محمدؐ اس کے رسول ہیں اور علیؑ ان کے بھائی ہیں"۔ (کوکب دری ص۹۱)

اور ایسی صورت میں جبکہ دورانِ قیامِ جنت میں ہر وقت اُن کے کانوں میں علی علیؑ کی آواز آتی رہی ہوگی ان کی مسرت اور تسلی کی کیا انتہا ہو سکتی ہے۔ کیونکہ جنت میں داخل کرنے سے پہلے انھیں بتایا جا چکا تھا کہ یہی تمھاری ہر مشکل میں کام آنے والے ہیں جب تم پر کوئی مصیبت آن پڑے تو ان کے ذریعہ سے اُسے دُور کرنے کی سعی کرنا (النور المبین جزائری) حضرت رسولِ خدا نے جنت میں علیؑ علیؑ کی آواز کے متعلق فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ نے بہشت کے دروازے کا حلقہ یاقوت سرخ کا بنایا ہے اور اسے سونے کے پتروں پر لگایا ہے۔ اذا دقت الحلقۃ علی الباب جنت وقالت یا علی یا علی"۔ جب اس حلقہ کو کھٹکھٹایا جاتا ہے، تو وہ اپنی آواز میں یا علیؑ یا علیؑ کہتا ہے۔ (کوکب دری ص۱۰۳ بحوالہ مناقب خطیب)

مورخ طبری کا بیان ہے کہ جنابِ حوا جنت سے باہر پیدا ہوئی تھیں لیکن میرے نزدیک

درست یہی ہے کہ وہ جنت میں ہی پیدا ہوئی تھیں اور قرآن مجید میں جو آیتیں ایسی ہیں جن میں دونوں کا ذکر ہے وہ ان کی جنت میں پیدائش کے بعد ہی کی ہیں، غرضیکہ دونوں آرام اور چین کی زندگی بسر کر رہے تھے اور ان کا دشمن ان کی تاک میں لگا ہوا تھا۔

حضرت آدمؑ و حوّا اور سیر جنّت

مورّخین و محدثین کا بیان ہے کہ جب آدمؑ کو سجدہ کیا جا چکا تو خدا نے فرشتوں کو حکم دیا کہ ان کا تخت اپنے کندھوں پر اٹھا کر میرے آسمانوں کی سیر کراؤ۔ جب وہ سیر کرا چکے تو بروایت ثعلبی ان کے لیے مشک اذفر کا ایک پر دار گھوڑا پیدا کیا گیا جس کا نام "میمون" تھا۔ اس کے پر موتیوں اور جواہرات کے تھے۔ اسکی لگام جبرئیل تھامے ہوئے تھے۔ اس کے داہنی طرف میکائیل اور بائیں جانب اسرافیل تھے۔ ان فرشتوں کو حکم تھا کہ آدمؑ کو میرے آسمانوں کے تمام گوشے دکھلا دو۔ اور آدمؑ کو حکم تھا کہ میرے آسمانوں کے جن جن گوشوں میں فرشتے ہیں سب کو ملو اور سب کو سلام کرو چنانچہ جناب آدمؑ نے سب کو "السّلامُ علیکم" کہہ کر سلام کیا اور سب نے وعلیکم السّلام سے جواب دیا۔ امام ثعلبی کا بیان ہے کہ آدمؑ سیر آسمان کر رہے تھے اور ملائکہ سے ملاقات میں مصروف تھے اور نور محمد مصطفےٰ صلعم اُن کی پیشانی میں چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ (عرائس ثعلبی ص۱۷) اس کے بعد بحکم خداوند عالم حضرت آدمؑ فرشتوں کے کندھوں پر سوار جنّت میں داخل ہوئے۔ علامہ ابوالقاسم لکھتے ہیں کہ جنت میں پہنچنے کے بعد جب جناب حوّاؑ کی تخلیق ہوئی اور اس کے بعد باہمی تزویج ہو چکی تو خداوند عالم نے جبرئیلؑ کو حکم دیا کہ ان دونوں کو جنّت کی سیر کرائیں اور بہشت کے بہترین مقامات دکھائیں۔ چنانچہ حضرت جبرئیلؑ ان کو لے کر روانہ ہوئے۔ جناب آدمؑ و حوّاؑ جنّت کی آئینہ دار اور روشن دیواروں میں اپنی حسین و جمیل شکلیں بار بار دیکھ کر یہ سوچنے لگے کہ خدا نے ہم سے بہتر اور ہم سے حسین و جمیل کسی کو پیدا نہیں کیا یہی کچھ سوچتے ہوئے جا رہے تھے کہ ناگاہ ان کی نظریں ایک ایسے عظیم الشّان قصر پر پڑیں کہ جس کے کنگرے زمرد سبز کے تھے۔ جب اُس کے اندر گئے تو اُن کی آنکھیں کھل گئیں۔ دیکھا یاقوت احمر کا ایک تخت ہے اور اُس پر ایک نور کا قبہ بنا ہوا ہے اور اس تخت پر ایک نہایت ہی بہترین دختر بلند اختر جلوہ فرما ہے اور اس کے سر پر ایک شاندار تاج اور کانوں میں یاقوت سبز و سرخ کے دو بہترین گوشوارے ہیں اور گلے میں نور روشن کا گلوبند ہے یہ دیکھ کر انگشت بدنداں ہو گئے اور بارگاہِ احدیت میں عرض پرداز ہوئے میرے مالک یہ کون محترمہ ہیں۔ جواب ملا، یہ محمد مصطفےٰؐ کی دختر بلند اختر، میری کنیز خاص "فاطمہ زہراؑ" ہیں، اور اے آدمؑ و حوّاؑ سنو۔ اِس کے سر پر جو تاج ہے اس سے محمدؐ اور دونوں گوشواروں سے اس کے

فرزند حسنؑ و حسینؑ اور قلادۂ گردن سے علیؑ بن ابی طالب مُراد ہیں۔ اس کے بعد آدمؑ نے اپنا سر اُٹھا کر جو نظر کی تو پانچ دروازے نظر آئے۔ پہلے دروازے پر انا المحمود وھذا محمدؐ دوسرے دروازے پر "انا الاعلیٰ وھذا علیؑ"۔ اور تیسرے دروازے پر انا الفاطر وھذہ فاطمہؑ اور چوتھے دروازے پر انا المحسن وھذا حسنؑ اور پانچویں دروازے پر منی الاحسان وھذا حُسینؑ لکھا ہُوا دکھائی دیا۔ جبریلؑ نے کہا اے آدمؑ ان ناموں کو ذرا عقل و ہوش سے یاد رکھنا۔ کیونکہ ایک وُہ دن بھی آنے والا ہے کہ جس میں یہ اسمار تمہارے کام آئیں گے۔ (لوامع التنزیل جلد ا ص۲۱۶ بحوالہ معارج النبوت فصل ۲ باب ۱)

مجالس المتقین علامہ برخانی اور کشف الغرائب والاسرار کے ص۲۲۲ میں ہے کہ آدمؑ نے جس قصر کی سیر کی وُہ ایک سفید موتی کا بنا ہوا تھا۔ جب آدمؑ اس قصر میں جانے کے خواہش مند ہُوئے تو جبرئیلؑ نے کہا کہ اس قصر کا دروازہ مجھے معلوم نہیں۔ مَیں تو صرف اتنا جانتا ہوں کہ تیس ہزار سال کے بعد ایک ستارہ طالع ہوتا ہے اور اس قصر کا طواف کر کے نظروں سے غائب ہوجاتا ہے اور میں نے تیس ہزار ہی مرتبہ اسے طواف کرتے ہُوئے دیکھا ہے۔ پھر آدمؑ کی خواہش پر جبرئیلؑ نے جنابِ احدیت سے اِستدعا کی اور اُس کا دروازہ رُونما ہوا۔ جب ان لوگوں نے اندر جا کر تختِ نور پر ایک عظیم الشان شبیہہ و تصویر دیکھی۔ اور دیکھا کہ اُس کے سر پہ ایک زرّیں تاج اور اور گلے میں نورِی گلوبند اور کانوں میں سبز و سُرخ یاقوت کے گوشوارے ہیں اور ایک لاکھ حُوریں اُس کے گرد چکر لگا رہی ہیں۔ تو پُوچھا کہ اے جبرئیلؑ یہ کون معظمہ ہیں؟ جبرئیلؑ نے عرض کی کہ یہ محمدؐ مصطفےٰ صلعم کی بیٹی ہیں اور ان کا نامؑ فاطمہ زہرؑا" ہے۔ ان کے سر پر جو تاج ہے اس سے اُن کے پدرِ بزرگوار اور طوق گلو سے ان کے شوہر علیؑ بن ابی طالب اور دونوں گوشواروں سے ان کے فرزندانِ حسنؑ و حسینؑ مراد ہیں۔ آدمؑ نے پوچھا کہ ان دونوں گوشواروں کے رنگ میں فرق کیوں ہے، جبرئیلؑ نے کہا کہ سبز رنگ سے زہر کی طرف اور سُرخ رنگ سے خُون کی طرف اشارہ ہے۔ اے آدمؑ ان کے دونوں فرزند اسلام کے لیے شہید کئے جائیں گے۔ ایک کو زہر دیا جائیگا اور دُوسرے کو کربلا کے تپتے ہُوئے بَن میں تین دن کا بُھوکا اور پیاسا شہید کیا جائیگا۔ یہ سُن کر حضرت آدمؑ رونے لگے، اور روتے روتے بیہوش ہوگئے۔ پھر انھیں فرشتے ہوش میں لائے۔ الخ

غالباً حضرتِ آدمؑ نے اپنے بیٹے ہابیل کے مرثیہ میں مندرجہ ذیل شعر سے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے ؎

وجلت شعلۃ لھا رنین	لھا بلھا و قابلھا یصیح
لقتل ابن النبی بغیر جرم	فقلبی عند قتلہ جریح

(ریاض الجنان ص۱۹۶) طبع مصر

حضرت آدمؑ و حوّا کی جنّت میں سکونت اور شیطان کی ریشہ دوانی

مؤرخین کا بیان ہے کہ خلاق عالم نے آدمؑ و حوّا کو جنّت میں آرام سے رہنے کا حکم دے دیا۔ اور یہ بڑے چین کے ساتھ ایام گزارنے لگے اور شیطان چونکہ مردود ہو چکا تھا اور جنّت سے نکالا جا چکا تھا اور اُسے یہ معلوم تھا ہی کہ آدمؑ جنّت میں ہیں۔ لہٰذا اُس نے اپنے بغض و حسد کے تحت جو اُسے آدمؑ سے تھا، یہ سعی شروع کر دی کہ کسی طرح جنّت میں داخل ہو کر انھیں جنّت سے خارج کر دے۔ اِس مقصد کے لیے وُہ یہ چال چلا کہ سب سے پہلے جنّت کے دروازے کے قریب مصلائے عبادت بچھا دیا اور اُس پر سو سال تک عبادت کرتا رہا۔ جب جنّت کے دربانوں پہ اپنی عبادت کا اثر جما چکا تو ایک دن طاؤس (مور) کے پاس گیا جو جنّت کا خازن تھا۔ اور بروایت روضۃ الصفا، یہ کہا کہ ہم تم پہلے سے ایک دوسرے پر عطوفت و مہربانی کرتے چلے آئے ہیں۔ اب مجھے تیری امداد کی ضرورت پڑ گئی ہے۔ براہِ کرم میری گزارش مان لے اور مجھے اپنے پَروں میں چھپا کے جنّت میں داخل کر دے تاکہ میں اپنے دیرینہ دشمن آدمؑ کو یہاں سے نکلوا کر سکون کی سانس لے سکوں، طاؤس نے جواب دیا کہ میں ایسا نہیں کر سکتا۔ کیونکہ رضوان جنّت مجھ پر نگران ہے، اگر اُسے معلوم ہو گیا تو میری خیر نہ ہو گی، میں تو معذور ہوں البتہ تم کو ایک ایسے کارآمد کارندے کی طرف بھیجے دیتا ہوں جو تمھیں کامیابی کی منزل تک پہنچا دے گا۔ اُس نے کہا مجھے تو کام سے کام ہے۔ وہ کسی ذریعہ سے ہو جائے۔ اس کے بعد شیطان کو سانپ تک پہنچا دیا اور اُسے حالات سے آگاہ کر دیا۔ شیطان نے سانپ پر اپنی افسوں گری میں کامیابی حاصل کر لی، اور اُس سے کہا کہ اپنا منہ کھول دو۔ تاکہ میں تمھارے مُنہ میں بیٹھ کر داخلِ جنّت ہو جاؤں۔ سانپ نے ایسا ہی کیا اور شیطان جنّت میں پہنچ گیا۔

علامہ عبدالواحد اس مقام پر لکھتے ہیں کہ شیطان نے طاؤس اور مار دونوں کو خوبصورت مار دی اور انھیں بہکا کر آدمؑ و حوّا کو مار کھلا دی۔ وہ بحوالہ معارج النبوت لکھتے ہیں کہ جب خداوند عالم نے حضرت آدمؑ و حوّا میں عیش و عشرت سے زندگی بسر کرنے کا انتظام فرما دیا۔ تو یہ دونوں اطمینان سے ایام گذار رہے تھے، ابلیس جسے جنّت سے نکالا جا چکا تھا۔ اور اس کے جنّت میں داخلہ کی ممانعت کی جا چکی تھی۔ اُسے اِس امر کی فکر لاحق ہوئی کہ کسی طرح جنّت میں جا کر آدمؑ کو وہاں سے بے دخل کراؤں اور مشیّت ایزدی اور آدمؑ و حوّا کے درمیان سنگِ تفرقہ، ڈال کر آدمؑ کو تباہ و برباد کر دوں۔ چنانچہ وُہ یہ معلوم کر کے کہ آدمؑ کو تمام جنّت کے میوے استعمال کرنے کی اجازت ہے۔ لیکن ایک درخت کے قریب بھی پھٹکنے کی اجازت

نہیں ہے۔ فوراً زمین سے اُڑا اور آسمان پر پہنچا۔ وہاں پہنچکر اُس نے درِ جنت کے قریب اپنا بوریہ بچھا دیا، اور اِس انتظار میں رہا کہ جنت سے کوئی نکلے تو میں داخل ہونے کی سبیل پیدا کروں عرصہ دراز کے بعد، مور نکلا جو کہ خازنِ بہشت تھا، شیطان نے اُس سے پوچھا کہ تو کون ہے اُس نے کہا کہ میں طاؤس ہوں، پھر مور نے پوچھا کہ تو کون ہے؟ شیطان نے کہا کہ میں ایک ملک ہوں اور خدا کا عظیم ترین عبادت گزار ہوں، اس کی عبادت سے ایک لمحہ بھی غافل نہیں ہوں مجھے معلوم ہے کہ جنت میں نیک بندوں کے لیے اچھی چیزیں فراہم ہیں۔ اب میں چاہتا ہوں کہ اندر جا کر ان چیزوں کو دیکھ لوں تاکہ عبادت کے مدارج اور بلند ہو جائیں۔ طاؤس نے کہا کہ میرے لائق کیا خدمت ہے۔ اس نے کہا خدمت کا سوال نہیں ہیں تو تم سے یہ کہتا ہوں کہ تم مجھ سے تین کلمات سیکھ لو تاکہ پیری سے بچو اور بیماری سے محفوظ رہو۔ اور ہمیشہ ہمیشہ بہشت میں رہو، صرف شرط یہ ہے کہ مجھے کسی طرح جنت میں پہنچا دو، طاؤس نے کہا کہ اے ملک کیا تو یہ صحیح کہتا ہے۔ اس نے کہا کہ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جو کچھ کہہ رہا ہوں بالکل درست ہے طاؤس نے کہا کہ میرے پاس تو کوئی ایسی جگہ نہیں جس میں چھپا کر میں تجھے داخلِ جنت کردوں البتہ میرا ایک دوست "سانپ" ہے۔ اُمید ہے کہ وہ تجھے منزلِ مقصود تک پہنچا دے گا۔ یہ کہہ کر طاؤس، سانپ کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ مجھے ایک بہت اچھا رفیق مل گیا ہے جو ہم لوگوں کی جوانی کی برقراری اور جنت میں ہمیشہ کے لیے استقراری کی ضمانت کرتا ہے لیکن وہ صرف یہ بات کہتا ہے کہ اسے جنت میں پہنچا دیا جائے، سانپ یہ سن کر بہت خوش ہوا، اور شیطان کے استقبال کے لیے روانہ ہو گیا، دونوں میں ملاقات ہوئی شیطان نے اسے تمام باتیں سمجھائیں اور اُسے اس بات پر راضی کر لیا کہ وہ اپنے منہ میں اسے بٹھا کر داخل کر دے چنانچہ شیطان سانپ کے منہ میں بیٹھ کر جنت کے دروازے کو پار کرنے لگا۔ تو خازنِ بہشت نے بڑھ کر اس پر ہاتھ ڈالنا چاہا۔ خطابِ باری ہوا کہ "رو کو مت جانے دو" عرائس ثعلبی میں ہے کہ جب ابلیس نے حضرت آدمؑ کے جنت میں جانے کو سنا تو جل بھن گیا، اور کہنے لگا کہ افسوس میں نے کس شد و مد سے عبادت کی اور ہزاروں سال کی لیکن مجھے جنت میں نہ جانے دیا گیا، اور یہ ایک نئی مخلوق جو ابھی کل پیدا ہوئی ہے جنت میں جا داخل ہوئی، تو سہی کہ میں اسے جنت سے نکال باہر نہ کروں۔ یہ کہہ کر جنت کے دروازے پر مصلے ڈال بیٹھا اور تین سو سال تک عبادت کرتا رہا یہاں تک کہ عبادت گزاری کی شہرت ہو گئی اور لوگوں کی زبان پر اس کا تذکرہ آنے لگا اس کا یہ طریقہ محض اس مکر کے لیے تھا کہ کسی طرح حضرت آدمؑ تک پہنچنے کا راستہ پیدا ہو سکے، وہ اسی فکر میں تین سو سال تک جنت کے اندر سے کسی کے آنے کا انتظار کرتا رہا۔ اس کا خیال تھا

کہ کوئی آنے جانے والا ملے تو جنّت میں جانے کی سبیل پیدا کروں۔ خداوندِ عالم جسے اس کے مکّر کا حال معلوم تھا۔ اس نے ایک عرصہ تک جنّت میں آنے جانے والوں کی بندش کر دی۔ بالآخر ایک عرصہ کے بعد "طاؤس" نکلا جو جنّت کے طائروں کا سردار تھا جب ابلیس نے اسے دیکھا تو وُہ بولا اے بہترین مخلوق "مَنْ انت" تو کون ہے اور تیرا کیا نام ہے۔ میں نے تو تجھ سے زیادہ خوب صورت مخلوق آج تک نہیں دیکھی، اس نے کہا کہ میں جنّت کا ایک طائر ہوں اور میرا نام "طاؤس" مور ہے۔ یہ سُن کر ابلیس ڈھاڑیں مار کر رونے لگا، طاؤس نے پوچھا کہ تیرا کیا نام ہے اور کیوں روتا ہے؟ اس نے کہا کہ میں کروبین میں سے ایک ملک ہوں، میں اس بات پر رو رہا ہوں کہ عنقریب تیرا یہ حسن و جمال تجھ سے چھین لیا جائے گا۔ طاؤس نے کہا کہ یہ کیا کہتا ہے؟ کیا واقعاً میرا حسُن و جمال سلب کر لیا جائے گا۔ اس نے کہا بیشک جو کہتا ہوں اُسے مان لے، بالکل غلط نہیں کہتا اور سُن صرف تیرا حسُن و جمال ہی نہیں جائے گا۔ بلکہ سوائے اس مخلوق کے جو "شجرِ خلد" سے دانے کھا لے سب بوڑھے ہو کر اپنا حسُن و جمال کھو بیٹھیں گے اور جنّت سے نکال دیئے جائیں گے۔ طاؤس یہ سُن کر چونک پڑا اور پوچھنے لگا، "این تلک الشجرۃ" وہ شجرۃ الخُلد کہاں ہے، شیطان نے کہا، وُہ جنّت کے اندر ہے، طاؤس نے کہا وہاں تک ہمیں کون پہنچا سکتا ہے۔ شیطان نے کہا کہ میں پہنچا سکتا ہوں۔ تو اگر مجھے جنّت میں داخل کر دے تو میں تجھے "شجرِ خلد" تک پہنچا دُوں گا، طاؤس نے کہا کہ بھئی میں تمھیں جنّت تک کیونکر لے جا سکتا ہُوں جبکہ "رضوان" ہمارے راستے میں حائل ہے۔ اس کی اجازت کے بغیر نہ کوئی اندر جا سکتا ہے اور نہ باہر آ سکتا ہے، البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ میں تجھے ایک ایسی مخلوق تک پہنچا دوں جو خلیفۃ اللہ آدمؑ، کا خدمتگار ہے، شیطان نے پوچھا کہ اس کا کیا نام ہے۔ طاؤس نے کہا کہ اسے "مار" یعنی سانپ کہتے ہیں، شیطان نے کہا کہ بھئی دیر نہ لگاؤ اور جلدی کرو شاید میں اپنے مقصد میں اس کے ذریعہ سے کامیاب ہو سکوں۔ یہ سُن کر طاؤس، سانپ کے پاس پہنچا اور اس سے سب ماجرا کہہ سُنایا اور ابلیس کی بلند حیثیت کی وضاحت کی اور کہا کہ میں نے اسے مُدتوں بابِ جنّت پر عبادت کرتے ہوئے دیکھا ہے، بھئی اگر کچھ کر سکتا ہے تو موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دے اور کوئی ایسا راستہ نکال دے کہ وہ جنّت میں داخل ہو کر "شجرۃ الخُلد" تک پہنچا دے اور ہم لوگ اس کا پھل کھا کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جوان بن جائیں، یہ سُننا تھا کہ سانپ بڑی تیزی سے شیطان کی طرف بڑھا، اور اس کے پاس پہنچ گیا، شیطان نے سانپ سے وہی کچھ کہا جو طاؤس سے کہہ چکا تھا اور وُہی پٹی پڑھائی جو طاؤس کو پڑھا چکا تھا، سانپ نے در جواب کہا، کہ یہ بہت مشکل ہے کہ میں تجھے جنّت میں داخل کر سکوں۔ کیونکہ "رضوان" ہر وقت لبِ باب

ڈٹا رہتا ہے، شیطان نے کہا کہ میں تجھے بتاتا ہوں یُن صورت یہ ہے کہ میں ہوا بن جاؤں اور تُو مجھے دُو دانتوں کے درمیان میں بیٹھا کر مُنہ بند کر کے لے اڑ۔ سانپ نے کہا بہت بہتر ہے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، شیطان ہوا بنا سانپ نے مُنہ کھولا، یہ اُس کے منہ میں جا بیٹھا۔ سانپ اُسے لے کر جنت میں داخل ہوگیا۔ وہاں پہنچکر شیطان نے سانپ کو "شجرۃ الخلد" دکھا کر رخصت کر دیا، یہ وہی شجر تھا جس کے قریب بھی پھٹکنے کی آدمؑ کو اجازت نہ تھی۔ سانپ کے چلے جانے کے بعد شیطان اُس مقام پر پہنچا جس جگہ آدمؑ و حوّا فروکش تھے اور ان کے سامنے جا کر بیٹھ گیا۔ ان دونوں کو یہ معلوم نہ تھا کہ ابلیس یہی ہے، شیطان نے اُن کے سامنے بیٹھ کر رونا شروع کیا اور اس درد کے ساتھ رویا کہ آدمؑ اور حوّا بھی رونے لگے، پھر آدمؑ نے پُوچھا تو کیوں روتا ہے؟ اُس نے کہا میں تم پر رو رہا ہوں۔ مجھے اِس کا افسوس ہے کہ تم دونوں عنقریب مر جاؤ گے اور منتفرق ہو جاؤ گے اور تمہارا یہ جاہ و حشم تباہ و برباد ہو جائے گا۔ یہ سُن کر اُن کے دل میں یہ بات گھر کر گئی اور دونوں سخت غمگین ہو گئے "دیکھی ابلیس دشمنی" یہ دیکھ کر پھر رویا اور اُٹھ کر چلا گیا۔ پھر تھوڑے عرصہ کے بعد آیا اور کہنے لگا، اے آدمؑ اگر تم چاہو تو میں تمہیں "شجرۃ الخلد" تک پہنچا دُوں اور ایسے ملک کی طرف رہبری کر دُوں کہ جو کبھی پرانا نہ ہو سکے، آدمؑ نے کہا بہتر ہے، شیطان نے کہا کہ ایسا کرو، کہ شجرۃ الخلد سے کچھ کھا لو۔ آدمؑ نے کہا کہ خدا نے اس سے تو ہمیں منع فرمایا ہے شیطان نے کہا کہ تم سمجھے نہیں ہو، خدا کا مطلب یہ ہے کہ اگر اس میں سے کچھ کھا لوگے تو یا تو ملک بن جاؤ گے یا ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہو جاؤ گے۔ آدمؑ نے کہا یہ سب کچھ صحیح ہے۔ لیکن چونکہ خدا نے منع فرمایا ہے۔ اس لیے میں اس سے کچھ کھا نہیں سکتا۔ یہ سُن کر اس نے خدا کی قسم کھا کر کہا کہ میں تم سے جو کچھ کہہ رہا ہوں صحیح ہے میں تم سے پُوری ہمدردی رکھتا ہوں اور تمہاری خیر خواہی کر رہا ہوں۔ یہ سُن کر جناب حوّا بھرّے میں آگئیں اور انھوں نے شجر کے ثمرہ کو خود بھی کھایا اور جناب آدمؑ کو بھی کھلا دیا، یہ لوگ شیطان کی قسم سے دھوکا کھا گئے۔ ان کو اپنے صفائے باطن کی وجہ سے یہ گمان بھی نہ تھا کہ کوئی بھی خدا کی جھوٹی قسم کھا سکتا ہے" مورخ ابن واضح نے تاریخ یعقوبی کے ص۵ میں لکھا ہے"۔ فلما رأی آدم ما فی الجنۃ من النعیم قال لو کان سبیل الی الخلود الخ کہ آدمؑ نے جب جنت کی عظیم الشان نعمتیں دیکھیں اور اُن سے متنعم ہوئے تو کہنے لگے کاش کوئی ایسی سبیل نکل آتی کہ ہم لوگ ہمیشہ اسی میں رہتے تو کیا بہتر ہوتا۔ یہ سُن کر شیطان کو موقع ہاتھ لگ گیا اور اُس نے فریب کے راستے ہموار کر دیئے اور اُن کے سامنے یہی چیز پیش کی۔ اور کہا کہ اگر تم اس شجر سے کچھ کھا لوگے، تو ہمیشہ ہمیشہ اسی جنت میں رہو گے۔ حضرت علی علیہ السلام نہج البلاغہ میں فرماتے ہیں، ثم اسکن سبحانہ آدم دارًا الخ پھر خدا نے آدمؑ کو ایسے گھر (جنت) میں ٹھہرایا جس میں ان کی زندگی مزے سے گزر رہی تھی اور بڑے امن و امان میں تھے، یہ بھی

آدمؑ سے کہا کہ شیطان اور اُس کی دشمنی سے ہوشیار رہنا اور اُس سے بچتے رہنا۔ مگر آخر آدمؑ کے دشمن شیطان نے اِس بات پر حسد کر کے کہ آدمؑ کا قیام جنّت میں نیک بندوں کے ساتھ کیوں ہے، آدمؑ کو دھوکا دے ہی دیا۔

حکیم الامت حضرت علیؑ کے ارشاد سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت آدمؑ جو زمین کے لیے خلیفہ کی حیثیت سے پیدا کئے گئے تھے۔ انھیں بہرصورت زمین پر جانا تھا۔ خدا نے انھیں تھوڑے عرصہ کے لیے آرام و سکون کی خاطر جنّت میں ٹھہرا دیا تھا۔ اسی کی طرف قرآن حکیم کا اشارہ بھی ہے۔

"یا ادم اسکن انت وزوجک الجنۃ" اے آدمؑ تم دونوں جنّت میں ٹھہر جاؤ۔

اسے یُوں سمجھیے کہ خداوند عالم نے آدمؑ و حوّا کو کچھ مدّت کے لیے جب تک اسے منظور ہوتا۔ اپنے مخصوص پُر بہار باغ میں رہنے کا حکم دیا تھا اور یہ سمجھا دیا تھا کہ اس خاص درخت کے قریب نہ جانا اور شیطان جو تمھارا دشمن ہے۔ اُس سے بچتے رہنا۔ مطلب یہ تھا کہ اگر تم نے ان دونوں باتوں میں سے کسی کا بھی ارتکاب کیا تو میں اِس مدّت سے پہلے ہی جس مدّت کے لیے تمھیں جنّت میں ٹھہرایا ہے، نکال باہر کر دوں گا۔

شیطان کہ جسے آدمؑ کی بلندی اور عزّت کی بنا پر ان سے پرخاش ہو گئی تھی حضرت حوّا کے ذریعہ سے آدمؑ کو یہ سمجھانے میں کامیاب ہو گیا کہ وہ اس درخت کے قریب گئے بغیر اگر اس میں سے چکھ لیں یا اسی قسم کے درخت سے کھا لیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ احتیاط کی رو سے ان کے لیے بہتر یہی تھا کہ وہ کم از کم اس کے بارے میں ربُّ العزّت سے اجازت حاصل کر لیتے مگر انھوں نے اس بارے میں تساہل سے کام لے کر بیوی کے مشورے ہی پر عمل کر لیا جس کا محرک دراصل بر بنائے عداوت ابلیس ہوا تھا۔ آدمؑ نے بیک وقت دونوں باتوں کا ارتکاب کیا یعنی شیطان سے بچے بھی نہیں، اور شجرِ ممنوعہ سے تناول بھی کر لیا، "فاخرجھما مما کانا فیہ" جس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ "بیک بینی و دو گوش" جنّت سے نکال باہر کئے گئے

روضۃ الصفا میں ہے کہ شیطان کے بہکانے میں آدمؑ نہ آئے اور مقامِ گفتگو سے اُٹھ کر ایک طرف کو چلے گئے اور شیطان بھی چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد حوّا کو تنہا دیکھ کر پلٹا اور انھیں پٹّی پڑھانے لگا۔ حوّا نے تامّل کیا تو سانپ نے صداقت شیطان کی تصدیق کر دی۔ حوّا اُس کے جھانسے میں آ گئیں جب حضرت آدمؑ لوٹ کر آئے تو حوّا نے کہا یہ ملک سچ کہتا ہے اور سانپ اسکی صداقت پر گواہ ہے ان لوگوں کی کوئی غرض معلوم نہیں ہوتی۔ لہٰذا میں درخت سے کھا لیتی ہوں۔ اگر کوئی نقصان ہُوا تو تم خدا سے بخشوا لینا اور اگر کچھ نہ ہوا تو تم بھی کھا کر مطمئن ہو جانا۔ غرضیکہ حوّا نے کھایا اور آدمؑ کو چکھایا اور قدرت کے ردِّ عمل کے مستحق ہو گئے۔ ایک روایت میں ہے شیطان نے ستّر مرتبہ خدا کی قسم کھائی

اور جب حوّا درخت کے قریب گئیں تو کسی نے روکا ٹوکا نہیں، یہی سبب ہوا کہ آدمؑ نے شیطان کی نہیں، حوّا کی بات مان لی۔ ایک روایت میں ہے کہ حوّا کو اس لیے نہیں ٹوکا گیا تھا کہ وُہ صاحب عقل تھیں۔ ایک روایت میں ہے کہ آدمؑ نے شجرۂ ممنوعہ سے جو پھل کھایا تھا وُہ اُن کے معدے میں ۳۰ دن مستقر رہا تھا۔ اسی لیے ان کی اولاد پر ۳۰ دن کے روزے واجب کیے گئے ہیں ایک روایت میں ہے کہ حضرت آدمؑ نے جونہی گندم تناول کیا شیطان خوشی کے مارے ناچنے اور گانے لگا۔ (حیات القلوب)

شجرۂ ممنوعہ کی تشخیص اور حکمِ امتناع کی نوعیّت

قرآن مجید میں ہے کہ خداوندِ عالم نے آدمؑ اور حوّا کو حکم دیا تھا "لاتقربا هذه الشجرة" اس درخت کے قریب نہ جانا "فتكونا من الظالمين" ورنہ اپنے پر ظلم کرنیوالوں میں سے ہوجاؤ گے۔ اِس آیت میں خداوندِ عالم نے نہی بھی فرمائی اور نتیجہ بھی بتا دیا۔ لیکن اس کی وضاحت نہیں فرمائی کہ وُہ درخت کس چیز کا تھا۔ اب ظاہر ہے کہ "ہذا" اسمِ اشارہ ہے اور اس کا تعلق قربت شئے سے ہے، تو ایسی صورت میں مشارٌ الیہ" کی خبر یا آدمؑ و حوّا کو ہوسکتی ہے یا اُن لوگوں کو ہوسکتی ہے جو آدمؑ کے پتلے کی تعمیر تو درکنار جب آدمؑ کا وجود بھی نہ تھا تو وُہ موجود تھے، اور آدمؑ کے تمام حالات و کوائف ان کی آنکھوں کے سامنے گزرے ہوں یہی وجہ ہے کہ بہت سے علماء و مفسرین نے تشخیص شجرہ سے توقف فرمایا ہے۔ مثال کے لیے قاضی بیضاوی لکھتے ہیں کہ بہتر یہ ہے کہ جس طرح آیت میں تعیین نہیں فرمائی گئی، کوئی تعیین نہ کی جائے۔ "لعدم موتف ما هو المقصود عليه" کیونکہ یہ نہیں معلوم کہ مقصُود باری کیا تھا۔ اسی کے ساتھ ساتھ انھوں نے گیہوں اور انگور وغیرہ کا حوالہ بھی دیا ہے۔ (تفسیر بیضاوی ص۲۶) علامہ شیخ الہند، مولانا محمود حسن لکھتے ہیں کہ "مشہور ہے کہ وُہ درخت گیہوں کا تھا۔ یا بقول بعض انگور یا انجیر یا ترنج وغیرہ کا واللہ اعلم (حاشیہ ترجمہ قرآن ص۵ طبع بجنور) تاریخ روضۃ الصفا جلد۱ ص۱ میں ہے کہ عام لوگوں میں مشہور یہ ہے کہ وہ درخت، گندم کا تھا۔ عجائب القصص ص۲۶ میں ہے کہ وُہ درخت انجیر یا انگور یا بزبان مشہور گندم کا تھا۔ کشف الغمہ ص۶ میں ہے کہ وُہ گندم کا درخت تھا۔ عرائس ثعلبی ص۱۸ میں ہے کہ وُہ درخت کافور یا سنبلہ (جو) یا گندم یا انگور یا بروایت فنا وہ شجرہ علم تھا۔ حیات القلوب، تفسیر صافی، وغیرہ میں ہے کہ وہ درخت، شجر علم محمدؐ و آلِ محمدؐ تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ وُہ شجرۃ الحسد تھا۔ ایک روایت میں ہے شجرِ علم قضا و قدر تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ شجرہ گندم تھا۔ غرضکہ کتب فریقین میں اسی قسم کی مختلف روایتیں موجود ہیں۔ ان روایات کی روشنی میں یہ فیصلہ کر دینا کہ دراصل کون سا درخت تھا، اور کس

چیز کا درخت تھا مشکل ہے، کیونکہ ایک تو روایات میں تضاد ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ معاملہ ہے ہی غوامض حکمتِ الٰہیہ سے متعلق لیکن آئمہ اہلبیت علیہم السلام جو قرآن کے صحیح مفسر اور اس کے علم سے صحیح طریقہ پر واقف تھے۔ جن کو خدا نے فہم قرآن کے سلسلہ میں "راسخین فی العلم" فرمایا ہے ان کے کلام سے جب استنباط کیا جاتا ہے تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ (۱) یہ شجرۂ ممنوعہ گندم کا درخت تھا (۲) ہماری دنیا میں گندم جیسا ہوتا ہے۔ اُس وقت ایسا نہ تھا، بلکہ وہ شہد سے زیادہ شیریں اور دُودھ سے زیادہ سفید اور مسکہ سے زیادہ نرم تھا۔ (۳) اس درخت میں دنیا کے تمام پھل تھے۔ جن میں انگور، کھجور، انجیر، کافور، ترنج، عناب زیادہ نمایاں تھے۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف روایات میں الگ الگ ان پھلوں کا ذکر آیا ہے (۴) یہ وہ درخت تھا جس سے مخصوص ملائکہ متنعم ہوتے ہوتے تھے اور حیاتِ ابدی حاصل کرتے تھے۔ اسی بناء پر آدمؑ کو شیطان نے یہی کہہ کر دھوکا دیا تھا کہ وہ شجرۃ الخلد ہے جو اس میں سے کھا لے گا ہمیشہ زندہ رہے گا اور ہمیشہ جنت میں رہے گا (۵) جو اس شجر کا پھل خدا کے حکم سے کھاتا تھا۔ تمام علم اوّلین و آخرین سے آگاہ ہو جاتا تھا۔ اور اس کے لیے یہ بات پہلے سے معین تھی کہ اگر کوئی شخص اس سے بے اجازت چکھ لے تو وہ مُوردِ عتاب میں ہو جائے گا (۶) خدا نے آدمؑ کا امتحان اس شجر کے بارے میں اس لیے لیا کہ نعماتِ جنت سے متنعم ہونے کے بعد ان کے دل میں یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ میں مخلوقات عالم میں سب سے افضل ہوں، یہ معلوم کر کے خدا نے آدمؑ کو حکم دیا تھا کہ ساقِ عرش کی طرف دیکھو جب انھوں نے نگاہ کی تو دیکھا کہ نورانی الفاظ میں یہ لکھا ہوا ہے۔

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی بن ابی طالب امیر المومنین وزوجتہ فاطمۃ سیدۃ النساء العالمین والحسن والحسین سیدا شباب اھل الجنت (حیات القلوبؒ۔ جلد ۱)

پوچھا میرے پالنے والے یہ کون لوگ ہیں ارشاد ہوا کہ یہ وہی لوگ ہیں جن کے اشباح تمہارے سامنے پیش ہوئے تھے اور تم نے ان کے نام بتائے تھے، انھیں کے صدقہ میں فرشتوں نے تمہارا سجدہ کیا تھا اور تم فرشتوں کے مقابلہ والے امتحان میں کامیاب ہوئے تھے، اے آدمؑ! کان دھر کے سنو، کہ یہ تمہاری ذریت سے ہوں گے، یہ تم سے ہی نہیں بلکہ ساری مخلوقات سے بہتر اور افضل ہیں۔ اگر انھیں پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو نہ تم پیدا ہوتے۔ نہ بہشت و دوزخ خلق کیے جاتے نہ زمین اور نہ آسمان کی تخلیق ہوتی، اور سنو اے آدمؑ ہم تم سے عہد لیتے ہیں کہ اپنے کو ان سے کبھی برتر سمجھنے کا خیال نہ کرنا اور ان کے شجر عظمت کے قریب پھٹکنے کا تصور بھی نہ کرنا، ورنہ میں تمہیں اپنے تمام نعمات سے محروم کر دونگا۔ اسی کی طرف آیت قرآنی "ولقد عھدنا الیٰ آدم من قبل فنسی ولم نجد لہ عزماً" ہم نے آدمؑ سے پہلے ہی عہد لے لیا تھا تو آدمؑ نے اسے ترک

کردیا اور ہم نے ان میں ثبات و استقلال نہ پایا (پ۱۶۔ رکوع ۱۵) اشارہ کرتی ہے۔ علامہ علی بن ابراہیم حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آیت "لقد عھدنا الخ" کا مطلب یہ ہے کہ عھدالیہ فی محمد والائمۃ من بعدہٗ الخ" خدا نے آدمؑ سے محمدؐ و آلِ محمدؐ کے لیے عہد لیا تھا لیکن انھوں نے اس کی پرواہ نہ کی اور اس امر کا یقین نہ کیا کہ ان کی عظمت بہت زیادہ ہے۔ جس کے نتیجہ میں وہ جنت سے نکالے گئے۔ لیکن دنیا میں آنے کے بعد انھوں نے پورے طور پر عظمت کو تسلیم کیا اور ان کی بلندی کو عزم بالجزم کیساتھ مانا۔ اس لیے ان کا شمار اولوالعزم پیغمبروں میں ہوا۔ (قصص الانبیاء علامہ جزائری ص۲۳ طبع نجف اشرف ۱۳۸۰ھ)

الغرض حضرتِ آدمؑ نے خدا کے عہد کو بھلا دیا اور بنظرِ غبطہ محمدؐ و آلِ محمدؐ کو دیکھا اور ان کے مدارج کی تمنا کی یا اپنے کو ان کے شجرۂ نسب تک پہنچانے کی سعی کی) جس کے نتیجہ میں اُن پر شیطان مُسلط ہُوا، اور وُہ جنت سے نکال دیئے گئے۔ (حیات القلوب جلد ۱ ص۲۵ و تفسیر صافی ص۲۷)

یہیں سے یہ بات واضح ہوگئی کہ حضرت آدمؑ نے شجرۂ ممنوعہ سے جو تناول فرمایا تھا وہ گناہ کی شکل نہیں رکھتا جو منافی عصمت ہو یعنی اُن کے ترکِ حکم کو گناہ نہیں کہا جا سکتا اور اس کو "ترکِ اولیٰ" سے زیادہ اہمیت نہیں دی جا سکتی، کیونکہ نہی کی دو قسمیں ہیں۔ ایک نہی تحریمی، دوسرے نہی تنزیہی نہی تحریمی وُہ ہے جس پر ممانعت کے بعد عمل کرنا حرام ہو، اور نہی تنزیہی وہ ہے کہ جس پر عمل کرنے کو حرام نہ کہا جا سکے، بلکہ اس سے عامل کو نقصان پہنچے۔ (تنزیہ الانبیاء سید مرتضیٰ علم الہدیٰ)

یہ ظاہر ہے کہ حضرتِ آدمؑ کو کوئی خاص سزا نہیں دی گئی۔ بلکہ جنت سے نکال کر انہیں نعمات سے محروم کر دیا گیا۔ اس طرح آدمؑ نے خود اپنا نقصان کیا۔ اور ترکِ اولیٰ کے مرتکب ہُوئے۔ یعنی اگر ایسا نہ کرتے تو اچھے رہتے۔ اب جبکہ کر گزرے تو خدا کے گنہگار نہیں ہُوئے جس سے عصمت پر حرف آئے۔

عملِ آدمؑ کا قدرت کیطرف سے ردِ عمل

مورخین کا بیان ہے کہ خلاقِ عالم کی نہی تنزیہی کے باوجود حضرت آدمؑ نے جو بروایت مشہورہ گندم تناول کیا تو خداوندِ عالم نے جبرئیلؑ کو حکم دیا کہ انھیں جنت سے باہر نکال دو۔ جبرئیلؑ ابھی عمل درآمد نہ کرنے پائے تھے کہ آدمؑ کے جسم سے وُہ لباس جو بروایت یعقوبی نوری تھا الگ ہوگیا اور یہ دونوں برہنہ ہوگئے۔ یہ دیکھ کر آدمؑ و حواؑ شرم سے پانی پانی ہوگئے اور سترِ عورتین کے لیے درختوں کی طرف لپکے تاکہ ان کے پتّوں سے ستر کریں، درختوں نے اپنے پتّے دینے سے انکار کر دیا اور وہ اتنے بلند ہوگئے کہ حضرت آدمؑ انھیں چھُو بھی نہ سکے۔ بالآخر انجیر اور عود نے اپنے پتّے دے دیئے اور انھوں نے عورتین کا پردہ کر لیا، پوچھا گیا کہ جبکہ کسی درخت نے پتّے نہ دیئے۔ تم نے کیوں دے دیئے۔

عرش کی مالک ہم ان کا عروج دیکھ چکے تھے۔ اس لیے ان پر رحم آیا، ارشاد ہوا کہ تمھاری نیکی سے ہم بھی تمھارے ساتھ خصوصیت برتیں گے۔ انجیر سے فرمایا کہ تمام درخت شگوفے لائیں گے۔ تب پھل دیں گے اور تجھے شگوفہ لانے کی ضرورت نہ پڑے گی۔ تجھے یونہی پھل ملا کرے گا۔ لیکن چونکہ تو نے مجھ سے بغیر دریافت کئے پتّے دے دیئے ہیں۔ لہٰذا اچھے لوگ تجھے مُنہ نہ لگائیں گے یعنی تیری ٹہنی سے مسواک تک نہ کریں گے، اور عود سے فرمایا کہ تیرے سارے جسم میں خوشبو بھر دُوں گا۔ لیکن چونکہ بلا اجازت پتّے دیئے ہیں۔ لہٰذا جب تجھے آگ دی جائے گی۔ تب خوشبو برآمد ہوگی عرائس ثعلبی میں ہے کہ درخت تین نے بھی اپنے پتّے دے دیئے تھے۔ جس کے نتیجہ میں اُس کے ظاہر و باطن کو حلاوت و منفعت سے بھر دیا گیا اور اسے ہر سال پھل لانے کی بشارت دے دی گئی۔ اس کے بعد آدمؑ و حوّا کو جنّت سے باہر برآمد کیا اور ساتھ ہی ساتھ شیطان، مور، سانپ کو بھی نکالا اور انھیں نکال کر زمین کی طرف پھینک دیا۔

حضرت آدمؑ نے روانگی کے وقت جناب جبرئیلؑ سے خواہش ظاہر کی کہ مجھے اتنا موقع دیا جائے کہ میں ملائکہ سے رخصت ہولوں کیونکہ مجھے یقین ہے کہ دوبارہ ان سے مُلاقات نہ ہوگی جناب جبرئیلؑ نے اجازت دی اور حضرت آدمؑ ملائکہ کی طرف مخاطب ہو کر بولے۔ "السّلام علیکم یا ملائکۃ اللّٰہ استودعکم اللّٰہ واقرء علیکم السّلام"۔ اے اللہ کے ملائکہ تم پر میرا سلام ہو۔ میں تم کو خدا کے سپرد کر کے جاتا ہوں، خدا تمھیں سلامتی سے رکھے۔

امام ثعلبی کا بیان ہے کہ خلاقِ عالم نے حضرت آدمؑ، جناب حوّا اور شیطان۔ طاؤس۔ سانپ کو ان کے کیے کا فی الجملہ بدلا اسی وقت دے دیا۔ آدمؑ کو (۱) عتاب میں مبتلا کیا (۲) ان کی رُسوائی ہوئی (۳) ان کے جسم کی کیفیت بدل گئی۔ جسم پہلے روشن تھا اس میں تاریکی آگئی (۴) اپنے جوارِ خاص سے دُور کر دیا (۵) میاں بیوی میں سَو سال تک جُدائی رہی (۶) آدمؑ اور شیطان وغیرہ میں دائمی عداوت پیدا ہوگئی (۷) لوگ ان کی طرف نافرمانی منسوب کرنے لگے (۸) شیطان جیسے دشمن کو آدمؑ کی اولاد کے پیچھے لگا دیا گیا (۹) دنیا کو ان کے اور ان کی اولاد کے لیے قیدخانہ قرار دے دیا گیا اور سردی و گرمی کی اذیّت سے دوچار کر دیا گیا (۱۰) محنت اور مشقت ان کے لیے اور ان کی اولاد کے لیے ضروری و لازمی قرار دے دی گئی۔ اسی طرح جناب حوّا کے لیے بھی ہُوا، وُہ ان چیزوں کے علاوہ (۱) حیض میں مبتلا کر دی گئیں (۵) میراث میں کمی (۶) عقل میں کوتاہی (۷) عدت۔ (۸) مردوں کی پیروی (۹) طلاق کا ان کو حق نہیں دیا گیا (۱۰) شرفِ جہاد سے محرومی (۱۱) نبوّت سے محرومی (۱۲) حکمرانی سے محرومی (۱۳) تنہا سفر کرنے کی ممانعت (۱۴) نمازِ جمعہ سے محرومی وغیرہ سے معتوب کی گئیں۔

شیطان کو خُدا نے دس چیزوں سے معتوب فرمایا (۱) اُس کی سلطنت چھین لی اور اُسے زمین اور سمارِ دُنیا کی حکومت سے معزُول کر دیا (۲) اپنے جوارِ رحمت سے نکال پھینکا (۳) اُس کی صورت مسخ کر دی۔ ملک کی شکل سے اُسے شیطان کی صورت میں کر دیا (۴) اس کا نام بدل دیا، عزازیل سے ابلیس کر دیا (۵) بدبختوں کا سردار بنا دیا (۶) ملعون قرار دیا (۷) جوہرِ معرفت اُس سے سلب کر لیا (۸) اُس کے لیے توبہ کا دروازہ بند کر دیا (۹) اُسے خیر اور رحم دلی سے محروم کر دیا (۱۰) اُسے دوزخیوں کا خطیب بنا دیا۔

اسی طرح طاؤس (مور) کو بھی معتوب فرمایا۔ پہلے اُس کے چھ سو خوبصورت پَر تھے۔ سب نوچ ڈالے گئے اور بہت تھوڑے چھوڑ دیئے گئے۔ پیروں کو انتہائی بدصورت بنا دیا گیا۔ کیونکہ وہ انھیں پیروں سے سانپ تک جا کر اُس نے آدمؑ کے اخراج میں شیطان کی مدد کی تھی۔

اِسی طرح سانپ معتوب کر دیا گیا۔ یہ جنّت کے خوبصورت ترین چوپایوں میں تھا۔ اس کے اُونٹ کی طرح چار پاؤں تھے۔ خُدا نے سب کچھ مسخ کر دیا۔ پاؤں چھین لیے۔ پیٹ کے بَل چلنا اُس کے لیے قرار دیا۔ غذا اس کی مٹی بنا دی اور جس جگہ شیطان اُس کے مُنہ میں بیٹھ کر جنّت میں گیا تھا۔ اُس جگہ زہر کی تھیلی لگا دی اور بنی آدم کو اس کا ایسا دشمن بنا دیا کہ وہ جہاں دیکھتا ہے اس کو مار ڈالنے کی سعی کرتا ہے۔

الغرض جب جناب جبریلؑ نے آدمؑ کو زمین کی طرف روانہ کرنا چاہا تو آدمؑ نے پوچھا کہ زمین پر میرا نگران و نگہبان اور جلیس کون ہوگا۔ حضرت جبریلؑ نے کہا۔ اب تو زمین پر اس کے علاوہ کوئی نہ ہوگا۔ جس نے آپ کو جنّت سے نکلوایا ہے۔ یہ سُن کر حضرت آدمؑ بہت رنجیدہ اور غمگین ہوئے اور کہا کہ اے جبریلؑ میرے لیے یہ بہت بڑی مصیبت ہے کہ زمین پر میرا کوئی ہمدم و دمساز نہ ہوگا۔

مختصر یہ کہ آدمؑ و حوّا، شیطان و طاؤس اور سانپ زمین پر اُتار دیئے گئے۔ حضرت آدمؑ کوہِ سراندیپ[۱] لنکا (ہند) پر اُترے۔ جناب حوّا جدّہ[۲] میں اُتریں، طاؤس حبشہ میں اُترا، سانپ اصفہان میں اُترا اور شیطان بصرہ میں۔ روایات میں اگرچہ مُقامِ ہبوط میں ہر ایک کے اختلاف ہے۔ لیکن شیطان کے بارے میں بہت زیادہ اختلاف پایا جاتا ہے۔ کسی نے بصرہ (عراق) لکھا ہے۔ کسی نے ابلہ کہا ہے۔ کسی نے مشان لکھا ہے۔ کسی نے سمنان لکھا ہے۔ کسی نے سندھ لکھا ہے۔ کسی نے سیستان تحریر کیا ہے۔ میرا تاریخی استنباط یہ ہے کہ جب جناب جبریلؑ نے اسے بالوں سے پکڑ کر جنّت سے نکالا تھا اور زمین کی طرف پھینکا تھا تو وہ سیدھا بصرہ کی زمین پر پہنچا تھا۔ لیکن چونکہ وہ ایسے جسم کا مالک تھا کہ چشم زدن میں ساری دُنیا کا چکر لگا سکتا تھا۔ لہٰذا اُس نے ایسا ہی کیا تھا۔ بصرہ پہنچ کر اُس نے بجلی کی طرح زمین کے تمام اقطاع کا چکر لگایا تھا۔ اسی لیے تاریخ میں مختلف مقامات کے نام آئے ہیں۔

تاریخ طبری۔ تاریخ روضۃ الصفا، ناسخ التواریخ، تاریخ یعقوبی، قصص الانبیاء جزائری عجائب القصص۔ حیات القلوب۔

---

[۱] سراندیپ کا محلِ وقوع چین کے بالائی جانب بحرِ ہند ہے۔ اس میں یاقوت احمر اور الماس کی کانیں ہیں اور اس کے بعض پتھروں پر حضرت آدمؑ کا نشانِ قدم اُبھرا ہوا ہے۔ (سفینۃ البحار جلد ۱ ص۱۵ طبع نجفِ اشرف)

[۲] یہ مکّہ معظمہ کی بندرگاہ ہے۔ اِس مقام پر جو آبادی بعد میں ہُوئی تو اس جگہ کا نام "جدّہ" رکھ دیا گیا۔ کیونکہ اسی مقام پر نوعِ بشر کی جدہ یعنی دادی اتری تھیں۔ (ماہنامہ ارشاد حیدرآباد۔ جلد ۲۹۔ شمارہ ص ۴۴۰)

باب ۴

حضرتِ آدمؑ و حوّا کی آسمان سے روانگی
اور
زمین پر رسیدگی

حضرت آدم علیہ السّلام اور جناب حوّا چھ گھنٹے جنّت میں گزار کر" جو اس دنیا کے حساب سے پانچسو سال ہوتے ہیں"۔ جنّت کے درختوں کے پتّوں میں لپٹے ہوئے حضرت جبریل کے ہمراہ ہوا میں اڑتے ہوئے بروایتِ طبری ماہِ نیساں میں یوم جمعہ بساعتِ ہفتم اور بروایت یعقوبی بساعت نہم بروایت مجلسی ۲۵ر ذی قعدہ کو زمین پر پہنچے۔ حضرت جبریلؑ جب جناب حوّا کو جدہ میں اور جناب آدمؑ کو کوہِ سراندیپ پر پہنچا کر واپس جانے لگے تو حضرت آدمؑ "تنگ دل شد و گریہ آغاز نہاند"۔ سخت پریشان ہوئے اور انھوں نے رونا شروع کر دیا اور کہا کہ مجھے بے یار و مددگار چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو۔ حضرت جبریلؑ نے فرمایا کہ میں تعمیل حکمِ خداوندی سے مجبور ہوں اور میرا فوراً واپس جانا ضروری ہے یہ کہہ کر وہ نظروں سے غائب ہو گئے۔ ان کے جاتے ہی حضرت آدمؑ نے سر پر خاک ڈالنا شروع کر دیا اور وہ بے انتہا گریہ کرنے لگے اور ان کے اس گریہ و زاری کا سلسلہ تین سو سال جاری رہا۔ اُن کے رونے کا یہ عالم تھا کہ آنکھوں سے آنسوؤں کے چشمے جاری ہو گئے تھے پھر خدا نے ایک عرصہ کے بعد طیور کو حکم دیا کہ آدمؑ کی دلبستگی کے لیے جائیں۔ وہ پہنچے۔ مگر آدمؑ نے زمین سے سر نہ اٹھایا۔ اُن کا رونا، خوفِ خدا، شوقِ جنّت اور فراقِ حوّا کی وجہ سے تھا۔

حضرتِ آدمؑ کے داخل خارج کی وجہ

یہاں پر عام حضرات یہ سوال کرتے ہیں کہ حضرت آدمؑ کو جبکہ زمین کے لیے پیدا کیا گیا تھا تو پھر انھیں جنّت میں رکھا کیوں گیا اور پھر نکالا کیوں گیا۔ اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ انھیں ایک مدتِ معین کیلئے محض آرام اور سیرِ جنّت وغیرہ کی خاطر جنّت میں رکھا گیا تھا۔ لیکن

انھوں نے ترکِ اولیٰ کر کے اپنے کو اخراج کا مستحق بنا دیا جس کی وجہ سے وہ قبل از وقت خارج کر دیئے گئے۔ اس مقام پر امام اہلِ سنّت علامہ ابن اسحاق احمد بن محمد بن ابراہیم ثعلبی نے یہ لکھا ہے کہ "انه كان في صلبه من لا يستحق الولاية ولا يصلح لخطيرة القدس الخ" ان کے صلب میں ایک ایسا بدترین شخص تھا جو خلافت و ولایت کا کسی طرح مستحق نہ تھا اور وہ اس قابل بھی نہ تھا کہ اسے صلبی حالت میں بھی جنت میں رکھا جائے۔ اسی لیے آدمؑ کو جنت سے قبل از وقت نکال دیا گیا۔ پھر وہ زمین پر پہنچے، اور صلب سے وہ شخص نکل گیا، تو آدمؑ کو وفات کے بعد ہمیشہ کے لیے جنت میں داخل کر دیا گیا۔ (عرائس ثعلبی ص۱۹ طبع مصر) علامہ نے اگرچہ اُس بدترین شخص کا نام نہیں لکھا لیکن یہ ظاہر ہے کہ جو شخص اپنے کردار سے اُسے ثابت کر دے اور جبراً کسی مستحق سے ولایت و خلافت لے لے وہی مراد ہو گا، وہ چاہے کسی نبی کے عہد میں ہو۔

سرزمینِ ہند میں خوشبو کی فراوانی کا سبب

کثیر تواریخ اور احادیث میں ہے کہ حضرت آدمؑ کے جسم سے لپٹے ہوئے جو جنت کے درختوں کے پتّے زمین تک پہنچے تھے۔ وہ ہوا میں اُڑ کر مختلف اطراف میں پھیل گئے تھے۔ پھر ان سے مختلف خوشبوؤں کے درخت پیدا ہوئے تھے۔ اور چونکہ سب سے پہلے آہو نے ان پتّوں کو چرا تھا۔ اس لیے خوشبو اس کے رگ و پے میں سما گئی تھی اور اسی وجہ سے اس کے نافہ میں مُشک پیدا ہو گئی۔ حضرت آدمؑ چونکہ ہندوستان میں اُترے تھے۔ اسی لیے ان کے جسم سے جنت کے درختوں کے پتّے چھوٹ کر زیادہ تر وہیں گرے اور وہاں خوشبو کے درختوں کی فراوانی ہو گئی (عجائب القصص ص۳۳ و قصص الانبیاء جزائری ص۶۲) ایک روایت میں ہے کہ مُشک نیز عنبر جو ایک بحری جانور سے پیدا ہوتا ہے۔ جو پہلے خشکی میں رہتا تھا۔ زیادہ تر چین، سور اور تبت میں پایا جاتا ہے۔

شیطان کی سعی کہ آدمؑ زمین پر پہنچتے ہی ہڑپ کر لیے جائیں

حضرت آدمؑ اور حوّاؑ کی آسمان سے روانگی سے قبل شیطان زمین پر پہنچ چکا تھا اور اُسے تو یہ معلوم ہی تھا کہ آدمؑ بہت جلد زمین پر پہنچا دیئے جائیں گے، لہٰذا اس نے ان مخلوقات کو جو زمین پر شیر چیتے اور اسی قسم کے خونخوار بستے تھے، اُبھارا۔ اور کہا کچھ جانور آسمان سے زمین پر آنے والے ہیں۔ تم تیار رہو۔ جب وہ پہنچیں گے تو ہم تم کو اطلاع دے دیں گے تم ان کو کھا کر بڑی لذت محسوس کرو گے، شیطان کے تیار کرنے سے یہ آمادہ بیٹھے ہی تھے کہ شیطان نے آدمؑ و حوّاؑ کے پہنچنے کی اطلاع حاصل کر لی اور یہ بھی معلوم کر لیا کہ جبرئیلؑ واپس چلے گئے ہیں تو آ کر خونخواروں سے کہا کہ بس چل پڑو۔ چنانچہ بڑے بڑے

خونخوار جانور شیطان کے ہمراہ منزلِ آدمؑ کی طرف روانہ ہوگئے۔ رسُولِ کریمؐ فرماتے ہیں کہ شیطان اُن کو تیزی سے لیے جارہا تھا اور راستے میں انھیں اُبھارنے اور اُن کی دوڑ کو تیز کرنے کے لیے شور مچا رہا تھا۔ اسی دورانِ دوا دوش میں اُس کے مُنہ سے کچھ کف کے قسم سے برآمد ہو کر زمین پر گرا۔ فخلق اللّٰہ عزوجل من ذالک البزاق کلبین الخ تو خداوندِ عالم نے اُس سے دو کُتّے پیدا کر دیئے۔ ایک نر اور ایک مادہ، ایک آدمؑ کی حفاظت کے لیے اور ایک حوّا کی حفاظت کے لیے۔ پھر یہ دونوں دوڑ کر آدمؑ و حوّا کے پاس شیطان وغیرہ سے قبل پہنچ گئے اور ان دونوں نے آدمؑ و حوّا کو ان خونخواروں کے دسترس سے بچا لیا۔ یہی وجہ ہے کہ کُتّے اور پھاڑ کھانے والے جانوروں میں اب تک عداوت ہے۔ (النور المبین فی قصص الانبیاء والمرسلین علّامہ نعمت اللہ الجزائری ص۵۹ طبع نجف اشرف ۱۳۸۰ ہجری و حیات القلوب جلد ۱ ص۴۳)

امام اہلِ سنّت علّامہ اخوند درویزہ لکھتے ہیں کہ جب خونخوار جانور وہاں پہنچے اور حضرت آدمؑ پر حملہ آور ہوئے تو وہ چونکہ سات مست ہاتھی کی قوّت رکھتے تھے۔ لہٰذا اُنھوں نے درخت، لکڑی پتّھر غرضکہ جو کچھ ملا اس سے اپنا دفاع کیا اور درندوں کو اپنے قریب پھٹکنے نہ دیا۔ لیکن ان کے لیے اپنی جان بچانے کی سخت دُشواری تھی۔ وُہ کسی وقت بھی محفوظ نہ تھے۔ کیونکہ وہ رات ہو یا دن برابر حملے کر رہے تھے۔ بالآخر ان سب نے مل کر کُتّے سے امداد چاہی، مگر وہ ان کے پھیرے میں نہ آیا اور بدستور اُن کی امداد کرتا رہا اور ان کو بچاتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ تھک کر واپس چلے گئے اور شیطان اپنا سا مُنہ لے کر رہ گیا۔ (ارشاد الطالبین ص۲۴۶ طبع لاہور ۱۳۱۱ھ)

حضرت آدمؑ جبریلؑ کے چلے جانے کے بعد سے محوِ گریہ تھے ہی کہ شیطان کی لائی ہوئی یہ ایسی مصیبت آگئی کہ جان کے لالے پڑ گئے۔ خدا خدا کر کے ابھی جان بچی تھی کہ سُورج ڈوب گیا اور رات آگئی، حضرت آدمؑ نے رات کبھی دیکھی نہ تھی۔ اس لیے گھبرا اُٹھے، میرے پالنے والے یہ کیا چیز ہے۔ جس نے آنکھوں سے دُنیا کو اوجھل کر دیا ہے اور کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی۔ اب جواب دے تو کون دے۔ نہ کوئی مونس ہے نہ ہمدم ہے۔ نہ دمساز ہے آخر کار حسبِ معمول رونے میں مشغول ہوگئے۔

دُنیائے ارضی میں آدمؑ کی پہلی صبح اور نمازِ صبح کے وجوب کی بنیاد

حضرت آدمؑ محوِ گریہ تھے ہی

کہ رات آگئی، چونکہ اُنھوں نے رات کبھی دیکھی نہ تھی۔ اس لیے سخت حیران و پریشان ہُوئے اور ساری رات جاگتے رہے۔ علّامہ عبدالواحد حنفی لکھتے ہیں کہ آدمؑ کی اس شب بیداری کی وجہ سے ان کی اولاد پر "شب بیداری و نوحہ کردن سنّتی است"، شب بیداری کرنا اور نوحہ وزاری میں اپنے کو

رکھنا سنت قرار دیا گیا ہے۔ (عجائب القصص ص۳۴) علامہ مجلسی کہتے ہیں کہ آدمؑ تین شبانہ روز مسلسل شب بیداری کرتے رہے تھے۔ (حیات القلوب جلد ا ص ۴۲) میرے نزدیک عزاداری کے سلسلہ میں شب بیداری کا استحسان و استحباب ثابت ہوتا ہے۔

الغرض حضرت آدمؑ رات بھر روتے رہے اور اشکوں سے منہ دھوتے رہے۔ یہاں تک کہ صبح ہوگئی صبح ہونے کے ساتھ ہی جبرئیلؑ کا نزول ہوا انھوں نے حضرت آدمؑ سے فرمایا کہ دو رکعت نماز ادا کرو۔ ایک رکعت رات کے گذر جانے کی خوشی میں دوسری رکعت صبح آنے کے شکرانہ میں چنانچہ آدمؑ نے دو رکعت نماز ادا کی یہی وجہ ہے کہ ان کی اولاد پر نماز صبح "دو رکعت" واجب کی گئی ہے۔

حضرت آدمؑ نے نماز صبح کی بنیاد ڈالی اور حضرت ابراہیمؑ نے نماز ظہر کی اساس قائم کی، قرآن مجید اور تفاسیر میں ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے حکم خدا سے اپنے بیٹے اسماعیلؑ کو ذبح کرنے کے لیے زمین پر لٹایا اور ان کے گلے پر چھری رکھی الخ۔ اسی وقت جس وقت آپ نے اپنی آنکھ کی پٹی کھولی اور اپنے بیٹے کو سالم دیکھا وہ وقت ظہر کا تھا۔ آفتاب کو زوال ہو چکا تھا۔ اس وقت آپ نے (۱) تعمیل حکم کی توفیق کے شکرانہ میں (۲) خدا کی طرف سے تعمیل حکم کی تصدیق کے شکرانہ میں (۳) تصدیق کے سلسلہ میں جو آواز آسمان سے آئی تھی۔ اس کے شکرانہ میں (۴) فدیہ آجانے کے شکرانہ میں چار رکعت نماز ادا کی۔

حضرت یونسؑ جب شکم ماہی میں پہنچے اور ان کو لیے ہوئے مچھلی پانی میں چکر لگانے لگی، تو انھوں نے "لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین" کا ورود شروع کیا، خدا نے شکم ماہی کو شیشے کی طرح شفاف کر دیا اور وہ عجائبات بحر اور جانوران آبی کو دیکھنے لگے۔ پھر جب حکم خدا سے وہ پانی سے باہر آئے تو وہ وقت عصر کا تھا۔ انھوں نے (۱) تاریکی راہ (۲) تاریکی لغزش (۳) تاریکی آب (۴) تاریکی شکم سے نجات پانے کے شکریہ میں چار رکعت نماز ادا کی۔

حضرت عیسیٰؑ جب بغیر باپ کے پیدا ہوئے تو لوگوں نے پہلے تو ماں پر الزام و اتہام لگایا پھر کچھ عرصہ کے بعد انھیں ابن اللہ کہنے لگے، پھر ان کو خدا کا درجہ دینے لگے۔ جس وقت جناب مریمؑ و عیسیٰؑ کو ستایا گیا تھا وہ وقت مغرب کا تھا حضرت عیسیٰؑ نے (۱) دفع الزام ربوبیت کے لیے (۲) اپنی ماں کی طرف سے شکرانہ ولادت کے لیے (۳) اقرار وحدانیت اور اثبات توحید کے لیے تین رکعت نماز ادا کی۔

حضرت موسیٰؑ اپنے خسر جناب شعیبؑ کی وفات کے بعد جب عازم وطن ہوئے تو راستہ میں رات آگئی۔ اس رات کو باد و باراں بھی تھا اور رعد برق کی چمک بھی تھی۔ اس وقت حضرت موسیٰؑ چار غموں میں مبتلا تھے (۱) غم عیال (۲) غم فرزند (۳) غم دشمن (۴) غم برادر، آواز آئی اے موسیٰؑ گھبراؤ

نہیں اور کسی قسم کا غم نہ کرو۔ میں موجود ہوں، میں تمھیں ہر غم سے نجات دلاؤں گا اور تمھاری ہر مشکل میں مشکل کشائی کروں گا۔ موسیٰؑ کو تسلی ہوگئی اور اس وقت چار رکعت نماز ادا کی، وہ وقت نمازِ عشا کا تھا (عجائب القصص ص۳۵) میں کہتا ہوں کہ اگرچہ اربابِ عصمت کے ارشادات میں یہ واقعات اور یہ توجیہیں نظر سے نہیں گزریں۔ لیکن امکان ہے کہ یہ صحیح ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ عہدِ آدمؑ میں دو رکعت عہدِ ابراہیمؑ میں چار رکعت، عہدِ یونس میں چار رکعت، عہدِ عیسیٰؑ میں تین رکعت اور عہدِ موسیٰؑ میں چار رکعت نماز واجب رہی ہو اور عہدِ رسولِ اکرمؐ میں ان سب کو جمع کر دیا گیا ہو۔ میرے خیال میں اگر یہ بات صحیح ہو تو عہدِ حاضر میں ہر نماز پڑھنے والے کو یہ سمجھنا چاہیے کہ وہ جملہ انبیاء اور اُن کی اُمتوں کی خدائی یادگار قائم کرکے بارگاہِ احدیت میں سُرخرو ہو رہا ہے۔

وضو کے اعضا کا اختصاص

علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسن علیہ السلام سے ایک شخص نے سوال کیا کہ وضو کا تعلق چار اعضا سے مخصوص کیوں قرار دیا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت آدمؑ کے گندم کھانے کا تعلق مُنہ ہاتھ اور پاؤں سے ہے، جب گندم کھا چکے اور کپڑے بدن سے اُتر گئے تو سر پر داہنا ہاتھ رکھ کر روئے تھے۔ اس لیے انھیں اعضاء کو قیامت تک کے لیے ان کی اولاد پر وضو کے لیے استعمال کو واجب قرار دے دیا گیا ہے۔ (حیات القلوب جلد۱ ص۳۸)

ایامِ بیض کے روزے

کثیر روایات و تواریخ میں ہے کہ حضرت آدمؑ جب جنت سے زمین پر بھیجے گئے، تو اُن کے جسم سے ناخن جیسی سفیدی سلب کرلی گئی اور ان کا جسم سیاہ کر دیا گیا۔ حضرت آدمؑ نے زمین پر پہنچنے کے بعد جناب جبرئیلؑ سے اس کا علاج پوچھا تو کہا گیا کہ روزہ رکھو، انھوں نے روزہ رکھا تو ⅓ جسم سے سیاہی زائل ہوگئی۔ پھر کہا گیا کہ پھر ایک دن روزہ رکھو، انھوں نے رکھا تو ⅔ جسم صاف ہوگیا حکم ہوا کہ ایک دن اور روزہ رکھو انھوں نے رکھا تو سارا جسم گورا ہوگیا۔ لہٰذا ان ایام کو "ایامِ بیض" کہا گیا اور آدمؑ پر ان ایام کے روزے واجب قرار دیئے گئے اور انھیں بتایا گیا کہ ان ایام میں تمھاری اولاد سے جو روزے رکھے گا۔ گویا اُس نے زمانہ بھر کا روزہ رکھ لیا۔ علامہ جزائری بحوالہ رسولِ کریمؐ لکھتے ہیں کہ ان ایام کا جب حساب کیا گیا تو یہ ۱۳، ۱۴، ۱۵ تاریخ کو پڑے اس لیے ضرورت ہے کہ ہر مومن ہر مہینے کی مذکورہ تاریخوں میں روزہ رکھا کرے (النور المبین ص۵۸، قصص جویری حالات آدمؑ)

حضرت آدمؑ اور کسبِ معاش کے اصول اور طریقے

حضرت آدمؑ کے دنیائے ارضی میں آنے کے بعد یہاں کی آب و ہوا، فضا اور مادی تاثرات سے ان کو متاثر ہونا لابدی تھا۔ چنانچہ وہ تو بطورِ خود رونے

میں مشغول و مصروف رہے اور تین سو سال تک مسلسل روتے رہے۔ لیکن اسی کے دوران میں مادی تاثرات رُونما ہو گئے۔ اب انھیں کھانا کپڑا اور دیگر اسباب معیشت کی احتیاج محسوس ہوئی چالیس شبانہ روز بھوکے رہے پھر ان کے جسم میں کھجلی اور پیٹ میں بھوک محسوس ہوئی جسے وہ سمجھ نہ سکے یہ ہیں کیا؟ اتنے میں جبرئیلؑ آپہنچے۔ پوچھا، کہو آدمؑ کیسی گزری، کہا جیسی گزری وُہ تو گذری، اب یہ بتاؤ کہ جسم کے ظاہر و باطن میں جو ایک بے چینی پائی جاتی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جسم کے اندر اور باہر ذرات دوڑ رہے ہیں۔ یہ کیا ہیں؟ حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا کہ جسم کے اندر جو کیفیت محسوس ہو رہی ہے وہ بھوک ہے اور جسم کے باہر جو کچھ معلوم ہو رہا ہے اسے کھجلی کہتے ہیں۔ پوچھا پھر اس کا علاج کیا ہے جبرئیلؑ نے کہا کہ میں واپس جاتا ہوں اور ابھی لوٹ کر آتا ہوں۔ جبرئیلؑ واپس آئے اور بروایت امام ثعلبی، دو بیل، لوہا اور کچھ آلات اور آگ آدمؑ کے حوالہ کیے آگ جب آدمؑ کے ہاتھ پر رکھی گئی تو اس نے ہاتھ کو اذیت دی۔ آدمؑ نے جبرئیلؑ سے شکایت کی۔ جبرئیلؑ نے آگ کو ہدایت کی اور اطاعت کے لیے کہا اس نے کہا کہ میں ان کی اطاعت نہ کروں گی اور چونکہ جہنم سے لائی گئی ہوں اور جہنم ان کی اولاد کے گناہگاروں کے لیے بنایا گیا ہے۔ اس لیے مجھے جو چھوئے گا میں جلادوں گی۔ جناب جبرئیلؑ نے اسے لوہے اور پتھر میں سمو کر قید کر دیا یہی وجہ ہے کہ جب پتھر سے پتھر ٹکراتا ہے اور لوہے سے لوہا رگڑ کھاتا ہے تو آگ نکلتی ہے۔ پھر گندم کے تین دانے لائے اور دو آدمؑ کے لیے ایک حوّا کے واسطے۔ یہی وجہ ہے کہ میراث میں مرد کا دوہرا اور عورت کا اکہرا حصّہ ہے۔

اس کے بعد آدمؑ کے ہاتھوں ہل تیار کرایا۔ آدمؑ نے پوچھا کہ یہ سب کیا ہے اور ہمارے کس کام آئے گا۔ جبرئیلؑ نے کہا کہ اسی سے تمھاری بھوک کا علاج ہوگا۔ ہل بنوانے کے بعد جوتنا سکھایا پھر بونا بتایا پھر اسے صاف کرنے کی تعلیم دی۔ پھر دو پتھروں کے ذریعہ سے پیسنا بتایا۔ پھر آٹا گوندھنا بتایا۔ اس کے بعد تنور کی ترکیب بتائی، پھر روٹی پکانا سکھایا، پھر کھانا بنایا۔ جب انھوں نے روٹی کھائی تو معدے میں ایک کیفیت پیدا ہوئی، جسے سمجھ نہ سکے کہ یہ کیا ہے۔ جبرئیلؑ سے پوچھا انھوں نے کہا اسے پیاس کہتے ہیں۔ پوچھا اسے کیونکر دُور کیا جائے۔ جبرئیلؑ نے ایک کدال لاکر دیا کہ اس سے زمین کھودو۔ جب کھودا تو پانی نکلا کہا اسے پی لو، جب پیا تو تسکین ہوئی۔ تھوڑی دیر کے بعد غذا نے پیٹ میں ہیجان پیدا کیا اور تحلیل کے بعد فضلہ کے اخراج کی ضرورت محسوس ہوئی۔ جبرئیلؑ نے ایک ملک کے ذریعے سے اخراج کا راستہ وا کیا۔ جب ناک میں بو گئی تو رو پڑے اور ستر سال تک روتے رہے۔ انھیں خیال آگیا کہ اگر ترکِ اولیٰ نہ کرتے تو جنت سے نکالے نہ جاتے، اور ان مصائب میں مبتلا نہ ہوتے۔ ایک روایت میں ہے کہ خداوندِ عالم نے آدمؑ کے ہمراہ تیس قسم کے پھل ارسال فرمائے تھے۔ جن میں سیب۔ انار۔ انگور۔ اخروٹ۔ بادام۔ عناب۔

کھجور، شہتوت، تین اور امرود کو نمایاں حیثیت حاصل ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت آدمؑ کے ہمراہ کچھ دوائیں بھی ارسال کی گئی تھیں۔ جیسے زیتون اور ہلیلہ۔ تاریخ طبری جلد ا صفحہ ۲۲ میں ہے کہ ہلیلہ، بلیلہ اور آملہ ان پھلوں کے نام ہیں، جن کے درخت آدمؑ کے آنسوؤں سے پیدا ہوئے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ سونا بھی جنت سے بھیجا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ کسی حال میں بھی پرانا نہیں ہوتا۔ علاّمہ عبدالواحد حنفی لکھتے ہیں کہ حضرت آدمؑ نے جو گندم بوئے تھے اس میں سے ان کے حصّہ سے گندم ہی اور حوّا کے حصّہ سے جو اگا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ آدمؑ نے روٹی تیار کر کے جدّہ میں حضرت حوّا کو بھیجی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ عورت کے نان و نفقہ کی ذمّہ داری مرد کے سپرد ہوئی ہے (عرائس ثعلبی صفحہ ۲۲ و عجائب القصص صفحہ ۳۷) کھانے کی مشکل حل ہونے کے بعد انھیں پہننے کی ضرورت کو پوری کرنا تھی۔ لہٰذا خدا نے دو اونٹ، دو بکری۔ دو بھینس اور دو گائے نر و مادہ بھیج دیئے۔ جن کے بالوں سے اُن کے کپڑے بنے اور ان لوگوں نے ان سے جبّہ اور پیرہن تیار کیا۔ (عجائب القصص صفحہ ۳۶ سے ۳۷)

توبہ اور کلماتِ توبہ

حضرت آدمؑ اور حوّا نے تین سو سال رونے اور زاری کرنے کے بعد رحمتِ خداوندی کی توجّہ کا استحقاق حاصل کر لیا۔ وہ مدّت تک آنسوؤں کی لڑی اور ابرِ ندامت کی جھڑی میں توبہ و استغفار کرتے رہے۔ بالآخر دریائے رحمت جوش میں اور آبِ مغفرت خروش میں آیا، ذاتِ باری نے ترس کھایا اور رحمتِ الٰہی نے رحم کیا۔ الہام ہوا، اے آدمؑ! ان لوگوں کے واسطے سے دعائے مغفرت کرو، جن کے نام ساق عرش پر لکھے ہوئے ہیں۔ اور جن کے اشباح تمھیں دکھائے جا چکے ہیں اور جن کے انوار تمھارے صلب میں ودیعت ہیں۔ اور وہ نام یہ ہیں "محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ حسینؑ" حضرت آدمؑ نے فوراً ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔ اللھم بجاہ محمد و علی و فاطمۃ والحسن والحسین الخ خدایا تجھے محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کا واسطہ مجھے بخش دے اور میری کھوئی ہوئی عزّت مجھے پھر عطا کر دے فقال اللہ عزوجل قبلت" ارشادِ خداوندی ہوا، اے آدمؑ میں نے تمھیں بخش دیا اور تمھاری توبہ قبول کر لی اور تم کو پھر تمام کرامتوں سے بہرہ ور کر دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ آدمؑ نے "بحق محمدؐ و آلِ محمدؐ" کہا تھا (حاشیہ تفسیر بیضاوی صفحہ ۲۷ اصول کافی، حیات القلوب جلد ا صفحہ ۱۴ ینابیع المودۃ صفحہ ۳۳، تفسیر مجمع البیان جلد ۷ و تفسیر صافی و روضۃ الشہداء۔ کتاب خصائص وحی مبین یحییٰ بن حسن بن بطریق صفحہ ۶۹) علاّمہ دیلمی اور علاّمہ سیوطی اس کی تفصیل یوں بیان کرتے ہیں کہ وہ کلمات جو خدا نے آدمؑ کو تعلیم دیئے تھے اور جن کی برکت سے آدمؑ کی توبہ قبول ہوئی تھی وہ یہ تھے "اَللّٰھُمَّ اسئلک بحق محمد و آلِ محمد سبحانک لا اِلٰہ اِلا انت عملت سوءً و ظلمت

تفسی فاغفرلی انک انت الغفور الرحیم اللّٰھُمّ انی اسئلک بحق محمد و آل محمد سبحانک لا الہ الا انت عملت سوءً وظلمت نفسی تب علی انک انت التواب الرحیم۔"
(ترجمہ) خدایا میں محمدؐ و آلِ محمدؐ کے واسطے سے سوال کرتا ہوں میرے پالنے والے تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ خدایا مجھ سے غلطی ہوگئی ہے اور میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے۔ خدایا مجھے بخش دے، اور تو تو بہترین بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ خدایا میں محمدؐ و آلِ محمدؐ کے واسطے سے سوال کرتا ہوں۔ بیشک تو پاک و پاکیزہ ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ خدایا مجھ سے غلطی ہوگئی ہے اور میں نے اپنے نفس پر ظلم کر لیا ہے۔ خدایا! میری توبہ قبول کرلے اور تو تو بہترین توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ (فردوس الاخبار و در منثور جلد ا ص ۱۶ طبع مصر و لوامع التنزیل جلد ا ص ۲۱۵، جمع الجوامع سیوطی، معجم صغیر طبرانی، مسند ابن عساکر، مستدرک حاکم، مناقب ابن مغازلی، خصائص علویہ)

عجائب القصص کے ص ۳۸ میں ہے کہ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت آدمؑ نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے حوالہ سے سوال کیا تھا۔ دلائل النبوت بیہقی میں ہے کہ حضرت عمرؓ کا یہ ارشاد ہے کہ حضرت آدمؑ نے محمدؐ و آلِ محمدؐ کے واسطے سے سوال کیا تھا، اور اسی کے صدقہ میں ان کی توبہ قبول ہوئی تھی۔

بعض روایتوں میں ہے کہ وہ کلمات جو خدا نے آدمؑ کو بتلائے تھے اور جس کے ذریعہ سے توبہ قبول ہوئی تھی وہ یہ تھے۔ "لا الٰہ الا انت سبحانک وبحمدک رب عملت سوءً و ظلمت نفسی فاغفرلی فانت خیر الغافرین لا الہ الا انت سبحانک و بحمدک۔ رب عملت سوءً ظلمت نفسی فتب علی انک انت التواب الرحیم، ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا و ترحمنا لنکونن من الخاسرین (و فی روایۃ) سبحان اللّٰہ والحمد للّٰہ ولا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر" (روضۃ الصفا)

ان روایتوں میں اگرچہ محمدؐ و آلِ محمدؐ کا ذکر نہیں ہے۔ لیکن یہ یقین ہے کہ یہ جملہ روایت کا لازمی جز ہے۔ کیونکہ روایات سے یہ ثابت ہے کہ محمدؐ و آلِ محمدؐ کے واسطے کے بغیر کوئی دعا قبول نہیں کی جاتی۔

یہاں پر یہ بات قابلِ ملاحظہ ہے کہ لفظ "کلمات" کے دو پہلو ہیں ایک ظاہری دوسرا باطنی ظاہری یہ ہے کہ اس میں پانچ حرف ہیں ک۔ل۔م۔ا۔ت۔" ان میں چار حرف مذکر ہیں اور ایک مونث اور پنجتن پاک میں بھی چار مذکر ہیں اور ایک مونث" اور باطنی پہلو یہ ہے کہ بقاعدہ ابجد ک کے ۲۰۔ ل کے ۳۰۔ م کے ۴۰۔ ا کا ا۔ ت کے ۴۰۰۔ اعداد ہوتے ہیں۔ جب ان

کے علم الحروف کے قاعدہ سے "جمل صغیر" بنائے جاتے ہیں یعنی نقطوں کے بغیر اعداد شمار کیے جاتے ہیں تو ۱۴ ہوتے ہیں مطلب یہ ہے کہ روایات میں بظاہر صرف پنجتن پاک کے اسمارِ گرامی تو یہ آدمؑ کے سلسلے میں آئے ہیں۔ لیکن ان سے مُراد چہاردہ معصوم علیہم السّلام ہیں کیونکہ یوم الست اور روزِ ازل ان سب کی اطاعت کا اقرار لیا گیا تھا اور آدمؑ کو ان سب کے اشباح دکھلائے گئے تھے اور ساقِ عرش پہ ان سب کے اسمار لکھے گئے تھے۔ (حیات القلوب جلد ۱ ص۱۵ام) اور لوحِ فاطمہؑ ممثل لوحِ محفوظ میں ان سب کے نام لکھے ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں پیدا ہونے کے بعد ان کے یہی نام رکھے گئے ہیں۔ (اعلام الوریٰ علامہ طبرسی ص۲۲۵)

حضرتِ آدمؑ اور بنیاد خانہ کعبہ

خداوندِ عالم کے بتائے ہوئے کلمات کے واسطے سے حضرت آدمؑ کی توبہ تو قبول ہو چکی اور اس عظیم شرف پر انتہائی مسرور بھی ہوئے اور ہونا بھی چاہیئے تھا۔ یہاں تک کہ مدتوں مسرّت کے آنسو بھی بہاتے رہے لیکن اس کے باوجود ان کے دل سے ناراضی باری، فراقِ جنّت اور جُدائی جنابِ حوّاؑ کے غم کے بادل نہ چھٹے اور وُہ بدستور رنجیدہ رہے۔ تو خداوندِ عالم نے آدمؑ سے فرمایا کہ اے آدم ہم نے تم کو پیدا کیا۔ ہم نے تم کو فرشتوں کے مقابلہ میں سرفراز کیا۔ ہم نے تم کو جنّت میں رکھا اور اب تمھارے ترکِ اولیٰ کو بھی معاف کر دیا، اور تمھاری توبہ بھی قبول کر لی، آخر اب کیوں رنجیدہ ہو۔ عرض کی مالک اپنے کیے کا جو بدلا پا چکا ہوں اور رنج و غم برداشت کر چکا ہوں۔ اس کی تلخی اور اس کے اثرات دل سے نہیں جاتے ارشاد ہوا کہ مکہ جا کر کعبہ کا طواف کرو، دل مطمئن ہو جائے گا اور رُوح سکون پا جائے گی۔ پھر جبریلؑ کو حکم دیا کہ آدمؑ کو مکّہ لے جا کر انھیں میرے گھر کا طواف کراؤ۔ حضرت آدمؑ، حضرت جبریلؑ کے ہمراہ مکّہ معظمہ پہنچے اور اس گھر کا طواف کیا جو خیمہ کی صُورت میں مقامِ بیت پر نصب تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت آدمؑ کو جبریلؑ پا پیادہ لے گئے۔ جہاں جہاں ان کے قدم پڑتے تھے۔ سبزا لہلہانے لگتا تھا اور ریت کا میدان گلزار بنتا جاتا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ خداوندِ عالم نے مقامِ بیت پر ایک یاقوتِ سُرخ کا ایسا گھر بنا دیا تھا جس میں نور کی قندیلیں آویزاں تھیں اور اس کے دو دروازے تھے ایک شرقی اور ایک غربی اس کے اوپر ایک خیمہ زبرجد سبز کا نصب تھا جس کی طنابیں سونے کی تھیں۔

الغرض حضرت آدمؑ جنابِ جبریلؑ کے ہمراہ مکّہ پہنچکر مشغولِ طواف ہوئے، طواف سے فراغت کرتے ہی ان کے دل کو قدرے سکون حاصل ہو گیا، اس کے بعد جناب جبریلؑ نے انھیں کوہِ صفا پر پہنچا دیا، کوہِ صفا پر پہنچنے کے بعد حضرت آدمؑ میں ملاقاتِ حوا کا اشتیاق شدت پکڑ گیا۔ اور

وُہ ان کی مُلاقات کے لیے بے انتہا پریشان ہوئے۔ بالآخر کوہِ صفا سے اُترے اور ایک جانب کو چل پڑے۔ جس طرح حضرت آدمؑ بے چین تھے جنابِ حوّا بھی بے چین تھیں اور جس طرح حضرت آدمؑ کوہِ صفا سے اُتر کر تلاشِ حوّا میں ایک طرف کو چل پڑے تھے۔ اسی طرح جنابِ حوّا بھی کوہِ مروہ سے اُتر کر ایک جانب کو روانہ ہوگئی تھیں، نہ آدمؑ کو معلوم تھا کہ کدھر جا رہے ہیں نہ حوّا کو خبر تھی کہ کس طرف جا رہی ہیں۔ اتفاقاً دونوں چلتے چلتے مقامِ عرفات پر پہنچے اور دونوں میں مُلاقات ہوگئی اور دونوں نے ایک دُوسرے کو جبرئیلؑ کے ذریعے سے پہچانا۔ کیونکہ امتدادِ زمانہ، صدمہ، اور فضاء ارضی کی وجہ سے دونوں کے چہرے متغیر ہو گئے تھے اور پہچاننے کا امکان نہ رہا تھا۔ غرضیکہ پہچانا اور بہت روئے۔ مقامِ تعارف کو "عرفات" اور یومِ مُلاقات و تعارف کو "یومِ عرفہ" کہا گیا۔ اس کے بعد حضرت جبرئیلؑ نے ان دونوں کو لاکر اسی خیمہ میں رکھا جو فرشتوں کے ذریعہ سے مقامِ بیت پر نصب کیا گیا تھا۔ پھر چند دنوں کے بعد حضرت جبرئیلؑ نے بروایت علامہ مجلسی ان دونوں کو صفا اور مروا پر پہنچا دیا۔ پھر اس خیمہ کو جو مقامِ بیت پر نصب تھا بحکم خدا آسمان پر اٹھا لیا گیا اور اسی مقام پر کوہِ صفا، کوہِ مروا کوہِ طُورِ سینا اور کوہِ سلام یعنی نجفِ اشرف سے پتّھر منگوا کر خانہ کعبہ کی تعمیر کر دی گئی اور کوہِ ابوقبیس سے وُہ پتّھر لاکر نصب کر دیا گیا۔ جو اس مقام پر محفوظ تھا، اور جسے حضرتِ آدمؑ اپنے ہمراہ جنّت سے لائے تھے جس کا نام ہے "حجرِ اسود"۔

قصص الانبیاء جزائری کے ص۵۹ میں ہے کہ حجرِ اسود کو حضرتِ آدمؑ اپنے کندھوں پر اُٹھا کر لائے تھے اور جب وُہ تھک جاتے تھے تو جبرئیلؑ اُٹھا لیتے تھے۔ اس کے بعد حضرتِ جبرئیلؑ نے حضرتِ آدمؑ کو مناسکِ حج بتائے اور حج کرنے کا طریقہ سمجھایا، حضرتِ آدمؑ حج کرنے کے لیے آگے بڑھے، تو شیطان آڑے آیا اور بہکانے کی سعی کرنے لگا۔ حضرتِ جبرئیلؑ نے آدمؑ سے فرمایا کہ اسے پتّھر مارو، آدمؑ نے پتّھر مارے۔ جب سات پتّھر لگے تو وہ بھاگا۔ دُوسرے مقام پر پھر سامنے آگیا اور پھر پتّھر مارے۔ پھر تیسرے مقام پر راستہ روکنے کے لیے آیا، آپ نے پتّھر مارے اور جب سات پتّھر اس کے لگے تو وہ بھاگ کھڑا ہُوا یہی وجہ ہے کہ حج میں رمی جمرات کیے جاتے ہیں۔ اس کے بعد طواف النساء" واجب قرار دیا گیا ہے، جو طواف النساء نہ کرے۔ اس کی عورت اس پر حج کے بعد حلال نہیں ہوتی۔ ایک روایت میں ہے کہ حج کے سلسلہ میں جب آدمؑ مقامِ منیٰ پر پہنچے تو جبرئیلؑ نے کہا کہ مغفرت کی تمنّا کرو۔ چنانچہ اُنھوں نے ایسا ہی کیا اور دُعا کی یہی وجہ ہے کہ اس غیر موسوم جگہ کا نام منیٰ رکھ دیا گیا۔

حج سے فراغت کے بعد حضرتِ آدمؑ نے بروایت طبری و روضۃ الصفا، بارگاہِ احدیت میں عرض

کی کہ "مالک مجھے سراندیپ جانے کی اجازت دیدے کیونکہ مکہ میں گرمی بہت زیادہ ہے۔ خداوندِ عالم نے اجازت دی اور حضرت آدمؑ و حواؑ حضرت جبرئیلؑ کی امداد سے سراندیپ واپس پہنچ گئے اور وہیں رہنے سہنے لگے۔ بروایت آریلی کبھی وہاں رہتے تھے اور کبھی مکہ آجایا کرتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت آدمؑ نے ہندوستان سے چالیس حج پا پیادہ مکہ جاکر کیے تھے تفسیر زاہدی میں ہے کہ چالیس حج اور دو سو عمرے بجالائے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت آدمؑ نے اپنی عمر میں سات سو حج اور تین سو عمرے کیے تھے۔ (سفینۃ البحار جلد ا ص ۱۵) ایک روایت میں مجاہد نے کہا ہے کہ انھوں نے یہ حج پا پیادہ اس لیے کیے تھے کہ ان کے اٹھانے کے قابل کوئی جانور نہ تھا۔ کثیر روایات میں ہے کہ حضرت آدمؑ کا قد ساٹھ گز لمبا تھا اور اسی مناسبت سے چوڑا۔ طبری میں ہے کہ آدمؑ و حوا چالیس سال ہندوستان میں رہے۔ اسی کتاب میں یہ بھی ہے کہ حضرت نوحؑ کے طوفان سے پہلے تک خانہ کعبہ بدستور بنا رہا۔ جب طوفان آنے کا زمانہ ہوا تو اسے آسمان پر اٹھالیا گیا اور اس کی جگہ ایک پہاڑ کو اپنے حکم سے خدا نے قائم کردیا۔ جب طوفان گزر گیا اور عہدِ حضرت ابراہیمؑ آیا تو خدا نے ابراہیمؑ کو مقامِ بیت کی طرف اشارہ کیا اور پہاڑ کو حکم دیا کہ وہ اپنی اصلی جگہ پر چلا جائے۔ وہ ہٹ گیا اور حضرت ابراہیمؑ نے اس جگہ پر خانہ کعبہ کی تعمیر مکمل طور پر کردی۔ اس کے بعد مورخ طبری لکھتے ہیں کہ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ خانہ کعبہ نہ یاقوت سرخ کا تھا نہ آسمان پر اٹھایا گیا۔ بلکہ اسے حضرت آدمؑ نے پتھروں سے بنایا تھا اور اسی کی بنیاد پر حضرتِ ابراہیمؑ نے طوفانِ نوحؑ کے بعد تعمیر کیا تھا "میرے نزدیک یہی درست ہے"۔

تفسیر مدارک التنزیل میں عبداللہ بن عمر اور مجاہد سے مروی ہے کہ خانہ کعبہ، زمین کی خلقت سے دو ہزار سال پہلے سطحِ آب پر اس کے جھین سے بنایا گیا تھا۔ پھر اسی کے نیچے سے زمین بچھائی گئی تھی، تفسیر انوار التنزیل اور مواہب علیہ میں ہے کہ خانہ کعبہ کی عظمت کا اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جس کی نگاہ اس پر پڑتی ہے، وہ اشکبار ہوجاتا ہے اور اسے آج تک کوئی تباہ و برباد اور نیست و نابود نہیں کرسکا۔ نیز کوئی پرندہ اس پر سے نہیں گزر سکتا اور کوئی درندہ اس کے حدود میں کسی کو گزند نہیں پہنچا سکتا، ہر شب جمعہ دنیا کے اولیاء وہاں جمع ہوتے ہیں۔ اس کی بنیاد عہدِ حضرت آدمؑ اور ایک روایت کی بنا پر اس سے بھی پہلے پڑی ہے۔ اور قیامت یا اس کے بعد جب تک خدا چاہے گا قائم رہے گا۔

تاریخ طبری جلد ا ص ۲۳، روضۃ الصفا جلد ا ص ۱۱، تاریخ یعقوبی ص ۵، کشف الغمہ ص ۸
حیات القلوب جلد ا ص ۴۴ تفسیر انوار التنزیل عجائب القصص ص ۲۹، عرائس ثعلبی ص ۲۱
ناسخ التواریخ ص ۸۲ جلد ا۔ تفسیر مدارک التنزیل، تفسیر مواہب علیہ۔

وادیٔ نعمان میں عہدِ میثاق

ہم عہد و میثاق پر مکمل بحث کر چکے ہیں۔ لیکن اس مقام پر کثیر تواریخ میں یہ چیز ملتی ہے کہ حضرت آدمؑ ہندوستان سے حج کے لیے برابر جایا کرتے تھے۔ ایک بار ایسا ہوا کہ وہ مقامِ عرفات کے عقب میں وادیٔ نعمان میں سو رہے تھے تو ان کے صلب سے قیامت تک پیدا ہونیوالے انسانوں کو ذرات کی صورت میں نکالا گیا اور اُن سے عہد و پیمان لیا گیا (تاریخ طبری جلد ا ص ۲۹) اس سے واضح ہو کہ نسلِ انسانی سے دُنیا میں آدمؑ کے آنے کے بعد بھی ایک بار وحدانیتِ خدا، نبوتِ محمد مصطفےٰ اور ولایت آئمہ ہدیٰؑ کا اقرار لیا گیا تھا۔ جیسا کہ تفسیر عیاشی سے واضح ہے۔ حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ جس طرح آسمان پر میثاق لیا گیا تھا، زمین پر بھی لیا گیا ہے۔ (نور المبین ص ۳۸۶)

حضرتِ آدمؑ کو ساری زمین کا مالک بنا دیا گیا

مورخ طبری حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ جب کعبہ بنایا جا چکا تو جبریلؑ نے ایک آواز بلند کی " اے دُنیا کے لوگو! تم پر حج واجب کیا گیا ہے "۔ اس آواز کا بلند ہونا تھا کہ پشتِ آدمؑ سے پیدا ہونے والے مسلمانوں نے صلب آدمؑ سے جبریلؑ کی آواز پر آواز دی " لبیک اللھم لبیک لاشریک لک ان الحمد والنعمۃ لک، لبیک لا شریک لک "۔ یہی وجہ ہے کہ ان جملوں کو حج کا اہم جز قرار دے دیا گیا ہے۔ پھر خانہ کعبہ کے حج سے فراغت کے بعد حضرت آدمؑ کوہ سراندیپ " پر واپس چلے آئے اور جنابِ حوّا بھی ان کے ہمراہ آئیں، حضرتِ آدمؑ تعمیر کعبہ سے قبل تعمیر خانہ سے ناواقف تھے۔ لہٰذا انھوں نے سراندیپ کے پہلے قیام میں ایک درخت کو اپنا محافظ قرار دے کر اس کے سائے میں سکونت اختیار کر رکھی تھی۔ یہ وُہی درخت ہے جس سے بعد میں حضرتِ موسیٰؑ کا عصا بنا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ درخت اس لکڑی سے اُگا تھا جو حضرت آدمؑ اپنے مسواک کے طور پر جنت سے لائے تھے۔ یہاں پہنچ کر اُنھوں نے اپنے لیے ایک مکان بنایا۔ یہ دوسرا مکان ہے جو خانہ کعبہ کے بعد دنیا میں بنایا گیا۔ اس کے بعد خداوند عالم نے زمین کی ملکیت اور اس کی حکومت حضرت آدمؑ کے سپرد فرمائی اور دُنیا کے تمام جانوروں کو ان کا مطیع اور منقاد بنا دیا، ان کی حکومت زمین کے اوپر بھی تھی اور زمین کے اندر اور اس کے نیچے بھی تھی۔ غرضیکہ جو بھی مخلوق ہوا تھا وہ اُن کے تابع فرمان تھا۔ یہ جہاں اور جس طرح چاہتے تھے۔ زمین اور اس کے باشندوں کو استعمال کرتے تھے۔ (تاریخ طبری جلد ا ص ۲۵)

مورخ ہروی کا بیان ہے کہ حضرت آدمؑ سراندیپ پہنچنے کے بعد پہاڑ سے مختلف قسم کی چیزیں برآمد کرنے لگے اور پوری توجہ سے زراعت میں مشغول ہو گئے۔ حضرت جبریلؑ نے انھیں بحکمِ خدا ہدایت کی

اور خدا کے احکام اس امر سے متعلق پہنچائے کہ تم بنی نوعِ انسانی کی کثرت کی طرف توجہ کرو، خدا تمھاری اولاد کو محسوسات و معقولات سے بہرہ ور کرے گا۔ چنانچہ حضرت آدم حضرت حوّا سمیت پورے اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگے اور خدا کی پوری اطاعت و عبادت کے ساتھ تولید کی طرف متوجہ ہوگئے۔ یہاں تک کہ اقطاعِ عالمِ ارضی میں ان کی اولاد پہنچ گئی اور دنیا آباد ہوگئی۔ (تاریخ روضۃ الصفا جلد ۱ ص ۱۲)

علامہ مجلسی بحوالہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام لکھتے ہیں کہ حضرت جبریلؑ حضرت آدمؑ کے پاس برابر آیا کرتے تھے لیکن جب ان کے آنے میں زیادہ عرصہ گزر جاتا تو وہ بہت غمگین اور محزون ہوتے تھے۔ ایک دن انھوں نے جبرئیل سے اس کا تذکرہ کیا۔ حضرت جبریلؑ نے فرمایا کہ جب میرے تم تک پہنچنے میں تاخیر ہو اور تمھیں اس سے دکھ ہو اور تم غمگین ہو جاؤ تو اس وقت "لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم" کا ورد کیا کرو۔ تم کو تسلی ہو جایا کرے گی (حیات القلوب جلد ۱ ص ۴۶) بعض روایات میں ہے کہ اگر اسے صبح کو بستر سے اُٹھنے کے بعد کوئی اور کلام کیے بغیر سات مرتبہ پڑھ لیا جایا کرے تو ستّر بیماریوں اور بلاؤں سے نجات رہتی ہے اور شیطان قریب نہیں آتا۔ (جامع الاخبار ص ۷) بعض روایات سے مستفاد ہوتا ہے کہ اسے ہر نماز کے بعد سات بار پڑھنے سے ہر قسم کی بلا و بیماری سے نجات رہتی ہے۔

نئے سال کی بہترین کارآمد اور مقبولِ عام

اثنا عشری جنتری کلاں

جس میں عیسوی سال کی تاریخوں کے مطابق اسلامی سنِ ہجری اور سنِ بکرمی کی مکمل تقویم۔ نوروز عالم افروز کا مکمل خاکہ۔ تاریخہائے سعد و نحس۔ قمر در عقرب۔ فہرست تعطیلات کے علاوہ ہر سال نئے موضوعات پر مذہبی، معاشی، طبی اور سائنسی عنوانات پر ملک کے مایہ ناز ادیبوں کی تخلیقات اور تحقیقات شامل اشاعت ہوتی ہیں۔ تقویم و نجوم۔ بارہ برجوں کے حالات۔ حضرت امام رضاؑ کی ہدایت کے مطابق ماہانہ حالات عملیات و تعویذات جیسے موضوعات پر بھی بہترین معلومات سے مرصع "اثنا عشری جنتری" ہر سال ہزاروں کی تعداد میں طبع ہو کر ہدیہ قارئین ہوتی ہے۔ اسکے مستقل قاری اس بات کے شاہد ہیں کہ یہ سب سے بہتر کارآمد اور معیاری جنتری ہے۔ بہترین رنگین ٹائیٹل آفسٹ پر دیدہ زیب طباعت و کتابت و عمدہ کاغذ سے مزین۔ ضخامت سب سے زیادہ۔ ہدیہ مناسب۔

ملنے کا پتہ:۔ امامیہ کتب خانہ مغل حویلی اندرون موچی دروازہ — لاہور ۸

باب ۵

حضرت آدمؑ و حوّا کی زندگی کا نیا دَور

وجہ تسمیہ، القاب، کنیت، قد و قامت

اور

سلسلۂ نسل کی بحث

مورخین کا بیان ہے کہ حضرت آدمؑ اور حوّا ساری زمین کی ملکیت حاصل کرنے کے بعد نہایت آرام اور چین کی زندگی بسر کرنے لگے۔ خود زراعت کرتے تھے اور حضرت حوّا اُن کے کپڑے بنتی تھیں تمام جانور مطیع تھے۔ ہر چیز پر تصرف حاصل تھا، سکون اور اطمینان تھا۔ انھیں بڑی مشکلیں اور سخت ترین تکالیف برداشت کرنے کے بعد اب اس لیے سکون حاصل ہوا تھا کہ مرورِ ایام سے جنت سے نکلنے کا دُکھ بھی کم ہوگیا تھا اور حیاتِ ارضی میں فضائے دنیا سے متاثر ہوکر یہاں کی زندگی کے عادی بھی ہوگئے تھے۔ اس طرح اُن کی زندگی کا نیا دَور شروع ہوا۔ اب ہم اس دُنیا سے متعلق ان کے حالات لکھتے ہیں۔

حضرتِ آدمؑ و حوّا کے اسمائ اور وجہ تسمیہ

حضرت آدمؑ کا نام "آدم" ہی تھا۔ یہ نام خدا نے خود رکھا تھا اور اسی نام پر ولادتِ حوّا کے بعد جو آدمؑ ہی کی طرح جوان پیدا کی گئی تھیں، نکاح بھی ہوا تھا۔

حوّا کا نام بھی، حوّا ہی ہے۔ یہ نام بھی خدا نے رکھا تھا۔ قرآن مجید میں ان دونوں کا تذکرہ انھیں ناموں سے مرقوم ہے۔ آدمؑ کو آدمؑ اور حوّا کو حوّا کیوں کہا گیا۔ اس کے متعلق عرض ہے کہ آدمؑ چونکہ "ادیم ارض"، یعنی روئے زمین کی خاک سے بنائے گئے تھے، اس لیے ان کا نام "آدم" رکھا گیا اور حوّا چونکہ حی (زندہ) کی بچی ہوئی تعمیری مٹی سے پیدا کی گئی تھیں۔ جیسا کہ بحار الانوار

لباب التاویل اور عجائب القصص میں ہے۔ اسی لیے انھیں حوّا کہا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث میں آیا ہے۔ "قلہمتہ الرجال الی الارض وھمتہ النساء الی الرجال" مردوں کی توجّہ کا مرکز زمین ہے اور عورتوں کی توجّہ کا مرکز مرد ہوتا ہے۔ یعنی مرد کا تمام تر تعلق زمین سے ہے، اور عورت کا تعلق مرد سے ہے۔ مرد زمین کو چاہتا ہے اسے استعمال کرتا ہے۔ اُسے جوتتا اور اس میں بوتا ہے اس پر عمارتیں بناتا ہے۔ اس کی خرید و فروخت کرتا ہے مشہور ہے کہ وہ زن، زر، زمین کا دلدادہ ہوتا ہے اور عورت مرد کو چاہتی ہے۔ اس کی آغوش میں زندگی کو خوشگوار زندگی سمجھتی ہے، اُسی سے نان و نفقہ حاصل کرتی ہے۔ اس سے پوری محبت رکھتی ہے اور اپنے کو "لعبتہ الرجال" مرد کا کھلونا جانتی ہے اور ہوشیار اور ہوشمند عورت اپنے کو مرد کا تابعدار سمجھتی ہے اور ہے بھی ایسا ہی۔ قرآن مجید میں ہے کہ شجرۂ ممنوعہ سے کھانے کی آدمؑ و حوا دونوں کو ممانعت تھی۔ دونوں نے کھایا اور کھانے میں پہل بھی حوّا نے کی اور کھلایا بھی آدمؑ کو حوّا ہی نے اس کے باوجود توبہ کے سلسلہ میں حوّا کا کوئی ذکر نہیں۔ قاضی بیضاوی نے لکھا ہے کہ حوّا تابع آدمؑ تھیں۔ اس لیے حوا کو توبہ آدمؑ میں شامل قرار دیا گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ اسی تابع ہونے کی وجہ سے طلاق کا اختیار عورت کو نہیں صرف مرد کو دیا گیا ہے۔

حضرتِ آدمؑ کے القاب

کثیر مؤرخین نے تحریر کیا ہے کہ حضرت آدمؑ کا لقب، خلیفۃ اللہ اور صفی اللہ تھا۔

آپ کی کنیت

آپ کی کنیت ابوالبشر اور ابو محمد تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ اس کنیت میں حضرت آدمؑ کو تفرد حاصل ہے۔ یہ کنیت کسی کو نصیب نہیں ہوئی۔ ایک روایت میں ہے کہ آدمؑ کو جنّت میں اسی کنیت "ابو محمدؐ" سے پکارا جاتا ہے۔ (معارج النبوت)

آپ کا قد و قامت

حضرت آدمؑ کا قد بروایت علّامہ مجلسی ساٹھ ہاتھ یعنی ۳۰ گز اور جناب حوّا کا ۳۵ ہاتھ ½۱۷ گز کا تھا اور بروایتِ طبری ساٹھ گز کا تھا۔ (حیات القلوب جلد ۱ ص۴۷ و تاریخ طبری جلد ۱ ص۲۳)

حضرتِ آدمؑ و حوّا کے یہاں ولادتِ فرزند

حضرت آدمؑ و حوّا کا نکاح تو جنّت ہی میں ہو چکا تھا لیکن مقاربت کی نوبت نہ آئی تھی۔ البتہ توبہ قبول ہونے کے بعد جب آدمؑ حوّا مقام عرفات میں ملے تھے اور ان کا قیام ایک خیمہ میں ہوا تھا تو بعض روایات کی بنا پر یہ دونوں "ایک جا" ہوئے تھے۔ مگر ان کی مقاربت حدودِ حرم سے باہر ہوئی تھی اور بہ غسل سے فراغت کے بعد حدودِ حرم میں واپس

آئے تھے (حیات القلوب) لیکن عام روایات کی بنا پر جب یہ دونوں حج وغیرہ سے فراغت کے بعد مقام سراندیپ واپس آئے تھے۔ تب یہ سلسلہ شروع ہوا تھا۔ الغرض جناب حوا کے حمل ظاہر ہوا۔ اور اُن کے بطن سے ایک فرزند پیدا ہوا جس کا نام "قابیل" رکھا گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ شجرۂ ممنوعہ سے آدمؑ نے جو گندم کھایا تھا اسی کے اجزاء مادیہ سے اس کا نطفہ قرار پایا تھا، قابیل کے تھوڑے دنوں بعد ایک اور فرزند پیدا ہوا جس کا نام "ہابیل" رکھا گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ قابیل کے پانچ سال بعد جناب ہابیل پیدا ہوئے تھے۔ غرضکہ دونوں فرزند پلنے اور بڑھنے لگے یہاں تک کہ جوان ہو گئے۔ ناسخ التواریخ میں ہے کہ آدمؑ کے یہاں ایک لڑکی بھی پیدا ہوئی تھی جس کا نام "عناق" تھا۔ عام قیاس کی بنا پر وہ لڑکی آدمؑ و حوا کے قدر کی کمی سے پہلے پیدا ہوئی تھی اور اس کی شادی ایک دیو یعنی جن سے ہوئی تھی۔

ہابیل میں قدرت نے کچھ ایسی صلاحیتیں دے دی تھیں جو قابیل میں نہ تھیں، یہ نیک سرشت لائق، فائق اور اطاعتِ والدین میں طاق تھے۔ حد درجہ متقی پرہیزگار اور عبادت گزار تھے۔ قابیل فطری طور پر ان چیزوں سے دور تھا۔ نہ اخلاق سمجھتا تھا نہ نیکی کو اہمیت دیتا تھا۔ نہ اطاعتِ والدین کو ضروری سمجھتا تھا۔ نہ اتقاء و پرہیزگاری کے قریب جاتا تھا۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت آدمؑ سو رہے تھے۔ سوتے میں برہنہ ہو گئے، قابیل کی نظر پڑی، وہ بجائے اس کے کہ بڑھ کر پردہ پوشی کر دیتا، دور کھڑا ہوا ہنستا رہا۔ جب ہابیل کی نگاہ پڑی وہ فوراً دوڑ کر پہنچے اور مستور کر دیا۔

فرزندانِ حضرت آدمؑ قابیل و ہابیل کی شادیاں اور قتلِ ہابیل کا واقعہ

الغرض دونوں جوان ہو چکے تھے اب ان کے والدین کو ان دونوں کی شادی کی فکر ہوئی۔ جناب آدمؑ نے بارگاہِ احدیت میں اس امر ازدواج کے بارے میں عرض کیا۔ خداوند عالم نے انسان کی صورت میں ایک جنّیہ کو قابیل کے لیے بھیج دیا۔ جس کا نام بروایت امام ثعلبی "عمالہ" تھا۔ اور بروایت علامہ جزائر "جہانہ" تھا۔ حضرت آدمؑ نے قابیل کی شادی اس کے ساتھ کر دی، وہ دونوں میاں بیوی ایامِ حیات گزار رہے تھے کہ خداوندِ عالم نے ایک حور کو انسان کی صورت میں ہابیل کے لیے بھیج دیا۔ جس کا نام "نزلہ" تھا۔ حضرت آدمؑ نے ہابیل کی شادی اس کے ساتھ کر دی۔ (تاریخ یعقوبی ص۲ لوامع التنزیل جلد ۶ ص۲۴۹) قابیل نے اپنی بیوی کے جنّیہ ہونے اور ہابیل کی بیوی کے حوریہ ہونے کو محسوس تو کیا لیکن اسے زیادہ اہمیت نہ دی۔ اسی دوران میں حضرت

آدمؑ نے ہابیل کی صلاحیتوں کی روشنی میں حکم خدا سے ہابیل کو اپنا جانشین بنانے کا اظہار کر دیا۔ قابیل کو جونہی یہ ارادہ معلوم ہوا، بھڑک اٹھا اور آتش زیر پا ہو کر باپ کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ آپ نے ایک تو یہ بے انصافی کی کہ مجھے جنیہ (عورت) دی اور ہابیل کو "حوریہ" دی، اور اب یہ بڑا ظلم مجھ پر کیا ہے کہ میرے بڑے ہونے کے باوجود مجھے نظر انداز کر دیا ہے اور اپنا خلیفہ ہابیل کو بنانے کا فیصلہ کیا ہے۔ میں اسے کسی حال میں تسلیم نہ کروں گا، پھر بولا اچھا یہ بتائیے کہ یہ کچھ آپ نے اپنی طرف سے کیا ہے۔ یا خدا کا حکم ہے۔ آدمؑ نے فرمایا کہ میری طرف سے اس چیز کے ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔" ان الفضل بید اللہ یوتیہ من یشاء یہ امر خلافت خدا کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے، میرا اس میں کیا دخل ہے۔ (عرائس ثعلبی ص۲۶)

علامہ جزائری لکھتے ہیں کہ ثم اوحی اللہ الی آدم ان یضع میراث النبوت والعلم ویدفعہ الی ھابیل الخ" پھر خداوندِ عالم نے حضرت آدمؑ کی طرف وحی کی کہ میراثِ نبوت اور علم کا بندوبست کرو اور یہ چیزیں ہابیل کے حوالہ کر دو۔ چنانچہ انھوں نے ہابیل کو جانشین بنا دیا، جب قابیل کو اس کی اطلاع ملی تو وہ آکر کہنے لگا کہ میں زیادہ حق دار ہوں۔ آپ نے ہابیل کو جو مجھ سے چھوٹا ہے خلیفہ کیوں بنا دیا۔ حضرت آدمؑ نے فرمایا اے فرزند میں اس امرِ خلافت پر مجبور ہوں۔ ان الامر بید اللہ وان اللہ حصہ، بما فعلت" یہ امرِ خلافت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اسی نے ہابیل کو میرا خلیفہ بنا دیا ہے۔ میں نے اس کی تعمیل کر دی ہے۔ اس سے زیادہ اس امر میں میرا کوئی دخل نہیں ہے (قصص الانبیاء جزائری ص۶۷) قابیل نے کہا کہ سب کہنے کی باتیں ہیں۔ میں تو ایک نہ مانوں گا۔ مجھے معلوم ہے کہ آپ خود مجھ پر میرے چھوٹے بھائی کو ترجیح دیتے ہیں۔ آپ اسے بہت زیادہ چاہتے ہیں اور میری طرف آپ کی توجہ خود کم ہے، آپ نے جو کچھ کیا ہے خود کیا ہے۔ حضرت آدمؑ نے فرمایا کہ اگر تم کو غلط فہمی ہے اور تم میرے کہنے پر یقین نہیں کرتے تو پھر دونوں بھائی خدا کی بارگاہ میں قربانی پیش کرو۔ جس کی قربانی منظور ہو جائے گی وہی افضل قرار دیا جائے گا۔ قابیل نے قربانی پیش کرنے کی بات مان لی، اور ایک دن دونوں نے ایک پہاڑ پر اپنی قربانیاں رکھ دیں۔ قابیل زراعت کرتا تھا۔ اس نے ردی قسم کا گندم لاکر پہاڑ پر رکھا۔ ہابیل نے دنبے وغیرہ پالے ہوئے تھے۔ انھوں نے بہترین قسم کا دنبہ لاکر پہاڑ پر رکھا۔ اس زمانہ میں قربانی قبول ہونے کا طریقہ یہ تھا کہ آسمان سے ایک آگ کا شعلہ آتا تھا اور جس کی قربانی قبول کرنا ہوتی تھی اسے جلا کر خاکستر کر دیتا تھا اور جس کو قبول کرنا منظور نہ ہوتا تھا وہ جوں کی توں پڑی رہتی۔ غرضیکہ قربانی پہاڑ پر رکھی گئی اور شعلہ آیا اور اس نے ہابیل کے دنبہ کو کھا لیا۔ طبری میں ہے کہ یہ قربانی قبول ہونے کا طریقہ عہدِ بنی اسرائیل تک باقی تھا، عرائس ثعلبی میں ہے کہ یہی

ذبیحہ بعد میں فدیہ اسمٰعیلی بن کر آیا ہے۔

اس واقعہ سے حضرت آدمؑ مطمئن ہو گئے اور انھیں خیال ہوا کہ قابیل کو اب پورا اطمینان ہو گیا ہوگا۔ لہٰذا وہ حج بیت اللہ کے لیے روانہ ہو گئے۔ عرائس ثعلبی میں ہے کہ حضرت آدمؑ جب حج کو جانے لگے تو انھوں نے آسمان سے کہا کہ احفظی ولدی بالامانۃ میرے بیٹے ہابیل کی امانت کے طور پر حفاظت کرنا اس نے انکار کر دیا۔ پھر زمین سے کہا اس نے بھی انکار کر دیا۔ پھر پہاڑوں سے کہا انھوں نے بھی انکار کر دیا۔ پھر قابیل سے کہا تو اس نے اپنے مقصد کے تحت اقرار کر لیا اسی کی طرف آیۂ "اناعرضنا الامانۃ الخ" میں اشارہ کیا گیا ہے۔ غرضیکہ ان کے چلے جانے کے بعد شیطان قابیل کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ یہ تو بہت برا ہوا کہ ہابیل کی نذر قبول ہو گئی۔ اور تمھاری نذر قبول نہ ہوئی۔ اب تو یہ ہوگا کہ جب تمھارے اولاد پیدا ہوگی اور تمھاری نسل بڑھے گی۔ تو ہابیل کی اولاد تمھاری اولاد پر تفاخر کرے گی اور کہے گی کہ ہم ہابیل کی نسل سے ہیں جن کی نذر قبول ہوئی تھی اور جو آدمؑ کے خلیفہ تھے اور تم اس کی نسل سے ہو۔ جو ہر طرح محروم رہا تھا۔ قابیل نے کہا یہ تو بالکل درست ہے۔ لیکن اب ہم کیا کریں۔ شیطان نے کہا کہ اس کی ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ تم ہابیل کو قتل کر ڈالو۔ جب وہ قتل ہو جائیں گے تو لامحالہ تم کو وہ اپنا خلیفہ اور جانشین بنائیں گے۔ کیونکہ ان کے اور تو کوئی اولاد فی الحال ہے نہیں۔ قابیل نے کہا کہ یہ تو رائے آپ کی درست ہے۔ لیکن مجھے تو یہ نہیں معلوم کہ قتل کس طرح کیا جاتا ہے، شیطان نے کہا کہ میں ابھی بتائے دیتا ہوں۔ چنانچہ اس نے ایک طائر کو پکڑا اور پکڑ کر اسے پتھر پر لٹا دیا اور اس کے سر کو ایک دوسرے پتھر سے کچل دیا۔

قتل کی ترکیب سیکھنے کے بعد قابیل جناب ہابیل کے پاس پہنچا اور کہنے لگا کہ میں تمھیں قتل کرونگا ہابیل نے پوچھا کہ میں نے تمھاری کیا خطا کی ہے۔ جس کے عوض میں تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو۔ اس نے کہا کہ تمھیں آدمؑ نے جانشین بنا دیا اور تمھاری ہی قربانی قبول ہوئی ہے۔ اس لیے میں تمھیں ضرور قتل کروں گا۔ ہابیل نے کہا کہ اس میں میری کیا خطا ہے۔ اس نے کہا تمھاری خطا ہو یا نہ ہو میں تم کو قتل کرونگا۔ کیونکہ اگر ایسا نہ کروں تو تمھاری نسل میری اولاد پر تفاخر کرے گی۔ ہابیل نے جب یقین کر لیا کہ یہ اس جرم عظیم سے باز نہ آئے گا۔ تو کہنے لگے کہ بھائی۔ اگر تم مجھے قتل کرنا ہی چاہتے ہو تو کر ڈالو لیکن میں بتائے دیتا ہوں کہ میری طرف سے اس کے متعلق اقدام نہ ہوگا، اور میں تمھاری طرف قطعاً ہاتھ نہ بڑھاؤں گا۔ اس کے بعد وہ اپنی جان بچانے کے لیے اپنے گھر سے نکل بھاگے اور جنگل جنگل مارے مارے پھرتے رہے اور قابیل ان کے تعاقب میں رہا۔ یہاں تک کہ ایک دن قابیل نے بصرہ کے اس مقام پر جس جگہ جامع مسجد نبی ہے ہابیل کو ایک پتھر پر سوتا ہوا پایا، وہ اُن کے

قریب گیا اور ایک بہت بڑا پتھر اٹھا کر اُس غریب کے سر پہ دے مارا۔ سر سے خون بہنے لگا اور جنابِ ہابیلؑ نے تڑپ تڑپ کر دم دے دیا۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں جس دن ہابیل قتل ہوئے۔ وُہ آخری چہار شنبہ تھا۔ (الجزائری ص ۶۹)

جناب ہابیل کا قتل ہونا تھا کہ سارے عالم میں تغیرات پیدا ہوگئے، آسمان کا رنگ بدل گیا۔ سُورج کو گہن لگا۔ سیاہ آندھی چلی۔ درختوں سے پھل گر گئے۔ زمین میں زلزلہ آیا، درختوں میں کانٹے نکل آئے۔

یہ حال دیکھ کر حضرتِ آدمؑ نے جنابِ جبرئیلؑ سے پُوچھا کہ ان تغیرات کا کیا سبب ہے۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی امرِ عظیم حادث ہوگیا ہے۔ حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا کہ اے آدمؑ تمھارے بڑے بیٹے قابیل نے تمھارے چھوٹے بیٹے ہابیل کو جنھیں تم خلیفہ بنا آئے تھے شیطان کے ورغلانے سے قتل کر دیا ہے۔ یہ سُننا تھا کہ حضرتِ آدمؑ سخت غمگین اور رنجیدہ ہُوئے اور بے پناہ گریہ کرنے لگے۔ اس کے بعد جناب جبرئیلؑ سے کہا کہ مجھے واپس لے چلو۔ جبرئیلؑ نے فرمایا کہ تم پہلے حج سے فراغت کرو۔ اس کے بعد واپس جانا کسی تاریخ میں یہ نہیں ہے کہ اس وقت جنابِ حوّا کہاں تھیں ہو سکتا ہے کہ وہ بھی حضرت آدمؑ کے ہمراہ حج کو گئیں ہوں۔

الغرض بدبخت قابیل جناب ہابیل کو قتل کرنے کے بعد ان کے جثہ کو چھپانے کی سعی کرتا رہا لیکن اس کی سمجھ میں یہ نہ آیا کہ اسے کرے تو کیا کرے۔ کیونکہ یہ پہلی میّت تھی اور یہ پہلا قتل تھا جو ہبوطِ آدم کے بعد زمین پر واقع ہوا۔ عرائس ثعلبی میں بحوالہ طبری حضرت امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے کہ جب ہابیل قتل ہوگئے تو پھاڑ کھانے والے جانوروں نے انھیں گھیر لیا اور سب اس کوشش میں لگ گئے کہ ان کی میت کو اپنی خوراک بنائیں، یہ دیکھ کر قابیل نے اسے پُشت پر لاد لیا اور لادے لادے حیران و پریشان ایک سال تک بروایتے ایک ماہ تک پھرتا رہا۔ وہ جہاں جاتا تھا۔ درندے اس کے پیچھے پیچھے جاتے تھے اور اس تاک میں تھے کہ یہ اسے پھینکے تو ہم کھائیں الخ۔ غرضکہ اُسے لادے ہُوئے جب عرصہ گزر گیا اور اس میں بُو پیدا ہوگئی تو خلاقِ عالم نے کرم گستری فرمائی۔ اس نے دو کوّوں کو قابیل کے سامنے بھیج دیا۔ وہ آئے اور آپس میں لڑے ایک نے دُوسرے کو مار دیا۔ زندہ کوّے نے مُردہ کوّے کو اپنے پنجوں اور چونچ سے زمین میں گڑھا کھود کر دفن کر دیا۔ قابیل نے دفن کا جب یہ طریقہ دیکھا تو یہ کہتے ہُوئے کہ افسوس میں کوّے جیسا بھی نہیں " ایک گڑھا کھود کر ہابیل کی میت کو دفن کر دیا۔ (معالم التنزیل و بحر المواج)

تھوڑے عرصہ کے بعد جب حضرتِ آدمؑ حج سے واپس آئے اور آکر قابیل سے پوچھا کہ ہابیل کہاں ہیں تو اُس نے جواب دیا کہ کیا آپ مجھے اس پر نگراں کر گئے تھے۔ جو مجھ سے پوچھتے ہیں حضرت

آدمؑ نے فرمایا کہ مجھے سب کچھ معلوم ہے، میں تجھ سے پوچھتا ہوں کہ تو نے ایسا کیوں کیا؟

قابیل نے مواخذہ اور سزا کے خوف سے ترکِ وطن کر دیا اور وہاں سے بھاگ کر عدن (یمن) چلا گیا۔

زمین کے خون نہ چوسنے کی وجہ

اوزاعی کا بیان ہے کہ جب قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا، تو اُن کا خون سات دن تک زمین پر رہ کر زمین کے اندر جذب ہو گیا اور اسے زمین نے پانی کی طرح پی لیا۔ خداوند عالم نے قابیل سے فرمایا کہ تیرا بھائی ہابیل کہاں ہے اس نے کہا کہ "ما ادری ما کنت علیہ رقیبًا" مجھے نہیں معلوم میں کوئی نگہبان تھا۔؟ ارشاد ہوا کہ تیرے بھائی کا خون مجھے پکار رہا ہے، قابیل نے کہا کہ "این دمہ، ان کنت قتلتہ" اگر میں نے اس کو قتل کیا ہے تو اس کا خون کہاں ہے؟ اسی کے بعد سے خداوند عالم نے زمین پر کسی کا خون چوسنا حرام قرار دے دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زمین میں خون جذب نہیں ہوتا (عرائس ثعلبی ص۲۷) علامہ جزائری تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت آدمؑ نے قابیل سے کہا کہ مجھے مقامِ قتل پر لے چل، جب وہاں پہنچے تو زمین پر خون نہ دیکھا لہٰذا انھوں نے خون پی لینے کی وجہ سے زمین پر لعنت کی، یہ ملعون زمین وہی ہے جس پر آج کل مصر کی جامع مسجد بنی ہوئی ہے وہ کہتے ہیں کہ اسی واقعہ کے بعد سے زمین نے کسی کا خون نہیں چوسا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرتِ آدمؑ ہابیل کے مقامِ قتل پر بیٹھ کر چالیس شبانہ روز گریہ کرتے رہے۔ (قصص الانبیا جزائری ص۴۲)

حضرتِ آدمؑ کا مرثیہ

حضرتِ آدمؑ نے جنابِ ہابیل کی موت پر نہایت درد انگیز مرثیہ کہا جس کے دو شعر یہ ہیں ؎

تغیرت البلاد و من علیہا — فوجہ الارض مغبر قبیح
تغیر کل ذی طعم و لون — و قل بشاشۃ الوجہ الصبیح

(ترجمہ) ہابیل کی موت سے تمام شہر اور اس کے باشندے متغیر ہو گئے ہیں اور زمین کے چہرے خاک آلود اور بدنما ہو گئے ہیں نیز کھانوں کے مزے اور چیزوں کے رنگ خراب ہو گئے ہیں اور حسین چہروں کی آب جاتی رہی ہے۔ علل الشرائع و عیون الاخبار و عرائس ثعلبی میں ہے کہ حضرت آدمؑ کے اشعار پر یعرب بن قحطان بن داؤد علیہ السلام نے نظرِ ثانی کر کے اسے صحیح اشعار کی شکل دے دی ہے۔ روضۃ الصفا میں ہے کہ حضرت آدمؑ جب شرائطِ عزا سے فراغت کرتے تھے تو قابیل پر لعنت کیا کرتے تھے۔ اسی سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ عزاداری کے سلسلہ میں ظالم پر لعنت کرنا سنّتِ حضرتِ آدمؑ ہے۔

ہابیل بن ہابیل کی ولادت

علامہ نعمت اللہ الجزائری بحوالہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام

تحریر فرماتے ہیں کہ جناب ہابیل جس وقت قتل ہوئے تھے۔ ان کی بیوی حاملہ تھی، اُن کے مرنے کے چند دنوں بعد فرزند ہابیل کی ولادت ہوئی۔ حضرت آدم علیہ السّلام چونکہ اپنے مقتول فرزند جناب ہابیل کو بہت زیادہ چاہتے تھے۔ لہٰذا ان کی یاد تازہ رکھنے کے لیے ہابیل کے فرزند کا نام بھی "ہابیل" ہی رکھ دیا۔ (نور المبین قصص الانبیاء والمرسلین ص۶۸) اکثر روایات میں ہے کہ جناب ہابیل جس وقت قتل ہوئے۔ اُن کی عمر بیس۲۰ سال اور قابیل کی عمر پچیس سال تھی۔ (ناسخ التواریخ جلد۱ ص۸۵) ایک روایت میں ہے کہ ہابیل ثانی کا نام ہبۃ اللہ رکھا گیا تھا۔ (حیات القلوب)

حضرت آدمؑ پر قتل ہابیل کا معاشرتی اثر

حضرت آدم علیہ السّلام جناب ہابیل کے قتل کی وجہ سے اس درجہ رنجیدہ ہوئے تھے کہ آپ نے ہر قسم کی لذّت سے متلذذ ہونا ترک کر دیا تھا۔ نہ کھانے پینے کی طرف رغبت کرتے تھے۔ نہ لباس کی فکر کرتے تھے اور نہ کسی قسم کا آرام کرنا چاہتے تھے۔ عرائس ثعلبی میں ہے کہ آپ نے ہنسنا تک چھوڑ دیا تھا۔ سالم بن جعد کا بیان ہے کہ لما قتل قابیل ہابیل مکث آدم مائۃ سنۃ لا یضحک" جب قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا تو حضرت آدمؑ سو سال تک ہنسے نہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت آدمؑ واقعہ قتل کے بعد عرصہ دراز تک جناب حوّا کے قریب نہیں گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت آدمؑ سو سال تک حوّا سے دُور رہے قصص جزائری میں ہے کہ قتلِ ہابیل کے صدمہ کی وجہ سے حضرت آدمؑ نے پانچ سو سال جناب حوّا سے مقاربت نہیں کی۔

صلب آدمؑ سے رحم حوّاؑ میں نور محمدیؐ کا انتقال اور ولادتِ شیث

عرصہ دراز تک حضرت آدمؑ کا جناب حوّاؑ سے علیحدہ رہنے کے بعد مشیت ایزدی نے چاہا کہ صلب آدمؑ سے نور محمدیؐ رحم حوّا میں منتقل ہو کر وصایت آدمؑ کی بنیاد قرار پائے۔ لہٰذا بروایت معارج النبوت اس کیلئے خاص اہتمام کیا گیا۔ وہ لکھتے ہیں کہ حضرت آدمؑ اور حوّا ایک پاکیزہ مقام پر بیٹھے ہوئے آپس میں محو گفتگو تھے کہ جنّت سے ایک ہوتے ہوئے آب جاری ہو کر ان دونوں کے قریب پہنچا اور اسی کے ساتھ ساتھ حضرت جبریلؑ کثیر فرشتوں کو لیے ہوئے آپہنچے انھوں نے آکر سلام کیا "السّلام علیک یا ابا محمّد" اے ابو محمّد آپ پر سلام ہو۔ حضرت آدمؑ نے سلام کا جواب دیا "وعلیکم السّلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" اس کے بعد انھوں نے میووں کے طبق پیش کیے اور کہا کہ ان میووں کو تم نے دیکھا ہے۔ حضرت آدمؑ نے فرمایا کہ اے جبرئیل میں نے ان میووں کو جنّت میں دیکھا تھا اور میں نے خدا سے تمنّا کی تھی کہ مجھے موت آنے سے پہلے اسے کھانے

کا موقع دیا جائے۔ جبرئیلؑ نے کہا کہ خلاقِ عالم نے آج تمہاری تمنا پوری کرنے کا بندوبست کیا ہے یہ لو ان میووں کو کھاؤ، اور آپ بہشت سے غسل کر کے حوّا کے پاس جاؤ، کیونکہ آج نورِ محمدیؐ تمہارے صلب سے رحمِ حوّا میں منتقل کیا جائے گا اور تمہاری نسل کی بنیاد پڑے گی۔ چنانچہ حضرت آدمؑ نے تعمیلِ ارشاد کی اور جناب حوا حاملہ ہو گئیں۔ پھر مدّتِ حمل گزرنے کے بعد ایک فرزند کی ولادت ہوئی جس کا نام شیث رکھا گیا۔ تاریخ خمیس جلد ا صفحہ ۱۹ طبع مصر ۱۳۰۲ میں ہے کہ چونکہ نورِ محمدیؐ کو ان کے صلب میں آنا تھا۔ اس لیے ان کی ولادت میں خاص اہتمام کیا گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ انعقادِ نطفہ سے پہلے شیطان کو ان کے قیام گاہ سے اقصائے زمین تک ہنکا دیا گیا تھا۔ معالم التنزیل میں ہے کہ جس وقت صلبِ آدمؑ سے رحمِ حوّا میں نورِ محمدیؐ منتقل ہوا، اس وقت حضرتِ آدمؑ کی عمر ۱۳۰ سال تھی۔ جنابِ شیث حسن و جمال فضل و کمال میں اپنی آپ نظیر تھے۔ پھر ان کے صلب میں نورِ محمدیؐ منتقل ہو چکا تھا۔ جس کا ظہور ان کی پیشانی سے ہوتا تھا۔ الغرض جنابِ شیث جب حدِ بلوغ کو پہنچے تو جنابِ جبرئیلؑ نے آکر کہا کہ اے آدم تم فلاں مقام پر شیث کو لے کر کل آجانا میں بھی بہت سے فرشتوں کو ہمراہ لے کر پہنچ جاؤں گا۔ ابوالبشر حضرت آدمؑ نے اس اجتماع کا سبب دریافت کیا تو جبرئیل نے کہا کہ شیث سے نورِ محمدیؐ کے متعلق عہد و میثاق لینا ہے۔ دوسرے دن حضرت آدمؑ مقامِ معین پر پہنچ گئے اور حضرتِ جبرئیلؑ بھی ستر ہزار فرشتوں سمیت وہاں آموجود ہوئے۔ حضرت جبرئیلؑ نے جنابِ شیث سے کچھ عہد و میثاق لیا اور کچھ انھیں ہدایتیں دیں اور واپس چلے گئے۔

(عجائب القصص صفحہ ۴۴ و حیات القلوب جلد ا صفحہ ۵۵)

ولادت حضرت شیث کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کے ہاں ایک اور فرزند کی ولادت ہوئی جس کا نام حضرت آدمؑ نے "یافث" رکھا۔ شیث تو بالغ ہو ہی چکے تھے۔ جب یافث بھی بالغ ہو گئے، تو حضرتِ آدمؑ کو ان کی شادیوں کی فکر ہوئی۔

جنابِ شیث، یافث اور ہابیل ثانی کی شادیاں

حضرت آدمؑ نے بارگاہِ احدیت میں اپنے بیٹوں کی شادیوں کے لیے درخواست کی خداوندِ عالم نے اس کا بندوبست فرما دیا۔ زرارہ بحوالہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کہتے ہیں کہ خداوندِ عالم نے پنجشنبہ کے دن وقتِ عصر کے بعد آسمان سے ایک حوریہ کو بصورتِ انسان بھیجا جس کا نام "نزلہ" تھا اور حضرت آدمؑ کو حکم دیا کہ شیث کا نکاح اس کے ساتھ کر دو۔ چنانچہ انھوں نے نزلہ کا نکاح شیث کے ساتھ کر دیا۔ پھر دوسرے دن وقتِ عصر کے بعد ایک اور حوریہ کو بصورتِ انسان نازل فرمایا جس کا نام "منزلہ" تھا اور

حضرت آدمؑ کو حکم ہوا کہ یافث کی شادی اس کے ساتھ کردو۔ چنانچہ جناب آدمؑ نے دونوں میں باہمی مناکحت کردی۔ ان دونوں کی شادیوں کے بعد ان کے یہاں لڑکا اور لڑکی پیدا ہوئے۔ یعنی شیث کے یہاں لڑکا پیدا ہوا اور یافث کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی "فولد الصفوۃ من النبیین والمرسلین" پھر توالد و تناسل کا سلسلہ شروع ہو گیا اور اسی پاک اور جائز طریقہ سے انبیاء اور مرسلین بھی پیدا ہوئے۔ پھر شیث کے یہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام حضرت آدمؑ نے (حوریہ) رکھا تھا، اس کے بلوغ کے بعد اس کی شادی، ہابیل ثانی نبیرۂ حضرت آدمؑ کے ساتھ بحکم خدا کردی گئی۔ فھذا الخلق الذی تری من ھذا النسل۔ اسی سلسلۂ نسل سے دنیا کی آبادی نے فروغ پایا ہے۔ (النور المبین فی قصص الانبیاء والمرسلین علامہ جزائری ص۶۸-۶۶ طبع نجف اشرف ۱۳۸۰ھ و حیات القلوب جلد ۱ ص۴۹)

علامہ مجلسی ایک روایت کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت آدمؑ سے مشہور بیٹوں کے علاوہ چار بیٹے ان سے اور پیدا ہوئے تھے۔ جن کی شادیاں حوروں کے ساتھ ہوئیں تھیں، ایک روایت ہے کہ جناب شیث کے بھی چار مزید فرزند پیدا ہوئے۔ جن کی شادیاں چار جنیات سے ہوئی تھیں۔ (حیات القلوب جلد ۱ ص۵۰) علامہ مجلسی نے ان روایات کی صحت کے امکان کا حوالہ دیا ہے۔ میرے نزدیک اسی قسم کی روایات کی صحت کا بہت زیادہ امکان ہے کیونکہ خداوند عالم آدمؑ کی نسل کو بہت جلد بڑھا کر دنیا میں پھیلانا چاہتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب جناب آدمؑ نے انتقال فرمایا تھا تو ان کی نسل کے افراد چالیس ہزار تک پہنچ گئے تھے۔

حضرت آدمؑ کے سلسلۂ نسل کی بحث

میری متذکرہ بالا تحریر سے بڑی حد تک اس امر پر روشنی پڑ گئی ہے کہ حضرت آدمؑ کی نسل کیونکر بڑھی اور یہ دنیائے ارضی آبادی سے کیونکر معمور ہوئی۔ لیکن اس کی مزید وضاحت کے لیے یوں سمجھیے کہ خداوند عالم نے حضرت آدمؑ کو حوا سمیت زمین پر بھیجکر انھیں سب سے پہلے دو بیٹے عطا کیے۔ ایک قابیل دوسرا ہابیل۔ قابیل کے لیے خدا نے جنیہ کو بھیجا اور ہابیل کے لیے ایک حوریہ بصورت انسان ارسال فرمایا۔

قابیل نے ہابیل کو قتل کر ڈالا۔ ہابیل کے قتل ہو جانے کے بعد ان کی حوریہ بیوی موسومہ بہ "نزلہ" سے ہابیل ثانی پیدا ہوئے۔

قتلِ ہابیل کے بعد سو سال تک بروایتے پانچسو سال تک آدمؑ نے حوّا سے مقاربت نہیں کی پھر دونوں یکجا ہوئے جس کے بعد جناب شیث پیدا ہوئے۔ شیث کی شادی ایک حوریہ سے کر دی گئی۔ جس کا نام "نزلہ" تھا۔ پھر تھوڑے عرصہ کے بعد ایک اور فرزند پیدا ہوا جس کا نام "یافث"

رکھا گیا، بلوغ کے بعد اُس کی شادی بھی ایک حوریہ سے ہُوئی۔ جس کا نام "منزلہ" تھا۔ پھر شیث کے یہاں لڑکا پیدا ہوا اور یافث کے ہاں لڑکی پیدا ہُوئی۔ ان دونوں میں باہمی مناکحت کر دی گئی۔ اس کے بعد شیث کے ہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام "حوریہ" تھا۔ اس کی شادی ہابیل ثانی کے ساتھ کر دی گئی۔ پھر حضرت آدمؑ کے ہاں چار لڑکے پیدا ہُوئے جن کی شادیاں چار حوریوں کے ساتھ ہوئیں۔ اسی دوران میں جنابِ شیث کے مزید چار لڑکے پیدا ہُوئے۔ جن کی شادیاں چار جنیات کے ساتھ ہوئیں۔ پھر ان تمام مذکورہ میاں بیویوں سے مسلسل اولادیں پیدا ہوتی رہیں جن میں لڑکے بھی تھے۔ اور لڑکیاں بھی اور ان میں مناکحت کا جائز سلسلہ جاری رہا۔ یہاں تک کہ حضرت آدمؑ کے انتقال کے وقت تک چالیس ہزار کی تعداد پہنچ گئی اس طرح حضرتِ آدمؑ و حوا کی نسل بڑھی اور ساری دُنیا آدمیوں سے بھر گئی۔ ایک روایت میں ہے کہ جب سلسلۂ توالد و تناسل قائم ہو گیا تو خداوندِ عالم نے جملہ حوروں کو آسمان پر بلا لیا اور انھیں ان کی اصلی شکلیں دے دیں۔

ہم نے حضرتِ آدمؑ و حوا کی نسل کے تسلسل کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ رسُولِ خداؐ اور آئمہ ھدیٰ کے ارشاداتِ گرامی کی روشنی میں استنباط کر کے لکھا ہے، ہمارے نزدیک مذکورہ شکل کے علاوہ قطعاً کوئی اور ذریعہ اور صورت اس کے متعلق نہیں ہے اور نہ ہو سکتی ہے اور یہ بالکل یقینی ہے کہ وہ لوگ جو اس کے علاوہ مختلف صورتیں پیش کرتے ہیں یا کریں گے سب لغو، مہمل اور سرتا سر غلط اور ناقابلِ اعتبار و اعتماد ہیں۔ کیونکہ انھوں نے جو بابِ عصمت کے اقوال اور ارشادات سے تمسک نہیں کیا۔ بلکہ اس قیاس پر اپنے خیال کی بنیاد قائم کی ہے کہ جبکہ آسمان سے آدمؑ اور حوا کے سوا ان کے جنس سے کوئی اور اُترا ہی نہیں اور نسلِ آدمؑ بڑھی ضرور ہے تو لامحالہ یہی شکل ہو سکتی ہے کہ آدمؑ اور حوّا سے تمام لڑکے اور لڑکیاں پیدا ہُوئیں ہوں اور اُن سے نسل بڑھی ہو یعنی حقیقی بہنوں اور حقیقی بھائیوں میں مناکحت ہُوئی ہو اور اسی سے نسلِ آدمؑ نے فروغ پایا ہو حالانکہ یہ مسلم ہے اور اسلام کے دونوں بڑے فرقے سُنی اور شیعہ اس کے قائل ہیں کہ بہن اور بھائی میں مناکحت قطعاً حرام ہے تو یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ حرام سلسلہ توالد و تناسل سے انبیاء اوصیاء اور صالحین وغیرہم پیدا کیے جائیں جو پاک اور پاکیزہ ہوتے ہیں غور کرنے کی بات ہے کہ مذکورہ سلسلہ کو تسلیم کرنے سے خدا پر یہ کتنا بڑا الزام عائد ہوتا ہے کہ اس میں پاک طریقہ سے توالد و تناسل کے سلسلہ کو بڑھانے کی طاقت نہ تھی اور وہ صحیح سلسلہ قائم کرنے سے عاجز تھا۔

امام اہلِ سنّت علامہ ابنِ اسحاق احمد بن محمد ابراہیم ثعلبی اور مجدد مذہب شیعہ خاتم المحدثین

علامہ محمد باقر مجلسی تحریر فرماتے ہیں۔

قال معاویہ ابن عمار سا ئلت جعفر الصادق اکان آدم زوج ابنتہ من ابنہ فقال معاذ اللہ لو فعل ذالک آدم لما رغب عنہ رسول اللہ ولا کان دین آدم الا دین نبینا الخ (عرائس ثعلبی ص۲۶ طبع مصر و حیات القلوب جلد ۱ ص۵ طبع ایران)

معاویہ بن عمار روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادقؑ سے دریافت کیا کہ کیا حضرت آدمؑ اپنی لڑکی کا نکاح اپنے لڑکے سے کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا "پناہ بخدا" (ایسا ہرگز نہیں کیا) اگر وہ ایسا کرتے تو رسول کریمؐ اس سے کیوں باز رہتے جبکہ آدمؑ کا دین اور ہمارے نبیؐ کا دین ایک تھا۔

اس کے علاوہ علامہ مجلسی زرارہ سے ایک روایت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ انھوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں یہ سوال پیش کیا کہ آدمؑ کی ذریت کیونکر بڑھی اور ان کی نسل کیونکر پھیلی ؟

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ تم یہ بتاؤ کہ عام لوگ اس کے متعلق کیا کہتے ہیں۔ زرارہ نے کہا کہ حضور عام لوگوں کا خیال تو یہ ہے کہ آدمؑ کے زمین پر آنے کے بعد خداوند عالم نے انھیں توام اولادیں دیں جن میں لڑکا اور لڑکی دونوں تھے۔ پھر خدا نے وحی کی جناب آدمؑ کی طرف کہ لڑکی کا عقد لڑکے سے کر دو۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا یعنی بہن بھائیوں میں مناکحت قائم کی اور یہی اس دنیا کی آبادی کا سبب ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے زرارہ خداوند عالم اس سے منزہ اور بلند و بالا ہے کہ اس قسم کا ناجائز حکم صادر کرے۔ اے زرارہ جو یہ کچھ کہتا ہے۔ وہ اس امر پر دلیل قائم کرتا ہے کہ (معاذ اللہ) خدا نے انبیاء، اوصیاء، صلحاء، شہداء، مومنین کرام اور مسلمانان عالم کو حرام سے پیدا کیا ہے اور اس میں اس کی قدرت مطلقاً نہ تھی کہ وہ اپنے ان برگزیدگان کو حلال طریقہ سے پیدا کر سکتا۔ حالانکہ اس نے اپنی جمیع مخلوقات سے طہارت کی بنیاد پر عہد و پیمان لیا ہے۔ اے زرارہ تمھیں معلوم ہونا چاہیئے کہ مجھے معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ بعض ایسے جانور بھی گزرے ہیں کہ وہ دھوکہ سے اپنی ہمشیرہ کے ساتھ جمع ہو گئے ہیں پھر جب انھیں محسوس ہوا کہ وہ بہن یا ماں تھی تو انھوں نے اس کے ردعمل میں اپنے دانتوں سے عضو تناسل کو کاٹ کر اپنے کو ہلاک کر دیا ہے۔ اے زرارہ یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں وہ ایسی بات ہے جسے جانور بھی برداشت نہیں کرتے۔

زرارہ! بات یہ ہے کہ یہ لوگ ایسی بہکی بہکی باتیں جو کرتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ علوم

ان لوگوں سے حاصل نہیں کرتے جو اہل ذکر ہیں جو عالم کتاب ہیں۔ جن کو خدا نے علم لدنی سے نوازا ہے۔ یہی وجہ ہے گمراہ ہوجاتے ہیں۔ وائے ہو ایسے لوگوں پر جنھیں یہ معلوم نہیں کہ عراق اور عرب کے جملہ فقہاء اس امر پر متفق ہیں کہ خداوندِ عالم نے جب حضرت آدمؑ کی خلقت سے ہزاروں سال قبل قلم کو پیدا کیا اور اسے حکم دیا کہ لوحِ محفوظ پر جاری ہو کر وہ تمام امور لکھ دے جو قیامت تک ہونے والے ہیں۔ چنانچہ "جرٰی قلم القضاء بما یکون" جو کچھ ہونے والا تھا اور جس قسم کی باتیں تھیں سب اس نے لکھ دیا۔ اے زرارہ اس میں جملہ آسمانی کتابیں بھی شامل ہیں اور وہ تمام احکام بھی داخل ہیں جو ان کتابوں میں نازل کیے گئے ہیں۔ زرارہ یاد رکھو کہ کسی آسمانی کتاب میں وہ چاہے توریت ہو۔ انجیل ہو۔ زبور ہو۔ فرقان یا دیگر کتب آسمانی" بہن بھائی کی مناکحت کا جواز مندرج نہیں ہے اور سب میں اس رشتہ کی حرمت کے احکام موجود ہیں۔ اے زرارہ جو لوگ اس قسم کی بکواس کرتے ہیں وہ کفار (مجوس) کے مسلک کی تائید کرتے اور انھیں وقعت دے کر اسلام کی بنیاد میں کفر کا خون دے رہے ہیں۔ خدا انھیں موت دے یہ کہہ کیا رہے ہیں۔

اس کے بعد آگے چل کر آپ نے فرمایا کہ اے زرارہ جب قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا تو حضرت آدمؑ پانچسو سال تک قتلِ ہابیل کے صدمہ میں جنابِ حوا کے پاس نہیں گئے۔ پھر جب گئے تو اُن سے جنابِ شیث پیدا ہوئے۔ ان کے بعد جناب یافث پیدا ہوئے۔ خداوندِ عالم نے نسلِ آدمؑ کو بڑھانے کے لیے نزلہ و منزلہ دو حوریہ کو بھیجا۔ الخ (حیات القلوب جلد ۱ صفحہ ۴۹ ناسخ التواریخ جلد ۱ صفحہ ۸۴)

قابیل کا سلسلہ توالد و تناسل

حضرت آدمؑ کی اولاد میں ہابیل و شیث اور یافث کے توالد و تناسل کی وضاحت کر دینے کے بعد یہ امر بھی قابلِ تذکرہ ہے کہ قابیل جو کہ کافر ہوگیا تھا اور شیطان کی تعلیم سے آتش پرستی کا بانی بن گیا تھا۔ اس کی نسل کیونکر بڑھی؟

اس کے متعلق عرض ہے کہ جب ہابیل کی قربانی قبول ہوگئی تھی اور قابیل کی قربانی

لہ اخوند محمد الحجویری تحریر فرماتے ہیں کہ خدا نے جب قلم کو پیدا کیا تو اسے ساق عرش پر سب سے پہلے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ لکھنے کا حکم دیا۔ قلم نے لکھ تو دیا۔ لیکن ہیبت سے شگافتہ ہوگیا۔ بنابریں یہ سنت قرار دے دیا گیا کہ ہر قلم میں شگاف دیا جائے۔ تاکہ اس واقعہ کی یادگار قائم رہے۔ الغرض ان جملوں کو لکھنے کے بعد قلم نے سب کچھ لکھا۔

مسترد کردی گئی تھی، اور اس نے ہابیل کو قتل کر دیا تھا۔ پھر جناب آدمؑ حج سے واپس آ گئے تھے اور انھوں نے باز پرس کی تھی۔ اُس وقت قابیل اپنی عورت کو لے کر یمن چلا گیا تھا اور اُس نے وہاں پہنچ کر شیطان کے کہنے سے آتش پرستی شروع کر دی تھی۔ تواریخ میں ہے کہ شیطان نے قابیل سے کہا کہ آگ کی عظمت تم نے دیکھ لی۔ اب ضرورت ہے کہ تم اس کی پوجا کیا کرو۔ چنانچہ اس نے آتش پرستی کی بنیاد قائم کر دی (روضۃ الصفا) ہمیں کسی تاریخ میں اس کے توالد اور تناسل کے متعلق کچھ نہیں ملا۔ لیکن یہ مسلمات سے ہے کہ اس کی اولادیں بڑھیں اور طوفانِ نوح تک اس کی اولادیں ہزاروں کی تعداد میں ہو گئی تھیں۔ تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب کہ نسل بڑھی ضرور ہے تو آخر کیونکر بڑھی۔ ہم اس وقت کے آتش پرستوں کے اصول مناکحت پر جب نظر کرتے ہیں اور یہ دیکھتے ہیں کہ ان کے یہاں حقیقی بہن بھائیوں میں عقد جائز ہے۔ تو سمجھ میں آتا ہے کہ قابیل جو اس مسلک کا بانی تھا اس نے بھی اپنے لڑکے اور لڑکیوں میں مناکحت کی ہوگی اور حقیقی بھائی بہن کے آپس میں ملنے سے اولادیں پیدا ہوئی ہوں گی اور یہی اس کی نسل کے بڑھنے کا سبب قرار پایا ہوگا۔

شیطان، سانپ اور طاؤس کی نسل کا سلسلہ

کُتب فریقین میں ابنِ عباس سے مروی ہے کہ شیطان نے زمین پر پہنچکر اپنے ہی ساتھ خلافِ وضع فطری حرکت کی جس سے چار انڈے پیدا ہوئے۔ پھر اس نے ان سے بچے نکالے، ایک روایت میں ہے کہ شیطان نے سانپ کے ساتھ بدفعلی کی اس سے اس کی نسل بڑھی۔ ایک روایت میں ہے کہ شیطان ہی کی طرح سانپ نے بھی اپنے ساتھ خلافِ فطرت حرکت کی تو بچے پیدا ہوئے۔ اس طرح اس کی نسلیں بڑھی ہیں (عرائس ثعلبی ص۲۵ حیات القلوب جلد ا ص۵۱ وقصص الانبیا جزائری ص۷ ونہج البلاغہ)۔ طاؤس کے متعلق میری نظر سے کوئی روایت نہیں گزری۔ تفسیر صافی میں ہے کہ شیطان کے مادہ نہیں ہوتی یہ خود انڈے دیتا اور بچے نکالتا ہے۔ اس کی اولاد میں ایک مومن بھی ہے جس کا نام ہام بن ہیم بن لاقیس بن ابلیس ہے۔

باب ۶

حضرتِ آدمؑ کی بعثتِ تبلیغ۔ نزولِ صحائف جانشینی
اور
مُدّتِ عمر۔ وفات۔ تجہیز و تکفین اور مدفن

مورخین کا بیان ہے کہ حضرت آدمؑ کی عمر کا جب تقریباً نصف حصّہ گزر چکا اور آپ کی اولاد بکثرت زمین پر پھیل گئی تو خداوندِ عالم نے انھیں مبعوث برسالت فرمایا اور انھیں ان ہی کے بیٹوں پر نبی گردانا، بروایت معارج النبوت ان پر پچاس وقت کی نمازیں اور روزہ واجب کیا گیا، غسل جنابت فرض کیا گیا، سُور، شراب، مُردار گوشت اور خون کی نجاست اور ان کے استعمال کی حرمت کا حکم فرمایا گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ ایامِ بیض (ہر ماہ کی ۱۳۔۱۴۔۱۵) تاریخ کو روزہ واجب کیا گیا اور یہ سلسلہ وجوب حضرت موسیٰؑ تک قائم رہا۔ ایک روایت میں ہے کہ ایامِ بیض کے روزے کا وجوب ہر پیغمبر سے متعلق رہا ہے۔ کشف الاسرار میں ہے کہ اگلے انبیاء اور اگلی اُمتوں پر یومِ عاشورا اور ایامِ بیض کے روزے واجب تھے، وہب بن منبہ کا کہنا ہے کہ حضرت آدمؑ کی بعثت پانچسو سال کی عمر میں ہوئی تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ ماہِ صیام کے روزوں کے فرض ہونے سے پہلے حضرت رسُولِ کریمؐ بھی یومِ عاشورہ اور ایامِ بیض میں روزے رکھتے تھے۔

حضرتِ آدمؑ کی تبلیغی جدوجہد

بعثت کے بعد حضرت آدمؑ کو حکم دیا گیا کہ میں جا کر قابیل اور اس کی اولاد کو راہِ راست پر لانے کی سعی کرو۔ چنانچہ جناب آدمؑ بروایت روضۃ الصفا وہاں تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچکر آپ نے دیکھا کہ قابیل اور اس کی اولاد مختلف قسم کی لغویات میں مبتلا ہیں۔ آتش پرستی کا اعلیٰ پیمانہ پر

انتظام ہے۔ "بیت النیران" بنا ہوا ہے۔ زناکاری، شراب خوری بالکل عام ہے، گانے بجانے کے جملہ اسباب فراہم ہیں، بانسری بج رہی ہے۔ طبلے ٹھنک رہے ہیں۔ تھاپ پڑ رہی ہے طنابیر بج رہی ہے۔ بتوں کی پرستش جاری ہے اور ان سب کا استاد شیطان اپنی حرکتوں میں مصروف ہے۔

حضرت آدمؑ نے وہاں پہنچکر قابیل اور اس کی اولاد کو مخاطب کر کے فرمایا کہ راہِ راست پر آجاؤ، تم لوگ جو کچھ کر رہے ہو بالکل غلط ہے۔ خدا ایک ہے اور ساری مخلوقات کو اُسی نے پیدا کیا ہے۔ وُہی جلاتا اور مارتا ہے۔ تم لوگ ان تمام لغویات کو چھوڑ کر سیدھے راستے پر لگ جاؤ۔ میری بات مانو میں تمھاری رہبری کے لیے بھیجا گیا ہوں، ان لوگوں نے آپ کی ایک نہ سُنی، پھر آپ نے سنگِ خارہ سے بطورِ معجزہ آبِ شیریں کا چشمہ جاری کیا۔ سنگریزوں سے اپنی نبوّت و رسالت کی تصدیق کرائی۔ درختوں کو رواں دواں کر کے دکھلایا۔ تب بروایت روضۃ الصفا کچھ لوگوں نے آپ کی بات مانی اور وہ راہِ راست پر آگئے۔ باقی سب کے سب کافر ہی رہے اور بروایت امام ثعلبی طوفانِ نوحؑ کے موقع پر غرق ہوگئے۔

حضرت آدمؑ اور نزولِ صحائف

مؤرخین کا بیان ہے کہ حضرت آدمؑ پر ساٹھ صحیفے نازل ہوئے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ ۲۰ صحیفے نازل ہوئے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ ۲۱ صحیفے نازل ہوئے تھے۔ طبری میں ہے کہ جملہ کُتبِ آسمانی کی تعداد جن میں توریت زبور انجیل اور فرقان شامل ہیں۔ ۱۱۴ تھی، جن میں سے پچاس حضرت آدمؑ پر، تیس شیثؑ اور نوحؑ پر، بیس ابراہیمؑ پر، دس دیگر پیغمبروں پر، توریت موسیٰؑ پر۔ زبور داؤدؑ پر، انجیل عیسیٰؑ پر اور قرآن مجید حضرت رسول کریمؐ پر نازل ہوئیں۔ طبری میں یہ بھی ہے کہ حضرت آدمؑ پر حروفِ تہجی بھی نازل کئے گئے تھے۔ کشف الاسرار و عجائب القصص میں ہے کہ وُہ حروفِ تہجی اٹھائیس ہیں۔

ناسخ التواریخ میں ہے کہ حضرت آدمؑ پر جو کتابیں نازل کی گئیں تھیں، ان میں حکمت طبع کے رموز اور دواؤں کے خواص اور حساب و ہندسہ کی وضاحت تھی نیز جن اور شیاطین کی تسخیر کے رموز مرقوم تھے، اسی کتاب میں یہ بھی ہے کہ ان صحیفوں کا نزول ماہِ رمضان کی تیئیسویں تاریخ شبِ جمعہ کے آخری حصہ میں ہوا تھا۔ بحار الانوار علامہ مجلسی اور سفینۃ البحار شیخ عباس قمی جلد ۱ ص ۱۵ میں ہے کہ آدمؑ کا پہلا صحیفہ سریانی زبان میں نازل ہوا تھا۔ جو اکیس ۲۱ اوراق پر مشتمل تھا، یہ پہلی کتاب تھی جو ان پر دُنیا میں نازل ہوئی۔ اس کا نزول ۲۳ رمضان آخر شب جمعہ کو ہوا تھا۔ یہی کچھ علامہ سید ابن طاؤس نے کتاب "سعد السعود" میں بحوالہ صحف ادریسؑ تحریر فرمایا ہے اور یہ بھی لکھا ہے

کہ دنیا میں جتنی زبانیں ہونے والی تھیں خدا نے حضرت آدمؑ کو سب میں ماہر زار دیا تھا۔
علامہ شیخ سلیمان قندوزی امام عبدالرحمٰن ابن محمد بن علی بن احمد بسطامی کی کتاب درۃ المعارف کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ حضرت آدمؑ پہلے شخص ہیں جنھوں نے علم الحروف میں گفتگو کی۔ ان کے پاس کتاب سفر الخفایا موجود تھی۔ یہ دنیا میں علم الحروف کی پہلی کتاب ہے جن میں عجیب واقعہ اور تعجب میں ڈالنے والے امور بیان کیے گئے تھے۔ آپ کے پاس "کتاب الملکوت" موجود تھی۔ وہ دنیا میں دوسری کتاب علم الحروف میں تھی۔ حضرت آدمؑ کے پاس کتاب السفر المستقیم بھی موجود تھی۔ یہ دنیا میں علم الحروف کی تیسری کتاب تھی۔ حضرت آدم علیہ السلام ۹۵۰ سال شمسی زندہ رہے (ینابیع المودۃ باب ۶۷ ص ۶۳۳ طبع لاہور ۱۹۶۳ء)

حضرت آدمؑ کی انگوٹھی کا نقش

علامہ نعمت اللہ جزائری ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت آدمؑ نے زمین پر آنے کے بعد جو انگشتری بنوائی تھی اس پر محمد رسول اللہ، علی امیر المومنین کندہ کرایا تھا۔ (قصص الانبیاء ص ۵۲ طبع نجف اشرف)

حضرت آدمؑ کی جانشینی کی بحث

خداوند عالم نے حضرت آدمؑ کو زمین پر اپنا خلیفہ خود بنا کر اس امر کی بنیاد قائم کردی کہ خلیفہ بنانا میرا ہی کام ہے اور میں ہی خلیفہ اور جانشین بنا سکتا ہوں اور چونکہ اسلام ہمیشہ کے لیے آیا ہے لہٰذا اس کے لیے دائمی قانون وضع کر دیا گیا۔ قرآن مجید میں ہے کہ خدا ہی جس کو چاہتا ہے چنتا ہے اور منتخب کرتا ہے "ما کان لھم الخیرۃ" انسانوں کو اس میں کوئی اختیار نہیں۔

خلاق عالم نے حضرت آدمؑ کو زمین پر اپنا جانشین اور خلیفہ بنا کر بھیجا۔ پھر جب حضرت آدمؑ کے یہاں قابیل اور ہابیل کی ولادت ہوئی تو خداوند عالم نے ہابیل کی صلاحیتوں کے پیش نظر انھیں جانشین بنایا اور حضرت آدمؑ کو حکم دیا کہ انھیں وصایت سپرد کردو۔ اسم اعظم کی تعلیم دے دو۔ چنانچہ جناب آدمؑ نے حکم خدا کی تعمیل کر دی، پھر جب ہابیل قتل ہو گئے تو ان کی حاملہ بیوی سے ایک فرزند متولد ہوا۔ جس کا نام حضرت آدمؑ نے "ہابیل" ہی رکھا۔ اس ہابیل ثانی کے بلوغ کے بعد مطابق روایت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام حکم خدا سے حضرت آدمؑ نے انھیں جانشین بنا کر وصایت سپرد کی اور اسم اعظم وغیرہ کی ان کو تعلیم دے دی۔ ہابیل ثانی اپنی زندگی بھر فرائض منصبی ادا کرتے رہے۔ اس دوران میں شیث اور یافث بھی پیدا ہوتے۔ جب

۱؎ تفصیل کے لیے رسالہ "پیغمبر اسلام کے بارہ جانشین" مؤلفہ حقیر ملاحظہ فرمائیے ۱۲ ش

ہابیل کا انتقال ہو گیا۔ اور حضرت آدمؑ کے بھی انتقال کا زمانہ قریب آگیا تو خداوند عالم نے ان کو حکم دیا کہ اب خلیفہ اور جانشین شیثؑ کو بنا دو ”وصیت داسم اعظم خدا و آنچہ بر تو ظاہر گردانیدہ ام از علم پیغمبری و آنچہ ترا تعلیم کردہ ام از نامہا ہمہ را تسلیم کن بہ شیث“ اور وصیت داسم اعظم خدا اور وہ تمام چیزیں جو تمھیں علم پیغمبری سے متعلق بتائی گئی ہیں اور جو نام وغیرہ سکھائے گئے ہیں سب شیثؑ کے حوالہ کر دو۔ چنانچہ حضرت آدمؑ نے اس کی تعمیل و تکمیل کر دی۔ حیات القلوب جلد ۱ صنہ ۵، مورخ ابن جریر تاریخ طبری عربی جلد ۱ صنہ ۷۶ میں اور مورخ اسماعیل اپنی تاریخ ابوالفداء جلد ۱ صنہ ۱۸ میں لکھتے ہیں لما حضر آدم الوفاۃ دعا ابنہ شیثا نعہد علیہ عہدہ وکتب وصیتہ، جب حضرت آدمؑ کی وفات کا وقت آپہنچا تو انھوں نے اپنے بیٹے شیثؑ کو بلایا اور اپنا ولیعہد مقرر کیا اور وصیت نامہ لکھ دیا . . . ان آدم علیہ السلام مرض قبل موتہ احد عشر یوما واوصی الی ابنہ شیث وکتب وصیتہ حضرت آدمؑ نے اپنے مرنے سے گیارہ یوم قبل شیث کو وصی بنا دیا اور وصایت نامہ لکھ کر دے دیا اور فرمایا کہ اسے اولاد قابیل سے پوشیدہ رکھنا کیونکہ قابیل اسی کی حسد کی وجہ سے ہابیل کو قتل کر چکا ہے۔

تاریخ طبری فارسی جلد ۱ صنہ ۳ میں ہے کہ ”چون شیث بزرگ شد آدم او را بر ہمہ فرزندان فضل واد ولی عہد کرد و خلیفہ خود کرد بر زمین“ جب شیثؑ بڑے ہو گئے تو آدمؑ نے انھیں سب بیٹوں پر فضیلت دی اور اپنا ولی عہد مقرر کیا اور زمین پر خلیفہ بنا دیا۔ اسی کتاب کے صنہ ۳۱ پر ہے کہ جب آدمؑ بیمار ہوئے تو جبرئیل امین آئے اور آدمؑ کو حکم دیا ”وصیت کن شیث را وصی و خلیفہ کن“، اب آپ شیثؑ سے وصیت کریں اور انھیں اپنا وصی اور خلیفہ بنا دیں۔ چنانچہ حضرت آدمؑ نے ایسا ہی کیا۔ ”واز ہمہ فرزندان او شیث فاضل تر و عالم تر بود“ فرزندان آدمؑ میں شیثؑ سب سے افضل اور سب سے زیادہ عالم تھے۔ ”چوں آدم علیہ السلام بمرد خدائے تعالیٰ شیث را پیغمبری داد“ حضرت آدمؑ کی وفات کے بعد خداوند عالم نے شیثؑ کو نبوت عطا فرمائی۔

روضۃ الصفا جلد ۱ صنہ ۱۳ میں ہے کہ جب حضرت آدمؑ کی وفات کا زمانہ قریب ہوا تو انھوں نے شیثؑ کو وصیتیں کیں اور شیطان سے بچتے رہنے کی ہدایت فرمائی۔ شیثؑ کہ اعقل و اجمل فرزندان بود وصی و ولیعہد خویش ساختہ بر ایشاں والی گردانید، اور چونکہ شیثؑ تمام فرزندوں میں عقلمند اور وجیہ تھے۔ اس لیے انھیں کو اپنا وصی اور ولی عہد بنا دیا اور انھیں اپنے فرزندوں کا والی اور نگران مقرر کر دیا۔

مورخ ابن واضح، تاریخ یعقوبی کے صنہ ۳ میں لکھتے ہیں کہ جناب شیثؑ اولاد آدمؑ میں اپنے

باپ سے سب سے زیادہ مشابہ تھے۔ حضرت آدمؑ کی وفات کا جب زمانہ قریب آیا تو انھوں نے اپنی اولاد اور اولادِ اولاد سب کو طلب کر کے انھیں دعائیں دیں۔ وجعل وصیتہ الی شیث اور شیثؑ سے وصیتیں کیں وامر شیثا ابنہ ان یقوم بعدکا فی ولدھم" اور انھیں اپنا قائم مقام بنا دیا اور ہدایت کر دی کہ جملہ فرزندوں کو تقویٰ کی طرف دعوت دیتے رہیں اور عبادت گزاری کی راہ پر گامزن رکھیں اور انھیں قابیل اور اس کی اولاد سے میل جول سے باز رکھیں الخ۔ قصص الانبیاء المعروف بالعرائس الثعلبی ص۲۸ میں ہے ان ادم مرض قبل موتہ احدعشر یوما واوصی الی ابنہ شیث وکتب وصیتہ ودفعھا الی شیث الخ اہل تاریخ اور اصحاب اخبار نے بیان کیا ہے کہ جناب آدمؑ اپنی وفات سے گیارہ یوم قبل بیمار رہے اسی دوران میں انھوں نے وصایت شیثؑ کے حوالہ کی اور وصیت نامہ لکھ کر ان کو دے دیا اور انھیں ہدایت کر دی کہ قابیل اور اس کی اولاد سے اسے پوشیدہ رکھیں۔

عجائب القصص علامہ عبدالواحد حنفی ص۵ میں ہے کہ حضرت آدمؑ اپنے بیٹوں کی ہدایت فرمایا کرتے تھے۔ جب ان کی وفات کا زمانہ آیا تو انھوں نے سب بیٹوں، پوتوں وغیرہم کو جمع کیا۔ پہلے انھیں دعائیں دیں۔ پھر کچھ وصیتیں فرمائیں جن میں اطاعت قابیل سے بچنے کا خصوصی ذکر تھا۔ اس کے بعد خاص طور سے جناب شیثؑ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ان پانچ باتوں کا ضرور خیال رکھنا (۱) دنیا سے دل نہ لگانا ورنہ حیران اور شرمندہ ہو گے (۲) عورت کے کہنے پر چلنا ورنہ میرا جیسا حشر ہو گا (۳) جب کچھ کرنے کا ارادہ کرنا تو اس کے انجام پر پہلے اچھی طرح غور کر لینا (۴) جب کسی کام کے کرنے اور نہ کرنے میں تردد ہو تو نہ کرنے کو ترجیح دینا۔ (۵) جب کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرنا تو اپنے بزرگوں اور ہمدرد احباب سے ضرور مشورہ کرنا۔ پھر اسی کتاب کے ص۵۱ میں ہے کہ حضرت آدمؑ نے جناب شیثؑ سے فرمایا کہ اے میرے برگزیدہ فرزند اب میری اجل آنے والی ہے اور میں دنیائے فانی سے دارِ بقا کی طرف جانے والا ہوں تم میرے بعد جانشین ہو۔ تم تقویٰ کا دامن نہ چھوڑنا اور اپنے دل کو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یاد سے خالی نہ ہونے دینا۔

کتاب النور المبین فی قصص الانبیاء والمرسلین علامہ جزائری ص۶۸ میں ہے فلما انقضت نبوۃ آدم امرہٗ اللہ ان یدفع العلم واثار النبوۃ الی شیث الخ جب موت کی وجہ سے حضرت آدمؑ کی نبوت ختم ہونے لگی تو خداوندِ عالم نے حضرت آدمؑ کو حکم دیا کہ علم اور آثارِ نبوت شیثؑ کے سپرد کر دیں۔

کشف الغمہ علامہ اربلی ص۹ میں ہے جناب شیثؑ حسن صورت و سیرت اور کثرت فضائل

میں اپنے پدر آدمؑ سے بہت زیادہ ملتے جلتے تھے حضرت آدمؑ انھیں سب سے زیادہ دوست رکھتے اور چاہتے تھے، مدتے پیش از انقطاع رشتہ حیات آدم اورا ولیعہد خویش ساخت الخ انتقال سے تھوڑے عرصے پہلے حضرت آدمؑ نے جناب شیثؑ کو اپنا جانشین بنا دیا۔

قصص الانبیاء اخوند ملا محمد الجویری ص۲۹ میں ہے۔

روایت کنند کہ آدم بیمار شد بعد از بیست دیگر وز فرمان یافت۔ خدائے عزوجل پیش از مرگ یکروز جبرئیل را فرستاد و آنرا فرمود کہ شیث را وصی گردان و آن را بخلاف خویش مقرر گردان پس آدم شیث را بخواند و از اولاد او فاضل تر بود و ارادہ حق تعالیٰ بود کہ آنرا خلیفہ۔ پدر خویش گرداند و پیغمبر بود و ملک روئے زمین بود پس خلافت بدان دادہ و فرزندان را وصیت فرمود کہ فرمان او برند پس ہمہ فرزندان شیث را فرمان بردار شدند۔

مروی ہے کہ جب آدمؑ بیمار ہوئے تو ۲۱ دن کے بعد ایک روز فرمانِ خداوندی پہنچا اس نے جبرئیلؑ کو بھیج کر آدمؑ کو حکم دیا کہ شیثؑ کو اپنا وصی کر دیں اور اپنا خلیفہ وجانشین بنا دیں۔ چنانچہ آدمؑ نے تعمیل حکم خداوندی کر دی اور شیثؑ کو خلیفہ وجانشین بنادیا۔ شیثؑ اولادِ آدمؑ میں فاضل تر تھے۔ خدا کا منشا یہ تھا کہ وہ ان کو ان کے باپ کا جانشین بنا کر انھیں کو پیغمبری دے دے اور روئے زمین کا مالک بنا دے۔ لہٰذا آدمؑ نے انھیں بحکم خدا اپنا خلیفہ وجانشین بنا دیا اور اپنے بیٹوں، پوتوں کو ہدایت و وصیت کر دی کہ ان کی فرمانبرداری کریں۔ چنانچہ سب شیثؑ کے فرمانبردار بن گئے۔

تاریخ مروج الذہب مسعودی جلد ا ص۱۷ طبع مصر میں ہے "کان رمبیہ ابنہ شیثا علی ولدہ الخ" حضرت آدمؑ نے جناب شیثؑ کو اپنی اولاد پر اپنا خلیفہ بنا دیا۔

علامہ بہائی جامع عباسی میں اور علامہ مجلسی اختیارات میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ جانشینی کا تقرر ۱۸ ذی الحجہ کو ہوا تھا۔

میں کہتا ہوں کہ جس طرح تعمیر جسم آدمؑ سے لے کر حیات آدمؑ تک بہت سی باتیں بنیادی طور پر قائم و مستحکم ہیں جیسے نماز وسلام وغیرہ اسی طرح خلافت کی بنیاد بھی قائم کر دی گئی اور اس کے لیے اصول مقرر ہو گیا کہ نبی اور اس کا جانشین بھی خدا ہی بنائے گا۔ جیسا کہ کتب فریقین سے ہم نے تحریر کیا ہے اور چونکہ دین آدمؑ ہی وہ دین ہے جس پر تمام انبیاء کو چلنا ناگزیر تھا اور سب کے لیے خدا نے ایک ہی دین اور ایک ہی راستہ مقرر فرمایا ہے۔ لہٰذا جو طریقہ عہد آدمؑ میں خدا نے قائم کر دیا۔ وہ طریقہ عہدِ خاتمؐ تک رہے گا۔ اس میں کوئی تبدیلی ممکن نہیں "لاتبدیل لسنۃ اللہ"

خدا کے طریقے میں کسی تبدیلی کا امکان نہیں۔ اب ظاہر ہے کہ اگر کسی عہد میں انبیاء کے طریقے سے ہٹ کر خلافت یا جانشینی کے لیے کوئی اور راہ اختیار کی جائے گی تو وہ قطعاً غلط بے بنیاد اور لغو ہوگی۔

حضرتِ آدمؑ کی عمر

مورخین کا بیان ہے کہ حضرتِ آدم علیہ السلام زمین پر آنے کے بعد ۹۳۰ سال اور بروایت علامہ جویری و مورخ طبری ایک ہزار سال اور بروایت علامہ نعمۃ اللہ الجزائری ایک ہزار تیس سال زندہ رہے اور یہی ان کی مدتِ عمر ہے اکثر روایات میں ہے کہ حضرتِ آدمؑ نے عالمِ ذر میں یا اس وقت جب کہ زمین پر آنے کے بعد انھیں تمام انبیاء کی عمریں بتائی گئی تھیں، اپنی عمر کے ایام میں سے ساٹھ سال حضرت داؤدؑ کو دے دیئے تھے۔ لیکن قبض رُوح کے موقع پر انھوں نے تردد ظاہر کیا تو خدا نے حکم دے دیا کہ انھیں ایک ہزار سال زندہ رہنے دیا جائے اور داؤدؑ کو چالیس کے بجائے سو سال کی زندگی دے دی جائے۔ چنانچہ داؤدؑ سو سال اور آدمؑ ایک ہزار سال زندہ رہے قصص الانبیاء جویری ص۲۹ تاریخِ طبری جلد۱ ص۳۰ قصص جزائری ص۱۷ عرائس ثعلبی ص۲۸ کشف الغمہ ص۹ تاریخ التواریخ جلد۱ ص۸۵ قصص طہرانی ص۳، حیات القلوب جلد۱ ص۵۵۔

حضرتِ آدمؑ کی وفات اور تجہیز و تکفین

حضرت آدم علیہ السلام ۹۳۰ یا ایک ہزار سال زندہ رہنے کے بعد علیل ہو گئے اور ۱۲ یوم یا بروایتے ۱۱ یوم بروایتے ۷ یوم بیمار رہے۔ اسی دوران میں انھوں نے جناب شیثؑ سے کہا کہ کوہِ سینا پر جاؤ اور میرے لیے زیت اور زیتون لاؤ جناب شیثؑ حسب الحکم کوہِ سینا پر گئے اور بارگاہِ احدیت میں عرض کی خدایا، تیرا بندہ خاص، آدمؑ علیل ہے۔ وہ زیت اور زیتون کا خواہشمند ہے۔ مالک بڑا کرم ہوگا۔ اگر یہ خواہش پوری فرما دی جائے اس آواز کے فوراً بعد ایک غیبی آواز آئی "ھات فعلک" اپنا پیالہ بڑھاؤ۔ انھوں نے کاسۂ چوبیں آگے بڑھایا۔ تو وہ حکم خدا سے بھر گیا، شیثؑ اس کو لے کر حضرت آدمؑ کی خدمت میں واپس آئے، حضرت آدمؑ نے اس میں سے کچھ نوش کیا اور کچھ بدن پر ملا جس کی وجہ سے تندرست ہو گئے۔ یعنی فوری طور پر غلبۂ مرض مغلوب ہو گیا۔ لیکن تھوڑے ہی عرصہ بعد پھر ابھرا حضرت آدمؑ نے جنت کے میوہ کی خواہش کی۔ جناب شیثؑ پہاڑ پر جا کر عرض ہی کرنے والے تھے کہ جناب جبرئیلؑ مل گئے اور انھوں نے کہا کہ میں کفن وغیرہ لے کر جا رہا ہوں۔ تم بھی واپس ہو جاؤ۔ چنانچہ جنابِ شیثؑ واپس آ گئے، اتنے میں ملک الموت، جن کی کنیت "ابو یحییٰ" ہے، نے آ کر سلام کیا، حضرت آدمؑ نے جواب دیا۔ ملک الموت قبض رُوح کے لیے بڑھے۔ جبرئیلؑ نے نرمی کے ساتھ قبض رُوح کے لیے کہا حضرت آدمؑ نے تسبیح و تہلیل شروع کی اور

رُوح قفسِ عنصری سے عالمِ روحانیات کی طرف پرواز کر گئی۔ قصص علامہ جزائری ص۲۷ میں ہے کہ آپ کا انتقال شدّتِ تپ کی وجہ سے ہوا تھا۔

حضرت آدمؑ کی وفات کے بعد حضرت حوّا خصوصیت کے ساتھ محوِ گریہ تھیں اور چالیس ہزار اولاد در اولاد رو رہی تھی۔ آپ کی وفات کے بعد جناب جبرئیلؑ کے بتائے ہوئے اصول پر حضرت شیثؑ نے غسل و کفن کا انتظام کیا۔ بروائتے خود جبرئیلؑ اور دیگر فرشتوں نے غسل دیا اور جناب شیثؑ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ ایک روایت میں ہے جناب شیثؑ نے حضرت جبرئیلؑ سے کہا کہ نمازِ جنازہ آپ پڑھائیں۔ حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا کہ تم ان کے جانشین اور خلیفہ ہو یہ حق تمہارے لیے مخصوص ہے۔ طبری میں ہے کہ یہ غسل و کفن و دفن کا طریقہ اسی وقت سے قائم ہے۔ اعرائس ثعلبی میں ہے کہ حضرت آدمؑ کی وفات پر شمس و قمر کو چھ شبانہ روز گہن لگا رہا۔ اسی کتاب میں ہے کہ ملائکہ نے غسل و کفن کا انتظام کیا اور جنت کے کافور سے حنوط کا فریضہ ادا کیا۔ پھر بیر اور خالص پانی سے غسل دیا اور نماز میں شیثؑ نے بارشاد جبرئیلؑ تیس ۳۰ تکبیریں کہیں۔ جن میں سے پانچ تکبیریں نماز کی تھیں اور ۲۵ تکبیریں احترام آدمؑ میں تھیں، مورّخ طبری نے نماز میں چار تکبیریں اصل نماز کی بتائی ہیں لیکن امام اہل سنت علامہ ابن اسحاق احمد بن محمد بن محمد ابراہیم ثعلبی نے پانچ تکبیریں اصل نماز کی تحریر فرمائی ہیں۔ وہ لکھتے ہیں "فلما مات آدم قال شیث لجبرائیل صلی علی ادم فقال لہ جبرئیل تقدم انت فصل علی ابیك فصلی علیہ وکبر ثلاثین تکبیرۃ فاما خمس فلھی فی الصلوٰۃ واما خمس وعشرین فلھی تفضیل لادم"۔ جب آدمؑ کا انتقال ہو چکا تو شیثؑ نے جبرئیل سے کہا کہ آدمؑ کی نمازِ جنازہ آپ پڑھائیں۔ جناب جبرئیلؑ نے کہا کہ نہیں تم آگے بڑھو اور نماز پڑھاؤ۔ چنانچہ جناب شیثؑ نے نماز پڑھائی اور اس نماز میں تیس تکبیریں کہیں جن میں سے پانچ نمازِ جنازہ کی تھیں اور پچیس احترام و تفضیل آدمؑ کی۔ ہمارے نزدیک علامہ ثعلبی کا بیان صحیح ہے، کیونکہ اربابِ عصمت کے ارشاداتِ عالیہ سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ علامہ مجلسی نے حیات القلوب میں بسلسلہ نمازِ جنازہ آدم پچھتّر تکبیروں کا حوالہ دیا ہے اور تحریر فرمایا ہے کہ ان میں سے ستر آدمؑ کی خاطر اور پانچ ان کی اولاد کے لیے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ اب تک پانچ تکبیریں نمازِ میت میں جاری ہیں۔ اسی کتاب میں آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں کہ ۳۰ تکبیر کی روایت درست نہیں ہے اور پچھتّر تکبیر والی روایت صحیح ہے۔ ۷۰ تکبیریں بطورِ سنت تھیں اور ۵ بطورِ واجب اور اب بھی نمازِ میت میں پانچ تکبیریں واجب ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت آدمؑ کو بیری، کافور اور خالص پانی سے تین غسل دیے تھے۔ کتاب تہذیب الاحکام

میں ہے کہ حضرت آدمؑ کے کفن میں جریدالرحمۃ رکھے گئے، کیونکہ انھوں نے اس کیلئے وصیت فرمائی تھی۔ علامہ جزائری حضرت نعمۃ اللہ علیہ الرحمۃ تہذیب کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت آدمؑ نے جناب شیثؑ سے اپنی وفات سے قبل فرمایا تھا کہ جب میں جنّت سے زمین پر آیا تھا تو خدا نے بیری اور خرمے کے درخت میری موانست اور دل بستگی کے لیے بھیج دیے تھے میں اُن سے زندگی میں سکون حاصل کرتا رہا ہوں۔ لہٰذا میرے مرنے کے بعد ان درختوں میں سے کسی ایک کی دو شاخیں میرے کفن میں رکھ دینا۔ چنانچہ جناب شیثؑ نے اس کی تعمیل کردی اس کے بعد وُہ لکھتے ہیں کہ یہی رسم و سُنّت تمام انبیا کے عہد میں جاری رہی ثم اندرس ذالك فی الجاهلیة فاحیاه النبی"۔ پھر عہدِ جاہلیت میں اسے ترک کردیا گیا۔ مگر عہدِ رسولؐ میں پھر اُسے حضوؐر نے جاری فرمادیا۔ اور اب یہ بطور سُنّت جاری ہے"۔ کہتے ہیں کہ جب تک ان شاخوں میں تری رہتی ہے عذاب نہیں ہوتا۔

ایک روایت میں ہے کہ وفاتِ آدمؑ کے بعد شیطان اور قابیل نے خوشی منائی اور قابیل نے شیثؑ کو دھمکایا، اور کہا تم اپنے وصی ہونے کا اظہار و اعلان نہ کرنا، ورنہ ہم تمھیں ہابیل کی طرح قتل کردیں گے (حیات القلوب و قصص جزائری) علامہ مجلسی حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت کرتے ہیں کہ شیطان اور قابیل نے وفات آدمؑ پر ہر قسم کے باجے بجاکر خوشی منائی تھی۔ الغرض غسل وغیرہ سے فراغت کے بعد حضرت آدمؑ کو مقام ابوقبیس میں دفن کردیا گیا۔ روضۃ الصفا میں ہے کہ تدفین کے بعد جبرئیلؑ نے فرزندانِ آدمؑ اور ان کے بزرگان سے کہا کہ اگر تم آدمؑ کی وصیت پر عمل کروگے تو گمراہ نہ ہوگے۔

حضرت آدمؑ کی تاریخ وفات

ناسخ التواریخ، کشف الغمۃ، قصص الانبیا طہرانی میں ہے کہ حضرت آدمؑ کی وفات یوم جمعہ ۸ رماہ نیسان مُطابق ۱۵ رمحرم الحرام کو ہُوئی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ کا انتقال ۱۱ رمحرم الحرام کو ہوا ہے۔ ایک روایت میں ہے قبر میں حضرت آدمؑ کا مُنہ کعبہ کی طرف تھا۔

جناب حوّا کی وفات

حضرت آدمؑ کی وفات کے بعد جناب حوّا ایک سال زندہ رہیں، پھر پندرہ یوم بیمار رہ کر وفات پاگئیں اور انھیں حضرت آدمؑ کے پہلو میں دفن کردیا گیا۔ ان کی مدّتِ عمر حضرت آدمؑ سے ایک سال پندرہ یوم زیادہ تھی۔

حضرت آدمؑ کا مدفن

اس امر پر تقریباً تمام کتب تواریخ متفق ہیں کہ حضرت آدمؑ کا انتقال مکّہ میں ہوا ہے اور آپ کوہ ابوقبیس میں دفن کیے گئے ہیں لیکن اس بارے میں اختلاف ہے کہ ان کا تابوت جب حضرت نوحؑ نے دورانِ طوفان

برآمد کیا تھا، تو پھر اسے کہاں دفن کیا ، تاریخ طبری میں ہے کہ آپ کا تابوت جناب نوحؑ نے بیت المقدس میں دفن کیا تھا ۔ عرائس ثعلبی میں بھی یہی کچھ ہے لیکن یہ قطعاً درست نہیں ہے کیونکہ حضرت آدمؑ کی قبر بیت المقدس میں دیگر انبیاء کی قبروں کے ساتھ موجود نہیں ہے قطع نظر اس سے کہ ارباب عصمت اس کی تائید نہیں فرماتے ۔ بلکہ وہ الگ مقام بتاتے ہیں ، میں کہنا چاہتا ہوں کہ میں نے خود جون ۱۹۶۵ء میں جب کہ میں زیارات کے لیے گیا تھا بیت المقدس میں حضرت آدمؑ کی قبر نہیں دیکھی اور نہ مقام خلیل الرحمٰن میں دیکھی ہے برخلاف اس کے ان کی اور حضرت نوحؑ کی قبر نجف اشرف میں حضرت علیؑ شیر خدا کی تربت مقدسہ کے عقب میں ہے اور زیارت میں سنے اس مقام پر پڑھی ہے ۔ ارباب عصمت کا بھی یہی ارشاد ہے کہ طوفان کے موقع پر حضرت نوحؑ حضرت آدمؑ کا تابوت نجف اشرف لائے تھے اور وہیں اس کو دفن فرمایا ہے ۔ جیسا کہ مورخین و محدثین اہل تشیع نے تحریر فرمایا ہے ۔ علامہ مجلسی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں ۔ ان کا ارشاد ہے کہ حضرت آدمؑ کوہ ابوقبیس میں مدفون تھے ۔ یہاں تک کہ طوفان نوحؑ آیا ۔ جب کشتی نوح اس مقام پر پہنچی تو حضرت نوحؑ نے بحکم خدا کشتی سے اُتر کر تابوت آدمؑ کو برآمد کیا اور اسے کشتی میں رکھ کر وہ روانہ ہو گئے ، روانگی سے قبل کشتی نوحؑ نے خانہ کعبہ کا سات بار طواف کیا ۔ اس کے بعد وہ روانہ ہو گئی یہاں تک کہ مسجد کوفہ پہنچی ، وہاں پہنچ کر جب طوفان ختم ہوا تو کشتی سے جناب نوحؑ نے تابوت آدمؑ کو نکالا اور نجف اشرف میں دفن کر دیا ۔ (حیات القلوب جلد ۱ صـ۵۸ قصص الانبیاء ۔ علامہ جزائری صـ۷۲)

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نوحؑ نے تین قبریں تیار کی تھیں ۔ ایک حضرت آدمؑ کے لیے دوسری اپنے لیے ۔ تیسری حضرت علیؑ کے لیے یہی وجہ ہے کہ حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد آپ کے دفن کے لیے کھدی ہوئی پختہ قبر برآمد ہوئی تھی اور آپ کی وصیت کے مطابق آپ کو اسی قبر میں دفن کیا گیا تھا ۔

باب ۷

حضرت شیث علیہ السلام

شیث، سریانی لفظ ہے۔ اس کے معنی عربی میں "ہبتہ اللہ" یعنی عطیہ خدا کے ہیں حضرت آدمؑ چونکہ قتل ہابیل کے صدمہ کی وجہ سے مدتوں جناب حوا کے قریب نہ گئے تھے، اس لیے اس دوران میں کوئی اولاد نہ ہوئی تھی۔ لیکن چونکہ نور محمدیؐ کا صلب حضرت آدمؑ میں منتقل ہونا لابدی تھا اس لیے خداوند عالم نے ایک فرزند عطا کیا جس کا نام حضرت آدمؑ نے بروایت علامہ مجلسی سات دن کے بعد شیثؑ رکھا۔ جناب شیثؑ کی ولادت بطن جناب حوا سے اس وقت ہوئی تھی جبکہ حضرت آدمؑ کی عمر بروایت ناسخ التواریخ ایک سو تیس سال اور بروایت مجلسی ۲۳۵ سال کی ہو چکی تھی۔ جناب شیثؑ کے بلوغ کے بعد حضرت آدمؑ نے ان کی شادی ایک حوریہ کے ساتھ کردی تھی۔ جس کا نام "نزلہ" تھا اور جسے خداوند عالم نے شیثؑ کے لیے جنت سے بھیجا تھا جو بروایت علامہ اخوند جوہری نقاب پوش تھی۔ حضرت آدمؑ کی عمر بروایت الیعقوبی ۹۳۰ سال، اور بروایت طبری ایک ہزار سال تھی۔ اپنی عمر کے آخری حصہ میں جناب شیثؑ کو بحکم خدا اپنا وصی اور جانشین بنا کر طوائف جن وانس پر انھیں حاکم بنا دیا تھا اور زمین کی ملکیت وحکومت ان کے سپرد کردی تھی۔ نیز انھیں ہر قسم کے علوم سے بہرہ ور کرکے خصوصی طور پر علم حکمت علم ریاضی، علم طبیعیات، علم اکسیر، علم تسخیر جن اور شیاطین، علم ہیئت، علم کیمیا وغیرہ سے بھرپور کردیا تھا۔ طبری میں ہے کہ حضرت آدمؑ کی وفات کے وقت ان کی نسل چالیس ہزار تعداد تک پہنچ چکی تھی، ان چالیس ہزار میں جناب شیثؑ سب سے زیادہ لائق فائق، عالم، فاضل، عبادت گذار اور متقی تھے۔ لہٰذا حضرت آدمؑ نے انھیں اپنا جانشین بنایا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت آدمؑ نے انتقال سے چند یوم قبل اپنی تمام اولاد کو جمع کرکے انھیں ہدایات کیں اور خصوصی طور پر یہ کہا کہ شیثؑ کو میں بحکم خدا خلیفہ بنائے جاتا ہوں تم ان کی پوری پوری پیروی کرنا اور ان کی کسی طرح مخالفت نہ کرنا اور قابیل کی اولاد سے اختلاط پیدا نہ کرنا۔ پھر جناب

شیثؑ سے فرمایا کہ نور محمدیؐ جو کہ تمھارے صلب میں ہے اس کی پوری پوری حفاظت کرنا اور غیر پاکیزہ رحم میں اُسے جانے نہ دینا اور میرے تابوت کی پوری پوری محافظت کرنا حضرت آدمؑ نے یہ بھی فرمادیا کہ ان چیزوں کے متعلق نسلاً بعد نسل وصیت ضرور جاری رکھی جائے۔ تاریخ روضۃ الصفا جلد ۱ ص ۱۳ میں ہے کہ جب حضرت آدمؑ کا انتقال ہو گیا اور جبریلؑ نیز دیگر ستر ہزار فرشتے اور حضرت آدمؑ کی نسل کے افراد فریضۂ تجہیز و تکفین سے فارغ ہوئے" بعد ازاں جبریلؑ اولادِ آدمؑ راگفت کہ اگر بوصیت پدر خود عمل نماید ہرگز گمراہ نہ نشوید" تو جبریلؑ نے اولادِ آدمؑ سے فرمایا کہ اگر تم لوگ اپنے پدرِ بزرگوار کی وصیت پر عمل کرو گے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے"۔ اس عبارت اور عملِ جبریلؑ سے معلوم ہوا کہ عہدِ آدمؑ ہی سے یہ سُنّت قائم ہے کہ ہر نبی اپنے بعد کا انتظام کر کے جائے اور مرنے سے پہلے ضروری وصیت کرے جیسا کہ حضرت آدمؑ نے کیا اور وصیت پر پورا زور دے کر اُمّت والوں کو آگاہ کیا جائے کہ اس پر عمل کریں جیسا کہ جناب جبریلؑ کے عمل سے ظاہر ہے۔ عہدِ آدمؑ میں چونکہ شیثؑ نبی موجود تھے۔ اس لیے جبریلؑ نے انتقال آدمؑ کے بعد اس مقام دفن پر ٹھہر کر وصیت پدر یاد دلائی اور تاکید کی کہ اس پر عمل کرنا، ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے" اور عہد خاتم صلعم میں چونکہ بعد میں کوئی نبی آنیوالا نہ تھا۔ اس لیے غدیر خم میں اعلان وصایت و خلافت کے بعد خود فرمادیا ہے "انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی الخ" میں تم میں دو گراں بہا چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ ایک ان میں کتاب خدا ہے، دوسری میری عترت، میرے اہل بیت۔ جب تک تم ان دونوں سے متمسک رہو گے ہرگز ہرگز گمراہ نہ ہوگے اور یہ دونوں اس وقت تک ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے جبتک حوضِ کوثر پر میرے پاس نہ پہنچ جائیں۔

جنابِ شیثؑ کا معلّم اوّل ہونا

مورخین کا بیان ہے کہ حضرت آدمؑ جناب شیثؑ کو بہت زیادہ چاہتے تھے اور انھوں نے وہ تمام تعلیم انھیں دے دی تھی جس کے وُہ خود عالم تھے۔ لہٰذا جناب شیثؑ نے درس و تدریس اور تعلیم و تفہیم کا سلسلہ شروع کر دیا اور لوگوں کو گوہر علم و حکمت سے مالا مال بنادیا یہی وجہ ہے کہ اہل توریت انھیں "اوریائے اوّل" یعنی معلّم اوّل کہتے ہیں۔ (روضۃ الصفا جلد ۱ ص ۱۵)

جنابِ انوشؑ کی ولادت

علّامہ عبدالواحد حنفی لکھتے ہیں کہ حضرت شیثؑ حضرت آدم علیہ السّلام سے مشابہ تھے اور ان کی بیوی جناب حوّا سے مشابہ تھی۔ وہ یہ بھی تحریر کرتے ہیں کہ جب حضرت شیثؑ کی بیوی حاملہ ہوئی تو ہر طرف سے اس کے کان میں یہ آواز آتی تھی "نورِ محمدؐ کہ در شکم تو امانت نہادہ اند مبارکباد" کہ

تیرے شکم میں نورِ محمدیؐ پہنچ گیا ہے۔ خدا مبارک کرے اور یہ آواز اس وقت تک آتی رہی جب تک جناب انوشؑ پیدا نہیں ہو گئے، انوشؑ کے معنی صادق کے ہیں (عجائب القصص ص۵۳ و روضۃ الصفا۔ جلد ۱ ص۱۶) علامہ سپہر کاشانی لکھتے ہیں کہ جب حضرت شیثؑ کی عمر "ایک سو پچاس سال" کی ہوئی تو جنابِ انوشؑ پیدا ہوئے (ناسخ التواریخ جلد ۱ ص۸۸) ایک روایت میں ہے کہ جس وقت وہ پیدا ہوئے تو نورِ محمدیؐ ان کی پیشانی میں چمک رہا تھا۔ یہ وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے درخت خرمہ کی کاشت کی ہے اور صدقہ نکالا ہے۔

حضرت شیثؑ کی بعثت

مورخین کا بیان ہے کہ جب حضرت آدمؑ کا انتقال ہو گیا تھا اور آپ ان کے جانشین کی حیثیت سے تبلیغ کر رہے تھے تو خدا نے انھیں مبعوث برسالت فرمایا، اور ان پر صحائف کا نزول شروع ہوا اکثر روایات میں ہے کہ آپ پر پچاس صحیفے نازل ہوئے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ پر دو سو پینتیس صحیفے نازل ہوئے ہیں۔ آپ انھیں صحیفوں کے ذریعہ سے دلائل وحدانیت اور تعلیم فرائض و احکام فرماتے تھے اور سنن و شرائع اور حدود خداوندی بیان فرمایا کرتے تھے، فرزندان آدم کو تعلیم دیتے تھے اور عبادت خدا کی طرف انھیں مائل کرنے کی سعی کرتے تھے، مکہ میں رہتے تھے اور حج و عمرہ بجالایا کرتے تھے (حیات القلوب جلد ۱ ص۵۹) ایک روایت میں ہے کہ آپ ہی وہ پہلے شخص ہیں جو حضرت آدمؑ کے بعد مبعوث برسالت ہوئے ہیں۔

نظام سلطنت کے متعلق جناب شیثؑ کے ارشادات

تاریخ روضۃ الصفا جلد ۱ ص۱۶ میں ہے کہ حضرت شیثؑ نے ارشاد فرمایا ہے کہ (۱) بادشاہ کی نسبت رعیت کے ساتھ ایسی ہے جیسے نفس کی نسبت بدن کے ساتھ ہو جس طرح نفسِ انسانی بدن سے ایک لمحہ کیلئے غافل نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح بادشاہ کو بھی چاہیئے کہ اپنی رعیت سے غافل نہ ہو۔ ورنہ ایک دن کی غفلت کا تدارک ایک ماہ میں بھی نہ ہو سکے گا۔ (۲) بادشاہ کو چاہیئے کہ اہلِ فن اور اہلِ دانش پر احسانات کرے اور ان کی ہمت افزائی کرتا رہے تاکہ اکتساب فضائل میں فراوانی پیدا ہو اور ملک ترقی کرے (۳) بادشاہ کو چاہیئے کہ مکارم اخلاق سے موصوف ہو یعنی نہایت خوش اخلاق و کردار ہو تاکہ رعایا بھی جوہر اخلاق سے آراستہ ہو سکے (۴) بادشاہ کو چاہیئے کہ شدائد و مصائب کے برداشت کرنے میں دلیر ہو (۵) بادشاہ حسن تدبیر کا مالک ہو اور اہلیت صلاحیت رکھتا ہو (۶) مخلص دوست بھائی سے بہتر ہوتا ہے کیونکہ اسے میراث کی کوئی لالچ نہیں ہوتی۔ لہذا بادشاہ کو چاہیئے کہ اس کے پُرخلوص خدمات کو نظر انداز نہ کرے۔

جنابِ انوشؑ کی جانشینی

مورخ محمد بن خاوند شاہ المتوفی ۹۰۳ھ لکھتے ہیں کہ

"چون شیث را ہنگام رحلت نزدیک آمد انوش را وصی گردانیدہ زمام حل وعقد امور بنی آدم را درقبضہ کفایت او نہادہ" جب حضرت شیثؑ کی وفات کا زمانہ قریب ہوا تو انھوں نے اپنے بیٹے انوشؑ کو اپنا وصی مقرر کرکے جملہ امور بنی آدم ان کے دست اقتدار میں دے دیا، مورخ ابو جعفر محمد بن جریر ابن یزید الطبری لکھتے ہیں" او راپسرے آمد انوش نام کردش واو را وصی خویش کرد و خلیفہ زمین شد"۔ جناب شیثؑ نے اپنے فرزند انوشؑ کو اپنا وصی مقرر کردیا اور زمین کا خلیفہ بنا دیا، علامہ عبدالواحد محمد المفتی حنفی عجائب القصص ص۵۳ میں لکھتے ہیں کہ "جب شیثؑ کا زمانہ رحلت قریب آیا تو انھوں نے انوشؑ سے وصیت کی اور حفاظت نورِ محمدیؐ کا عہد و اقرار لیا۔ علامہ مجلسی اور علامہ بہائی تحریر فرماتے ہیں کہ یہ جانشینی کا عمل ۱۸ ذی الحجہ کو کیا گیا۔

حضرت شیثؑ کی علالت اور وفات

جب حضرت شیثؑ جناب انوشؑ کو اپنا جانشین بنا چکے اور ان کی عمر بروایت علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ ۹۱۲ سال کی ہوگئی تو وہ علیل ہوگئے۔ (حیات القلوب جلد ا ص۵۹) مورخ ابن واضح المتوفی ۲۹۲ لکھتا ہے کہ "حضرت آدمؑ کے بعد ان کے بیٹے شیثؑ ان کے قائمقام ہوئے اور انھوں نے اپنی قوم کو تقویٰ اور عمل صالح کی ہدایت کی اور وہ ایسے ہوگئے کہ تسبیح و تقدیس میں مشغول رہتے تھے۔ نہ ان میں بغض و حسد تھا نہ آپس میں دشمنی تھی نہ تہمت طرازی تھی نہ کذب بیانی تھی نہ کسی قسم کی ان میں برائی تھی وہ جب قسم کھاتے تھے تو "خون ہابیل" کی کھاتے تھے" پھر جب ان کی وفات قریب ہوئی تو انھوں نے اپنے بیٹے اور نبیرگان کو طلب فرمایا اور ان کی عورتوں کو بلایا اور انھیں دعائیں دیں اور خون ہابیل کی قسم دے کر فرمایا کہ تم لوگ اس مقدس پہاڑ سے نیچے نہ اترنا اور اولاد قابیل سے میل جول پیدا نہ کرنا۔ "واوصی الی انوش ابنہ" اس کے بعد اپنے بیٹے انوش کو اپنا جانشین مقرر کیا اور انھیں حکم دیا کہ تابوت آدمؑ کی حفاظت کرنا اور تقویٰ کو اپنا شعار قرار دینا۔ نیز اپنی قوم کو تقویٰ کی ہدایت کرنا اور انھیں عبادت خداوندی کی طرف دعوت دیتے رہنا۔ "توفی یوم الثلاثۃ سبع وعشرین لیلۃ خلت من آب علی ثلاث ساعات من النہار" پھر منگل کے دن ۲۷ ماہ "آب" کو تین گھنٹے دن چڑھے وفات پاگئے۔ (تاریخ یعقوبی ص۱۲) وفات کے وقت آپ کی عمر ۹۱۲ سال تھی جیسا کہ الیعقوبی اور طبری و ناسخ التواریخ میں ہے حضرت شیثؑ کی وفات کے بعد جناب انوشؑ نے غسل و کفن سے فراغت حاصل کی اور نماز پڑھ کر ان کی میت حضرت آدمؑ کے پہلو میں دفن کردی

جناب قینانؑ کی ولادت اور جانشینی

جناب انوشؑ وفات حضرت شیثؑ

کے بعد سے اپنے دادا حضرت آدمؑ اور اپنے پدر بزرگوار حضرت شیثؑ کی ہدایت کے مطابق تبلیغ دین میں مصروف تھے، یہاں تک کہ ان کی عمر بروایت ناسخ التواریخ نوّے سال کی ہوگئی تو خداوندِ عالم نے انھیں اولادیں عطا کیں جن میں بروایت طبری قینانؑ سب میں لائق فائق اور عالم تھے جناب انوشؑ نے "قینان را وصی و خلیفۂ زمین کرد" قینانؑ کو اپنا وصی اور زمین کا خلیفہ بنا دیا عجائب القصص میں ہے کہ قینانؑ کے معنی مستولی یعنی غالب کے ہیں، یہ عبرانی لفظ ہے۔

جناب انوشؑ کی وفات

مورخ ابن واضح کا بیان ہے کہ جناب انوشؑ حضرت شیثؑ کی وفات کے بعد سے ادائے فرائض میں مشغول و مصروف تھے کہ موت کا وقت قریب آگیا۔ جناب انوشؑ نے تمام اولاد و اعزا کو جمع ہونے کا حکم دیا اور جب سب جمع ہو گئے تو انھوں نے سب کو دعائیں دیں اور جناب شیثؑ کی طرح وصیت کی کہ تم لوگ پہاڑ سے نیچے نہ اترنا اور اولادِ قابیل سے اختلاط نہ پیدا کرنا، اور قینانؑ سے کہا کہ میرے بعد امورِ دین و دنیا کو نہایت خوبصورتی سے سرانجام دینا اور تابوتِ آدمؑ کی حفاظت کرنا اور اسی کے ساتھ ان کے تابوت کے قریب نمازیں پڑھتے رہنا اور حمد و تسبیح خدا کرتے رہنا، وصیت سے فراغت کے بعد جناب انوش بن شیث بن آدم ماہ تشرین الاول کی تیسری تاریخ کو غروبِ آفتاب کے وقت انتقال کر گئے۔ آپ کی عمر ۹۶۵ سال کی تھی (تاریخ الیعقوبی ص۲)

جناب مہلائیلؑ کی ولادت

جناب انوشؑ کی وفات کے بعد سے پوری ذمہ داری کیساتھ جناب قینان نے تبلیغ کے فرائض ادا کرنے شروع کر دیئے اور اپنی پوری جد و جہد کیساتھ اچھی خاصی کامیابی حاصل کی۔

قینانؑ کے متعلق مورخین کا بیان ہے کہ یہ بے انتہا مقدس متقی اور نہایت لطیف و کریم کردار کے تھے۔ انھوں نے تبلیغ میں اچھا خاصہ کام کیا تھا اور کام میں منہمک تھے کہ ان کی عمر بروایت ناسخ التواریخ اسیؔ سال اور بروایت الیعقوبی ستّر سال کی ہوگئی اس وقت خداوند عالم نے ان کو ایک فرزند عطا کیا۔ طبری کا بیان ہے کہ قینانؑ کے اولاد بہت زیادہ تھی۔ لیکن ان سب میں مہلائیلؑ سب سے لائق تھے، لفظ مہلائیل کے معنی ممدوح کے ہیں، طبری میں یہ بھی ہے کہ قینانؑ نے اپنا جانشین مہلائیل کو ان کی لیاقت و صلاحیت کی وجہ سے بنایا تھا۔

جناب قینانؑ کی وفات

روضۃ الصفا میں ہے کہ قینانؑ اپنے باپ کی وصیت کے مطابق جانشین ہونے کی حیثیت سے ریاست بنی آدم کو سنبھالے رہے اور وہ اس کوشش میں تھے کہ طریق مستقیم سے انحراف نہ ہونے پائے اور تبلیغ کا کام برابر جاری رہے۔ یہاں تک کہ آپ کی عمر بروایت ناسخ التواریخ ۹۱۰ سال کی ہوگئی

اور آپ کی وفات قریب آپہنچی، جب آپ کو وفات کا یقین ہوگیا تو لوگوں کو جمع کر کے ان کو دعائیں دیں اور خونِ ہابیل کی قسم دے کر کہا کہ اس پہاڑ سے نیچے نہ اترنا اور اولادِ قابیل سے میل جول پیدا نہ کرنا "وجعل وصیتہ الی مہلائیل" اور اپنے فرزند مہلائیل کو اپنا وصی اور جانشین بنا کر انھیں جسدِ آدم کی حفاظت کا حکم دیا اور انتقال کر گئے (الیعقوبی) مورخ سپہر کاشانی لکھتے ہیں کہ قینانؑ نے شہر بابل کی بُنیاد ڈالی اور بماہ فارسی "نموز" میں بعمر ۹۱۰ سال وبروایت ابن واضح ۹۲۰ سال انتقال کیا۔

مہلائیلؑ بن قنیانؑ کی جانشینی اور کارکردگی

قنیانؑ کی وفات کے بعد جناب مہلائیل تمام بنی آدمؑ کو سمیٹے رہے اور آباؤ اجداد کی وصیت کے مُطابق سعی بیہم کرتے رہے کہ اولادِ آدم معاہدۂ اتحاد پر قائم رہیں اور کوئی انتشار پیدا نہ ہونے پائے لیکن مخلوق کی اتنی کثرت ہو چکی تھی کہ اسے اپنی نگاہوں کے سامنے رکھنا اور ان پر بہر طریق نگرانی کرنا دُشوار ہو گیا تھا۔ اس لیے بروایت روضۃ الصفا بنی آدم کو اطرافِ عالم میں پھیلا دیا اور خود اولادِ شیثؑ سمیت مقام بابل میں جاگزیں ہو گئے اور شہر "سوس" کی بُنیاد ڈال کر وہیں مستقل طور پر رہنے لگے۔

جنابِ یردؑ کی ولادت

بروایت ناسخ التواریخ، جب مہلائیلؑ کی عمر ساٹھ سال کی ہوئی تو ان کے ہاں ایک فرزند متولد ہوا جس کا نام اُنھوں نے "یردؑ" رکھا جس کے معنی بروایت عجائب القصص، ضابطہ، یعنی قاعدہ اور قانون کے ہیں۔

مہلائیل کا حُسن وجمال اور اسٹیچو کی تعمیر و بُت پرستی کی ابتدا

مُلّا اخوند محمد الجویری رقمطراز ہیں کہ حضرت آدمؑ سے قینانؑ تک سب ہی دینِ اسلام کی تبلیغ کرتے چلے آئے۔ یہاں تک کہ قینانؑ کے یہاں ایک فرزند پیدا ہوا جس کا نام مہلائیلؑ رکھا گیا مہلائیلؑ کو خداوندِ عالم نے ایسے حسن و جمال سے آراستہ کیا تھا کہ "مثل آں در جہاں نہ بود" کہ اس کی مثال دنیا میں نہ تھی، ان کے حسن و جمال کا یہ عالم تھا کہ لوگ ان کے چہرے کو اچھی طرح دیکھ نہ سکتے تھے اسی لیے وہ ہر وقت اپنے چہرے پر نقاب ڈالے رہتے تھے۔ مغرب سے مشرق تک ان کے حسن کا شہرہ تھا اور بیشمار حضرات مسلسل اُن کو دیکھنے کے لیے آیا کرتے اور تحفہ تحائف لایا کرتے تھے اور ہر آنے والا ان کے جاہ و حشم اور قدرتی جلال کو دیکھ کر حیران رہ جاتا تھا، یہ سلسلہ عرصہ تک جاری رہا یہاں تک کہ مہلائیل کا انتقال ہو گیا، ان کے انتقال کے بعد جو لوگ آتے تھے وہ بڑے

مایوس ہو کر واپس جاتے تھے اور جو نذرانہ لاتے تھے واپس لے جاتے تھے۔ ایک دن شیطان نے اولاد مہلائیلؑ سے کہا کہ مہلائیل تم لوگوں سے بہت زیادہ ناراض ہیں۔ انھوں نے پوچھا کہ ناراضگی کی کیا وجہ ہے؟ اس نے کہا کہ وہ کہتے تھے کہ میری اولاد میں کوئی ایسا نہیں ہے جو ان لوگوں کو تسلی دے سکے جو میرے دیکھنے کو آتے ہیں اور مجھے نہ پاکر رنجیدہ واپس جاتے ہیں، ان لوگوں نے شیطان سے جو انسانی صورت میں تھا پوچھا کہ اب ہم اس کا کیا علاج کریں، شیطان نے کہا کہ اس کا علاج تو بہت آسان ہے۔ انھوں نے پوچھا وہ کیا؟ اس نے کہا "صورتے درست کنید بسان صورت مہلائیل درخانہ و برقعے بروے فرو گزارید تا کہ خلق بیایند و آن صورت را زیارت کنند الخ" کہ تم ایک صورت مہلائیل کی شکل کی بنا کر اپنے گھر میں رکھو اور اس پر نقاب ڈال دو، تاکہ جب لوگ آئیں تو ان کی زیارت کر لیا کریں اور مطمئن ہو کر واپس جایا کریں اس کے نتیجہ میں یہ ہوگا کہ مہلائیل تم سے خوش ہو جائیں گے، یہ سن کر فرزندان مہلائیلؑ خوش ہو گئے اور اس سے کہا کہ تم ہماری امداد کرو۔ اس نے کہا میں تیار کردونگا تم بے فکر رہو چنانچہ اس نے پتھر کا اسٹیچو بنا دیا اور اس کے چہرے پر نقاب ڈال دی، اس کے بعد جو لوگ آتے وہ زیارت کرتے اور چلے جاتے تھے، یہ سلسلہ ایک دو قرن تک جاری رہا۔ ایک دن شیطان یہ اندازہ لگا کر کہ اب یہ لوگ اس سلسلہ کی بنیاد سے بیخبر ہو گئے ہیں، موجودہ عہد کے بزرگوں سے ملا اور کہنے لگا کہ آپ لوگ اس کی پرستش کیوں نہیں کرتے، آپ کے آباو اجداد ہمیشہ اسے پوجا کرتے تھے۔ ان لوگوں نے اس کے کہنے کو باور کر لیا اور اسے پوجنے لگے "و بت پرستی در عالم پدید آمد"۔ اور بت پرستی دنیا میں پھیل گئی (قصص الانبیاء ص ۳۱ طبع قاچار ۱۲۹۷ھ)

یردؑ کی جانشینی اور مہلائیلؑ کی وفات

مورخ ابن واضح کا بیان ہے کہ فلما دنی موت مہلائیل اوصی الی ابنہ یرد جب مہلائیل کی موت کا وقت قریب ہوا تو انھوں نے اپنے بیٹے یردؑ کو اپنا جانشین بنا دیا اور انھیں دستور اساسی کے مطابق یہ ہدایت کر دی کہ حضرت آدمؑ کے تابوت کی حفاظت کرتے رہیں۔ اس کے بعد مہلائیلؑ ماہ نیسان کی دوسری تاریخ اتوار کے دن تین گھنٹے دن چڑھے ۸۹۵ سال کی عمر میں انتقال کر گئے (تاریخ یعقوبی ص ۵) طبری میں ہے کہ مہلائیل اپنے باپ قینان کے جانشین تھے اور انھوں نے ۹۲۶ سال عمر میں انتقال کیا ہے۔

ولادت حضرت ادریس علیہ السلام

مورخ سپہر کاشانی تحریر فرماتے ہیں کہ جب جناب یردؑ کی عمر ایک سو باسٹھ ۱۶۲ سال کی ہوئی تو جناب ادریسؑ پیدا ہوئے۔ ناسخ التواریخ جلد ۱ ص ۸۸ مورخ ابو جعفر محمد بن جریر الطبری لکھتے ہیں کہ "اور ا

دختران بسیار آمدند اندر میان ایشاں پسرے بود نام او اخنوخ وان ادریس پیغمبر بود" یردؑ کے یہاں لڑکیاں بہت زیادہ پیدا ہوئیں اور ان میں ایک لڑکا بھی پیدا ہوا جس کا نام بزبان سریانی اخنوخ (ادریسؑ) تھا (تاریخ طبری جلد ۱ ص۳۱) علامہ عبدالواحد حنفی لکھتے ہیں، "چوں عمر او بصد و شصت و دو سال رسید، اورا از زنی "برزورہ" نام فرزندے رفیع الشان عظیم البرہان متولد شد "اخنوخ"" جب یرد کی عمر ایک سو باسٹھ سال کی ہوئی تو ان کے ہاں برزورہ نامی عورت سے ایک عظیم الشان اور رفیع البرہان فرزند متولد ہوا جس کا اسم گرامی اخنوخ (ادریسؑ) تھا (عجائب القصص ص۵۳)۔

عہد یردؑ میں شیطان کی عظیم ریشہ دوانی

حضرت آدمؑ کی وصیت کے مطابق تا بہ عہد یردؑ تمام ذمہ داران اپنے جانشینوں کو ہدایت کرتے چلے آئے کہ پہاڑ سے اتر کر اولاد قابیل سے اختلاط نہ کرنا اور جسد آدمؑ کی حفاظت کرتے رہنا، جناب یردؑ حسب دستور سابق اپنے آباو اجداد کے ارشاد کے مطابق اسی پر عامل رہے اور پوری سعی کرتے رہے کہ کوئی بھی پہاڑ سے اتر کر وسعت ارضی میں اولاد قابیل سے میل جول پیدا نہ کرنے پائے۔ لیکن جب ان کی عمر پانچ سو سال کی ہوئی تو اولاد شیثؑ نے عہد و معاہدہ سب توڑ دیا اور وہ پہاڑ سے اتر کر آبادی میں آگئے اور انھوں نے قابیل کی لڑکیوں سے گھل مل کر باپ دادا کے سارے فرمان بھلا دیئے۔

ان لوگوں کے پہاڑ سے اتر کر اولاد قابیل سے اختلاط کا سبب یہ ہوا کہ ابلیس نے اولاد قابیل میں سے دو آدمیوں کو جن کے نام (۱) یوبل (۲) توبلقین تھے منتخب کر کے انھیں خوب گانا بجانا سکھایا اور ہر قسم کے آلات لہو و لعب بنانے میں ماہر کر دیا۔ پھر ان سے کہا کہ بہت سی جمعیت لے کر کوہ ابوقبیس کے دامن میں جاؤ اور گاؤ بجاؤ اور رقص کرو، چنانچہ یہ لوگ بہت سے آدمیوں کو لے کر دامن کوہ میں پہنچے اور اپنا کام شروع کر دیا، جب اولاد شیثؑ نے ان لوگوں کی آوازیں سنیں تو آپس میں کہنے لگے کہ دیکھنا چاہیئے کہ زمین پر کیا ہو رہا ہے اور یہ کس قسم کی آوازیں آرہی ہیں، اس کے بعد ایک سو افراد نے فیصلہ کیا کہ زمین پر چل کر دیکھیں گے کہ سارا ہنگامہ کیسا ہے؟ جب جناب یردؑ کو ان کے عزائم معلوم ہوئے تو انھوں نے سب کو بلا کر انھیں آدمؑ سے لے کر مہلائیل تک کی وصیتوں کا حوالہ دے کر "بدم ہابیلؑ" روکنا چاہا۔ مگر وہ نہ مانے، تو جناب ادریسؑ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے سنو! جو میرے باپ کا فرمان نہ مانے گا اور جد نامدار حضرت آدمؑ والی اس وقت کی وصیت کو نظر انداز کر کے زمین پر اترے گا، ہم دوبارہ اسے پہاڑ پر چڑھنے نہ دیں گے "فابوا ان یہبطوا"

مگران لوگوں نے ایک نہ سُنی اور نہ اُترنے سے انکار کردیا۔ بالآخر وہ پہاڑ سے اُتر کر قابیل کی لڑکیوں کیساتھ گھل مل گئے اور ہر قسم کی غلط کاریوں میں مبتلا ہوکر دین و ایمان کھو بیٹھے۔ (تاریخ یعقوبی صہ ۵) ایک روایت میں ہے کہ بُت پرستی کی ابتدا عہد ادریسؑ میں شیطان کے ذریعہ سے ہُوئی۔

حضرتِ ادریسؑ کی جانشینی اور جنابِ یردؑ کی وفات

مورّخین کا بیان ہے کہ جب جنابِ یردؑ کی موت کا زمانہ قریب ہوا تو انھوں نے اپنی اولاد کو جمع کرکے اُن کو خیر و برکت کی دُعائیں دیں اور جنابِ ادریسؑ کو اپنا وصی بنایا اور خصوصیت کے ساتھ انھیں عدمِ اختلاط اولادِ قابیل کی ہدایت کی اور کہا کہ ہمیشہ "مغارۃ الکنز" یعنی قبر جنابِ آدمؑ کے قریب نمازیں پڑھتے رہنا اور اپنی اولادوں سے کہا جن کی تعداد اُس وقت چالیس تھی کہ اوّل تو تم اِس پہاڑ سے نہ اُترنا اور اگر اُترنا ہی پڑے۔ تو پھر اولادِ قابیل سے اختلاط نہ پیدا کرنا اور تابوتِ آدمؑ کو ہمراہ لیتے جانا۔ جنابِ یردؑ کے چالیس لڑکے لڑکیاں تھیں اور سب میں چھوٹے جنابِ ادریسؑ تھے۔ انھوں نے انھیں کو اپنا جانشین بنا دیا۔ اس کے بعد ماہ "اذار" کے جمعہ کے دن غروبِ شمس کے وقت ۹۶۲ سال کی عمر میں انتقال فرما گئے (تاریخ الیعقوبی صہ ۶ ناسخ التواریخ جلد ۱ صہ ۸۶ تاریخ طبری جلد ۱ صہ ۳۱ کشف الغمہ جلد ۱ صہ ۱)

حضرت شیثؑ کے بعد سے حضرت ادریسؑ پیغمبر تک ۱۵۶۲ سال کی مُدّت کے اندر کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا، جن لوگوں کا ان دونوں نبیوں کے درمیان ذکر کیا گیا ہے یہ وصی تھے اور خصوصی طور پر اس لیے قابلِ احترام تھے کہ ان صلبوں میں حضرت محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا نورِ مقدس جلوہ فگن تھا۔ (تاریخ طبری جلد ۱ صہ ۳۲، قصص الانبیاء جویری صہ ۳۰ طبع قاچار ۱۲۹۷ھ)

باب ۸

حضرت ادریس علیہ السّلام

لفظ ادریس، درس و تدریس سے ماخوذ ہے، ان کا اصل نام "اخنوخ" تھا اور شجرہ نسب یہ ہے۔ اخنوخ بن یرد بن مہلائیل ابن قینان بن انوش بن شیث بن آدم علیہم السّلام۔ آپ مقام منیف میں پیدا ہوئے جو مصر کا ایک علاقہ ہے آپ کی پیدائش کے وقت آپ کے والد بزرگوار جناب یردؑ کی عمر بروایت ناسخ التواریخ ایک سو باسٹھ برس کی تھی۔ آپ کی والدہ کا اسم گرامی بروایت امام ثعلبی "آشوت" تھا۔ آپ چونکہ صحف آسمانی کا درس کثرت سے دیا کرتے تھے اور آبا و اجداد کی شریعت کے احکام بیان کیا کرتے تھے، معارف الٰہیہ اور سنن انبیا کی لوگوں کو تعلیم دیا کرتے تھے۔ اس لیے آپ کا لقب ادریسؑ ہو گیا تھا، لفظ اخنوخ عبرانی ہے اور لفظ ادریس عربی ہے۔ اس لیے اہل عرب نے آپ کے لقب کو نام کا درجہ دے کر اسی کو شہرت دے دی ہے۔ یونانی آپ کو "یطرمیین" اور "ادریسین" کہتے ہیں۔ آپ کو "ادریائے ثالث" بھی کہا گیا ہے آپ کو "ہرمش" بھی کہا جاتا تھا جس کے معنی "عطارد رقم" کے ہیں۔

صاحب روضۃ الصفا نے ادریائے ثالث کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آپ سے قبل "غازیمون" مصری نبی تھے۔ حضرت ادریسؑ نے ان کی شاگردی اختیار کی تھی اور وہ ادریائے ثانی تھے۔ "لفظ غازیمون" کے معنی نیک بخت کے ہیں "غازیمون" اہل یونان اور مصر پر مبعوث ہوئے تھے۔

حضرت ادریسؑ کا خصوصی لقب، مثلث بالنعمۃ اور مثلث بالحکمۃ تھا کیونکہ وہ سلطنت حکمت اور نبوت کے جامع تھے۔ علامہ مجلسی کا بیان ہے کہ حضرت ادریسؑ کا سینہ نہایت چوڑا تھا، اور سینے پر بال بہت زیادہ تھے۔ دوہرے بدن کے آدمی تھے۔ ان کے سر میں بال بہت زیادہ اور باریک تھے۔ وہ آہستہ چلتے اور آہستہ بولتے تھے۔ ان کی قیام گاہ مسجد سہلا تھی جو مسجد کوفہ کے قریب واقع ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جو شخص مسجد سہلا میں نماز ادا کرے اور دعائیں

کرے خدا اُس کی دُعا قبول فرماتا ہے اور قیامت میں اس کا درجہ بہت بلند ہوگا۔ ناچیز راقم الحروف نے جون ۱۹۶۵ء میں اس مسجد کی زیارت کی ہے اور اس میں نماز ادا کر کے دُعا کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ خدا قبول فرمائے (آمین) امام ثعلبی اور علامہ جزائری کا بیان ہے کہ حضرت ادریسؑ دیگر علوم کے علاوہ علم حساب علم ہیئت اور علم نجوم میں بھی مہارت تامہ رکھتے تھے۔

حضرتِ ادریسؑ کے خصوصیات

علامہ عبدالواحد بن محمد المفتی الحنفی کا ارشاد ہے کہ حضرت ادریسؑ کو خدا نے دس چیزوں میں منفرد فرمایا تھا (۱) آپ نبی مرسل تھے (۲) تیس صحیفے آپ پر نازل فرمائے (۳) علم نجوم کی تعلیم سے انھیں بہرہ ور فرمایا (۴) یہ وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے قلم سے لکھنے کی ابتدا کی (۵) کپڑا سینا انھوں نے ایجاد کیا، ان سے پہلے لوگ چمڑے کا لباس پہنتے تھے (۶) جنگ کے اسلحے انھوں نے ایجاد کیے (۷) جہاد کی بُنیاد انھوں نے قائم کی (۸) کفار اور ان کی اولاد کو گرفتار کرنے کی بُنیاد انھوں نے قائم کی (۹) لباس سینا اور پہننا ان کی ایجاد ہے (۱۰) خدا نے انھیں سب سے پہلے زندہ آسمان پر اٹھا لیا ہے۔ مورخین کا بیان ہے کہ انھوں نے دُنیا میں سو شہر آباد کیے ہیں۔ علامہ مجلسی کا بیان ہے کہ حضرت ادریسؑ مسجد سہلہ ہی میں بیٹھ کر خیاطی کا کام کرتے تھے اور وہیں رہتے بھی تھے۔ کشف الغمہ میں ہے کہ آپ کو ۷۲ زبانیں بتائی گئی تھیں اور آپ ہر زبان میں تبلیغ کرتے تھے، روضۃ الصفا میں ہے کہ حضرتِ ادریسؑ ہی نے آفتاب کے بُرجوں میں منتقل ہونے کو بیان فرمایا ہے اور رویتِ ہلال کی طرف رہبری کی ہے، ستاروں کے برج شرف میں آنے کو بتایا ہے، تیز برجوں کے نام رکھے ہیں اور نجوم کی اصطلاحیں قائم کی ہیں، سیارہ و ثوابت اوج و حضیض تثلیث و تربیع و تسدیس کی وضاحت کی ہے۔ بروایت اخوان الصفا وہ تیس سال تک حصولِ معلومات کے لیے آسمان کے گرد زحل کیساتھ چکر لگاتے رہے ہیں۔ روضۃ الصفا میں یہ بھی ہے کہ انبیاء کی تعداد اپنے علم کے ذریعے سے سب سے پہلے حضرت ادریسؑ ہی نے بتائی تھی۔

حضرتِ ادریسؑ کی بعثت

مورخین کا بیان ہے کہ اولادِ قابیل جو کہ حد شمار سے باہر ہو گئی تھی، وہ پہلے ہی سے آتش پرست اور پھر بُت پرست بن ہی چکی تھی کہ انھیں سے اولادِ شیثؑ کے کچھ افراد نے اختلاط کر لیا۔ اور وہ بھی انھیں حرکتوں میں لگ گئے۔ یہاں تک آتش پرستی، محبت پرستی، زناکاری، اور ماں بہنوں کا عام استعمال رواج پا گیا، شیطان جو اپنے کہے کے مطابق پوری توجہ سے اولادِ آدم کو بہکانے میں لگا ہوا تھا اس نے پورا زور لگا کر لاکھوں کی تعداد میں اولادِ آدم کو گمراہ کر دیا

بروایتِ طبری اولادِ قابیل میں ایک "شخص" "نوبال" نامی تھا وہ آلات لہو ولعب کی تعمیر وتشکیل میں بڑی مہارت رکھتا تھا، شیطان نے اُسے شیرۂ انگور سے شراب بنانے کی ترکیب بتائی اور شراب خواری زور پکڑ گئی اور سو سال کے اندر اندر ایسا ہوگیا کہ سب ہی شراب خوار اور زناکار وغیرہ ہوگئے، تو خداوندِ عالم نے حضرت ادریسؑ کو ان کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا۔ (تاریخ طبری جلد ۱ صفحہ ۳۲ و روضۃ الصفا)

ایک بادشاہ جابر کا واقعہ اور حضرتِ ادریسؑ

علامہ مجلسیؒ و علامہ جزائری بحوالہ اصول کافی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام کا ارشاد ہے کہ حضرت ادریسؑ کے عہد میں ایک نہایت جابر اور ظالم بادشاہ تھا، وہ ایک بار سیر کرتے کرتے ایک ایسے مقام پر پہنچا جس مقام کا بادشاہ ایک مومن خالص تھا، جابر بادشاہ نے اسکی سرزمین سے گزرتے ہوئے ایک یوم کے لیے قیام کیا، دورانِ قیام میں اس مقام کی سرسبزی اور شادابی کی وجہ سے اس نے یہ رائے قائم کی کہ میں اس زمین کو حاصل کر کے یہیں قیام کروں گا اور اسی کو اپنی طویل و عریض حکومت کا مرکز بناؤں گا، اس مقصد کے لیے اس نے اپنے ارکانِ دولت کو جمع کیا اور ان سے دریافت کیا کہ یہ مقام کس کا ہے ان لوگوں نے دریافت کر کے بتایا کہ یہ مقام ایک مومن کا ہے بادشاہ نے حکم دیا کہ اسے بُلایا جائے۔ جب وہ حاضر کیا گیا تو بادشاہ جابر نے اس سے کہا کہ میں تیرے اس ملک و مقام کو چاہتا ہوں کیا تو مجھے دے سکتا ہے۔ اس نے کہا کہ میں اسے دینے سے مجبور ہوں، بادشاہ نے کہا کہ تو اس کی قیمت طے کر لے اور میں اسے ادا کر دوں، اس مومن نے کہا کہ میں اسے فروخت نہیں کر سکتا۔ کیونکہ میرے بال بچوں کا آذوقہ اسی سے حاصل ہوتا ہے۔ میں اپنی زندگی کے ایّام نہایت فراخی کے ساتھ اسی سرزمین کی وجہ سے گزار رہا ہوں۔ بادشاہ جب اس زمین کے حاصل کرنے سے عاجز رہا تو اسے بہت زیادہ غصہ آیا۔ لیکن وہ کچھ کر نہ سکا۔ اسی غصہ کی حالت میں داخل خانہ ہوا تو اس کی عورت نے پوچھا کہ آج غیر معمولی غم و غصہ آپ کے چہرے سے ظاہر ہوتا ہے۔ آخر بات کیا ہے، اس نے کہا کہ میں اس زیرِ قدم سرزمین کو حاصل کرنا چاہتا تھا۔ لیکن وہاں کا والی نہ میرے حق میں اس سے دستبردار ہوتا ہے اور نہ اسے فروخت ہی کرتا ہے اور یہ جگہ ہے ایسی کہ میں اسے حاصل کرنے کے لیے بے چین ہوں۔ یہ سُن کر اُس کی بیوی جس سے یہ ہر امر میں مشورہ لیا کرتا تھا اور اسے بے حد چاہتا تھا۔ نے کہا کہ آپ گھبرائیں نہیں، میں اس زمین کے حاصل کرنے کا راستہ اور ذریعہ بتائے دیتی ہوں اور وہ یہ ہے کہ اس والی اور اس کے گھرانے کو قتل کرا دے، بادشاہ

بادشاہ نے کہا کہ قتل کرانے کا کوئی بہانہ بھی تو ہونا چاہیئے۔ اس عورت نے کہا کہ بہانہ میں بنائے دیتی ہوں، یہ کہہ کر اس نے اپنی قوم "د قبیلہ" کے چالیس آدمی بلوائے اور اُن سے کہا کہ بادشاہ کے پاس جاکر اس سے کہو کہ یہاں فلاں شخص جو رہتا ہے جس کی یہ زمین ہے وہ آپ کے دین کے خلاف ہے اور آپ کے مذہب وعقیدے کی برابر مذمت کرتا رہتا ہے، وہ لوگ اس کی تعلیم کے مطابق بادشاہ کے پاس گئے اور اس سے یہی کچھ کہا، بادشاہ ابھی خاموش ہی تھا کہ اس کی عورت نے کہا کہ بس ایسے شخص کو زندہ نہیں چھوڑنا چاہیئے جو ہمارے مذہب کے خلاف ہے اور اس کی مذمت کیا کرتا ہے۔ بادشاہ نے بیوی کے مشورے اور کہنے سے اس مومن کو قتل کرا دیا۔

یہ حال دیکھ کر غضب پروردگار عالم کو جوش آیا اور اس خالق قہار نے نبی وقت حضرت ادریسؑ کو حکم دیا کہ تم جاکر اس ظالم وجابر بادشاہ سے کہہ دو کہ تو نے "جو نکہ ظلم عظیم کیا ہے لہٰذا میں تیری سلطنت کو برباد کردوں گا۔ تیری جبروت و انانیت کو ختم کردوں گا تو نے ہمارے علم سے ناجائز فائدہ اُٹھا کر ظلم وجور کو فروغ دے رکھا ہے تو نے اس غریب کو قتل کر کے اس کے اہل وعیال کی زندگی خراب کردی ہے، یاد رکھ کہ میں عنقریب ایسا کر دوں گا کہ تیری مشیر عورت کا گوشت کتے کھائیں گے۔" فاتاہ ادریس رسالۃ ربہ واداھا الیہ جناب ادریسؑ نے حکم باری پانے کے بعد اس جابر بادشاہ کے دربار میں جاکر ارشاد باری پہنچا دیا۔

حضرت ادریسؑ جس وقت وہاں پہنچے وہ دربار لگائے بیٹھا تھا اور اس کے حوالی موالی اور ارکان دولت اسے گھیرے ہوئے تھے۔ حضرت ادریسؑ نے جونہی خدا کا پیغام پہنچایا، بادشاہ نے غصہ میں کہا، اے ادریسؑ خیر اسی میں ہے کہ تم میرے دربار سے نکل جاؤ، ورنہ میں تمھیں قتل کرا دوں گا۔ حضرت ادریسؑ تبلیغ رسالت فرماکر اور پیغام خداوندی پہنچا کر واپس چلے آئے ان کے واپس آنے کے بعد اس نے اپنی بیوی سے پوچھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ بیوی نے کہا کہ آپ گھبرائیں نہیں۔ میں ابھی ادریسؑ کو قتل کرائے دیتی ہوں۔ انھیں کے ساتھ ان کی رسالت بھی قتل وختم ہو جائے گی۔

حضرت ادریسؑ نے دربار سے واپس آنے کے بعد اپنے خالص مومنوں سے جن کی تعداد بیس تھی واقعہ بیان کیا، ان لوگوں نے بالاتفاق کہا کہ آپ کے قتل کا خطرہ ہے آپ اس مقام سے کسی اور جگہ چلے جائیں۔

حضرت ادریسؑ کے جاتے ہی ازارقہ کا ایک گروہ جو چالیس آدمیوں پر مشتمل تھا بادشاہ کا

بھیجا ہوا تلاش ادریسؑ میں ان کی اس جگہ پر پہنچا جس جگہ آپ بیٹھا کرتے تھے، جب ان لوگوں نے جناب ادریسؑ کو اس مقام پر نہ پایا تو واپس چلے گئے۔

حضرت ادریسؑ جو اپنے چند اصحاب دمومنین سمیت ترک مکانی کر کے یہاں سے جا چکے تھے، جب دوسرے ملک میں پہنچے تو انھوں نے سحر کے وقت بارگاہِ خداوندی میں مناجات کی اور عرض پرواز ہوئے۔ میرے پالنے والے میں نے تیرا حکم اس بادشاہ ظالم تک پہنچا دیا اس نے جو طرزِ عمل اختیار کیا تو اس سے واقف ہے۔ ارشادِ خداوندی ہوا کہ تم اس کے ملک سے باہر رہو اور اس کا معاملہ مجھ سے متعلق رہنے دو، میں اپنی عزت وجلال کی قسم کھا کر کہتا ہوں میں اس کے ساتھ وہ کچھ کروں گا۔ جس کا وہ مستحق ہے۔ یہ سُن کر حضرتِ ادریس نے عرض کی۔

یا رب ان لی حاجتہ قال اللہ سلہا نعطھا قال اسئلك ان لاتمطر السماء علی اھل ھذہ القریتہ وما حولھا حتیٰ اسئلك ذالك الخ

میرے پالنے والے میں ایک حاجت رکھتا ہوں۔ خدا نے فرمایا کہو وہ کیا ہے؟ تم جو کہو گے میں کر دوں گا، انھوں نے عرض کی میں یہ گزارش کرتا ہوں جب تک میں خود دعا نہ کروں۔ اس قریہ پر اور جو اس سے ملحق ہے اس پر بارش نہ ہو، ارشاد ہوا ایسا ہی ہوگا۔

مگر اے ادریسؑ اس طرح سب بھوکے پیاسے مرنے لگیں گے۔ ادریسؑ نے عرض کی مالک اس کے بغیر یہ لوگ ٹھیک بھی نہیں ہو سکتے، الغرض بارش بند ہوگئی اور بیس سال تک پانی آسمان سے نہ برسا۔

حضرتِ ادریسؑ نے اپنے ساتھیوں کو اس اعلان کے بعد کہ اب ۲۰ سال تک پانی نہ برسے گا اور جب تک میں خود دعا نہ کروں۔ یہ لوگ ایک قطرۂ آسمانی سے بھی محروم رہیں گے۔ ہمراہ لے کر نکل گئے اور سب کو دیگر ممالک میں منتشر کر کے خود ایک پہاڑ کی کوہ میں چھپ رہے اور وہیں عبادت کرتے رہے۔ دن بھر روزہ رکھتے تھے اور رات کو افطار کرتے تھے۔ خداوندِ عالم نے ایک ملک کو ان کے لیے مقرر کر دیا تاکہ وہ رات کو کھانا اور پانی پہنچا دے۔

پانی بند ہو جانے کی وجہ سے ملک کی حالت خراب ہوگئی اور یہ عالم ہو گیا کہ لوگ ایک دوسرے کو کھانے کی فکر کرنے لگے۔ پھر یہ نوبت پہنچی کہ بادشاہ ظالم قتل کر دیا گیا اور اسکی بیوی موت کے گھاٹ اس طرح اتر گئی کہ کتے اس کا گوشت کھاتے رہے۔

جب اس عظیم قحط کی مدت بیس سال ہوگئی تو لوگوں نے جمع ہو کر آپس میں یہ فیصلہ کیا کہ

جس خدا نے ادریسؑ کے کہنے سے بارش بند کی ہے ہمیں چاہیئے کہ اسی کی طرف رجوع کریں اور اسی سے پانی کی درخواست کر کے زندگی بچانے کی سعی کریں۔ چنانچہ لوگوں نے پھٹے پرانے کپڑے پہنے، سروں پر خاک ڈالی اور توبہ استغفار کر کے بارش کی دعا کی۔

ان کی دعا کے بعد خداوند عالم نے جناب ادریسؑ سے فرمایا کہ اے ادریسؑ وہ بھی میرے بندے ہیں۔ اب انھوں نے توبہ استغفار کیا ہے اور میں نے ان کی خطا معاف کر دی ہے اب بہتر ہے کہ تم مجھ سے دعا کرو اور میں پانی برسا دوں، یہ تم سے اس لیے کہتا ہوں کہ میں تم سے وعدہ کر چکا ہوں کہ جب تک تم دعا نہ کروگے بارش نہ ہوگی، ادریسؑ نے عرض کی۔ میری درخواست اب بھی یہی ہے کہ ابھی بارش نہ فرمائی جائے۔ خداوند عالم چونکہ اپنے نبی سے یہ وعدہ کر چکا تھا کہ جب تک تم دعا نہ مانگو گے۔ بارش نہ ہوگی۔ اس لیے ادریسؑ کے اس کہنے پر کہ بارش ابھی نہ کی جائے۔ خدا نے ان کی بات پھر مان لی لیکن ساتھ ہی ساتھ اس ملک کو جو ادریسؑ کے پاس کھانا لے جاتا تھا حکم دے دیا کہ "اب کھانا نہ لے جائے"۔ جب تین شبانہ روز مسلسل ادریسؑ بھوکے رہے تو بارگاہِ احدیت میں عرض پرداز ہوئے۔ مالک میری روزی کیوں بند کر دی گئی ہے؟ ارشاد ہوا کہ ادریسؑ تم تین دن نہ گزار سکے اور میری مخلوق بیس سال سے عاجز اور پریشان ہے اور تم کو احساس نہیں ہوتا۔ لہٰذا اب تمھارے لیے یہ ہے کہ تم اپنی روزی خود پیدا کرو، چنانچہ جنابِ ادریسؑ طلبِ معاش میں نکلے۔ چلتے چلتے ایک گاؤں میں پہنچے وہاں کے ایک مکان سے دھواں اٹھتا ہوا دکھائی دیا وہ اس میں داخل ہو گئے، دیکھا کہ بوڑھی عورت چولھے کے پاس بیٹھی ہے اور اس کے پاس روٹی کے دو ٹکڑے رکھے ہوئے ہیں، جنابِ ادریسؑ نے کہا کہ اے خدا کی بندی میں بہت بھوکا ہوں، خدارا مجھے روٹی کا ایک ٹکڑا دے دے۔ اس نے عرض کی اے بندۂ خدا، ادریسؑ پیغمبر نے اس قوم پر بددعا کی ہے اور مدت دراز سے شدید قحط پڑا ہوا ہے اور وہ خود روپوش ہو گئے ہیں، ہمیں یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ جب تک وہ دعا نہ کریں گے بارش نہ ہوگی ساری قوم انھیں تلاش کر رہی ہے اور وہ مل نہیں رہے ہیں، اے بندۂ خدا اب ایسی صورت میں جبکہ بڑی مشکلوں سے روٹی کے دو ٹکڑے میں نے حاصل کیے ہیں ان میں سے تجھے کیوں کر دے دوں۔ اس میں ایک میرا ہے اور دوسرا میرے بیٹے کا ہے۔

جنابِ ادریسؑ نے کہا کہ ایک ٹکڑا تو کھالے۔ ایک میں دو حصے کر کے ایک مجھے دے دے ایک اپنے بیٹے کے لیے رکھ لے۔ اس نے کہا کہ یہ نہیں ہو سکتا تو یہاں سے چلا جا اور کوئی اور سبیل پیدا کر۔ جنابِ ادریسؑ نے فرمایا کہ میرے پیروں میں کھڑے ہونے کی طاقت نہیں ہے خدارا مجھ پر رحم کر، اس عورت کا دل پسیج اٹھا اور اس نے اپنے بیٹے کے حصّہ میں سے نصف ان کو دے

دیا، اور جناب ادریسؑ نے تناول فرمالیا، اس بوڑھی عورت کے بیٹے نے جب یہ دیکھا کہ اس کے حصہ کی روٹی میں سے اس سائل کو نصف دے دیا گیا ہے۔ "اضطرب حتی مات" تو وہ اس درجہ پریشان ہوا اور گھبرایا کہ اس کی موت واقع ہوگئی۔ یہ دیکھ کر وہ عورت رونے پیٹنے لگی، اور کہنے لگی اے سائل، میرے ایک ہی بیٹا تھا اور وہ اب تیری وجہ سے فوت ہو گیا، اب میں کیا کروں گی۔ جناب ادریسؑ نے فرمایا کہ تو گھبرا نہیں، میں تیرے بیٹے کو زندہ کردوں گا۔ یہ کہہ کر وہ اُٹھے اور انھوں نے اس کے بیٹے کے بازو تھام کر ہلایا اور کہا "اے رُوح خدا کے حکم سے واپس آجا، یہ کہتے ہی وُہ زندہ ہوگیا۔ اس عورت نے جب یہ ماجرا اپنی آنکھوں سے دیکھا تو کہا "اشھد انك ادریس النبی" میں گواہی دیتی ہوں کہ تم ہی ادریسؑ پیغمبر ہو۔ اس کے بعد وہ گاؤں میں نکل کر چلائی کہ ادریسؑ گاؤں میں آگئے ہیں۔ بشارت ہو کہ اب مشکل حل ہو جائے گی۔

اِس کے بعد ادریسؑ اس مکان سے نکل کر اس مقام پر پہنچے جس مقام پر ظالم بادشاہ پہلے رہتا تھا، اور تمام اہل قریہ وہاں جمع ہوگئے اور درخواست کرنے لگے کہ "خدارا دُعا کیجیئے تاکہ پانی برسے۔ ادریسؑ نے کہا کہ میں اُس وقت تک دُعا نہ کروں گا۔ جب تک تمھارا بادشاہ اپنی ساری رعایا سمیت میرے پاس پا پیادہ نہ آئے گا۔ یہ سُن کر اُن لوگوں نے بادشاہ کو گھیر لیا اور کہا کہ چلو، اس نے کہا کہ میں ہرگز نہ جاؤں گا۔ کیونکہ اس میں میری توہین ہے اس کے بعد اُس نے چالیس آدمی بھیج دیئے کہ وہ ادریسؑ کو گرفتار کر کے لائیں۔ جب وہ لوگ ادریس علیہ السّلام کے پاس پہنچے اور انھیں گرفتار کرنا چاہا تو انھیں بددُعا کردی اور سب مر گئے لوگوں نے بادشاہ سے جاکر ماجرا بیان کیا۔ بادشاہ نے پانچسو سپاہی گرفتاری کے لیے پھر بھیج دیئے اور انھوں نے آکر حضرت ادریسؑ سے اپنے آنے کی غرض بتائی۔ حضرت ادریسؑ نے فرمایا کہ ان چالیس کا حشر دیکھ چکے ہو یہی تمھارا حشر ہوگا۔ وہ لوگ واپس چلے گئے اور بادشاہ سے سارا قصہ بیان کیا۔ بالآخر بادشاہ مجبور ہوگیا اور سب کو لے کر پا پیادہ حاضر ہوا۔ حضرت ادریسؑ نے فرمایا کہ اب میں دُعا کرتا ہوں۔ چنانچہ جناب ادریس علیہ السّلام نے دُعا فرمائی۔ ابر آیا، بجلی چمکی بادل گرجے اور ایسی بارش ہوئی کہ جل تھل ہوگیا۔ دیکھو (حیات القلوب جلد ۱ صـ۵۹ طبع ایران ۱۲۸۶ھ، النور المبین فی قصص الانبیاء والمرسلین صـ۴۷ طبع نجف اشرف ۱۳۸۰ھ) مورخ ابن واضح لکھتے ہیں کہ اس عظیم عذاب کا حوالہ حضرت ادریسؑ نے اسی وقت دے دیا تھا جبکہ حضرت شیثؑ کی اولاد آباؤ اجداد کی وصیت کے خلاف کوہ ابوقبیس سے اتر کر اولاد قابیل سے گھل مل گئی تھی اور مختلف قسم کے گناہوں میں مبتلا ہوئی تھی اور قتل و غارت کی عادت ڈال لی تھی۔

(تاریخ یعقوبی ص ۶)

حضرتِ ادریسؑ اور اہرامِ مصر کی تعمیر

تقریباً تمام تواریخ میں ہے کہ حضرت ادریسؑ نے سو شہروں کی بُنیاد قائم کی ہے اور انھیں آباد کیا اور سنوارا ہے۔ آپکے ان تعمیری کاموں میں اہرام مصر کی تعمیر کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ وہ اس وقت بھی دنیا کی سات اہم تعمیروں میں شمار ہوتے ہیں۔

مورخ سپہر کاشانی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ادریسؑ کو علم نبوت اور کتب آباء و اجداد سے یہ معلوم تھا کہ عہد نوحؑ میں ایسا عظیم طوفان آئے گا کہ ساری دنیا غرقاب ہو جائے گی اور کوئی چیز زمین پر محفوظ و مصوّن نہ رہے گی۔ اسی بنا پر انھوں نے ذخائر علم و حکمت اور خزانۂ طب و ہیئت کو بچانے کے لیے "اہرام" کی تعمیر کرائی۔

یہ اہرام مصر کے غربی جانب بنائے گئے ہیں، ان کی تعداد عہد حضرت ادریسؑ میں ۲ تھی طوفانِ نوحؑ کے بعد فراعنہ مصر نے اس کی اور بھی نقلیں بنوائی ہیں جن کی اب مجموعی تعداد ۱۸ ہے۔

حضرت ادریسؑ کے بنائے ہوئے اہرام، مربع اور مخروط الشکل ہیں جو چار مثلث اضلاع پر مشتمل ہیں اور ہر ضلع دوسرے ضلع سے چار سو ہاتھ دور ہے اور ہر ایک کی بلندی بھی چار سو ہاتھ ہے۔ ان اہرام کو چھ ماہ میں تعمیر کیا گیا تھا۔ تعمیر کے بعد اس پر یہ عبارت لکھ دی گئی تھی

قل من یاتی بعد مایھدمھا فی ستمائۃ عام وقد بینتھا فی ستۃ اشھر والھدم ایسر من البیان "

(ترجمہ) اس شخص سے کہو جو اُسے گرانا چاہتا ہو کہ وہ چھ سو سال میں بھی گرا نہیں سکتا حالانکہ میں نے اسے چھ ماہ میں بنایا ہے اور گرانا، بنانے سے زیادہ آسان ہوتا ہے۔

اس کی تعمیر کے بعد جب نوحؑ کا طوفان آیا اور اُس کی افادیت فراعنہ مصر نے دیکھی تو اُسکی دیکھا دیکھی انھوں نے بھی اسی قسم کے اہرام تعمیر کرانا شروع کیے اور مدت مدید کے بعد اس کی تعمیر سے فراغت حاصل کی۔ مورخ کاشانی آگے چل کر لکھتے ہیں کہ عہد حضرت یوسفؑ میں انھیں اہرام سے گودام کا کام لیا گیا اور غلہ انھیں میں رکھا گیا تھا۔ پھر لکھتے ہیں کہ اگرچہ فراعنہ مصر نے اپنے خیال کے مطابق ۱۶۔ اہرام ادریسؑ کے بعد خود بنوائے لیکن بلندی اور مضبوطی میں ان دونوں ہرم تک یہ نہیں پہنچ سکے۔ ایک روایت میں ہے کہ اہرام کی قدامت کے متعلق کہا گیا ہے کہ بنی الاھرمات والنسر فی السرطان" یہ اہرام اس وقت بنائے گئے تھے۔ جب نسر (گدھ) طائر برج سرطان میں تھا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اسکی بنیاد کو ابتدائے اسلام میں بارہ ہزار سال ہو چکے تھے۔ (ناسخ التواریخ جلد ۱ ص ۸۶ وقصص طہرانی ص ۵ طبع ایران)

عجائب القصص میں ہے کہ حضرت ادریسؑ نے ان اہرام کو اس لیے بنوایا تھا کہ طوفان نوحؑ میں قبور احباب و اعوان تباہ و برباد نہ ہوں حضرت ادریسؑ نے ان اہرام کو بنوانے کے بعد ساری دنیا کا سفر اختیار کیا اور تمام فرائض تبلیغ ادا کرتے رہے۔ اس کے بعد مصر واپس آئے اور وہیں سے رفیع الدرجات ہوئے ص ۵۵۔ علامہ عبداللہ امرتسری لکھتے ہیں کہ "روایت ہے کہ ایک دفعہ لوگ جناب امیرؑ کے سامنے اہرام مصری کی تاریخ بنیاد کے متعلق گفتگو کر رہے تھے اور کوئی ٹھیک وقت بیان نہیں کر سکتا تھا، آپ نے پوچھا کہ کیا اس پر کوئی تصویر بھی بنائی ہوئی ہے، کسی شخص نے عرض کی کہ اس پر ایک چیل (گدھ) کی تصویر ہے جس کے پنجے میں خرچنگ (کیکڑا) پکڑا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ "بنی الھرمان والنسر فی السرطان" یعنی مصر کے مثلث نما مینار اس وقت تعمیر ہوئے تھے جبکہ نسر طائر برج سرطان میں تھا اور نسر دو ہزار برس میں ایک برج کو طے کرتا ہے اور آج کل "جدی" میں ہے۔ اس حساب سے اس وقت بارہ ہزار برس ان کی بنیاد کو ہوئے ہیں۔ (ارجح المطالب ص ۸۴ طبع لاہور ۱۳۵۱ھ)

میرے نزدیک اس روایت کا حضرت علیؑ کی طرف انتساب مشتبہ ہے کیونکہ میری نظر سے اساطین علماء امامیہ کی کتب معتبرہ میں یہ روایت نہیں گزری۔ مورخ خاوندشاہ کا بیان ہے کہ حضرت ادریسؑ چونکہ طوفان نوحؑ سے آگاہ تھے۔ لہٰذا انھوں نے اہرام مصر کی تعمیر اس لیے کرا دی تاکہ قبور احباب وغیرہ ناپید نہ ہو جائیں، ان اہرام کو بنانے کے بعد آپ ساری دنیا کے دورے پر روانہ ہو گئے۔ (روضۃ الصفا جلد ۱ ص ۱۷)

وسعتِ زمین کی ملکوں میں تقسیم اور اُن کی تنظیم

حضرت ادریسؑ جنھیں خداوند عالم نے حکمت نبوّت اور سلطنت سے نوازا تھا انھوں نے تعمیر اہرام کے بعد ربع مسکون کے دورے پر روانہ ہو کر ساری زمین کا جائزہ لیا اور اُسے ملکوں میں تقسیم کر کے ان کے سو مراکز بنائے اور انھیں شہروں کا نام دیا۔ پھر نظام کی استواری کے تمام اقالیم میں گورنر مقرر کیے اور ساری زمین کے لیے اپنے چار نائب مقرر فرمائے جن کے نام یہ ہیں (۱) لاوس (۲) ایلاوس (۳) اسقلینوس (۴) آمون۔

ان نوّاب اربعہ کو ہدایت تھی کہ تم لوگ خداوند عالم کی وحدانیت اور اس کے عدل اور اس کی عبادت کی طرف ان گمراہوں کو دعوت دو۔ اور انھیں بُرے کاموں سے روکو، نماز روزہ زکوٰۃ جہاد وغیرہ کی ترغیب دو۔ شراب، لحم خنزیر اور کلب وغیرہ سے انھیں منع کرو۔ حضرت ادریسؑ ان کو ہدایت دے کر مصر واپس پہنچ گئے اور اس وقت تک مصر ہی میں مقیم رہے جب تک آسمان پر

چلے نہیں گئے (روضۃ الصفا جلد ۱ ص۱۷)

جنابِ متوشلخ کی ولادت

ناسخ التواریخ جلد ۱ ص۸۸ میں ہے کہ حضرت ادریسؑ کی عمر جب ۶۵ سال کی ہوئی تو ان کے یہاں ایک فرزند پیدا ہوا جس کا نام انھوں نے متوشلخ رکھا۔ عجائب القصص ص۵۹ میں ہے کہ ۶۵ سال کی عمر میں حضرت ادریسؑ نے ایک عورت سے نکاح کیا جس کا نام "بردخام" تھا۔ اس سے متوشلخ پیدا ہوئے اور نورِ محمد مصطفےٰ صلعم ان کے صلب میں منتقل ہوا۔

حضرتِ ادریسؑ کے مواعظ و نصائح

مورخ ہروی لکھتے ہیں کہ حضرت ادریس علیہ السلام نہایت خوبصورت آدمی تھے۔ ان کا رنگ گندم گوں تھا۔ ان کی ڈاڑھی لمبی اور ان کا قد مناسب تھا۔ بدن مضبوط تھا۔ وہ اکثر خاموش رہ کر تفکر کیا کرتے تھے۔ راستہ چلتے وقت ان کی نگاہ کمال زہد کی وجہ سے زمین کی طرف رہا کرتی تھی چپکے چپکے چلتے تھے، اور چپکے چپکے بولتے تھے۔ بات کرتے وقت کلمہ کی انگلی کو حرکت دیتے رہتے تھے۔ انھوں نے اپنی زندگی کا کوئی دن خداوند عالم کی جلالت اور اس کی مصنوعات و مخلوقات کے تفکر سے خالی نہیں گزارا۔

"ان سے پوچھا گیا کہ مخلوقات کے حقوق کے سلسلہ میں کونسی چیزیں حُسنِ اعتقاد کے لیے مرکز قرار پاتی ہیں۔ فرمایا اپنے کاموں اور معاملوں، نیک طریقہ اختیار کرنے اور لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے اور اچھی باتوں کے اختیار کرنے سے حسن اعتقاد کی طرف رہبری ہوتی ہے۔ پھر فرمایا کہ بہترین نیکیاں تین ہیں (۱) جب غصّہ آئے تو حلم و بردباری سے کام لے (۲) تنگدستی کے وقت کرم گستری اور بخشش کرے (۳) جب کوئی قبضہ میں آئے تو اسے بخش دے اور ترحم سے کام لے۔

پھر فرمایا کہ عاقل وہ ہے جو تین گروہوں کی توہین نہ کرے (۱) بادشاہ (۲) علما (۳) احباب۔ جو بادشاہ کی توہین کرے گا اُس کی زندگی خراب ہو جائے گی۔ جو علما کی توہین کریگا اپنا دین خراب کرے گا۔ جو دوستوں کی توہین کرے گا، وہ اپنی انسانیت کھو بیٹھے گا۔ پھر فرمایا کہ عاقل کو چاہیئے کہ حکمت کا طالب رہے۔ مصیبت پر صبر کرے، جتنا بلند مرتبہ ہو اتنا ہی جھکے اور خاکسار رہے۔ کسی کے عیب پر سرزنش نہ کرے۔ کثرتِ مال پر مغرور نہ ہو۔ عاقل کو عاقل اور احمق کو احمق سمجھے۔ ایسے مقام پر قیام کرے جس مقام پر سخت گیر بادشاہ ہو۔ قاضی عادل ہو طبیب ماہر ہو۔ نہر جاری ہو (روضۃ الصفا)

جنابِ متوشلخ کی جانشینی

مورخین کا بیان ہے کہ جب حضرتِ ادریسؑ کی عمر کافی گزر چکی اور ان کے آسمان پر جانے کا وقت قریب ہوا

تو انھوں نے اپنے فرزند متوشلخ جس کے لفظی معنی منشرع کے ہیں کو اپنا جانشین بنا دیا۔ مورخ ابن واضح کا کہنا ہے کہ "فاوصی ولدہ" کہ حضرت ادریسؑ نے متوشلخ کو وصی بنایا اور ان کو ہدایت کی، خلوص کے ساتھ عبادت کی طرف توجہ خصوصی رکھیں اور صدق و یقین کا دامن نہ چھوڑیں۔ علامہ مجلسی کا فرمانا ہے کہ حضرت ادریسؑ جب آسمان پر جانے لگے تو انھوں نے "او را خلیفہ خود گردانید"۔ جناب متوشلخ کو اپنا جانشین بنا دیا (تاریخ یعقوبی ص۶ و حیات القلوب جلد ۱ ص۶۳) پھر علامہ مجلسی اپنی کتاب اختیارات میں فرماتے ہیں کہ اس جانشینی کا تقرر ۱۸ ذی الحجہ کو ہوا تھا۔ یہی کچھ علامہ بہائی الدین عاملی نے کتاب جامع عباسی میں تحریر فرمایا ہے۔

حضرت ادریسؑ کا آسمان پر جانا

مورخین اور محدثین کا ارشاد ہے کہ حضرت ادریسؑ نے اس مقصد کے لیے کہ "خدا کی حق عبادت کیونکر ادا کی جائے۔ اپنی قوم کو خصوصی دعوت دے کر اس میں سے ایک ہزار کی تعداد میں سے سو کو منتخب کیا پھر ان میں سے ستر کا انتخاب کیا، پھر ان میں سے دس کا انتخاب کیا، پھر ان میں سے سات کا انتخاب کیا۔ پھر ان سے کہا کہ ہم دعا کرتے ہیں۔ خدا سے کہ وہ ہم کو یہ بتا دے کہ ایسی عبادت کیونکر کی جا سکتی ہے جو حق ہے عبادت کا اور تم لوگ آمین کہو، اس کے بعد ان لوگوں نے زمین پر ہاتھ رکھ کر دعا کی کوئی جواب نہ ملا۔ پھر آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا کی تو خدا نے بذریعہ وحی انھیں حق عبادت بتا دیا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی عبادت اس درجہ کی ہو گئی تھی کہ تمام ملائکہ حیران تھے اور بہت سے ملک ان کی زیارت اور ملاقات کو آسمان سے آنے لگے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ یہی کثرت عبادت ان کے آسمان پر جانے کا سبب قرار پائی۔ کثیر روایات میں ہے کہ خداوند عالم نے ایک ملک کو کسی وجہ سے مغضوب کر دیا تھا اور اس کے بال و پر جلا کر اسے زمین پر ڈال دیا تھا۔ جب وہ یہاں پہنچا تو اس نے حضرت ادریسؑ سے درخواست کی کہ میری بخشش کے لیے دعا فرمادیں انھوں نے دعا کی اور خدا نے اس کی خطا معاف فرمادی۔ وہ فرشتہ جب آسمان پر جانے لگا تو اس نے حضرت ادریسؑ سے کہا کہ آپ نے مجھ پر بڑا احسان فرمایا ہے۔ اب میری درخواست ہے کہ آپ مجھ سے کچھ فرمائش کیجیے، انھوں نے کہا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ مجھے آسمان پر لے چل میں ملک الموت سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں اور خدا کی پیدا کی ہوئی آسمانی اشیا کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ ملک کو اجازت ملی اور وہ انھیں لے کر روانہ ہوا۔ جب فلک چہارم سے آگے بڑھا تو ملک الموت سے ملاقات ہوئی۔ ادریسؑ نے سلام کیا اور ترشی رُوئی اور سر ہلانے کا سبب

پوچھا ملک الموت نے کہا کہ میں تعجب سے سر ہلا رہا ہوں کیونکہ آج خدا نے حکم دیا تھا کہ میں آپ کی روح آسمان چہارم اور پنجم کے درمیان قبض کروں ۔ میں حیران تھا کہ آپ تو زمین پر ہیں اور قبض روح کا آسمان پر حکم دیا گیا ہے ۔ اس کے بعد حضرت ادریس لرزنے لگے اور ان کی روح قبض ہو گئی پھر بروایت علامہ جوہری و امام ثعلبی وہ بحکم خدا دوبارہ زندہ ہوئے اور دوزخ و جنت کی سیر کے لیے گئے ۔ جنت میں داخل ہو کر برآمد نہ ہوئے تو خدا نے فرشتوں کو حکم دیا کہ ان کو یہیں رہنے دو چنانچہ وہ جنت میں ہیں فلاوحی ھنالک فتارۃ یعبد اللہ فی السماء الرابعۃ وتارۃ یتنعم فی الجنۃ " وہ وہیں پر زندہ ہیں کبھی چوتھے آسمان پر عبادت کرتے ہیں اور کبھی جنت کے نعمات سے متنعم ہوتے ہیں حیات القلوب جلد ۱ ص۶۱ تاریخ طبری جلد ۱ ص۳۲ عجائب القصص ص۵۸ قصص الانبیا طہرانی ص۵ عرائس ثعلبی ص۳۰ کشف الغمہ ص۱۰ تاریخ یعقوبی ص۶ ، قصص الانبیا جوہری ص۲۳ ، ناسخ التواریخ جلد ۱ ص۸۸ ، تاریخ الحکما ، امام شمس الدین محمد بن محمد شہر زوری ، روضۃ الصفا جلد ۱ ص۱۸ ،

امام اہل سنت علامہ ابو نصر محمد بن عبد الرحمن ہمدانی اپنی کتاب السبعیات فی مواعظ البریات برحاشیہ کتاب المجالس السنیہ فی الکلام علی الاربعین النوویہ طبع مصر کے ص۳۴ پر لکھتے ہیں کہ حضرت ادریسؑ کو جس دن آسمان پر لے جایا گیا تھا وہ دن یکشنبہ (اتوار) کا تھا ۔

عروج آسمانی کے وقت حضرت ادریسؑ کی عمر

حضرت ادریسؑ کے آسمان پر جانے کے وقت ان کی عمر کیا تھی ۔ اس کے متعلق مورخین میں اختلاف ہے ۔ مورخ ہروی نے ۸۲ سال صاحب کشف الغمہ نے ۸۶۵ سال صاحب عجائب القصص نے اور مورخ طبری اور صاحب ناسخ التواریخ نے ۳۶۵ سال مورخ ابن واضح مورخ مسعودی اور علامہ مجلسی نے ۳۰۰ سال تحریر فرمایا ہے ۔ میرے نزدیک آخری قول صحیح ہے ۔

حضرت ادریسؑ کے آسمان پر چلے جانے کے بعد

مورخ ہروی کا بیان ہے کہ حضرت ادریسؑ کے آسمان پر چلے جانے کے بعد ان کا ایک جگری دوست بہت زیادہ غمگین ہوا شیطان نے جب اُسے بہت زیادہ پریشان پایا تو پوچھا کس وجہ سے تم سخت رنجیدہ ہو، اس نے کہا کہ ادریسؑ کے چلے جانے کا غم ہے ، شیطان جو انسان کی صورت میں تھا کہنے لگا کہ میں تمہارے لیے ایسا بندوبست کر دیتا ہوں کہ تمہیں سکون رہے اُس نے اِس رائے کا خیر مقدم کیا شیطان نے فوراً جناب ادریسؑ کی شکل کا ایک بُت بنا دیا اور کہا

کہ اسے اپنے گھر میں چھُپا کر رکھ لو، جب زیادہ دل گھبرائے تو اس سے تسلّی حاصل کرو، انھوں نے اسے منظور کر لیا، جب ادریسؑ کے اس دوست کا انتقال ہو گیا تو شیطان نے لوگوں کے سامنے چھُپے ہوئے بُت کو ظاہر کیا اور سب سے کہا کہ ادریسؑ خود اور ان کا یہ دوست دونوں اس بُت کی پوجا کرتے تھے۔ اسی سبب سے ان لوگوں کی دُعائیں قبول ہوتی تھیں اگر تم لوگ بھی ایسا ہی کروگے تو بہت اچھے رہوگے۔ شیطان جو انسان کی صورت میں تھا اور ایک مقدّس کی شکل میں ظاہر ہوا تھا اس کے کہنے میں لوگ آ گئے اور سب نے ادریسؑ کا بُت بنا کر اپنے اپنے گھر میں نصب کر لیا اس طرح بُت پرستی کو مزید فروغ حاصل ہو گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ادریسؑ کے چلے جانے کے بعد (۱) وُد (۲) سواع (۳) یغوث (۴) یعوق (۵) نسر جو حضرت ادریسؑ کے صحابی تھے اور مستجابُ الدعوات تھے۔ جب اُن کا انتقال ہوا تو اُن کے ورثا نے ان کے بُت بنا کر شیطان کی تعلیم کے مُطابق گھروں میں رکھ لیا۔ جب اُن کی اولاد در اولاد ہوئی اور وہ حقیقتِ حال سے بیخبر رہی تو شیطان کو موقع مل گیا اور اُس نے ان کو ان بُتوں کو پُوجنے کی ترغیب دے دی۔ چنانچہ سب لوگ ان بُتوں کو پُوجتے رہے۔ جب طوفانِ نوحؑ آیا تو یہ پتھر کے خدا بھی پانی میں بہہ گئے۔ پھر اختتامِ طوفان پر شیطان نے ان سب کو تلاش کر کے باہر نکالا اور انھیں عرب کے قبائل میں تقسیم کر دیا (۱) وُد، بنی کلب کو (۲) سواع بنی ہذیل کو (۳) یغوث بنی مدحج کو (۴) یعوق، بنی قضاعہ کو (۵) نسر، بنی حمیر کو دے دیا اور انھیں انسان کی صورت میں آ کر اچھی طرح سمجھا دیا کہ عہدِ ادریسؑ سے یہی بُت پُوجے جاتے ہیں، یہی دانہ اُگلتے ہیں، یہی پانی برساتے ہیں، یہی موت و حیات کے مالک ہیں۔ اگر اپنا مستقبل شاندار بنانا چاہتے ہو تو ان کی پرستش کرو۔ چنانچہ سب نے تسلیم کر لیا اور قبائلِ عرب میں بُت پرستی پھیل گئی (روضۃ الصفا جلد ۱ صفحہ ۱۸ طبع لکھنؤ ۱۸۹۱ء) ایک روایت میں ہے کہ حضرت ادریسؑ کے آسمان پر چلے جانے کے بعد ان کی تمام اُمّت گمراہ ہو گئی تھی۔ الیعقوبی سے معلوم ہوتا ہے کہ ادریسؑ کے بعد عام گمراہی کی وجہ سے عذاب کا نزول ہوا تھا۔ کثیر مؤرخین کے اقوال سے ثابت ہوتا ہے کہ ہمارے نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کی وفات کے بعد ۱۸، اصحاب کے علاوہ تقریباً سب ہی گمراہ ہو گئے تھے۔ لیکن چونکہ خدا آنحضرت صلعم سے بزبانِ قرآن وعدہ کر چکا تھا کہ تمھاری اُمّت پر عذاب نازل نہ کروں گا، اس لیے وُہ سب عذابِ دُنیا سے محفُوظ رہے۔

حضرتِ ادریسؑ کا عروج اور قصّہ ہارُوت و ماروت

کثیر مؤرخین کا بیان ہے کہ حضرت ادریسؑ کے آسمان پر پہنچتے ہی ملائکہ میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں آپس میں کہنے لگے کہ آدمؑ ہی کی طرح

یہ بھی خطا کریں گے، ان کو ہم لوگوں میں کیوں لایا گیا ہے۔ خلاقِ عالم نے ان سے فرمایا کہ اگر تم کو ان چیزوں سے بہرہ ور کر دیا جائے جن سے انسان دوچار ہیں تو تم بھی وہی حرکات کرو گے جو انسان کرتے ہیں۔ فرشتوں نے کہا مالک یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ حکم ہوا کہ تم اپنے میں سے ایسے تین فرشتوں کو منتخب کرو جو تم میں سب سے زیادہ نمایاں ہوں۔ ان لوگوں نے جبرئیل، میکائیل اور اسرافیل کا انتخاب کیا۔ جب ان معزز فرشتوں کو معلوم ہوا کہ خدا امتحان کے لیے زمین پر بصورت انسانی بھیجنا چاہتا ہے اور صفاتِ انسانی سے بھی متصف کرنا چاہتا ہے تو انھوں نے بارگاہِ خداوندی میں معذرت چاہی، خداوندِ عالم نے اسے قبول فرمایا۔ پھر فرشتوں نے دوسرے فرشتے منتخب کیے (۱) عزا (۲) عزایا (۳) عزائیل۔ خداوندِ عالم نے انھیں زمین پر بھیج دیا اور ہدایت کر دی کہ گناہ نہ کرنا خصوصاً (۱) زنا (۲) قتل (۳) شراب نوشی سے قطعاً اجتناب کرنا۔ ان فرشتوں نے زمین پر پہنچکر حکومت سنبھالی اور انسانوں کے ساتھ رہنے سہنے لگے۔ ان میں سے ایک نے حالاتِ ناسازگار دیکھ کر خدا سے واپسی کی درخواست کی اور وہ واپس چلا گیا۔ لیکن دو فرشتے جن کے القاب (۱) ہاروت (۲) ماروت تھے وہیں رہے۔ وہ لوگ مزے سے کام کر رہے تھے ایک دن، ایک خوبصورت عورت (جس کا عربی نام زہرہ، سریانی نام ناہید اور فارسی بیدخت تھا) نظر سے گذری، دونوں اُس پر عاشق ہو گئے اور دونوں نے الگ الگ اُس سے ملنے کا اسی کے گھر پر وقت مانگا۔ اس نے دونوں کو ایک وقت دیا۔ اور دونوں پہنچ گئے۔ وہاں دونوں میں ملاقات ہوئی اور دونوں نے بشرکت اس کے پاس شب باشی کا فیصلہ کیا۔ اُس عورت نے بُت پرستی، شراب نوشی کی شرط لگائی، شراب نوشی کو صرف ان دونوں نے منظور کیا۔ اور خوب شراب پی لی۔ اسی دوران میں ایک شخص نے ان دونوں کو اس کے پاس دیکھ لیا۔ اُس عورت نے کہا کہ اسے قتل کرو، ورنہ یہ تمھیں رُسوا کر دے گا۔ انھوں نے اسے قتل کر دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اپنے کرتوت پر نادم ہوئے اور محوِ گریہ ہو گئے۔ خداوندِ عالم نے جبرئیل کو بھیج کر عذابِ آخرت اور عذابِ دنیا میں سے ایک کو اختیار کرنے کو کہا۔ انھوں نے عذابِ دنیا کو منظور کر لیا، اور وہ بمقام بابل عذاب میں مبتلا کر کے ڈال دیئے گئے، پھر خدا نے سب فرشتوں کو آسمان پر شرمندہ فرمایا۔ (روضۃ الصفا جلد ۱ صفحہ ۱۸، ناسخ التواریخ جلد ۱ صفحہ ۸۸، عرائس ثعلبی صفحہ ۳۰، عجائب القصص صفحہ ۵۵، تفسیر کبیر، تفسیر نیشاپوری، تفسیر معالم التنزیل، تفسیر مدارک، تفسیر زاہدی وغیرہ)

چونکہ اس واقعہ کو بہت سے مؤرخین اور علما نے لکھا ہے اس لیے تحریر کر دیا گیا ہے لیکن میرے نزدیک اسکی صحت قطعاً محتمل ہے۔ کیونکہ یہ واقعہ اربابِ عصمت ارشادات میں میری نظر سے نہیں گزرا

چند بادشاہ

بعض مؤرخین کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد حضرت ادریسؑ و نوحؑ کے درمیان (۱) کیومرث (۲) اوشہنگ (۳) طمورث (۴) جمشید (۵) بیوراسب بادشاہ گزرے ہیں۔ طبری نے لکھا ہے کہ کیومرث نبیرہ حضرت آدمؑ تھا اور اسی کے زمانہ میں شہر بلخ کی بنیاد پڑی ہے (تاریخ طبری جلد ۱ ص ۲۳/۲۴ طبع لکھنؤ ۱۸۷۲ء) اخوند ملا محمد الجویری لکھتے ہیں کہ جمشید نے دعویٰ خدائی کیا تھا۔ (قصص الانبیا ص ۳۹)

حضرت ادریسؑ کے بعض شاگرد

حضرت ادریسؑ کے بہت سے شاگرد تھے جن میں "اسقلیوس" کو بہت بڑی حیثیت حاصل تھی۔ یہی حضرت ادریسؑ کے ایک روایت کی بنا پر خلیفہ بھی تھے (قصص طہرانی و ناسخ التواریخ جلد ۱ ص ۸۶)

لمکؑ بن متوشلخ کی ولادت

بروایت ناسخ التواریخ جب متوشلخؑ کی عمر ۱۸۷ سال کی ہو گئی تو انھوں نے بروایت کشف الغمہ ایک عورت سے نکاح کیا جس کا نام "عربا" تھا۔ اس سے "لمک" نامی فرزند پیدا ہوا۔ "لمک" کے معنی بزرگ کے ہیں طبری کا بیان ہے کہ متوشلخؑ کے بیشمار اولاد تھی، آخر میں لمک پیدا ہوئے تھے۔

لمکؑ کی جانشینی

مؤرخین کا بیان ہے کہ جب متوشلخؑ کی عمر ۹۶۰ سال کے قریب ہوئی تو انھوں نے اپنا جانشین لمکؑ کو بنا دیا، اور نور محمدیؐ ان کے صلب میں جاگزیں ہوا۔

متوشلخ کی وفات

الیعقوبی میں ہے کہ متوشلخؑ نے ۲۰ ماہ ایلول کو پنجشنبہ کے دن ۹۶۰ سال کی عمر میں انتقال کیا ہے (ناسخ التواریخ جلد ۱ ص ۸۸ و عجائب القصص ص ۵۹)

لمکؑ بن متوشلخؑ کی تبلیغ

مؤرخین کا بیان ہے کہ جناب متوشلخ کی وفات کے بعد لمکؑ ان کے قائم مقام ہوئے اور وہ پوری توجہ اور تندہی سے تبلیغ کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ان کی عمر بروایت ناسخ التواریخ ۱۸۲ سال کی ہو گئی۔ لمکؑ کے زمانہ میں ظالم اور جابر کثرت سے پیدا ہو گئے تھے۔ بروایت الیعقوبی جن لوگوں نے قابیل کی لڑکیوں سے رابطہ پیدا کر لیا تھا۔ ان سے غلط قسم کے لوگوں کی پیدائش بکثرت ہو گئی تھی لمکؑ ہمہ وقت ان لوگوں کی تبلیغ میں لگے رہتے تھے۔ اور چاہتے تھے کہ ان لوگوں کو راہ راست پر لائیں۔ لیکن کامیابی نہ حاصل کر سکے۔

حضرت نوحؑ کی ولادت

بروایت ناسخ التواریخ جب جناب لمکؑ کی عمر ۱۸۲ سال کی ہوئی تو ان کے ہاں ایک عورت "قینوشس نامی سے جو کہ ان کی چچا زاد بہن تھی۔ ایک فرزند پیدا ہوا جس کا نام بحکم خدا "نوح" رکھا گیا۔ انھیں نوحؑ کے صلب میں باتفاق مورخین حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کا نور مقدس سپرد ہوا (کشف الغمہ صـ۱) اور خدا نے انھیں نبوت عطا فرمائی۔ روضۃ الصفا میں ہے کہ ولادت کے وقت آپ کا طالع "اسد" تھا۔

جناب لمکؑ کی حضرت نوحؑ سے وصیت

تواریخ میں ہے کہ جب جناب لمکؑ کی عمر ۷۷۰ سال کے قریب ہوئی اور انھوں نے محسوس کر لیا کہ اب ملک الموت آنے ہی والے ہیں تو انھوں نے حضرت نوحؑ اور دیگر اعزا و اقربا کو جمع کر کے وصیتیں کیں جن میں بروایت الیعقوبی، خاص طور پر یہ فرمایا کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے مقام "کنز" میں حضرت آدمؑ کے قریب دفن کر دینا، اور طوفان (جس کے آنے کی مجھے اطلاع ہے) کے موقع پر حضرت آدمؑ کے جسم مبارک کو کشتی میں رکھ کر ہمراہ لے جانا۔ نیز یہ کہ کشتی میں ان اسی ۸۰ آدمیوں کو ہمراہ لینا جو اب تک اپنے آباؤ اجداد کے مطابق حکم پہاڑ ہی پر سکونت پذیر ہیں، اور اس کا خاص خیال رکھنا کہ کشتی میں اپنی عورتوں کے پاس نہ جانا اور نہ ان کے ساتھ مل جل کر کھانا کھانا۔

جناب لمکؑ کی وفات

وصیت کے بعد جناب لمکؑ رونے لگے اور وقت آگیا کہ ملک الموت نے دستک دے دی۔ یہاں تک کہ آپ بروایت ناسخ التواریخ ۷۷۰ سال کی عمر میں اور بروایت ابن واضح ماہ "اذار" ۱۷ تاریخ اتوار کے دن نویں گھنٹے میں ۷۷۰ سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔ اور حضرت نوحؑ نے انھیں حسب وصیت مغارۂ کنز میں دفن کر دیا۔ (تاریخ الیعقوبی ابن واضح المتوفی ۲۹۲ ھج صـ۸ طبع نجف اشرف ۱۳۸۴ھ)

باب ۹

حضرت نوحؑ علیہ السّلام

حضرت نوحؑ، کا اصل نام بزبانِ سریانی "یشکر" اور بزبانِ عربی عبد الغفار عبد الملک اور عبد الاعلیٰ تھا، بروایت جوہری آپ کا نام شکر تھا، روضۃ الصفا میں آپ کا نام ساکن، ساک اور سکب مرقوم ہے، حضرت امام رضا علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ آپکا نام "سکن" تھا۔

آپ کا لقب شیخ الانبیا شیخ المرسلین اور نجی اللہ تھا، آپ وہ پہلے نبی اور رسولؐ ہیں جن کو "اولوالعزم" ہونے کا شرف نصیب ہوا۔

حضرتِ نوحؑ کی وجہ تسمیہ

مؤرخین نے حضرت نوحؑ کے اس نام سے موسوم ہونے کی بہت سی وجہیں تحریر کی ہیں صاحب عجائب القصص نے تین قول تحریر کیے ہیں (۱) حضرت نوحؑ کے قریب سے ایک بدہیئت کتّا گزرا تو آپ نے فرمایا۔ اے بدترین کتّے میرے پاس سے دُور ہو، اس نے بزبانِ بے زبانی کہا کہ اپنی نبوت پہ اتنا فخر کرتے ہو، اگر طاقت ہے تو مجھ ہی جیسا پیدا کر دو، اے نبی خدا تم مجھ پر تعریض نہیں کر رہے ہو، بلکہ بنانے والے پر اعتراض کا ارتکاب کر رہے ہو (۲) نوحؑ کی کشتی ٹھہرنے کے بعد شیطان نے کہا کہ اے نوحؑ تو نے مجھ پر بڑا احسان کیا ہے۔ پوچھا وہ کیا۔ اس نے کہا کہ تم نے بددعا کی اور تمام کافر مر گئے۔ تمھارے اس عمل سے میری محنت میں بڑی کمی ہو گئی اور انھیں بھٹکائے رہنے سے میں بچ گیا (۳) جب نوحؑ نے اپنے بیٹے کو کشتی میں لانے کی سعی کی اور کامیابی نہ ہوئی اور ان کی نظروں کے سامنے اُن کا بیٹا ڈوب گیا تو وہ روئے اور اس درجہ روئے کہ نوحؑ نام پڑ گیا۔ صاحب روضۃ الصفا نے مذکورہ تین اقوال میں سے ۲ کو اختیار کیا ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ لفظِ نوحہ سے نوح کے اشتقاق کو غلط قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ نوح عجمی لفظ ہے اور نوحہ عربی ہے۔

علامہ مجلسی بحوالہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت نوحؑ کو

نوح اس لیے کہا گیا ہے کہ انھوں نے اپنے اور اپنی قوم پر پانچ سو سال تک گریہ کیا تھا۔ اس نوحہ کی وجہ سے ان کا نام نوح قرار پاگیا تھا۔ (حیات القلوب جلد ۱ صفحہ ۶۴) خدا نے بھی ان کو لفظِ نوحؑ ہی سے یاد فرمایا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے "سلام علی نوح فی العالمین" یہ لفظ عجمی اور علم ہونے کے باوجود منصرف ہے۔ (مجمع البحرین صفحہ ۲۱۵)

حضرت نوحؑ کا حلیہ

حضرت نوحؑ کا رنگ گندمی۔ چہرہ نسبک۔ سر بڑا تھا اور اور ان کی آنکھیں بڑی۔ پنڈلیاں پتلی۔ رانیں موٹی۔ ناف بڑی اور داڑھی گھنی اور لمبی تھی۔ وہ بلند قامت۔ تنومند اور غصہ ور تھے۔

آپ کوفہ میں رہتے تھے، نجاری کا پیشہ کرتے تھے۔ طویل العمر ہونے کے باوجود آپ کے بال سفید نہیں ہوئے تھے اور آپ کی قوت کم نہیں ہوئی تھی اور آپ کے دانت کمزور نہیں ہوئے تھے۔ آپ کے قد کی درازی ۳۶۰ ہاتھ تھی۔ علامہ مجلسی کا بیان ہے کہ آپ کوفہ کے جانب غربی میں رہا کرتے تھے۔ سید ابن طاؤس فرماتے ہیں کہ آپ بالوں کا لباس پہنتے تھے اور پہاڑوں میں رہتے اور گھاس پات پر گزر اوقات کرتے تھے۔

حضرت نوحؑ کی بعثت

مورخین کا اتفاق ہے کہ حضرت نوحؑ، اولادِ قابیل پر مبعوث ہوئے تھے اور انھوں نے ان لوگوں کو راہِ راست پر لانے کی پوری سعی کی تھی لیکن وہ لوگ راہِ راست پر نہ آئے۔ آپ کی تبلیغ کا جن لوگوں پر اثر ہوا اُن کی تعداد ۸۰ سے زیادہ نہ ہو سکی لیکن اس امر میں اختلاف ہے کہ بعثت کے وقت آپ کی عمر کیا تھی اور کتنے سال کی عمر میں آپ مبعوث برسالت ہوئے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ ۲۵۰ سال کی عمر میں مبعوث ہوئے تھے۔ ایک روایت میں ۴۰۰ سال مروی ہے ایک روایت میں ۴۶۰ سال ہے مورخ طبری کا بیان ہے کہ حضرت نوحؑ پچاس سال کی عمر میں مبعوث ہوئے اور ۹۵۰ سال انھوں نے تبلیغ کی تھی اور ۸۰ آدمی مسلمان ہوئے تھے۔ وہ زمین کی تمام مخلوق کے نبی تھے۔ ان پر کوئی صحیفہ نازل نہیں ہوا۔ بلکہ وہ صحفِ سابقہ کے پابند اور انھیں پر عامل تھے لیکن حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حضرت نوحؑ ۸۵۰ سال کی عمر میں مبعوث برسالت ہوئے تھے۔

علامہ مجلسی بحوالہ سید ابن طاؤس تحریر فرماتے ہیں کہ جب آپ کی عمر کا ایک طویل حصہ گزر چکا تو آپ کے پاس جبرئیل امین تشریف لائے اور کہنے لگے اے نوحؑ تم گوشہ نشیں کیوں ہو، باہر نکلو اور بھٹکی ہوئی قوم کو راہِ راست پر لانے کی سعی کرو۔ حضرت نوحؑ نے فرمایا کہ یہ قوم بڑی نابکار ہے۔ نہ مجھے پہچانتی ہے اور نہ میری طرف رُخ کرتی ہے میں ان کی کیا تبلیغ کر سکتا ہوں حضرت

جبریلؑ نے فرمایا کہ اگر یہ نرمی سے تمھارے قابو میں نہیں آتے تو نہ آئیں، آپ ان سے جہاد کریں۔ حضرت نوحؑ نے فرمایا کہ میں ان سے جہاد کیونکر کر سکتا ہوں جبکہ میں ان کے مقابلہ میں تاب و توانائی نہیں رکھتا۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ اگر ان سرکشوں کو معلوم ہو جائے کہ میں ان کے دین پر نہیں ہوں تو یہ مجھے ہلاک ہی کر چھوڑیں گے۔ حضرت جبریلؑ نے فرمایا کہ "اچھا" اگر تمھیں طاقت عطا کر دی جائے، تو تم ان سے جہاد کرو گے؟ حضرت نوحؑ نے فرمایا کہ بیشک، کروں گا۔ اس کے بعد حضرت نوحؑ نے پوچھا کہ "تو کیستی" تم ہو کون؟ یہ سن کر حضرت جبریلؑ نے ایک آواز بلند کی جس کی وجہ سے پہاڑ لرز اٹھے اور قریب تھا کہ وہ پاش پاش ہو جائیں۔ اسی دوران میں ملائکہ اور زمین کے تمام اجزا "صدائے لبیک لبیک" اے فرستادہ خدا۔ اے خدا کے برگزیدہ فرشتے، ہم تیری عظمت کے گواہ ہیں۔ اس حالت کو دیکھ کر حضرت نوحؑ لرزہ بر اندام ہو گئے۔ حضرت جبریلؑ نے فرمایا کہ اے نوحؑ گھبراؤ نہیں۔ میں خدا کا فرستادہ ہوں تم سے پہلے آدمؑ و ادریسؑ پر آ چکا ہوں۔ خدا نے مجھے تمھارے پاس بھیجا ہے اور سلام کے بعد کہا ہے کہ میں نے تم کو نبوت عطا کی ہے۔ اب تم تبلیغ کے لیے میدان میں نکل آؤ اور فریضۂ تبلیغ کی ادائیگی میں پوری توجہ سے کوشش کرو، صبر و شکیبائی، یقین اور اطمینان کے ساتھ کام شروع کر دو۔ اے نوحؑ اس نے یہ بھی کہا ہے کہ تم "عمورہ" دختر ضمران بن ادریسؑ سے نکاح کا قصد کر لو۔ یہ وہ عورت ہے جو تم پر سب سے پہلے ایمان لائے گی اور اس کے ایمان لانے سے تمھاری نبوت کو تقویت پہنچے گی۔

یہ سن کر حضرت نوحؑ نے کمر ہمت باندھ لی، اور وہ عاشورا کے دن ایک ایسا سفید عصا لیے ہوئے میدان میں نکل پڑے جو انھیں قوم کے دل کی باتوں سے آگاہ کیا کرتا تھا۔

حضرت نوحؑ جب تبلیغ کے ارادے سے آبادی میں پہنچے تو دیکھا کہ ستر ہزار آدمی جو قوم کے سر بر آوردہ ہیں۔ وہ عید کے سلسلہ میں ایک جگہ جمع ہو کر بتوں کی پرستش میں مشغول ہیں۔ حضرت نوحؑ نے بلند آواز سے فرمایا "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ" اور اسی کے ساتھ ساتھ حضرت آدمؑ حضرت ادریسؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کی نبوت کا حوالہ دے کر اپنی بات منوانے کی سعی کی اور کہا کہ یہ سب حضرات اس امر کی گواہی دیں گے کہ میں تم سے خدائے واحد کی اطاعت کا اقرار لینے کے لیے تم تک آیا ہوں۔ یہ سن کر سرکشوں پر ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ سب لرزنے لگے اور اس پر مستزاد یہ ہوا کہ ان کے آتش کدے ٹھنڈے ہو گئے۔

یہ دیکھ کر سرکشوں کو چڑھ آگئی اور بڑے غصے میں کہنے لگے یہ کون آگیا ہے جو ایسی باتیں کرتا

ہے، حضرت نوحؑ نے فرمایا کہ میں آگیا ہوں میرا نام نوحؑ ہے میں خدا کا فرستادہ ہوں، نبی اور رسولؑ بنا کر تمھارے پاس بھیجا گیا ہوں، میں تمھیں خدا کے عذاب سے ڈراتا ہوں تم ہوش میں آجاؤ اور میری بات مان لو ورنہ پچھتاؤ گے۔

حضرتِ نوحؑ کی آواز جیسے ہی عمورہ بنت ضمران کے کانوں تک پہنچی وُہ فوراً ایمان لے آئی، اُس کا ایمان لانا تھا کہ ساری قوم میں ہلچل مچ گئی۔ یہ دیکھ کر اس کا باپ آپے سے باہر ہوگیا۔ اور بڑے غصّہ میں بولا کہ تجھے کیا ہوگیا ہے کہ تو نوحؑ کی ایک آواز پر مسلمان ہوگئی ہے؟ مجھے ڈر ہے کہ اگر بادشاہ کو تیری اس حرکت کی اطلاع پہنچ گئی تو تو قتل کر دی جائے گی۔ عمورہ نے کہا کہ اے میرے پدر آپ کی عقل کو کیا ہو گیا ہے اور آپ کا علم و فضل کہاں چلا گیا ہے؟ آپ اس پر کیوں غور نہیں کرتے؟ کہ ایک تن تنہا شخص جس کا کوئی حامی و مددگار نہیں ہے وُہ کیونکر اتنے عظیم مجمع میں آکر صدائے توحید بلند کرتا ہے اور سب کو لرزا دیتا ہے، آخر یہ کس بل بوتے پر آیا ہوگا۔ میرے باپ آپ فکر و تدبیر سے کام لیں اور یہ یقین کر لیں کہ نوحؑ کو یقیناً خدا نے بھیجا ہے اور وُہ حتماً ولازماً خدا کے نبی ہیں۔

یہ سُننا تھا کہ عمورا کے باپ نے اسے سخت و سُست الفاظ کہے اور اُسے ایک کمرے میں بند کر کے اس کا آب و دانہ بند کر دیا۔ یہ اسی کمرے میں یا قید خانہ میں بند پڑی رہی یہاں تک کہ ایک سال گزر گیا، جب سال کے بعد اُسے قید خانے سے نکالا تو دیکھا کہ اسکی پیشانی میں نور چمک رہا ہے اور وہ نہایت اچھی حالت میں ہے، یہ حال دیکھ کر ان لوگوں کو سخت تعجب ہُوا۔ پھر اس سے پوچھا کہ قید خانہ میں ایک سال تک بے آب و دانا کیونکر گزر گیا اور کھانے پینے کا کہاں سے بندوبست ہوا۔ اس نے کہا کہ قید میں جب میں بھوک سے مرنے لگی تو میں نے نوحؑ کے پروردگار سے درخواست کی کہ مجھے آب و دانہ عنایت کیا جائے۔ چنانچہ ہوتا یہ رہا کہ "نوح" با عجاز آب و دانہ خود لے کر آتے تھے اور مجھے زندان میں کھلا پلا جاتے تھے۔ اس لیے میں تنومند اور تندرست ہوں۔

حضرت نوحؑ کی شادی اور جناب سامؑ کی ولادت

اس کے بعد حالات روز بروز بدلتے رہے یہاں تک کہ حضرتِ نوحؑ کی شادی اسی عمورا سے ہو گئی اور اسی کے بطن سے سامؑ بن نوح پیدا ہوئے علامہ مجلسی آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں کہ نوحؑ کی دو بیویاں تھیں۔ ایک عمورا، اور ایک رائعہ، اوّل الذکر مسلمہ تھی اور آخر الذکر کافرہ تھی جو طوفان میں غرقاب ہوگئی۔ ایک روایت میں ہے کہ اس غیر مسلمہ کا نام ہیکل تھا اور زن کافرہ

کا نام داعلہ یا واغلہ تھا۔ ایک روایت کی بناء پر اسی عورت سے حام، یافث اور کنعان نامی اولاد پیدا ہوئی تھی، عرائس ثعلبی میں ہے کہ طوفان سے ۸۰ سال پہلے جناب سامؑ پیدا ہوئے تھے۔

حضرتِ نوحؑ کی عبادت گذاری

مورخین کا بیان ہے کہ حضرت نوحؑ ابتدا عہد طفولیت سے ہی عبادت گذاری میں مشغول ہو گئے تھے۔ پھر جب خداوند عالم نے انھیں مبعوث برسالت فرمایا تو عبادت خداوندی میں شب و روز مصروف رہنے لگے۔ مورخ ابن واضح کا کہنا ہے کہ بعثت کے بعد خود بھی عبادت میں فروغ حاصل کرنے کے ساتھ اپنی قوم کو بھی خدا کی عبادت کی طرف متوجہ کرنے کی سعی کرتے رہے اور اس کے لیے دعائیں فرماتے رہے۔ ان کا یہ عالم تھا کہ کمال تقدیس کی وجہ سے پانچ سو سال تک عورت کی طرف متوجہ نہیں ہوئے۔ علامہ عبدالواحد کا بیان ہے کہ آپ تبلیغ میں پوری دلچسپی لینے کے باوجود ہر شبانہ روز سات سو رکعت نمازیں پڑھا کرتے تھے۔

حضرتِ نوحؑ کے خصوصیات

علامہ عبدالواحد حنفی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت نوحؑ میں دس ایسی خصوصیتیں تھیں جو دوسرے انبیاء و مرسلین کو نہیں ملیں (۱) وہ پہلے اولوالعزم پیغمبر ہیں۔ ان سے قبل کوئی پیغمبر اولوالعزم نہیں گزرا (۲) چونکہ طوفان میں فرزندانِ آدم مطلقاً ختم ہو گئے تھے اور سوائے نوحؑ اور ان کی تین اولاد کے کوئی باقی نہ تھا۔ لہٰذا انسانوں کی نسل دوسری بار انھیں سے بڑھی ہے۔ لہٰذا انھیں آدمِ ثانی کہا گیا ہے (۳) وہ تمام اہل زمین پر مبعوث ہوئے تھے۔ ان کی نبوت مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک پھیلی ہوئی تھی (۴) وہ پہلے نبی ہیں جن کو ساری مخلوقات کے کافر ہونے کا شدید صدمہ تھا (۵) وہ پہلے نبی ہیں کہ ان کی بد دعا سے طوفان آیا اور ساری امت ہلاک ہو گئی (۶) حضرت نوحؑ وہ پہلے نبی ہیں جو رسولِ کریمؐ کے بعد سب سے پہلے زمین سے برآمد و مبعوث ہوں گے (۷) انھوں نے تمام انبیا سے زیادہ عمر پائی تھی (۸) بہت زیادہ طویل العمر ہونے کے باوجود ان کے اعضاء میں آثار پیری ہویدا نہیں ہوئے تھے (۹) عبادت الٰہی سے اس درجہ شغف رکھتے تھے کہ تبلیغ میں پوری توجہ کے باوجود شب و روز میں سات سو رکعت نمازیں ادا کیا کرتے تھے (۱۰) تبلیغ کے سلسلہ میں بے انتہا اذیت کے باوجود دل تنگ نہیں ہوتے تھے اور بڑے استقلال کے ساتھ قولوا "لا الٰہ الا اللّٰہ" کہتے جاتے تھے۔ (عجائب القصص ص۶۲)

حضرتِ نوحؑ گردابِ مصائب میں

مورخین کا کہنا ہے کہ حضرت نوح بعثت کے بعد سے ہمہ وقت تبلیغ میں مصروف رہتے تھے اور اس مقصد کے لیے نہ دن دیکھتے تھے اور نہ رات کی پرواہ کرتے تھے۔ انھیں جب کسی جگہ مجمع نظر آتا تھا اس میں در آتے تھے اور ایسا بھی کرتے تھے کہ رات میں دروازہ کھٹکھٹا کر کہتے تھے۔ "قولوا لا الٰہ الا اللہ" تم لوگ اس امر کا اقرار کرو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

حضرت نوحؑ کی تبلیغ کے ردِ عمل میں لوگ انھیں دیوانہ کہتے تھے اور انھیں گالیاں دیتے تھے ان پر اس قدر پتھر مارتے تھے کہ وہ اکثر پتھروں میں بند ہو جاتے تھے اور رات کو جبرئیلؑ آکر اپنے پروں کے ذریعہ سے انھیں باہر نکالتے تھے اور پروں کو اُن پر پھیر کر تندرست کرتے تھے پھر جب صبح ہوتی تھی وہ پھر اُن کے پاس پہنچکر تبلیغ کرتے تھے۔ ایسا بھی ہوا ہے کہ ان کو ڈنڈوں سے مار مار کر اپنے خیال میں ہلاک کر کے ٹاٹ میں لپیٹ کر ان کے گھر میں ڈال آتے تھے اور خداوند عالم ان کو پھر تندرست کر دیتا تھا اور وہ صبح کو پھر ان کے پاس پہنچکر تبلیغ کرتے تھے اکثر ایسا بھی ہوا ہے کہ باپ اپنے بیٹوں کو ہمراہ لے جاکر نوحؑ کو دکھلاتے تھے اور وصیتیں کرتے تھے کہ یہ دیوانہ ہے۔ بکواسیں کیا کرتا ہے۔ اس کی بات نہ تم کبھی ماننا اور نہ اپنی اولاد کو ماننے دینا اور سنو تم اپنی اولاد کو بھی وصیت کر دینا کہ وہ اپنی اولاد کو وصیت کریں کہ کوئی اس کی بات نہ مانے۔

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ ایک شخص مسمّی بہ قصیؔ اپنے ایک فرزند کو لے کر حضرت نوحؑ کے پاس پہنچا اور اپنے خاندانی دستور کے مطابق اسے ہدایت کرنے لگا کہ یہ دیوانہ ہے اس سے ہوشیار رہنا اور اس کی بات کبھی قبول نہ کرنا۔ یہ سُن کر اس کے بیٹے نے باپ کے ہاتھ سے ڈنڈا لے کر حضرت نوحؑ کے سرِ مبارک پر اس زور سے مارا کہ سر شگافتہ ہو گیا۔

بالآخر حضرت نوحؑ نے عاجز آکر دستِ دعا بارگاہِ خداوندی میں بلند کر کے عرض کیا، خداوندا اگر تجھے اپنی اس ناہنجار مخلوق سے بہت ہی زیادہ پیار ہے، تو یا تو انھیں ہدایت فرما۔ یا مجھے صبر کی توفیق عطا کر کیونکہ اب میرا جامِ صبر لبریز ہو گیا ہے، یا پھر مجھے یہ بتا دے کہ ان میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جس کی نسل سے مسلم پیدا ہو گا تاکہ میں اس کے ردِ عمل میں کوئی اور درخواست کروں۔

حضرت نوحؑ کی اس استدعا اور گذارش پر خداوندِ عالم نے فرمایا کہ اے نوحؑ یہ ایسے لوگ ہیں کہ جن کی نسل میں مسلمان کا پیدا ہونا بہت مشکل ہے۔ اب تم اس کے ردِ عمل میں جو کچھ کہنا چاہتے ہو کہو۔ میں تمھاری سنوں گا۔

یہ سن کر حضرت نوحؑ نے ہاتھ بلند کر دیئے اور کہا "یارب لاتذر علی الارض من الکافرین دیارا" خدایا ان کافروں میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑ، اور اے میرے مالک ایک "عالم گیر طوفان آب رونما کر دے کہ یہ سب ہلاک ہو جائیں کیونکہ نہ یہ مسلمان ہوتے ہیں اور نہ کسی کو مسلمان ہونے دیتے ہیں، ان کے وجود سے تیرا دین کبھی فروغ نہ پا سکے گا۔

خلاقِ عالم نے حضرت نوحؑ کی دعا قبول کر لی، اور فرمایا کہ اچھا اب طوفان کا انتظام کر دیا جائے گا اور انھیں ہلاک کر کے نئی قوم پیدا کی جائے گی۔

کشتی کی تیاری کا حکم

یہ ظاہر ہے کہ نوحؑ کو اس قوم سے شکایت تھی جو اس وقت موجود برسرِ پیکار تھی اور ان لوگوں سے فی الحال شکایت نہ تھی جو پیدا نہ ہوئے تھے۔ اس لیے انھوں نے درخواست کی۔ اب سے عورتوں کو عقیم کر دیا جائے تاکہ مصیبتوں میں بچے مبتلا نہ ہوں۔ لہٰذا خداوندِ عالم نے عورتوں کو عقیم کر دیا اور ان کا بچہ جننا بند ہو گیا۔

اس کے بعد خلاقِ عالم نے نوحؑ کو حکم دیا کہ تم خرمے کے درخت نصب کرو، یعنی بیج زمین میں بو دو۔ ایک روایت میں ہے کہ خداوندِ عالم نے جنابِ جبریلؑ کے ہاتھوں کچھ درخت ارسال فرمایا تھا۔ بہرحال حضرت نوحؑ نے درخت لگا دیئے۔ یہاں تک کہ چالیس سال گزرنے کے بعد درخت تیار ہو گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ خدا نے کئی بار درخت لگانے اور تیار کرنے کا حکم دیا، اس طرح وہ عذاب کو ٹالتا رہا اور درخت کی تیاری کے دوران میں نوحؑ تبلیغ پر زور دیتے رہے اور انھیں طوفان آنے سے آگاہ کرتے رہے اور انھیں سمجھاتے رہے کہ دیکھو ایمان لاؤ، ورنہ غرق ہو جاؤ گے مگر کسی نے ایک نہ سنی اور سب اپنی راہ پر لگے رہے۔ یہاں تک کہ درخت کاٹے گئے، اور بروایتے ایک لاکھ تختے تیار کئے گئے۔ اس کے بعد حکمِ خداوندی پہنچا کہ "واصنع الفلک باعیننا ووحینا" ہماری آنکھوں کے سامنے ہمارے بتائے ہوئے اصول پر کشتی بناؤ۔ علامہ مجلسی کا بیان ہے کہ تختوں کی تراش اور کشتی کی تیاری کے لیے بہت سے آدمیوں کی ضرورت تھی۔ اس لیے حضرت نوحؑ نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کی کہ مالک کچھ مددگار درکار ہیں۔ چنانچہ حکم ہوا کہ اعلان کرا دو کہ جو کشتی بنانے میں مدد کرے گا اس کے لیے لکڑی کے برادے چاندی اور سونے کے ذرات بن جائیں گے۔ چنانچہ جنابِ نوحؑ نے اعلان کر دیا۔ بروایت امام ثعلبی مزدوری پر لوگ آئے اور کشتی حضرت جبریلؑ کی تعلیم کے مطابق تیار کی جانے لگی۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت جبریل مہندسی اور پیمائش کرتے تھے اور حضرت نوحؑ کیلوں سے تختے جوڑتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت نوحؑ نے کشتی کی تیاری کے لیے جو تختے مہیا کیے تھے۔ ان کی تعداد

انبیا کی تعداد کے مطابق ایک لاکھ چوبیس ہزار تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت نوحؑ نے ان تختوں پر جملہ انبیا کے نام لکھ دیے تھے لیکن شیطان نے انھیں مٹا دیا تھا اور یہی عمل بار بار جاری رہا۔ بالآخر حضرت نوحؑ نے جبریلؑ سے واقعہ بتایا تو انھوں نے فرمایا کہ سب سے پہلے خدا کا نام لکھو اور سب سے آخر میں محمد مصطفےٰ صلعم کا نام تحریر کرو تاکہ شیطان کا جادو نہ چل سکے اور وہ قابو نہ پا سکے۔ چنانچہ حضرت نوحؑ نے ایسا ہی کیا اور شیطان بے قابو ہو کر نام مٹانے سے مجبور رہا۔

علامہ جزائری بحوالہ کتاب الخرائج بیان کرتے ہیں کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب حضرت نوحؑ کشتی تیار کرنے لگے تو جبریلؑ نے انھیں کیلوں کی ایک خرجی لا کر دی جس میں ایک لاکھ اونتیس ہزار کیلیں تھیں۔ حضرت نوحؑ جبریلؑ کے بتانے کے مطابق کشتی تیار کرتے رہے اور کیلیں ٹھونکتے رہے۔ یہاں تک کہ پانچ ایسی کیلیں رہ گئیں کہ جب ان کو حضرت نوحؑ نے ہاتھ لگایا تو وہ چمک اٹھیں۔ جناب نوحؑ نے ماجرا دریافت کیا تو جبریلؑ نے کہا کہ یہ کیلیں پنجتن پاکؑ کے نام کی ہیں (۱) محمد مصطفےٰ (۲) علی مرتضیٰؑ (۳) فاطمہ زہراؑ (۴) امام حسنؑ (۵) امام حسینؑ سے منسوب ہیں۔ اے نوحؑ پہلی کیل کو کشتی کے داہنی طرف۔ دوسری کیل کو کشتی کے بائیں طرف آگے کی جانب تیسری کیل کو داہنی طرف پہلی کیل کے قریب اور چوتھی کیل کو بائیں طرف دوسری کیل کے قریب اور پانچویں کیل کو اس کے قریب ٹھونک دو۔ حضرت نوحؑ نے ایسا ہی کیا۔ جب پانچویں کیل ٹھونکنے لگے تو خون کی تری نظر آئی۔ حضرت جبریلؑ سے گھبرا کر پوچھنے لگے، اے جبریلؑ یہ کیا ماجرا ہے۔ حضرت جبریلؑ نے واقعہ کربلا کی تفصیل بتائی۔ حضرت نوحؑ آبدیدہ ہو گئے۔ اور قاتلان حسینؑ پر لعنت کرنے لگے۔ (نور المبین فی قصص الانبیا والمرسلین علامہ جزائری ص ۹۴)

پنجتن پاکؑ کے نام کی تختی

حضرت نوحؑ کی کشتی کی تیاری کے سلسلہ میں یہ بھی قابل تذکرہ ہے کہ اس کشتی میں پنجتن پاکؑ کے اسما مبارک کی تختی بحکم خدا نصب کی گئی تھی جو اب اس عہد تحقیق و تجسس میں برآمد کی جا چکی ہے جس کی تفصیل کتاب "ایلیا" مطبوعہ پاکستان سے معلوم ہو سکتی ہے۔

کشتی کا طول وعرض اور اس کی بلندی

حضرت نوحؑ کی جد و جہد سے طویل کشتی تیار ہوئی۔ کشتی کے طول وعرض میں تھوڑا سا اختلاف ہے۔ مورخ یعقوبی نے تین سو ہاتھ بدست نوحؑ اس کی لمبائی اور پچاس ہاتھ اس کی چوڑائی تحریر کی ہے۔ امام ثعلبی نے ۳۰۰ ہاتھ لمبائی ۲۲۰ ہاتھ چوڑائی ۳۳ ہاتھ بلندی بتائی ہے۔ مورخ ہروی خاوند شاہ نے ۶۶۰ گز طول ۳۰۰ گز عرض، ۳۳ گز بلندی لکھی ہے۔

مورخ طبری نے ۱۲۰۰ گز لمبائی اور ۶۰۰ ارش چوڑائی تحریر کی ہے، صاحب عجائب القصص نے ۶۶۰ گز لمبائی ۳۳۳ گز چوڑائی بتائی ہے لیکن حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے کشتی کی لمبائی ایک ہزار دو سو ہاتھ، چوڑائی آٹھ سو ہاتھ اور بلندی اسّی ۸۰ ہاتھ فرمائی ہے، جیسا کہ حیات القلوب جلد ۱ ص ۷۶ میں ہے اور یہی قول حجت ہے۔ کثیر مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام سے ان کے عہد میں ان کے حواریّن نے خواہش کی کہ کسی ایسے شخص کو زندہ کردیں جو طوفانِ نوحؑ کا واقعہ بیان کرے اور اس کی حیثیت بتائے۔ حضرت عیسٰیؑ نے زمین سے ایک مٹھی خاک اٹھا کر اُسے زندہ کیا اور اُس سے واقعہ طوفان دریافت کیا، اُس نے سارا واقعہ بیان کردیا۔ حضرت عیسٰیؑ نے کشتی کی لمبان دریافت کی، تو اُس نے بتایا کہ کشتی بارہ سو ہاتھ لمبی تھی مورخین کہتے ہیں کہ وہ زندہ ہونے والا کعب بن سام ابن نوحؑ تھا۔ (عجائب القصص)

طوفان کا آغاز

حضرت نوحؑ نے جب درخت خرما کی کاشت کی تھی اور لوگوں سے کہا تھا کہ طوفان آئے گا اور ساری دُنیا غرق ہو جائے گی تو لوگوں نے تمسخر سے کہا تھا کہ اس شخص کا دماغ خراب ہوگیا ہے اور یہ بہکی بہکی باتیں کرتا ہے پھر جب درخت تیار ہوئے اور عرصہ تک تختے خشک ہوتے رہے۔ اس کے بعد کشتی تیار ہونے لگی تو ان کے تمسخر کو بھی فروغ حاصل ہوگیا۔ کہنے لگے اسے دیکھو یہ کیا کر رہا ہے۔ پانی کا نام و نشان نہیں اور اتنی بڑی کشتی تیار ہو رہی ہے۔ حضرت نوحؑ ان سے کہتے تھے مذاق نہ کرو اور ایمان لاؤ، ورنہ اپنے اس تمرد و سرکشی کا مزہ چکھ لوگے طوفان آئے گا اور سب کے سب ڈوب جاؤ گے۔ مگر کوئی آپ کی بات پر کان نہیں دھرتا تھا اور آپکے ارشاد کو بکواس سے زیادہ وقعت نہ دیتا تھا، بالآخر وہ وقت آ ہی گیا جس کا ذکر حضرت نوحؑ کیا کرتے تھے۔

حضرت نوحؑ کی بیوی مقام مسجد کوفہ پر اس آہنی تنور میں روٹی پکا رہی تھیں جو حضرت حوّا کا تھا کہ دفعتاً اُس میں سے پانی اُبلنا شروع ہوا۔ انھوں نے دوڑ کر حضرت نوحؑ کو باخبر کیا حضرت نوحؑ نے بایں اندیشہ کہ اس طوفان میں، میں اور میرے بچے بھی نہ کہیں غرق ہو جائیں اُس کے مُنہ کو ایک بڑے پتھر سے بند کر کے بارگاہِ خداوندی میں عرض کی۔ مالک کیا ہم سب اس میں غرق ہو جائیں گے؟ ارشاد ہوا کہ اے نوحؑ میں نے تمھیں، تمھارے اہل و عیال اور مومنین کو بچانے کا وعدہ کیا ہے، میں انھیں ہلاکت سے بچاؤں گا۔ اب تم فوراً سب کو لے کر کشتی میں سوار ہو جاؤ، اور اپنے ہمراہ جملہ مخلوقات کے ایک ایک جوڑے لے لو۔

حضرتِ نوحؑ اس کشتی میں جس کے تین طبقے اور تو تے خانے تھے۔ خود بھی سوار ہوئے بال بچوں کو بھی سوار کیا اور مخلوقات کے جوڑے بھی لے لیے، لیکن حضرت نوحؑ کو سب کے سوار کرنے

میں جو دشواری تھی وہ یہ تھی کہ مخلوقات کا جمع کرنا اور وہ بھی بہت ہی عجلت کیساتھ ان کے لیے مشکل تھا۔ لہٰذا بارگاہِ خداوندی میں عرض کی مالک ساری دنیا سے جانوروں کو کیسے جمع کروں ارشاد ہوا میں سب کو بھیجے دیتا ہوں چنانچہ وہ ساری مخلوق جس کا کشتی میں سوار کرنا مقصود تھا، ایک ہوا کے جھونکے سے حضرت نوحؑ تک پہنچ گئی اور انھوں نے سب کو سوار کرلیا نیچے کے طبقہ میں درندوں اور دیگر چوپایوں کو رکھا، درمیانی طبقے میں کھانے پینے کی چیزیں رکھیں اور اُوپر کے طبقہ میں انسانوں کو ٹھہرایا۔ ایک روایت میں ہے کہ دوسرے ہی طبقہ میں پرندے بھی تھے۔ جانوروں میں چونکہ چیونٹی سب سے چھوٹی تھی، اس کے کچل جانے کا اندیشہ تھا لہٰذا اس کو بالائی طبقہ میں رکھا۔ ایک روایت میں ہے کہ دراج کو بھی پہلے ہی طبقہ میں رکھا گیا تھا۔ کتاب بدائع الاخبار اسماعیل سبزواری کے ص ۲۶۹ میں ہے کہ دراج محب اہلِ بیتؑ ہوتا ہے

ایک روایت میں ہے کہ تمام جانوروں کو ہدایت کردی گئی کہ ایک دوسرے کو ستائے نہیں لہٰذا شیر و بکری سب ایک ساتھ پُرامن طریقہ پر ٹھہر گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت آدمؑ کے اس تابوت کو جو شمشاد کی لکڑی سے تیار کیا تھا۔ دوسرے طبقہ میں اور بروایتے تیسرے طبقہ میں رکھا۔ اس کے بعد سب کو ہدایت کردی کہ کوئی کشتی پر جوڑا نہ کھائے، ایک روایت میں ہے کہ اُس وقت زمین پر بلّی اور سُور موجود نہ تھے، اس لیے روانگی کے وقت وہ کشتی میں نہ تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ کشتی میں جب جانور داخل کیے جانے لگے تو سب سے پہلے "درہ یا دراج" داخلِ کشتی ہوا۔ اور سب سے آخر میں گدھا سوار ہوا۔ مورخین کا بیان ہے کہ جب گدھا سوار ہونے لگا تو شیطان اُس کی دُم سے چمٹ گیا اور اُسے اپنی طرف کھینچنے لگا۔ گدھے کے دو پاؤں کشتی کے اندر تھے اور دو پاؤں باہر تھے، وہ دروازے میں اڑا رہا تھا۔ تو حضرت نوحؑ نے فرمایا کہ اے شیطان جلد داخل ہو۔ چنانچہ وہ داخل ہو گیا اور اسی کیساتھ شیطان بھی اندر چلا گیا۔ شاید یہی وجہ ہے کہ گدھے کی فطرت میں اڑنا قرار پاگیا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ جب کشتی میں جانور داخل ہونے لگے تو بکری نے نافرمانی کی جس کی وجہ سے حضرت نوحؑ نے اسے جبراً داخل کیا۔ اسی کھینچ تان میں اسکی دُم ٹوٹ گئی اور شرمگاہ برہنہ ہو گئی یہی وجہ ہے کہ اسکی دُم آج تک چھوٹی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ جب سب داخل ہو گئے تو حضرت نوحؑ نے کشتی کے اندرونی نظام کا جائزہ لینے کے لیے دورہ کیا، تو دیکھا کہ ایک کونے میں شیطان بھی بیٹھا ہے آپ نے فرمایا کہ اے ملعون تو کیسے داخلِ کشتی ہو گیا، اُس نے کہا کہ آپ نے مجھے خود دعوت دی ہے حضرت نوحؑ نے فرمایا کہ میں نے تو تجھے نہیں بلایا۔ اُس نے کہا کہ جب میں گدھے کی دُم کو پکڑے ہوئے تھا اُس وقت آپ نے فرمایا تھا کہ اے شیطان داخل ہو، اس لیے میں داخل ہو گیا

حکمِ خداوندی پہنچا کہ اے نوحؑ اس سے تعرض نہ کرو اور اسے بھی رہنے دو۔
جملہ مورخین اور محدثین کا بیان ہے اور قرآن مجید میں بھی ہے کہ حضرت نوحؑ نے کشتی میں لوگوں کو سوار کرتے وقت اپنے فرزندوں اور بیویوں کو حکم دیا کہ کشتی میں سوار ہو جاؤ۔ اس حکم کی تعمیل سام، حام، یافث اور ان کی مومنہ بیوی عمورا نے کی اور سب کے سب فوراً کشتی میں سوار ہو گئے۔ لیکن اُن کا ایک فرزند جس کا نام "کنعانؑ" اور ایک بیوی جس کا نام واغلہ تھا۔ ان دونوں نے سرتابی اور پوری نافرمانی کے ساتھ تعمیل حکم سے انکار کر دیا جس کے رُدِ عمل میں انھوں نے بڑا زور لگایا کہ کسی طرح یہ کشتی میں آ جائیں۔ مگر ان لوگوں نے ایک نہ سُنی جب حضرت نوحؑ نے اپنے بیٹے کنعان سے باصرار سوار ہونے کو کہا تو اس نے جواب دیا کہ میں نہ سوار ہوں گا اور میری آپ فکر نہ کریں، یہ بڑے بڑے پہاڑ کھڑے ہیں میں ان کے ذریعے سے اپنے کو بچا لوں گا۔ بالآخر وہ غرق ہو گیا۔

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ کنعان نے جس پہاڑ پر بھروسہ کیا تھا وہ کوہِ نجف تھا جو اُس وقت سب سے بلند پہاڑ تھا، فرزندِ نوح کے حوالہ دینے سے خدا نے اسے ریگ نرم بنا کر شام کی طرف اُڑا دیا۔ پھر اُس جگہ دریا بہنے لگا جس کا نام نے رکھا گیا۔ پھر وہ دریا خشک ہو گیا، خشک ہونے کو عربی میں "جف" کہتے ہیں۔ بالآخر کثرتِ استعمال سے "نے جف" کے بجائے اسے نجف کہا جانے لگا"۔ یہ وہی جگہ ہے جہاں حضرتِ آدمؑ، حضرتِ نوحؑ اور حضرتِ علیؑ دفن ہیں"۔

الغرض حضرت نوحؑ نے سب کے کشتی پر سوار ہو جانے کے بعد تنور کا مُنہ کھول دیا اور کشتی میں خود بھی سوار ہو کر اس کے تمام دروازے بند کر دیئے اور اوپر سے اس طرح ڈھانک دیا کہ کشتی میں اندھیرا گھُپ ہو گیا۔

تنور کا مُنہ کھلنا تھا کہ پانی تیزی سے اُبلنے لگا اور چونکہ آسمان کے ساتوں سیارے بُرج سرطان میں آ گئے تھے جس کا تعلق آبِ بارانی سے ہے لہٰذا پانی برسنے لگا اور ایسا برسا کہ پھر کبھی نہ برسا، گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا گیا۔ ساری دُنیا تاریک ہو گئی اور یہی سلسلہ چالیس شبانہ روز تک جاری رہا۔ یہاں تک کہ دنیا کے بلند ترین پہاڑ سے پندرہ ہاتھ پانی اُونچا ہو گیا اور ایک روایت کی بنا پر پانی اتنا بلند ہوا کہ کشتی تا بہ آسمان جا پہنچی اور دُنیا کی تمام چیزیں تہ آب ہو گئیں اور تمام مخلوق ختم ہو گئی۔ کثیر روایات میں ہے کہ صرف ایک خانہ کعبہ ڈوبنے سے بچ گیا

لہ صاحب مدارک نے لکھا ہے کہ کنعان حضرت نوحؑ کے نطفہ سے نہ تھا۔ بلکہ وہ اپنی ماں داغلہ کے دوسرے شوہر سے متولد ہوا تھا لیکن علامہ مجلسی کا ارشاد ہے کہ کنعان حضرت نوحؑ ہی کا فرزند تھا اور یہی علما شیعہ میں مشہور ہے۔ ۱۲

اور اسی لیے اسے "بیت العتیق" کہتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ پانی جب بلند ہوا تھا اور خانہ کعبہ کے قریب پہنچا تھا تو وہاں پہنچکر اس نے دورہ اختیار کر لیا تھا اور وہ خانہ کعبہ کے گرد حلقہ بنا کر آسمان تک بلند ہو گیا تھا۔ روضۃ الصفا میں ہے کہ جب پانی تیزی سے ابلنے لگا تو ایک شخص نے اس وقت کے بادشاہ کے پاس جاکر صورت حالات بیان کی، وہ اپنی سواری پر بیٹھ کر حالات دیکھنے کے لیے آیا اور حضرت نوحؑ کے قریب پہنچا حضرت نوحؑ نے یہ کہہ کر اس پانی سے کوئی بچ نہ سکے گا۔ اس کی تخویف کی اور ڈرایا اور فرمایا "قدجاء امر ربک" اب خدا کا حکم آگیا ہے۔ ان لوگوں کے علاوہ جو اس کشتی میں سوار ہیں دنیا کی کوئی چیز نہ بچ سکے گی۔ بادشاہ "صفر دوس" یہ عالم دیکھ کر سخت گھبرایا اور وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔

الغرض کشتی پانی پر چلی اور ساری دنیا کا دورہ کرتی ہوئی خانہ کعبہ کے قریب پہنچی اور اس کا سات مرتبہ "طواف" کر کے وہاں سے روانہ ہوئی۔ تاریخ میں ہے کہ کشتی میں چونکہ تاریکی تھی اور دنیا بھی ساری تاریک تھی۔ لہٰذا خدا نے دو نورانی موتی نوحؑ کی درخواست پر بھیجد یئے تھے۔ ایک دن میں روشن ہوتا تھا، دوسرا رات میں روشنی دیتا تھا۔ اسی کے ذریعہ سے معلوم ہو جاتا تھا کہ دن کی ساعت اور رات کب ہو گئی۔ نیز نماز کا وقت معلوم ہوتا تھا۔

سُور اور بلّی کی پیدائش

جملہ مورخین کا بیان ہے کہ کشتی جب پانی میں چکر لگا رہی تھی۔ اسی دوران میں لوگوں نے حضرت نوحؑ سے کشتی میں گندگی کے بڑھ جانے کی شکایت کی انھوں نے ہاتھی کے منہ پر ہاتھ پھیر دیا۔ جس کی وجہ سے اسے چھینک آئی اور سُور کا ایک جوڑا ناک سے برآمد ہو گیا۔ اسی طرح ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ حضرت نوحؑ نے ہدایت کر دی تھی کہ کوئی نر و مادہ کشتی میں یکجا نہ ہو، چنانچہ سب کے سب احتیاط برتتے رہے، وہ چاہے انسان ہوں یا حیوان، مگر چوہے نے حکم کے خلاف عمل کیا جس کی وجہ سے اس کی نسل کشتی فروغ پا گئی۔ پھر چوہوں کی کثرت نے لوگوں کو صرف ستانا ہی شروع نہ کیا۔ بلکہ کشتی کو بھی حسب فطرت کاٹنا شروع کر دیا۔ لوگوں نے حضرت نوحؑ کو چوہوں کی حرکتوں سے باخبر کیا۔ تو حضرت نوحؑ نے شیر کے چہرے پر ہاتھ پھیر دیا۔ جس کی وجہ سے اسے چھینک آئی اور بلّی کا ایک جوڑا پیدا ہو گیا اور اس نے چوہوں کا علاج کر کے لوگوں کو سکون بخشا۔ سنا جاتا ہے کہ جس طرح چوہے نے نافرمانی کی تھی۔ کتے نے بھی خلاف ورزی کی حضرت نوحؑ نے غصہ میں آکر اسے بد دعا دیتے ہوئے کہا کہ خدا تجھے ہمیشہ رسوا کرے گا۔ یہی وجہ ہے کہ جب بھی باہم یکجا ہوتے ہیں رسوا ہوئے بغیر علیحدہ نہیں ہو سکتے۔

کشتیٔ نوحؑ گرداب میں

الغرض حضرت نوحؑ کی کشتی جب پانی پر تیرتی ہوئی زمین کربلا پر پہنچی تو گرداب میں آگئی، قریب تھا کہ چکر کھا کر ڈوب جائے۔ یہ حال دیکھ کر حضرت نوحؑ گھبرا اٹھے، اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کرنے لگے میرے پالنے والے یہ ماجرا کیا ہے اور یہ جگہ کونسی ہے۔ ارشاد ہوا کہ اے نوحؑ اس وقت تمہاری کشتی اس مقام پر ہے جسے کربلا کہتے ہیں۔ عرض کی مالک اس مقام پر یہ تلاطم کیوں ہے؟ ارشاد ہوا کہ اے نوحؑ یہ وہ مقام ہے جس مقام پر کشتی اہلبیت محمدؐ خشکی میں غرق بخون ہوگی۔ (روضۃ الشہدا) مورخ طبری کا بیان ہے کہ تلاطم کے وقت خداوند عالم نے ارشاد فرمایا کہ اے نوحؑ ان جملوں کو زبان پر جاری کرو، تو نجات پا جاؤ گے۔ چنانچہ انھوں نے کہا "یا اھیا شراھیا اذدلی اصبادت آل"۔ علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ کشتی آگے بڑھی اور کوہِ جودی سے اس کا سینہ ٹکرایا، تو ایک ہیبتناک آواز آئی اور اضطراب پیدا ہوگیا۔ اس وقت حضرت نوحؑ نے محمدؐ و آلِ محمدؐ کے واسطہ سے دعا کی اور اس کو سکون نصیب ہوگیا۔ ایک روایت میں ہے کہ کشتی جس وقت کوفہ سے روانہ ہوئی تھی اس وقت بھی ورطہ میں آئی تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ کشتی جب سرزمین شام پر پہنچی تھی، جب بھی متزلزل اور متلاطم ہوئی تھی۔

عوج بن عنق اور طوفان کے موقع پر اس کا طرزِ عمل

کثیر مورخین کا بیان ہے کہ کشتی پانی پر تیر رہی تھی اور عوج بن عنق اس میں بیٹھنے کی سعی کر رہا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ کشتی پر جس دن سب سوار ہو رہے تھے۔ اُس دن بھی اُس نے سوار ہونے کی سعی کی تھی۔ لیکن حضرت نوحؑ نے یہ کہہ کر اُس کی درخواست ٹھکرا دی تھی کہ اس میں ایمانداروں کے علاوہ کوئی بھی سوار نہیں کیا جا سکتا۔ علامہ مجلسی کا بیان ہے کہ کشتی میں نہ کوئی کافر سوار کیا گیا تھا اور نہ ولد الزنا۔ میرے نزدیک عوج بن عنق کے کشتی میں سوار کئے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، کیونکہ اس کی جسامت اور اس کا وزن کشتی برداشت ہی نہیں کر سکتی تھی۔ اسی لیے جناب نوحؑ نے اسے کشتی میں بٹھانے سے انکار کر دیا تھا۔ عوج بن عنق کے متعلق تفصیلی تذکرہ انشاء اللہ آئندہ آئے گا۔

کشتیٔ نوحؑ کوہِ جودی پر

حضرت نوحؑ کی کشتی ۱۰ رجب المرجب کو زمین کوفہ سے روانہ ہو کر آسمان کے نیچے نیچے چکر لگا رہی تھی کہ مشیت ایزدی نے کروٹ لی اور اختتامِ طوفان کا فیصلہ ہوا۔ زمین کو حکم ملا کہ اپنا پانی پی جا۔ آسمان کو فرمان ملا کہ بارش کو روک دے۔ ایک روایت میں ہے کہ آسمان سے جو پانی برستا تھا وہ چونکہ

عذاب کی صورت میں برسا تھا۔ لہٰذا شور تھا اور چونکہ وہ عالمِ بالا کو واپس نہیں گیا اور عالمِ سفلی میں رہا۔ لہٰذا جن دریاؤں اور سمندروں کے پانی شور ہیں۔ وہ سب اسی پانی کے مجموعے ہیں جو آسمان سے برسا تھا۔ غرضیکہ پانی اُترنا شروع ہوا اور کشتی بیٹھنے لگی۔ یہاں تک کہ ۱۰ محرم الحرام کو کوہِ جودی پر ٹھہری، قوسِ قزح ظاہر ہوئی۔ امن کا پیغام ملا، نوحؑ نے شکرِ خدا کیا۔ کشتی کی چھت کھولی۔ کوّے کو حکم دیا کہ یہ معلوم کر کے واپس آئے کہ زمین پر پانی کتنا رہ گیا ہے۔ کوّا گیا اور مُردار پا کر کھانے میں مشغول ہوگیا۔ اُس نے یہ بھی نہ خیال کیا کہ مجھے کس نے بھیجا ہے اور کس لیے بھیجا ہے۔ حضرت نوحؑ نے کوّے کو بددُعا دے کر کہ اُس کی روزی مُردار پر منحصر رہے۔ کبوتر سے فرمایا کہ تو جا اور پانی کی خبر لا، کبوتر اُڑا اور زیتون کا ایک پتّا لایا۔ جس سے یہ معلوم ہوا کہ درخت برآمد ہوگئے ہیں۔ چند ماہ کے بعد پھر کبوتر کو بھیجا اور وہ زمین پر بیٹھ کر اپنے پیروں میں کیچڑ لگا کر واپس آیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ پانی ختم ہوچکا ہے اور کیچڑ رہ گیا ہے۔ حضرت نوحؑ نے اس کی اس خدمت کی وجہ سے اسے دُعا دی۔ خدایا اس کے لیے لوگوں میں اُنس و محبت عطا کر اور اُس کے پیروں کو یادگار کے طور پر سُرخی دے کر اسے سُرخرو کر دے۔ یہی وجہ ہے کہ کبوتر کے پاؤں اور اُس کی منقار میں سُرخی ہوتی ہے۔ کثیر روایات میں ہے کہ کوہِ جودی موصل میں ہے اور ایک روایت میں ہے کہ جودی مقام فرات کوفہ ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ چونکہ کشتی نوحؑ محرّم میں ٹھہری تھی۔ اسی لیے اس مہینہ کو سال کا پہلا مہینہ قرار دیا گیا ہے۔

الغرض حضرت نوحؑ کئی ماہ خشکی کا انتظار کرنے کے بعد خود بھی کشتی سے اُترے اور اُن لوگوں کو بھی اُتارا جو کشتی میں سوار تھے۔ کثیر مؤرّخین کا کہنا ہے کہ کشتی میں سوار ہونے والوں کی تعداد اَسّی ۸۰ تھی جو مردوں اور عورتوں پر مشتمل تھی، انھیں کے لیے فوری طور پر مکانات بنا کر انھوں نے اس مقام کا نام "سوق الثمانین" رکھا تھا۔ لیکن میں اس تعداد سے مطمئن اور متفق نہیں ہوں کیونکہ اس تعداد کو کوئی شہرت حاصل نہیں ہے۔ اِس سے زیادہ جس عدد کو شہرت حاصل ہے وہ ستّر اور بہتّر ہے اور ان عددوں کا بہت سے واقعات سے تعلّق ہے۔ اس کے علاوہ یہ کہ اسی کشتیٔ نوحؑ سے کشتیٔ اہلبیتؑ کو تشبیہہ دی گئی ہے جس کی ناخدائی ۱۸ بنی ہاشم نے کربلا میں فرمائی تھی اور اس پر وہ بہتر "ذوی الارواح القدسیہ" سوار تھے۔ جن کی مثال بروایت علامہ کاشفی دُنیا میں موجود نہ تھی۔ جنھوں نے اپنے خون سے اس کشتی کو بہا کر لبِ جنّت تک پہنچائی ہے۔ اس کے علاوہ یہ کہ یہ کشتیٔ نوحؑ چھ ماہ پانی میں رہی تھی اور کشتی اہلِ بیتؑ بھی چھ ماہ خشکی میں چلتی رہی ہے۔ نیز یہ کہ کشتیٔ نوحؑ کوفہ سے چلی ہے اور زمینِ کربلا پر گرداب میں مبتلا ہوئی ہے اور کشتیٔ اہلِ بیتؑ مدینہ سے چل کر کربلا میں نذرِ طوفان ہوئی۔ لہٰذا میرے نزدیک حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم

کی حدیث "مثل اھلبیتی کسفینۃ نوح الخ" کی تشبیہہ کی تکمیل کے پیش نظر کشتیٔ نوحؑ میں سوار ہونے والوں کی تعداد بہتر تھی، اس کی تائید علّامہ جلال الدین سیوطی کی کتاب مفحمات الاقران فی مبہمات القرآن طبع مصر ۱۲۸۲ کے ص۳۲ سے ہوتی ہے جس میں انھوں نے تحریر فرمایا ہے کہ کشتیٔ نوحؑ میں بہتر مومن سوار تھے۔

کشتی سے اُترنے کے بعد نوحؑ کا طرزِ عمل

غرضکہ حضرت نوحؑ کشتی سے اُترنے کے بعد دنیا کی آبادکاری میں مشغول ہوگئے اور تا بحیات اُسے آباد کرتے رہے۔ اسی سلسلہ میں انھوں نے تعمیر بابل کی تجدید کی ہے۔ بروایت ابن واضح حضرت نوحؑ نے جب لاشوں کی کثرت دیکھی تو بہت زیادہ رنجیدہ ہوئے۔ اودھر خداوند عالم نے بھی اپنے تاثر کا اظہار کردیا۔ اور کہا کہ اے نوحؑ تمھاری دُعا کی وجہ سے میں نے ساری مخلوق تباہ کردی، مجھے اپنے عزّت و جلال کی قسم اب کبھی کسی نبی کی درخواست پر طوفان کا عذاب نہ بھیجوں گا حضرت نوحؑ لاشوں کی کثرت سے متاثر تھے ہی کہ خدا نے بھی اپنا تاثر ظاہر کردیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت نوحؑ بیمار رہنے لگے۔ اسی دوران میں ایک دن سو رہے تھے کہ ہوا سے برہنہ ہوگئے یہ دیکھ کر حام اور یافث ہنسنے لگے اور سام نے بڑھ کر ستر پوشی کردی، جب حضرت نوحؑ بیدار ہوئے اور انھیں واقعہ معلوم ہوا تو انھوں نے حام اور یافث کے لیے بددُعا کی اور فرمایا کہ میں نے تمھاری اس حرکت سے تمھیں عاق کردیا ہے، اور اس عاق کا اثر تمھاری نسل میں ظاہر رہیگا۔ تمھاری اولادیں سام کی اولادوں کی غلامی کریں گی اور یافث سے خصوصیت کے ساتھ فرمایا کہ تمھاری اولاد سیاہ ہوگی۔ اسی وجہ سے حبشی آج تک سیاہ پیدا ہوتے ہیں، ایک روایت میں ہے کہ انھوں نے بددُعا کرتے ہوئے یہ بھی کہا تھا کہ کفّار، جبّار، سرکش اور بدمعاش تمھاری نسل میں پیدا ہوتے رہیں گے۔ ایک روایت میں ہے کہ انھوں نے سام کے لیے دعائے خیر دی تھی اور کہا تھا کہ تمھاری نسل میں علماء، زہاد اور نیک لوگ پیدا ہوں گے۔ ایک روایت میں ہے کہ واقعۂ ستر کشتی کے اندر کا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت نوحؑ نے کشتی سے اُترنے کے بعد اسے مقفل کردیا تھا اور اس کی چابی (کلید) سام کے حوالے کردی تھی۔

حضرت نوحؑ کے آدم ثانی ہونے کی وجہ

حضرت نوحؑ کشتی سے اُترنے کے بعد بروایتے پانچسو سال زندہ رہے اور ان کے ہمراہی تین سو سال زندہ رہے حضرت نوحؑ کی زندگی ہی میں ایک بار سخت وبا پھیلی اور ان کی ساری اُمّت جو اس وقت زمین پر تھی سب کی سب مر گئی اور وسیع زمین

خدا پر حضرت نوحؑ اور اُن کے بیٹوں اور بہوؤں کے علاوہ کوئی باقی نہ رہا۔ پھر انھیں سے دوبارہ دنیا نے جنم لیا اور آبادی بڑھی اسی وجہ سے انھیں آدم ثانی کہتے ہیں ؎

رُتبۂ نوحؑ را چہ می دانی
درجہاں او ست "آدم ثانی"

حضرتِ نوحؑ کے معجزات

مورخ ہردی کا بیان ہے کہ حضرتِ نوحؑ کا سب سے بڑا معجزہ تو یہی ہے کہ انھوں نے طوفان آنے کی خبر دی، اور طوفان آیا، اور اس میں بالکل وہی کیفیت رہی جس کا انھوں نے حوالہ دیا تھا۔ دوسرا معجزہ یہ ہے کہ جب حضرت نوحؑ کشتی سے اُترے تو ان کا سارا آزوقہ جو کشتی میں تھا ختم ہو چکا تھا اور اُن کے ہمراہی بھوک سے مرنے لگے تھے۔ اس وقت انھوں نے زمین سے ریگ اُٹھا اُٹھا کر لوگوں کو دی تھی اور وہ ریگ گندم بریاں بن گئی تھی، تیسرا معجزہ یہ تھا کہ انھوں نے پھل دار درختوں کے بیج بوئے تھے، اور ان کے بوتے ہی وہ اُگ کر درخت بنے تھے اور اسی وقت پھلوں سے لد گئے تھے۔ چوتھا معجزہ یہ تھا کہ ان کی ایک لڑکی عقیم تھی اس کے کوئی اولاد نہ ہوتی تھی حضرت نوحؑ نے اُن کی ناف پر ہاتھ پھیر دیا تھا اور اس میں تولید کی صلاحیت پیدا ہوگئی تھی۔ اسی طرح آپ سے بے شمار معجزات رونما ہوئے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ عہدِ حوّا سے حیض کا سلسلہ جاری تھا اور وہ سالانہ آیا کرتا تھا، لیکن عہد نوحؑ میں آزاد عورتوں کے مردوں سے زیادہ اختلاط کی وجہ سے قدرت نے اسے ماہواری کر دیا۔

حضرت نوحؑ کی جانشینی اور ولیعہدی

مورخین کا بیان ہے کہ حضرت نوحؑ جب اپنی زندگی کے آخری دور میں پہنچے تو انھوں نے حضرت آدمؑ و ادریسؑ وغیرہما کی طرح خداوند عالم کے حکم سے اپنے لائق و فائق فرزند جناب سامؑ کو اپنا جانشین اور ولی عہد بنا دیا۔ مورخ محمد خاوند شاہ ہردی رقمطراز ہیں کہ

"سامؑ بن نوحؑ از کبار انبیاء مرسل است و حضرت نوحؑ چون او را از دیگر فرزندان بو فور خردمندی و کمال ارجمندی و کثرت دانش و ذکاوت تمام و صلاحیت نفس و نجابت ذات مستثنیٰ و ممتاز یافت مرتبۂ ولیعہدی بدو تفویض فرمود و اسرار نبوت و غوامض رسالت با وی درمیان نہاد و سائر اولاد را بمتابعت او وصیت کرد و معمورہ عالم و وسطِ آقالیم را کہ بہترین مواضع ربع مسکون است برد مخصوص گردانید و انہ حضرت عزت مسئلت نمود کہ تا اکثر انبیاء و اولیا و حکما و سلاطین و امرا و طوائف صلحا و سعدا از نسل او باشد الخ" روضۃ الصفا جلد ۱ ص ۲۴ طبع لکھنؤ تاریخ یعقوبی ص ۱۱، کشف الغمہ ص ۱۱، عرائس ثعلبی ص ۳۵ عجائب القصص ص ۱۷۔

سام بن نوحؑ کا شمار انبیاء کبار میں ہوتا ہے حضرت نوحؑ نے جب انھیں اپنے دوسرے بیٹوں سے عقلمندی، سعادت، زیرکی، ہوشمندی، صلاحیتِ نفس، نجابت ذات میں ممتاز اور بلند پایا تو انھیں اپنی ولیعہدی سپرد کر دی اور انھیں نبوت کے اسرار اور رسالت کی گہرائیوں سے آگاہ فرما دیا اور اپنی دیگر اولاد کو ان کی متابعت کا حکم دے دیا اور دنیا کی آبادی اور اقالیم عالم کے درمیانی حصّہ کو جو ربع مسکون میں سب سے بہتر ہے۔ ان کے لیے مخصوص کر دیا اور ان کے لیے خدا سے دعا و درخواست کی کہ اکثر انبیاء اولیاء علماء، سلاطین امراء صلحا، سعداء ان کی نسل سے قرار دے۔

پھر اس کے بعد انھوں نے اپنے سب بیٹوں سے وصیت کرتے ہوئے فرمایا کہ تم لوگ خدا کی عبادت سے غفلت نہ کرنا (یعقوبی ص۱) اور شرک سے ضرور بچتے رہنا اور تکبر کو اپنے قریب نہ آنے دینا۔ کیونکہ ان دونوں چیزوں کا ارتکاب کرنے والا کبھی جنت میں نہ جائے گا اور کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ اور سُبحانَ اللہِ کو اپنا ورد قرار دیئے رہنا۔ کیونکہ یہ بڑی اہمیت کے مالک ہیں اور خدا کی بارگاہ میں ان کی بڑی عزت و وقعت ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ ولیعہدی کے وقت جنابِ سام کی عمر چار سو اڑتالیس سال کی تھی۔ بروایتِ علامہ مجلسی و علامہ بہائیؒ اس جانشینی کا تقرر ۱۸ ذی الحجہ کو ہوا تھا۔

اولادِ نوحؑ میں وسعتِ ارضی کی تقسیم

مورخین کا اتفاق ہے کہ حضرت نوحؑ کی عمر کا جب آخری عہد آیا اور انھوں نے یقین کر لیا کہ اب ایامِ حیات عنقریب ختم ہو جائیں گے تو اپنے بیٹوں کو جمع کر کے ان سے فرما دیا کہ میں نے ساری زمین کو تین حصّوں میں تقسیم کر دیا ہے اور اب اسے تمھارے حوالہ کرتا ہوں۔

جزیرہ عراق، عرب و عجم، فارس، خراسان، شام سام کے لیے ہے اور دیارِ مغرب، مصر، سوڈان، زنجبار، حبش، سندھ، ہندوستان حام کے لیے ہے اور زمین چین، چین، تبت، ترکستان اور ساری زمینِ مشرق یافث کے لیے ہے۔ مدارک التنزیل میں ہے کہ عرب روم، فارس اور جو لوگ بھی وسطِ عالم میں ہیں سب اولادِ سام ہیں اور اہل ہندوستان، زنگیاں، حبشیاں نسلِ حام سے ہیں اور اہلِ ترکستان، یاجوج اور ماجوج نسلِ یافث سے ہیں عجائب القصص ص۷ قصص طہرانی ص۸ و روضۃ الصفا جلد ا ص۲۴ و تاریخ یعقوبی ص۱ سمرہ بن جندب سے مروی ہے کہ حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ حضرت نوح کے تین بیٹے تھے۔ سام، حام، یافث، سام، اہلِ عرب فارس و روم کے مورثِ اعلیٰ تھے۔ حام اہلِ سوڈان

کے مورث اعلیٰ تھے اور یافث، اہل ترک اور یاجوج وماجوج کے مورث اعلیٰ تھے (عرائس ثعلبی ص۳۱)
مورخ ہروی لکھتے ہیں کہ سام بن نوحؑ کے ۹ بیٹے تھے اور انھیں سے ان کی نسل پھیلی، ان بیٹوں کے نام یہ ہیں (۱) ارفخشد (۲) کیومرث (۳) اسود (۴) یقن (۵) لورج (۶) لادو (۷) عیلم (۸) ارم (۹) یور۔ حام بن نوح کے بھی ۹ بیٹے (۱) ہند (۲) سند (۳) زنج (۴) نوبہ (۵) کنعان (۶) کوشس (۷) قبط (۸) بربر (۹) حبش اور یافث بن نوح کے گیارہ بیٹے تھے۔
(۱) چین (۲) صقلاب (۳) کماری (۴) ترک (۵) خلج (۶) خزر (۷) روس (۸) ساسان (۹) غز (۱۰) یارج (۱۱) منسج۔ (روضۃ الصفا جلد ۱ ص۲۳-۲۴) ایک روایت میں ہے کہ سام کی اولاد کی ۱۸ زبانیں۔ حام کی اولاد کی ۱۸ زبانیں اور یافث کی اولاد کی ۳۶ زبانیں تھیں۔
طبری میں ہے کہ طوفان کے ایک ہزار سال تک کوئی بادشاہ نہیں ہوا۔ البتہ ایک ہزار سال کے بعد حام بن نوحؑ کی اولاد سے پہلا بادشاہ "ضحاک" ہوا تھا۔

حضرت نوحؑ کی وفات

حضرت نوحؑ علیہ السّلام جب جملہ امور سے فراغت کر چکے تو ملک الموت آپہنچے۔ انھیں دیکھ کر بروایت کعب الاخبار حضرت نوحؑ گھبرا اٹھے اور کہنے لگے کہ اے ملک الموت مجھے اتنی مہلت دے دو کہ میں اپنے بچوں سے رخصت ہو لوں۔ انھوں نے کہا کہ اجازت نہیں ہے۔ حضرت نوحؑ نے فرمایا کہ میں ایسے مقام پر ہوں جہاں میرا کوئی نہیں ہے، مجھے غسل کون دے گا میری نماز کون پڑھائے گا۔ انھوں نے کہا میرے ہمراہ بہت سے فرشتے ہیں۔ یہ سب انتظام کریں گے پھر فرمایا کہ مجھے اتنی اجازت دے دو کہ میں دھوپ سے سائے میں چلا جاؤں۔ ملک الموت نے کہا کہ اس کی اجازت ہے، چنانچہ حضرت نوحؑ دھوپ سے سایہ میں چلے آئے، ملک الموت نے روح قبض کرنے سے پہلے پوچھا کہ اے نبی خدا، تم نے بہت زیادہ طویل عمر گذاری ہے۔ بتاؤ مدت حیات آپ کی نگاہ میں کیا حیثیت رکھتی ہے۔ انھوں نے کہا اے ملک الموت میں یہ سمجھتا ہوں کہ میری ساری زندگی بس اتنی تھی کہ دھوپ سے سائے میں آگیا۔ کتاب کنز الانساب مصنفہ ابو مخنف لوط بن یحییٰ خزاعی ص۸۹ میں حضرت نوحؑ کی وفات کے متعلق مرقوم ہے کہ وہ ایک طرف جا رہے تھے کہ انھیں چار آدمی قبر کھودتے ہوئے نظر آئے۔ انھوں نے پوچھا یہ قبر کس کی ہے کہا گیا ایک بندۂ خدا کی، نوحؑ نے کہا کہ میری کوئی خدمت درکار ہے کہا گیا کہ اگر آپ اس میں لیٹ جائیں تو ہم اندازہ کر لیں کہ آیا مرد خدا کا جسم اس میں آجائے گا یا نہیں حضرت نوحؑ لیٹ گئے اور روح قبض ہو گئی۔ وہ چاروں اشخاص جبرئیلؑ میکائیل، اسرافیل اور عزرائیل تھے مختصر یہ کہ آپ نے بروایت مورخ ابن واضح ۱۰ ایار میں چہارشنبہ کے دن ۹۵۰ سال کی عمر میں

انتقال فرمایا لیکن میرے نزدیک انتقال کے وقت ان کی عمر ۲۵۰۰ سال تھی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حضرت نوح ۸۵۰ سال کی عمر میں مبعوث برسالت ہوئے پھر انھوں نے ۹۵۰ سال تبلیغ کی۔ اس کے بعد ۲۰۰ سال کشتی کی تعمیر میں مشغول رہے پھر ۵۰۰ سال طوفان کے بعد بقید حیات رہ کر انتقال فرما گئے۔ بنابریں ان کی کل عمر ۲۵۰۰ سال ہوتی ہے۔

مورخ ابن واضح کا بیان ہے کہ حضرت نوحؑ کی وصیت کے مطابق ملکیز دق بن لمک بن سام نے ملائکہ کی مدد سے جسد آدمؑ کو ایک مقام مقدس میں دفن کیا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ اسی جگہ حضرت نوحؑ کی میت بھی سپرد خاک کی گئی۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ وہی جگہ ہے جس جگہ حضرت علیؑ دفن کیے گئے ہیں۔ علامہ مجلسی بحوالہ روایات معتبرہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے اپنی وفات کے وقت امام حسنؑ اور امام حسینؑ سے فرمایا تھا کہ میرے جنازے کے اگلی سمت کو تم ہاتھ نہ لگانا اور پائنتی کو اٹھانا پھر وہ جنازہ جس طرف جائے، چلے جانا اور جہاں ٹھہر جائے وہاں رکھ دینا، پھر مٹی ہٹانا، اس جگہ ایک قبر کھدی ہوئی برآمد ہوگی تم مجھے اس میں دفن کر دینا وہ قبر حضرت نوحؑ کی بنائی ہوئی ہے۔ چنانچہ حضرات حسنین علیہما السلام نے ایسا ہی کیا۔ پھر جب مٹی ہٹائی تو ایک کھدی ہوئی قبر برآمد ہوئی۔ اس پر ایک تختی نصب تھی جس پر بزبان سریانی لکھا ہوا تھا بسم اللہ الرحمن الرحیم، این قبریست کہ ساختہ است نوح پیغمبر برائے علی وصی محمد صلی اللہ علیہ و آلہ پیش از طوفان بھفتصد سال۔" یہ وہ قبر ہے جسے پیغمبر خدا، نوحؑ "نے وصی محمد مصطفےؐ، یعنی علی مرتضیٰؑ کے لیے طوفان سے سات سو سال قبل بنائی ہے"۔ جناب حسنینؑ نے حضرت علیؑ کو اسی میں دفن کر دیا۔ معتبر ترین روایات میں ہے کہ حضرت علیؑ نجف اشرف میں دفن ہیں اور آپ کے سر مبارک کے قریب حضرت آدمؑ اور حضرت نوح کی قبر ہے۔ آج بھی زائر جاتے ہیں اور روضۂ امیر المومنینؑ میں حضرت آدمؑ، حضرت نوحؑ اور حضرت علیؑ کی زیارت پڑھتے ہیں۔ بحمد اللہ راقم الحروف کو بھی ان حضرات کی زیارت کا شرف مئی ۱۹۶۵ء و جون ۱۹۶۶ء میں نصیب ہوا ہے۔

سامؑ بن نوحؑ کا عہد

حضرت نوح علیہ السلام کی وفات کے بعد جناب سام ان کے قائمقام ہونے کی حیثیت سے تبلیغ میں مصروف ہو گئے، نور محمدیؐ انھیں کے صلب میں ودیعت تھا۔ حضرت نوحؑ کی وصیت کے مطابق انھوں نے اس نور کی حفاظت کے لیے زن عفیفہ تلاش کی اور اس سے شادی کر لی، بروایت یعقوبی جب ان کی عمر ایک سو دو سال کی ہوئی تو خدا نے سب سے پہلے انھیں ایک نہایت لائق فرزند عطا کیا انھوں نے اس کا نام "ارفخشد" رکھا۔ اس کے بعد انھیں خدا نے اور آٹھ بیٹے عطا کیے جن کا ذکر اوپر گزر چکا ہے جناب ارفخشد چونکہ تمام بیٹوں میں لائق قابل اور ہوشمند، زیرک اور عقلمند تھے۔ لہذا جناب

سام ؑ نے حکمِ خدا سے اُسے اپنا جانشین بنا دیا۔ ثم حضرت ساماً الوفاۃ فاوصیٰ الی ابنہٖ ارفخشد پھر سام کی جب وفات کا زمانہ قریب ہوا تو انھوں نے ارفخشد کو اپنا جانشین بنا دیا اور اُن کی شادی ایک زنِ عفیفہ سے کردی جس کا نام بروایت علامہ اربلی "مرجانہ" تھا اور انھیں وصیت کردی کہ نورِ محمدیؐ کا پورا احترام کرنا اور اُسے کسی غلط رحم میں ودیعت نہ کرنا۔ اس کے بعد بروایت ابنِ واضح ماہِ ایلول کی ۲ تاریخ کو پنجشنبہ کے دن چھ سو سال کی عمر میں انتقال فرما گئے۔

ارفخشد بن سام ؑ کا عہد

جنابِ سام ؑ کے انتقال کے بعد جناب ارفخشد ؑ فرائضِ منصبی کی ادائیگی میں مصروف و مشغول ہوگئے اور ان لوگوں کو عبادتِ خدا اور اطاعت پروردگار کی طرف متوجہ کرتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ کی عمر بروایتِ یعقوبی ۱۸۵ سال کی ہوگئی، پھر اسی عمر میں خدا نے بطنِ مرجانہ سے ایک لائق فائق فرزند عطا کیا، جس کا انھوں نے "شالخ" نام رکھا۔

جب جنابِ شالخ ؑ بالغ ہوئے تو جناب ارفخشد ؑ نے ان کی شادی ایک زنِ عفیفہ کے ساتھ کردی۔ جس کا نام "کعبہ بنت عویلم بن سام" تھا۔ کشف الغمہ میں ہے کہ یہ شادی اس وقت ہوئی تھی جبکہ شالخ ؑ کی عمر تیس سال کی ہوچکی تھی۔ مورخین کا بیان ہے کہ جب جناب ارفخشد کی عمر کا بڑا حصہ گزر گیا اور وفات کا عہد قریب ہوا تو انھوں نے اپنے اہل و عیال کو جمع کرکے عبادتِ خدا کی وصیت و ہدایت کی اور ان سے کہا کہ گناہوں سے بچتے رہنا۔ کیونکہ یہی خدا کی مرضی ہے اور اسکی رضا کے بغیر اُخروی نجات ناممکن ہے۔

وقال شالخ ابنہ اقبل وصیتی وقم فی اھلک بعدی عاملاً بطاعۃ اللہ اس کے بعد انھوں نے اپنے بیٹے شالخ سے کہا کہ میری وصیت پہ کان دھرو۔ اب تم میرے بعد حاکم ہو۔ طاعت خدا پر عمل کرتے ہوئے ان سب کو سنبھالنا تمھارا فریضہ ہے۔ اس کے بعد جناب شالخ ؑ بروایت مورخ ابن واضح ۴۶۵ سال کی عمر میں ماہِ نیسان کی ۲۲ تاریخ کو اتوار کے دن انتقال فرماگئے۔ ایک روایت میں ہے کہ جناب ارفخشد ؑ وہ پہلے شخص تھے جنھوں نے طوفانِ نوح ؑ کے بعد علمِ افلاک کی از سرِ نو تدوین کی اور اس کا اختراع کیا۔ ناسخ التواریخ میں ہے کہ ارفخشد ؑ کی کنیت "ابوالانبیاء" تھی۔ کیونکہ تمام انبیاء مرسلین کا سلسلہ انھیں تک منتہی ہوتا ہے۔

شالخ بن ارفخشد کا عہد

جنابِ ارفخشد ؑ کی وفات کے بعد جناب شالخ ؑ نے رشد و ہدایت کا سلسلہ شروع کیا۔ وہ انھیں اطاعتِ خدا کی طرف راغب کرتے اور معاصی سے بچنے کی ہدایت فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کی عمر جب بروایتِ یعقوبی ایک سو تیس ۱۳۰ سال کی ہوئی تو خدا نے "کعبہ بنت عویلم ابن سام" کے بطن سے ایک فرزند عطا کیا، جس کا نام انھوں نے عابر رکھا جو بعد میں "ہود ؑ" کے نام سے موسوم ہوکر نبی خدا کی حیثیت سے مشہور ہوئے۔ مورخ ابن واضح کا بیان ہے کہ جب جنابِ شالخ ؑ کی وفات کا زمانہ قریب ہوا۔ فاوصی الی ابنہ عابر بن شالخ الخ تو انھوں نے اپنے بیٹے عابر کو اپنا جانشین بنا کر انھیں ہدایت کی کہ قابیل کی اولاد سے بچتے رہنا اور ان کے اعمال و افعال کے قریب نہ جانا۔ اس کے بعد وہ ماہ اذار کی ۱۳ تاریخ کو دوشنبہ کے دن ۴۳۰ سال کی عمر میں انتقال فرما گئے۔

باب ۱۰

حضرت ہُود علیہ السّلام

حضرت ہُود علیہ السّلام کا اصل نام عبرانی زبان میں "عابر" تھا۔ یہ دیگر انبیار کی طرح صاحب وقار و سکینہ تھے۔ شیخ عباس قمی نے شکل و شباہت میں حضرت آدمؑ کے مشابہہ اور اخلاق و عادات میں حضرت نوحؑ کے مشابہہ بتایا ہے (سفینتہ البحار جلد ۲ صہ ۷۲۶) ان کا سلسلہ نسب صرف چند واسطوں سے حضرت نوحؑ تک پہنچتا ہے۔ یہ شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوحؑ کے بیٹے تھے۔ بعض مورخین نے انکے سلسلہ نسب میں اختلاف کیا ہے۔ وُہ کہتے ہیں کہ حضرت ہُودؑ عبداللہ بن ریاح بن جلوث بن عاد بن عوص بن ارم بن سامؑ بن نوحؑ کے بیٹے تھے لیکن میرے نزدیک پہلا قول صحیح ہے۔

آپ کی وجہ تسمیہ

آپ کا نام عابر اس لیے قرار پایا ہے کہ آپ سریانی کے بجائے عبرانی میں کلام کیا کرتے تھے اور ہود جو عربی ہے یہ ماخوذ ہے ہدایت سے، چونکہ ان کے ذریعہ سے ان کی قوم میں سے بہت سے افراد نے ہدایت پائی تھی اس لیے انھیں ہود کہا گیا (قصص طہرانی صہ ۹) مورخ خاوند شاہ ہروی نے روضتہ الصفا میں صرف یہ بتایا ہے کہ عابر، عبرانی ہے اور ہود عربی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کا لقب "نبی اللہ" تھا۔ بعض حضرات نے عابر نام بتایا ہے اور ہُود کو لقب قرار دیا ہے۔ میرے نزدیک مورخ ہروی کا بیان دُرست ہے۔

حضرت ہُودؑ کا حُلیہ

مورخین کا بیان ہے کہ آپ نہایت خوبصورت تھے، آپ کے چہرے پر بڑی ملاحت تھی اور آپ کے جسم پر بڑے بڑے بال تھے، آپ دوہرے جسم کے مالک تھے، تنومند اور قد آور تھے (روضتہ الصفا جلد ۲ صہ ۲۷) مورخ ہروی نے یہ بھی لکھا ہے کہ آپ اکثر تجارت کرتے تھے اور یہی گزر بسر کا ذریعہ تھا۔ نیز آپ شریعت حضرت نوحؑ پر عمل پیرا تھے۔ علامہ اربلی نے آپ کا پیشہ گلہ بانی لکھا ہے۔

حضرت ہُودؑ کے متعلق حضرت نوحؑ کی پیشین گوئی

علامہ مجلسیؒ بحوالہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام

تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت نوحؑ کا جب انتقال ہونے لگا تو انھوں نے اپنے شیعوں اور اپنے ماننے والوں کو بلا کر فرمایا کہ میرے بعد عرصہ دراز تک غیبت رہیگی اور کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا۔ اس دوران غیبت دفترت میں دشمنانِ دین سربلند ہو جائیں گے اور بادشاہ جابر فروغ حاصل کرلیں گے۔ جس سے مومنوں کو بڑی زحمت اور تکلیف ہوگی۔ اس کے بعد حق تعالیٰ آن شدت را از شما دفع خواہد کرد بقائم از فرزندان من کہ نام او ہود است"۔ خداوند عالم اس شدت ذتکلیف کو ہمارے ایک فرزند ہودؑ کے ذریعہ سے دور کرے گا۔ جو قائم دصابر ہوگا وہ سکینہ ووقار کا مالک ہوگا۔ میرے اخلاق سے متعلق ہوگا اور میرے مشابہ ہوگا، جب وہ مبعوث ہوکر ظاہر ہو جائے گا۔ خدا دشمنوں کو اس کی وجہ سے ہلاک کر ڈالے گا اور انھیں تباہی سے دوچار کر دے گا"۔ یہ فرما کر حضرت نوحؑ دنیا سے رخصت ہو گئے اور مومنین حضرت ہودؑ کا انتظار کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ایک نہایت طویل مدت کے بعد وہ ظاہر ہوکر مبعوث ہوئے۔ چنانچہ خدا نے ان کی بددعا سے بذریعہ "باد عقیم" دشمنانِ اسلام کو ہلاک کر دیا۔ پھر غیبت ہوئی اور ایک مدت کے بعد حضرت صالحؑ کا ظہور ہوا (حیات القلوب جلد ۱ ص۴۷) مورخ ہروی لکھتے ہیں کہ حضرت نوحؑ کے بعد سے ایک ہزار دو سو سال تک حضرت ہودؑ اور حضرت صالحؑ کے علاوہ تا بہ عہد ابراہیم علیہ السلام کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا۔ (روضۃ الصفا جلد ۱ ص۲۴ طبع نولکشور لکھنؤ)

قبائل عاد اور بعثت حضرت ہودؑ

مورخین کا بیان ہے کہ حضرت ہودؑ جب چالیس سال کے ہوئے تو انھیں قوم عاد پر مبعوث کیا گیا، اور انھیں بذریعہ وحی ہدایت کی گئی کہ وہ قوم عاد کو راہِ راست پر لائیں اور انھیں بت پرستی سے منع کریں۔ ساتھ ہی ساتھ یہ بھی فرمایا گیا کہ اگر وہ تمھاری دعوت قبول کریں گے تو ان کے ساتھ پوری رعایت کی جائے گی۔ مورخ ہروی بحوالہ محمد بن اسحاق لکھتے ہیں کہ عاد ملک عرب میں ایک قوم تھی جو بہت بلند قامت کی مالک تھی۔ قوت و طاقت میں اپنا جواب نہ رکھتی تھی۔ بڑی سخت اور زبردست تھی۔ اس کے عام افراد کے قد سو گز لمبے اور کم از کم ساٹھ گز ہوتے تھے۔ ان کی قوت کا یہ عالم تھا کہ جب کسی سے ناراض ہوتے تھے تو اسے اٹھا کر زمین پر پھینک دیتے تھے اور وہ تباہ ہو جاتا تھا۔ معارج النبوۃ میں ہے کہ یہ قوم دنیا میں عظیم ترتھی اور اس کا مقام حضرموت سے عمان تک تھا۔ یہ اتنی قوت و طاقت رکھتے تھے کہ جس بڑے پتھر پر پاؤں مار دیتے تھے زانوں تک دھنس جاتے تھے، ان کا یہ طریقہ تھا کہ پہاڑوں سے اپنے قد کے مطابق پتھر نکال کر بڑے بڑے مکانات بناتے تھے۔ ان لوگوں کی تعداد بروایت طبری پچاس ہزار سے زیادہ تھی۔

یہ لوگ عاد بن عاص بن آدم بن سام بن نوحؑ کی اولاد سے تھے اور سب کے سب بت پرست

تھے۔ ان کے بتوں میں صمد اور صمود کو بڑا مقام حاصل تھا، یہ لوگ جب ارتکاب فواحش و معاصی میں حد سے گزر گئے تو خداوند عالم نے حضرت ہودؑ کو مبعوث فرمایا۔

حضرت ہودؑ پچاس سال تک تبلیغ کرتے رہے۔ لیکن تھوڑے افراد کے علاوہ جس میں مرشد بن عقیر اور لقمان بن مقیم کو نمایاں مقام حاصل تھا کوئی ایمان نہ لایا۔

حضرت ہودؑ پر ایمان لانے والوں کا تقیہ

مورخین کا بیان ہے کہ حضرت ہودؑ پر ایمان لانے والے "جہت دفع اضرار کفار ایمان خویش پنہاں می داشتند" کافروں کی نقصان رسانی کے خوف سے اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھے۔ انھیں یہ یقین تھا کہ اگر ہم اپنا ایمان ظاہر کر دیں گے تو یہ لوگ ہمیں ضرور ستائیں گے (روضۃ الصفا جلد ۱ ص ۲۵ و عجائب القصص ص ۴۳) مورخ طبری نے مرثد کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے "کان مسلماً یکتم اسلامہ" وہ مسلمان تھا، لیکن وہ اپنے اسلام کو چھپائے ہوئے تھا (تاریخ طبری جلد ۱ ص ۱۱۱ طبع مصر) اس سے معلوم ہوا کہ تقیہ ہمیشہ سے ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے اس کا ذکر کیا ہے اور امام بخاری نے فرمایا ہے کہ "التقیۃ الی یوم القیامۃ" تقیہ قیامت تک رہے گا۔

حضرت ہودؑ کی تبلیغی جدوجہد

الغرض حضرت ہودؑ اپنی بعثت کے بعد سے برابر تبلیغی جدوجہد کرتے رہے اور قوم عاد کو جو مقام احقاف میں رہتی تھی جس کا محلِ وقوع دریائے عمان سے حد و دِ یمن و حضر موت تک پھیلا ہوا تھا۔ مسلسل تبلیغ کرتے رہے اور اس امر کی سعی کرتے رہے کہ یہ لوگ کسی طرح بُت پرستی ستارہ پرستی وغیرہ چھوڑ دیں۔ مگر وہ کسی طرح اس پر تیار نہ ہوئے۔ جب یہ عاجز آ گئے تو انھوں نے ان سے کہا کہ اگر تم ہماری بات نہ مانو گے۔ تو ہم مجبوراً تمھارے لیے اس طرح بد دعا کریں گے جس طرح حضرت نوحؑ نے کی تھی۔ اس کے جواب میں انھوں نے کہا کہ عہد نوحؑ کے لوگ کمزور تھے وہ ان پر کامیاب ہو گئے۔ ہم تو بڑی طاقت کے مالک ہیں۔ ہمارا کوئی کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔

مورخ ابن واضح کا بیان ہے کہ حضرت ہودؑ، خداوند عالم کی اطاعت کی دعوت دے رہے تھے۔ اور انھیں ہدایت کرتے تھے کہ کنعان بن حام کی اولاد سے اختلاط نہ کریں۔ اس لیے کہ یہ لوگ بانی دین سے پھرے ہوئے ہیں اور ہر قسم کے معاصی کا ارتکاب کرتے ہیں۔ (تاریخ یعقوبی ص ۱۲)

علامہ مجلسیؒ بحوالہ قطب راوندی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ہودؑ برابر تبلیغ کر رہے تھے کہ اسی دوران میں ایک مقام پر بہت بڑا مجمع دیکھا چنانچہ وہ اس مجمع میں چلے گئے اور ان سے کہا کہ بت پرستی چھوڑ دو، اور خدائے واحد و یکتا پر ایمان لاؤ، ان لوگوں نے حضرت ہودؑ کی ایک نہ سُنی۔

اِس پر حضرتِ ہُودؑ نے عذابِ خدا کا حوالہ دیا۔ یہ سُننا تھا کہ لوگ ان پر پل پڑے اور اِن کو زد و کُوب کیا اور ان کا گلا اس طرح دبا دیا کہ یہ بیہوش ہو گئے، اور ایک شبانہ روز بیہوش پڑے رہے۔ وہ لوگ تو چلے گئے لیکن حضرت جبرئیلؑ آئے اور انھوں نے ان کو ہوش میں لا کر انھیں تسلّی دی اور کہا کہ خدا کا حکم ہے کہ تم پھر ان کے اجتماع سے خطاب کرو۔ اب کی مرتبہ وُہ تم پر قدرت حاصل نہ کرسکیں گے۔ چنانچہ اُنھوں نے موقع پا کر پھر ان کے مجمع سے خطاب کیا۔ اب کی مرتبہ وہ لوگ مثلِ سابق کامیاب تو نہ ہوئے، لیکن اُنھوں نے پہلے اپنا رُعب جمانے کی کوشش کی اور دوڑ کر انھیں ستانا چاہا۔ اس پر حضرت ہودؑ نے ایک نعرہ لگایا اور سب مرعوب ہو گئے۔ اس کے بعد خُدا نے حضرت ہُودؑ کی بیچارگی اور قومِ عاد کے تمرد اور سرکشی کی وجہ سے ان لوگوں کے اطراف میں ریت کا بہت بڑا ٹیلہ جمع کر دیا۔ اس ٹیلے نے حضرت ہُودؑ کو آواز دی کہ عنقریب اِس قوم پر عذاب ہو کر برسوں گا۔ ان لوگوں نے جب یہ آواز سُنی تو اس ٹیلے کو ختم کرنے کی سعی شروع کردی وہ جس سُرعت سے ٹیلہ کو کم کرتے تھے، اُسی سرعت کے ساتھ وہ ٹیلہ پھر بن جاتا تھا جس کی وجہ سے قومِ عاد گھبرا گئی۔ لیکن اس کے باوجود ایمان لانے پر تیار نہ ہُوئی۔ بالآخر حضرت ہُودؑ نے فرمایا کہ اب تم نہیں مانتے، عنقریب نزُولِ عذاب ہوگا۔ یہ سُننا تھا کہ وہاں کے جملہ جانور حضرت ہُودؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض پرداز ہوئے کہ کیا ان گنہگاروں کی وجہ سے آپ ہم کو بھی ہلاک کر دیں گے۔ حضرتِ ہُودؑ نے انھیں تسلّی دی اور کہا کہ ہمارا خُدا گنہگاروں کے ساتھ بے گناہوں کو تباہ نہیں کرے گا۔ (حیات القلوب جلد ۱ صہ ۷۴)

حضرتِ ہُود کی بد دُعا اور عذاب کا آغاز

حضرتِ ہُود علیہ السّلام جب سخت عاجز ہو گئے اور اُن کے ایمان لانے سے بالکل مایوس ہو گئے، تو بارگاہِ ایزدی میں بددُعا کے لیے ہاتھ اُٹھا کر عرض پرواز ہوئے کہ مالک ان پر قحط کا عذاب نازل فرما، چنانچہ آپ کی دُعا فوراً قبول ہُوئی اور آپکی درخواست فی الفور منظور ہُوئی۔ اب کیا تھا، بارش بند ہوگئی قحط سالی نے فروغ حاصل کیا، تمام باغات۔ زراعات خشک ہوگئے، جُملہ تالاب، نہر دریا سُوکھ گئے اور ان کی حالت سخت دگرگوں ہوگئی۔ یہی حالت بروایتے سات سال اور بروایتے تین سال رہی۔ اس کے دوران میں حضرتِ ہودؑ نے فرمایا کہ اگر تم اب بھی ایمان لاؤ تو میں تم کو اس مصیبت سے نجات دلا دوں۔ مگر ان لوگوں نے آپ کی بات نہ مانی۔ (روضۃ الصفا جلد ۱ صہ ۲۵)

ایک معجزہ

مورّخ ہروی کا بیان ہے کہ جب ان کی حالت بہت زیادہ خراب ہوگئی تو

انھوں نے حضرت ہودؑ سے کہا کہ ہمارے نزدیک جو یہ ایک پہاڑ سخت پتھر کا ہے اگر آپ دعا کر کے اسے ایسا بنا دیں کہ یہ سرسبز و شاداب ہو جائے اور اس سے ہمارے چوپائے شکم سیر ہو سکیں تو ہم ایمان لائیں اور یہ بات آپ کی رسالت کی دلیل ہو گی۔ حضرت ہودؑ نے دعا کی اور یہ وہ سنگِ خارا کا پہاڑ نہایت ہی سرسبز و شاداب ہو گیا، لیکن اس کے باوجود وہ ایمان نہ لائے (روضۃ الصفا جلد ۱ صفحہ ۲۷)

حضرت ہودؑ کی بیوی کی کرشمہ سازی

علّامہ مجلسی بحوالہ علی بن ابراہیم قمی رقمطراز ہیں کہ جس وقت حضرت ہودؑ کی بد دعا سے قحط نے زور پکڑ لیا کسی ملک کے ایک گروہ نے حضرت ہودؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کی خواہش کی۔ چنانچہ وہ گروہ انتہائی پریشانی کی حالت میں حضرت ہودؑ کے مکان پر آیا اور دقُ الباب کیا، دروازہ کھٹکھٹانے پر ایک سفید سر اور یک چشم عورت برآمد ہوئی، اس گروہ نے اس سے پوچھا کہ حضرت ہودؑ کہاں ہیں؟ اس نے کہا کہ انھیں کیوں تلاش کر رہے ہو۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہم قحط زدہ ہیں۔ ہم اس لیے آئے ہیں کہ حضرت ہودؑ سے درخواست کریں کہ وہ دعا کریں اور خشک سالی دور ہو جائے، اُس عورت نے جواباً کہا، کہ ہودؑ میں اگر یہ صلاحیت ہوتی تو وہ خود اپنی زراعت کو خشک ہونے سے کیوں نہ بچا لیتے، ان لوگوں نے کہا کہ خیر اس بات کو جانے دو، ہمیں یہ بتاؤ کہ وہ کہاں ہیں؟ اس نے کہا کہ فلاں مقام پر ہیں اور اپنے کھیتوں کی نگرانی کر رہے ہیں وہ لوگ اس جگہ پہنچے اور ان سے دعا کی درخواست کی حضرت ہودؑ نے نماز پڑھ کر دعا کی اور کہا کہ جاؤ تمھاری مصیبت ٹل گئی، وہ رخصت ہو کر جانے سے پہلے عرض پرداز ہوئے کہ اے حضرت، ہم لوگ جب آپ کے مکان پر پہنچے تھے تو ایک بوڑھی عورت نے آپ کے خلاف اس طرح کی بات کی تھی، آخر وہ کون ہے؟ حضرت ہودؑ نے فرمایا کہ وہ میری بیوی ہے، ان لوگوں نے تعجب کیساتھ پوچھا کہ اے حضرت یہ برائی کیوں کر رہی تھی، حضرت ہودؑ نے فرمایا ماخلق اللّٰہ مومناً الاولہ عدو یوذیہ دھی عدوتی" کہ خدا نے جتنے مومن پیدا کیے ہیں۔ ان سب کے لیے ایک نہ ایک دشمن ضرور ہے جو اُسے اذیت دیتا ہے۔ میری بیوی میری دشمن ہے جو میرے لیے باعث اذیت ہے میں اس کے طول عمر کی دعا کرتا ہوں۔ یہ سن کر انھوں نے پھر پوچھا کہ جبکہ وہ آپکی دشمن ہے تو آپ اس کے طول عمر کی دعا کیوں فرماتے ہیں۔ انھوں نے فرمایا کہ میرے لیے یہ بہتر ہے کہ میرا دشمن میرے قبضہ میں ہو۔ (حیات القلوب جلد ۱ صفحہ ۵۷ و سفینۃ البحار جلد ۲ صفحہ ۷۲۶)

دعائے باراں کیلئے قومِ عاد کے نمائندے مکہ میں

الغرض قحط نے شدت اختیار کر لی اور ایسی حالت ہو گئی

کہ کسی ایک کے بھی بچنے کا امکان نہ رہا، تو اُن لوگوں نے اپنی روایات سابقہ کے مطابق مکہ جا کر دُعا کا پروگرام مُرتّب کیا۔ مکہ میں اس وقت کعبہ محترمہ اگرچہ ظاہر اور نمایاں نہ تھا۔ لیکن اس مقام پر ایک مُرخ ٹیلہ موجود تھا اور وہی لوگوں کا مُشکل کُشا سمجھا جاتا تھا۔ قطع نظر اس سے کہ وہ لوگ کیا عقیدہ رکھتے ہیں۔ کس مسلک پر گامزن ہیں۔ خدا کو مانتے ہیں یا بُت پرستی کرتے ہیں اور خدا بھی ان کی سُن لیتا تھا۔ بنا بریں ان لوگوں نے معززین کا ایک وفد مرتّب کیا۔ جو بروایت طبری لقمان بن نقیم مرشد بن سعد، قیل بن عمرو پر مشتمل تھا اور بروایت روضۃ الصفا و کشف الغمہ و عجائب القصص قیل بن عمر لقمان بن عاد۔ نعیم بن ہلال، مُرشد بن عفیر، سعد بن جلیقہ ابن الخیبری اور ستر افراد پر مشتمل تھا اور فیصلہ کیا کہ یہ لوگ وہاں جا کر معاذ بن بکر، شریف مکّہ و رئیس قوم کے ہاں قیام کریں اور عذاب کے ٹلنے کی دُعائیں مانگیں، وہاں اس زمانہ میں عملاق یا عُملیق بن لادو بن سام کی اولاد آباد تھی۔ جنھیں عمالقہ کہا جاتا تھا۔ معاذ بن بکر اسی قوم کا سردار تھا اور یہ سب بھی قوم عاد ہی سے تعلق رکھتے تھے۔

یہ لوگ جب اپنی منزل سے جو بروایت طبری مکّہ سے تین دن کی راہ پر تھی روانہ ہو کر مکہ معظمہ پہنچے اور معاذ بن بکر رئیس مکّہ نے ان کی آؤ بھگت کی تو یہ بہت خوش ہوئے، شریف مکّہ نے ان کی خاطر داری کے لیئے اپنی روایات کے مطابق بڑا اہتمام کیا۔ بہترین کھانے اور تعیش کے تمام اسباب کے ساتھ ان کی خدمت کے لیے بہترین لڑکیاں اور ان کی خوش طبعی کے لیے بہترین گانے والیاں مقرر کر دیں۔

انھیں جب بہترین چیزیں نصیب ہو گئیں تو یہ لوگ اپنے مقصد کو فراموش کر بیٹھے اور شب و روز عیش و عشرت میں گزارتے رہے۔ یہاں تک کہ بروایت روضۃ الصفا ایک ماہ بروایت طبری تین ماہ گزر گئے۔ ان کی موجودہ حالت سے رئیس مکّہ بہت زیادہ متاثر ہوا۔ لیکن وہ اصول مہمان نوازی کے مطابق کچھ بول نہ سکا۔ اسے اس امر کا دکھ تھا کہ قحط میں مبتلا لوگ اپنی جانیں گنوا رہے ہیں۔ اور ان کی اُمید میں بیٹھے ہوئے ہیں کہ یہ لوگ دُعا کریں گے اور ہماری بلا ٹلے گی لیکن یہاں کچھ اور ہی رنگ ہے نہ کوئی ان لوگوں کو یاد کرتا ہے۔ نہ دُعا کے لیے حرم مقدّس کی طرف جاتا ہے۔

بالآخر اس نے کچھ اشعار کہے جو قوم عاد کی حالیہ افتاد سے متعلق تھے اور جن میں طلب باراں کے لیے نمائندوں کو بھیجنے کا ذکر تھا اور ان اشعار کو گانے والیوں کے حوالے کر دیا۔ گانے والیوں نے جب حسب معمول ان کے سامنے گانا شروع کیا تو اس سلسلہ میں شریف مکّہ کے اشعار بھی پڑھ دیئے ان اشعار کو سنتے ہی سب کے کان کھڑے ہو گئے اور سب ہوش میں آ گئے۔ آپس میں کہنے لگے کہ ہم کس لیے آئے ہیں اور یہاں کیا کر رہے ہیں۔ آخر کار ندامت نے اُن کی گردنیں جھکا دیں۔

اور یہ لوگ دعا اور قربانی کی طرف متوجہ ہوئے، جب یہ مقام کعبہ کی طرف چلے تو بروایت روضۃ الصفا مرشد بن سعد جو نقیہ میں تھا اور بروایت طبری مرثد اور لقمان جو "پنہاں خدائے را پرستش می کردند" چھپے ہوئے مسلمان تھے "قیل بن عمرو" سے کہنے لگے کہ سنو، جبتک تم خدا کے رسُول کو نہ مانو گے تمھاری دُعا قبول نہ ہوگی، چاہے تم دُعا میں زمین اور آسمان کے قلابے ہی کیوں نہ ملا دو، پھر اس سے متعلق کچھ اشعار بھی پڑھے جس سے قوم عاد کے نمائندوں کے سردار قیل بن عمر نے یہ سمجھا کہ یہ مسلمان ہیں، بنابریں اس نے ان کو اپنی جماعت سے علیحدہ کردیا اور خود مقام کعبہ پر جا پہنچا۔ وہاں پہنچ کر اس نے اپنے گروہ سمیت خدا کو مخاطب کرکے بارانِ رحمت کی دُعا کی اور قحط سے نجات کی درخواست کی۔

مرثد اور لقمان جو درپردہ مسلمان تھے۔ انھوں نے بھی بارگاہِ خداوندی میں عرض کی، میرے مالک ہم مسلمان ہیں اور ہماری قوم کافر ہے اور قیل بن عمر وغیرہ انھیں کے نمائندے ہیں حضرت ہودؑ کی سعی بلیغ کے باوجود یہ ایمان نہیں لائے، پالنے والے تو ان کی ایک نہ سُن یہ آواز آئی کہ تم لوگوں کی دُعا قبول ہوگئی اور ایسا ہی ہوگا۔

عذاب کی نمود

اس کے بعد اُفقِ آسمانی پر گھٹا نمودار ہوئی اور ابر کے تین ٹکڑے بساطِ آسمانی پر پھیل گئے۔ جن میں ایک سفید، دوسرا سرخ اور تیسرا سیاہ تھا۔ پھر آسمان سے ایک آواز آئی "اے قیل ان تین ابر کے ٹکڑوں میں سے ایک کو اختیار کر" قیل نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ ابر سیاہ میں پانی ہوتا ہے، سیاہ بادل کو ترجیح دی اور اسی کو اختیار کیا اس کے اختیار کرتے ہی آوازِ غیبی آئی کہ اے قیل تو نے ایسے ابر کو اختیار کیا اور چنا ہے کہ جو خاکستر سے پُر ہے اور جس میں ہلاک کرنے والی ریت کے سوا کچھ نہیں ہے، اب قوم عاد تباہ و برباد ہوجائے گی اور ایک بھی باقی نہ بچے گا۔

اس کے بعد "مرسل الریاح" نے اس ٹکڑہ ابر سیاہ کو قوم عاد کی ہلاکت کے لیے بجانب "احقاف" روانہ کردیا، ہوا کے دوش پر اڑتا ہوا ابر سیاہ جب مکّہ سے چل کر قوم عاد کے حدود کی فضا میں پہنچا، سب خوش و مسرور ہوگئے اور ایک دوسرے کو مبارکباد دینے لگے۔ انھیں یقین تھا کہ ہمارے فرستادہ نمائندوں کی دُعائیں قبول ہوگئیں اور ابرِ سیاہ بھیج دیا گیا ہے۔ اب ہماری مشکل ٹل جائے گی اور ہماری دُشواری ختم ہوجائے گی۔

یہ خوشیاں منا ہی رہے تھے کہ ایک عورت "مہدود" نامی کی نگاہ ابر کی گہرائیوں میں گئی، وہ چلّائی اور چلّا کر بیہوش ہوگئی جب اُسے ہوش آیا تو اُس نے بتایا کہ یہ ابر جسے تم رحمت کی نشانی سمجھ رہے ہو۔ یہ عذاب کا پیغام ہے، اس نے کہا کہ میں نے ایسی سخت مہیب صورتیں دیکھی ہیں،

جو دل کو دہلا دینے والی ہیں، اے قوم والو، میں قسم کھا کر کہتی ہوں کہ یہ ابرِ عذاب ہے اسے وہ لوگ کھینچ کر لا رہے ہیں جن کی شکلیں سخت ڈراونی ہیں، اور مجھے اس ابر میں آتش درخشندہ کے علاوہ کچھ نظر نہیں آتا۔ یہ سُن کر تمام لوگ تھر تھرا اُٹھے اور ان کی کشت اُمید پر یاس کی بارش ہوگئی۔ اور ان کی تمناؤں پر اوس پڑ گئی۔

حضرت ہودؑ نے جب ابرِ سیاہ پر نظر ڈالی تو سمجھ گئے کہ عذاب الیم کا مقدمۂ عظیم آگیا ہے اُنھوں نے اپنے ماننے والوں کو جن کی تعداد بروایت روضۃ الصفا، چار ہزار تھی کو لے کر ایک طرف روانہ ہوگئے اور اُنھوں نے اُن کے بچاؤ کے لیے اپنی انگلی سے زمین پر ایک دائرہ کھینچ دیا۔ اور ان لوگوں سے کہہ دیا کہ کوئی اس دائرہ سے باہر اپنے جسم کا کوئی حصّہ بھی نہ نکالے۔

حضرت ہودؑ کی حفاظتی تدبیر کی تکمیل کے فوراً بعد بادِ صرصر جسے بادِ عقیم بھی کہتے ہیں چل پڑی جو ابرِ سیاہ[۱] میں سُوئی کے ناکے یا حلقۂ انگشتری کے برابر سُوراخ سے نکلی تھی۔ اس ہوا میں اتنی شدّت تھی کہ اس سے کسی کے بچنے کا سوال نہ تھا، یہ ہوا اس طرح چلی کہ اُس نے تمام مکانات، تمام باغات، تمام مویشی اور تمام انسانوں کو زمین سے اُٹھا کر بلندی سے اس طرح پھینکا کہ سب معدوم ہوگئے، یہ ہوا آٹھ دن اور سات رات مسلسل چلتی رہی۔

علاّمہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ بادِ صرصر کے آنے سے پہلے خدا نے ان پر چیونٹیوں کا عذاب نازل کیا تھا، وہ چیونٹیاں اُن کے گوشت و پوست کو کھاتی تھیں اور ان کے کانوں اور آنکھوں میں گھستی تھیں اور یہ بچا نہ سکتے تھے۔ (حیات القلوب)

ایّامِ عجوز کی وجہ تسمیہ

ان ایّام کو بروایتے "ایّامِ عجوز" بھی کہتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب یہ ہوائے شدید چل رہی تھی۔ ایک بوڑھی عورت ایک غار میں چھُپ گئی تھی۔ لیکن عذاب کے آخری دن ہوا اُسے اس غار سے برآمد کرکے بلندی پر لے گئی تھی اور وہاں سے زمین پر پھینک کر ہلاک کر دیا تھا۔

(روضۃ الصفا جلد ا صـ ۲۶)

ایک رئیس قوم اور اس کا انجام

مورّخین کا بیان ہے کہ قوم عاد عذاب آجانے کے بعد سے کسی طور بچ نہ سکی غاروں میں بھی پناہ لی۔ دیواروں کا بھی سہارا لیا۔ اپنے پیروں کو زمین میں گاڑا۔ غرضیکہ کسی صورت سے اپنے کو بچا نہ سکی بالآخر تمام کے تمام افراد ہلاک ہوگئے۔

---

[۱] بعض روایات میں ہے کہ یہ ہوا زمین سے برآمد ہوئی تھی اور سرد تھی ۱۲

اسی قومِ عاد کے نمایاں لوگوں میں ایک رئیس بھی تھا جس کا نام بروایت مجلسی و ثعلبی خلجان تھا اس نے ایک نہایت زبردست غار زمین کی گہرائی میں تیار کیا تھا وہ اسی میں چھپا بیٹھا اپنی قوم کی تباہی کا مرثیہ پڑھ رہا تھا۔ نزولِ عذاب کے پانچویں دن جب حضرت ہودؑ کو اس کی پوشیدگی کا حال معلوم ہوا تو وہ اس کے پاس تشریف لے گئے اور اس سے کہا کہ تم نے اپنی قوم کی تباہی اپنی آنکھوں سے دیکھ لی ہے تمھارے لیے اب بھی موقع ہے کہ تم خدا پر ایمان لاؤ اور اپنی جان بچالو، اس نے حضرت ہودؑ کی دعوت کو پھر ٹھکرا دیا، ایک روایت میں ہے کہ اس غار میں اس کے ہمراہ اور بھی کئی آدمی تھے اور حضرت ہودؑ نے سب کو دعوتِ وحدانیت دی تھی۔ مگر کسی نے ان کی نہ سُنی۔ بالآخر عذاب کے چھٹے دن صبح کے وقت "بادِ صرصر" اس غار میں داخل ہوگئی اور اس نے ان لوگوں کو وہاں سے باہر نکال کر زمین سے بلند کیا اور کافی بلندی سے انھیں پھینک کر ان کے جسم کے ذرات کو منتشر کر ڈالا، یہ سب ختم ہوگئے۔ لیکن خلجان کو خدا نے باقی رکھا۔ اس واقعہ کے دوسرے دن حضرت ہودؑ پھر اس کے پاس تشریف لے گئے اور اس سے ایمان لانے کو کہا۔ مگر اس نے ان کی بات نہ مانی۔ آخر کار عذاب کے ساتویں دن خلجان بھی ہلاک ہوگیا۔ (عجائب القصص صـ۷۵ و حیات القلوب جلد ۱ صـ۷۷ طبع ایران)

حضرت ابن عباس کا بیان ہے کہ ایامِ عذاب میں حضرت ہودؑ تمام مسلمانوں کو لے کر ایک قریبی جزیرہ میں چلے گئے تھے۔ جہاں ان لوگوں کو ہوائے عذاب مانند نسیمِ سحری محسوس و معلوم ہوتی تھی۔ (عجائب القصص صـ۷۵)

مکہ معظمہ میں مقیم نمائندگان قومِ عاد کا انجام

مورخین کا بیان ہے کہ قومِ عاد کی تباہی کی اطلاع ان لوگوں کو نہ ہوئی تھی جو مکہ معظمہ میں نمائندگی کے لیے گئے ہوئے تھے، وہ مثلِ سابق مقامِ دعا میں قیام پذیر تھے ہی کہ ایک شتر سوار ان کے وطن سے آتا ہوا دکھائی دیا، ان لوگوں نے اُس سے قومِ عاد کے حالات دریافت کیے تو اُس نے ساری داستانِ غم بیان کردی۔ یہ لوگ سخت حیران و پریشان ہوئے اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کرنے لگے کہ ہوا سو ہوا۔ اب ہم کو تو حیاتِ ابدی دے دے، ندائے غیبی آئی کہ اس دنیا میں حیاتِ ابدی کسی کو نہیں مل سکتی۔ البتہ تمھاری خواہش کے مطابق تمھاری عمریں طویل کی جاسکتی ہیں اور آخر میں مرنا ہی ہوگا، یہ سُن کر اُن لوگوں نے دُعا کی کہ ہمیں بھی ہماری قوم سے ملحق کر دے۔ چنانچہ ہوا کا ایک جھونکا آیا اور اُس نے انھیں بھی ہلاک کر ڈالا۔ (روضۃ الصفا، کشف الغمہ، عجائب القصص، طبری) ایک روایت میں ہے کہ وہ پہلے بندر بنا دیئے گئے۔ اس کے بعد ہلاک کر ڈالے گئے۔

قومِ عاد پر نزولِ عذاب کا مہینہ اور دن

قرآن مجید میں ہے "انا ارسلنا علیہم ریحاً صرصراً فی یوم نحس مستمر" ہم نے قومِ عاد پر بادِ صرصر کو ایسے دن بھیجا جو ہمیشہ کے لیے نحس ہے، احادیث میں ہے کہ یوم نحس مستمر، چہار شنبہ کا دن ہے (حیات القلوب جلد ا ص۷۷) علامہ عبدالواحد حنفی لکھتے ہیں کہ قومِ عاد پر نزولِ عذاب ماہ شوال کے آخر ہفتہ میں ہوا تھا۔ یہ عذاب چہار شنبہ کی صبح سے شروع ہو کر دوسرے چہار شنبہ کی شام تک جاری رہا تھا (عجائب القصص ص۷۵)

حضرت ہودؑ، تباہی قومِ عاد کے بعد

مورخین کا بیان ہے کہ حضرت ہودؑ قومِ عاد کی مکمل تباہی و بربادی کے بعد بروایتے حضرموت میں مقیم ہو گئے لیکن اکثر روایات کی بنا پر وہ اپنے ایمان داروں سمیت مکہ معظمہ چلے گئے اور وہیں تا آخر حیات مقیم رہے۔

مورخ طبری کا بیان ہے کہ قومِ عاد کی ہلاکت کے بعد یعرب بن قحطان بن شالخؑ بن ارفخشدؑ بن سامؑ بن نوحؑ جو کہ یمن میں مقیم تھے، وہ اپنے مادری بھائیوں جرہم، نعمان، ملس، عاصم، طامی، غاصب، حمیر، صیاع اور حصین کو لے کر ان کی جگہ پر چلے گئے اور اس مقام کو از سر نو آباد کیا۔ (تاریخ طبری جلد ا ص۵۲) اور مورخ یعقوبی کا بیان ہے کہ قوم کی تباہی کے بعد اس جگہ ثمود بن جاثر بن ثمود بن ارم بن سامؑ بن نوحؑ کی اولاد آباد ہوئی۔ جن کی ہدایت کے لیے بعد میں حضرت صالحؑ مبعوث کیے گئے (تاریخ یعقوبی جلد ا ص۱۵) مورخ طبری کا بیان ہے کہ قومِ عاد کو عادِ اولیٰ اور قومِ ثمود کو عادِ ثانیہ کہتے ہیں، اولیٰ کی ہدایت کے لیے ہودؑ اور ثانیہ کی ہدایت کے لیے صالحؑ آئے، عاد و ثمود چچا زاد بھائی تھے۔ (تاریخ طبری جلد ا ص۴۷)

حضرت ہودؑ کی اولاد اور انکی جانشینی

علامہ اربلی کا بیان ہے کہ حضرت ہودؑ کے دو بیٹے پیدا ہوئے تھے۔ ایک کا نام فالغ اور دوسرے کا قحطان تھا۔ بروایت یعقوبی یہ بیٹے اس وقت پیدا ہوئے تھے جب حضرت ہودؑ کی عمر ۴۷۲ سال کی تھی۔ جناب فالغ چونکہ قحطان سے بہت زیادہ فائق تھے اور ان کی پیشانی میں نورِ کوکب نبوت درخشندہ تھا اس لیے حضرت ہودؑ نے ان کو اپنا جانشین بنا دیا۔ تاریخ یعقوبی کے ص۲۱ میں ہے کہ "فاوصیٰ الی ابنہ فالغ" حضرت ہودؑ نے فالغ کو اپنا جانشین مقرر کر دیا۔ بروایت علامہ مجلسی و علامہ بہائی اس جانشینی کا تقرر ۱۸ ذی الحجہ کو عمل میں آیا تھا۔

جناب فالغ حضرت ہودؑ کے جانشین ہونے کی حیثیت سے تبلیغ میں مصروف ہوئے، ان کے

زمانہ میں ارض بابل بڑی نمایاں حیثیت حاصل کر چکی تھی۔ جملہ اولادِ نوحؑ کا وہاں اجتماع تھا اور بے شمار افراد وہاں مقیم تھے، اسی زمانہ میں مالش بن ارم بن سامؑ بن نوحؑ بابل میں قیام پذیر تھا اور وہیں "نمرود جبار" پیدا ہوا تھا۔ یہ وہ شخص ہے جس نے نہروں کو جاری کرنے اور اشجار لگانے اور مکانات بنانے میں بڑی ترقی کی تھی۔ اسی کے زمانے میں وہ عمارت بنائی گئی تھی جو آسمان سے باتیں کرتی تھی جسے خدا نے منہدم کر کے انھیں ۷۲ فرقوں میں تقسیم کر دیا تھا اور ان کی ۷۲ زبانیں بنا دی تھیں۔

فالغؑ کی عمر جب تیس سال کی ہوئی تو انھوں نے عروہ بنت حلقونی بن عویلم بن سامؑ سے نکاح کر لیا جن سے ارغوؑ نامی فرزند پیدا ہوا، یہ ایسا فرزند تھا جس کی پیشانی سے نورِ محمدیؐ کی روشنی ظاہر تھی، فالغؑ کی عمر جب دو سو تیس سال کی ہوئی تو وہ فوت ہو گئے، اپنی وفات سے پہلے اُنھوں نے اپنے فرزند ارغوؑ کو اپنا جانشین بنا دیا۔ ابن واضح کا بیان ہے "حضرت فالغ الوفاۃ فاوصیٰ الیٰ ابنہ ارغو"۔ جب فالغؑ کی وفات کا زمانہ آیا تو انھوں نے اپنا جانشین ارغوؑ کو بنا دیا اور بتاریخ ۱۲۔ ایلول یوم جمعہ دو سو اتالیس سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔ ان کے انتقال کے بعد، ارغوؑ دعوت تبلیغ میں مشغول و مصروف ہوئے، انھیں کے زمانے میں نمرود جبار نے "صرح" کی بنیاد ڈالی اور ۷۶ سال حکومت کرتا رہا۔

پھر جب ارغوؑ کی عمر ۳۲ سال کی ہوئی تو انھوں نے سکتن بنت سلمیٰ بن حولیا سے نکاح کر لیا اور ان کے بطن سے "ساروغ یا شارخ" پیدا ہوئے۔ شارخؑ کے علاوہ ارغوؑ کے چار بیٹے دوسری عورتوں سے پیدا ہوئے جن کے نام یہ تھے۔ بہران۔ طاہم۔ نعمان۔ طولان۔ پھر جب ارغوؑ کی عمر ۳۰۹ سال کی ہوئی تو انھوں نے اپنے بیٹے شارخؑ کو اپنا جانشین بنا دیا۔ جانشینی کے وقت بروایت یعقوبی شارخؑ کی عمر ۷۴ سال کی تھی یعقوبی کی اصل عبارت یہ ہے "حضرت ارغوؑ الوفاۃ فاوصیٰ ابنہ ساروغ"۔ جب ارغوؑ کی وفات کا زمانہ آیا تو انھوں نے اپنے بیٹے ساروغؑ کو اپنا جانشین بنا دیا اور بتاریخ ۴۔ ایلول یوم چہارشنبہ ۲ سو سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔

ارغوؑ کی وفات کے بعد شارخؑ تبلیغ اسلام کرتے رہے۔ ان کے زمانہ میں بت پرستی فروغ پا گئی تھی، کچھ لوگ بتوں کو پوجتے تھے۔ کچھ سورج کو کچھ چاند کو، کچھ پرندوں کو کچھ پتھروں کو، کچھ درختوں کو کچھ پانی کو، کچھ ہوا کو، اور رواج پڑ گیا کہ جو شخص ان میں سے مرتا تھا اس کے نام پر بت بنا لیے جاتے تھے جن کے سہارے سے شیطان کو گمراہ کرنے کا اچھا خاصا موقع ملتا تھا۔

جب شارخؑ کی عمر ۳۰ سال کی ہوئی تو انھوں نے تملکہ بنت مراخیل بن عویلم بن سامؑ بن نوحؑ سے نکاح کر لیا جن کے بطن سے ناحورؑ پیدا ہوئے ابن واضح کا بیان ہے کہ ناحورؑ کی ولادت اس

وقت ہوئی تھی جب شارخ کی عمر ۱۳۰ سال کی ہوگئی تھی پھر جب ان کی عمر ۲۳۰ سال کی ہوئی، تو انھوں نے "ناحور" کو اپنا جانشین بنا دیا۔ ولما حضرت ساروغ الوفاۃ اوصیٰ ابنہ ناحور" جب ساروغ کی وفات کا زمانہ آیا تو انھوں نے اپنے بیٹے ناحور کو اپنا جانشین بنا دیا۔ اور بتاریخ ۳ ماہ آب یوم یک شنبہ انتقال کر گئے ابن واضح کا بیان ہے کہ عہد شارخ میں ہی فراعنہ مصر نے فروغ حاصل کیا تھا اور درہم و دینار کے سکّے جاری ہوئے تھے۔

ناحورؑ اپنے باپ کی وفات کے بعد تبلیغ اسلام کرتے رہے۔ یہاں تک کہ جب ان کی عمر ۲۹ سال کی ہوئی تو انھوں نے ایک عورت سے نکاح کیا جس کا نام اونی تھا جس سے تارخ۔ آذر۔ ہامان تین بیٹے پیدا ہوئے۔ پھر ناحور ۱۴۸ سال کی عمر میں انتقال کر گئے اور تارخ نے ۷۰ سال کی عمر میں "تونا بنت نمرود" سے نکاح کیا۔ جس سے خلیل اللہ حضرت ابراہیمؑ پیدا ہوئے۔

منصور اور معتصم کی چاہ کنی اور امام موسیٰ کاظمؑ و علی نقیؑ کی رہنمائی

علاّمہ مجلسی علیہ الرحمۃ حضرت ہودؑ اور قوم عاد کے سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب اس واقعہ تباہی عاد کو ہزاروں سال گزر گئے اور وہ زمانہ آیا۔ جس میں عباسی خلافت کا دور چل رہا تھا۔ اور اسی دور میں منصور عباسی کا زمانہ آیا تو اس نے علی بن یقطین کے ذریعہ سے اپنے قصر کے نزدیک ایک کنواں کھدوانے کو کہا۔ کنواں منصور کے تا حیات کھدتا رہا۔ لیکن پانی نہ نکلا۔ پھر عہد مہدی عباسی بن موسیٰ برادر علی بن یقطین کے ذریعہ سے کھدائی ہوتی رہی۔ بالآخر پتھر نکلا جس کو توڑنے کے بعد شدید قسم کی سرد ہوا برآمد ہوئی جس سے لوگ گھبرا گئے۔ مہدی کو خبر دی گئی وہ بھی حیران ہوا۔ آخر کار حضرت موسیٰ کاظم علیہ السّلام کو مدینہ سے بلایا گیا اور آپ نے فرمایا کہ یہ قوم عاد کے عذاب کی جگہ ہے اور اس میں جو کچھ بھی نمایاں ہو رہا ہے اس عہد کا بقیہ ہے۔ پھر جب معتصم عباسی کا زمانہ آیا تو اس نے بھی بمقام بطانیہ کنواں کھدوانا شروع کیا۔ جب تین سو قامت انسانی کے برابر کھدائی ہو چکی اور پانی نہ نکلا تو اس نے کھدائی بند کرادی۔ پھر متوکل نے اس کی کھدائی جاری کرائی اور یہاں تک جاری رکھی کہ ایک پتھر برآمد ہوا۔ جب اُسے توڑوایا گیا تو اس سے ایک ایسی سرد ہوا برآمد ہوئی کہ نزدیک کے تمام لوگ ہلاک ہو گئے متوکل حیران ہوا، علماء سے مشورہ کیا وہ بھی لاجواب رہے۔ آخر کار حضرت امام علی نقی علیہ السّلام کو مدینہ سے بلایا گیا اور انھوں نے ارشاد فرمایا کہ یہ مقام احقاف ہے۔ اسی جگہ قوم عاد پر عذاب نازل ہوا تھا۔ اس کے بعد آپ نے اس عذاب کی تمام تفصیل بیان فرمائی اور متوکل کو تسلّی ہو گئی۔ (حیات القلوب جلد ۱ ص ۷۶-۷۵ طبع ایران)

باب ۱۱

باغِ اِرم یا جنّتِ شدّاد

مورّخین کا بیان ہے کہ حضرت ہُود علیہ السّلام زندگی کے ایّام گزار ہی رہے تھے کہ قومِ عاد میں کے خود عاد کے دو بیٹے، شدید و شدّاد سطحِ ارض پر بمقام ملکِ شام شاہانہ شان و شوکت کے ساتھ اُبھرے اور اُن میں سے شدّاد نے تو ایسی بلندی حاصل کی کہ جو دعویٰ خُدائی پر جاکر منتہی ہُوئی۔ تفسیر یعقوب چرخی میں ہے کہ اُس نے اپنے جاہ و جلال کے پیشِ نظر دعویٰ خُدائی کیا تھا۔ (عجائبُ القصص صـ۲۷۷ حاشیہ قرآن مجید مترجمہ مولانا فرمان علی صـ۹۴۶) کتاب سراج القلوب مؤلفہ علّامہ ابو نصر غزنوی کے صـ۹۱ میں ہے کہ رسُولِ کریمؐ نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ "او شدّاد بن عاد بود کہ دعویٰ خدائی کرد"! شدّاد نے دعویٰ خدائی کیا تھا۔

مولانا ہروی و مورّخِ طبری رقمطراز ہیں کہ شدید و شدّاد دو حقیقی بھائی تھے۔ ان کا باپ عاد بن عملاق تھا اور خواہر زادہ ضحاک بادشاہ تھا۔ یہ بڑی سلطنت کے مالک تھے۔ ان کا پایۂ تخت ملک شام تھا، ان کی حکومت ربع مسکون کے غالب اقطاع پر پھیلی ہوئی تھی۔ ان کے زیرِ نگیں بساطِ ارضی پر دو سَو ساٹھ بادشاہ تھے۔ شدّاد سے پہلے اس کا بڑا بھائی شدید حکومت کرتا تھا اور اپنے عہد کا عادل بادشاہ تھا۔

حضرت ہُودؑ شدید کے دربار میں

حضرت ہُودؑ، شدید کے پاس تشریف لے گئے اور اس سے کہا کہ مجھے خداوندِ عالم کا فرمان ملا ہے کہ میں تجھ سے ایمان لانے کو کہوں، اس لیے میں آیا ہُوں۔ یہ دُنیا چند روزہ ہے یہ شان و شوکت عارضی ہے، موت سے کسی کو نجات نہیں۔ عالمِ آخرت کی زندگی جاودانی ہے، تجھے چاہیئے کہ خداوند واحد و یکتا پر ایمان لا، اور اپنی آخرت بنالے، اس نے ایمان لانا قبول نہ کیا اور وہ عالمِ کفر ہی میں سات سال حکومت کرنے کے بعد فوت ہوگیا۔ شدید کے مرنے کے بعد اس کا بھائی شدّاد تمام سلطنت کا واحد بادشاہ قرار پایا۔ مجمع البحرین میں ہے کہ شدّاد ساری دُنیا کا بادشاہ بن گیا تھا عجائب القصص میں ہے کہ شدّاد نے مغرب و مشرق پر ظلم و جور، قہر و غضب

کے ذریعہ سے قبضہ کر لیا تھا، ایک روایت میں ہے کہ وہ کیمیا گر تھا اور سارے عالمِ ارضی پر چھایا ہوا تھا۔

حضرت ہودؑ شدّاد کے دربار میں

حضرت ہودؑ کو فرمانِ خداوندی پہنچا کہ تم جا کر شدّاد کو راہِ راست پر لانے کی سعی کرو،

حضرت ہودؑ فرمانِ ایزدی پاتے ہی دربارِ شدّاد میں پہنچے اور اس سے فرمایا کہ "خداوندِ عالم نے تقریباً ایک ہزار سال کی تجھے عمر دی اور ایک ہزار خزانے دیئے۔ تو نے ایک ہزار خوبصورت لڑکیوں کے ساتھ نکاح کیا اور ایک ہزار لشکروں کو شکست دے کر یہ فروغ حاصل کیا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ اگر خداوندِ عالم کی طرف سے تجھ پر اہمال کی نظر نہ ہوتی تو تو کسی صورت سے اتنی سرفرازی اور بلندی حاصل نہ کر سکتا اور نہ یہ نعمتیں تجھے مل سکتیں، اب تیرے لیے سزاوار ہے کہ خدائے برتر کے سامنے سرِ نیاز جھکا دے اور اس کی ربوبیت کو مان کر اس کا مطیع و فرمانبردار بن جا، اور سن خدا نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر تو ایمان لے آیا تو قیامت کے دن تجھ سے حساب و کتاب نہ کیا جائے گا۔ اور تجھے جنّت میں بھیج دیا جائے گا۔ اس نے کہا کہ مجھے تمھاری جنّت کا حال معلوم ہے۔ میں خود اس دُنیا میں اس قسم کی جنّت بناؤں گا، طبری اور روضۃ الصفا میں ہے کہ حضرتِ ہودؑ نے جب شدّاد کو ایمان لانے کے لیے کہا تو اس نے پوچھا کہ اگر میں اپنی جبروت کے ساتھ تمھارے خدا پر ایمان لاؤں تو تمھارا خدا مجھے کیا دے گا۔ حضرت ہودؑ نے فرمایا کہ تجھے یہاں جو کچھ دیا ہے اس میں اور اضافہ کرے گا اور تیرے مرنے کے بعد تجھے جنّت میں داخل کر دے گا، اُس نے دریافت کیا کہ جنّت کیا چیز ہے؟ حضرت ہودؑ نے جنّت کی ثنا و صفت کی اور اس کی تفصیل بیان فرمائی۔ شدّاد بولا کہ یہ تو کوئی خاص چیز نہیں ہے کہ جس کے لیے میں اپنے جادہ سے ہٹ کر تمھارے مسلک پر آؤں۔ اے ہودؑ، میں نے اس وقت عزم بالجزم کر لیا ہے کہ اسی زمین پر باغِ ارم لگاؤں گا اور تعمیرِ جنّت کا گل کھلاؤں گا۔ حضرتِ ہودؑ پیغامِ خداوندی پہنچانے کے بعد واپس تشریف لے آئے اور شدّاد تعمیرِ جنّت کی طرف متوجہ ہو گیا۔

جنّت کی تعمیر

اُس نے سب سے پہلے اسباب فراہم کرنا شروع کیا اور اس کے لیے ضحاک بادشاہ جس کی حکومت بروایت طبری رے، طبرستان، گرگان خراسان سے ہندوستان تک پھیلی ہوئی تھی، نیز ان تمام بادشاہوں کو جو اس کے زیرِ اثر اور ماتحت تھے۔ جن کی تعداد ۲۶۰ یا بروایتے چار سو تھی، لکھ بھیجا اور انھیں حکم دیا کہ جس قدر سونا چاندی، جواہرات، مروارید، زبرجد، مرجان، یاقوت، ہیرے نیز مشک عنبر کافور غرضیکہ جو

چیز بھی تعمیر جنت کے لیے درکار تھی سب کے فراہم کرنے اور اسے دار السلطنت "شام" میں بھیجنے کا حکم دیا چنانچہ دُنیا کے تمام خزانے، تمام دفینے اور تمام جواہرات اور ہر قسم کی خوشبو اور ان کے درخت سب شام میں جمع کر دیئے گئے۔

اسباب فراہم ہو ہی رہے تھے کہ اس نے اپنے ارکانِ دولت سے کہا کہ میرے ہمراہ چلو تاکہ دُنیا کے ہر گوشے میں چکّر لگا کر دیکھیں کہ جنّت کے لیے مناسب کون سا مقام ہے، چنانچہ یہ جب اپنے قریبی ہی علاقہ یعنی "عدن" میں پہنچا تو وہیں فیصلہ کر لیا کہ جنّت کی تعمیر اسی جگہ مناسب ہے۔ طبری میں ہے کہ تعیین مقام کے لیے اس نے ۱۸ ایسے افراد کو جو اس کے لیے موزوں اور مناسب تھے اطرافِ عالم میں روانہ کر دیا، وہ لوگ تمام دُنیا کا چکّر لگا کر جب عدن میں پہنچے تو اُنھوں نے تمام مقامات پر یہاں کی سرزمین کو ترجیح دی۔ عجائب القصص میں ہے کہ مقام جنّت کی تعیین کے لیے سَو افراد متعیّن کیے گئے تھے۔

اسباب کے فراہم ہونے اور مقام کی تعیین کے بعد شدّاد نے تین ہزار ایسے ماہرین فن کو مہیا کیا۔ جن کے ہر فرد کے تحت سَو مزدور متعیّن کیے گئے، پھر نہایت وسیع و عریض چہار دیواری بنائی گئی جو بلندی میں سربفلک تھی، اس دیوار میں ایک اینٹ سونے کی اور ایک چاندی کی لگائی گئی۔ پھر اس کے اندر ایک عجیب و غریب قسم کے باغ کی تعمیر و تشکیل کی گئی، جو سونے سے بنایا گیا تھا اور تمام جواہرات اس میں ٹکے ہوئے تھے اور وہ اس طرح ٹانکے گئے تھے کہ ان کا نکالنا دشوار تھا، اس کے کھمبے بلور کے بنائے گئے اور نہریں جاری کی گئیں جن میں سنگریزوں کے بجائے جواہرات رُل رہے تھے۔ پھر چار دیواری کے اوپر ہزار قصر تیار کیے گئے جن کے ستون زبرجد سبز اور یاقوت کے بنائے گئے، قصروں میں جواہرات کے غرفے بنائے گئے اور بارہ ہزار کنگرے لگائے گئے، پھر باغات یعنی درخت لگائے گئے جن کے تنے سونے اور چاندی کے تھے اور شاخیں یاقوتِ سُرخ کی، پتّے زمرد اور زبرجد سبز کے لگائے گئے اور شگوفے چاندی اور دیگر مناسب جواہرات کے بنائے گئے۔ پھر ان درختوں میں میوہ دار درخت جمائے گئے جن سے مختلف قسم کے میوے پیدا ہونے لگے، اس میں جو نہریں جاری کی گئیں وہ پانی، دُودھ، شہد اور شراب کی تھیں، پھر اس بہشت ارضی میں چار میدان بنائے گئے جن میں بہترین قسم کے درخت میوہ دار لگائے گئے اور ہر میدان میں ایک ایک لاکھ کرسیاں سونے اور جواہرات سے مرتّب کی ہوئی بچھائی گئیں اور ہزاروں قسم کے کھانے کا انتظام کیا گیا، اور حور و غلمان کی جگہ اطرافِ عالم سے جمع کی ہوئی حسین ترین لڑکیاں اور حسین ترین لڑکے فراہم کیے گئے، روضۃ الصفا میں ہے کہ اس باغ میں سونے کے درخت تھے جن میں مُشک و عنبر سمویا

گیا تھا جب ہوا چلتی تھی تو خوشبو پھیل جاتی تھی اور اس قصر میں مٹی کے بجائے زعفران اور عنبر مٹی کا کام دیتے تھے۔ طبری میں ہے کہ جب سورج نکلتا تھا تو لوگوں کی آنکھیں خیرہ کرنے لگتی تھیں۔
عجائب القصص میں ہے کہ اس جنت کی بلندی تین سو گز تھی اور اس کی تیاری میں تین سو سال لگے تھے، طبری اور روضۃ الصفا میں پانچسو سال مرقوم ہے۔ مجمع البحرین میں تین سو سال تیاری کے اور نو سو سال شداد کی عمر کے لکھے ہوئے ہیں۔ کتاب کمال الدین میں ہے کہ اس جنت کے تمام قصور زبرجد کے کھمبوں پر بنائے گئے تھے قصص الانبیاء جزائری میں ہے کہ جنت جب تین سو سال میں تیار ہوئی اور اس کی اطلاع شداد کو دی گئی اور تفصیل بتائی گئی تو اس نے کہا کہ جاؤ اور اس کے گرد ایک قلعہ بناؤ اور اس کے گرد ایک ہزار عمارتیں تیار کرو اور ان پر علم (جھنڈا) نصب کرو اور ان محلوں میں ہمارے ایک ہزار وزیروں کو رکھنے کا بندوبست کرو۔ وہ لوگ واپس آئے اور آکر دس سال میں اس کی تکمیل کی۔

شداد کی وفات

تواریخ میں ہے کہ جب جنت شداد بالکل مکمل ہوگئی تو شداد کو اطلاع دی گئی، شداد حضر موت میں رہتا تھا۔ وہ اپنے ارکان دولت اور دو سو وزیر اور تیس ہزار افراد کو لے کر اپنی تعمیر کی ہوئی جنت کو دیکھنے کے لیے چلا۔ ایک روایت کی بناء پر جب ایک شبانہ روز کی راہ رہ گئی تو راستے ہی میں فوت ہوگیا اور دوسری روایت کی بناء پر وہ جنت کے دروازہ پر فوت ہوا ہے۔
علامہ عبدالواحد حنفی رقمطراز ہیں کہ شداد اپنے پورے جاہ و حشم کے ساتھ اپنی تیار کرائی ہوئی جنت کی بیرونی چار دیواری میں داخل ہوا۔ اس کے ہمراہ جو لوگ تھے۔ ان میں سے دو سو خصوصی افراد اس کے ہمراہ ان چار میدانوں تک گئے جو پہلی چار دیواری کے اندر تھے، شداد ان کو وہاں چھوڑ کر ایک شخص کو ہمراہ لیے ہوئے جنت میں داخلہ کے لیے آگے بڑھا۔

چوں بآستانہ اش رسید شخصے را	جب ڈیوڑھی کے قریب پہنچا تو دیکھا
استادہ دید پرسید کہ تو کیستی گفت ملک الموت	کہ ایک شخص کھڑا ہے، پوچھا کہ تو کون ہے ؟
گفت بچہ کار آمدی گفت تا قبض روح	اس نے کہا میں "ملک الموت" ہوں کہا تو یہاں
تو کنم گفت مرا مہلت دہ کہ از اسپ	کس لیے آیا ہے؟ اس نے کہا تیری روح قبض
فرود آیم گفت حکم نیست پس یکپائے	کرنے۔ شداد نے کہا مجھے اتنی مہلت دے دے
برکاب داشت و یک پائے بر آستاں کہ	کہ میں اپنے گھوڑے سے نیچے اتر آؤں۔ اس
روح وے قبض کرد الخ	نے کہا، خدا کا حکم نہیں ہے۔ غرضیکہ اس کا ایک
(عجائب القصص ص۲۲ طبع لکھنؤ)	پاؤں رکاب میں تھا اور ایک ڈیوڑھی پر کہ

ملک الموت نے روح قبض کرلی۔

اس کے بعد جبرئیلؑ نے ایک مہیب آواز بلند کی جس کی وجہ سے اس کے تمام ہمراہی فوت ہو گئے اور بہشتِ شداد زمین میں غائب ہو گئی۔ مولانا فرمان علی حاشیۂ قرآن مجید کے صـ ۹۴۶ پر لکھتے ہیں کہ اس جنتِ شداد کو باغِ ارم اس لیے کہتے ہیں کہ شداد نے اس کا نام اپنے دادا ارم بن سام بن نوحؑ کے نام پر رکھا تھا۔ کتاب اکمال الدین میں ہے کہ یہ جنت خدا سے سرکشی کے طور پر بنائی گئی تھی۔

ملک الموت کے ترحم کا افسانہ

مورخ ہروی رقمطراز ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عزرائیل (ملک الموت) سے پوچھا گیا کہ تم نے بے شمار افراد کی روح قبض کی ہے۔ یہ بتاؤ کہ کبھی تمہیں کسی پر رحم بھی آیا ہے یا نہیں؟ ملک الموت نے جواب دیا کہ صرف دو مواقع ایسے گزرے ہیں جن میں میرا دل پسیجا ہے اور مجھے رحم آیا ہے پہلا موقع وہ تھا جب ایک کشتی میں ایک بچہ پیدا ہوا تھا اور کشتی شکستہ ہو گئی تھی اور بحکم خدا سے میں نے اس بچے کی ماں کی روح قبض کی تھی۔ پھر وہ بچہ ایک تختہ پر لیٹا ہوا سمندر میں بہہ رہا تھا۔ دوسرا واقعہ اسی شداد کا ہے کہ اس نے سینکڑوں سال میں جنت تیار کی اور وہ اسے دیکھ نہ سکا چوں عزرائیل ایں سخن گفت ندائے الٰہی در رسید کہ اے عزرائیل بعزت وجلال من کہ آں کودک بیچارہ را کہ بر تختہ پارہ دیدی شداد بود الخ عزرائیل کا یہ کہنا تھا کہ صدائے باری آئی کہ اے عزرائیل میں اپنے عزت وجلال کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ طفل بیچارہ جس پہ تجھے رحم آیا تھا۔ وہ یہی شداد تھا۔ جسے میں نے اتنی بلندی دی جو دنیا میں کسی کو نصیب نہ ہوئی۔ بایں ہمہ وہ ایمان نہ لایا، اور عذابِ الٰہی کا مستحق بن گیا اور اب جہنم میں جائے گا (روضۃ الصفا جلد ۱ صـ ۲۹ طبع لکھنؤ) ایک روایت میں ہے کہ شداد کا انتقال حضرت داؤدؑ کے عہد میں ہوا ہے۔

جنتِ شداد کی غیبت

جملہ مورخین کا اتفاق ہے کہ شداد کے مرنے کے بعد اس کی تعمیر کردہ جنت غائب ہو گئی۔ علامہ ابو نصر بن محمد القطان الغزنوی لکھتے ہیں کہ "چوں آخر الزماں شود خدائے تعالیٰ در زمان امام محمد مہدی صلوٰۃ اللہ علیہ آں شہرستان را آشکار اخواہد کرد" جب دنیا کا عہدِ آخر آئے گا، تو خداوندِ عالم اس باغِ ارم کو حضرت امام محمد مہدی علیہ السلام کے لیے ظاہر فرمائے گا۔ (سراج القلوب صـ ۹۷ باب ۴۲ طبع ایران)

مورخ ہروی لکھتے ہیں کہ در تواریخ مذکور است کہ بعد از مرگ شداد عمارتے بداں رفعت وعظمت از چشمِ مردم نہاں گشت ودیگر ہیچکس آں را نہ دید مگر عبد اللہ ابن قلابہ کہ در زمان حکومت معاویہ بد آنجا رسید الخ تاریخوں میں ہے کہ شداد کے مرنے کے بعد یہ عظیم الشان تعمیر لوگوں کی نظروں سے غائب ہو گئی اور پھر اسے کوئی دیکھ نہ سکا۔ البتہ عہدِ معاویہ میں عبد اللہ ابن قلابہ نے دیکھا ہے

اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ عبداللہ کے دو اونٹ گم ہو گئے تھے وہ انہیں تلاش کرتا ہوا ایک جنگل کو گیا تو اسے زمین کے اندر دنی حصہ میں یہ عظیم الشان عمارت نظر آئی وہ تلوار نیام سے نکال کر داخل عمارت ہو گیا اور اس کی شان و شوکت کو دیکھ کر حیران ہوا۔ پھر اس نے کوشش کی کہ عمارت سے کوئی موتی وغیرہ نکال لے مگر نہ نکال سکا بالآخر کچھ جواہرات جو زمین پر رُل رہے تھے۔ ان میں سے اُٹھا کر لے آیا اور معاویہ سے صورت حال بیان کیا۔ معاویہ نے کعب الاحبار کو بلا کر اس کی تصدیق کرائی۔ کعب الاحبار نے کہا کہ میں نے کتب سابقہ میں پڑھا ہے کہ اُمتِ محمدیہ میں سے بس ایک شخص اسے دیکھے گا۔ جو عہد معاویہ میں ہوگا، پھر اس کے بعد کوئی اُسے قیامت تک نہ دیکھ سکے گا۔ (روضۃ الصفا جلد ۱ ص ۲۸)

مورخ طبری کا بیان ہے کہ اس واقعہ کو اس شخص نے دمشق پہنچ کر معاویہ سے بیان کیا، معاویہ سخت متعجب ہوا اور اس نے کعب الاحبار سے اس کی تصدیق یا تکذیب کی خواہش کی۔ کعب الاحبار نے کہا کہ یہ درست ہے۔ میں نے پڑھا ہے کہ تیری حکومت میں ایک شخص سُرخ بالوں اور سُرخ چہرے والا جس کی آنکھیں بلّی کی طرح ہوں گی اسے دیکھے گا، پھر عبداللہ ابن قلابہ کو کعب کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے کہا کہ ہاں اسی میں علامتیں موجود ہیں اس کے بعد معاویہ نے بہت سے لوگوں کو اس کے ہمراہ اس صحرا میں بھیجا مگر وہاں کچھ نظر نہ آیا۔ پھر معاویہ نے حضرت علیؑ کے نام خط لکھ کر بھیجا اور ان سے دریافت کیا کہ یہ شخص عبداللہ بن قلابہ اپنے دعویٰ میں سچا ہے یا نہیں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ یہ شخص درست کہتا ہے۔ (تاریخ طبری جلد ۱ ص ۵۴)

تفسیر مواہب علیہ و تفسیر مدارک التنزیل میں ہے کہ عبداللہ ابن قلابہ نے جو کچھ دیکھا تھا۔ وہ صحرائے عدن میں دیکھا تھا یہی کچھ کتاب عجائب القصص میں بھی ہے۔ ہمارے علماء میں صاحب اکمال الدین نے ابو وائل کے حوالہ سے اس واقعہ کو تحریر کیا ہے اور خاتم المحدثین حضرت علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ نے بھی حیات القلوب کی جلد ۱ ص ۷۹ میں کسی معصوم کے حوالہ کے بغیر اسے نقل فرمایا ہے۔

واقعہ عبداللہ بن قلابہ پر میرا تبصرہ

میرے نزدیک مذکورہ واقعہ افسانہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا (۱) اس واقعہ میں جن لوگوں کا ذکر آتا ہے۔ ان میں بعض وہ ہیں جن کی مکاری مسلم ہے بعض وہ ہیں جو نومسلم ہیں بعض وہ ہیں جن کی شخصیت غیر مشہور اور غیر متعارف ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسے لوگوں پر یقین کامل نہیں کیا جا سکتا (۲) جہاں تک میری نگاہ پہنچی ہے ہمارے علماء نے ان کی صحت کے لیے کوئی سند حضرات معصومینؑ سے فراہم ہونے کا کوئی حوالہ نہیں دیا اور صرف نقل پر اکتفا فرمایا ہے (۳) معاویہ

کا حضرت علیؑ سے تصدیق کرانا بالکل غیر یقینی ہے، کیونکہ وہ اس عہد میں حضرت علیؑ کا سب سے بڑا دشمن تھا۔ یقین نہیں ہوتا کہ اُس نے تصدیق کے لیے ان کی خدمت میں آدمی بھیجا ہو یا خط لکھا ہو۔ کیونکہ کسی بھی واقعہ کے متعلق اس قسم کی میری نظر میں کوئی مثال نہیں ہے (۴) جس چیز کو حضرت رسُول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علیؑ جیسی شخصیتیں نہ دیکھ سکیں عبداللہ ابن قلابہ کے دیکھنے کا کیونکر امکان تسلیم کیا جا سکتا ہے (۵) ایک ایسی چیز جسے قدرت نے قیامت تک کے لیے پوشیدہ کر دیا ہو۔ اُسے دیکھنے کے لیے عبداللہ ابن قلابہ میں کوئی ایسی خصوصیت نظر نہیں آتی کہ اسے مستثنیٰ قرار دیا جائے (۶) کعب الاحبار جسے اس سلسلہ میں مصدق کی حیثیت دی گئی ہے اور بعض کتابوں میں اسے راوی بتایا گیا ہے۔ وُہ ایک نومسلم تھا اور اس کی کوئی وقعت ہماری نگاہ میں نہیں ہے، یہ وُہی شخص ہے جو معاویہ پرست تھا اور جسے حضرت ابُوذر غفاری نے ایک غلط مسئلہ بیان کرنے پر ڈنڈے سے مارا تھا۔ (الغفاری مطبوعہ لاہور)

میں کہتا ہُوں کہ یہ واقعہ معاویہ کو خوش کرنے کے لیے تیار کیا گیا تھا اور اِس سے اُس پر یہ واضح کرنا مقصود تھا کہ تیسری سلطنت کا ذکر کتب آسمانی میں یا کتب سابقہ میں ہے۔ میرے نزدیک اِس واقعہ کی حیثیت افسانہ ابن سبا۔ افسانہ الف لیلیٰ۔ افسانہ وزرہ وشماس افسانہ سندباد اور داستان امیر حمزہ سے زیادہ نہیں ہے۔ (سفینۃ البحار) البتہ ہو سکتا ہے کہ یہ واقعہ باغ ارم کے علاوہ اس ہیکل سے متعلق ہو جو حدود دمشق میں جیرون بن اسعد العاری نے بنوایا تھا جس کی طرف مورخ مسعودی نے اشارہ کیا ہے۔ بشرطیکہ حضرات معصومین علیہم السّلام کے ارشادات سے اس کی تائید دستیاب ہو جائے

مورّخ ذاکر حسین دہلوی نے اپنی تاریخ اسلام کی جلد ا کے ص۴۳۱ میں صحرائے عدان میں باغ ارم کے ایسے کھنڈرات کا حوالہ دیا ہے جو نظر نہیں آتے۔ میرے نزدیک یہ بھی درست نہیں ہے وُہ حکمِ خُدا سے بالکل غائب ہو گئی ہے اور قیامت میں بصورتِ اصل حضرت امام مہدی علیہ السّلام کے لیے ظاہر ہو گی جیسا کہ اُوپر تحریر کیا گیا۔

حضرت ہُودؑ کی وفات اور قبر

الغرض حضرت ہُودؑ جب بروایت ابن واضح اپنے فرزند "فالغ" کو اپنا جانشین بنا چکے اور بروایت روضۃ الصفا ان کی عمر ۴۶۴ سال کی پُوری ہو گئی تو وہ داعی اجل کو لبیک کہہ کر راہی ملک بقا ہو گئے۔ تاریخ طبری میں ہے کہ حضرت ہُودؑ نے شداد کے مرنے سے چار سو سال قبل انتقال فرمایا تھا۔ تاریخ یعقوبی میں آپ کی عمر ۴۳۴ سال اور آپ کی وفات پنجشنبہ کے دن ۲۳ ماہ تسترین اوّل مرقوم ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپکی عمر ۷۸۰ سال کی تھی۔

حضرت ہودؑ کے مقامِ قبر کے متعلق مورخین و محدثین میں سخت اختلاف ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ حضر موت میں دفن ہوئے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ حضر موت کے ایک سرخ ٹیلے میں دفن ہیں۔ بعض روایات میں ہے کہ وہ حضر موت کے ایک پہاڑ کے غار میں دفن کیے گئے ہیں۔ وہاں اب بھی ایک عالیشان گنبد بنا ہوا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضر موت کے ایک ایسے مقام پر جو محفوظ ہے۔ حضرت ہودؑ کی میت پڑی ہوئی ہے اور بالکل تازہ ہے اور اس کے سرہانے ایک سونے کی تختی موجود ہے جس پر ایک ایسی عبارت مرقوم ہے جس سے اُن کی غرض بعثت اور وفات کا پتہ چلتا ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ حضرت ہودؑ عذاب قومِ عاد کے بعد مکّہ معظمہ چلے آئے تھے اور وہیں ان کا انتقال ہوا اور وہیں آپ دفن کیے گئے اور یہی میرے نزدیک درست ہے۔

امام ابواسحاق احمد بن محمد ابراہیم الثعلبی المتوفی ۴۲۷ھ ایک روایت کے حوالہ سے لکھتے ہیں "کان النبی من الانبیاء اذا ھلک قومہ نجا ھو والصالحون معہ یاتی مکۃ ھو ومن معہ یعبدون اللہ حتی یموتوا۔" جب کسی نبی کی اُمت ہلاک ہو جایا کرتی تھی اور وہ اپنی ایمان دار جمعیت کے ساتھ زندہ رہتے تھے، تو وہ مکّہ آکر آخری عمر گزارتے تھے۔ پھر لکھتے ہیں کہ رکن و مقام اور زمزم کے درمیان ۹۹۔ انبیاء کی قبریں ہیں جن میں ہودؑ، صالحؑ، شعیبؑ اور اسماعیلؑ شامل ہیں۔ (عرائس ثعلبی ص۳۹) وہب بن منبہ کا بیان ہے کہ آپ کا انتقال اُس وقت ہوا۔ جب آپ عالمِ حج میں تھے۔ روضۃ الصفا میں ہے کہ حضرت ہودؑ مکّہ میں دارالندوہ اور بابُ النبیؐ کے درمیان دفن ہیں۔ حضرت علّامہ مجلسی کی ایک روایت سے مستفاد ہوتا ہے کہ حضرت ہودؑ مکّہ میں بمقام حجرۂ اسماعیلؑ دفن ہوئے تھے اور بعد میں ان کی لاش حضرت آدمؑ کی نعش کی طرح نجفِ اشرف میں لاکر دفن کی گئی تھی۔ (حیات القلوب جلد ا ص۶۶ طبع ایران)

باب ۱۲

حضرت صالح علیہ السّلام

مورّخین کا بیان ہے کہ حضرت ہُودؑ کے عرصہ دراز کے بعد حضرت صالح علیہ السّلام قومِ ثمود پر مبعوث برسالت ہوئے۔ ثمود، ثمد سے مشتق ہے اور اس کے معنی "الماء القلیل" تھوڑے پانی کے ہیں۔ یہ قوم ثمود بن عابر بن ارم بن سام بن نوحؑ کی اولاد سے تھی اور حضرت ہودؑ کے چچازاد بھائیوں پر مشتمل تھی۔ یہ لوگ بروایت طبری عاد ثانی کہے جاتے تھے۔ یعنی حضرت ہودؑ کی قوم کو عاد اولیٰ اور حضرت صالحؑ کی قوم ثمود کو عاد ثانی کہتے ہیں۔ عاد اور ثمود چچا زاد بھائی تھے۔ جس وقت عاد اولیٰ پر عذاب نازل ہوا تھا اُس وقت عاد ثانی یعنی قومِ ثمود مقامِ "حجر" میں مقیم تھی جو حجاز اور بلادِ شام کے درمیان واقع ہے۔ جب قومِ عاد بالکل تباہ و برباد ہو گئی اور ان کی ساری زمین خالی ہو گئی تو قومِ ثمود نے اس پر قبضہ کر کے اسے آباد کیا۔ بروایت تفسیر مدارک التنزیل۔ ان کی عمریں کم از کم چھ سو سال اور زیادہ سے زیادہ ایک ہزار سال کی ہوتی تھیں۔ اُنھوں نے اس زمین پر آبادی کے لیے مکانات بنائے۔ لیکن ان کے مکانات ہمیشہ گر جایا کرتے تھے۔ یہ حال دیکھ کر ان لوگوں نے پہاڑوں میں مکانات کی تعمیر شروع کی اور اُسے نہایت مستحکم بنایا۔ ان کے مکانات بنانے کا انداز یہ تھا کہ وہ پہاڑوں کے پتھر کاٹ کر اسی کے اندر مکان تعمیر کرتے اور اسی میں رہتے تھے۔ نہایت قوی، تنومند اور مضبوط لوگ تھے۔ طبری سے معلوم ہوتا ہے کہ جس سرزمین پر قوم ثمود مقامِ حجر سے جا کر آباد ہو گئی تھی اُسی سرزمین پر عاد کے دوسرے بنی اعمام جرہم و نعمان وغیرہ بھی یمن سے جا کر آباد ہو چکے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ مکانات جو پہاڑوں میں بنائے گئے تھے ان کے نمایاں نشانات یا خود مکانات اب بھی موجود ہیں۔

الغرض یہ قوم جو مقام قومِ عاد پر جا کر آباد ہو گئی تھی، ساری کی ساری بُت پرست تھی اور ان کے ستّر بُت نمایاں مقام رکھتے تھے۔ ان میں مال و دولت کی کمی نہ تھی۔ بڑے آسودہ حال تھے

اور نہایت وسعت و فراخی کی زندگی بسر کرتے تھے اور سخت سرکشی اور تمرّد، عصیاں وفساد میں مبتلا اور مشغول تھے۔

حضرت صالحؑ کی بعثت

جب قوم ثمود کی سرکشی حد سے بڑھ گئی اور ان کا فتنہ و فساد اور تمرّد بہت زیادہ نمایاں ہوگیا تو خداوند عالم نے ان کی اصلاح کے لیے انھیں میں سے حضرت صالح علیہ السّلام کو مبعوث برسالت فرمایا۔ بعثت کے وقت حضرت صالحؑ کی عمر ۱۶ سال کی تھی اور ایک روایت کی بنا پر آپ چالیس سال کی عمر میں مبعوث ہوئے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ کی بعثت کی پیشین گوئی حضرت ہودؑ نے فرمائی تھی۔

حضرت صالحؑ کا نسب نامہ

مولانا یعقوب چرخی کا بیان ہے کہ حضرت صالحؑ نو پشتوں کے ذریعہ سے حضرت نوحؑ تک پہنچتے ہیں یعنی آپ کا سلسلۂ نسب ۹ واسطوں سے حضرت نوحؑ سے ملتا ہے۔ ثعلبی کا بیان ہے کہ آپ کا نسب اس طرح ہے۔ صالحؑ بن عبید بن عبید بن اسف ابن ماسح بن عبید بن حاذر بن ثمود —— بن عابر بن ارم بن سام بن نوحؑ علیہ السّلام۔

حضرت صالحؑ کا حلیہ مبارک

حضرت صالحؑ نہایت خوبصورت تھے، ان کا چہرہ سُرخ و سفید تھا۔ ان کے بال بالکل سیاہ تھے، قد نہایت مناسب تھا۔ ان کا سینہ چوڑا تھا۔ ڈاڑھی مناسب تھی اور بدن دوہرا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ تمام انبیاء اسی شکل و شباہت، صورت و شمائل کے ہوتے تھے۔

آپ کے خصوصی صفات

آپ نہایت کمسنی میں مبعوث برسالت ہوئے نہایت فصیح اللسان ملیح الکلام تھے یعنی آپ کی زبان و گفتگو میں بڑی چاشنی اور نرمی تھی۔ آپ ہمیشہ برہنہ پا رہتے تھے۔ آپ نے کبھی جُوتی نہیں پہنی۔ آپ نے تا زندگی اپنے لیے کوئی گھر نہیں بنایا۔ ایک مسجد میں رہتے تھے اور اسی میں عبادت کیا کرتے تھے وہ مسجد "مسجد صالحؑ" کے نام سے مشہور ہے۔ آپ حضرت نوحؑ کی شریعت پر عمل کرتے تھے۔ تجارت آپکا پیشہ تھا۔ جب عبادت سے فرصت پاتے تجارت کرتے تھے۔ مواعظ کے شائق تھے اور اکثر موعظ فرمایا کرتے تھے۔ علّامہ عبد الحاکم جوہری نے اپنی ایک کتاب "نوادر الاخبار" میں ان کے مواعظ جمع کیے ہیں۔

حضرت صالحؑ کی تبلیغی جدوجہد

حضرت صالحؑ سولہ سال کی عمر میں مبعوث برسالت ہونے کے بعد سے ایک سو بیس سال تک ان

میں تبلیغ کرتے رہے اور انھوں نے پوری سعی کی کہ جملہ کفار دامنِ اسلام سے وابستہ ہو کر ملک علام حضرت ذوالجلال کی عبادت گذاری کا شرف حاصل کریں لیکن انھیں اس مقصد میں خاطر خواہ کامیابی نہ حاصل ہو سکی اور چند افراد کے علاوہ کوئی ایمان سے بہرہ ور نہ ہو سکا۔

بروایت عجائب القصص، یہ قوم ثمود سات قبائل پر مشتمل تھی اور ایک روایت کی بنا پر ۹ قبائل تھے اور اُن کا ایک خاص کنواں تھا جس کے گرد یہ سب آباد تھے۔ جنھیں ایک روایت کی بنا پر "اصحاب رس" کہا جاتا تھا اور چونکہ نہایت سرکش تھے۔ اس لیے نہ صرف یہ کہ وہ حضرت صالحؑ کی بات پر کان نہ دھرتے تھے، بلکہ وہ جن نائبوں کو اُن کی طرف بھیجتے تھے وہ ان کو قتل کر دیا کرتے تھے۔ ان کے نزدیک ایک دریا بھی تھا جس کا پانی میرے خیال کے مطابق کھارا تھا۔ اُن کی آبادی اس دریا کے کنارے تک پھیلی ہوئی تھی۔ یہ نہ صرف بُتوں کی پوجا کرتے تھے۔ بلکہ اُن کی پرستش کا دائرہ بہت وسیع تھا۔

علامہ مجلسیؒ بحوالہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں کہ "اصحاب رس[۱]" کے دو

اصحاب رس[۱] اصحاب رس، کا ذکر قرآن مجید میں دو مقامات پر آیا ہے (۱) پارہ ۱۹ رکوع ۲ سورۂ فرقان میں ارشاد ہوتا ہے۔ "وعاداً وثمودا واصحاب الرس" (۲) پارہ ۲۹ رکوع ۱۵ سورۂ ق میں ارشاد ہوتا ہے کذبت قبلھم قوم نوح واصحاب الرس وثمود وعادٌ الخ، رس کے معنی میں بھی اختلاف ہے اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ یہ لوگ کس نبی کے زمانہ سے متعلق تھے۔ مجمع البحرین کے ص۲۶۹ اور سفینۃ البحار کی جلد ۱ کے ص۵۲۱ میں بہت سی روایات مرقوم ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ "رس" اس کنویں کو کہتے ہیں جس کا تعلق قوم ثمود سے تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ وہ لوگ تھے جو شجر صنوبر کی پرستش کرتے تھے۔ اور جب کوئی نبی اُن تک پہنچتا تھا، تو وہ اُسے ایک گہرے کنویں میں ڈال کر مار ڈالتے تھے۔ پھر خدا نے ان پر ایک ایسا سایہ ڈالا کہ ان کے بدن رانگے کی طرح بہہ گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ اصحاب رس وہ لوگ ہیں جو آذربائیجان اور ارمینہ کے درمیان رہتے تھے۔ خدا نے اُن کے پاس تیس نبی متواتر بھیجے اور انھوں نے سب کو برابر قتل کر ڈالا۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ ایسے لوگ تھے جو روزانہ ایک نبی ضرور قتل کرتے تھے۔ وہ باکرہ لڑکیوں کی پرستش کرتے تھے اور جب وہ تیس ۳۰ سال کی ہو جاتی تھیں تو انھیں قتل کر کے دوسری باکرہ لڑکیوں کی پوجا کرتے تھے۔ کتاب معانی الاخبار میں ہے۔ رس نہر یا کنویں کا نام تھا، اور یہ بلادِ مشرق میں واقع تھا۔ اُس کے ارد گرد جو لوگ رہتے تھے وہ اصحاب رس کہلاتے تھے۔ یہ ایک بہت بڑے صنوبر کے درخت کی پرستش کرتے تھے۔ جس کا نام "شاہ درخت" تھا اور جسے یافثؑ بن نوحؑ نے طوفان کے بعد لگایا تھا۔ ان کی عورتیں آپس میں مساحقہ کرتی تھیں اور مردوں سے دور رہتی تھیں۔ یہ لوگ ایسے تھے کہ اپنے عہد کے انبیا کو بڑی بیدردی سے قتل کیا کرتے تھے۔ ان لوگوں کا زمانہ حضرت سلیمانؑ بن داؤدؑ کے بعد کا تھا جب ان کا ظلم حد سے بڑھ گیا تو خداوندِ عالم نے ایک سرخ اور شدید آندھی بھیجی اور ان کے نیچے کی زمین کو گندھک میں تبدیل کر کے اسے سلگا دیا اور انھیں اوپر سے ایک سیاہ قبۂ ابر نما میں گھیر دیا "فذابت ابدانھم کما یذوب الرصاص فی النار" جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے جسم اس طرح پگھل گئے جس طرح آگ سے سیسہ اور رانگا پگھلتا ہے۔

گروہ تھے۔ ایک گروہ وہ تھا جس کا ذکر قرآن مجید میں بار بار آیا ہے اور ایک گروہ وہ تھا جس کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے اور وہ جنگل میں آباد تھا۔ حضرت صالحؑ نے اُن کی طرف اپنا ایک نائب بھیجا، انھوں نے اسے قتل کر دیا۔ پھر دوسرا نائب بھیجا اُسے بھی قتل کر دیا، پھر تیسرا نائب بھیجا اسے بھی قتل کر دیا۔ بالآخر چوتھا بھیجا اور اس کے ساتھ ایک ولی بھی بھیجا جب وہ ان کے پاس پہنچے اور ہدایت شروع کی تو انھوں نے کہا کہ ہمارا خدا دریا میں رہتا ہے، اور وہ لوگ دریا کے کنارے رہتے تھے اور ہر سال ایک دن عید منایا کرتے تھے۔ کیونکہ اس دن ایک بہت بڑی مچھلی دریا سے باہر برآمد ہوا کرتی تھی اور وہ سب اس کو سجدہ کیا کرتے تھے حضرت صالحؑ کے ولی نے ان سے کہا کہ تم اس کو سجدہ کرتے ہو، حالانکہ یہ ایک ہمارے خدا کی مخلوق ہے اور سنو جسے تم سجدہ کرتے ہو اور جس کی اطاعت و عبادت پر ایمان رکھتے ہو یہ ایک ایسی مخلوق ہے کہ جو یقیناً میری اطاعت کرے گی۔ اگرچہ میں بھی ایک بندۂ خدا ہوں۔ اے گروہ گمراہان اگر تم وعدہ کرو کہ اس مچھلی کی اطاعت کو دیکھ کر میری اطاعت کرو گے اور خداوند عالم کی پرستش کو اپنا ایمان بنا لو گے تو میں اس مچھلی سے اپنی اطاعت کرا کے تمھیں دکھا دوں اُن لوگوں نے کہا کہ بیشک اگر یہ مچھلی جسے ہم خدا سمجھتے ہیں تمھاری اطاعت کرے گی، تو ہم یقیناً تم پر اور تمھارے نبیؑ پر اور تمھارے خدا پر ایمان لے آئیں گے۔

پھر وہ وقت آیا کہ مچھلی جو بہت ہی بڑی تھی اور چار مچھلیوں پر سوار تھی برآمد ہوئی، اُن لوگوں نے اپنی حسب عادت اس کے سامنے اپنی پیشانیاں رکھ دیں اور سب سجدے میں گر پڑے۔

جب یہ لوگ اسے سجدہ کر چکے تو حضرت صالحؑ کے ولی نے اس مچھلی کو حکم دیا کہ وہ خدا کے نام پر میرے پاس آجائے، وہ فوراً اُن مچھلیوں کی پشت سے اُتر کر" ولی صالحؑ کے پاس آ پہنچی۔ پھر آپ نے حکم دیا کہ واپس جا کر چاروں مچھلیوں کی پشت پر سوار ہو جا۔ چنانچہ وہ واپس گئی۔ اور چاروں مچھلیوں کی پشت پر سوار ہو گئی۔ آپ نے پھر حکم دیا کہ ان مچھلیوں کی پشت پر سواری کی حالت میں میرے پاس پھر واپس آ۔ چنانچہ وہ دوبارہ واپس آ گئی، پھر آپ نے حکم دیا اور سب مچھلیاں داخل دریا ہو گئیں "اصحاب رس" ان تمام واقعات کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے رہے لیکن حضرت صالحؑ کے ولی کی بات ماننے پر آمادہ نہ ہوئے۔ بالآخر خداوند عالم نے ایک نہایت تند و تیز ہوا بھیجی جس نے ان سب کو دریا کے کنارے سے اُڑا کر دریا برد کر دیا۔

ان کے تباہ ہو جانے کے بعد خداوند عالم نے ولی صالحؑ کی طرف وحی کی کہ ان کا جو کنواں ہے جسے "رس" کہتے ہیں اس میں کافی زر و جواہر ہیں۔ انھیں برآمد کر کے اپنے ایمان داروں میں برابر برابر تقسیم کر دو۔ چنانچہ انھوں نے تعمیل حکم باری کر دی۔ علامہ مجلسی کا بیان ہے کہ راہ مکہ میں ایک

کنواں موجود ہے جو "رس" کے نام سے مشہور ہے۔ بہت ممکن ہے کہ یہ وہی کنواں ہو۔
(حیات القلوب جلد ا صفحہ ۸۴) الغرض حضرت صالحؑ جو قوم ثمود کی سرکشی سے عاجز و پریشان تھے ہی، جب ان کے نائب قتل کیے گئے تو انھیں بڑا صدمہ پہنچا اور انھوں نے عزم بالجزم کر لیا کہ اب تبلیغ کا نتیجہ ضرور برآمد کیا جائے۔ چنانچہ انھوں نے قوم ثمود سے کہا کہ میں تم سے عاجز آچکا ہوں اور اب تبلیغ کا آخری فیصلہ چاہتا ہوں۔ انھوں نے کہا کہ اگر آپ اپنی تبلیغ پر مصر ہیں۔ تو روزِ عید ہماری عید گاہ میں آئیے۔ اور ہمیں اپنی نبوت سے مطمئن کیجیے حضرت صالحؑ نے دریافت فرمایا کہ تمھارے مطمئن کرنے کا کیا طریقہ ہے اور تم کس طرح مطمئن ہو سکو گے انھوں نے کہا معجزہ چاہتے ہیں۔ لیکن اس طرح نہیں کہ تم ہمیں تنہا معجزہ دکھا دو، بلکہ اس کی صورت یہ ہے کہ ہماری عید گاہ میں آجاؤ اور اعیان و اشراف کے سامنے بات چیت کرو۔ حضرت صالحؑ نے منظور فرمایا۔ پھر جب عید کا دن آیا اور سب جمع ہوئے اور حضرت صالحؑ بھی وہاں پہنچ گئے تو ان لوگوں نے اپنے بتوں کے سامنے پُرخلوص سجدے کیے اور دستِ نیاز اٹھا کر دعائیں کیں اور اظہارِ عقیدت کے لیے خوب روئے پیٹے۔

قومِ ثمود کا حضرت صالحؑ سے معجزہ طلب کرنا

پھر بروایت طبری حضرت صالحؑ کی طرف ان کا سردار جندع بن عمر بن جواس "رمتوجہ ہو کر بولا" اے صالحؑ تم ہم میں پیدا ہوئے۔ ہم میں پلے، بڑھے، تمھیں کیا ہو گیا ہے کہ تم بہکی بہکی باتیں کرتے ہو۔ سنو! جب تم بچے تھے اور بت پرستی نہیں کرتے تھے تو ہم سمجھتے تھے کہ ابھی بچپنا ہے، جب بڑے ہو گے اور عقل پختہ ہو گی تو ہمارے ساتھ ہو کر بت پرستی کرو گے۔ لیکن اب جبکہ بڑے ہو گئے تو ہماری توقع کے خلاف الٹی سیدھی باتیں کرتے ہو۔ حضرت صالحؑ نے فرمایا کہ میں الٹی سیدھی نہیں بلکہ صرف سیدھی باتیں کرتا ہوں، میں یہی تو کہتا ہوں کہ اس خدا کے سامنے سرِ نیاز جھکاؤ جس نے تمھیں پیدا کیا ہے وہ واحد و یکتا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں، تم بت پرستی چھوڑ دو، یہ گمراہی ہے۔ یہ سن کر جندع بن عمر نے اپنے ستر ساتھیوں سے مشورے کے بعد کہا کہ

"اے صالح اگر تم اس بہت بڑے پتھر سے جس کا نام "کاثبہ" ہے۔ ایسی اونٹنی پیدا کر دو جو سرخ رنگ کی ہو اور اس کی پیشانی سیاہ ہو، بدن پر بڑے بڑے بال ہوں، دس ماہ کی گابھن ہو اور کم از کم ایک میل لمبی ہو، اور یہ کہ پیدا ہوتے ہی بچہ دے اور اس میں اتنا دودھ ہو کہ ہم سب اس سے سیر ہو سکیں اور اس سے جو بچہ پیدا ہو وہ بالکل ماں جیسا ہو تو "صدقناک وامنابک" ہم تمھاری تصدیق

کریں گے اور تم پر ایمان لائیں گے اور اگر تم ہماری یہ شرط پوری نہ کر سکے، تو ہم تمھیں زندہ نہ چھوڑیں گے۔

بطنِ کوہ سے ناقۂ صالحؑ کی تولید

یہ سُن کر حضرت صالحؑ نے فرمایا کہ اچھا، اچھی طرح وعدہ کرو کہ اگر تمھارے کہنے کے مطابق اونٹنی پیدا ہوگئی تو تم ضرور ایمان لاؤ گے۔ اگرچہ تم نے جو بات کہی ہے۔ ہمارے لیے بہت دشوار ہے لیکن ہمارے خدا کے نزدیک کچھ بھی نہیں ہے۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہم جو وعدہ کر رہے ہیں وُہ اٹل ہے

اس کے بعد حضرت صالحؑ نے بارگاہِ خداوندی میں تولید ناقہ کی درخواست کی اور کہا، میرے پلنے والے ان لوگوں کا مطالبہ تو سُن رہا ہے اور یہ بھی دیکھ رہا ہے کہ اخراج ناقہ کے بعد ایمان لانے کا وعدہ کر رہے ہیں۔ لہٰذا گزارش ہے کہ پہاڑ کے بطن سے ناقہ کی تولید کا حکم فرما دے۔ صالحؑ کی دُعا اور درخواست کے الفاظ ابھی تمام نہ ہُوئے تھے کہ ایک مرتبہ پہاڑ میں تھرتھری پیدا ہُوئی اور اس طرح کی آواز پوری شدت کے ساتھ برآمد ہُوئی جس طرح دردِ زہ کے وقت عورت چیختی ہے۔ اس کے "معاً بعد" پتھر شگافتہ ہُوا اور اونٹنی کا سر باہر نکل آیا۔ ابھی سر اور مُنہ ہی باہر نکلا تھا کہ اُس اونٹنی نے آواز لگائی اور سارا جسم باہر نکل آیا، یہ اونٹنی بطن کوہ سے نکلنے کے فوراً بعد گھاس چرنے لگی، اور لوگ جو اپنی آنکھوں سے اِس عجیب وغریب واقعہ کو دیکھ رہے تھے سخت حیران ہُوئے، اس کے بعد انھوں نے کہا کہ اے صالحؑ اب اس کے بطن میں جو دس ماہ کا بچہ ہے، اُسے بھی پیدا ہونا چاہیئے۔ حضرت صالحؑ نے فرمایا کہ وہ بھی ابھی ابھی پیدا ہو جائے گا چنانچہ وُہ اسی وقت اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوگیا اور پیدا ہوتے ہی اپنی ماں کے گرد گھومنے لگا پھر دونوں اپنی اپنی غذا حاصل کرنے میں مشغول ہو گئے یہ دیکھ کر جندع بن عمر مومن ہو گیا اور اس کے ساتھ ستر میں سے پانچ اور ایمان لائے تعلبی کے بیان کے مطابق اس معجزہ کو دیکھنے کے بعد تقریباً تمام قوم ثمود کے نمائندے ایمان لانے پر آمادہ ہو گئے تھے لیکن ذواب بن عمرو بن لبید، ارباب بن صمر اور جناب نے مزاحمت کی۔ اور کہا کہ اے قوم ثمود ہم عابد اصنام ہیں اور تمھاری قوم کے نمائندے ہیں ہم تمھیں بتاتے ہیں کہ یہ جو کچھ تم نے دیکھا ہے۔ اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ یہ ایک جادو ہے جو صالحؑ نے کیا ہے۔ ان لوگوں کے اس قسم کے بیانات سے قوم صالحؑ ایمان لانے سے معذور رہی ایک روایت میں ہے کہ جندع بن عمر کا چچا زاد بھائی شہاب بن خلیفہ ایمان لانے پر آمادہ تھا۔ مگر اس کو بھی اسی گمراہ گروہ نے روک دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ چھ جو ایمان لائے تھے۔ ان میں سے بھی ایک مُرتد ہو گیا تھا۔

قومِ ثمود اور ناقۂ صالحؑ میں آبِ چاہ کی تقسیم

ناقۂ صالحؑ کی لمبائی ایک میل اور چوڑائی ایک سو بیس ۱۲۰ گز تھی "کسائی" کا بیان ہے کہ ناقۂ صالحؑ کی لمبائی اور چوڑائی دونوں سو سو گز تھی اور اس کے پاؤں ڈیڑھ ڈیڑھ سو گز اونچے تھے۔ اس سے قومِ ثمود کے تمام جانور ڈرتے تھے وہ جب کنوئیں پر پانی پینے کے لیے آتی تو سارا پانی پی جاتی۔ اس لیے لوگوں کو زحمت ہوتی، لہٰذا فیصلہ یہ ہوا کہ ایک دن کنوئیں سے یہ اونٹنی پانی پئے گی۔ اور ایک دن وہ لوگ انسان اور حیوان پئیں گے۔ جو اس سرزمین پر آباد ہیں چنانچہ ایسا ہی ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ بروایتے تیس سال اور بروایتے چار سو سال کی مدت گزر گئی۔ مورخین کا کہنا ہے کہ یہ ناقہ جب اس کنوئیں پر آتا تھا جو ایک روایت کی بنا پر ۲۰ قامت انسانی گہرا تھا اور ایک روایت کی بنا پر عقل عقلا کی طرح گہرا تھا یعنی بے انتہا گہرا تھا تو اس کا پانی منہ تک بھر جاتا تھا اور یہ ناقہ سارا کا سارا پی لیتا تھا پھر وہ جتنا پانی پیتا تھا۔ اتنا ہی دودھ دیا کرتا تھا جس سے قومِ ثمود کے ساتوں قبیلے سیر سیراب ہوا کرتے تھے اور اس سے مکھن نکالتے تھے اور مختلف قسم کی تجارتیں کرتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ اس کے بالوں سے دوسرے ممالک میں خرید و فروخت کرتے تھے۔ یہاں تک کہ تونگر ہوگئے اور کافی مال و دولت اسی ناقہ کے ذریعہ سے فراہم کرلیا۔

ناقۂ صالحؑ کو پئے کرنے کا پروگرام

تواریخ سے ایسا واضح ہوتا ہے کہ ناقۂ صالحؑ کے متعلق قومِ ثمود میں ۲ قسم کے خیال والے لوگ پیدا ہوگئے تھے۔ ایک وہ لوگ تھے جن کا شمار عوام میں تھا اور وہ اس ناقہ سے فائدہ اٹھا کر اپنی زندگی سنوار رہے تھے اور ایک وہ لوگ تھے جو اس علاقہ میں پہلے سے برسرِ اقتدار تھے اور مال و دولت کی فراوانی انھیں ناقۂ صالحؑ سے فائدہ اٹھانے کی طرف متوجہ نہ ہونے دیتی تھی۔ اور وہ اس کے وجود کو برداشت کرنے کو تیار نہ تھے، انھیں یہ خیال تھا کہ ناقۂ صالحؑ سے جو فائدے عوام حاصل کررہے ہیں انھیں فوائد کی وجہ سے وہ ہمارے اقتدار کو اس طرح تسلیم نہیں کرتے جس طرح کرنا چاہیے۔ اس کے علاوہ برسرِ اقتدار طبقہ کو ایک پریشانی یہ بھی تھی کہ ناقۂ صالحؑ کی وجہ سے ان کے تمام جانور ان آبادی سے جنگل کی طرف بھاگنے کی سعی کرتے تھے۔ کیونکہ وہ سب اس سے خوف کھاتے تھے، اور ایسا بھی ہوا کہ بہت سے جانور ڈر کے مارے مرگئے۔

مورخین کا بیان ہے کہ اس علاقہ میں ایک عورت برسرِ اقتدار تھی جس کا نام غنیزہ بنت غنم بن مخلدہ تھا اور جس کی کنیت ام غنم تھی۔ یہ عورت بنی عبید بن المہل سے تعلق رکھتی تھی، اور یہ زوجہ ذواب بن عمر تھی، یہ خود بوڑھی تھی۔ لیکن کئی لڑکیاں تھیں جو حسن و جمال میں مشہور تھیں اور اس

کے ایک سہیلی تھی جس کا نام بروایت ثعلبی "صدوق بنت المحیا بن مہر" تھا۔ یہ سہیلی اپنے خالہ کے بیٹے "صنیم بن ہردات بن سعد ابن غطریف بن ہلال سے بیاہی تھی۔ اس کا شوہر مسلمان ہو چکا تھا اور وہ اپنی بیوی کا سارا مال تو مسلموں پر خرچ کیا کرتا تھا۔ جب صدوق کو یہ معلوم ہوا کہ یہ مسلمان ہو گیا ہے تو اُس نے اُس سے کہا کہ تو ہمارا مال مسلمانوں پر خرچ نہ کر اُس نے کہا میں باقاعدہ مسلمان ہو گیا ہوں اور برابر مال خرچ کروں گا، میں تجھ سے کہتا ہوں کہ تو بھی مسلمان ہو جا۔ اُس نے انکار کیا اور ساتھ ہی ساتھ برسر پیکار ہو گئی اور آخرالامر اس کے سب بچوں کو اپنے قبیلہ کے لوگوں میں چھپا آئی۔ جب اُس کے شوہر نے بہت زور دیا اور اپنے بچے مانگے تو اس نے کہا کہ جب تک میں اپنے بنی اعمام سے ثالثی نہ کرالوں کبھی نہ دُوں گی۔ شوہر نے کہا بہتر ہے میں اس پر راضی ہوں۔ پھر جب اس عورت صدوق کو معلوم ہوا کہ بنی اعمام یعنی میرے چچا زاد بھائی سب ہی مسلمان ہو چکے ہیں تو اُس نے محاکمہ سے انکار کر دیا لیکن جب اس کے بنی اعمام نے خود اس سے کہا کہ خیر اسی میں ہے کہ اس کے بچوں کو دے دو۔ ورنہ بُرا انجام بھگتو گی تو اس نے مجبوراً بچے اپنے شوہر کے حوالے کر دیئے پھر ان دونوں عورتوں عنیزہ اور صدوق میں قتل ناقہ صالحؑ پر اتفاق ہو گیا۔

اسی دوران میں حضرت صالحؑ نے اپنی قوم کو باخبر کیا کہ اسی مہینہ میں جس میں ہم خبر کر رہے ہیں۔ ایک شخص پیدا ہو گا جو "ناقہ" کو پئے کرے گا۔ اس خبر سے عوام بہت پریشان ہوئے کیونکہ صالحؑ نے اس کے انجام میں نزول عذاب کا بھی حوالہ دیا تھا، ان لوگوں کو ایک تو یہ پریشانی تھی کہ جب ناقہ پئے کر دیا جائے گا تو ہمارے فائدے جو اس سے ہوتے ہیں ختم ہو جائیں گے۔ دوسرے یہ کہ عذاب نازل ہو گا۔ بنابریں ان سب نے مل کر فیصلہ کیا کہ اس مہینہ میں جو بچہ بھی پیدا ہو اُسے قتل کر دینا چاہیئے تاکہ "ناقہ" پئے نہ ہو سکے۔ چنانچہ ان لوگوں نے ۹ بچے قتل کیے۔ لیکن جب دسواں بچہ پیدا ہوا تو اس کا باپ سالف اور ماں قدیرہ فیصلہ سے باغی ہو کر کہنے لگے کہ ہمارے کوئی اولاد اب تک نہیں ہوئی تھی، ہم تو اپنے بچوں کو قتل نہ کرینگے چنانچہ انھوں نے اُسے بچا لیا۔ عرائس ثعلبی ص۱۴۱ میں ہے کہ وہ لڑکا جو پیدا ہوا تھا سالف کے نطفہ سے نہ تھا۔ بلکہ زنا زادہ تھا اور ایک شخص صفوان نامی سے پیدا ہوا تھا۔

غرضیکہ سالف اور قدیرہ نے اس بچے کا نام "قدار" رکھا اور وہ اس کی پرورش کرنے لگے یہاں تک کہ بروایت طبری جب اسکی عمر بیس سال کی ہوئی تو وہ تیر اندازی میں بہت باکمال ہو گیا۔ اور اسکے دل میں عقر ناقہ کا خیال پیدا ہوا، اس نے اس خیال کو پروان چڑھانے کے لیے سب سے پہلے اُن لوگوں کو ہمنوا بنایا جو عقر ناقہ سے بچاؤ کے لیے قوم کے فیصلہ کے مطابق اپنی ۹۔ اولادیں

قتل کرا چکے تھے، پھر وہ دیگر لوگوں کو ہمنوا بنانے کی سعی کرتے لگا۔ یہاں تک کہ اس کا رابطہ وہاں کی بادشاہ عنیزہ نامی عورت سے پیدا ہو گیا۔ جس کا نام بروایت مجلسی " ملکا" تھا، قدار وہاں آنے جانے لگا۔ عنیزہ کے دل میں قتل ناقہ کے جذبات پرورش پا ہی رہے تھے کہ اسے ایک مضبوط ہمنوا قدار مل گیا جس سے اس نے یہ سمجھ لیا کہ اب کامیابی آسانی سے حاصل ہو جائے گی بروایت حیات القلوب قدار کا ایک دوست تھا جس کا نام مصدع تھا۔ یہ دونوں ایک ایک عورت پر عاشق تھے۔ قدار کی معشوقہ کا نام "قطام" اور مصدع کی معشوقہ کا نام "اقبال" تھا یہ چاروں ہر شب ایک مقام پر جمع ہو کر شراب پیتے تھے اور باہمی داد عیش دیا کرتے تھے۔ بروایت علامہ جزائری قدار پستہ قد تھا، آنکھیں اس کی بھوری تھیں اور رنگ سرخ تھا۔

عنیزہ نے قطام اور اقبال کو بلا کر ان سے کہا کہ تم لوگ ہمارا ایک ضروری کام کر دو۔ انھوں نے پوچھا وہ کیا ہے۔ اس نے کہا کہ " ناقہ صالحؑ کو قتل کرنا ہے۔ انھوں نے پوچھا کہ اس کی ترکیب کیا ہے۔ اس نے کہا کہ آج رات کو جب قدار اور مصدع تمھارے پاس آئیں تو تم ان سے کہو کہ ہم تمھیں اُس وقت تک ہاتھ نہ لگانے دیں گے جب تک تم "ناقہ صالحؑ" کو پے نہ کر دو، انھوں نے کہا بہتر ہے۔

چنانچہ بروایت عجائب القصص جب رات آئی اور ان دونوں عورتوں کے پاس قدار اور مصدع آئے تو ان میں سے ایک نے کہا کہ ہمیں پانی کی سخت تکلیف ہے۔ اگر کوئی مہمان آجائے تو ہم اسے پانی بھی نہیں دے سکتے۔ کیونکہ آج ناقہ صالحؑ کے پانی پینے کا دن تھا ہمیں ایک قطرہ بھی نصیب نہیں ہو سکا۔ دوسری نے کہا کہ کاش کوئی مرد ہوتا جو اسے قتل کر کے ساری قوم کا دل ٹھنڈا کر دیتا۔

یہ سن کر وہ دونوں بولے کہ یہ کونسی بڑی بات ہے ہم اسے قتل کئے دیتے ہیں چنانچہ دونوں باہر نکل آئے اور اپنے ہمنوا تلاش کرنے لگے، ان لوگوں کی سب سے پہلے جس سے ملاقات ہوئی وہ "ہدیات بن مبلغ" تھا جو قدار کا ماموں تھا۔ اس کے بعد انھیں "دعوبن غنم بن داعرٔ" ملا جو مصدع کا بھائی تھا، ان لوگوں نے ان دونوں کو اپنا ہمنوا بنا لیا، پھر پانچ آدمی اور تلاش کر لیے۔ "فاجتمعوا علی عقر الناقۃ" پھر ان لوگوں نے عقر ناقہ پر اجماع کر لیا۔

عقر ناقہ صالحؑ

ادھر عقر ناقہ کے لیے یہ سات آدمی تیار ہوئے۔ اُدھر قدار کے تیار کئے ہوئے وہ ۹ - آدمی جن کے لڑکے قتل کئے جا چکے تھے۔ وہ خود حضرت صالحؑ کو قتل کرنے کا عزم کر کے اس پر عمل کرنے کی سعی بلیغ کر رہے تھے۔ طبری میں ہے کہ یہ نو کے نو حضرت صالحؑ کو قتل کرنے کا پروگرام بنا کر اپنے اپنے گھروں سے باہر نکلے اور جا کر

ایک پہاڑ کے کھوہ میں ٹھہر گئے، ارادہ یہ تھا کہ جب حضرت صالحؑ اپنی مسجد سے برآمد ہونگے تو انھیں اسی وقت قتل کردیں گے، ابھی وہ اس پہاڑ سے نکلنے نہ پائے تھے کہ جبریلؑ نے اس پہاڑ کے بالائی حصّہ کو ان پر گرا کر داخلِ جہنم کر دیا۔

جب ان لوگوں کی داستان آبادی میں پہنچی تو عوام میں حضرت صالحؑ کے خلاف غلط جذبات برافروختہ ہوگئے اور اُن کی بڑی تعداد حضرت صالحؑ کے پاس آکر کہنے لگی کہ آپ کی وجہ سے پہلے ان لوگوں کے بچّے ذبح کیے گیے تھے۔ اب آپ نے انھیں مروا دیا ہے۔ اے صالح سنو اب ہم ناقہ کو نہیں جانتے ہم تو اسے قتل کرکے ہی دم لیں گے حضرت صالحؑ نے فرمایا کہ قتل کروگے تو عذاب میں مبتلا ہوگے۔ الغرض تقریباً تمام فضا ناقہ صالح کے خلاف ہوگئی۔

"فاجمعوا علی عقر الناقة" پھر سب نے ناقہ کو پے کرنے پر اجماع کرلیا۔ (ثعلبی ص۱۴۱)

قدّار اور مصدع نے فضائے ملک کو سازگار پاکر ناقہ کو تاک لیا، وہ اس راہ میں جاکر چھُپ گئے جس طرف سے ناقہ صالح پانی پینے کے لئے جاتا تھا۔ وہ جب اُدھر سے گزرا تو ان لوگوں نے حملہ کیا لیکن ناقہ کے ردِعمل کی وجہ سے وہ لوگ بھاگ گئے پھر جب وہ پانی میں مشغول ہُوا تو اس پر حملہ کردیا، پہلے ایک پاؤں پر تیر مارا پھر تلوار چلائی، پھر دوسرے پیر پر تلوار ماری جس سے وہ مُنہ کے بل گر گیا، پھر تمام علاقہ والے اُس پر پھٹ پڑے اور اسے ٹکڑے ٹکڑے کرکے اس کا گوشت آپس میں تقسیم کرلیا۔ بروایت ثعلبی جس وقت قدار اور مصدع ناقے پر حملے کر رہے تھے۔ غنیزہ نے اپنی حسین ترین لڑکیوں کو روبرہنہ ان کے سامنے کر دیا تھا اور وہ اِن لوگوں کو برابر قتل ناقہ پر اُبھار رہی تھیں۔

حضرت صالحؑ کی اونٹنی جب قتل کردی گئی تو اُس کا بچّہ بھاگ کر پہاڑ پر چڑھ گیا۔ جب حضرت صالحؑ کو اطلاع ملی تو وہ پہاڑ پر تشریف لے گئے۔ بچّے نے جونہی حضرت صالحؑ کو دیکھا تو وہ آنسوؤں سے رونے لگا اور تین مرتبہ ماں کا حوالہ دے کر چیخ ماری حضرت صالحؑ نے فرمایا اے قوم نابکار، ناقہ کا بچّہ تین مرتبہ چیخا ہے۔ اب تین ہی دن کی تمھیں مُہلت ہے تین دن کے بعد تم پر عذاب کا نزُول شروع ہوجائے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ عذاب کے حوالے سے وہ لوگ ڈر گئے جو ایمان لائے تھے۔ کیونکہ گیہوں کے ساتھ گھُن بھی پستا ہے۔" کہنے لگے اے نبی خدا آپ دُعا فرمائیں کہ عذاب کا نزُول نہ ہو حضرت صالحؑ نے فرمایا کہ اگر اونٹنی کا بچّہ تم میں رہ گیا تو شاید اس کی برکت سے عذاب کا نزُول رُک جائے۔ لیکن حالات کچھ ایسے پیدا ہوئے کہ بچہ ناقہ ان میں واپس نہ آسکا۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ پہاڑ پر گیا اور پہاڑ آسمان تک بلند ہوگیا اور پھر واپس نہ آیا۔ ایک روایت میں ہے کہ جس پہاڑ کے شگاف سے اس کی ماں پیدا

ہوئی تھی یہ اسی میں جاکر غائب ہوگیا لیکن امام ثعلبی اور علامہ علی بن ابراہیم قمی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ ان لوگوں نے ماں کو قتل کرنے کے بعد اس کے بچے کو بھی قتل کر ڈالا۔ عرائس ثعلبی صفحہ ۴۲ میں ہے کہ انھیں ۹۔ افراد میں سے جنھوں نے اونٹنی کو پے کیا تھا، چار افراد جن میں مصدع اور اس کا بھائی ذواب شامل تھے اُس بچے کو بھی قتل کر ڈالا۔" فرماہ مصدع بسہم فانتظم قلبہ" مصدع نے ایک ایسا تیر مارا جو اُس کے دل میں پیوست ہوگیا وہ گرا اُسے گھسیٹ کر ماں کے گوشت کے ساتھ ٹکڑے ٹکڑے کرکے تقسیم کر لیا۔ اُس کے بعد حضرت صالح نے فرمایا کہ اے لوگو! تم لوگوں نے خدا کی مخالفت میں حد کر دی ہے۔ لہٰذا اب عذاب کے لیے تیار ہو جاؤ۔ تفسیر مدارک التنزیل میں ہے کہ عقر ناقہ چہارشنبہ کو ہوا تھا۔

حضرت صالحؑ کو قتل کرنے کی کوشش

حضرت صالحؑ نے جب ان لوگوں کو عذاب سے ڈرایا تو انھوں نے کہا کہ یہ سب غلط ہے۔ کوئی عذاب وذاب آنے والا نہیں ہے۔ حضرت صالحؑ نے فرمایا کہ میں سچ کہتا ہوں۔ اُنھوں نے کہا کہ اگر سچ کہتے ہو تو اس کی علامت بتاؤ۔ انھوں نے فرمایا کہ اس کی علامت یہ ہے کہ ایک دن تمھارے چہرے زرد ہوں گے۔ پھر دوسرے دن سُرخ ہو جائیں گے پھر تیسرے دن سیاہ ہوں گے، اس کے بعد عذاب نازل ہوگا۔

وہ نو افراد جو ناقے کو پے کر چکے تھے۔ انھوں نے فیصلہ کیا کہ صالح کو بھی قتل کر ڈالا جائے تاکہ قضیہ ہی ختم ہو جائے۔ چنانچہ یہ لوگ ایک پہاڑ میں جا کر چھپ بیٹھے۔ ان کا خیال تھا کہ جب صالح اِدھر سے گزریں گے، تو اُن کو اسی جگہ قتل کر دیا جائے گا۔ لیکن خداوندِ عالم نے ان پر پتھر گرا دیا اور سب مر گئے۔

ان لوگوں کے مرنے کی اطلاع جب قوم کے دیگر افراد کو ملی تو یہ سب جمع ہو کر "مسجدِ صالح" پہنچے اور اسے گھیر لیا اور فیصلہ کر لیا کہ آج صالح کو ضرور قتل کر ڈالیں گے۔ لیکن ان میں جو ایمان دار تھے۔ ان سے کہنے لگے کہ حضرت صالحؑ نے جب تین روز کے بعد نزول کا حوالہ دیا ہے تو بہتر یہ ہے کہ تین دن انتظار کرو۔ پھر جب عذاب کے آثار نمایاں ہوں گے۔ تب تم کو خود باز رہنا ہوگا کیونکہ ان کے قتل سے عذاب میں اور شدت پیدا ہو جائے گی اور اگر آثارِ عذاب نمایاں نہ ہوں اور اُن کا کذب ظاہر ہو جائے تو بیشک جو چاہنا کرنا۔ اُن لوگوں کی یہ بات مان لی گئی اور حضرت صالحؑ کا قتل رُک گیا۔

یہ لوگ قتلِ صالحؑ سے عارضی طور پر دست کشیدہ ہونے کے بعد اپنے اپنے گھر واپس آگئے اور بڑی بے چینی کے ساتھ رات گزار کر صبح کی منزل میں داخل ہوئے تو اُن کے مُنہ بالکل زرد ہو گئے

تھے۔ انھوں نے پھر آپس میں فیصلہ کیا کہ نزولِ عذاب کے آثار ظاہر ہوگئے ہیں۔ اب ہم کو چاہیئے کہ صالح کو قتل کرڈالیں عذاب تو نازل ہوئے ہی گا۔ چنانچہ یہ لوگ پھر حضرت صالح کے تعاقب میں نکلے۔ حضرت صالح کو جب ان کے عزائم معلوم ہوئے تو وہ اپنی مسجد سے نکل کر ایک بُت پرست "ابوہدب نفیل" کے مکان میں پناہ گزیں ہوئے، اس نے کافر ہونے کے باوجود ان کی آؤ بھگت کی اور انھیں پناہ دے دی۔ جب ان لوگوں کو معلوم ہوا کہ صالح نفیل کے ہاں ہیں تو یہ لوگ وہاں پہنچے، مگر اس نے ان کی حمایت نہ کی اور حضرت صالح کو اُن کی دسترس سے بچالیا پھر دوسرے دن ان لوگوں کے چہرے سُرخ ہوگئے۔ جس سے یہ لوگ بہت گھبرائے اور رونے پیٹنے لگے، پھر تیسرے دن ان کے نجس چہرے بالکل سیاہ ہوگئے۔

حضرت صالح کی ہجرت اور نزولِ عذاب

جب عذاب کے نمایاں آثار پیدا ہوگئے تو حضرت صالحؑ اپنے ایمانداروں کو ہمراہ لے کر شام سے فلسطین کی طرف چلے گئے اور وہیں مقیم رہے تفسیر جلالین میں ہے کہ ایمانداروں کی تعداد چار ہزار تھی۔

حضرت صالح کے چلے جانے کے بعد عذاب نازل ہُوا یعنی ایک ایسی آواز آسمان سے آئی کہ اس نے ان لوگوں کے دلوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور یہ سب کے سب مر گئے۔ بعض روایات میں ہے کہ پنجشنبہ کو ان کے چہرے زرد اور جمعہ کو سرخ اور ہفتہ کو سیاہ ہوئے تھے اور یکشنبہ کو زلزلہ آیا تھا اور آسمان سے آواز آئی تھی۔ بالآخر سب مر گئے تھے، پھر آسمان سے آگ برسی تھی۔ اور سب کو جلا کر خاکستر کر دیا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ قومِ ثمود پر نزولِ عذاب چہارشنبہ کو ہوا تھا۔ اخبار الزمان مسعودی میں ہے کہ نزولِ عذاب کے بعد ایک عورت کے سوا جس کا نام ذریعہ تھا۔ اس مقام پر کوئی نہیں بچا، یہ عورت مفلوج تھی عذاب کے بعد صحت مند ہوگئی اور وہاں سے بھاگ کر "وادی القریٰ" پہنچی جو حجاز اور شام کے درمیان واقع ہے اور وہاں کے لوگوں سے سارا واقعہ بیان کیا، جب سب کچھ بیان کر چکی تو اُس نے پانی مانگا اور پانی پیتے ہی مرگئی۔ روضۃ الصفا، طبری اور ثعلبی میں ہے کہ اسی قبیلہ کا ایک شخص "ابورغال" مکہ معظمہ میں تھا، جب تک وہاں رہا زندہ رہا اور جب وہاں سے نکلا تو مر گیا۔ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری کا بیان ہے کہ غزوہ تبوک میں جاتے ہوئے۔ آنحضرتؐ معتوب وادی سے گزرے تھے تو فرمایا تھا کہ اس مقام سے جلدی نکل چلو، ایک روایت میں ہے کہ حضرت رسُولِ کریمؐ نے اسی سفر میں ابورغال کی قبر کی بھی نشان دہی فرمائی تھی۔

حضرت صالحؑ مکہ معظمہ میں

واقعہ قوم ثمود کے بعد حضرت صالحؑ برابر جذبہ حبّ الوطن کے تحت وہاں جایا کرتے تھے۔ پھر آخر میں مکہ معظمہ کو اپنا مستقل مسکن قرار دے لیا تھا اور جس طرح اکثر انبیاء وہیں مقیم رہے۔ یہ بھی قیام پذیر رہے۔

حضرت صالحؑ کی عمر اور اُن کا مدفن

حضرت صالحؑ کی عمر میں اختلاف ہے۔ کوئی ۵۸ سال کوئی ۸۵ سال، کوئی ۱۰۸ سال کوئی ۲۰۰ سال، کوئی ۲۵۸ سال، کوئی ۲۶۰ سال اور کوئی دو سَو اسّی سال کہتا ہے۔ میرے نزدیک قول اخیر صحیح ہے۔

اسی طرح آپ کے مدفن میں بھی اختلاف ہے۔ عام مؤرخین کا خیال ہے کہ آپ کا انتقال مکہ معظمہ میں ہوا ہے اور آپ وہیں رکن و مقام کے درمیان دفن کئے گئے ہیں۔ لیکن آئمہ اہل بیت علیہم السلام کی معتبر روایات سے واضح ہوتا ہے کہ آپ کی قبر نجفِ اشرف (عراق) میں ہے۔ بروایتے حضرت علی علیہ السلام نے بھی اپنی آخری وصیت میں حضرت امام حسن علیہ السلام سے فرمایا تھا کہ مجھے حضرت ہُودؑ اور صالحؑ کی قبر کے نزدیک اُس قبر میں دفن کرنا جو حضرت نوحؑ کی بنائی ہُوئی ہے۔

حضرت صالحؑ اور حضرت علیؑ کے واقعات میں توافق

کتب احادیث و تواریخ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام اور حضرت علی علیہ السلام کے حالات بہت زیادہ ملتے جلتے ہیں۔ احادیث فضائل میں بھی ان دونوں کا تذکرہ اکثر مقامات پر ایک ہی سلسلہ میں ملتا ہے۔ مثلاً ملاحظہ ہو حضرت رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ اے علیؑ گذشتہ لوگوں میں شقی ترین مردم کون ہے؟ حضرت علیؑ نے عرض کی " ناقہ صالحؑ " کو پئے کرنے والا۔ پھر آپ نے پوچھا۔ اب سے آئندہ لوگوں میں شقی ترین کون ہوگا؟ عرض کی خدا اور اُس کے رسُولؐ کو بہتر علم ہے، فرمایا وُہ وہ ہے جو تیرے سر پر ضربت لگائے گا۔ اور تیری ڈاڑھی کو سر کے خُون سے تر کریگا۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک دن حضرت رسُول کریمؐ حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑے ہُوئے باہر تشریف لائے اور سب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے گروہ انصار۔ اے گروہ فرزندانِ بنی ہاشم۔ اے گروہ فرزندانِ عبدالمطلب، سُنو! میں رسُولِ خداؐ ہوں۔ میری پیدائش طینت رحمت باری سے ہُوئی ہے اور میرے ساتھ میرے اہل بیتؑ، علیؑ وغیرہ اور حمزہ۔ جعفر بھی پیدا ہُوئے ہیں۔ یہ سُن کر ایک صحابی بولا کہ اے حضرت یہ لوگ بھی قیامت میں آپ کے ساتھ سوار ہو کر عرصۂ محشر میں نکلیں گے حضرت نے فرمایا کہ سُن قیامت میں چار افراد سواری پر ہوں گے (۱) میں براق پر سوار ہونگا۔ (۲) فاطمہؑ میرے ناقہ غضبا پر سوار ہوں گی (۳)

برادرم صالحؑ اُس ناقہ پر سوار ہوں گے جو اُن کے عہد میں خدا کی نشانی تھا اور پے کر دیا گیا تھا۔ (۴) برادرم علیؑ ابن ابی طالب اس ناقے پر سوار ہوں گے جو خصوصی طور پر ان کے لیے جنت سے لایا جائے گا جس کی مہار یاقوت کی ہوگی۔ وہ جنت کے حلہ سبز سے آراستہ ہوں گے اور جنت و دوزخ کے درمیان بیٹھ کر (احکام صادر کریں گے) یہ وہ وقت ہوگا جب لوگ اپنی گردن تک اپنے پسینوں میں غرق ہوں گے۔ لوگ علیؑ کی شان دیکھ کر کہیں گے کہ یہ تو نبی مرسل یا ملک مقرب معلوم ہوتا ہے۔ اس وقت نقیب خداوندی منادی کرے گا کہ یہ نہ ملک مقرب ہے اور نہ نبی مرسل ہے۔ بلکہ حضرت رسولِ خداؐ کے دُنیا و آخرت میں بھائی ہیں۔ ان کا نام علیؑ ابن ابی طالب ہے (حیات القلوب جلد ۱ ص۸۴) ان روایات سے حضرت صالحؑ اور حضرت علیؑ میں علاقہ کا پتہ چلتا ہے۔ مزید ملاحظہ ہو۔

(۱) ناقہ صالح خدا کی ایک نشانی تھا حضرت علیؑ بھی آیت اللہ تھے۔ جیسا کہ خود آپ کا ارشاد ہے انا آیتہ اللہ (۲) ناقہ صالح پتھر سے پیدا ہوا تھا حضرت علیؑ خانہ کعبہ میں پیدا ہوئے جو پتھر کا بنا ہوا ہے (۳) ناقہ صالح کے دُودھ سے لوگ سیر و سیراب ہوتے تھے۔ حضرت علیؑ کے چشمہ علم سے تمام لوگ سیراب ہوا کرتے تھے (۴) ناقہ صالح کو پے کیا گیا حضرت علیؑ کو شہید کیا گیا۔ (۵) ناقہ صالح کو پے کرنے والا "قُدار" زنا زادہ تھا۔ حضرت علیؑ کو شہید کرنے والا ابن ملجم زنا زادہ تھا (۶) قُدار پستہ قد، طوطا چشم تھا حضرت علیؑ کو شہید کرنے والا عبدالرحمن ابن ملجم پستہ قد اور طوطا چشم تھا (۷) ناقہ صالح کو پے کرنیوالا بزبان رسولؐ بدترین خلائق تھا حضرت علیؑ کو شہید کرنیوالا بزبان رسولؐ بدترین خلائق تھا (۸) ناقہ صالح کو قطام نامی عورت کے ذریعہ سے پے کیا گیا حضرت علیؑ کو قطام نامی عورت کے ذریعہ سے شہید کیا گیا (۹) ناقہ صالح کو پے کرنیوالے قُدار کی معشوقہ قطام تھی حضرت علیؑ کو شہید کرنیوالے ابن ملجم کی معشوقہ کا نام بھی قطام تھا (۱۰) حضرت صالحؑ کے ناقے کے بعد اس کا بچہ بھی قتل کیا گیا حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد ان کے بچے محسن امام حسنؑ و امام حسینؑ شہید کئے گئے (۱۱) ناقے کے پے کئے جانے کے بعد عذاب نازل ہوا، حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد ظہور حضرت قائم آل محمدؐ دشمنوں کیلئے عذاب ہوگا (۱۲) حضرت صالحؑ کی قبر نجف اشرف عراق میں ہے حضرت علیؑ کی قبر نجف اشرف (عراق) میں ہے (۱۳) حضرت صالحؑ حشر کے دن اپنے عہد کے پے شدہ ناقے پر سوار ہونگے حضرت علیؑ ناقہ جنت پر سوار ہو کر برآمد ہونگے (۱۴) حضرت صالحؑ کا ناقہ بادشاہ وقت (عُنیزہ) کی سازش سے پے کیا گیا حضرت علیؑ بادشاہِ وقت (امیر معاویہ) کی سازش سے شہید کئے گئے۔

حضرت امام حسنؑ سے ایک سوال

اسی سلسلہ میں یہ بھی عرض ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ وہ کونسی ایسی مخلوق ہے جو بطن مادر سے نہیں پیدا ہوئی۔ آپ نے فرمایا وہ سات ہیں (۱) حضرت آدمؑ (۲) حضرتِ حوّا (۳) ناقہ صالح (۴) گوسفند ابراہیم (۵) مار بہشت (۶) کلاغ (کوا) ہابیل و قابیل (۷) شیطان (حیات القلوب جلد ۱ ص۸۴)

باب ۱۳

حضرت ابراہیم علیہ السلام

مؤرخین کا بیان ہے کہ عہد حضرت ہودؑ و صالحؑ کے عرصۂ دراز کے بعد حضرت ابراہیمؑ کی نبوت کا آغاز ہوا حضرت ابراہیمؑ بروایت روضۃ الصفا بمقام کوثا پیدا ہوئے جو نواحی کوفہ میں ایک گاؤں ہے اور بروایت ثعلبی بابل کے ایک قریہ میں پیدا ہوئے جس کا نام "کوثا" تھا۔ قصص جویری میں ہے کہ بابل اور کوفہ ایک ہی مقام کا نام ہے۔ آپ کے والد کا اسم گرامی "تارخ" اور والدہ کا نام نامی بروایت "کشف الغمہ" نونا تھا حضرت ابراہیمؑ کی ولادت سے پہلے نہ صرف بابل بلکہ ربع مسکون پر نمرود ابن کنعان بن سنجاریب بن کوش بن حام بن نوحؑ کی حکومت چھائی ہوئی تھی، مؤرخین و محدثین کی غالب اکثریت کا کہنا ہے کہ ساری دنیا پر چار شخصوں نے حکومت کی ہے۔ جن میں دو مسلمان تھے اور دو کافر، مسلمانوں میں (۱) حضرت ذوالقرنین (۲) حضرت سلیمانؑ اور کافروں میں (۱) نمرود (۲) بخت نصر۔ لیکن میرے نزدیک چار کے بجائے چھ نے حکومت کی ہے (۱) حضرت ذوالقرنین (۲) حضرت سلیمان (۳) سکندر (۴) شداد (۵) نمرود (۶) بخت نصر۔ بیضاوی میں ہے کہ حضرت ابراہیمؑ ضحاک تازی کے عہد میں پیدا ہوئے تھے لیکن میرے نزدیک یہ قطعاً غلط ہے۔ ان کی ولادت نمرود ہی کے عہد سلطنت میں ہوئی تھی۔

نمرود کی شاہی اور اس کی شان و شوکت

بہر صورت نمرود روئے زمین پر حکومت کر رہا تھا اگرچہ وہ کافر تھا اور اپنے باپ دادا کی طرح بت پرستی کرتا تھا۔ لیکن اپنی رعایا کے ساتھ انصاف کرتا تھا اور انسانوں کی خوش حالی کی سعی کیا کرتا تھا۔ شیطان جو انسان کا ازلی دشمن ہے۔ اس نے نمرود کے دل و دماغ میں الوہیت کا سودا پیدا کر دیا اور اسے سمجھایا کہ جس کی اتنی عظیم سلطنت ہو۔ اسے اس بات کا حق حاصل ہے کہ لوگوں کی پیشانیاں اپنے سامنے جھکوائے۔ چنانچہ نمرود اس کے بھرے میں آ گیا اور اس نے اپنی شکل کے بت ترشوا

کر اطراف عالم میں پھیلا دیئے اور حکم دیا کہ انھیں بتوں کی پرستش کی جائے اور میری خدائی علی العموم تسلیم کرائی جائے۔ چنانچہ اُسے خدا مان لیا گیا اور ساری دُنیا بالواسطہ اور بلا واسطہ اس کی پرستش کرنے لگی۔

تفسیر بحر المواج میں ہے کہ نمرود دنیا کا عظیم ترین بادشاہ تھا۔ اُس نے خُدائی کا دعویٰ کیا اور ساری دُنیا پر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ وُہ خدا ہے اور اسی کے ساتھ ساتھ اس نے اپنے لیے مرکز بنایا تھا اور ایک پایۂ تخت قرار دیا تھا اور اسے اس درجہ سنوارا تھا کہ دُنیا حیران تھی۔ ایک روایت کے حوالے سے بیان کیا جاتا ہے کہ نمرود کے پایۂ تخت کے حدُود میں حشرات الارض داخل نہیں ہو سکتے تھے اور کوئی موذی جانور اس کے قریب نہیں جا سکتا تھا۔ مکھی اور مچھر کا وہاں گُزر نہ تھا۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ نمرود نے ایک بہت بڑا حوض تیار کرا یا تھا اور سال میں ایک مرتبہ اس کے گرد بہت بڑا جشن کرایا کرتا تھا، اس کا حکم عام تھا کہ جو اپنے مقام سے چلے از قسم مشروبات، کچھ نہ کچھ اپنے ہمراہ ضرور لائے اور جب سب مشروبات جمع ہو جاتی تھیں تو وُہ حکم دیتا تھا کہ ان سب کو اس حوض میں ڈال دیا جائے۔ پھر جب جشن ختم ہو جاتا تھا تو وہ ساقیوں سے کہتا تھا کہ جو جس قسم کا مشروب لایا ہے۔ اس کو وُہی مشروب اس میں سے نکال کر دیا جائے۔ چنانچہ ساقیاں اس کو وُہی مشروب دیتے تھے جو وہ لایا ہوتا تھا۔

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اُس نے ایک اتنا بڑا حوض بنوا رکھا تھا کہ اُس کے پانی سے علاقہ کا علاقہ غرق ہو جاتا تھا یعنی وُہ حوض ایسا تھا کہ اس کے ہر علاقہ کا اس سے تعلق تھا۔ جب وُہ کسی طبقہ کے لوگوں سے ناراض ہوتا تھا تو حوض کا وہ نالہ کھول دیتا تھا جس کا اس سے تعلق ہوتا تھا اور وُہ علاقہ غرق ہو جاتا تھا۔

یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اُس نے اپنے دروازے پر ایک طلسمی بطخ بنوا رکھی تھی۔ جب کوئی اجنبی اس شہر میں پہنچتا تھا، تو بطخ شور مچاتی تھی اور تمام لوگ اس کی آواز سُنتے تھے اور محافظین دوڑ پڑتے تھے۔ پھر اُس سے سوال و جواب ہوتا تھا کہ تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو وغیرہ وغیرہ۔

یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اُس نے اپنے دروازے پر ایک طلسمی طبل نصب کرا رکھا تھا جب کسی کے ہاں چوری ہو تو سوال کرنے پر اس طبل کے اندر سے آواز آتی تھی کہ چور فلاں مقام کا رہنے والا ہے، اُس کا یہ نام ہے اور وہ اس وقت فلاں جگہ پر موجود ہے۔

یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اس نے ایک طلسمی عورت بنوا کر شہر کے دروازے پر نصب کرا دی تھی جب کسی غائب کی تلاش کرنا ہوتی تھی ایک مقررہ تاریخ پر سال میں ایک مرتبہ اس عورت کے

پاس جمع ہو کر لوگ اپنے غائب کے متعلق سوال کرتے تھے اور وہ عورت اس غائب کی تفصیلات بیان کرتی تھی۔ وہ بتاتی تھی کہ کب غائب ہوا۔ کہاں ہے۔ لوگ جا کر اپنے گم شدہ کو حاصل کر لیتے تھے۔

صاحب بحر المواج یہ بھی لکھتے ہیں کہ نمرود نے ایک ہزار سات سو سال حکومت کی ہے۔ اس کا تخت چار قبوں پر رکھا ہوا تھا اور وہ تخت زریں طنابوں سے بندھا ہوا تھا اور حریر و دیبا کے شاہی پردوں سے آراستہ تھا۔ عرائس ثعلبی میں ہے کہ نمرود وہ پہلا شخص تھا کہ جس نے اپنے سر پر تاج رکھا تھا۔ اور کھلم کھلا خدائی کا دعویٰ کیا تھا قصص جویری میں ہے کہ نمرود عجمی تھا اور عجم والے اسے کیکاؤس کہا کرتے تھے۔ قصص طہرانی میں ہے کہ نمرود کا اصل نام "مباکس" تھا۔

نمرود کا خواب

نمرود اپنے عہد شاہی میں خدائی کے مالیخولیا سے متاثر تھا شیطان کی پھونکی ہوئی ہوا اس کے دماغ میں بھری ہوئی تھی۔ وہ ساری دنیا سے اپنی پرستش کرا کے یہ خیال کر رہا تھا کہ میں واقعاً خدا بن گیا ہوں۔ اسی دوران میں ایک شب خواب میں دیکھا "کان کوکباً طلع فذهب بضوء الشمس والقمر حتى لم تبق لهما ضوء" کہ افق بابل پر ایک ستارہ طالع ہوا ہے۔ وہ ستارہ ایسا ہے کہ اس کے نور و جمال سے آفتاب اور ماہتاب نابود ہو گئے ہیں اور ان میں قطعاً ضیا باقی نہیں رہی۔ (عرائس ثعلبی ص۴۳)

یہ خواب دیکھ کر وہ بیدار ہوا اور اس درجہ پریشان ہوا کہ اس کے حواس باختہ ہو گئے۔ انتہائی پریشانی کی حالت میں اس نے ملک کے بڑے بڑے منجموں، کاہنوں اور قیافہ شناسوں کو طلب کیا، ایک روایت کی بنا پر انہیں منجموں میں حضرت ابراہیمؑ کا چچا آذر بھی تھا۔ یہ لفظ قبطی ہے اور اس کے معنی شیخ ہرم اور کج فہم کے ہیں۔ (عرائس ثعلبی ص۴۳)

جب سب منجم اور کاہن جمع ہو گئے تو نمرود نے اپنا دہشتناک خواب بیان کیا، خواب کو سن کر تمام لوگ حیران رہ گئے اور سب نے سمجھ لیا کہ اب نمرود کی خیر نہیں ہے اور اسکی خدائی مٹی میں مل جائے گی۔ لیکن کوئی اس بات کی ہمت نہیں کرتا تھا کہ خواب کے نتیجہ کو نمرود سے بیان کرے۔ کیونکہ وہ سخت جابر اور ظالم تھا۔ بالآخر "خلیدبن عاص" جو سارے منجموں کا سرتاج تھا بولا کہ "اے ولی النعمت"، نہایت افسوس کیساتھ عرض ہے کہ آپ کا یہ خواب اجرام فلکی کے تاثرات کا نتیجہ ہے، اجرام فلکی کے اوضاع سے بالکل نمایاں طور پر یہ واضح ہوتا ہے۔ کہ آپ کی مملکت میں عنقریب ایک ایسا بچہ پیدا ہو گا جو عجیب الشان اور عظیم السلطان ہو گا۔ اس کی پیدائش آپ کی سلطنت اور آپکی خدائی کے اختتام کا پیغام ہو گا۔ وہ پیدا ہونے کے تھوڑے دنوں بعد نیئے دین کا آغاز کرے گا اور نئی شریعت کی طرف لوگوں کو دعوت دے گا۔

اس کا سب سے پہلا کام بتوں کو توڑنا اور آپ کی سلطنت کو ختم کرنا ہوگا۔
اس کے بعد "خلید" نے کہا کہ اے ربع مسکون کے مالک اس کا فوری تدارک کرنا چاہیئے ورنہ ذرا سی غفلت تباہی کو فروغ دے دے گی اور پھر کچھ بنائے نہ بنے گا۔
نمرود نے کہا کہ یہ بتاؤ کہ وہ بچہ پیدا تو نہیں ہوا؟ ان لوگوں نے کہا کہ ہمارے حساب سے وہ اب تک پیدا نہیں ہوا لیکن عنقریب ہی پیدا ہونے والا ہے۔ نمرود نے بطور مشورہ یہ کہا کہ اچھا، اگر میں ایسا کر دوں کہ عورتوں کے قریب مردوں کو نہ جانے دوں۔ اور اس وقت جس قدر عورتیں حاملہ ہیں ان کے حمل ساقط کرا دوں تو کیسا رہے گا؟ سب نے کہا کہ بس یہی ایک تدبیر ہو سکتی ہے۔ بیشک یہی کیجیے اور بہت جلد کیجیے۔

حضرت ابراہیمؑ کا تعاقب ولادتِ ابراہیمؑ سے پہلے

اس کے بعد نمرود نے دس دس مردوں پہ ایک ایک مرد معین کر دیا کہ وہ اپنی عورتوں کے پاس نہ جانے پائیں اور دنیا کی تمام دائیوں کو حکم دے دیا کہ وہ عورتوں کی نگرانی کریں اور کسی کے حمل نہ ٹھہرنے پائے۔ اگر کسی کے حمل ظاہر ہو جائے تو اُسے فوراً ساقط کر دیں اور ایک اعلان عام کرا دیا کہ کوئی شخص ان دائیوں کو روکے نہیں یہ جہاں چاہیں اور جس حال میں چاہیں گھروں میں جا سکیں گی نیز یہ بھی حکم تھا کہ اس وقت جتنے حمل ہیں سب ساقط کرا دیئے جائیں۔ سدی کا بیان ہے کہ اس حکم کے تحت ایک لاکھ حمل ساقط کرائے گئے اور آئندہ حمل قائم نہ ہونے کے مضبوط مواقع پیدا کیے گئے۔
پھر منجموں نے خبر دی کہ فلاں شب کو اُس لڑکے کا نطفہ قائم ہوگا جو سلطنت نمرودی کو تباہ کرے گا۔ نمرود نے یہ معلوم کر کے اُس رات سے پہلے تمام مردوں کو شہر سے باہر کر دیا اور ہر دروازے پر اپنے معتبر لوگوں کو لگا دیا کہ کوئی مرد شہر میں داخل نہ ہو سکے اور کوئی عورت باہر نہ نکل سکے اور خود نمرود بھی مردوں کی نگرانی کے لیے شہر سے باہر نکل گیا۔ پھر رات کے وقت جب عورتوں نے دیکھا کہ اس شہر میں کوئی مرد نہیں ہے تو وہ سب آزادی کے ساتھ شہر کی تفریح کے لیے اپنے اپنے گھروں سے باہر نکلیں۔
تارخ جو حضرت ابراہیمؑ کے والد ہونے والے تھے۔ وہ بھی ایک دروازے پر نگران کی حیثیت سے تعینات تھے حضرت ابراہیمؑ کی والدہ بھی تفریح کرنے والی عورتوں کے ساتھ جب گھومتی پھرتی اس دروازے کے قریب پہنچی جس پر تارخ متعین تھے اور تارخ کی نظر ان پر پڑی تو جنسی جذبات مشتعل ہوئے۔ انھوں نے رات کی تاریکی میں موقع پاکر اپنی بیوی سے مجامعت کی۔" لیقضی اللہ

امراً کان مفعولاً تاکہ حکمِ خدا پورا ہو سکے۔

حضرت ابراہیمؑ کی ولادت

ابنِ عباسؓ کا بیان ہے کہ صبح ہوتے ہی منجموں نے نمرود سے کہا کہ اے بادشاہ زمین اور اے ولی نعمت وُہ نطفہ جس کے لیے پوری بندش کی گئی تھی اور جس سے خوف و ہراس تھا۔ اسی شب صلب پدر سے رحم مادر میں قائم ہو گیا ہے۔ یہ سُن کر نمرود بہت گھبرایا اور اُس نے حکمِ عام نافذ کر دیا کہ حملوں کا تدارک کیا جائے اور جس عورت کے حمل ظاہر ثابت ہو اُسے گرفتار کر کے حمل ساقط کرایا جائے چنانچہ دائیاں گھروں میں پھرنے لگیں اور پوری تحقیق سے حمل کا پتہ لگانے لگیں۔ خدا نے ایسا کیا کہ حضرت ابراہیمؑ کا حمل کسی دائی کے علم میں نہ آ سکا۔ اور خود مادرِ ابراہیمؑ کو اس کا علم بخوبی ہو گیا کہ وہ حاملہ ہیں۔ انھوں نے اس حمل کو اپنے شوہر سے بھی پوشیدہ رکھا۔ بالآخر جب حمل کی تکمیل ہو گئی تو وہ ایک شب کسی بہانے سے باہر نکلیں اور ایک پہاڑ کی کھوہ میں جا کر بچہ جنا۔ بچے کے پیدا ہوتے ہی وہ گھبرا گئیں اور سوچنے لگیں کہ اگر اس کی خبر ولادت کسی کو بھی ہو گئی تو یہ قتل کر دیا جائے گا بنابریں انھوں نے دل پر پتھر رکھ کر ابراہیمؑ کو غار میں ڈال دیا اور اپنے گھر کو واپس چلیں راستے میں خیال آیا کہ بچہ یونہی کھلا پڑا ہے۔ کہیں کوئی جانور نہ کھا جائے پھر واپس آئیں اور اس غار کے منہ پر ایک بڑا پتھر رکھ دیا، وہ گھر واپس آئیں مگر سخت بے چین تھیں چند دنوں کے بعد جب موقع ملا تو اپنے بچے کو دیکھنے کے لیے گئیں۔ وہاں پہنچ کر جو غار سے پتھر ہٹایا تو دیکھا کہ بچہ خوش و خرم ہے اور اپنے مُنہ میں انگوٹھا لیے چوس رہا ہے اور اُس سے دُودھ نکل رہا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ اکثر بچے سُنتِ ابراہیمی کے طور پر بچپن میں انگوٹھا چُوستے ہیں۔ تفسیر نیسیرہ میں ہے کہ ابراہیمؑ کے انگوٹھے اور انگلیوں سے دُودھ، پانی اور شہد برآمد ہوتا تھا۔

الغرض بچے کی حالت دیکھ کر مادرِ ابراہیمؑ بہت خوش ہوئیں اور سمجھ گئیں کہ یہ بچہ بہت بلند طالع لے کر آیا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ مادرِ ابراہیمؑ برابر بچے کو دیکھنے کے لیے جایا کرتی تھیں۔ جب پہنچتی تھیں تو ہوا کے جھونکے سے در غار پر سے پتھر ہٹ جایا کرتا تھا اور جب یہ واپس آنے لگتی تھیں تو ہوا اس پتھر کو غار پر پہنچا کر اسے بند کر دیا کرتی تھی۔

امام ثعلبی نے عرائس میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ ایک دن میں ایک ماہ کے برابر اور ایک ماہ میں ایک سال کے برابر بڑھتے تھے۔ فلم یمکث ابراهیم فی الغارة الاخمسة عشر یوماً" وہ غار میں صرف پندرہ دن مقیم رہے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ کا غار میں قیام ۱۳ سال رہا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیمؑ، یکم ذی الحجہ ۲۲۶۲ قبل میلاد کو پیدا ہوئے تھے۔

حضرت ابراہیمؑ کا غار سے خروج

مہینے کی آخری تاریخیں تھیں کہ حضرت ابراہیمؑ غار سے برآمد کیے گئے۔ آپ کی بعثت ہو چکی تھی آپ اپنی والدہ کے ساتھ جا رہے تھے کہ راستے میں بیل۔ اونٹ بھیڑ وغیرہ نظر آئے پوچھا یہ کیا ہے؟ اُنھوں نے بتایا کہ یہ سب جانور ہیں۔ پوچھا ان کا خالق کون ہے؟ انھوں نے جواب سے احتراز کیا۔ رات قریب تھی جب رات ہوئی اور ستارہ پرستوں کو دیکھا تو استفہام انکاری کے طور پر پوچھا کیا یہ ہمارا رب ہے، پھر چاند پرستوں کو دیکھا تو پوچھا کیا یہ ہمارا رب ہے، پھر سورج کو دیکھ کر کہا کہ کیا یہ ہمارا رب ہے جو کہ بہت روشن ہے۔ پھر وضاحت کر دی کہ اے قوم یہ ڈوبنے والے کسی طرح خدا نہیں ہو سکتے۔ خدا بس وہی ہے جس نے ان سب کو پیدا کیا ہے۔

طبری میں ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کو ان کی والدہ نے والد کے سامنے پیش کر کے کہا کہ یہ تمھارا فرزند ہے۔ خدا نے اس کے دل میں ان کی محبت پیدا کر دی اور وہ حکم نمرودی کو فراموش کر گئے۔

حضرت ابراہیمؑ کا بُت فروشی سے انکار

حضرت ابراہیمؑ کا ایک چچا تھا، جس کا نام آذر تھا۔ یہ بُت تراشی کیا کرتا تھا اور بُت فروشی کے لیے اپنے لڑکوں کو بازار بھیجا کرتا تھا۔ ایک روایت کی بنا پر حضرت ابراہیمؑ کے والد "تارخ" جب انتقال کر گئے تو آذر نے آپ کی کفالت سنبھال لی۔ اور انھیں بھی اپنے لڑکوں کی طرح بُت فروشی کے لیے بازار بھیجنا چاہا۔ مگر پہلے تو یہ راضی نہ ہوئے لیکن حالات کی روشنی میں رضا دے دی۔ یہ بُتوں کو بازار میں لے جاتے تھے اور بڑے بُت کی کمر میں رسّی باندھ کر اُسے گھسیٹتے تھے اور آواز لگاتے تھے کہ ہے کوئی ایسا جو اس قسم کے بُت کو خریدے جو نہ نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان۔ ان کی اس ترکیب سے بُتوں کی بکری کم ہو گئی آذر نے مواخذہ کیا آپ نے فرمایا۔ لم نعبد ما لا یسمع ولا یبصر" کیوں ایسے بُتوں کو پوجتے ہو، جو نہ سن سکتے ہیں نہ دیکھ سکتے ہیں۔ چچا ان کی پرستش چھوڑ دو، اور خدائے واحد کی عبادت کرو۔

بروایت روضۃ الصفا حضرت ابراہیمؑ برابر تبلیغ کر رہے تھے اور ان کی تبلیغ کی شہرت ہو گئی اور یہاں تک بڑھی کہ نمرود کے کانوں تک پہنچی۔

حضرت ابراہیمؑ کی دربارِ نمرود میں طلبی

نمرود کو جونہی اطلاع ملی کہ ابراہیمؑ نامی ایک نوجوان تبلیغ کر رہا ہے اور لوگوں کو ہماری راہ سے ہٹا رہا ہے تو حکم بھیجا کہ ابراہیمؑ کو میرے دربار میں حاضر کیا جائے۔ اس حکم کا آنا تھا کہ مادرِ ابراہیمؑ گھبرا اٹھیں اور ابراہیمؑ سے کہنے لگیں کہ اب

کیا بنے گا، حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ گھبراؤ نہیں، وہ ہمارا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔

مختصر یہ کہ حضرت ابراہیمؑ دربار میں تشریف لے گئے اور دراتے چلے گئے، نہ سلام کیا اور نہ رسم وقت کے مطابق نمرود کو سجدہ کیا۔ نمرود نے پوچھا کہ جس طرح ساری دنیا مجھے سجدہ کرتی ہے تم نے کیوں سجدہ نہیں کیا؟

حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ میں اپنے خالق کے سوا کسی کو سجدہ نہیں کر سکتا۔ اس نے پوچھا تمہارا خدا کون ہے؟ ارشاد فرمایا "ربی الذی یحیی و یمیت" میرا خدا وہ ہے جو زندہ کرتا اور مارتا ہے۔ اس نے کہا کہ میں بھی تو زندہ کرتا اور مارتا ہوں۔

یہ کہہ کر اس نے دو[1] آدمیوں کو قید سے برآمد کرا کے ایک کو چھوڑ دیا اور دوسرے کو قتل کر دیا کہا دیکھو میں بھی زندہ کرتا اور مارتا ہوں۔ حضرت ابراہیمؑ نے اس کی اس حرکت پر تبصرہ کیے بغیر اسے جلد سے جلد مجوج کرنے کے لیے فرمایا "ربی الذی یاتی بالشمس من المشرق فأت بها من المغرب" میرا خدا وہ ہے جو آفتاب کو مشرق سے طالع کرتا ہے اگر تو اپنے کو خدا سمجھتا ہے تو اسے مغرب سے طالع کر کے دکھا دے۔ "فبهت الذی کفر" وہ مبہوت ہو گیا اور جواب سے عاجز آکر چپ ہو رہا۔

نمرود اگرچہ اس جواب سے بہت بھڑکا لیکن کچھ کر نہ سکا، اور حضرت ابراہیمؑ دربار نمرود سے کامیاب واپس آئے۔ ان کی ہوا بندھ چکی تھی۔ اب انھوں نے کھلم کھلا تبلیغ شروع کر دی۔

روضۃ الصفا میں ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے دربار نمرود سے کامیاب واپس آنے کے بعد اپنی پوری طاقت سے تبلیغ شریعت اور اعلان وحدانیت کرنا شروع کر دیا۔ آپ کی تبلیغ کی وجہ سے بے شمار افراد حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

حضرت ابراہیمؑ نے خیال فرمایا کہ اس انفرادی تبلیغ سے بہتر یہ ہے کہ اجتماعی طور پر تبلیغ کی جائے اور جم غفیر کو آن کی آن میں بتا دیا جائے کہ یہ بت لاشئی ہیں، ان کا وجود و عدم برابر ہے، نہ یہ بول سکتے ہیں، نہ سن سکتے ہیں اور نہ کچھ کسی کو دے سکتے ہیں۔ حتیٰ کہ اگر ان پر خود کوئی حملہ آور ہو تو یہ اپنے کو بچا بھی نہیں سکتے۔

حضرت ابراہیمؑ کی بت شکنی

اس مقصد کے پیش نظر حضرت ابراہیمؑ برابر جد و جہد کرتے رہے اور موقعہ تلاش فرماتے رہے یہاں تک کہ سال کا وہ اہم دن آگیا جسے وہ لوگ "یوم عید" قرار دیتے تھے۔

اس اہم عید کے دن میں وہ ایسا کرتے تھے کہ سب کے سب عمدہ عمدہ کھانے تیار کرتے تھے اور بہترین لباس مہیا کرتے تھے اور ان سامان کو لا کر بتوں کے سامنے رکھ دیا کرتے تھے اور

[1] ایک کو پھانسی ہونی تھی، اسے چھوڑ دیا اور دوسرے کو قید ہوئی تھی اسے قتل کر دیا۔

سارے کے سارے عید گاہ چلے جاتے تھے پھر جب وہاں سے فراغت کر کے واپس آتے تھے تو اپنے اپنے سامان بتوں کے سامنے سے اٹھایا کرتے تھے پھر عمدہ لباس پہنتے اور فرحت و انبساط کے ساتھ کھانے استعمال کرتے تھے اور ایک دوسرے کو مبارکباد اس امر کی دیتے تھے کہ بتوں نے ان کے کھانوں اور لباسوں کو پر از برکت کر دیا ہے اور اب سارا سال خوشی اور مسرت میں گزرے گا۔

معالم التنزیل میں ہے کہ اس بت خانہ میں جو بت نصب تھے، اُن میں بعض وہ تھے جو چاندی کے بنے ہوئے تھے بعض وہ تھے جو لوہے کے تھے اور بعض پتھر اور لکڑی کے تھے۔ "تفسیر کبیر" میں ہے کہ وہاں جو بت تھے اُن کی تعداد نوّے ۹۰ تھی اور وہ سب اعلیٰ درجے کے بنے ہوئے تھے۔ ان بتوں میں جو سب سے بڑا تھا وہ خالص سونے کا بنا ہوا تھا اور جواہرات کے نقش و نگار سے مرصع تھا۔ اُس کی آنکھیں دو گوہر شاہوار کی تھیں طبری میں ہے کہ جب اس عید کے موقع پر لوگ جاتے تھے تو پہلے بت خانے میں جا کر بتوں کو سجدہ کرتے تھے اور جب واپس آتے تھے تو بتوں کو سجدہ کیا کرتے تھے۔ طبری میں یہ بھی ہے کہ ان لوگوں کی یہ عید اتنی اہم ہوتی تھی کہ اس میں سب کو شرکت کرنا پڑتی تھی اور کوئی شخص بھی ایسا نہ ہوتا تھا جو شرکت نہ کرے، سوا اُن لوگوں کے جو بیمار ہوں۔

روانگی کے وقت لوگوں نے حضرت ابراہیمؑ پر زور دیا کہ تم بھی ہماری عید گاہ میں چلو، اور ہماری شان و شوکت دیکھو تو تمھیں اندازہ ہو کہ ہم لوگ کس عزت کے مالک ہیں اور ہمارے بتوں کی برکت کس درجہ وسعت رکھتی ہے اور ہم اُن کی توجہ سے کتنی بلندی و برتری رکھتے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے یہ سُن کر آسمان کی طرف دیکھا اور نجوم پر نظر دوڑائی اور فرمایا "انی سقیم" میں بیمار ہوں یعنی مجھے ذبح عظیم واقعہ کربلا کا دُکھ ہے اور جسے اُس آنے والے عظیم واقعہ کا دُکھ ہو وہ کسی شادی اور خوشی میں شرکت نہیں کر سکتا۔ (حیات القلوب) ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیمؑ جب جانے پر تیار نہ ہوئے تو آذر نے زور دیا اور حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا بہتر ہے میں چلتا ہوں۔ چنانچہ کچھ دُور ہی گئے تھے کہ پاؤں میں ٹھوکر لگی اور آپ گر کر تڑپنے لگے۔ وقال انی سقیم اشتکی رجلی فتولوا عنہ وھو صریع " اور فرمایا کہ اب تم لوگ چلے جاؤ۔ میں نہیں جا سکتا، کیونکہ میں بیمار ہوں۔ میرے پاؤں میں شدید درد ہے۔ یہ سُن کر وہ لوگ اُن کو تڑپتا ہوا چھوڑ کر چلے گئے۔ (عرائس ثعلبی صـ۴۵)

حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ جاؤ، جب لوٹ کر آؤ گے تو تمھیں اپنے خداؤں کا حشر معلوم ہوگا۔ حضرت ابراہیمؑ کی یہ بات ایک شخص نے سُن لی تھی اور آخر میں اسی شخص نے ابراہیمؑ کے

خلاف انھیں جملوں کو دہرا کر گواہی دی تھی جس کے نتیجہ میں حضرت ابراہیمؑ آگ میں ڈالے گئے تھے۔
الغرض وہ لوگ عیدگاہ کی طرف چلے گئے اور حضرت ابراہیمؑ ان کے بُت خانے میں پہنچے اور جا کر بطور استہزاء ان بُتوں سے کہا کہ تمہارے سامنے جو یہ کھانے رکھے ہیں۔ انھیں کھاتے کیوں نہیں ہو پھر اس کے بعد ایک مضبوط تیشے کے ذریعہ سے تمام بُتوں کو چکنا چور کر ڈالا۔ البتہ اس بُت کو باقی رکھا جو اُن میں سب سے بڑا تھا۔ جب سب کو توڑ چکے تو اس تیشے کو بڑے بُت کے گلے میں ایک رسّی باندھ کر ڈال دیا اور وہاں سے چل کھڑے ہوئے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ نے جس دن بُت شکنی کی ہے وہ نوروز کا دن تھا (حیات القلوب جلد ا صلا۹) میرے نزدیک حضرت ابراہیمؑ کا بڑے بُت کو نہ توڑنا اور اس کے گلے میں تیشہ کا ڈالنا نہایت پُر از حکمت عمل تھا۔ حضرت نے سوچا ہو گا کہ جب یہ لوگ واپس آئیں گے اور اپنے پتھر کے خداؤں کو مٹی میں ملا ہوا دیکھیں گے تو اس بڑے بُت سے بدظن ہوں گے اور سمجھ لیں گے کہ اگر ان میں مدافعت کی طاقت ہوتی تو یہ ضرور دیگر بُتوں کو جو اس سے چھوٹے تھے بچا لیتا۔ اور جب یہ نہ بچا سکا اور "بُت کا بُت" بنا بیٹھا رہا تو ایسے مجبور سے توبہ کر لینی چاہیئے۔

حضرت ابراہیمؑ کی گرفتاری

حضرت ابراہیم علیہ السلام بُت شکنی کے بعد اپنے گھر کو واپس چلے گئے، پھر رات گزرنے کے بعد صبح کو جب نمرودیوں کی واپسی ہوئی تو انھوں نے اپنے بُت خانے میں حشر کا منظر دیکھا، ان کے خداؤں کے حشر و نشر نے اُن کے پیروں تلے سے زمین نکال دی۔ اُن کے ہاتھوں کے طوطے اُڑا دیئے، وہ ہکا بکا رہ گئے۔

اب آپس میں چہ میگوئیاں شروع ہوئیں اور فیصلہ ہوا کہ اس واقعہ کی تفصیلات سے سب سے پہلے نمرود کو آگاہ کرنا چاہیئے۔ چنانچہ اس کی بارگاہ میں لوگ حاضر ہوئے اور انھوں نے سارا واقعہ بیان کیا۔ نمرود نے کہا کہ جب کہ کسی کو دیکھا نہیں گیا کیونکر کسی کو سزا دی جا سکتی ہے اس پر اُن لوگوں نے جنھوں نے حضرت ابراہیمؑ کو یہ کہتے ہوئے سُنا تھا کہ "تاللہ لاکیدن اصنامکم" خدا کی قسم میں تمہارے بُتوں کو ٹھیک کر دوں گا۔" نمرود سے کہا کہ یہ کام صرف ابراہیمؑ کا ہے۔ نمرود نے کہا کہ میں صرف تمہارے کہنے پر سزا نہ دوں گا۔ ضرورت ہے کہ اس کو گرفتار کر کے برسرِ عام لایا جائے۔ چنانچہ اُس نے ان کی گرفتاری کا حکم دے دیا، اور وہ گرفتار کر کے دربارِ نمرود میں حاضر کئے گئے۔

نمرود نے کہا کہ اے ابراہیمؑ کیا یہ حرکت تم نے کی ہے؟ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ ان میں جو سب سے بڑا تھا وہ موجود ہے۔ جو کچھ ہوا سب اسکی آنکھوں کے سامنے ہوا۔ اُس سے پوچھو

اگر یہ بول سکے اور بتائے ، اور اگر کچھ نہ بتائے تو سمجھ لو کہ یہی مجرم ہے۔ کیونکہ تیشہ اسی کے گلے میں ہے اور اگر یہ بول نہیں سکتا اور بتانے سے مجبور ہے ، تو سمجھ لو کہ یہ لا شئے ہے۔ اس کا وجود و عدم برابر ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کے اس جواب سے لوگوں پر نہایت اچھا اثر پڑا ، اور اُن میں سے اکثر حضرت ابراہیمؑ کے ہم خیال ہوگئے اور آپس میں کہنے لگے کہ واقعاً اگر بُت میں کوئی طاقت ہوتی اور یہ کچھ کر سکتے تو اپنے کو سب سے پہلے انھیں بچانا چاہیئے تھا نیز یہ کہ سب سے بڑا جو بُت ہے وہ تو موجود ہے۔ اگر اس میں کوئی طاقت ہوتی ، تو یہ اپنے دیگر ساتھیوں کو ضرور بچا لیتا۔

روضۃ الصفا میں ہے کہ جب مشرکین شرمندہ ہوئے تو اسی حالت میں ابراہیمؑ کے پاس آکر کہنے لگے کہ جب تم جانتے ہو کہ یہ بول نہیں سکتے تو پھر ان کے متعلق بولنے اور نہ بولنے کا سوال ہی کیوں پیدا کیا؟ تمھارا یہ سوال بالکل عبث ہے۔

حضرت ابراہیمؑ نے یہ سُن کر فرمایا کہ " افتعبدون من دون اللہ مالا ینفعکم ولا یضرکم شیئاً اف لکم "۔ کیا تم ان کی پرستش کرتے ہو جو نہ تم کو نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ تف ہے تم پر کہ تم خدا کو چھوڑ کر ان لایعنی صورتوں کی پوجا کرتے ہو حضرت ابراہیمؑ کی گفتگو سُن کر سب سر بگریباں ہوگئے اور بہتوں نے حضرت ابراہیمؑ کی بات مان لی اور مسلمان ہوگئے۔ حضرت ابراہیمؑ برابر تبلیغ کر رہے تھے اور مُسلمانوں کی تعداد مسلسل بڑھ رہی تھی۔

نمرود کو جب ان کی تبلیغ کا زور اور شور معلوم ہوا تو اُس نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ ان کی تبلیغ سے نظامِ سلطنت ہی درہم برہم نہ ہوگا۔ بلکہ اس کی خدائی خطرے میں پڑ جائے گی۔ ان کی گرفتاری کا فیصلہ کیا اور انھیں گرفتار کرا لیا اور انھیں قید خانے میں بند کر دیا (روضۃ الصفا جلد ۱ ص ۳۶)

عجائب القصص علامہ عبدالواحد بن محمد المفتی ص ۸۷ میں ہے کہ نمرود نے ان کو گرفتار کرا کے ایک آہنی تنور میں بند کر دیا اور اس میں بھرپور آگ جلوا دی۔ کافی دیر کے بعد جب انھیں برآمد کیا تو وہ جیسے کے تیسے تھے ، یعنی ان کو کوئی گزند اس آگ سے نہ پہنچی۔ نمرود نے حکم دیا کہ انھیں قید خانے میں بند کر دیا جائے اور ان کو ختم کرنے کا کوئی اور حل تلاش کیا جائے۔ چنانچہ انھیں ایک روایت کی بنا پر چالیس یوم اور ایک روایت کی بنا پر سات سال قید میں رکھا اور اس دوران میں انھیں نذرِ آتش کرنے کا فیصلہ کیا۔

حضرت ابراہیمؑ نارِ نمرود میں

بروایت معارج النبوت ، نمرود نے بمقام "کوثا" جو کہ کوفہ میں ہے ایک چار دیواری تیار کرائی۔ جس کی لمبائی چار فرسخ اور چوڑائی چار فرسخ تھی اور اسکی بلندی سو گز تھی اور بروایت روضۃ الصفا

اس کی لمبائی ساٹھ گز، چوڑان چالیس گز اور بلندی بیس گز تھی۔ جب چار دیواری مکمل ہوگئی تو اس نے حکم دیا کہ اسے اچھی جلنے والی لکڑیوں سے بھر دیا جائے۔ چنانچہ اسے لکڑیوں سے پُر کر دیا گیا ایک روایت میں ہے کہ یہ چار دیواری ایک ماہ میں پُر کی گئی اور اس میں فراواں روغن ڈالا گیا اور گندھک ڈالی گئی۔ اس کے بعد اس میں آگ دے دی گئی۔ اور چاروں طرف وہ جلنے لگی۔ جب اس کے شعلے بھڑکے تو انھوں نے میلوں یہ عالم پیدا کر دیا کہ کوئی قریب نہ جا سکتا تھا۔ کوئی طائر فضائے بالا تک اس پر سے گذر نہ سکتا تھا۔ طبری میں ہے کہ آگ کو بھڑکانے میں دو سال لگے تھے اسی میں یہ بھی ہے کہ چار دیواری کے باہر بھی لکڑیاں جمع کی گئی تھیں۔

آگ تو روشن کر دی گئی، لیکن اب کوئی سبیل ایسی نہ تھی کہ حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالا جا سکے۔ کیونکہ کوئی قریب جا نہیں سکتا تھا۔ لوگ اسی تردد اور مشورے میں تھے کہ شیطان نے منجنیق بنانے کا مشورہ دیا اور بنانے کی ترکیب بتائی۔ جب منجنیق تیار ہوگئی تو اس نے اس میں پہلے ایک بڑا پتھر رکھ کر پھینکا۔ جب تجربے نے بتا دیا کہ منجنیق ٹھیک بن گئی ہے اور کام ٹھیک کر رہی ہے تو حضرت ابراہیمؑ کے ہاتھ پاؤں باندھے گئے اور گلے میں بھی طوق آہن ڈالا گیا۔ پھر منجنیق میں بٹھا کر انھیں پھینکا گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ جب ہاتھ پاؤں باندھے گئے تو حضرت ابراہیمؑ نے بارگاہِ خداوندی میں ہاتھ اٹھا کر کہا لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ رَبَّ الْعَالَمِیْنَ لَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الْمُلْكُ۔ ایک روایت میں ہے کہ اسی دوران میں آسمان کے معزز فرشتے بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ مالک روئے زمین پر ایک ابراہیمؑ ہیں جو تیری وحدانیت کی تبلیغ کر رہے ہیں۔ اب انھیں بھی نذرِ آتش کیا جا رہا ہے، ہمارے مالک تو ان کو بچانے کے لیے ہم کو حکم دے دے۔ حکم ہوا کہ جاؤ اگر ابراہیمؑ تمھاری امداد قبول کر لیں تو بیشک تم ان کی امداد کرو۔ وہ فرشتے زمین پر نازل ہوئے اور حضرت ابراہیمؑ کی خدمت میں مدد کرنے کی خواہش کی۔ حضرت ابراہیمؑ نے امداد قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

پھر وہ فرشتے آئے جو ہوا اور پانی پر متعین ہیں، فرشتہ ہوا نے کہا کہ آپ کہیں تو ہم آندھی کے ذریعہ سے اس آگ کو منتشر کر دیں، آپ نے فرمایا میں موقع امتحان میں ہوں۔ مجھے تمھاری امداد کی ضرورت نہیں ہے۔ پھر فرشتہ آب آگے بڑھا اور اس نے بھی کہا کہ اگر آپ کہیں تو پانی برسا کر آگ کو بجھا دوں۔ ارشاد ہوا ضرورت نہیں ہے۔

الغرض حضرت ابراہیمؑ کو منجنیق میں رکھ کر پھینکا گیا، وہ ہوا میں اُلٹتے پلٹتے جا رہے تھے کہ جبریلؑ نے بڑھ کر استقبال کیا اور ان سے ملاقات کر کے کہا ھَلْ لَكَ حَاجَةٌ، قَالَ بَلٰی اَمَّا اِلَیْكَ فَلَا۔ اے ابراہیمؑ تمھیں کوئی حاجت ہے۔ فرمایا بیشک ہے۔ لیکن تم سے نہیں، پھر

جبرئیل نے کہاکہ اچھامالک ہی کی طرف رجُوع کرو۔ کہا ہ حسبی سوالی علمہ بحالی"۔ سوال کی ضرورت نہیں۔ ہمارے حال کا اسے علم ہوناہی کافی ہے۔

مختصر یہ کہ حضرت ابراہیمؑ بھڑکتے ہوئے شعلوں میں پہنچے۔ پھر نیچے کی طرف جاکر آگ کے درمیان وارد ہوئے، فرمان باری آگ کو پہنچ چکا تھا" یا نار کونی برداً وسلاماً علیٰ ابراھیم اے آگ سلامتی کے ساتھ ابراہیمؑ کے لیے سرد ہو جا۔ آگ گلزار بنی، گل و ریحان کی کثرت ہوگئی سدی کا بیان ہے کہ فرشتوں نے ابراہیمؑ کو زمین پر بٹھا دیا۔ ان کے بیٹھتے ہی ان کے قریب چشمہ جاری ہوگیا، گلاب اور نرجس کے پھول کھل گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیمؑ جونہی وسط نار میں پہنچے یہ حضرت جبرئیلؑ نے فوراً بلور کا ایک تخت بچھا کر اس پر انہیں بٹھایا۔ ان کے تخت پر بیٹھتے ہی چشمۂ آب جاری ہُوا، اور گرداگرد پھولوں کے درخت نمایاں ہوگئے۔ ایک روایت میں ہے کہ جلی ہُوئی لکڑیوں کے باقی حصّہ کو جو جلنے سے رہ گیا تھا اُسے جبرئیلؑ نے زمین میں نصب کر دیا اور اُس سے ہرے بھرے درخت پیدا ہوگئے جن میں تازے پھل لگے ہُوئے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت آگ میں ڈالے گئے تو چھپکلی دوڑ بیٹھی ہُوئی آگ کو پھونک رہی تھی۔ اسی لیے خدا نے انھیں مارنے کا حکم دیا ہے اور مینڈک دُور ہی سے مُنہ میں پانی لے کر نارِ نمرُود کی طرف پھینک رہا تھا تاکہ وُہ بجھ جائے اور حضرت ابراہیمؑ بچ جائیں، اسی لیے خدا نے اس کو مارنے سے منع فرمایا ہے۔

الغرض حضرت ابراہیمؑ حکم خدا سے آگ کے گلزار میں بیٹھے ہُوئے خدا کو یاد کر رہے تھے۔ اور ایک روایت کی بنا پر تین دن، ایک روایت کی بنا پر سات دن اسی آگ کے گلزار میں رہے اسی دوران میں نمرُود نے اپنے منارہ پر جاکر حضرت ابراہیمؑ کی طرف جو نگاہ کی تو انھیں جنّت نما گلزار میں بیٹھا ہوا دیکھا۔ اُسے خیال تھا کہ وہ جل بھُن کر راکھ بن گئے ہوں گے۔ جب اُس نے انھیں اس حال میں دیکھا تو متعجب بھی ہُوا اور متوحش بھی، کیونکہ اُسے یہ خیال پیدا ہو گیا کہ اب جبکہ یہ آگ نہیں جلاسکی اور اب صحیح و سالم برآمد ہوں گے تو لازماً میرے لیے اور زیادہ مضر ثابت ہوں گے۔ یہی کچھ سوچ کر اُس نے اپنے کارکنوں کو حکم دیا کہ منجنیق کے ذریعے سے ابراہیمؑ پر پتھر پھینکے جائیں۔ چنانچہ بہت بڑے بڑے پتھر اس میں رکھ کر پھینکے گئے وہ پتھر بروایت عجائب القصص صہ۸۸ ایک مقام پر ہوا میں جمع ہوگئے اور بحکم خدا ابر کی صُورت اختیار کرکے برسنے لگے۔ جس کے نتیجے میں اس حصہ کے علاوہ جو گلزار بنا ہُوا تھا جس قدر بھی آگ اس طویل چہار دیواری میں تھی سب بُجھ گئی۔

علامہ مجلسیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ دُنیا میں سب سے پہلے جو منجنیق بنائی گئی وہ وُہی تھی جس میں رکھ کر حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالا گیا۔ یہ منجنیق مقامِ کوثا میں جو کوفہ کے ایک گاؤں "قنطارہ" میں واقع ہے شیطان کے ہاتھوں بنی تھی۔ انھوں نے حیات القلوب کے صنہ۹ میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کو جب ہاتھ پاؤں باندھ کر منجنیق میں رکھا تو اُن کے چچا آذر جو حکومت نمرود کا وزیر تھا حضرت ابراہیمؑ کے پاس آیا اور اُن کے روئے مبارک پر ایک طمانچہ مار کر کہا کہ اب بھی اپنی حرکت سے باز آجا اور نمرود کی خدائی تسلیم کرلے۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ جو خُدا ہے، خدائی اُسی کی تسلیم کی جائے گی اور اُسی کی تسلیم شدہ ہے۔ یہ نہ خدا ہے، نہ اس کی خدائی مانی جاسکتی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ کے لیے آگ سرد ہوئی تو اُس کا اثر تین دن تک دُنیا کی تمام آگ پر رہا۔ اور اُس میں ٹھنڈک آگئی تھی۔ ایک حدیث میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے ایک سوال کے جواب میں مرقوم ہے کہ حضرت موسیٰؑ عصا سے اس لیے ڈرتے تھے کہ ان کے صلب میں نورِ محمدیؐ نہ تھا اور حضرت ابراہیمؑ اس لیے آگ سے بے پروا تھے اور جانتے تھے کہ آگ انھیں اذیّت نہ پہنچا سکے گی۔ کیونکہ ان کی پُشت میں حضرت محمد مصطفےٰؐ، علی مرتضیٰؑ، فاطمۃ الزہرا اور امام حسنؑ و حسینؑ اور سید الشہدا کی نو اولاد کا نور تھا ایک روایت میں ہے کہ انھیں انوار کے طفیل میں ابراہیمؑ کے لیے نارِ نمرودی گلزار بنی تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کو بدھ کے دن آگ میں ڈالا گیا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ آگ میں جاتے ہی خدا نے حضرت ابراہیمؑ کو اعزازِ خلّت سے نوازا تھا۔ (طبری جلد ا صنہ ۱۶)

نمرود کی دُختر کا ایمان لانا

مؤرخین کا بیان ہے کہ آتشِ نمرود کے گلزار بننے کے واقعات اور اس وقت کے دیگر حالات دیکھ کر حضرت لوطؑ اور جنابِ سارؑا نے ایمان ظاہر کیا اور رعضہ بنت نمرود ایمان لائی۔ حضرت لوطؑ حضرت ابراہیمؑ کے چچازاد بھائی تھے اور جنابِ سارؑا چچازاد بہن تھیں۔

رعضہ بنت نمرود کے ایمان لانے کے متعلق علامہ عبدالواحد بن محمد المفتی بحوالہ معارج النبوت لکھتے ہیں کہ رعضہ بنت نمرود بڑی زیرک اور ہوشیار لڑکی تھی۔ اس نے جب حضرت ابراہیمؑ کے آگ میں ڈالے جانے کو دیکھا تو بڑے اصرار سے اپنے والد کو اس بات پر راضی کیا کہ اسے اس منارے پر جانے کی اجازت دی جائے جس پر سب لوگ بیٹھ کر حضرت ابراہیمؑ کو دیکھ رہے ہیں چنانچہ نمرود نے اجازت دے دی اور وہ اس منارہ پر جا پہنچی، وہاں پہنچکر اُس نے حالات دیکھے۔ اُسے یہ دیکھ کر بڑا تعجب ہوا کہ آگ گلزار بن گئی اور بلور کا تخت ان کے لیے لایا گیا ہے۔ اُس نے بے ساختہ آواز دی، اے ابراہیمؑ میں یہ کیا دیکھ رہی ہوں؟ اے ابراہیمؑ یہ حالات کیونکر

پیدا ہوئے۔ خدا نے اُس کی آواز ابراہیمؑ تک پہنچادی حضرت ابراہیمؑ نے جواب دیا "من کان فی قلبہ معرفۃ اللہ لم یحرقہ النار"۔ جس کے دل میں اللہ کی معرفت ہو اُسے آگ نہیں جلا سکتی۔ اس نے کہا کہ کیا مجھے اجازت ہے کہ میں آگ میں آپ تک آجاؤں۔ آپ نے فرمایا "تو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ ابراھیمُ خلیلُ اللہ" تو کلمہ پڑھ لے تو ہمارے پاس آسکتی ہے، اُس نے کلمہ پڑھا اور جھکے سے اُتر کر ابراہیمؑ کے پاس جا پہنچی۔ جب آگ کے قریب پہنچی اسے آگ کے کسی حصہ نے اذیت نہ پہنچائی اور وہ حضرت ابراہیمؑ تک جا پہنچی۔ وہاں پہنچکر اس نے اپنے ایمان کی تجدید کی اور واپس اپنے گھر باپ کے پاس چلی گئی۔

نمرود کو جب ایمان لانے کا واقعہ معلوم ہوا وہ آگ بگولہ ہوگیا اور اپنی لڑکی سے کہنے لگا کہ توبہ کر۔ اُس نے انکار کیا۔ پھر اُس نے تخویف کی اور ڈرایا۔ مگر اُس نے پرواہ نہ کی۔ نمرود جب اُسے سمجھانے سے عاجز ہوگیا تو اُس نے اسے جلادوں کے حوالے کر دیا، جلادوں نے اسے دھوپ میں لٹاکر اُس کے ہاتھ پاؤں میں میخ ٹھونک دی، اِدھر جلادوں نے اُسے سزا دی۔ اُدھر خدا نے جبریلؑ کو حکم دیا کہ "میری کنیز کو وہاں سے تندرست کر کے ابراہیمؑ تک پہنچادو۔ یہ واقعہ حضرت ابراہیمؑ کے آگ سے نکلنے کے بعد کا ہے۔ حضرت جبریلؑ نے رعضہ بنت نمرود کو حضرت ابراہیمؑ کی خدمت میں پہنچا دیا۔ چنانچہ وہ انھیں کے پاس رہی۔ بالآخر انھوں نے اس کی شادی اپنے ایک فرزند مدینؑ کے ساتھ کردی جو کہ سارا و ہاجرا کے علاوہ "قطورہ" بیوی سے تھا۔ پھر خدا نے اسے یہ عزت دی کہ اس کے سلسلہ رحم میں بہت سے انبیاء کو پیدا کیا۔ (عجائب القصص ص۹۰)

منجنیق کی تاریخ

ہم ذیل میں مسٹر رفیع الدین ہاشمی کا وہ مضمون نقل کرتے ہیں جو اُنھوں نے اُردو ڈائجسٹ میں تحریر کیا ہے۔ اس میں اگرچہ بعض ایسی باتیں بھی ہیں جو تحقیقی نقطہ نظر سے دُرست نہیں ہیں۔ لیکن چونکہ یہ مضمون معلوماتی ہے اس لیے ہم اسے درج کر رہے ہیں۔

محمد بن قاسم بیلہ کی فتح کے بعد دیبل کی طرف بڑھا، تو اہلِ دیبل قلعہ بند ہو کر بیٹھ گئے۔ محمد بن قاسم نے رسد اور کمک کے تمام بیرونی راستے کاٹ دیئے۔ مگر دیبل والوں نے رسد کا کافی ذخیرہ جمع کرلیا تھا اس لیے محصور ہو کر بیٹھنے میں کوئی پریشانی نہ ہوئی۔ مسلمان زیادہ عرصہ تک محاصرہ جاری نہ رکھ سکتے تھے۔ انھوں نے مختلف طریقوں سے دیبل والوں کی قلعہ بندی توڑنے کی کوشش کی۔ دیبل کی فصیل بہت مضبوط اور بلند تھی، پھر اس کے گرد پانی سے بھری ہوئی ایک گہری خندق تھی جس کی وجہ سے فصیل کے قریب جانے میں رکاوٹ ہوتی تھی مسلمان دبابوں کی آڑ میں دشمن کے تیراندازوں سے بچتے بچاتے فصیل کے قریب پہنچتے اور کبش کے ذریعے فصیل کو توڑنے کی کوشش کرتے۔ لیکن دشمن اُوپر سے

جلتی ہوئی مشعلیں پھینک کر دبابوں کو آگ لگا دیتا۔ مسلمانوں کے لیے یہ صورتِ حال بہت پریشان کن تھی۔

دیبل کے وسط میں قریباً چالیس گز اونچی کرسی پر ایک بُت خانہ واقع تھا۔ اس کا گنبد بھی اتنا ہی اونچا تھا۔ گنبد پر سبز ریشم کا پرچم لہرا رہا تھا۔ جس کے متعلق اہلِ دیبل کا عقیدہ تھا کہ جب تک یہ پرچم لہراتا ہے اور یہ گنبد قائم ہے۔ دنیا کی کوئی طاقت ان کا بال بیکا نہیں کر سکتی۔ مسلمانوں کو اہلِ دیبل کے اس عقیدے کا پتہ چلا، تو انھوں نے "عروسک" نامی منجنیق کو آزمانے کا فیصلہ کیا۔ گولہ باری کے وقت "عروسک" کو پانچسو آدمی چلاتے تھے۔

محمد بن قاسم نے "عروسک" کے انچارج جعونۃ السلمی کو بلایا اور اس سے کہا:

"اگر تم مندر کے گنبد پر لہراتے ہوئے جھنڈے کو منجنیق سے نشانہ لگا کر گرا دو، تو دس ہزار درہم انعام ملے گا۔"

جعونہ نے گنبد کے محلِ وقوع کو دیکھ کر حساب لگایا اور کچھ سوچ کر بولا:

"اگر منجنیق کے اگلے دونوں پاؤں کاٹ کر چھوٹے کر دیئے جائیں، تو میں تین پتھروں سے جھنڈے کو گرا کر پتھر توڑ دوں گا۔"

محمد بن قاسم نے کہا:

"اگر نہ گرا سکے، تو . . . . . ."

"تو میرے ہاتھ کاٹ دیجئے۔" جعونہ نے جواب دیا۔

مگر جعونۃ السلمی کے ہاتھ کاٹنے کی نوبت نہ آئی، کیونکہ اس نے پہلے دو نشانوں میں جھنڈے کو تار تار کرنے کے بعد تیسرے نشانے سے گنبد کو توڑ دیا۔ اہلِ دیبل نے اس سے بُرا شگون لیا اور لڑائی کے لیے شہر سے باہر نکل آئے۔ دست بدست لڑائی میں مسلمانوں نے نہایت آسانی سے انھیں شکست دے کر شہر پر قبضہ کر لیا۔ دیبل کی یہ فتح منجنیق کی مرہونِ منت تھی۔

منجنیق بہت قدیم جنگی ہتھیار ہے۔ مختلف زمانوں میں اسکی شکلیں تبدیل ہوتی رہی ہیں اور اسی لیے انگریزی میں اس کے کوئی نصف درجن کے قریب مختلف نام ملتے ہیں لیکن اردو میں ان تمام کے لیے عموماً منجنیق کا لفظ ہی بولا جاتا ہے۔ مختلف قسم کی منجنیقیں نیزے، بھالے، پتھر، اینٹیں، جلتی ہوئی لکڑیاں اور روغن نفت (مٹی کا تیل) سے بھری ہوئی شیشیاں دشمنوں پر پھینکنے کیلئے استعمال ہوتی تھیں منجنیق دشمن کی فوجوں میں بھگدڑ مچانے، فوجیوں اور گھوڑوں کو ہلاک کرنے، بحری جہازوں کو ڈبونے اور فصیلوں کو توڑنے کے لیے بھی مشہور تھی فصیلوں کو توڑنے کے لیے قدیم زمانے میں ایک اور آلہ بھی تھا جسے کبش (BORE) یا تُلی کہا جاتا ہے۔ محاصرین دبابے (TESTUDO) کی آڑ میں فصیل

کے قریب پہنچتے اور کشش کی مدد سے فصیل میں سوراخ کر کے اُسے توڑنے کی کوشش کرتے مگر اس میں دقت یہ تھی کہ دبابہ تیروں اور نیزوں کی زد سے تو محفوظ ہوتا، مگر فصیل کے اُوپر کھڑے ہوئے سنتری جلتی ہوئی مشعلیں پھینک کر اُسے آگ لگا دیتے۔ ایسی صورت میں محاصرین کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہ ہوتا کہ دور ہی سے منجنیق کے ذریعے تیراندازی اور سنگ اندازی کریں۔

بائبل میں ایک جگہ ایسے آلات کا ذکر ملتا ہے جن کی مدد سے "عیّار آدمی تیر اور پتھر پھینکتے تھے"۔ اگرچہ بائبل میں اِن آلات کے نام نہیں بتائے گئے، لیکن غالب قیاس یہی ہے کہ وہ منجنیق ہوگی۔

چوتھی صدی قبل مسیح میں پہلی منجنیق کا سراغ ملتا ہے۔ روایات کے مطابق ۳۹۹ ق م میں اٹلی کے ایک جابر حکمران نے افریقہ کے مغربی ساحل پر واقع ایک شہر کارتھیج پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا۔ حملے کے زوردار بنانے اور اس میں یقینی کامیابی کے لیے اُس نے یونان سے چند ایسے کاریگر اور مستری بلائے جو سامانِ حرب بنانے میں خاص مہارت رکھتے تھے۔ بادشاہ نے انھیں کوئی ایسا آلہ تیار کرنے کا حکم دیا جس کے ذریعے آسانی سے اپنے حریفوں کو نیچا دکھا سکے۔ انھوں نے بحری جہاز تیار کیا جو جنگی نقطۂ نظر سے دُشمن کے لیے تباہ کُن ہتھیار کی حیثیت رکھتا تھا، مگر کاریگروں کا تیار کیا ہوا ایک اور آلہ بالکل نئی ایجاد تھا۔ اسے منجنیق کا نام دیا گیا۔

دُنیا کی یہ پہلی منجنیق، لمبی سی کمان سے مشابہ تھی جو لکڑی کے ایک اسٹیج پر تیار کی گئی تھی۔ اس کے ذریعے ایک خاص قسم کا نیزہ دُشمن کی سمت پھینکا جا سکتا تھا۔ یہ نیزہ عموماً ۲ فٹ سے ۶ فٹ تک طویل اور ۵ یا ۶ پونڈ وزنی ہوتا۔ دو سال بعد اسی بادشاہ نے سسلی کے مغرب میں ایک اور شہر موتیا کے محاصرے کے دوران میں بھی اپنا ایسا "توپ خانہ" استعمال کیا۔ افریقی حکمران ہملکون ایک بحری بیڑا لے کر محصورین کی مدد کے لیے آیا۔ مگر محاصرین کی منجنیق نے بحری بیڑے پر نیزوں اور بھالوں کی اس قدر زبردست بوچھاڑ کی کہ افریقی حکمران، موتیا والوں کو دُشمن کے رحم و کرم پر چھوڑ کر واپس افریقہ کی طرف فرار ہوگیا۔

ایک اور روایت یہ ہے کہ اوّلین منجنیق چوتھی صدی قبل مسیح میں یُونان کے ایک مشہور حساب دان اور افلاطون کے ہمعصر زوپرسس نے بنائی تھی۔ بعض مُورخین کا خیال ہے کہ وہ اِن کاریگروں میں شامل تھا جنھیں اٹلی کے بادشاہ نے نئے جنگی ہتھیار بنانے کے لیے یونان سے بُلوایا تھا۔ مگر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ منجنیق، زوپرسس کا ذاتی کارنامہ ہو۔

منجنیق کی اِبتدائی صُورت بہت پیچیدہ تھی خصُوصاً اس کے اِستعمال میں بہت دقت پیش آتی تھی۔ اسٹینڈ پر لگے ہوئے ترچھے شہتیر کے اندر، ایک لمبی سی نالی بنی ہوتی ہے۔ جسے آپ ناند بھی کہہ سکتے ہیں۔ تیر یا نیزہ اس ناند میں رکھ کر آگے پیچھے سرکایا جا سکتا تھا۔ کمان کے ذریعے نیزے کو ضرب لگا کر

پھینکا جاتا۔کمان کو کنٹرول کرتے اور نیزے کو ضرب لگانے کے لیے کچھ رسّیاں، چرخیاں اور کُنڈے استعمال کیے جاتے تھے چرخیوں کی رُکاوٹ کے لیے ان کے دندانوں کے آگے رکھنے کے لیے "کُتّے" بھی بنے ہوتے جس مقام پر نشانہ لگانا مقصود ہوتا۔اس کے فاصلے کے تناسب سے ضرب لگانے والے شٹل (SHUTTLE) کو ایک خاص مقام پر رکھا جاتا اور پھر چرخیوں کو گھمانے سے کمان تن جاتی اور منجنیق کے انچارج کے "بزن" کہتے ہی کُنڈا رسّی سے علیحدہ ہو جاتا۔رسّی حرکت میں آتی، شٹل ضرب لگاتا اور تیر اپنے نشانے کی طرف روانہ ہو جاتا۔

اگلی صدی کے دوران میں اس طرح کی منجنیق میں متعدد تبدیلیاں کی گئیں نئی منجنیق کے ذریعے دشمن پر کئی کئی پونڈ وزنی پتھر یا اینٹیں پھینکی جاتیں۔اینٹوں کے استعمال میں مصلحت یہ بھی کہ نشانے پر لگ کر ٹوٹ جاتیں اور دشمن کے لیے دوبارہ قابلِ استعمال نہ رہتیں۔پرانے زمانے کے منجنیقوں میں استعمال ہونے والے ایک فٹ لمبے، اتنے ہی چوڑے اور تقریباً ۶۰ پونڈ وزنی پتھر آج بھی سسلی میں موجود ہیں۔کہا جاتا ہے کہ سنگ اندازی کرنے والی سب سے بڑی منجنیق ارشمیدس نے بنائی تھی جو ۶۰۰ پونڈ وزنی پتھر سے نشانہ بازی کر سکتی تھی۔

بعض منجنیقوں میں پتھر رکھنے کے لیے ایک جیب ہتھیلی یا گوپیا بنا ہوتا ہے۔بالکل اسی طرح جیسے مغربی پاکستان میں کھیتوں سے چڑیوں اور دوسرے پرندوں کو اڑانے کے لیے گوپیا استعمال ہوتا ہے۔اسے پنجابی میں "بھوانی" (گھومنے والی) بھی کہتے ہیں۔

تیسری صدی قبل مسیح میں ایک اور یونانی حساب دان اور ماہر نجوم نے منجنیق کے دو نئے ڈیزائن تیار کیے۔یہ دونوں ڈیزائن عمدہ اور قابلِ قدر تھے۔مگر اس دور کے کاریگروں کے لیے ایسی منجنیقیں بنانا ممکن نہ تھا۔اس لیے ان پر مزید کام نہ ہو سکا۔

تیر انداز منجنیق کی ناند کبھی ۴۵ درجے کے زاویے پر باندھی جاتی۔بعض اوقات اُسے کھلا رکھتے تاکہ مختلف زاویوں پر نشانہ لگانے کیلئے ناند کو آسانی کیساتھ اِدھر اُدھر گھمایا جاسکے۔سنگ انداز منجنیق اپنی ساخت کے اعتبار سے بھاری بھر کم ہوتی تھی۔فوجوں کیلئے ایسی بھاری منجنیقیں مختلف مقامات پر ساتھ لیے پھرنا بہت مشکل تھا۔کیونکہ اس طرح فوجیں تیزی کے ساتھ نقل و حرکت نہ کر سکتی تھیں۔چنانچہ فوجی انجینیئر منجنیق سازی کے ہتھیار اپنے ساتھ رکھتے اور جہاں ضرورت پڑتی، درخت کاٹ کر منجنیق تیار کر لی جاتی۔اسکندرِ اعظم کی فوجیں ایسا ہی کرتی تھیں۔یہ منجنیق عام طور پر بہت وزنی اور عظیم الجثہ ہوتی۔رومی فوجیں اسی قسم کی بھاری منجنیقیں استعمال کرتی تھیں۔انھیں ایک جگہ نصب کر کے استعمال کیا جاتا۔ایک رومی تاریخ نویس TACITUS نے ایک بہت بڑی منجنیق کا حوالہ دیا ہے جس نے ۶۹ء کے ایک محاصرے میں محصورین میں تباہی مچادی۔

تھی۔ جدید تجربات نے ثابت کر دیا ہے کہ پچاس پونڈ وزنی پتھر کو چار سو گز کے فاصلے تک پھینکا جا سکتا ہے۔ چوتھی صدی عیسوی میں تین ہزار رُومی فوجیوں کے ہر دستے کے ساتھ دس بڑی اور ساٹھ چھوٹی منجنیقیں ہوتی تھیں۔ اِس سے قدیم لڑائیوں میں منجنیق کی اہمیت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

منجنیق اگرچہ مختلف زمانوں میں مختلف شکلیں اختیار کرتی رہی، مگر ان سب کی تیاری میں بُنیادی طور پر حرکت یا دھکا دینے کا اصول کارفرما رہا ہے۔ اس کی اکثر اقسام میں نیزہ یا سنگ اندازی میں بُنیادی طور پر تنی ہُوئی کمان کی طاقت استعمال ہوتی تھی۔ کمان کی رسّی گھوڑوں کے بالوں اور جانوروں کی رگوں اور نسوں سے تیار کی جاتی۔ یہ رسّیاں لچکدار ہوتیں۔ جدید انجینیروں کو بالوں اور رگوں سے تیار شدہ ان رسیوں کی لچک کا راز آج تک معلوم نہیں ہو سکا۔

سخت کمان والی منجنیق کے مقابلے میں لچکدار رسیوں سے تیار شدہ منجنیق زیادہ بہتر اور مفید تھیں کیونکہ یہ نسبتاً وزنی گولہ زیادہ فاصلے پر پھینک سکتی تھی۔ چنانچہ اُسے بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔ آپ یہ سُن کر حیران ہونگے کہ ایسی منجنیقوں میں استعمال ہونے والی رسّیاں اور لچھے انسانی بالوں سے بھی تیار کیے جاتے تھے۔ بالعموم غریب عورتیں اپنے بال فروخت کر دیتی تھیں۔ جنگ کے زمانے میں بعض موقعوں پر عورتیں اپنے بال "دفاعی فنڈ" میں دے دیتیں اور یہ بال دشمن کے خلاف استعمال ہونے والی منجنیقوں میں صرف ہوتے۔ اس طرح کا ایک واقعہ ۱۴۶ ق م میں رومیوں کے محاصرہ کے موقع پر پیش آیا۔ جب کارتھیجن عورتوں نے اپنے بال کاٹ کر فوجیوں کے حوالے کر دیے۔

بعد کے زمانے میں منجنیق کی صُورت میں تبدیلی کی گئی۔ نئے ڈیزائن میں ناند کے گرد ایک فریم تیار کیا گیا۔ اس فریم میں کمان کے بجائے بالوں کے لچھے اور ان میں پھنسے ہُوئے لکڑی کی لٹھ استعمال ہوتے تھے۔

سلطنت روما کے دَور میں ایک نئی طرز کی سنگ انداز منجنیق ایجاد ہوئی۔ اُس کا ایک ہی بازو تھا جس کے سرے پر پتھر رکھنے کے لیئے چمچے کی مانند ایک کوسیا لگایا گیا تھا۔ بالوں سے تیار شدہ رسّی کے ذریعے بازو کو حرکت دے کر عمودی نشانہ لگایا جاتا۔ چوبی بازو یا لٹھ کو لکڑی کا ایک عمودی اسٹینڈ روک لیتا۔ اس کا نام "گورخر" یا جنگلی گدھا ONAGER رکھا گیا۔ کیونکہ جنگلی گدھا بھی تعاقب کرنے والوں پر اسی انداز میں سنگ اندازی کرتا ہے۔

ایک اور قسم دو بازوؤں والی منجنیق تھی جسے عقربی منجنیق SCORPION بھی کہہ سکتے ہیں۔ پانچویں صدی عیسوی کے آخر میں جب سلطنت رُوما کو زوال آیا، تو عقربی منجنیق کا استعمال ختم ہوگیا ماہرین کا خیال ہے کہ شاید یورپی انجینیرنگ کے زوال کے سبب کاریگروں کے لیے ایسا پیچیدہ ہتھیار بنانا ممکن نہ رہا۔ تاہم خمدار یا لچکدار منجنیق کا استعمال دورِ وسطیٰ میں بھی جاری رہا۔ گوتھوں نے

۵۳۶ء کے محاصرۂ روم میں اسے استعمال کیا۔ اسی طرح ۸۸۶ء کے محاصرۂ پیرس میں یہ منجنیق استعمال ہوئی۔

تیرھویں صدی عیسوی میں پوپ ثالث نے عیسائیوں کے ایک گمراہ اور وہابی" فرقے کے خلاف اعلانِ جنگ کیا۔ اس سلسلے کی جنگوں میں بھی "گورخر" منجنیق استعمال کی گئی ۱۲۱۸ء میں سائمن مونٹ فورٹ نے طولوس کا محاصرہ کرلیا محاصرے کے دوران میں وہ فصیل شہر کے گرد گھوم رہا تھا۔ گورخر منجنیق کے ذریعے عورتوں نے ایک پتھر پھینک کر اُس کا سر کچل دیا ـــ محاصرہ ختم ہوگیا۔

بعد میں "گورخر" کی جگہ اصولِ توازن پر کام کرنے والی منجنیق FREBUCHET نے لے لی اس میں ایک متحرک بازو کے سرے پر ایک جھولا یا گوپیا بنایا گیا تھا، اور دوسرے چھوٹے سرے پر وزن کی تھیلی یا ٹوکری لٹکائی گئی تھی۔ مخصوص مقام پر نشانہ لگانے کے لیے وزن میں کمی بیشی کی جاتی یا وزن کی تھیلی کو آگے پیچھے سرکا دیا جاتا۔ بعض اوقات سپاہی چھوٹے سرے پر لگی ہوئی رسیاں کھینچتے۔ سادہ ترین منجنیق میں نشانہ لگانے کے لیے چھوٹے سرے کی رسیاں کھینچنا کافی ہوتا تھا۔ اس میں وزن لٹکانے کی ضرورت پیش نہیں آتی تھی۔ منجنیق کا استعمال بہت قریب کے زمانے تک جاری رہا سلطنت عثمانیہ کی فوجوں میں منجنیق چلانے والوں کا ایک مستقل دستہ ہوتا تھا۔ جدید سائنسی دور میں جب ایک طرف نئے نئے جنگی ہتھیار بننے لگے اور دوسری طرف قلعہ بند لڑائیوں کا رواج ختم ہوگیا، تو منجنیق کی اہمیت خود بخود ختم ہوگئی۔ کہتے ہیں کہ موجودہ زمانے کے میزائل لانچرز MISSLE LAUNCHERS منجنیق کی ترقی یافتہ شکل ہیں۔

حضرت ابراھیمؑ کے آتشِ نمرود سے نکلنے کے بعد

مؤرخین کا بیان ہے کہ نارِ نمرود سے نکلنے کے بعد حضرت ابراہیمؑ برابر تبلیغ کیا کرتے تھے۔ نمرود نے ان کی جدوجہد دیکھ کر اور خدا کی عظمت کو گھٹانے کے لیے اپنے ارکانِ دولت سے کہا کہ میں آسمان کی طرف جاتا ہوں اور خدائے ابراہیمؑ کو تیر مار کر ہلاک کردوں گا۔ ان لوگوں نے اُس کی مخالفت کی، لیکن وہ نہ مانا۔

چنانچہ اُس نے ایک بہت طویل منارہ تیار کرنے کا حکم دیا جو کئی سالوں میں مکمل ہوا۔ جب وہ بن گیا تو اس نے ایک تابوت بنوا کر اس پہ لے گیا اور چار گدھ بھی اپنے ہمراہ لے جا کر انھیں بھوکا رکھا۔ پھر اس تابوت میں چار ڈنڈے بندھوا کر ان میں گوشت باندھ دیا اور تیر و کمان لے کر گدھوں کو چھوڑا۔ وہ اوپر کو اُڑے اور شبانہ روز اُڑتے چلے گئے۔ مگر جب نمرود نے اوپر کی طرف نظر کی تو اُسے آسمان اتنا ہی دُور نظر آیا جتنی دُور زمین سے تھا۔ بالآخر اُس نے تیر مارا اور پلٹا اُسی دوران میں ایک زبردست زلزلہ آیا اور ساری عمارت گرگئی۔ عمارت کے گرنے سے ایسی

ہیبت پیدا ہوئی کہ ساری مخلوق کی زبان بدل گئی اور بروایت طبری و روضۃ الصفا بہتر زبانیں ہو گئیں اسی "تبدیل السنہ" کی وجہ سے اس ملک کا نام جس میں نمرود رہتا تھا، بابل ہو گیا۔

قصص طہرانی میں ہے کہ نمرود کی واپسی کے بعد ایک آواز پیدا ہوئی۔ جس کی وجہ سے سب اہل بابل بے ہوش ہو گئے اور جب ہوش میں آئے تو سب کی زبانیں بدلی ہوئی تھیں اور لطیفہ یہ کہ ایک ایک قبیلہ کی ہی زبان الگ الگ نہیں ہوئی۔ بلکہ ایک ایک قبیلہ میں کئی کئی زبانیں ہو گئیں۔ اسی کتاب میں مرقوم ہے کہ اولاد سامؑ میں ۱۹ زبانیں اولاد حام میں ۱۷ زبانیں اور اولاد یافثؑ میں ۱۲ زبانیں پیدا ہو گئیں ص ۱۴۱

عجائب القصص میں ہے کہ وہ منارہ جو نمرود نے تیار کیا تھا وہ پانچ ہزار گز لمبا تھا۔ اسی کتاب میں یہ بھی ہے کہ نمرود جب اس منارے پر پہنچا اور وہاں سے گدھوں کے ذریعہ سے اوپر کو اڑا تو زمین کی طرف دیکھا۔ پھر آسمان کی جانب دروازہ کھولا اور تیر راست کر کے اوپر کو پھینکنا چاہا۔ اس کے ہمراہ جو ایک اور ساتھی بیٹھا تھا اس نے کہا کیا کرتا ہے۔ نمرود نے کہا خدا کو تیر مارتا ہوں۔ اس نے کہا کہ خدا کو کوئی نہیں مار سکتا۔ یہ تیرا مالیخولیا ہے۔ یہ سن کر نمرود نے اُسے اسی بلندی سے زمین کی طرف پھینک دیا۔ وہ ہوا میں نیچے کی طرف آ رہا تھا کہ خدا نے بذریعہ جبرئیلؑ اُسے جنت میں پہنچا دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ جس جگہ کا بابل نام قرار پایا۔ اُس کا اصل نام "کوثا" تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ نمرود نے پہلے منارہ بنا کر اُس پر سے تیر مارنا چاہا تھا لیکن وہ منارہ تباہ ہو گیا۔ اس کی تباہی کے بعد اُس نے چار گدھوں کے ذریعہ سے پرواز کی تھی۔ (تفسیر ثعلبی)

نمرود کا خدائے قہار سے مقابلہ

مؤرخین کا بیان ہے کہ نار نمرود سے برآمد ہوتے اور واقعہ پرواز نمرود کے بعد حضرت ابراہیمؑ بحکم رب جلیل نمرود کے پاس تشریف لے گئے اور اس سے کہا کہ اب بھی ایمان لا کر اپنی آخرت بنا لے اور خدائی سے توبہ کر لے۔ اس نے کہا کہ اس کا کوئی امکان نہیں ہے۔ اے ابراہیمؑ آگ ضرور تمہارے لیے گلزار بن گئی لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہو سکتا کہ میں تمہارے خدا کی جبروتیت تسلیم کر لوں حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ وہ بہت بڑی طاقت کا مالک ہے اُس کے مقابلہ میں تیری کوئی ہستی نہیں ہے۔ یہ سن کر نمرود کو پھر تاؤ آ گیا۔ کہنے لگا کہ میرے پاس جس قدر لشکر ہے وہ تمہارے خدا کو نصیب نہیں ہے حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ تیری بساط ہمارے خدا کے مقابل میں کچھ نہیں ہے تو اس کا کیا ذکر، خود میرا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ نمرود نے کہا کہ اچھا میں اپنا لشکر جمع کرتا ہوں تم اپنا لشکر بلاؤ۔ حضرت ابراہیمؑ نے اس چیلنج کو قبول فرمایا۔

دن مقرر ہوا، اور نمرود نے بے شمار لشکر جمع کر لیا۔ جب وقت آیا تو حضرت ابراہیمؑ میدان میں تن تنہا پہنچے۔ نمرود نے پوچھا تمہارا لشکر کہاں ہے؟ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ عنقریب آنے والا ہے۔ اتنے میں مچھروں کی فوج فضا میں ظاہر ہوئی اور ان کی تعداد اتنی تھی کہ سورج کی روشنی چھپ گئی۔

ان مچھروں نے زمین پر پہنچ کر لشکرِ نمرود پر حملہ کر دیا۔ نہ صرف لوگوں کو ہلاک کر ڈالا بلکہ ان کے اسلحے بھی کھا گئے جو بچے وہ جان بچا کر بھاگ گئے، نمرود نے جب اپنے اوپر خود مچھروں کی بارش دیکھی تو بلورین شیشے کے ایک مکان میں اپنے کو پہنچا دیا اور اسے صاف کرا کے ہر طرف سے بند کرا دیا۔ مگر ایک لنگڑا مچھر کسی طرح اس میں باقی رہا، اور وہ اس کی ناک کی طرف سے دماغ میں جا پہنچا اور وہی اس کی موت کا سبب بنا۔ روضۃ الصفا میں ہے کہ نمرود کے سر میں جو مچھر گھسا اس کی وجہ سے اس کے سر پر جب تک جوتیاں نہیں ماری جاتی تھیں اس کو سکون نہیں ہوتا تھا۔ وہ چالیس سال اس واقعہ کے بعد زندہ رہا اور آخر میں اسی مچھر کے سبب سے مر گیا۔ طبری میں ہے کہ اس واقعہ کے چار سو سال بعد اس کی وفات ہوئی۔ کتاب عجائب القصص میں حضرت شیخ فریدالدین عطار کے مندرجہ ذیل اشعار مرقوم ہیں ؎

نیم پشہ بر سرِ دشمن گزاشت — در سرِ او چار صد سالش بداشت
چوں دہد حکمش ضعیفی را مدد — سبلتِ خصمِ قوی را بر کند

الغرض نمرود نے اپنی حالت کے پیشِ نظر حضرت ابراہیمؑ کو حکم دیا کہ مملکتِ بابل سے جلد از جلد نکل جاؤ، چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام وہاں سے ہجرت فرما گئے۔

حضرت ابراہیمؑ کی ہجرت

مورخ ابنِ واضح کا بیان ہے کہ حالات کے پیشِ نظر خداوند عالم نے حضرت ابراہیمؑ کو حکم دیا۔ "ان یخرج من بلاد نمرود الی الشام الارض المقدسۃ" کہ تم شہر نمرود سے نکل کر ارضِ مقدس شام کی طرف ہجرت کر جاؤ۔ چنانچہ وہ اپنے ہمنواؤں سمیت نکل کھڑے ہوئے۔
(الیعقوبی ص۱۷)

ہجرتِ اولیٰ

مصنف روضۃ الصفا بحوالہ تاریخ اخبار الزمان رقمطراز ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ کی تبلیغ کا چرچا فروغ پا گیا اور نمایاں افراد ایماندار ہو گئے جیسے حضرت لوطؑ، سویل ابن باجور اور سارہؑ تو نمرود نے حضرت ابراہیمؑ سے کہا کہ تمہاری وجہ سے ہماری سلطنت میں خلل واقع ہو رہا ہے۔ لہٰذا تم ہمارے حدود پایہ تخت سے نکل جاؤ

بابل کی سرزمین سے باہر چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ طے منازل اور قطع مراحل کرتے ہوئے بمقام "حران" پہنچے اور وہاں قیام کیا تھوڑے ہی عرصہ وہاں قیام فرمایا تھا کہ حکم خدا سے جناب سارہ کے ساتھ عقد کر لیا۔ اس وقت بروایت کشف الغمہ، ابراہیمؑ کی عمر ۳۷ سال اور سارہؑ کی عمر ۲۸ سال تھی۔ وہاں کے قیام کو ابھی زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ وہاں کا بادشاہ مخالف ہو گیا آپ نے وہاں کی سکونت ترک فرما دی۔

ایک روایت میں ہے کہ نمرود حضرت ابراہیمؑ کو قتل کرنے کی سعی کر رہا تھا لیکن وہ قدرت نہ پا سکا۔ بالآخر حضرت ابراہیمؑ وہاں سے بحکم خدا نکل پڑے، اور حران پہنچکر وہاں حضرت سارہؑ کے ساتھ عقد کیا جو حسین ترین عالم تھیں۔ ایک روایت ہے کہ وہ ایک بادشاہ کی لڑکی تھیں ہو سکتا ہے کہ ان کے والد یعنی حضرت ابراہیمؑ کے چچا بادشاہ یا رئیس رہے ہوں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت سارہؑ نے حضرت ابراہیمؑ کی پیشانی میں نور محمدیؐ کی تابانی دیکھی تھی۔ قصص طبرانی ص۱۴۱ میں ہے کہ حران میں حضرت ابراہیمؑ کے والد تارخ نے انتقال کیا۔

ہجرتِ ثانیہ

کشف الغمہ اور قصص طبرانی میں ہے کہ حضرت ابراہیمؑ بادشاہ حران کی مخالفت کی وجہ سے کنعان ہجرت کر گئے۔ یہ مقام وہ ہے جو کنعان بن حام بن نوحؑ کی طرف منسوب ہے۔ تھوڑے عرصہ وہاں قیام کیا کہ قحط پڑ گیا۔ آپ وہاں سے روانہ ہو گئے۔

ہجرتِ ثالثہ

حضرت ابراہیمؑ کنعان سے عازم مصر ہو گئے۔ ابھی روانہ نہ ہونے پائے تھے کہ خداوند عالم نے حضرت لوطؑ کو مبعوث برسالت کر کے مؤتفکات کی طرف چلے جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ حضرت ابراہیمؑ سے علیحدہ ہو کر روانہ ہو گئے۔ طبری میں ہے کہ مؤتفکات ان پانچ دیہاتوں کو کہتے جو علاقہ فلسطین میں واقع ہیں اور جن کے ہر دیہات میں ایک ایک لاکھ کی آبادی تھی۔

حضرت ابراہیمؑ حران سے مصر کے لئے تنہا روانہ ہوئے۔ آپ کے ہمراہ صرف جناب سارہؑ تھیں۔ جب وہاں پہنچے تو بروایت طبری جناب سارہؑ کے حسن و جمال کی شہرت ہو گئی جس کی وجہ سے بادشاہ کے سامنے پیشی کی نوبت آئی۔

بہر حال حضرت ابراہیمؑ جب مصر پہنچنے والے تھے تو انھیں علم ہو گیا تھا کہ یہاں کا بادشاہ جو فراعنہ میں سے ایک فرعون ہے جس کا نام سنان بن علوان ہے وہ بڑا ظالم اور جابر ہے وہ کسی بھی عورت کو محفوظ نہیں چھوڑتا۔ لہٰذا انھوں نے ایک صندوق بنوا کر حضرت سارہؑ کو اس میں بند کر لیا تھا۔

جب آپ کا وردد مصر میں ہوا تو چونگی پر سامان کی تلاشی لی گئی۔ بالآخر صندوق کا قفل کھولا گیا اور جناب سارہؑ برآمد ہوگئیں۔ آپ کا برآمد ہونا تھا کہ آپ کے حسن و جمال کی شہرت ہوگئی۔ اور تلاشی لینے والوں نے بادشاہ کو رپورٹ دی کہ ایک مسافر آیا ہے اور اس کے پاس حسین ترین ایک عورت ہے۔ اس نے اپنی حسب عادت اُسے بلانا چاہا۔ لیکن سارہؑ سے پہلے حضرت ابراہیمؑ کو طلب کیا۔ جب آپ تشریف لے گئے تو اس نے پوچھا کہاں سے آئے ہو؟ کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ اور تمہارے ہمراہ جو عورت ہے وہ تمہاری کون ہے؟ حضرت ابراہیمؑ نے سوالات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ وہ عورت میری حرمت اور خالہ کی بیٹی ہے۔ اس نے کہا کہ اُسے میرے پاس بھیجدو، میں اس سے سوالات کرونگا۔

حضرت ابراہیمؑ نے آکر جناب سارہؑ سے سارے واقعات بیان کئے اور کہا کہ میں نے تم کو اپنی خالہ کی بیٹی کہا ہے۔ تم اس کا خیال رکھنا۔ کیونکہ اگر میں یہ کہہ دیتا کہ یہ میری بیوی ہے تو وہ یقیناً مجھے قتل کر کے تم پر قبضہ کرنے کی سعی کرتا، اب تم جاؤ میں تمہیں خدا کے حوالے کرتا ہوں۔ اس کے بعد حضرت ابراہیمؑ ایک روایت کی بناء پر گرفتار کر لیے گئے اور آپ وہیں محو نماز ہو گئے۔

جناب سارہؑ اُس کے دربار میں پہنچیں جونہی اس کے قریب گئیں وہ چند منٹ باتوں کے بعد بدنیت ہو گیا اور اس نے ان کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ خدا نے اس کا ہاتھ سکھا دیا۔ پھر اس نے الحاح و لجاجت کی تو آپ نے دُعا کی اور اس کا ہاتھ ٹھیک ہو گیا۔ مگر پھر اس نے بدنیتی سے ہاتھ بڑھایا، پھر اس کا ہاتھ خشک ہو گیا اور وہ قابو نہ پاسکا۔ بالآخر اُسی طرح بروایت ثعلبی تین بار ہوا، جب وہ عاجز آگیا اور اسے اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ یہ عورت معمولی نہیں ہے تو اس نے توبہ کر لی اور بڑی معافی مانگی اور ان کی خدمت کے لیے ہاجرہ نامی ایک کنیز دی اور کہا "ھذا اجرك على دعائك" یہ اُجرت ہے تمہاری دُعا کی، جس کی وجہ سے میں بار بار تندرست ہوا۔ تواریخ و احادیث میں ہے کہ خداوند عالم نے حضرت ابراہیمؑ کے سامنے سے حجابات ہٹا دیے تھے۔ وہ جناب سارہؑ کو اپنی آنکھوں سے تا واپسی دیکھتے رہے تاکہ انھیں سکون و اطمینان رہے (عرائس ثعلبی ص۴۷ و روضۃ الصفا جلد ۱ ص۳۸) اسوۃ الرسول جلد ۱ ص۶۸۹ میں بحوالہ توریت مرقوم ہے کہ ہاجرہ کنیز نہ تھیں بلکہ فرعون کی بیٹی تھی محشی و مترجم تاریخ ابن خلدون نے بھی جلد ۱ ص۸۱ میں یہی کچھ لکھا ہے اور میرے نزدیک یہی صحیح ہے مفسر توریت ربی شلومر اسحاق نے کتاب پیدائش کے سولھویں باب کی پہلی آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ وہ فرعون کی بیٹی تھی۔ جب دیکھا ان کرامات کو جو بوجہ سارہؑ

واقع ہوئیں، تب کہا بہتر ہے کہ میری بیٹی رہے خادمہ ہوکر ان کے گھر میں اس سے کہ رہے دوسرے گھر میں ملکہ ہوکر۔ بروایت علامہ مجلسی، اس واقعہ میں جس بادشاہ کا نام آیا ہے اس کا نام عزارہ تھا (حیات القلوب) اسی کتاب میں یہ بھی ہے کہ واقعہ جناب سارہؑ کے بعد وہ بادشاہ راغب بدین ابراہیمؑ ہوگیا تھا۔

ہجرت رابعہ

تاریخ طبری میں ہے کہ فرعون مصر نے حضرت سارہؑ کے ساتھ جناب ہاجرہ کو بھیج دیا اور ایک شخص کو یہ پیغام دے کر حضرت ابراہیمؑ کے پاس بھیجا کہ سارا کو لے کر میری مملکت سے باہر چلے جاؤ۔

حضرت ابراہیمؑ حکم فرعون پاتے ہی عازم سفر ہوگئے۔ آپ بارادہ شام و فلسطین رواں دواں تھے کہ بروایت ابن قتیبہ وہ اسی راستے سے گزرے جس راستے میں وہ مقام پڑتا تھا جس کے بادشاہ "ساروق نامی کو (جسے بروایتے سنان بن علوان کہتے تھے) خداوند عالم نے بروقت معزول کردیا۔ یہ وہی بادشاہ تھا جس نے قبل ازیں حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ اچھا سلوک نہ کیا تھا۔ انھیں مجبوراً وہاں سے روانہ ہوکر مصر جانا پڑا تھا۔ ابن قتیبہ کا بیان ہے کہ اس کے معزول ہونے سے اس کا سارا مال واسباب حضرت ابراہیمؑ کے ہاتھ لگ گیا انھوں نے اس میں سے نصف خود لیا اور نصف جناب لوطؑ کو دیا اور وہاں سے آگے روانہ ہوگئے میرے نزدیک یہ بیان قابل نظر ہے۔

عرائس ثعلبی میں ہے کہ حضرت ابراہیمؑ مصر سے روانہ ہوکر شام پہنچے اور وہاں تھوڑے عرصہ مقیم رہ کر بارادہ فلسطین روانہ ہوگئے۔

ہجرت خامسہ

امام ثعلبی کا بیان ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے شام میں جاکر قیام کیا۔ لیکن وہاں کے بادشاہ نے آپ کے قیام کو گوارا نہ کیا اور آپ کے درپے ہوگیا۔ "فاشفق من شرہ فنزل السبع من ارض فلسطین" آپ وہاں سے روانہ ہوکر مقام "سبع" میں جا ٹھہرے، سبع اور موتفکات کے درمیان ایک شبانہ روز کا راستہ تھا یہاں آپ کے رہنے سے جناب لوطؑ کا بھی قرب ہوگیا تھا۔

عرائس ثعلبی اور روضۃ الصفا میں ہے کہ حضرت ابراہیمؑ جس وقت سبع میں پہنچے تھے۔ وہ مقام اگرچہ بے آب و گیاہ تھا۔ لیکن حضرت ابراہیمؑ نے اس کی سکونت کو پسند فرما لیا تھا بنا بریں آپ نے وہاں ایک کنواں کھدوایا جس کا پانی بہت شیریں تھا۔ نیز ایک مسجد تیار کرائی جس میں وہ نماز پڑھتے تھے۔

مورخ ہروی علامہ خاوند شاہ کا بیان ہے کہ حضرت ابراہیمؑ جب شام سے ہجرت کر کے

مقام سبع میں پہنچے تو آپ کے پاس سے کھانا پانی سب ختم ہو چکا تھا۔ اس مقام پر نہ کھانے کا انتظام ممکن تھا نہ پانی کا یعنی یہ کہ یہ مقام ایک بے آب و گیاہ جنگل تھا جب کھانے اور پانی کی آپ کو اور سارۂ و ہاجرۂ کو تکلیف ہوئی تو آپ نے ان عورتوں سے کہا کہ میں اس میدان میں ایک طرف کو جاتا ہوں، شاید کوئی سبیل پیدا ہو سکے۔

یہ کہہ کر آپ روانہ ہو گئے اور جنگل میں مارے مارے پھرتے رہے۔ بالآخر یہ خیال کر کے کہ ان عورتوں کو تسلّی دی جائے۔ ایک بوری ریت بھرلی اور لے جاکر جس مقام پر قیام تھا عورتوں کے پاس رکھ دی اور خود کروٹ پھیر کر سو گئے۔

تھوڑی دیر کے بعد ان عورتوں نے جگایا اور کہا کہ اٹھو روٹی کھالو، حضرت ابراہیمؑ نے پوچھا کہ آٹا کہاں سے آیا۔ ان عورتوں نے کہا کہ یہ وُہی آٹا ہے جو آپ بوری میں بھر کر لائے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ نے خدا کا شکر کیا۔

پھر آپ کنواں کھودنے کی طرف متوجّہ ہوئے۔ جب کنواں کھُد گیا اور آبِ شیریں برآمد ہو گیا، تو آہستہ آہستہ اس جگہ آبادی بڑھنے لگی۔ یہاں تک کہ ایک شہر بن گیا جو اب تک "ابراہیم آباد" کے نام سے مشہور ہے۔

ھجرت سادسہ

حضرت ابراہیمؑ اسی مقام سبع میں قیام پذیر رہے اور عرصۂ دراز تک رہے۔ لیکن ایک ایسا وقت آگیا کہ وہاں کے باشندے آپ کی اطاعت گذاری میں کوتاہی کرنے لگے اور مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے تو آپ وہاں سے روانہ ہو کر فلسطین کے علاقہ میں بمقام "قط" جو کہ رملہ وایلیا کے درمیان واقع ہے قیام فرما ہو گئے اور بروایت روضۃ الصفا تا آخر حیات یہیں قیام فرما رہے۔

عرائس ثعلبی میں ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کے مقام سبع سے نکل آنے کے بعد وہاں کے کنوئیں کا پانی خشک ہو گیا۔ "فندم اھل السبع جمیعًا علی ما صنعوا وقالوا اخرجنا من بین اظھرنا رجلًا صالحًا فاتبعوا اثرہ حتی ادرکوہ"۔ یہ حال دیکھ کر سبع کے لوگ اپنے کرتوت کی وجہ سے سخت شرمندہ اور نادم ہوئے اور آپس میں کہنے لگے کہ ہم نے اپنے درمیان سے ایک ایسے صالح اور متقی کو نکال دیا ہے جس کی برکت ہم پر سایہ فگن تھی۔ اس کے بعد وہ ان کی تلاش میں نکلے۔ یہاں تک کہ انھیں مقام "قط" میں پالیا۔ ملاقات کے بعد عرض پرداز ہوئے کہ آپ ہمارے وطن چلیئے جو آپ کا بسایا ہوا ہے۔ ہم آپ کے آنے سے بہت سی نعمتوں سے محروم ہو گئے ہیں۔ اور ان نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت پانی ہے۔ آپ کے تشریف لانے سے اس کنوئیں کا پانی خشک ہو گیا ہے جسے آپ نے کھودا تھا حضرت ابراہیمؑ

نے فرمایا کہ میں اب ایسی جگہ نہیں جا سکتا جس سے نکالا گیا ہوں یا جس سے چلا آیا ہوں۔ ان لوگوں نے بہت اصرار کیا مگر وہ نہ مانتے، بالآخر انھوں نے معافی تلافی کے بعد آبِ چاہ، کے متعلق گفتگو کی تو حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ میں اس کا بندوبست کیے دیتا ہوں، یہ کہہ کر انھوں نے اپنے بھیڑ کے گلے سے سات بھیڑیں دے دیں اور فرمایا کہ جب تم انھیں کنوئیں پر لے جاؤ گے تو پتھر کے کنوئیں کا دل پسیج اُٹھے گا۔ اور پانی برآمد ہو جائے گا۔ اور سنو! تم کو اسی طرح کنوئیں کے باہر پانی ملے گا جس طرح پہلے ملتا تھا۔ لیکن ایک شرط ہے وہ یہ کہ اس کنوئیں پر کسی حائضہ عورت کو نہ جانے دینا ورنہ نقصان ہوگا۔

وہ بھیڑوں کو لے کر چلے گئے۔ جب کنوئیں پر پہنچے تو پانی برآمد ہو گیا۔ وہ اسے بڑی احتیاط سے استعمال کرتے رہے اور اس امر کی پوری حفاظلت رکھی کہ کوئی حائضہ نہ آنے پائے لیکن ایک عرصہ کے بعد ایک حائضہ عورت اس کنوئیں پر پانی بھرنے کے لیے جا پہنچی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کنوئیں کا پانی باہر آنا بند ہو گیا۔ یعنی پانی کنوئیں کے حصۂ زیریں میں ٹھہر گیا پھر رسی سے نکالا جانے لگا۔ جیسا کہ آج کل نکالا جاتا ہے اور قیامت تک اِسی طرح نکالا جائے گا۔

الغرض حضرت ابراہیمؑ بروایتِ ثعلبی و روضۃ الصفا تا حیات اسی مقام قط میں رہتے میرے خیال کے مطابق شاید یہی جگہ مقامِ قدس کے نام سے مشہور ہے۔ ناچیز مؤلف نے اس مقام کی جون ۱۹۶۵ء میں زیارت کی ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کے دل میں فرزند کی تمنّا

مورخین کا بیان ہے کہ حضرت ابراہیمؑ جب اپنی عمر کا ایک نمایاں حصہ گزار چکے تو آپ کے دل میں فرزند کی تمنا پیدا ہوئی۔ یعقوبی ص ۱۸ میں ہے کہ خدا نے ابراہیمؑ سے کہا کہ میں تمھیں کثیر اولاد دُوں گا اور قیامت تک ملک باقی تم میں رکھوں گا۔ اس وقت ابراہیمؑ کی عمر ۸۶ سال کی تھی۔ حضرت سارہؑ چونکہ عقیم تھیں اور اُن سے اولاد کی تولید کا امکان نہ تھا اور حضرت ابراہیمؑ اس کا اظہار جناب سارہؑ کے خیال سے نہ کرتے تھے۔ لیکن اُن کے دل میں یہ تمنا کروٹ لے رہی تھی۔ بالآخر جناب سارہؑ نے اسے محسوس کر لیا، پھر انھوں نے اس کے ردِّ عمل میں جنابِ ہاجرہؑ کو انھیں ہبہ کرتے ہوئے کہا کہ آپ اِن سے عقد کر لیں شاید خدا کوئی اولاد دے دے۔

حضرت اِسمٰعیل کی ولادت

حضرت ابراہیمؑ نے اُن سے عقد کر لیا۔ وہ چونکہ

جوان تھیں اور مشیّتِ خدا ان سے اولاد کی مقتضی تھی۔ لہٰذا وہ حاملہ ہوگئیں اور مدّتِ حمل پوری ہوتے ہی ایک چاند سا بچہ اُن کے بطن سے متولد ہوا جس کا عبرانی اشموئیل نام رکھا گیا۔ جو کثرتِ استعمال سے اسماعیلؑ ہوگیا۔

حضرت ابراہیمؑ حضرت اسماعیلؑ کو بے حد چاہتے تھے انھیں کبھی اپنے کندھے پر اور کبھی اپنی آغوش میں رکھتے تھے اور بے انتہا ان سے پیار کرتے تھے، صاحبِ اولاد ہونے کی وجہ سے ہاجرہؑ کے بھی دل میں سارہؑ کی طرف سے برتری اور تفوّق پیدا ہوگیا۔ حضرت سارہؑ چونکہ عورت ذات تھیں وہ اس تفوّق کو برداشت نہ کرسکیں اور انھوں نے قسم کھائی کہ میں اپنی کنیز ہاجرہؑ کے جسم میں سے تین اعضا قطع کروں گی۔ یہ سُن کر جناب ہاجرہؑ ہراساں ہوگئیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے سارہؑ سے سفارش کی اور کہا کہ اپنی قسم دونوں کانوں کی لوؤں کو چھیدنے اور ختنہ کرنے سے پوری کرلو، حضرت سارہؑ نے اسے مان لیا۔ چنانچہ اُن کا ختنہ کیا گیا اور لودیں چھیدی گئیں۔ اسی وجہ سے اسلام میں عورت کا ختنہ اور کانوں کی لو کا چھیدنا سنّت ہے۔ قصص جوہری میں ہے کہ ہاجرہؑ کا جب کان چھیدا گیا تو انھوں نے گوشوارے پہن لیے جس کی وجہ سے سارہؑ کو اور زیادہ محسوس ہوا۔

کشف الغمہ میں ہے کہ سارہؑ سے اولاد نہ ہونے کی وجہ سے خود سارہؑ نے ہاجرہؑ کو ہبہ کرکے ابراہیمؑ کے حوالے کر دیا۔ لیکن جب ہاجرہؑ حاملہ ہوئیں تو انھوں نے سارہؑ کو حقارت کی نظر سے دیکھا۔ جس کی وجہ سے انھوں نے تین عضو کاٹنے کی قسم کھائی۔ پھر جب اسماعیلؑ پیدا ہوئے تو ہاجرہؑ نے سارہؑ کو رشک نظر سے دیکھا۔ جس کی وجہ سے انہوں نے ابراہیمؑ سے کہا کہ انھیں وادیٔ غیر ذی زرع میں جاکر چھوڑ آؤ۔

جنابِ ہاجرہؑ اور حضرت اسماعیلؑ وادیٔ غیر ذی زرع میں

مورّخ طبری کا بیان ہے کہ مذکورہ حالات کی روشنی میں حضرت ابراہیمؑ کی بیوی سارہؑ نے اُن سے کہا کہ ہاجرہؑ کو کسی ایسی جگہ لے جاکر ڈال آؤ جس جگہ نہ آبادی ہو نہ زراعت ہو نہ عمارت ہو۔ اے ابراہیمؑ انھیں (ماں بیٹو) کو جلد سے جلد ہماری نظروں سے اوجھل کردو۔ میں انھیں دیکھ نہیں سکتی۔ ڈرتی ہوں کہ مجھ سے کوئی ایسا عمل سرزد نہ ہوجائے، جو خدا کی طرف سے میرے لیے عذاب کا سبب بن جائے۔" حضرت ابراہیمؑ جنابِ سارہؑ کے مطالبہ کو سُن رہے ہیں اور غور کرتے جاتے ہیں۔ ابھی متردد ہی تھے کہ جبرئیلؑ نے کہا کہ یہ جو کہتی ہیں کرو۔ حضرت ابراہیمؑ نے تعمیلِ ارشاد سارہؑ کا تہیہ کیا۔

اور جناب ہاجرہؑ کو اسماعیلؑ سمیت جن کی عمر اس وقت دو سال کی تھی لے کر ایک طرف کو چل پڑے جبرئیلؑ نے پوچھا کہاں لیے جاتے ہو۔ کہا کسی بے آب و گیاہ جنگل میں پھر انھوں نے کہا مکّہ کی طرف لے چلو، اس سے زیادہ ریتلا اور پتھریلا جنگل اور کہاں ہوگا حضرت ابراہیمؑ مکّہ کی طرف کو لے کر چلے۔ جبرئیلؑ راستہ بتلاتے تھے اور یہ لوگ راستہ چلتے تھے۔ چلتے چلتے جب ان کی سواری مقام زمزم پر پہنچی جو اُس وقت چٹیل میدان تھا۔ نہ اس جگہ پانی تھا نہ سبزہ تھا، نہ گھاس تھی، نہ انسان تھے۔ نہ اور کسی قسم کی آبادی تھی۔ تو جبرئیلؑ نے کہا بس اسی جگہ ان کو چھوڑ دو اور چلے جاؤ۔ حضرت ابراہیمؑ نے جب جنگل کی حالت دیکھی اور انھیں معلوم ہوا کہ میلوں نہ آبادی ہے نہ پانی ہے، نہ کھانا ہے، نہ سبزہ ہے تو گھبرا اُٹھے۔ "اے جبرئیل! ایسے بے آب و گیاہ جنگل میں، کس طرح ان لوگوں کو چھوڑ کر چلا جاؤں۔ جبرئیل نے کہا، گھبراؤ نہیں۔ انھیں خدا کے حوالے کر دو۔ جبرئیلؑ کے کہنے سے تسلّی تو ہوئی، لیکن فطرت انسانی کے تقاضے سے بارگاہِ خداوندی میں یہ عرض کرنے پر مجبور ہو گئے۔ ربنا انی اسکنت ذریتی بوادٍ غیر ذی زرع عند بیتک المحرم" پالنے والے اس بے آب و گیاہ وادی میں تیرے گھر کے پاس اپنی ذرّیت چھوڑے جاتا ہوں۔ خدا اب ان کا تو نگہبان ہے۔

حضرت ابراہیمؑ دل پر پتھر رکھے ہوئے جونہی اس مقام سے چلے جناب ہاجرہؑ نے دوڑ کر دامن تھام لیا، اور چلّا کر روئیں اور کہا۔ ارے اے ابراہیمؑ ہمیں اس چٹیل میدان میں اس خوفناک جنگل میں، اس بے آب و گیاہ وادی میں کس پر چھوڑے جاتے ہو۔ ابراہیمؑ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ ابھی وہ جواب نہ دینے پائے تھے کہ جناب ہاجرہؑ نے پھر سوال کیا۔ کہ اے ابراہیمؑ یہ بتاؤ کہ یہ جو کچھ تم ہمارے ساتھ کر رہے ہو، از خود کر رہے ہو یا خدا کا حکم ہے، ابراہیمؑ نے جواب دیا۔ اے ہاجرہؑ جو کچھ ہو رہا ہے۔ یہ حکمِ خدا سے ہو رہا ہے میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کرتا۔ یہ سُن کر جناب ہاجرہؑ کو تسلّی ہو گئی اور انھوں نے کہا۔ رضیت باللہ ربا حسبی اللہ وعلیہ توکلی" میں اس فرمان پر راضی ہوں۔ وُہی میرے لیے کافی ہے اور اُسی پر میرا توکّل ہے۔

الغرض بروایت روضۃ الصفا حضرت ابراہیمؑ تین یوم اس وادی میں قیام کرنے کے بعد جناب ہاجرہؑ سے رخصت ہوئے۔ جناب اسماعیلؑ کو پیار کیا اور باچشم نم واپس ہو گئے۔

مؤرّخین کا بیان ہے کہ حضرت ابراہیمؑ جناب ہاجرہؑ اور اسماعیلؑ کو چھوڑ کر روانہ تو ہو گئے، لیکن دل کو سکون نہیں تھا۔ راستے بھر میں آنسو بہاتے ہوئے چلے گئے۔

حضرت ابراہیمؑ کے چلے جانے کے بعد جناب ہاجرہؑ اس ایک چھوٹے سے درخت کے

نیچے جو انھیں کے لیے اس جنگل میں اُگا یا گیا تھا۔ اپنے بچے کو لے کر بھٹر گئیں۔

آبِ زمزم کی نمود

حضرت ابراہیمؑ جس قدر پانی اور چنا کھانے کے لیے دے گئے تھے۔ وہ سب کا سب ختم ہو گیا اور جناب ہاجرہؑ کا دودھ بھی خشک ہو گیا۔ ماں بیٹے پر پیاس کا غلبہ ہوا اور یہ عالم ہو گیا کہ ہاجرہؑ بیٹے کی حالت دیکھ نہ سکیں انتہائی پریشانی کی حالت میں ادھر اُدھر بھاگنے لگیں، بالآخر دوڑ کر کوہِ صفا پر گئیں تا کہ وہاں سے نظر دوڑائیں اور دیکھیں کہ کوئی آبادی ہے یا نہیں۔ اگر آبادی ہو تو پانی حاصل کرنے کی سعی کریں۔

جب کوہِ صفا پر پتھروں کے سوا کچھ نظر نہ آیا تو فوراً واپس ہوئیں اور بچے پر ایک نگاہ حفاظت ڈال کر کوہِ مروہ کی طرف چلیں۔ پانی کی طلب اور پیاس کی بے تابی جناب ہاجرہؑ کو دوڑا رہی ہے اور بچے کا خیال ان کے دماغ کو چکرا رہا ہے۔ وہ پانی کی تلاش میں دوڑ تو رہی ہیں۔ لیکن یہ فکر بھی دامن گیر ہے کہ کہیں میرے بچے کو کوئی جنگلی جانور گزند نہ پہنچائے اسی لیے کچھ دور جاتی ہیں اور واپس آجاتی ہیں۔ غرضیکہ کوہِ مروہ پر پہنچیں وہاں دھر ادھر دوڑیں مگر کچھ حاصل نہ ہوا۔ اسی دوران میں کچھ آوازیں کان میں آئیں۔ مگر کوئی دکھائی نہ دیا آپ کوہِ مروہ سے واپس آرہی تھیں کہ آپ کو اس مقام کی طرف شیر کی آواز محسوس ہوئی۔ جس جگہ حضرت اسماعیلؑ زمین پر ایڑیاں رگڑ رہے تھے۔ جناب ہاجرہؑ اس آواز سے بے حد گھبرائیں اور دامن سمیٹ کر نہایت بیتابی میں بچے کی طرف دوڑیں۔ وہاں پہنچکر قدرتِ خدا کا تماشہ دیکھا۔ دیکھا کہ اسماعیلؑ جس جگہ ایڑیاں رگڑ رہے ہیں اس جگہ چشمہ اُبل رہا ہے۔ جناب ہاجرہؑ شکر بجا لائیں۔

ایک روایت میں ہے کہ جناب ہاجرہؑ چونکہ طلب آب کے لیے بین الصفا والمروہ سات مرتبہ دوڑیں تھیں۔ اسی لیے حج کے موقع پر سات مرتبہ سعی واجب قرار دی گئی ہے، ایک روایت میں ہے کہ جب جناب ہاجرہؑ سیراب ہو گئیں اور بچے کو پانی پلا لیا تو اپنے مقام سے اُٹھ کر چشمہ کے قریب آئیں اور اپنا مشکیزہ بھرنا چاہا۔ جبرئیلؑ نے کہا کہ پانی بھرنے کی ضرورت نہیں ہے یہ پانی ہمیشہ رہے گا۔ پھر انھوں نے مٹی اور کنکری کے ذریعے سے پانی کو گھیر دیا۔ بظاہر ان کا خیال یہ تھا کہ بہہ کر پانی ضائع نہ ہو لیکن درحقیقت ان کے گھیر دینے سے پانی بنیادی طور پر کنوئیں میں محدود رہ گیا۔ ورنہ بہت بڑا دریا بن کر دنیا کو سیراب کرتا حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں "رحم اللہ ام اسمٰعیل لو ترکت لکان زمزمًا ماء معینا" خدا ہاجرہؑ پر رحم کرے وہ اگر آبِ زمزم کو اپنے حال پر چھوڑ دیتیں تو "ہر

آبینہ چشمہ آب بر رُوئے زمین رواں می بُود" تو یہ شیریں پانی کا چشمہ روئے زمین پر بہتا۔ (روضۃ الصفا جلد ا ص ۴۲)

جناب ہاجرہؑ ابھی چشمہ کے قریب ہی کھڑی تھیں کہ ان کے کانوں میں یہ آواز آئی۔ اے ہاجرہؑ پانی کا یہ چشمہ تیرے فرزند اسماعیلؑ کے لیے جاری کیا گیا ہے تیرا یہ فرزند منصب نبوت پر فائز ہوگا۔ اور اس وقت بھی نبی ہے۔ اے ہاجرہؑ یہ اپنے باپ کے ہمراہ میرا گھر (کعبہ) بنائے گا۔ یہ سُن کر جناب ہاجرہؑ کی ساری کلفتیں دُور ہوگئیں اور وہ خوش و مسرور ہوگئیں۔

حضرت اسماعیلؑ کی نشوونما

مورخین کا بیان ہے کہ جب آب زمزم سطح ارض پر نمایاں ہُوا تو اس کی وجہ سے طائر بھی ہوا میں پرواز کرنے لگے۔ ورنہ اس سے قبل اس خشک وادی سے پرندے شاید گزرتے بھی نہ رہے ہوں طائروں کے منڈلانے سے عرب کے قبائل کو معلوم ہوگیا کہ اس سرزمین پر پانی ضرور ہے۔ چنانچہ بنی جرہم جو حضرت ابراہیمؑ کے بنی اعمام تھے۔ جب مکہ کی جانب سے بسلسلہ تجارت شام جانے لگے اور اُن کی نظر خلافِ معمول اُڑتے ہوئے طائروں پر پڑی تو انھوں نے چند آدمیوں کو تحفظ تفحص حالات کے لیے بھیجا۔ جب وہ اُس مقام پر پہنچے جس کی بالائی فضا میں طائر اُڑ رہے تھے تو دیکھا کہ ایک نوجوان عورت ایک بچّے کو لیے ہوئے بیٹھی ہے۔ انھوں نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ آیا انسانوں میں سے ہو یا جنّوں میں سے؟

جنابِ ہاجرہؑ نے سارا ماجرا کہہ سُنایا۔ انھوں نے پوچھا کہ اس پانی کا مالک تم دونوں کے علاوہ کوئی اور بھی ہے۔ جناب ہاجرہؑ نے فرمایا نہیں۔ ان لوگوں نے پانی کو چکھا نہایت شیریں پایا۔ اجازت قیام مانگی۔ جنابِ ہاجرہؑ نے اجازت دے دی۔ وہ واپس گئے اور اپنے قبائل یمن سے لے آئے۔ یمن سے جو قبائل آئے وہ دو تھے (۱) بنی جرہم (۲) قطورا۔ اوّل الذکر کا سردار مصاص بن عمر اور آخر الذکر کا سردار سموع بن عامر تھا (۱) مکہ کے بالائی حصّہ میں اور (۲) مکہ کے پایانی حصّہ میں آباد ہوگئے۔

حضرت اسماعیلؑ انھیں لوگوں میں پلے بڑھے، انھیں سے عربی زبان سیکھی، انھیں میں پروان چڑھے، حدِ بلوغ تک پہنچے، انھیں میں شادیاں کیں اور صاحبِ اولاد بنے۔

حضرت ابراھیمؑ مکہ معظمہ میں

جنابِ ہاجرہؑ اور حضرت اسماعیلؑ کو وادی غیر ذی زرع میں چھوڑ کر جانے کے ایک سال بعد جبکہ حضرت اسماعیلؑ کی عمر تین سال کی ہوئی اور جبرئیلؑ نے ان لوگوں کے حالات سے ابراھیمؑ کو باخبر کیا تو ان کے دلِ غمگین میں جوشِ ملاقات بھڑکا۔ لہٰذا انھوں نے جنابِ سارہؑ سے کہا کہ

میں مکہ معظمہ جاتا ہوں تاکہ اسماعیل کو دیکھوں کہ وہ کس حال میں ہیں، سارہؑ نے بروایت طبری اجازت دی لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ قسم دے دی کہ تم اپنی سواری سے اترو گے نہیں حضرت ابراہیمؑ اسے منظور کر کے روانہ ہوئے اور پانچ دن کی راہ بذریعہ براق دوپہر تک طے کر کے مکہ پہنچے وہاں ہاجرہؑ اور اسماعیلؑ سے ملاقات کی اور اپنی خوشی کا اظہار کیا۔ علامہ عبدالواحد بحوالہ تفسیر مواہب علیہ و تفسیر زاہدی لکھتے ہیں کہ جب ہاجرہؑ نے ابراہیمؑ کو آتے ہوئے دیکھا تو ان کی باچھیں کھل گئیں۔ اور یہ ان کے استقبال کے لیے بڑھیں اور بڑی مسرت کے ساتھ انھیں اپنے گھر لائیں۔ پھر درخواست کی کہ آپ اپنی سواری سے اتریں تو آپ کا سر مبارک دھوؤں۔ انھوں نے فرمایا کہ میں سارہؑ سے عہد کر کے آیا ہوں کہ میں اپنی سواری سے نہ اتروں گا۔ میں خلاف عہد نہیں کر سکتا یہ سن کر جناب ہاجرہؑ نے ایک جانب ایک پتھر لا کر رکھا۔ ابراہیمؑ نے اس پر اپنا پیر ٹیک کر سر ایک طرف کر دیا۔ پھر انھوں نے دوسری جانب پتھر رکھا۔ اس طرح نصف نصف سر دو بار کر کے دھو دیا۔ جس پتھر پہ ابراہیمؑ نے اپنے پاؤں رکھے تھے اور اس پر نقش قدم ابھر آئے تھے۔ وہی بعد میں "مقام ابراہیمؑ" قرار پایا جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ مقام ابراہیمؑ وہ پتھر ہے جس پر کعبہ بنانے کے موقع پر حضرت ابراہیمؑ نے قدم رکھے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ اسماعیلؑ کی دوسری بیوی نے حضرت ابراہیمؑ کا سر دھلایا تھا، اور اس موقع پر انھوں نے پتھر پہ قدم رکھے تھے اور نقش ابھرا تھا وہی مقام ابراہیمؑ ہے۔ (واللہ اعلم)

حضرت اسحاقؑ کی ولادت

حضرت اسماعیلؑ جب پانچ سال کے ہوئے تو بطن سارہؑ سے حضرت اسحاقؑ پیدا ہوئے مورخین کا بیان ہے کہ حضرت ابراہیمؑ اور جناب سارہؑ اپنے وطن حوالی شام و فلسطین میں زندگی کے ایام گذار رہے تھے کہ خدا نے جناب سارہؑ کی تمنا کے مطابق ایسی صورت میں جبکہ بروایت یعقوبی حضرت ابراہیمؑ کی عمر ایک سو سال کی تھی اور جناب سارہؑ کی عمر ۹۰ سال کی تھی۔ خدا نے جبرئیلؑ کے ذریعہ سے تولید کی بشارت دی اور اس بشارت کے ساتھ ہی ساتھ وہ حائضہ ہوگئیں ان دونوں کو اس واقعہ سے بڑا تعجب ہوا بالآخر وہ حاملہ ہوئیں اور جناب اسحاقؑ پیدا ہوئے۔ روضۃ الصفا میں ہے کہ جناب سارہؑ بشارت کے ساتویں دن حاملہ ہوئیں اور جب مدت حمل پوری ہوئی تو ابراہیمؑ نے خواب میں دیکھا کہ ایک ہزار ستارے آسمان پر مجتمع ہیں۔ جبرئیلؑ سے ذکر کیا تو انھوں نے کہا کہ اس کے صلب سے ایک ہزار انبیا پیدا ہوں گے۔ یہ سن کر حضرت ابراہیمؑ نے جبرئیلؑ سے کہا کہ پھر اسماعیلؑ کے لیے کیا ہے۔ عرض کی ان کی نسل سے خاتم الانبیاء حضرت محمدؐ

مصطفےؐ پیدا ہونگے جو سب کے سرتاج ہونگے۔ یہ سُن کر حضرت ابراہیمؑ خدا کا شکر ادا کرنے لگے۔

قصص جوہری میں ہے کہ جب حضرت سارہؑ نے بشارت تولید پر تعجب کیا تو جناب جبرئیلؑ نے بُھنے ہوئے گوشت کو اشارہ کیا اور وہ گوسالہ بن کر ماں کا دُودھ پینے لگا۔ پھر ان کے ایک اِشارہ سے وُہ درخت جو گھر میں سوکھا کھڑا تھا سرسبز و شاداب ہو گیا، پھر فرمایا کہ اے سارہؑ جو خدا بھُنے گوشت کو گوسالہ کی شکل دے سکتا اور سُوکھے درخت کو ہرا بھرا بنا سکتا ہے۔ وُہی از کار رفتہ مرد و زن سے اولاد پیدا کر سکتا ہے۔

حضرت اِبراہیمؑ کے تعمیرِ کعبہ اور ذبح فرزند کا واقعہ

متعدد روایات کے مُطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام برابر حضرت اسماعیلؑ و ہاجرہؑ کو دیکھنے آیا کرتے تھے۔ البتہ جب تیسری مرتبہ بروایت حیات القلوب جلد ا صـ۱۰۲ تشریف لائے تو اس وقت حضرت اسماعیلؑ جوان تھے۔ اور ان کی عمر ۱۳، ۱۴ سال کی تھی اور اُن کے پاس کافی گوسفند وغیرہ تھے۔ حضرت ابراہیمؑ ان حالات سے بہت خوش ہوئے۔

حضرت ابراہیمؑ حضرت اسماعیلؑ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ خداوند عالم کا حکم آگیا کہ خانہ کعبہ کی تعمیر کرو۔ انھوں نے پوچھا کہ مالک کس جگہ تعمیر کروں؟ ارشاد ہوا کہ اُسی جگہ بنا دو جس جگہ عہد آدمؑ میں قبہ تھا جسے طوفانِ نوحؑ کے موقع پر ہم نے آسمان پر اٹھا لیا تھا۔ اس کے بعد خدا نے جبرئیلؑ کو بھیجا۔ انھوں نے آکر نشان بنا دیا اور خط کھینچ دیا۔

حضرت ابراہیمؑ نے تعمیر شروع کر دی۔ حضرت اسماعیلؑ پتھر اور گارا وغیرہ دیتے تھے اور حضرت ابراہیمؑ دیوار اُٹھاتے تھے۔ یہاں تک کہ ۹ ہاتھ دیوار بلند ہوگئی۔ پھر خدا نے ابراہیمؑ سے فرمایا کہ حجرِ اسود، کوہِ ابو قبیس میں ہے اسے جاکر لاؤ۔ چنانچہ وہ لے آئے۔ پھر حجر اسود کی جگہ بنائی گئی اور انھوں نے اس کو نصب کر دیا۔ اس وقت جس جگہ پر حجر اسود نصب تھا۔ اسی جگہ خدا نے نصب کرایا تھا۔ پھر اس میں غربی اور شرقی دروازے بنائے گئے۔ حضرت ہاجرہؑ جو حضرت ابراہیمؑ کے ہمراہ تھیں اپنی عبا سے دروازوں پر پردے ڈال دیئے۔ اس کے بعد ایک روایت کی بنا پر ملائکہ کی مدد سے اور ایک روایت کی بنا پر مقام ابراہیم کے بلند ہو جانے سے دیوار ۱۲ ہاتھ بلند ہوگئی۔ پھر اپنی اصلی منزل تک پہنچی۔ ایک روایت میں ہے کہ کعبہ طور سینا طور زینا طور لبنا اور جودی دحرا کے پتھروں سے بنایا گیا تھا۔ جب خانہ کعبہ تیار ہو گیا تو ۸ ذی الحجہ کو جبرئیلؑ نے حضرت ابراہیمؑ سے کہا کہ اپنے لیے پانی مہیا کرو۔ کیونکہ اس زمانہ میں منیٰ اور عرفات میں پانی نہ تھا۔ اسی لیے اس دن کو "یوم ترویہ" کہتے ہیں۔

بروایت روضۃ الصفا تکمیل کے بعد حضرت ابراہیمؑ نے خدا کی بارگاہ میں شکر گزاری کی اور دعا اور تضرع وزاری کی اور درخواست کی " ربنا تقبل منا انك انت السميع الدعا ، خدایا تو دعا کا سننے والا ہے ، میری اس محنت تعمیر کعبہ کو قبول فرمالے ۔ جبرئیلؑ نے نازل ہو کر قبولیت کی بشارت دی ۔ پھر انھیں مناسکِ حج وغیرہ بتائے اور یہ مشغولِ حج ہو گئے ۔ حج سے فراغت کے بعد حضرت ابراہیمؑ عازمِ شام ہو گئے ۔ ابھی یہ روانہ نہ ہونے پائے تھے کہ خدا کی طرف سے وحی آئی کہ اے ابراہیمؑ دنیا والوں کو تعمیر کعبہ سے باخبر کر دو ، تاکہ یہ لوگ حج کے لیے آئیں ۔ حضرت ابراہیمؑ نے عرض کی مالک میری آواز نحیف ہے ۔ یہ کہاں تک جا سکے گی ۔ حکم ہوا آواز تم بلند کرو ۔ پہنچانا میرا کام ہے ۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے مقام پر آکر اور کھڑے ہو کر پہلے یمن کی طرف منہ کر کے ، پھر مشرق کی طرف رُخ کر کے آواز دی ۔ آپ کی آواز ربع مسکون میں ہر جگہ پہنچی اور سب نے سُنی یہاں تک کہ ارحام و اصلاب میں جو لوگ تھے ۔ انھوں نے بھی سُنا ، اور سب نے " لبیک لبیک " کہہ کر جواب دیا ۔

بروایت الیعقوبی و حیات القلوب مجلسی حج کرنے کے سلسلہ میں حضرت ابراہیمؑ جب مشعر الحرام پہنچے تو رات ہو گئی تھی وہیں آپ سو رہے ۔ سوتے میں خواب دیکھا کہ میں اپنے فرزند اسماعیلؑ کو ذبح کر رہا ہوں ، یہ خواب نہ تھا بلکہ حکم خداوندی تھا فامرہ اللہ ان یذبح ابنہ خدا نے حکم دیا کہ اپنے بیٹے کو ذبح کر دو ۔ (الیعقوبی ص۲) آپ نے اپنی بیوی ہاجرہؑ سے کہا کہ اسماعیلؑ کو بنا سنوار دو ۔ میں دوست کی ملاقات کے لیے جاتا ہوں ۔ انھوں نے تیار کر دیا ۔ آپ نے ایک چھری اور رسّی لی اور روانہ ہو گئے ۔ منیٰ میں پہنچ کر اسماعیلؑ سے کہا کہ بیٹا مجھے خدا نے حکم دیا ہے کہ میں تم کو اس کی راہ میں ذبح کر دوں ۔ اسماعیلؑ نے عرض کی باباجان پھر تامل کیا ہے ؟ " یاابت افعل ماتومر " جو حکم ہوا ہے کر گزریے ، آپ مجھے انشاء اللہ صابروں میں سے پائیں گے ۔

باپ بیٹے کی گفتگو سن کر شیطان حضرت ہاجرہؑ کے پاس آیا اور کہنے لگا تم آرام سے بیٹھی ہو وہاں ابراہیمؑ تمھارے بیٹے اسماعیلؑ کو ذبح کر رہے ہیں ۔ ہاجرہؑ نے کہا کہ ایسا کیونکر ہو سکتا ہے جبکہ وہ مجھ سے زیادہ ان کو چاہتے ہیں ۔ پھر لڑکے سے کہا کہ ان کو کیا ہو گیا ہے جو ایسا غلط کام کر رہے ہیں ۔ لڑکے نے بھی مایوس کن جواب دیا ۔ ایک روایت میں ہے کہ پہلے حضرت ابراہیمؑ کو بہکانے کی سعی کی تھی ۔ جب ناکامیاب ہوا تھا تو ہاجرہؑ کے پاس گیا اور جب وہاں سے مایوسی ہوئی تو حضرت اسماعیلؑ کے پاس آیا تھا

جنابِ ہاجرہ اگرچہ مطمئن تھیں لیکن ماں کا دل رکھتی تھیں شیطان کے اس کہنے پر کہ

ابراہیمؑ کو خیال ہے کہ انھیں ذبح فرزند کا حکم خدا نے دیا ہے۔ جناب ہاجرہؑ تفحص حالات کے لیے گھر سے نکل پڑیں۔

ادھر حضرت ابراہیمؑ نے بیٹے سے گفتگو کے بعد اُسے زمین پر لٹادیا اور اسماعیلؑ کے کہنے کے مُطابق کہ جوان کا تڑپنا دیکھا نہ جائے گا۔ آنکھوں پر پٹی باندھ لی۔ بروایت کشف الغمہ اس وقت باپ بھی رو رہا تھا اور بیٹا بھی کیونکہ یہ فطری تقاضہ تھا۔

زمین پر لٹانے کے بعد حضرت ابراہیمؑ نے گردن پر چھُری چلائی۔ لیکن چھُری پلٹ گئی۔ پھر سیدھی کی۔ پھر چلائی پھر پلٹ گئی اسی طرح تین بار ہوا۔ آخر کار آپ نے چھری مضبوط پکڑی اور زمین پر گھٹنے کو ٹیک کر پوری طاقت سے چھری کو دبا کر چلایا تو گلا کٹ گیا، خوش ہو گئے کہ قربانی کامیاب ہو گئی خدا نے بھی فرمادیا۔ "صدقت الرویا" تم نے خواب سچّا کر دکھایا۔ لیکن جب پٹی کھولی تو دیکھا کہ ایک دُنبہ ذبح پڑا ہے اور اسماعیل علیحدہ کھڑے ہیں غمگین ہو گئے۔ ارشاد ہوا "فدینا بذبح عظیم" ابراہیمؑ رنجیدہ نہ ہو ہم نے اس قربانی کو ذبح عظیم سے بدل دیا ہے۔

تاریخ طبری اور عرائس ثعلبی میں ہے کہ وہ دُنبہ جو حضرت اسماعیلؑ کی جگہ پر ذبح کیا گیا وہ وہی تھا جو ہابیل نے نذر کے طور پر قابیل کے مقابلہ میں پیش کیا تھا اور خدا نے اسے ایک صاعقہ (بجلی) کے ذریعہ سے قبول فرمالیا تھا۔ تاریخ روضۃ الصفا میں بحوالہ منہاج الطالبین بروایت حضرت صادق آل محمدؐ مذکور ہے کہ جب اسماعیلؑ ذبح ہونے سے بچ گئے تو حضرت ابراہیمؑ سخت رنجیدہ ہوئے، یہ دیکھ کر خداوند عالم نے ارشاد فرمایا کہ اے ابراہیمؑ، صلب اسماعیلؑ میں نور محمد مصطفےؐ جاگزیں ہے۔ میں نے اس کی حفاظت ضروری قرار دی اور انھیں بچالیا۔ اب تم مستقبل کے حالات دیکھو۔ چنانچہ خدا نے حجابات اٹھا دیئے۔ انھوں نے فرزندان اسماعیلؑ میں سرکار دو عالمؐ اور ان کے اہل بیتؑ کو دیکھا۔ ابراہیمؑ نے اولاد اسماعیلؑ میں امام حُسینؑ پر نظر کی، تو پوچھا۔ مالک اس عظیم شرف کا مالک کون ہے؟ فرمایا حسینؑ بن علیؑ جو کہ رسُول محمدؐ کا نواسہ ہے۔ عرض کی میرے مالک حسینؑ کے فضائل و کمالات کی وجہ سے میں انھیں اسماعیلؑ سے زیادہ دوست رکھتا ہوں۔ میرے خدا نے فرمایا کہ بس میں نے اسی حسینؑ کو اسماعیلؑ کے عوض میں قبول کر لیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ذبح عظیم سے مراد حسینؑ بن علیؑ کی شہادت ہے۔ حیات القلوب میں ہے کہ حضرت ابراہیمؑ واقعہ کربلا دیکھ کر بے انتہا روئے، کشف الغمہ میں ہے کہ ذبح سے بچ جانے کے بعد حضرت ابراہیمؑ اپنے فرزند اسماعیلؑ کو لے کر گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ ہاجرہؑ جو کہ راہ میں انتظار کر رہی تھیں جب ان پر حضرت اسماعیلؑ کی

نظر پڑی تو اسماعیل رو پڑے حضرت ہاجرہؑ نے واقعہ پوچھا تو انھوں نے سارا واقعہ بیان کر دیا، واقعہ کو سننے کے بعد جناب ہاجرہؑ بے اختیار ہوگئیں اور حضرت اسماعیلؑ کو سینے سے لگا کر بے حد روئیں اور خدا کا شکر ادا کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ ہاجرہؑ کی نظر جب حضرت اسماعیلؑ کے گلے پر پڑی تو انھیں نشانِ ذبح نظر آیا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ہاجرہؑ اسی صدمہ سے بیمار ہوگئیں اور اسی غم میں انتقال فرماگئیں۔ طبری سے مستفاد ہوتا ہے کہ آپ کا انتقال اس واقعہ سے دو سال بعد ہوا ہے۔

تاریخ روضۃ الصفا میں ہے کہ ان واقعات کے بعد حضرت ابراہیمؑ نے ”اسماعیل را در مکّہ شریفہ خلیفہ ساخت وخود بدیارِ شام معاودت فرمود“ اسماعیلؑ کو مکّہ معظمہ میں اپنا خلیفہ مقرر کر دیا اور وہ خود شام و فلسطین کی طرف واپس چلے گئے۔

جنابِ ہاجرہؑ کی وفات

بروایتِ طبری حضرت اسماعیلؑ کی عمر جب پندرہ سال کی ہوئی تو وہ وفات پاگئیں۔ ان کے فوت ہونے پر جرہمیوں نے بڑی خوب صورتی کے ساتھ ان کے کفن دفن کا انتظام کیا اور اس امر کی بیحد کوشش کی کہ اسماعیلؑ کا غم غلط ہو جائے، لیکن اس میں کامیاب نہ ہو سکے۔ بالآخر بروایت روضۃ الصفا کمال رنج وغم کی وجہ سے ترکِ وطن کا فیصلہ کر لیا۔ اسی کتاب میں ہے کہ جناب ہاجرہؑ کو حجر کے قریب دفن کیا گیا۔

حضرت اسماعیلؑ کی شادی خانہ آبادی

جب جرہمیوں کو حضرت اسماعیلؑ کا ارادہ ترکِ وطن معلوم ہوا تو ان لوگوں نے مزاحمت کی، مگر وہ نہ مانے۔ پھر انھوں نے سمجھانے بجھانے میں پورا مبالغہ کیا۔ مگر وہ کمال غم کی وجہ سے اپنے ارادے میں تبدیلی نہ پیدا کر سکے۔ بالآخر ان لوگوں نے بیٹھ کر آپس میں مشورہ کیا۔ طے پایا کہ ان کی شادی کر دی جائے اور انھیں شکار کا شوق دلایا جائے چنانچہ وہ لوگ اپنی اس ترکیب میں کامیاب ہوگئے۔ حضرت اسماعیلؑ کی شادی وہاں کے ایک معزز ترین گھرانے میں کر دی گئی اور انھیں آہستہ آہستہ شکار کا شوق دلایا گیا۔ آخر کار وہ وہیں رہ گئے اور ترکِ وطن سے باز آئے۔ علامہ مجلسی کا بیان ہے کہ وہ بیوی عمالقہ میں سے تھی اور اس کا نام ”اسامہ“ تھا۔ (حیات القلوب جلد ۱ ص ۱۰۶ ایک روایت میں ہے کہ وہ قبیلہ جرہم میں سے تھی اور اس کا نام ”عمادہ“ تھا جسے بعد میں طلاق دے دی تھی ص ۱۰۱)

وفاتِ ہاجرہؑ کے بعد حضرت ابراہیمؑ کی آمد

طبری اور الیعقوبی میں ہے کہ یوں تو حضرت ابراہیمؑ اکثر

خبر لیا کرتے تھے اور تشریف لایا کرتے تھے۔ لیکن اب کی مرتبہ جب تشریف لائے تو ہاجرہ کا انتقال ہوچکا تھا۔ حضرت اسماعیلؑ بالغ ہوچکے تھے۔ ان کی شادی ہوچکی تھی۔ وہ جب گھر پر پہنچے اور انھوں نے دقّ الباب کیا تو حضرت اسماعیلؑ کی بیوی برآمد ہوئی۔ آپ نے پوچھا اسماعیلؑ کہاں ہیں اور تو اُن کی کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ وہ شکار کو گئے ہیں اور میں اُن کی بیوی ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ کچھ کھانے کو ہے؟ اس نے کہا کچھ بھی نہیں ہے۔ یعنی اس نے نہ زبانی خاطر کی اور نہ کھانا پانی پیش کیا اور نہ کہا کہ سواری سے اُتر کر تشریف رکھیئے۔

حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ میں واپس جارہا ہوں۔ جب اسماعیلؑ آئیں تو اُن سے کہنا کہ "غیار عتبۃ بابِک" اپنے دروازے کی ڈیوڑھی بدل دو یہ بالکل نامناسب ہے، یہ کہہ کر وہ تشریف لے گئے۔ شام کو جب حضرت اسماعیل شکار سے واپس آئے تو آپ نے پوچھا کہ کوئی آیا تھا؟ اس نے کہا۔ ایک پیر مرد آئے تھے اور یہ کہہ گئے ہیں کہ اپنے گھر کے دروازے کی ڈیوڑھی بدل دو۔

یہ سُن کر حضرت اسماعیلؑ نے کہا کہ وُہ مجھے تیرے بارے میں طلاق دینے کو کہہ گئے، ان کا حکم اٹل ہے اس لیے میں تجھے طلاق دیتا ہوں۔ اس کے بعد آپ نے "حیفا بنت مضاض"[1] سے شادی کرلی۔ اور اسی کے ساتھ ایام حیات گزار رہے تھے۔ یہاں تک کہ ایک سال گزر گیا سال کے گزرتے ہی حضرت ابراہیمؑ پھر تشریف لائے، اتفاقاً جناب اسماعیلؑ اس دفعہ بھی شکار کو گئے ہوئے تھے حضرت ابراہیمؑ جونہی ان کے گھر کے قریب پہنچے وہ استقبال کے لیے دوڑ پڑیں اور اپنے ہمراہ لاکر درخواست کی کہ سواری سے اُتریں تاکہ میں سر دھودوں۔ آپ نے فرمایا کہ میں سواری سے نہ اتروں گا۔ بروایت الیعقوبی اس نے کہا کہ اچھا سر ہی جھکا دیجئے کہ میں بوسہ دے لوں اور بروایتِ طبری در روضۃ الصفا، اس نے کہا کہ آپ کا سر مُبارک بہت گرد آلود ہے۔ مجھے موقع دیجئے کہ میں اسے دھوؤں۔ حضرت ابراہیمؑ نے ایک پتھر پر پاؤں رکھ کر نصف سر ایک طرف سے اور نصف سر دوسری طرف سے دھلوایا، آپ نے پوچھا کہ کچھ کھانے کو ہے اس نے فوراً خرما، گوشت اور دودھ حاضر کیا۔ آپ نے دُعا دی۔

طبری میں ہے کہ اس واقعہ سے متعلق حضرت رسُول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ اگر زنِ اسماعیلؑ جَو، گندم پیش کرسکتی تو اسی طرح جس طرح عرب میں خرما، گوشت اور دودھ کی فراوانی ہے، گندم وغیرہ کی بھی ہوتی۔

---

[1] حیات القلوب میں، سیدہ بنت حارث بن مضاض مرقوم ہے۔ ۱۲

الغرض اُس نے ان کی بے انتہا خاطر اور آؤ بھگت کی۔ جب وُہ تشریف لے جانے لگے تو فرما گئے کہ جب اسمٰعیل شکار سے واپس آئیں تو ان سے کہنا کہ "تمسك بعتبة بابك" تم اپنے گھر کی موجودہ ڈیوڑھی کو برقرار رکھنا اور اسے ہٹانا نہیں۔ کیونکہ یہ نہایت مناسب اور بہتر ہے۔

جب حضرت اسماعیلؑ شکار سے واپس آئے تو بیوی نے سارا قصہ کہہ سنایا اور بتایا کہ یہ پتھر ہے جس پر انھوں نے قدم رکھے تھے۔ "فوقع علی موضع قدمه بنفيلها" یہ سنتے ہی حضرت اسماعیلؑ اپنے پدر بزرگوار کے زیر قدم آئے ہوئے پتھر پر گر پڑے اور اُسے چومنے لگے اور اپنی بیوی سے کہا کہ تم خوش نصیب ہو کہ حضرت خلیل اللہؑ نے تمھاری قدر و منزلت کی مجھے ہدایت فرمائی ہے۔ روضۃ الصفا میں ہے کہ اس واقعہ کے بعد سے حضرت اسماعیلؑ نے اس بیوی "سیفا بنت مضاض" کی موجودگی میں کوئی شادی نہیں کی۔

حضرت اسحٰاق کی شادی خانہ آبادی

مورخین کا بیان ہے کہ حضرت ابراہیم مکۂ معظمہ سے واپس اپنے وطن تشریف لے گئے۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد انھوں نے حضرت اسحاق کی شادی کا فیصلہ فرمایا اور اس کے لیے بروایت کشف الغمہ اپنے خادم سے فرمایا کہ میں اپنے فرزند اسحٰاقؑ کی شادی کنعانیوں میں نہیں کرنا چاہتا، میری خواہش ہے کہ اس کی شادی اپنے ہی خاندان میں ہو۔ لہٰذا تو جا اور تلاش کر۔ وہ وہاں سے روانہ ہو کر بابل پہنچا اور وہاں جا کر ایک مقام پر قیام کیا۔ اسی دوران میں اس نے چند لڑکیوں کو پانی بھرتے ہوئے دیکھا۔ ان میں سے ایک لڑکی کو پسند کر کے اس سے پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے اور تو کس قبیلہ و خاندان سے ہے اُس نے کہا۔ میرا نام "ربقا بنت بتوئیل بن ناعور برادر ابراہیمؑ" ہے اور میری ماں حضرت لوطؑ کی ہمشیرہ ہیں۔ اُس نے کہا کہ مجھے اپنے والد کے پاس لے چلو، چنانچہ وُہ اسے اپنے ہمراہ لے گئی۔ اُس نے اس کے باپ سے ملاقات کی اور حضرت ابراہیمؑ کا فرمان پیش کرتے ہوئے "ربقا" کو حضرت اسحٰاق کے لیے مانگا۔ بتوئیل نے اس خواہش کو منظور کر لیا۔ پھر انتظامات ہوئے اور ربقا کی شادی حضرت اسحٰاق کے ساتھ ہو گئی۔ جناب سارہؑ نے بھی اس شادی سے بے حد مسرت کا اظہار فرمایا۔

حضرت ابراہیمؑ کی خصوصیات اوّلیات اور خلت

مورخین کا بیان ہے کہ لفظ ابراہیم عجمی ہے اور اس کے معنی پدر مہربان کے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ سرخ و سفید یعنی گورے رنگ کے تھے، ان کا قد و قامت

نہایت مناسب تھا۔ بڑی بڑی آنکھیں تھیں سینہ چوڑا تھا لقب خلیل اللہ اور خلیل الرحمٰن تھا اور کنیت ابوالضیفان، ابوالانبیاء اور ابو محمد تھی۔ آپ مہمانوں کے دلدادہ تھے، آپ نے کبھی اس حال میں کھانا نہیں کھایا کہ تنہا ہوتے یعنی ساری زندگی میں ایسا نہیں ہونے دیا کہ تنہا کھانا کھا لیتے۔ جب آپ کو مہمان نہ ملتا تھا تو آپ بھی بھوکے رہتے تھے اور مہمان کی تلاش میں اکثر گھر سے باہر جایا کرتے تھے۔ آپ پہلے شخص ہیں جس نے ہجرت اختیار کی تھی اور آپ ہی پہلے وہ شخص ہوں گے جس کو خدا قیامت میں حلہ بہشت پہنائے گا۔ پھر آپ کے بعد بروایت حیات القلوب حضرت محمد مصطفیٰؐ اور بارہ اماموںؑ اور فاطمۃ الزہراؑ کو حلہائے بہشت ملیں گے۔ ایک روایت میں ہے کہ معصومین کے شیعہ بھی حلہائے بہشت سے آراستہ ہو کر جنت میں جائیں گے۔

سب سے پہلے جہاد آپ ہی کے عہد میں فرض ہوا، اور تقسیم غنیمت کا اصول معین ہوا۔ پائجامہ پہننے کی ایجاد ہوئی۔ مونچھوں کے کاٹنے کا سلسلہ شروع ہوا۔ مسواک کرنا۔ کلی کرنا۔ بغل کے بال کاٹنا۔ استرا لینا۔ ناخن کاٹنا۔ پانی سے استنجا کرنا۔ مہمانوں کی تلاش۔ مساکین کو کھانا کھلانا۔ صدقہ دینا۔ خیرات کرنا سنت قرار پایا۔ ایک روایت میں ہے کہ سفر سے واپسی میں سوغات کا لانا آپ ہی کی سنت ہے۔ امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ اگر سفر سے واپسی میں کچھ نہ لا سکو تو پتھر ہی ہمراہ لاؤ۔ کیونکہ حضرت ابراہیمؑ اپنے ہمراہ ریت کی بوری لائے تھے جسے خدا نے آٹا بنا دیا تھا۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ سفر سے سوغات لانے میں برکت ہوتی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ ہی وہ پہلے شخص ہیں کہ جس نے لوہے کو کام میں لانا بتایا۔ آپ ہی نے سب سے پہلے خمس نکالا اور سب سے پہلے تیراندازی کی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے اپنی نسل میں نبوت کے لیے دعا کی تھی اور خدا نے منظور فرما لی تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ بڑے قناعت کرنے والے تھے۔ یہ پہلے شخص ہیں کہ خدا نے انھیں بلوغ سے پہلے رُشد عطا فرمایا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ وہ پہلے شخص ہیں جنھیں خدا نے "حنیفاً مسلماً" کہا۔ یہ وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے ثرید کی تیاری کی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ وہ پہلے شخص ہیں جن سے ذوالقرنین نے مصافحہ کیا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیمؑ جنگ عمالقہ کے لیے مسجد سہلہ سے گئے تھے۔ یہ وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے جوتی پہننا شروع کیا ہے۔ کثیر روایات میں ہے کہ یہ وہ پہلے شخص ہیں جن کے سر اور ڈاڑھی کے بال سفید ہوئے ہیں۔ ان سے پہلے بال سفید نہیں ہوا کرتے تھے اور کسی مجمع میں باپ اور بیٹے میں امتیاز بمشکل ہوتا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ جب ان کے بال سفید ہوئے تو انھوں نے خدا سے

پوچھا کہ یہ کیا ہے، ارشاد ہوا کہ یہ بزرگی اور وقار کی علامت ہے اور بڑھاپے کی نشانی ہے ایک روایت میں ہے کہ یہ وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے مناسکِ حج کی تعلیم دی ہے، یہ وہ پہلے شخص ہیں جن کو خدا کی محبت میں آگ میں ڈالا گیا۔ یہ وہ پہلے شخص ہیں جن کے لیے خدا نے مُردوں کو زندہ کیا۔ یہ وہ ہیں کہ جب سفر میں ہوتے تھے اور سارہ کو دیکھنا چاہتے تھے، تو خدا درمیان سے حجاب ہٹا دیتا تھا۔ یہ وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے حجامت بنوائی تھی اور ختنہ کرنا سُنّت قرار دیا تھا اور خود دیگر انبیاء کی طرح مختون پیدا ہوئے تھے۔ یہ وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے ناک میں پانی ڈالا۔ حضرت ابراہیمؑ لوگوں کے گناہوں کو یاد کر کے بارگاہِ خدا میں آہ کیا کرتے تھے ایک روایت میں بحوالہ آیۂ قرآنی "واجعل لی لسان صدق فی الآخرین" مروی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے آخر زمانہ میں سچی زبان کی خواہش کی تھی۔ خدا نے اسے عہدِ رسولِ کریمؐ میں پیدا کر دیا۔ ارشادِ خدا ہے۔ "وجعلنا لہ لسان صدقٍ علیاً" ہم نے ان کے لیے علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کو سچی زبان بنا دیا (حیات القلوب جلد ۱ ص ۹۹) عرائس ثعلبی میں ہے "ان اللہ تعالیٰ اوحی الی ابراہیم، یا ابراہیم انک لما سلمت مالک الی الضیفان وابنک الی القربان ونفسک الی النیران وقلبک الی الرحمٰن اتخذناک خلیلاً" خداوندِ عالم نے حضرت ابراہیمؑ کی طرف وحی کی کہ اے ابراہیمؑ جب تم نے اپنے مال کو مہمانوں کے لیے وقف کر دیا اور اپنے بیٹے کو ذبح کر دیا اور اپنے کو آگ میں ڈال دیا اور خدا سے پورے طور پر لو لگا لیا تو ہم نے تم کو اپنا خلیل بنا لیا۔ اکثر روایات میں ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے زمین پر بے شمار سجدے کیے، خدا سے کوئی چیز مانگی نہیں، بے شمار مہمانوں کو کھانا کھلایا، نمازِ شب کی پوری پابندی کی اور محمدؐ و آلِ محمدؐ پر کثرت سے درود بھیجا تو خدا نے انھیں خلعت عطا کی اور اپنا "خلیل" یعنی دوست بنا لیا۔ ایک روایت میں ہے کہ خلت کا پیغام جبرئیل لے کر آئے تھے اور حضرت ابراہیمؑ نے جنابِ سارہؑ کو سنایا تھا اور وہ خوش ہوئی تھیں۔

شیعوں کیلئے حضرت ابراہیمؑ کی دُعا

علامہ مجلسی بحوالہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ ایک مرتبہ گھر سے باہر نکل کر عبرت حاصل کرنے کے لیے جنگلوں اور شہروں میں پھر رہے تھے کہ ناگاہ ان کی نظر عظیم قسم کے عابد پر پڑی، وہ اس کے قریب تشریف لے گئے اور اس کی نماز کو دیکھ کر متحیر ہوئے۔ تھوڑی دیر انتظار کے بعد اسے اپنی طرف متوجہ کیا اور اس سے کہا کہ مجھے تمھاری نماز بہت پسند آئی ہے۔ میں تم سے پوچھتا ہوں کہ تم کس کی نماز پڑھتے ہو۔ اُس نے جواب دیا اُس خدا کی جس نے تم کو اور ہم کو پیدا کیا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ سنو

میں تم کو اپنا دوست بنانا چاہتا ہوں اور تم سے بھائی چارگی کا خواہشمند ہوں اور یہ چاہتا ہوں کہ اپنی جگہ بتا دو تاکہ میں جب جی چاہے وہاں پہنچ جایا کروں۔ اس عابد نے کہا سب کچھ منظور ہے لیکن تم کو اپنی جگہ بتانا بیکار ہے کیونکہ وہاں پہنچ نہیں سکتے۔ حضرت ابراہیمؑ نے پوچھا کہ کیوں نہیں پہنچ سکتا؟ اُس نے کہا کہ درمیان میں بہت بڑا دریا حائل ہے اور کوئی کشتی وغیرہ نہیں ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے پوچھا کہ تم کس طرح جاتے ہو۔ اس نے کہا کہ میں پانی پر چلا جاتا ہوں۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ شاید میں پانی پر چلا جاؤں۔ اچھا اُٹھو چلیں۔ چنانچہ دونوں چل پڑے۔ جب دریا کے قریب پہنچے تو عابد بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہہ کر چل پڑا۔ حضرت ابراہیمؑ بھی رواں ہو گئے۔ اُس نے بڑا تعجب کیا۔ وہاں پہنچ کر حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ آؤ ہم تم مل کر نماز کے بعد عاصیانِ مومنین کے لیے دُعا کریں کہ خدا قیامت کے دن ان پر نگاہِ خاص رکھے، عابد نے کہا کہ میں تو دُعا نہ کروں گا۔ کیونکہ خدا میری سُنتا نہیں۔ میں نے عرصہ ہوا ایک امر کے لیے دُعا کی تھی اور پھر بار بار دُعا کی لیکن وہ مستجاب نہ ہوئی۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ خدا جس کی محبت رکھتا ہے۔ اس کی دُعا دیر میں قبول کرتا ہے تاکہ اس سے مخاطبہ جاری رہے۔

اس کے بعد حضرت ابراہیمؑ نے پوچھا کہ تم نے کیا دُعا کی تھی۔ اس نے کہا کہ میں محو نماز تھا کہ دیکھا کہ ایک حسین نوجوان اپنی بھیڑوں کو ہنکا رہا ہے۔ میں نے اُس سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ تو اُس نے کہا اسماعیلؑ فرزند ابراہیمؑ ہوں۔ میں نے اس دن سے دُعا شروع کر دی کہ خدا مجھے ابراہیمؑ خلیل اللہ سے ملا دے۔ مگر وہ دعا آج تک قبول نہ ہوئی۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ تیری دُعا قبول ہو گئی، وہ لڑکا اسماعیلؑ میرا فرزند تھا اور میں ہی خلیل اللہ ابراہیمؑ ہوں یہ سُن کر اس نے ان کے رُخساروں کا بوسہ دیا اور بہت خوش ہوا۔ اس کے بعد دونوں نے مل کر گناہگار مومنین کے لیے دُعائیں کیں۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام ارشاد فرماتے ہیں کہ جن مومنوں کے لیے حضرت ابراہیمؑ نے دُعا فرمائی ہے وہ ہمارے شیعہ ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ اس عابد کا نام "ماریا بن آسن" تھا اور اس کی عمر (۶۶۰) سال تھی (حیات القلوب جلد ۱ ص ۸۸)

دینِ ابراہیمؑ پر صرف شیعہ ہوں گے

حضرت رسُول کریمؐ فرماتے ہیں ما علیٰ دین ابراھیم غیرنا وغیر شیعتنا " دین ابراہیمؑ پر ہمارے اور ہمارے شیعوں کے علاوہ کوئی نہ ہو گا۔ (النور المبین جزائری ص ۱۱۳ طبع نجف اشرف)

حضرت ابراہیمؑ کا خدا سے ایک سوال اور اُس کا عملی جواب

حضرت ابراہیمؑ نے عین الیقین حاصل کرنے کے لیے یا اس لیے کہ شیطان نے بروایت عجائب القصص ایک دریا پر کسی کو درندوں کی غذا بنتے ہوئے دیکھ کر لوگوں میں یہ پروپیگنڈا شروع کر دیا تھا کہ "خدا کے بس میں یہ نہیں ہے کہ وہ ان ہضم شدہ اجزا کو پھر جمع کر سکے" بارگاہِ احدیت میں یہ درخواست کی۔ "رب ارنی کیف تحیی الموتیٰ" خدایا مجھے مُردوں کو زندہ کرنا دکھا دے۔

خدا نے فرمایا کہ کیا تم کو اس کا یقین نہیں ہے۔ ابراہیمؑ نے عرض کی کیوں نہیں۔ مگر آنکھ سے دیکھنا اس لیے چاہتا ہوں کہ میرے دل کو کامل یقین ہو جائے۔ فرمایا اچھا اگر یہ چاہتے ہو تو چار پرندے لو اور ان کو اپنے پاس منگالو اور ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو پھر ہر پہاڑ پر ان کا ایک ایک حصّہ رکھ دو۔ اس کے بعد ان کو بلاؤ، پھر دیکھو تو کیونکر وہ سب کے سب تمھارے پاس دوڑتے ہوئے آتے ہیں اور سمجھ رکھو کہ خدا بیشک غالب اور حکمت والا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ وہ چاروں پرند۔ گدھ۔ بطخ۔ مور اور مُرغ تھے اور آپ نے سب کے ٹکڑے کر کے ملا دیا۔ اس کے بعد سب کو کوٹ کر پیس ڈالا۔ اس کے بعد دس حصّے کر کے پہاڑوں پر رکھ دیئے اور چاروں کی چونچیں اپنے پاس رکھیں۔ اس کے بعد چاروں کو پکارا تو ایک ایک ریزہ اپنی جگہ سے اُڑ کر اس چونچ سے جا ملا۔ اور اصلی صورت پر آ گیا اور سب جانور پھر مجسّم ہو کر زندہ ہو گئے اور لائق پرواز بن گئے۔

حضرت ابراہیمؑ کے اس واقعہ کو کافی شہرت ہو گئی اور شیطان کا پروپیگنڈا ختم ہو گیا اور لوگ گمراہی سے بچ گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے یہ درخواست اس لیے کی تھی کہ حضرت عزرائیل نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ خدا آپ کو اپنی دوستی کے مرتبے پر فائز کرے گا۔ اور اس کی پہچان یہ ہے کہ وہ آپ کی خاطر سے مُردہ جلائے گا۔ اس اشتیاق میں حضرت ابراہیمؑ نے شدید انتظار کے بعد موقع پا کر یہ درخواست کی جو پوری ہو کر رہی، اور حضرت ابراہیمؑ نے یہ درخواست اس وقت کی تھی۔ جب خدا نے آپ کو ملکوت سمٰوٰت و الارض کی سیر کرائی تھی، تو آپ نے دریا کے کنارے ایک مُردے کو دیکھا جس کا آدھا بدن پانی میں اور آدھا خشکی میں تھا۔ اور پانی کے حصّے کو دریا کے جانور کھاتے اور خشکی کے حصّہ کو خشکی کے جانور کھائے جاتے تھے اور پھر باہم لڑتے اور ایک دوسرے کو کھائے جاتے تھے۔ یہ دیکھ کر حضرت ابراہیمؑ کو تعجب ہوا، اور دُعا کی، خدایا مجھے مُردوں کا زندہ کرنا دکھا دے۔ روضۃ الصفا میں ہے کہ یہ واقعہ حضرتِ ابراہیمؑ کی آخر عمر کا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کا ابتلیٰ بالکلمات

جس طرح خداوندِ عالم نے حضرت آدمؑ کو چند کلمات بتادیئے اور انھیں کے ذریعہ سے اُن کی توبہ قبول ہوئی تھی۔ "فتلقیٰ آدم من ربہ کلمات فتاب علیہ" اسی طرح حضرت ابراہیمؑ کے سامنے چند کلمات لائے گئے اور ان کے لیے نارِ نمرود گلزار بن گئی اذابتلیٰ ابراہیمؑ بکلمات فاتمہن" یعنی جن کلمات کا واسطہ دے کر دُعا کرنے سے آدمؑ کی توبہ قبول ہوئی تھی۔ انھیں کلمات کا واسطہ دے کر دُعا کرنے سے حضرت ابراہیمؑ آگ میں جلنے سے بچ گئے تھے اور طویل عریض آگ کی وادی ان کے لیے باغِ جنت بن گئی تھی۔ لاریب وہ کلمات چودہ اسماء تھے جیسا خود لفظِ کلمات سے ظاہر ہے۔ اس کے باصول ابجد، یہ اعداد نکلتے ہیں ک کے ۲۰ ل کے ۳۰ م کے ۴۰۔ ا کا ۱۔ ت کے ۴۰۰ جب ان اعداد کے حِل صغیر نکالے جاتے ہیں۔ یعنی اعداد کے نقطوں کو اڑا کر جوڑا جاتا ہے تو ۱۴ ہوتے ہیں۔ علامہ شیخ سلیمان قندوزی اپنی کتاب ینابیع المودۃ کے صفہ پر تحریر فرماتے ہیں کہ کلمات سے چہاردہ معصومین علیہم السلام کے اسماء مراد ہیں۔ حدیث میں ہے کہ وہ چودہ اسماء یہ ہیں (۱) حضرت محمدؐ (۲) حضرت فاطمہؑ (۳) حضرت علیؑ (۴) حضرت حسنؑ (۵) حضرت حسینؑ (۶) حضرت زین العابدینؑ (۷) حضرت محمد باقرؑ (۸) حضرت جعفر صادقؑ (۹) حضرت موسیٰ کاظمؑ (۱۰) حضرت علی رضاؑ (۱۱) حضرت محمد تقیؑ (۱۲) حضرت علی نقیؑ (۱۳) حضرت حسن عسکریؑ (۱۴) حضرت محمد مہدیؑ (حیات القلوب جلد ۱ صفہ ۹۹) پھر اس لفظ کلمات میں پانچ حرف ہیں جن میں حسبِ قاعدہ صرف ایک ہی مونث ہے اور وہ "ت" ہے اور چودہ معصوموں میں بھی صرف ایک ہی مونث ہیں اور وہ فاطمۃ الزہراؑ ہیں۔

یہ تھا حضرت ابراہیمؑ کے ابتلا کا رموزی اور باطنی مطلب لیکن اس کا ظاہری مطلب بھی ہے جیسے علامہ ابن بابویہ بیان فرماتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ابراہیمؑ کے ابتلا کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خداوندِ عالم نے ان کا بیس۲۰ مندرجہ ذیل امور میں امتحان لیا تھا اور وہ کامیاب ہوئے تھے۔

(۱) یقین: خداوندِ عالم نے ملکوت السمٰوٰت والارض دکھا کر ان کے یقین کا امتحان لیا، اور وہ کامیاب ہوئے۔

(۲) معرفت: اُنھوں نے اپنی معرفتِ کاملہ کا ثبوت بُت پرستوں۔ ستارہ پرستوں۔ چاند پرستوں، سُورج پرستوں کے سامنے نہایت خوبصورتی سے پیش کیا۔

(۳) شجاعت: بُت شکنی کے موقع پر اپنی شجاعت و دلیری کا مظاہرہ کیا۔

(۴) حلم: جس کی تصدیق خدا نے خود قرآن میں کی ہے، حلیمٌ رواہ الخ

(۵) سخاوت : مہمان نوازی کے سلسلہ میں سب کچھ لٹا دیا۔ جس کا خدا نے خود قرآن مجید میں ذکر فرما دیا ہے۔

(۶) عزلت : وہ گوشہ نشینی کرتے تھے اور عبادت میں اکثر گزرِ اوقات فرماتے تھے۔

(۷) امر بالمعروف و نہی عن المنکر : حضرت ابراہیمؑ اچھی باتوں کا حکم کرتے تھے اور بُری باتوں سے روکتے تھے، یہاں تک کہ اپنے چچا آذر کو بھی ہدایات فرمائیں۔

(۸) دفع بدی بذریعہ نیکی : وہ بدی کو نیکی کے ذریعہ سے دُور کرتے تھے۔ جیسا کہ انھوں نے آذر کے اِس کہنے کے بعد کہ میں تمھیں سنگسار کردوں گا۔ اگر ہمارے خداؤں کے ساتھ بُرائی کرو گے۔ فرمایا تھا کہ تم ایمان لاؤ۔ ہم تمھارے لیے اپنے خُدا سے بخشش کی دُعا کریں گے۔

(۹) توکّل : اُنھوں نے چچا آذر کے ایک سوال کے جواب میں فرمایا تھا کہ مجھے صرف خدا پر بھروسہ ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور جو زندہ کرتا اور مارتا ہے۔

(۱۰) دُعا بالحاق صالحان : وُہ دعا کیا کرتے تھے کہ خدایا مجھے صالح لوگوں میں ملحق کر اور وہی محمدؐ مصطفےٰ اور آئمہؑ ہدیٰ ہیں اور میرے لیے آخری زمانہ میں علیؑ کو لسانِ صدق قرار دے۔

(۱۱) امتحان : حضرت ابراہیمؑ کو جب نارِ نمرود میں ڈالا گیا تو اُنھوں نے جبرئیل تک سے مدد نہیں چاہی اور خدا ہی پر بھروسہ رکھ کر اپنے کو کامیاب کیا۔

(۱۲) امتحان بالاولاد : ذبح اولاد کے موقع پر پوری کامیابی حاصل کی۔

(۱۳) امتحان بالمرأۃ : جب فرعونِ مصر نے حضرتِ سارہؑ پر ہاتھ ڈالا تھا تو آپ نے پوری ہمّت اور پوُرے صبر سے کام لے کر کامیابی حاصل کی تھی۔

(۱۴) صبر : آپ جنابِ سارہؑ کی بدمزاجی پر صبر کرتے تھے۔

(۱۵) تنزالمت : وہ پاک دل تھے، خدا نے خود تصدیق کی ہے کہ وہ مشرک نہ تھے اور نہ یہودی و نصرانی تھے۔ بلکہ صحیح مسلمان تھے۔

(۱۶) طاعات : وہ ہر قسم کی اطاعت کیا کرتے تھے اور اپنے کو اوّل مسلمین فرماتے تھے

(۱۷) انقیاد : وہ ہر حکم میں انقیاد و اطاعت کرتے تھے اور خدا کے سامنے اپنے کو ذلیل ترین مردم سمجھتے تھے۔

(۱۸) مستجاب الدعوات : وُہ جو دُعا کرتے تھے۔ ان کی دُعا مستجاب ہوتی تھی حتّٰی کہ مُردوں کو زندہ کرنے کی دُعا بھی قبوُل ہوئی۔

(۱۹) تصدیقِ خدا : خداوندِ عالم نے ان کے صالح ہونے کی تصدیق کی ہے اور فرمایا ہے۔ کہ وہ دنیا میں صالح ہیں اور آخرت میں صالحین محمدؐ و آلِ محمدؐ کے ساتھ ہوں گے۔

(۲۰) اقتدا : تمام پیغمبروں کو خدا نے ابراہیمؑ کی اقتدا کا حکم دیا ہے اور سب اُن کی پیروی کرتے رہے اور ان کے دین پر چلتے رہے۔

تاریخ طبری میں ہے کہ خداوندِ عالم نے جب کلمات کے ذریعہ سے امتحان لے لیا اور انھیں بہر نہج کامیاب پایا تو فرمایا۔ جاعلك للناس اماماً۔ میں نے تمھیں لوگوں کا امام بنا دیا۔ یہ سُن کر ابراہیمؑ نے عرض کی۔ مالک " ومن ذریتی " اور میری ذریت میں بھی امام ہوں گے۔ فرمایا بیشک ہوں گے۔ لیکن لاینال عھدی الظالمین " لیکن میرا یہ عہدِ امامت میری طرف سے ظالموں کو نصیب نہ ہوگا۔

حضرت سارا کی وفات اور اُن کا مدفن

مورّخ ہروی خاوند پاشا۔ روضۃ الصفا میں لکھتے ہیں کہ تعمیر کعبہ کے بعد جب حضرت ابراہیمؑ اپنے وطن حوالیِ شام کی طرف واپس تشریف لے گئے تھے، تو اس کے بعد دوسرے سال وہ جناب سارا اور اسحاق سمیت حج کے لیے گئے تھے اور سب لوگ خصوصاً حضرت اسماعیلؑ سے بیحد خوش تھے پھر اس کے بعد سے برابر ہر سال حج کو آتے رہے اور خصوصاً اسحاق ضرور آتے تھے اس آمد و رفت سے اسحاقؑ اور اسماعیلؑ میں بیحد محبت پروان چڑھ گئی تھی۔

جنابِ ابراہیمؑ سارا اور اسحاق ایک مرتبہ حج کے لیے گئے۔ واپس گئے تو پھر سارا کو آنا نصیب نہ ہوا اور وہ بروایت روضۃ الصفا ۱۲۰ اور بروایتِ طبری ۱۳۰ سال کی عمر میں وفات پا گئیں الیعقوبی میں ہے۔" توفیت سارا عند مصیرھم الی الشام " ان لوگوں کے شام واپس آنے کے بعد جناب سارا فوت ہو گئیں۔ عرائس ثعلبی میں ہے کہ جناب سارا ۱۲۷ سال کی عمر میں بمقام شام وفات پا گئیں اور انھیں حضرت ابراہیمؑ نے قریہ " جبابرہ " میں جو کہ ملک کنعان میں وادیِ جبرون کے ایک مزرعہ میں ہے۔ جسے ابراہیمؑ نے خرید رکھا تھا۔ دفن کر دیا۔

صُحُفِ ابراہیم علیہ السلام

امام ثعلبی نے بروایت حضرت ابوذر علیہ الرحمۃ عرائس المجالس ص۶۹ میں لکھا ہے کہ حضرت ابوذر نے ایک دن رسُولِ خدا صلعم سے پوچھا کہ خدا نے کتنی کتابیں نازل کی ہیں۔ ارشاد فرمایا، سَو صحیفے اور چار کتابیں نازل فرمائی ہیں۔ آدمؑ پر دس صحیفے، شیثؑ پر پچاس ۵۰ صحیفے، ادریسؑ پر تیس ۳۰ صحیفے، ابراہیمؑ پر دس صحیفے موسیٰؑ پر توریت، عیسیٰؑ پر انجیل، داؤدؑ پر زبور اور مجھ پر قرآن نازل فرمایا ہے۔ ابوذر نے

پوچھا کہ حضرت ابراہیمؑ کے صحیفوں میں کیا تھا۔ فرمایا ان میں ہدایتی امثال تھے۔ مثلاً اس میں یہ تھا
ایھا الملك المبتلی المسلط المغرور انی لم ابعثك لتجمع الدنیا بعضها علی بعض
ولکنی بعثتك لترد عنی دعوۃ المظلوم فانی لا اردھا وکانت من کافر" اے میرے
بندے میں نے تجھے ملک دیا۔ بادشاہ بنایا۔ فرمانروائی عطا کی۔ لوگوں پر مسلط کیا۔ اے مغرور
تجھے اس لیے یہ کچھ نہیں دیا کہ تو مالِ دنیا جمع کرے، بلکہ اس لیے دیا ہے کہ تو میری جانب سے
مظلوم کی دادرسی کرے اس لیے کہ میں خود ان کی دعوت کو رد نہیں کرتا، چاہے وہ کافر ہی کیوں نہ
ہو" وعلی العاقل مالم یکن مغلوباً علی عقلہ الخ عاقل پر یہ فرض ہے۔ جبتک اس کی عقل
سالم ہے کہ اپنے دن کو چار حصوں میں تقسیم کرے۔ ایک حصہ میں عبادت کرے۔ دوسرے میں
صنعت باری میں تفکر کرے۔ تیسرے حصہ میں اپنے نفس کا محاسبہ کرے، اور چوتھے حصہ میں طلب
معاد و معاش کرے۔ نیز یہ کہ عاقل پر یہ فرض ہے کہ اپنی رحلت سے پہلے زادِ آخرت مہیا کرے
اور حلال روزی پیدا کرے اور غیر حرام سے لذت حاصل کرے۔ نیز یہ کہ عاقل کو چاہیئے کہ حالات
زمانہ پر ناظر رہے۔ اپنی حیثیت کو پہچانے، اپنی زبان پر قابو رکھے۔ طبری جلد ا ص۸۵، روضۃ الصفا
جلد ا ص۴۷۔ حیات القلوب جلد ا ص۹۸ بروایت علامہ مجلسی صحف ابراہیم ماہ مبارک رمضان
کی پہلی تاریخ کو نازل ہوئے تھے۔

حضرت ابراہیمؑ کی جانشینی

روضۃ الصفا جلد ا ص۴۶ میں ہے کہ حضرت ابراہیمؑ جب مکہ معظمہ سے واپس شام جانے لگے تو اسمٰعیل را در مکہ شریفہ خلیفہ ساخت" اسمٰعیل کو مکہ معظمہ میں اپنا خلیفہ بنا دیا۔ پھر وہاں سے روانہ ہو کر
شام پہنچے اور وہاں عمر کا بڑا حصہ گزار دیا تو "اسحٰق را در دیارِ شام ولی عہد و خلیفہ گردانید"
اسحاق کو دیارِ شام میں اپنا ولی عہد اور خلیفہ بنا دیا۔

حضرت ابراہیمؑ کی ایک تمنا

حضرت ابراہیمؑ کے حضرت اسمٰعیلؑ واسحاقؑ کے علاوہ اور بہت سی اولاد تھیں لیکن ان
میں ایک بھی لڑکی نہ تھی۔ خلیل اللہ کو اس امر کا بڑا احساس تھا۔ چنانچہ انھوں نے بروایت
حیات القلوب بارگاہِ خداوندی میں استدعا کی کہ خدایا مجھے کم از کم ایک لڑکی کرامت فرمادے
حضرت رسول کریمؐ نے ان کی اس تمنا کی وجہ بھی بیان فرمائی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ابراہیمؑ
نے اس لیے تمنا دختر کی تھی کہ "بعد از مرگ برائے او گریہ کند" ان کے مرنے کے بعد
سوگ منائے اور ان پر گریہ و زاری کرے۔

حضرت ابراہیمؑ کی عمر وفات حسرت آیات اور اُن کا مدفن و مزار

مورّخین کا بیان ہے کہ حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام دنیا میں کافی ایّام زندہ رہے اور بہت زیادہ کارہائے نمایاں کیے اور اسلام کے جو اصول وہ چھوڑ گئے۔ عہد رسولؐ میں ان اصولوں نے فروغ حاصل کیا اور آج بھی دنیا میں عمل و کردار کی وجہ سے وہ بھی زندہ ہیں اور ان کے اصول بھی۔

حضرت ابراہیمؑ کا زمین نجف اشرف کو خریدنا

بروایت علامہ مجلسی حضرت ابراہیمؑ کی وفات کا جب زمانہ آخری آگیا اور صرف چند سال زندگی کے باقی رہ گئے تو وہ اتفاقاً یا عمداً سرزمین نجف پر تشریف لائے اس زمین پر روزانہ شب کو زلزلہ آیا کرتا تھا جس رات کو وہ وہاں ٹھہرے زلزلہ نہ آیا۔ لوگوں نے تلاش شروع کر دی کہ وہ کون شخص ہے جو اس رات میں یہاں پہنچا ہے۔ جس کی وجہ سے آج رات کو زلزلہ نہیں آیا معلوم ہوا کہ وہ نیا آنے والا ایک مرد پیر ہے۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ وہ نبی خدا حضرت ابراہیمؑ ہیں۔ لوگوں نے ان سے خواہش کی کہ آپ ہمیشہ کے لیے یہیں سکونت اختیار فرمالیں۔ انھوں نے فرمایا کہ اس کا کوئی امکان نہیں ہے۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ نجف اشرف کی سرزمین تم لوگ میرے ہاتھ فروخت کر دو تو اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ جس طرح میرے قیام سے یہاں کا زلزلہ رُک گیا ہے۔ اسی طرح ہمیشہ رُکا رہے گا۔ ان لوگوں نے ان کے ارشاد کو مان لیا۔ پہلے ہبہ کرنا چاہتے تھے۔ مگر انھوں نے خریدنے پر اصرار فرمایا۔ بالآخر سات گوسفند اور چار دراز گوش کے عوض میں اس زمین کو خرید لیا اور زلزلہ ہمیشہ کے لیے رُک گیا۔ خریدنے کے موقع پر اُن کے فرزند نے کہا کہ اس بے آب و گیاہ مقام کو خرید کے کیا کریں گے۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ تم چپ رہو تمھیں معلوم نہیں ہے کہ اس زمین نجف سے ستّر ہزار مومنین بلا حساب و کتاب داخل بہشت ہوں گے اور سنو یہ ستّر ہزار جو داخل بہشت ہوں گے۔ خدا انھیں یہ اختیار دے گا کہ ان میں سے ہر شخص بڑی بڑی جماعتوں کی سفارش کر سکے۔

ملک الموت خدمتِ ابراہیمؑ میں

حضرت ابراہیمؑ نے بارگاہِ خداوندی میں جنابِ سارہؑ کی استدعا پر درخواست کی تھی کہ اُس وقت تک مجھے موت نہ آئے جب تک میں خود خواہش نہ کروں اور خداوندِ عالم نے اس درخواست کو منظور فرما لیا تھا۔

بروایتِ طبری خداوندِ عالم نے اس وقت جب ایّامِ حیات ختم ہو رہے تھے۔ ملک الموت

کو حضرت ابراہیمؑ کے پاس بھیجا اور یہ فرمایا کہ اگر وہ مرنے کی خواہش کریں تو روح قبض کرلو۔
ملک الموت ایک نہایت ضعیف مرد کی صورت میں سرراہ ظاہر ہوئے حضرت ابراہیمؑ جو مہمانوں کے عاشق تھے۔ بروایت ثعلبی فوراً ایک گدھا لے جاکر اس مرد ضعیف کو اپنی قیام گاہ پر لے آئے اور کھانے کے وقت اس کے سامنے کھانا رکھا اور خود بھی ساتھ بیٹھ کر کھانے لگے۔ اس مرد ضعیف کے بدن میں شدید قسم کا ارتعاش اور لرزہ تھا۔ وہ کھانا کھانے سے مجبور و معذور تھا۔ وہ جب لقمہ اٹھاتا تھا تو سیدھا منہ میں نہ لے جاسکتا تھا اور سخت عاجز اور پریشان تھا حضرت ابراہیمؑ نے پوچھا کہ اے شیخ تیری یہ حالت کیوں ہے اور اس کا سبب کیا ہے؟ "فقال یا ابراھیم من الکبر" اس نے جواب دیا کہ یہ کچھ جو دیکھ رہے ہو بڑھاپے کی وجہ سے ہے۔ یہ سن کر حضرت ابراہیمؑ نے بروایت روضۃ الصفا بارگاہ خداوند عالم میں عرض کی۔ مالک میں زندگی کے اس نتیجے سے سخت بیزار ہوں۔ اور بخوشی چاہتا ہوں کہ روح قبض کرلی جائے، یہ سنتے ہی ملک الموت نے آپ کی روح مبارک قبض کرلی اور آپ بروایت المسعودی والیعقوبی ص۲۱ و عرائس ثعلبی ص۵۸ منگل کے دن ماہ آب کی دس تاریخ کو ۱۹۵ سال کی عمر میں انتقال فرماگئے۔
ایک روایت میں ہے کہ آپ بیمار رہے اور ۲۵ یوم بیمار رہ کر محرم کی نویں تاریخ کو پنجشنبہ کے دن انتقال فرماگئے۔ (روضۃ الصفا جلد ۱ ص۴۸ طبع نولکشور)۔
تاریخ طبری جلد ۱ ص۸۷ اور عرائس ص۵۸ میں ہے کہ حضرت اسحاقؑ نے نماز جنازہ پڑھائی اور مقام جبرون میں قبر جناب سارا کے قریب دفن کردیا۔

حضرت ابراہیمؑ کی ازواج واولاد

مورخ طبری کا بیان ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے جناب سارا کی زندگی میں ہاجرہ کے علاوہ کوئی نکاح نہیں فرمایا پھر جب وہ انتقال فرماگئیں تو انھوں نے ایک کنعانی عورت سے نکاح کیا جس کا نام قطورہ بنت یقطرہ تھا۔ الیعقوبی اور طبری میں ہے کہ اس عورت سے چھ فرزند پیدا ہوئے جن کے نام یہ ہیں (۱) زمران (۲) یقشن (۳) مدان (۴) مدین (۵) نشاق (۶) شوح یا سحری اس طرح حضرت ابراہیمؑ کے تین عورتوں کے بطن سے آٹھ فرزند متولد ہوئے۔ جن کی نسلیں خوب پھیلیں۔ لیکن بروایت روضۃ الصفا حضرت اسماعیلؑ و حضرت اسحاقؑ کے علاوہ کوئی بھی شرف نبوت سے مشرف نہیں ہوا۔

حضرت ابراہیمؑ اور فوت شدہ اطفال مومنین کی پرورش

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ جد نامدار حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے سفر معراج کے سلسلہ میں ارشاد فرمایا ہے کہ میں نے ایک درخت کے نیچے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس حال میں بیٹھا ہوا دیکھا ہے کہ ان کے گرد بے شمار بچے تھے۔ جبرئیلؑ نے کہا کہ "ایں ہا اطفال مومناں اندکہ مردہ اند و آنحضرت ایشاں را غذا می دہد کہ تربیت یابند" یہ مومنوں کے وہ بچے ہیں جو دنیا میں انتقال کر گئے ہیں حضرت ابراہیمؑ ان کو غذا دے رہے ہیں تاکہ یہ تربیت پائیں۔ اس طرح ان کی پرورش فرماتے ہیں۔ (حیات القلوب جلد ۱ ص۱۰۲ طبع ایران)۔

باب ۱۴

حضرت لُوط علیہ السّلام

حضرت لُوط علیہ السّلام خلیل خدا حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے برادرزادے اور ماں کی طرف سے خالہ زاد بھائی تھے۔ آپ کا نسب نامہ والد کی طرف سے یہ تھا، لُوطؑ بن ہاران ابن تارخ بن ناحور بن راغو بن عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوحؑ۔ آپ کی والدہ ورقہ تھیں۔ جو حضرتِ ابراہیمؑ کی والدہ "تُونا" کی بہن تھیں اور حضرت ابراہیمؑ کی زوجہ جناب سارہؑ کی ماں تھیں۔ ورقہ اور تونا۔ یہ دونوں بہنیں ایک غیر معروف نبی کی بیٹیاں تھیں جن کا نام "لاحج" تھا (ناسخ التواریخ جلد۱ ص۱۲۲، عرائس ثعلبی ص۶۱، قصص طہرانی ص۱۵) بعض معاصرین نے حضرت لوطؑ کے نسب نامہ میں لوطؑ بن لاحج لکھا ہے نیز حضرت لوطؑ کو حضرتِ ابراہیمؑ کا چچازاد بھائی تحریر کیا ہے۔ یہ دونوں باتیں میرے نزدیک صحیح نہیں ہیں۔

حضرتِ لوطؑ بابل میں پیدا ہوئے اور اسی طرح مختون پیدا ہوئے جس طرح قبل و بعد جملہ انبیاءؑ و اوصیاءؑ مختون پیدا ہوتے رہے۔ بعض علماءِ اسلام کا کہنا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ جب نوّے سال کے تھے اور حضرت اسماعیلؑ ۹ سال کے تھے۔ تب ختنے کا حکم نازل ہوا۔ اور سب سے پہلے انھیں باپ بیٹوں کا ایک ساتھ ختنہ ہوا۔ اسی وجہ سے اس سُنّتِ مؤکدہ کو سُنّت ابراہیمی کہتے ہیں۔ لیکن میرے نزدیک یہ بالکل درست نہیں ہے کہ حضرت ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کا ختنہ ہوا تھا۔ سنّت ابراہیمی کا مطلب یہ ہے کہ ان کے عہد میں یہ سُنّت جاری ہوئی ہے یعنی عہدِ ابراہیمی سے پہلے قدرتی طور پر یہ انتظام تھا کہ انبیاء مختون پیدا ہوں اور تا آخر یہی ہوتا رہا عوامِ مسلم کا اس کے لزوم سے تعلق نہ تھا۔ لیکن زمانہ ابراہیمؑ میں عام مسلمانوں کو ختنے کا حکم دیا گیا۔ جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ کی مشہور دس سُنّتوں کی فہرست سے ظاہر ہے۔ انبیاء کی مانند آئمہ اہل بیتؑ بھی مختون پیدا ہوتے رہے۔

حضرت لوطؑ کی وجہ تسمیہ لفظِ "لُوط" لاط سے ماخوذ ہے جس کے معنی شدّت

محبت کرتے ہیں چونکہ ان کی محبت حضرت ابراہیمؑ کے دل میں ابراہیمؑ کی محبت حضرت لُوطؑ کے دل میں پیوست تھی۔ اس لیے ان کا نام لُوطؑ قرار پا گیا۔ روضۃ الصفا میں ہے "قال المفسرون انما سمی لوطاً لان حبہ لاط بقلب ابراہیم ای تعلق بہ والتصق" مفسرون کا کہنا ہے کہ حضرت لُوطؑ کو اس لیے لوط کہا گیا کہ ان کی محبت حضرت ابراہیمؑ کے دل میں پیوست اور جاگزیں تھی۔ عرائس ثعلبی میں ہے "کان ابراہیم یحبہ حبًا شدیداً" کہ حضرت ابراہیمؑ حضرت لُوطؑ کو بہت زیادہ چاہتے تھے۔

حضرت لُوطؑ کی وجہ تسمیہ دیکھنے سے مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان کا اصلی نام نہیں ہے۔ بلکہ یہ ان کی عرفیت ہے، عرفیت کے غلبہ کی وجہ سے اصلی نام کالعدم ہو گیا ہے اور ایسا ہمارے معاشرے میں بھی ہوتا رہتا ہے۔ بہت سے ایسے نام ہیں جو عرفیت کی شہرت کی وجہ سے کالعدم ہو گئے ہیں اور یہ تخلص میں اکثر ہوتا رہتا ہے۔ صاحب روضۃ الصفا نے بھی اس احتمال کا اظہار کیا ہے اور اصل نام بتانے سے عاجزی ظاہر کی ہے۔

حضرتِ لُوطؑ کا حُلیہ

مؤرخین کا بیان ہے کہ حضرت لُوطؑ سبز رنگ کے تھے، ان کا قد میانہ اور بدن چھریرہ تھا۔ پاؤں کی پنڈلیاں ہاتھ کی کلائیاں قدرے لمبی تھیں، آپ کی آنکھیں سیاہ اور بڑی تھیں۔

آپ کا روحانی حلیہ یہ تھا۔ آپ نہایت عابد اور سخی تھے۔ بے مثل مہمان نواز تھے۔ آپ کے مزاج میں بے انتہا تحمل تھا۔ آپ کا پیشہ زراعت تھا۔ اور آپ شریعت حضرت ابراہیمؑ پر عمل کرتے تھے۔

حضرتِ لُوطؑ کی بعثت

بروایت طبری حضرت لُوطؑ حضرت ابراہیمؑ پر سب سے پہلے ایمان لانے کے بعد ان کے ہمراہ ہو گئے اور تا زندگی ساتھ رہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے جب بابل سے ہجرت کی تو حضرت لُوطؑ بھی ان کے ہمراہ تھے۔ یہاں تک کہ مقام "حبرون" پہنچے، وہاں پہنچ کر آپ مبعوث برسالت ہو گئے، اور آپ کو "موتفکات" جانے کا حکم ملا، جو مقام حبرون سے ۲۴، ۲۵ میل دور اُردن اور شام میں واقع ہے۔

موتفکات، جنھیں شامات بھی کہتے تھے۔ اور بروایت ناسخ التواریخ انھیں "مکذبات" سے بھی تعبیر کیا جاتا تھا۔ وہ پانچ شہروں اور علاقوں پر مشتمل تھے۔ جن کے باشندے بروایت نعمت اللہ جزائری خوش کردار اور نیک لوگ تھے۔ لیکن شیطان نے ان کے کردار کو خراب کر دیا تھا اور اس درجہ بگاڑ دیا تھا کہ نتیجہ میں ہلاکت کے مستحق بن گئے تھے۔

موتفکات اور اُن کے بادشاہ

ناسخ التواریخ جلد ا صفحہ ۱۲۲ میں ہے کہ موتفکات جو نواحی اُردن میں واقع تھے۔ وُہ پانچ شہر تھے اور اُن پہ پانچ بادشاہ حکومت کرتے تھے۔ (۱) "سدوم" اس کے بادشاہ کا نام "برع" تھا (۲) "عمورہ" اس کے بادشاہ کا نام "برلغ" تھا (۳) ادمہ" اس کے بادشاہ کا نام "سناب" تھا (۴) صبوئیم، اس کے بادشاہ کا نام "سیمبر" تھا (۵) "بلع" اس کو صُغر بھی کہتے تھے۔ (اس کے بادشاہ کا نام معلوم نہیں) ان پانچوں مقامات کی آبادی تقریباً برابر تھی ہر ایک جگہ ایک ایک لاکھ افراد رہتے تھے اور تقریباً سب کے سب جنگجو اور بہادر تھے۔ الیعقوبی صفحہ ۱۸ میں موتفکات کے بادشاہوں کے نام "شقری اور شقرونی" لکھا ہے اور یہ بھی تحریر ہے کہ یہ دونوں بادشاہ سخت ظالم اور بدمعاش تھے۔

حضرت لوطؑ کی رسیدگی اور شادی

حضرت لوطؑ حضرت خلیل الرحمٰن سے رخصت ہو کر بمقام سدوم پہنچے اور وہاں پہنچ کر آپ نے انھیں میں سے کسی ایک عورت سے شادی کر لی، جس کا نام بروایت امام ثعلبی "واعلہ" اور بروایت علامہ مجلسی " واھلہ یا والفہ یا والہہ" تھا۔

حضرت لوطؑ انھیں میں رہتے اور تبلیغ فرماتے تھے۔ ابھی آپ کو تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ اہلِ موتفکات اور قبائلی علاقوں میں جنگ چھڑ گئی، قبائلیوں کی قیادت، عیلام اور شدعال وغیرہ کر رہے تھے۔ یہ جنگ بمقام سدیم واقع ہُوئی جو سدوم کا بالائی حصہ تھا۔ خوب گھمسان کی جنگ ہُوئی۔ بالآخر اہلِ موتفکات بروایت ناسخ التواریخ شکست کھا گئے جس کے نتیجہ میں قتل و غارت کے بعد گرفتاریاں بھی ہوئیں۔ گرفتار ہونے والوں میں حضرت لوطؑ بھی تھے۔ حضرت ابراہیمؑ کو جب علم ہوا، تو انھوں نے آکر ان کو رہا کرایا اور واپس چلے گئے۔

تباہی کے بعد اہلِ موتفکات کو سُدھر جانا چاہیئے تھا۔ لیکن وہ بدستور اپنی بدکرداری پر مصر رہے، اور حضرت لوطؑ برابر تبلیغ فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ مدت تبلیغ تیس۳۰ سال ہو گئی اور بروایت ناسخ التواریخ صرف چودہ افراد ایمان لائے۔ وہ بھی آپ کی لڑکیاں اور داماد تھے۔ بیوی بدستور کافرہ کی کافرہ ہی رہی۔

قومِ لوطؑ کی بدکرداری اور اس کا سبب

ایک روایت میں ہے کہ قومِ لوطؑ کافر ہونے کے باوجود نہایت خوش کردار قوم تھی، شیطان جو ازل ہی سے اولادِ آدم کا دشمن ہے اُسے اُن کی نیکی نہ بھائی

اور وہ اُنھیں تباہ کرنے پر تُل گیا ۔ چنانچہ اس نے ایسے اسباب فراہم کر دیئے کہ آخر الامر اُنھیں مبتلائے عذاب ہونا پڑا ، ایک روایت میں ہے کہ شیطان نے اُنھیں تباہ کرنے کے سلسلہ میں یہ صُورت اختیار کی کہ پہلے خوب صُورت لڑکے کی شکل میں ان کے نوجوانوں پر نمودار ہوا اور انھیں اپنے ساتھ اغلام بازی پر آمادہ کیا، جب انھیں اس فعل بد سے دلچسپی پیدا ہوگئی تو وہ عورتوں کی طرف متوجہ ہوا اور خود عورت کی صورت میں نمایاں ہوکر انھیں "سحق" چپٹی لڑانے پر مائل کیا، اور مردوں کو عورتوں سے ، اور عورتوں کو مردوں سے بے نیاز کر دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ شیطان کی یہ حرکت موتفکات کے پانچوں مقامات پر ترتیب وار عمل میں آئی ۔ یعنی جب ایک مقام کے لوگوں کو اچھی طرح بدعمل بنا دیا کرتا تھا تو دوسرے مقام کی طرف متوجہ ہوتا تھا ، چنانچہ اس نے چار مقامات پر اپنی بدعملی کا جادُو چلا دیا، لیکن پانچویں جگہ "صغر" میں اس کا افسوں نہ چلا ۔ ایک روایت میں ہے کہ شیطان جب ان کے کردار کو اچھی طرح خراب کر چکا اور ان میں علت ابنہ ، اور اغلام بازی کو فروغ دے چکا تو اسے فکر ہوئی کہ اس کام کو اور آگے بڑھایا جائے ۔ اسی دوران میں بیرون موتفکات قحط پڑ گیا ۔ چونکہ موتفکات کی آبادی نہایت سرسبز و شاداب تھی ۔ عمدہ قسم کے پھل یہاں بکثرت موجود تھے ۔ اس لئے قحط زدہ مخلوق اس طرف کا رُخ کرنے لگی اور لوگ کثرت سے اپنی جان بچانے کے لئے یہاں پہنچنے لگے بالآخر یہاں کے لوگوں نے ان کی آمد روکنے کے لئے مجلس مشاورت طلب کی اور یہ سوچنے لگے کہ ان لوگوں کی آمد کو کیونکر روکا جائے ، ابھی یہ غور و فکر میں مشغول و مصروف ہی تھے کہ شیطان ایک مرد بزرگ کی صورت میں نمودار ہوا ۔ لوگوں نے اس کی طرف رجوع کی تو اس نے کہا کہ میں ان لوگوں کے حالات سے بہت اچھی طرح واقف ہوں ۔ یہ آنے والے ایسے نہیں ہیں کہ منع کرنے سے باز آجائیں گے ، ان کے روکنے کی صرف ایک ہی ترکیب ہے اور وہ یہ کہ ان کو خلاف وضع فطری استعمال کیا جائے ، اس سے تمہارے جذبات کو بھی سکون ہوگا اور ان کی آمد بھی کم ہو جائے گی ، یہ بدکردار لوگ جو اس فعل بد سے اچھی طرح آشنا تھے ۔ اس مشورے کو تسلیم کرنے میں خوشی محسوس کرنے لگے بالآخر یہی کچھ کرنا شروع کر دیا اور غریبوں کی آمد بند ہوگئی ۔

مورخین کا بیان ہے کہ قوم لُوط کے عام حالات یہ تھے (۱) اغلام بازی (۲) مساحقہ (۳) بر سر عام گوز بازی (۴) اُغلام بازی کی تشہیر یعنی بر سر عام اس کی تشہیر یعنی بر سر عام اس کا ارتکاب (۵)، قزاقی (۶) قتل و غارت (۷) کبوتر بازی وغیرہ وغیرہ ۔ الیعقوبی میں ہے کہ ان میں جب کوئی کسی کے ساتھ بدفعلی کرتا تھا تو اس مفعول سے اُجرت مانگتا تھا ۔ سفینۃ البحار میں ہے کہ وہ لوگ آبدست

نہیں لیتے تھے اور غسل جنابت نہیں کرتے تھے اور حد درجہ بخیل تھے۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ قوم لوطؑ کے اعمال اتنے گندے تھے کہ آسمان و زمین کو رُد دینا پڑا۔ ایک روایت میں ہے کہ ان لوگوں کی بدکرداری کا یہ عالم ہوگیا تھا کہ کوئی راہرو اس طرف سے گزر نہ سکتا تھا اور کوئی مہمان وہاں جا نہ سکتا تھا۔

نزولِ عذاب کی دُعا

حضرت لوطؑ برابر تبلیغ کر رہے تھے، مگر کوئی فائدہ نہیں برآمد ہوتا تھا۔ آپ وقتاً فوقتاً حضرت ابراہیمؑ کے پاس جاکر فریاد کیا کرتے تھے اور اپنی قوم کی حرکتوں کا شکوہ فرمایا کرتے تھے اور ان سے نزولِ عذاب کے لئے دُعا کا مشورہ کیا کرتے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ ان کو صبر کی تلقین فرماکر خاموش کر دیا کرتے تھے۔

بالآخر جب حضرت لوطؑ بالکل عاجز آگئے اور اپنی قوم کا بار بار یہی جواب سُن چکے" ائتنا بعذاب الله ان کنت من الصادقین"۔ اے لوطؑ اگر تم سچے ہو تو ہم پر اپنے خدا کا عذاب نازل کرا دو، ہم جو کر رہے ہیں، وہی کرتے جائیں گے، تو عرض پرداز ہوئے" رب نجنی واهلی مما یعملون"۔ خدایا ان پر عذاب نازل فرما اور مجھے اور میرے اہل کو اس کے تاثر سے محفوظ رکھ۔

حضرت لوطؑ کی دُعا قبول ہوگئی اور خداوندِ عالم نے فرشتے حضرت جبرئیلؑ کی زیرِ قیادت زمین موتفکات پر بھیج دیئے۔ جب یہ فرشتے جو کہ بمصلحت نہایت حسین و جمیل شکل و صورت میں تھے۔ بروایتے حضرت لوطؑ کی زراعت پر پہنچے جہاں وہ کاشت میں مشغول تھے تو وہ انھیں دیکھ کر اس لئے خوش ہوئے کہ یہ مہمان آئے ہیں اور لوطؑ بے انتہا مہمان نواز تھے۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ اپنی قوم کی بدکرداری سے سخت گھبرا گئے، گھر آئے اور اندر لے جاکر دروازہ بند کر دیا اور اپنی عورت سے کہا کہ ان کے طعام وغیرہ کا بندوبست کرو اور ان کے آنے کی اطلاع کسی کو نہ دینا۔ کیونکہ یہ ہمارے مہمان ہیں اور ہماری قوم بدکردار ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ ہمیں رسوا کریں۔

حضرت لوطؑ کی بیوی جو خود بھی بدکردار تھی اور کافرہ تھی وہ باہر گئی اور معین اشارے سے لوگوں کو مہمان کی آمد کی اطلاع دے دی۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ سیٹی بجاکر یا مکان کی چھت پر آگ روشن کرکے مہمان کے آنے کی اطلاع دیا کرتی تھی۔

قوم لوطؑ کو جب مہمانوں کے آنے کی اطلاع ملی تو ان لوگوں نے بروایت طبری دس افراد کو حضرت لوطؑ کے پاس بھیج کر پیغام دیا کہ مہمانوں کو ان کے سپرد کر دیا جائے تاکہ وہ انھیں استعمال کریں۔

حضرت لوطؑ نے فرمایا کہ یہ کسی صورت سے ممکن نہیں ہے، ایک روایت میں ہے کہ حضرت لوطؑ نے جواباً کہا کہ میں مہمانوں کی عزت کے تحفظ کے لئے اپنی لڑکیاں قربان کرسکتا ہوں مگر یہ نہیں

کرسکتا کہ مہمانوں کو تمہارے حوالے کر دوں، ان دس افراد نے حضرت لوطؑ کا جواب اپنے لوگوں تک پہنچا دیا اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہا کہ جو مہمان آئے ہیں وہ اتنے حسین وجمیل ہیں جتنے حسین آج تک دیکھے نہیں گئے۔

یہ سُن کر اُن لوگوں نے کہا کہ جاؤ اور جبراً اُن کو پکڑ کر لاؤ، وہ واپس آئے اور اندرون خانہ داخل ہونے کی خواہش کی۔ حضرت لوطؑ نے مزاحمت کی یہاں تک کہ آپ کا سر شگافتہ ہوگیا، اس وقت آپ نے اپنی بےلبسی پر فریاد کی۔ یہ ماجرا دیکھ کر حضرت جبرئیل بولے، گھبراتے کیوں ہو؟ ہم تمہارے بُلائے ہوئے فرشتے ہیں اور نزولِ عذاب کے لئے آئے ہیں۔ یہ سُن کر حضرت لوطؑ مسرور اور مطمئن ہو گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ ان لوگوں نے فرشتوں کی طرف جونہی ہاتھ بڑھانے کا ارادہ کیا، اندھے ہو گئے۔ ناسخ التواریخ میں ہے کہ جب ان کے اندھے ہونے کی اطلاع صنادید اشرار کو ہوئی تو انھوں نے ایک آدمی حضرت لوطؑ کے پاس بھیج کر کہلایا کہ "تم یہاں لاوارث آئے تھے۔ اب جب آباد ہو گئے ہو تو اکڑنے لگے، ہم تمہاری جادوگری کو برداشت نہیں کرسکتے، تم صبح ہونے سے پہلے ہمارا ملک چھوڑ دو۔

حضرتِ لوطؑ کی سدوم سے برآمدگی اور نزولِ عذاب

حضرت لوطؑ پر ان کے اس کہنے کا کیا اثر پڑ سکتا تھا جب کہ ان کے پاس فرشتے مقیم و موجود تھے۔ لیکن مقصودِ باری بھی یہی تھا کہ "لوطؑ" اس علاقہ سے باہر چلے جائیں تاکہ عذاب نازل کیا جا سکے۔ چنانچہ جنابِ جبرئیل نے حضرت لوطؑ سے فرمایا کہ آپ اپنے بال بچوں کو لے کر یہاں سے چلے جائیں۔ حضرت جبرئیل کے کہنے کے مُطابق آپ باہر جانے ہی والے تھے کہ لوگوں نے آپ کے گھر کو گھیر لیا، اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے ایک عالم نے کہہ دیا تھا کہ عذاب کے آثار پیدا ہو گئے ہیں، دیکھو، لوطؑ کو باہر نہ جانے دینا ورنہ عذاب میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ (النور المبین جزائری صفحہ ۱۶۲)۔

حضرت لوطؑ نے حضرت جبرئیل سے کہا کہ اب میں کیونکر باہر جاؤں۔ اس کے جواب میں بروایت روضۃ الصفا حضرت جبرئیل نے فرمایا کہ میں تم کو ابھی باہر کئے دیتا ہوں۔ چنانچہ انھوں نے اپنے پَر پھیلا کر ان لوگوں کو مکان سے باہر نکال دیا اور کہا کہ دیکھو روانگی کے دوران پیچھے کی طرف مُڑ کر نہ دیکھنا ورنہ نقصان اُٹھاؤ گے، چنانچہ وہ سب چلے جا رہے تھے اور کوئی مُڑ کر نہ دیکھ رہا تھا۔ لیکن "واعلہ" زوجہ لوطؑ بار بار مُڑ مُڑ کر پُشت کی طرف دیکھ رہی تھی اور وہ چاہتی تھی کہ کوئی مل جائے تو اس سے معلوم کرے کہ وہاں کے لوگوں پر کیا گزری، اسی دوران میں

زمین موتفکات پلٹ دی گئی اور ایک پتھر واعلہ کے لگا اور وہ ہلاک ہو گئی۔

ناسخ التواریخ میں ہے کہ حضرت لوطؑ کو جبرئیلؑ نے ایک بڑے اور طویل الذیل پہاڑ پر جانے کا مشورہ دیا تھا۔ لیکن انھوں نے بُعد مسافت کا حوالہ دیتے ہوئے خواہش ظاہر کی تھی موتفکات کے پانچویں شہر "صغر" کو امن کی جگہ بنا دی جائے تاکہ میں بھی وہیں قیام کروں کیونکہ وہ لوگ مومن ہیں اور انھوں نے کوئی مخالفت نہیں کی۔ حضرت جبرئیل نے اسے منظور کر لیا تھا اور حضرت لوطؑ وہیں ٹھہر گئے تھے۔

الغرض بمقام سدوم سے حضرت لوطؑ کے چلے جانے کے بعد صبح ہونے سے پہلے جبرئیل نے اپنے پروں سے موتفکات کے چار شہروں کو جن پر چار لاکھ افراد کی آبادی تھی۔ زمین کے ساتوں طبق سمیت کاٹ کر پروں پر اتنا بلند کیا کہ آسمان دُنیا کے قریب تک پہنچا دیا۔ پھر انھیں اس طرح پلٹ دیا کہ سب کچھ نیست و نابود ہو گیا۔

روضۃ الصفا میں ہے کہ وہ لوگ جو اس وقت ان زمینوں پر تھے ہلاک ہو گئے اور جو اُن زمینوں سے باہر سفر میں تھے ان پر علیحدہ علیحدہ پتھر گرا اور سب ہلاک ہو گئے۔ "عجائب القصص" میں ہے کہ قوم لوط کے تمام افراد کے لئے پتھر نامزد کر دیئے تھے جو پتھر جس کے عذاب کے لئے معین کیا گیا تھا وہ پتھر اسی پر گرا ہے اور وہ ہلاک ہوا ہے۔

فضائے کعبہ پر ایک پتھر کا مُعلق ہونا

مورخین کا بیان ہے کہ قوم لُوط کا ایک شخص نزولِ عذاب کے وقت خانہ کعبہ میں تھا۔ وہاں سے ایک پتھر جو اس شخص کے عذاب کے لئے نامزد تھا خانہ کعبہ میں پہنچا تو فرشتوں نے اُسے یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ یہ شخص فی الحال مقام امن ہے۔ اس پر عذاب نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ وہ پتھر چالیس دن تک ہوا میں مُعلق رہا۔ جب وہ کعبہ سے باہر نکلا تو پتھر کا شکار ہو کر ہلاک ہو گیا۔

عہد عبدالملک کا ایک واقعہ

عرائس ثعلبی میں ہے کہ عبدالملک بن مروان کے پاس شعیب قاضی حمص آیا تو اس نے پوچھا کہ اغلام بازی کرنے والے کی کیا سزا ہے اس نے کہا کہ پتھر سے رجم، عبدالملک نے کہا اس کی دلیل کیا ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ قوم لُوط کا ہر لوطی جو عذاب کے وقت اس زمین پر نہ تھا وہ پتھر کے ذریعہ سے ہلاک کیا گیا تھا وہ چاہے جہاں رہا ہو۔ عبدالملک نے اس کے اس جواب کو بہت پسند کیا۔ بروایت علامہ جزائری دُنیا میں ہر لُوطی کو پتھر کے عذاب کا مزہ چکھنا ہو گا وہ چاہے کسی کو معلوم ہو یا نہ ہو لیکن وہ شخص ضرور معذب ہو گا۔

حضرتِ لوطؑ خدمتِ حضرت ابراہیمؑ میں

روضۃ الصفا میں ہے کہ حضرت لوطؑ نزولِ عذاب کے بعد مقامِ صعز سے ہجرت کر کے حضرت ابراہیمؑ کی خدمت میں آموجود ہوئے اور تاحیات انہیں کے ساتھ رہے۔

حضرت لوطؑ کی وفات

روضۃ الصفا ج ۱ صـ۴۱ میں ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام نے واقعہ عذاب کے سات سال بعد ماہ ربیع الاول میں چہارشنبہ کے دن انتقال فرمایا۔ ناسخ التواریخ ج ۱ صـ۱۲۴ میں ہے کہ آپ ۰ا ربیع الاول یوم چہارشنبہ کو اسی۸۰ سال کی عمر میں فوت ہوئے، قصص طہرانی صـ۱۶ میں ہے کہ آپ شام میں سپردِ خاک کئے گئے۔

باب ۱۵

حضرتِ اسماعیل علیہ السّلام وحضرتِ اسحاق علیہ السّلام

حضرت اسماعیلؑ اور حضرت اسحاقؑ کی ولادت، نشوونما اور شادی خانہ آبادی کا ذکر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سلسلہ میں کیا جا چکا ہے۔ اس باب میں ان حضرات کی بعثت، اولیات، اولاد، مدّتِ عمر اور مدفن وغیرہ کا مختصر تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

مورخین کا بیان ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنی زندگی میں حضرت اسماعیلؑ کو مکہ معظمہ میں اور حضرت اسحاقؑ کو شام میں اپنا خلیفہ اور جانشین بنا دیا تھا۔ (روضۃ الصفاج ۱ ص۴۶) پھر اُن کی وفات کے بعد حضرت اسماعیلؑ واسحاقؑ مبعوث برسالت ہوئے۔ اسماعیلؑ کو دیارِ یمن میں نبی بنایا گیا اور اسحاقؑ کو کنعان وحضرموت میں مبعوث کیا گیا، روضۃ الصفا میں ہے کہ حضرت اسماعیلؑ وفاتِ پدر کے بعد اپنے والد کے مرقد کی زیارت کے لئے شام تشریف لے گئے اور وہیں مبعوث برسالت ہوئے۔ خداوندِ عالم نے انھیں ان فراعنہ مصر کی ہدایت کے لئے جو مصر سے ترکِ وطن کر کے یمن چلے گئے تھے، یمن جانے کا حکم دیا تھا، چنانچہ آپ تشریف لے گئے اور مُدّت دراز تک ان کی ہدایت فرماتے رہے، عرائس ثعلبی میں ہے کہ آپ کو عمالیق اور قبائلِ یمن کے لئے نبی بنایا گیا تھا۔ قصص طبرانی میں ہے کہ آپ چالیس سال تک تبلیغ فرماتے رہے۔ عجائب القصص میں ہے کہ حضرت اسماعیلؑ نے پچاس سال تک تبلیغ کی جس کے نتیجہ میں وہاں تمام بُت پرست مسلمان ہو گئے۔ اس کے بعد واپس مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔

بعض معاصرین تحریر فرماتے ہیں کہ "حضرت اسماعیلؑ نے اپنے باپ حضرت ابراہیمؑ کی موجودگی میں وفات پائی"۔ میرے نزدیک یہ درست نہیں ہے کیونکہ تمام مورخین کا اتفاق ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کے بعد حضرت اسماعیلؑ مدّتوں زندہ رہے۔ وہ حضرت ابراہیمؑ کے بعد مبعوث برسالت ہوئے تھے۔ ان کی عمر ایک سو سینتیس ۱۳۷ سال تھی جس میں سے ۹۰ سال باپ کی زندگی میں گزاری اور

۴۷ سال ان کے انتقال کے بعد بسر کی، آپ کی بعثت کی مدت بھی ۴۷ سال ہے۔ (روضۃ الصفا ج ا ص۴۹ و عرائس ثعلبی ص۵۹) مورخ ابن واضح کا بیان ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی وفات کے بعد حضرت اسماعیلؑ نے خانہ کعبہ کی مرمت کرائی تھی۔ (الیعقوبی ص۱۹۳)۔

حضرت اسماعیلؑ کی اولاد

بروایت عرائس ثعلبی حضرت اسماعیلؑ کی دوسری بیوی سیدہ بنت مضاض بن عمر والجرہمی سے بارہ بیٹے پیدا ہوئے جن کے نام یہ ہیں۔ (۱) قیدار (۲) ثابت (۳) وادیل (۴) بسام (۵) مسمع (۶) ذوما (۷) مسا (۸) حرا (۹) فیما (۱۰) لطور (۱۱) نافس (۱۲) قیدما۔ ان بیٹوں میں سے ثابت اور قیدار کے ذریعہ سے عرب کی آبادی بڑھی اور ان کی نسل خوب پھیلی، روضۃ الصفا میں ہے کہ یہ دونوں حرم محترم میں مقیم رہے اور دیگر حضرات اطراف عرب میں پھیل گئے اور ان کے ذریعہ سے بے شمار شعوب وقبائل نمودار ہوئے، الیعقوبی نے زوجہ اسماعیلؑ کا نام "الحنفاء بنت الحارث ابن مضاض الجرہمی" لکھا ہے اور بارہ بیٹوں کے نام لکھ کر تحریر کیا ہے کہ ناموں کے تلفظ میں اس لئے ہر مورخ نے اختلاف کیا ہے کہ ان کا ترجمہ عبرانی سے کرنا پڑا ہے۔ معارج النبوت میں حضرت اسمٰعیلؑ کی کثرت نسل کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ نسل اسمٰعیل کا شرف سب سے بڑا یہ ہے کہ انھیں کی نسل میں حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متولد ہوئے ہیں ؎

خوش وقت آن پدر کہ چنیں باشدش پسر　　شاباش آں صدف کہ چنیں پرورد گہر
آباء ازو مکرم وابنا ازو عزیز　　صلوا علیہ ماطلع الشمس والقمر

حضرت اسماعیلؑ کے اولیات و خصوصیات

مورخ ابن واضح کا بیان ہے کہ حضرت اسماعیل دنیا میں وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے عربی میں لب کشائی کی یعنی عربی بولنا شروع کیا اور گھوڑوں پر سواری شروع کی۔ ان سے پہلے گھوڑوں کا شمار وحشی جانوروں میں تھا وہ کسی کے قابو میں نہیں آتے تھے اور نہ لوگ یہ جانتے تھے کہ گھوڑوں پر سواری کی جاسکتی ہے۔ خداوند عالم نے ان کے لئے سمندر سے گھوڑے ظاہر کئے جن کی تعداد سو تھی۔ یہ گھوڑے مکہ میں آزاد چرا کرتے تھے۔ جب صبح ہوتی تھی تو وہ کل کے کل حضرت اسمٰعیلؑ کے دروازے پر ہوا کرتے تھے۔ ان کے سامنے ہر قسم کا گھوڑا رام رہا کرتا تھا، مورخ ابن واضح لکھتا ہے کہ حضرت اسماعیلؑ ہی وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے تیر اندازی کی ابتدا کی اور تیر بنانے کی صنعت جاری کی۔ نیز کعبہ معظمہ کی مرمت کرائی۔ "ونفی اھل المعاصی عن الحرام" اور گناہگاروں اور بدکرداروں کو کعبہ محترمہ سے دور رکھا

یا نکال دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت اسماعیلؑ شکار کے بڑے ماہر تھے۔ ان کا نشانہ کبھی خطا نہیں ہوا۔ ایک روایت میں ہے کہ دریا سے گھوڑے آپ کی دُعا سے برآمد ہوئے تھے اور سب سے پہلے جن گھوڑوں سے آپ نے سواری شروع کی وہ دریائی ہی گھوڑے تھے۔ آپ کے خصوصیات میں سے مکہ معظمہ کا آباد کرنا۔ آپ کے پیروں کی رگڑ سے چاہِ زمزم کا برآمد ہونا، تعمیرِ کعبہ، عبادت حج کا قیام اور ۱۰ ذی الحجہ کو قربانی کی رسم خاص اہمیت رکھتی ہے۔

حضرتِ اسماعیلؑ کی عُمر اور ان کا مدفن

قصص طبرانی میں ہے کہ حضرت اسماعیلؑ ایک سو بتیس سال[۱۲] زندہ رہے۔ الیعقوبی میں ہے کہ آپ کی عُمر ایک سو تیس سال تھی۔ العرائس میں ہے کہ آپ ایک سو سینتیس سال بقیدِ حیات رہے۔ عجائب القصص میں بھی ۱۳۷ سال مرقوم ہے۔ روضتہ الصفا میں ہے کہ حضرت اسماعیل ۱۳۷ سال زندہ رہے۔ جس میں سے ۹۰ سال پدرِ بزرگوار کے ساتھ گذارا۔ اور ۴۷ سال بعد میں رہے۔ میرے نزدیک یہی قول صحیح ہے۔ آپ اپنی ماں حضرت ہاجرہؑ کے پہلو میں بمقام حجر دفن کئے گئے۔

آپ بڑے صابر اور متحمل مزاج تھے۔ آپ جس گوسفند کے خشک پستان کو چھو دیتے تھے تو اس میں دُودھ آجایا کرتا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ مہمانوں کا بڑا گروہ آگیا اور آپ کے گھر میں کھانے کا سامان نہ تھا۔ آپ نے ایک برتن میں آبِ زمزم بھر کر بند کر دیا اور خدا سے دُعا کی، مختلف قسم کا کھانا اسی برتن سے برآمد ہوگیا۔

آپ کی کنیت، ابوالعرب تھی اور لقب "اعراق الثریٰ" تھا۔ صاحب روضتہ الصفا نے اس لقب کے معنی بیان کرنے سے عاجزی ظاہر کی ہے۔ لغت میں اس کے کئی معنی ہیں۔ جن میں سے ایک معنی "خیر میں گھرے ہُوئے" کے ہیں۔

حضرتِ اسماعیلؑ کی جانشینی

مورخین کا اتفاق ہے کہ جب حضرت اسماعیلؑ کا وقت آخر آیا تو انھوں نے انبیاء ماسبق کے اصُول اور قانونِ قدرت کے مطابق اپنا جانشین مقرر کر دیا۔

روضتہ الصفا ج ۱ ص ۷۹ طبع نولکشور میں ہے "چوں اسماعیل در آخر ایامِ حیات خویش آثار شیب وضعف مشاہدہ فرمود "قیدار" را وصی و ولیعہد خویش گردانید وبعد از اندک فرصتے از وحشت آباد دنیا بر ریاضِ جنت الماوی خرامید" جب حضرت اسماعیلؑ نے آخر زندگی میں بڑھاپے اور کمزوری کے نمایاں آثار دیکھے تو اپنے بیٹے "قیدارؑ" کو اپنا وصی اور ولیعہد مقرر کر دیا، پھر تھوڑے عرصہ کے بعد وحشت کدہ عالم سے جنت الماوی

کی طرف روانہ ہو گئے۔
جناب قیذار حضرت اسمٰعیلؑ کے بعد سے فرائض منصبی کی ادائیگی میں مصروف ہوئے اور سب کی نگرانی اور دیکھ بھال کرتے رہے۔ یہاں تک کہ مکہ معظمہ آبادی سے چھلک اُٹھا اور لوگ مکہ سے باہر جاکر سکونت اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے۔ چنانچہ کثیر افراد عرب کے دیگر اطراف میں پھیل گئے اور باہر جاکر سکونت اختیار کی، بروایت روضۃ الصفا جب وہ باہر جانے لگے تو اپنے اپنے ہمراہ خانہ کعبہ سے ایک ایک پتھر اپنے وطن کی یاد قائم رکھنے اور خانہ کعبہ کی زیارت کے سلسلہ کو باقی رکھنے کے لئے لیتے گئے۔ الیعقوبی میں ہے کہ یہی قیدار والی بیت اللہ بھی تھے۔

حضرت اسحاق علیہ السلام

حضرت اسحٰاق حضرت سارہؑ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ نے آپ کی شادی "رفقا" بنت بتوئیل ابن ناحور بن تارخ سے کر دی تھی جو کہ بروایت قصص طہرانی بابل کی رہنے والی تھی۔ یہ بھی حضرت اسماعیلؑ کی طرح معزز نبی تھے، ان کی کنیت ابو اسرائیل تھی۔ لفظ اسحاق کے معنی بروایت ناسخ التواریخ ہنسنے والے کے ہیں۔
رفقا بنت بتوئیل سے حضرت اسحٰاق کے دو بیٹے پیدا ہوئے ایک کا نام "عیص" اور دوسرے کا "یعقوبؑ" تھا۔ یہ دونوں جڑواں پیدا ہوئے تھے۔ حضرت اسحٰاق کے بعد جناب یعقوبؑ نبی بنائے گئے۔ حضرت اسحٰاق کی عمر بروایت الیعقوبی ۱۸۵ سال کی تھی۔ وفات کے بعد آپ کو مقام "جبرون" میں قبر حضرت ابراہیمؑ کے قریب دفن کر دیا گیا۔

تنویر کعبہ
کے مضامین کی چند جھلکیاں

اسمیں تحریم کعبہ اور عظمت حج۔ ساقی نامہ۔ گوشہ مصائب۔ شہزادہ علی اکبرؑ کا پُرخلوص مرثیہ۔ حالات مدینہ۔ وفات معصومہ عالمؑ۔ قصیدہ جناب معصومہ عالمؑ۔ ذکر امام حسنؑ۔ ذکر سید سجادؑ۔ ذکر امام محمد باقرؑ۔ ذکر وفات امام جعفر صادقؑ۔ دُعا۔ جذبات مرغوب قطعات تفصیل کے ساتھ درج ہیں۔
لکھائی چھپائی عمدہ۔ سائز ۷ × ۵۔ حجم ۸۰ صفحات۔ ہدیہ مناسب۔
ملنے کا پتہ:۔ امامیہ کتب خانہ مغل حویلی۔ اندرون موچی دروازہ۔ لاہور ۸

باب ۱۶

حضرت یعقوب علیہ السلام

نبی خدا حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام کے بیٹے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے تھے، ان کا شمار بھی کبار انبیاء میں ہوتا ہے۔ اکثر انبیاء انھیں کی نسل سے مبعوث ہوئے ہیں، ان کے پدر بزرگوار حضرت اسحاقؑ نے بھی ان کے حق میں اسی مقصد کے لئے دُعا دی تھی۔ حضرت یعقوبؑ اپنے بھائی عیص کے ساتھ جڑواں پیدا ہوئے تھے اور پیدائش کے وقت ان کا ہاتھ "عقب عیص" یعنی عیص کی پشت پر تھا۔ اسی لئے ان کو یعقوبؑ کے نام سے موسوم کیا گیا۔ اور چونکہ حضرت اسحٰقؑ نے ان کے حق میں یہ دُعا کی تھی کہ خدا اس کی نسل میں سلسلۂ نبوت قائم کرے اس لئے "عیص" کو باپ کی طرف سے ملال اور آپ کی طرف سے رنج و غم اور بغض و حسد تھا۔ اگرچہ بعض روایات کی بناء پر انھوں نے ان کے حق میں یہ دُعا کی تھی کہ خدا اس کی نسل میں دولت و ثروت بادشاہی اور سلطنت قائم کرے۔ لیکن پھر بھی وہ حضرت یعقوبؑ کو نگاہِ بد ہی سے دیکھتے رہے جس کے نتیجہ میں یعقوبؑ اپنی ماں کے مشورہ سے اسی رات کو جس رات میں حضرت اسحاقؑ نے انتقال فرمایا تھا اپنے وطن کنعان سے فلسطین (شام) کی طرف ہجرت کر گئے تھے، بروایت طبری ان کی ماں نے کہا تھا کہ اپنی جان بچانے کے لئے یہاں سے فلسطین چلے جاؤ، وہاں میرا بھائی "لبان" سکونت پذیر ہے اور وہاں اس کی حیثیت بھی بہت ہی نمایاں ہے۔ تم وہاں ہر طرح سے محفوظ اور مصؤن بھی رہو گے اور نہایت آرام سے بھی دن گزارو گے، چنانچہ وہ کنعان سے ہجرت کر کے فلسطین کو چلے گئے اور چونکہ رات کے وقت سفر اختیار کیا تھا اور راتوں رات چلتے رہے تھے اس لئے ان کا لقب "اسرائیل" قرار پایا۔ کیونکہ یہ لفظ "اسری اور لیل" سے بنا ہے یہی کچھ طبری کے علاوہ روضۃ الصفا میں بھی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ لفظ اسرائیل عربی ہے۔ لیکن ناسخ التواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ عبرانی ہے۔ مؤرخ کاشانی لکھتے ہیں کہ "اسر

عبرانی میں سردار کو اور" ایل" خدا کو کہتے ہیں۔ جس کے معنی خدا کا بنایا ہوا سردار، کے ہُوئے۔ علل الشرائع میں ہے کہ "اسرا" عبد اور" ایل" خدا کو کہتے ہیں لہٰذا اس کے معنی عبداللہ کے ہُوئے۔

مورخ ہروی کا بیان ہے کہ حضرت یعقوبؑ جب کنعان سے روانہ ہوکر فلسطین جارہے تھے تو راستے میں بہت تھک جانے کی وجہ سے ایک جگہ خدا پر تکیہ کیئے ہُوئے ایک پتھر پر سر رکھ کر سو گئے، اسی عالمِ خواب میں دیکھا کہ زمین سے آسمان تک ایک نور کا کھمبہ نصب ہے اور بے شمار فرشتوں کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری ہے۔ اسی دوران میں ایک آواز آئی کہ، میں ہی خدا ہوں، میں ہی قابلِ پرستش ہوں، مَیں نے تمھیں درجۂ نبوّت پر فائز کیا ہے، میں نے ہی زمین کی ملکیت تمھارے لیئے اور تمھارے بعد تمھاری ذرّیت کے لیئے قرار دی ہے میَں نے تمھیں صاحبِ کرامت و معجزہ قرار دیا ہے۔ میں تمھارا محافظ ہوں۔ عنقریب تمھیں نہایت فراخی کی حالت میں وطن واپس لاؤں گا۔ تم بیت المقدس کی تعمیر کی طرف متوجہ رہنا۔ حضرت یعقوبؑ جب خواب سے بیدار ہُوئے تو سمجھ گئے کہ پدرِ بزرگوار حضرت اسحٰاق کی دُعا کام کر رہی ہے۔ اور میرا مستقبل اِنشاء اللہ نہایت شاندار ہوگا۔ اس کے بعد انھوں نے سفر کا عزم مصمّم کرلیا اور وہاں سے روانہ ہوکر فلسطین جا پہنچے۔

حضرتِ یعقوبؑ کی فلسطین میں رسیدگی

ناسخ التواریخ میں ہے کہ حضرت یعقوبؑ جب کنعان سے روانہ ہوکر بارادہ فلسطین بمقام "حاران" پہنچے، جہاں ان کا ماموں، لابان بن تبوئیل رہتا تھا تو وہاں کے ایک کنوئیں پر بہت سے لڑکوں اور لڑکیوں کا اجتماع دیکھا۔ یہ اس کے قریب چلے گئے اور پُوچھا کیا بات ہے کہا گیا کہ اس کنوئیں کے مُنہ پر یہ پتھر رکھا ہوا ہے اور ہم سے اُٹھ نہیں رہا۔ اور ہمیں خود بھی سیراب ہونا ہے اور ان جانوروں کو بھی سیراب کرنا ہے۔ حضرت یعقوبؑ نے پُوچھا کہ ہمیں سب سے پہلے یہ بتاؤ کہ لابان بن بتوئیل اسی قریہ میں رہتے ہیں یا کہیں اور ان کی سکونت ہے لوگوں نے کہا کہ وہ یہیں رہتے ہیں اور ابھی ابھی ان کی لڑکی "راحیل" اپنے باپ کے گلہ گوسفند کو لیئے ہوئے آتی ہوگی۔ ابھی یہ بات تمام نہ ہوئی تھی کہ راحیل آپہنچی۔ حضرت یعقوبؑ نے جونہی راحیل یعنی اپنی سگی ماموں زاد بہن کو دیکھا بڑھ کر اس کی پیشانی کا بوسہ لیا اور سرِ چاہ سے پتھّر ہٹا کر کہا کہ تم سب جانوروں کو سیراب کرو۔ جب وہ پانی پلا چکے تو حضرتِ یعقوبؑ نے راحیل سے فرمایا کہ جاؤ اپنے باپ سے کہو کہ تمھاری بہن رفقا بنت بتوئیل کا لڑکا یعقوبؑ آیا ہوا ہے، راحیل نے نہایت خوشی کے عالم میں جاکر اپنے والد سے صورتِ حال بیان کی۔ لابان، نہایت مسرّت کی حالت میں دوڑے

ہُوئے حضرت یعقوبؑ کے خیر مقدم کے لئے آئے اور اُنھیں اپنے ہمراہ اپنے گھر لے گئے۔ قصص جوہری میں ہے کہ یعقوبؑ ایک خواب دیکھ کر چلے تھے اور لابان نے بھی ایک خواب دیکھا تھا۔ لابان کا خواب یہ تھا کہ کنوئیں پر سے بڑے پتھر کو ایک شخص ہٹائے گا اس کا نام یعقوبؑ ہوگا۔ اپنی لڑکی راحیل کی شادی اسی سے کرنا۔ کتاب مذکور میں یہ واقعہ شام کے بجائے شہر طہران کا لکھا ہے۔

حضرت یعقوبؑ کی ایک کرامت

روضۃ الصفا میں ہے کہ جس زمانہ میں حضرت یعقوبؑ اپنے ماموں کے پاس پہنچے تھے وہ زمانہ قحط سالی کا تھا۔ ان کے ماموں "لابان" کے پاس ایک کنواں تھا۔ اسی کنوئیں سے ان کے مویشی سیراب ہوا کرتے تھے۔ قحط کا زور بڑھتے ہی کنوئیں کا پانی خشک ہونے لگا۔ اور یہاں تک اس پر اثر پڑا کہ "کمی آب" محسوس ہونے لگی اور یہ شُبہہ پیدا ہونے لگا کہ پانی خشک ہو جائے گا۔ اس واقعہ سے "لابان" سخت متاثر اور پریشان تھے، ایک دن حضرت یعقوبؑ سے اپنی پریشانی کا اظہار کیا اور کہا کہ اگر اس کنوئیں کا پانی خشک ہوگیا تو نہ صرف یہ کہ میرے مویشی ہلاک ہو جائیں گے، بلکہ اپنی بھی خیر نہ ہوگی۔ حضرت یعقوبؑ نے فرمایا، آپ گھبرائیں نہیں خدا بڑا کارساز ہے، اس کے بعد آپ اپنے مقام سے اُٹھے اور کنوئیں کی جگت پر تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچ کر آپ نے کنوئیں سے ایک ڈول پانی بھرا اور اس میں مُنہ لگا کر تھوڑا سا پیا اور باقی پانی کنوئیں میں ڈال دیا۔ "بقدرت خداوندی از بیشتر بیشتر شد"۔ خدا کی قدرت سے کنوئیں کا پانی بے انتہا بڑھ گیا، یہ حال دیکھ کر "لابان بن بتوئیل" حضرت یعقوبؑ پر گرویدہ ہو گئے۔

حضرت یعقوبؑ کی شادی اور اولاد

مورخین کا بیان ہے کہ حضرت یعقوبؑ کے ماموں جو زمین کنعان سے ترک وطن کر کے فلسطین (شام) پہلے گئے تھے اور جن کا نام "لابان ابن بتوئیل" تھا، ان کے دو لڑکیاں تھیں، ایک کا نام "لیاہ" اور دوسری کا "راحیل" تھا۔

ایک دن جناب یعقوبؑ نے اپنے ماموں سے کہا کہ میرے والد حضرت اسحٰاق نے مجھے ہدایت کی تھی کہ میں آپ کی لڑکی سے شادی کروں۔ بنابریں میں اس مقصد کے لئے درخواست گزار ہوں "لابان بن بتوئیل" نے کہا کہ اس مقصد کے لئے کم از کم سات سال تمھیں بطور مہر گھر کی خدمت کرنا ہوگی۔ اُنھوں نے منظور کیا اور سات سال ان کی بکریاں چرائیں۔

اس خدمت کے عوض میں لابان بن بتوئیل نے اپنی ایک لڑکی کی شادی حضرت یعقوبؑ کے ساتھ کر دی۔ پھر جب بروایت علامہ نعمت اللہ الجزائری اس کا انتقال ہو گیا۔ (قصص جزائری صـ۱۸۷) تو لابان بن بتوئیل نے دوبارہ ہفت سالہ خدمت کے عوض میں دوسری لڑکی کی بھی شادی

کر دی اور دونوں کو ایک ایک کنیز خدمت کے لئے دی۔ راحیل کی خادمہ کا نام بلھہ اور "لیہ" کی خادمہ کا نام "زلفہ" تھا۔ حضرت یعقوبؑ نے اپنی بیویوں کی مرضی سے ان کنیزوں کو بھی باصولِ شریعت استعمال فرمایا۔

خداوندِ عالم نے ان چاروں عورتوں سے حضرت یعقوبؑ کو بارہ فرزند عطا فرمائے۔ جس کی تفصیل بروایت عرائس ثعلبی یہ ہے۔ (راحیل سے) (۱) حضرت یوسفؑ (۲) بنیامین۔ (لیا سے) (۱) روبیل (۲) یہودا (۳) شمعون (۴) لاوی (بلھہ سے) (۱) جاد (۲) یشجر (۳) آشر (زلفہ سے) (۱) ذان (۲) نفتال (۳) روبالون۔ ناسخ التواریخ اور قصص جویری میں ہے کہ حضرت یعقوبؑ کے یہاں بارہ بیٹوں کے بعد ایک لڑکی بھی پیدا ہوئی جس کا نام "دینہ" تھا۔

مورخین کا متفقہ بیان ہے کہ حضرت یوسفؑ کی والدہ جناب راحیل کا انتقال بنیامین کی ولادت کے موقع پر ہو گیا تھا۔ اس وقت حضرت یوسفؑ کی عمر دو سال کی تھی۔ راحیل کی وفات کے بعد یوسفؑ کی پرورش و پرداخت کی ذمہ داری اُن کی خالہ پر عائد ہو گئی۔ چنانچہ وہ خدمت کرتی رہیں اور اس درجہ خدمت کی کہ حضرت یوسفؑ انھیں اپنی ماں جانتے، مانتے اور کہتے رہے۔

اسباط کا مطلب

حضرت یعقوبؑ کے مذکورہ بارہ بیٹوں کو قرآن مجید نے لفظ "اسباط" سے یاد کیا ہے، "اسباط، سبط کی جمع ہے اور سبط اس درخت کو کہتے ہیں جس کی شاخیں بے شمار ہوں۔ چونکہ ان کی اولادیں اور نسلیں بے انتہا بڑھیں تھیں۔ اس لئے اُن کو اسباط کہا گیا۔ یہ لفظ بالکل اسی طرح استعمال کیا گیا ہے جس طرح عرب میں لفظ قبائل اور عجم میں لفظ شعوب استعمال کیا جاتا ہے۔ حضرت یعقوبؑ کے بارہ بیٹوں کو قرآن مجید میں "اسباط" کہا گیا ہے۔

حضرت یعقوبؑ کے دوسرے بھائی عیص کی شادی بروایت امام ثعلبی حضرت اسمٰعیلؑ کی لڑکی نسیمہ سے ہوئی جس سے روم پیدا ہوا اور بروایت روضۃ الصفا ان کے بطن سے پانچ فرزند متولد ہوئے جن میں سب سے بڑا لڑکا روم تھا۔ جس کے نام پر ملک روم آباد ہوا، ناسخ التواریخ میں ہے کہ عیص کے ایک دوسرا فرزند مسمّٰی "الیفاز" تھا۔ اس نے مسماۃ تمنع سے شادی کی۔ اس کے بطن سے عمالیق پیدا ہوا۔

حضرت یعقوبؑ کی وطن کو واپسی

حضرت یعقوب علیہ السلام جب فلسطین کے دوران قیام میں کثیر الاولاد ہو گئے، اور بے شمار گوسفندوں اور دیگر مویشیوں کے مالک بن گئے تو انھیں وطن کی یاد نے ستانا شروع کیا، بالآخر ایک دن "لابان بن بتوئیل" سے کہا کہ میں مدت مدید آپ کی خدمت میں رہ کر اب اپنے وطن کنعان جانا چاہتا ہوں۔ آپ مجھے اجازت دیں تاکہ میں زیارت وطن سے مشرف ہوں انھوں

نے پہلے تو بڑے حیلے کئے۔ لیکن آخر میں اجازت دینے پر مجبور ہو گئے۔

اجازت ملنے کے بعد حضرت یعقوبؑ نے انتظامات شروع کئے اور ان کی تکمیل کے بعد وہ فلسطین سے بارادہ کنعان روانہ ہو گئے۔ وہ طے مراحل اور قطع منازل کرتے ہوئے جب کنعان کے قریب پہنچے تو انھیں عالم شکار میں عیص بن اسحٰاق نظر آئے۔

بروایت طبری و روضۃ الصفا حضرت یعقوبؑ جھاڑیوں میں چھپ گئے اور اپنے فرزندوں سے کہا کہ اگر یہ شخص پُوچھے کہ یہ سازوسامان کس کا ہے تو تم کہہ دینا کہ عیص بن اسحٰاق کا ایک غلام تھا جس کا نام یعقوبؑ تھا۔ یہ سب کچھ اسی کا ہے۔ چنانچہ جب یہ کچھ اور آگے بڑھے تو عیص نے پُوچھا کہ "ایں اموال کیست" یہ مال و اسباب کس کا ہے۔ کہا گیا کہ "عیص بن اسحٰاق کا ایک غلام ہے جس کا نام یعقوبؑ ہے یہ سب اسی کا ہے"۔ یہ سُن کر عیص کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اور انھوں نے کہا کہ یہ تم کیا کہتے ہو۔ وہ عیص کا غلام نہیں تھا بلکہ اس کا حقیقی بھائی تھا۔ سُنو میں اس کے فراق میں بے چین ہوں۔ یہ سُن کر حضرت یعقوبؑ برآمد ہو گئے۔ اور بھائی بھائی کے گلے سے مل کر اس درجہ روئے کہ بیہوش ہو گئے۔

پھر رات اسی وادی میں گزاری اور صبح کو پُورے احترام و عزت کے ساتھ داخل وطن ہُوئے۔

حضرت یعقوبؑ کی بعثت

کنعان میں آپ نے ایک ہی سال گزارا تھا کہ خداوندِ عالم نے مبعوث برسالت کر دیا۔ آپ کی بعثت کے بعد عیص بن اسحٰاق روم کی طرف چلے گئے اور وہیں تاحیات مقیم رہے۔ بالآخر ایک سو سینتالیس سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔ ان کے مرنے کے بعد ان کے فرزند رُوم نے انھیں بمقام جبرون قبر حضرت ابراہیمؑ کے قریب دفن کر دیا۔

اکثر روایات میں ہے کہ اُن کی وفات کا دن وقت اور تاریخ وہی تھی جو حضرت یعقوبؑ کی تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ دونوں ایک ہی قبر میں دفن بھی ہوئے ہیں۔

طبری میں ہے کہ عیص کی اولاد میں سے حضرت ایوبؑ کے علاوہ کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا۔ روضۃ الصفا میں ہے کہ روم کے تمام بادشاہ عیص بن اسحٰاق کی نسل سے تھے۔

باب ۱۷

حضرت یوسف علیہ السّلام

حضرت یوسف علیہ السّلام ایک جلیل القدر پیغمبر تھے اور اسی طرح معصوم اور افضل خلائق تھے۔ جس طرح باصول خداوندی جملہ انبیاء معصوم اور افضل خلائق ہوتے رہے۔ آپ کے والد ماجد حضرت یعقوب علیہ السّلام اور آپ کی والدہ جناب راحیل بنت لابان بن بتوئیل تھیں، آپ کو خداوندِ عالم نے بے مثل و بے نظیر حسن و جمال عطا فرمایا تھا۔ روایات میں ہے کہ آپ کو جو بھی دیکھتا تھا۔ آپ کا گرویدہ اور آپ پر فریفتہ ہو جایا کرتا تھا۔ آپ کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ خداوندِ عالم نے حسن کے دو حصّوں میں سے ایک حصّہ حضرت یوسفؑ کو عطا فرمایا تھا اور نصف آخر میں ساری دُنیا کو شریک کیا تھا۔ روضۃ الصفا میں ہے کہ خدا نے حُسن کے دس حصّے قرار دیئے ہیں جن میں سے ۹ حصّے صرف حضرت یوسفؑ کو دیا تھا اور ایک حصّہ میں ساری دنیا کو شامل فرمایا تھا۔

وجہ تسمیہ بعض علماء کا بیان ہے کہ لفظ یوسف عربی ہے اور اسف یا اسیف سے ماخوذ ہے جس کے معنی غمزدہ کے ہیں۔ چونکہ آپ کو بھائیوں کے ہاتھوں بہت زیادہ غم اُٹھانا پڑا تھا۔ اس لئے قدرتی طور پر آپ کا نام یوسفؑ پاگیا تھا۔ ایک روایت کی بنا پر "اسیفا" غلام کو کہتے ہیں اور حضرت یوسفؑ چونکہ غلام بن کر بکنے والے تھے اس لئے ان کو یوسفؑ کہا گیا۔ لیکن اکثر مورخین اور علماء کا بیان ہے کہ یہ لفظ عربی نہیں بلکہ عجمی ہے جس کے معنی "فیروز" کے ہیں اور چونکہ حضرت یوسفؑ مستقبل میں سربلند ہونے والے تھے اس لئے حضرت یعقوبؑ نے بالہام خداوندی ان کا نام یوسفؑ رکھا تھا۔

حضرت یوسفؑ کا لقب حضرت یوسف علیہ السّلام کا لقب "صدیق" تھا جیسا کہ قصص طہرانی میں مرقوم ہے۔

آپ کا حُلیہ روضۃ الصفا میں ہے کہ آپ کے سر میں گھونگھر والے بال تھے۔ رنگ سفید

تھا۔ یعنی گورے رنگ کے تھے۔ قد و قامت نہایت مناسب تھا۔ جسم سڈول تھا۔ آنکھیں بڑی اور کٹیلی تھیں۔ جب مسکراتے تھے تو دانتوں سے نور چمکتا تھا۔ جب باتیں کرتے تھے تو دہن سے نور برستا تھا۔

حضرت یوسفؑ کا بچپن

حضرت یوسفؑ کا بچپن" ہونہار بروے کے چکنے چکنے پات"، کے مطابق نہایت شاندار اور خوشگوار تھا۔ آپ ہر ایک کی آنکھوں میں نور کی طرح سمائے ہوئے تھے۔ ہر ایک اپنا ہو یا پرایا آپ کو دل و جان سے چاہتا تھا۔ جس کی نگاہ آپ پر پڑجاتی تھی وہ چاہے کوئی ہی کیوں نہ ہو بصد جان آپ پر قربان ہونے کو تیار ہو جاتا تھا۔ ماں جب تک زندہ رہی آپ کی نگہداشت اور پرورش و پرداخت میں مصروف رہتی تھی۔ جب آپ کی عمر دو سال کی ہوئی تو آپ کی مادر گرامی جناب راحیل کا ولادت" بنیامین"، کے موقع پر بمقام کنعان انتقال ہو گیا۔ وفات راحیل کے بعد حضرت یعقوبؑ نے" لیا"، سے شادی کر لی جو کہ حضرت یوسفؑ کی خالہ تھیں اور جنھیں حضرت یوسفؑ ماں کہا کرتے تھے۔ یہ وہی ماں ہیں جو بعد میں روضۃ الصفا ج ا صلنے کے مطابق خواب کے سلسلہ میں ماں کی حیثیت سے سجدہ ریز ہوئی تھیں۔

طبری میں ہے کہ حضرت یوسفؑ کو ان کی پھوپھی کمال محبت کی وجہ سے ایک مرتبہ اپنے ہمراہ لے گئی تھیں اور وہ چاہتی تھیں کہ یوسفؑ ہمیشہ انھیں کے پاس رہیں۔ حضرت یعقوبؑ حضرت یوسفؑ کو اپنی نظروں سے اوجھل نہیں کرنا چاہتے تھے اور نہ وہ ان کی جدائی برداشت فرما سکتے تھے۔ انھوں نے اپنی بہن سے بار بار کہا کہ یوسفؑ کو میرے پاس پہنچا دو مگر وہ مختلف بہانوں سے انھیں اپنے پاس روکتی ہی رہیں۔ یہاں تک کہ اُن کا انتقال ہو گیا۔

ان کے انتقال کے بعد حضرت یعقوبؑ جناب یوسفؑ کو اپنے ہمراہ لے آئے اور انھیں اپنے دل و جان کی جگہ رکھتے رہے۔ ان کی پرورش و پرداخت میں شب و روز لگے رہتے تھے کیونکہ وہ ان میں حسن و جمال کی فراوانی اور نورِ نبوت کی تابانی دیکھتے تھے۔ حضرت یوسفؑ کی عمر ابھی گیارہ بارہ سال ہی کی ہوئی تھی کہ اسی دوران میں حضرت یعقوبؑ نے ایک سائل کی طرف سے بے توجہی برتی۔ اس نے کھانا مانگا اور یہ نہ دے سکے، اسی رات کو انھوں نے ایک تشویشناک خواب دیکھا جو یوسفؑ سے متعلق تھا جس میں بھیڑیے کا تذکرہ تھا۔ اسی دوران میں حضرت یوسفؑ نے بھی خواب دیکھا جو چاند سورج اور گیارہ ستاروں کے سجدہ کرنے سے متعلق تھا، بیٹے نے باپ سے خواب کو بیان کیا، باپ نے ہدایت کی کہ اس خواب کو اپنے بھائیوں سے نہ بیان کرنا۔ شدہ شدہ یہ خبر اُن کے بھائیوں کے کانوں تک پہنچ گئی اور وہ سخت دشمن ہو گئے۔

کیونکہ وہ سمجھ گئے تھے کہ یوسفؑ جسے ہمارا باپ خود بہت چاہتا ہے۔ یقیناً بہت بڑی منزل پر فائز ہوگا، اُن کی دُشمنی نے یہاں تک زور کیا کہ یہ لوگ اب یوسفؑ کو قتل کر دینے پر آمادہ ہوگئے۔ ایک دن باپ سے کہا کہ یوسفؑ کو ہمارے ہمراہ بھیڑ چرانے کے لئے کر دیجئے۔ یعقوبؑ نے کہا کہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم لوگ بھیڑ چرانے میں مشغول ہو جاؤ اور بھیڑیا میرے بیٹے کو پھاڑ کھائے، ان لوگوں نے اطمینان دلانے کی پوری سعی کی مگر وہ مطمئن نہ ہوسکے آخر کار کسی نہ کسی صورت و خوشامد سے ان کو راضی کرلیا اور یوسفؑ کو اپنے ہمراہ لے جاکر ایک کنوئیں میں ڈال دیا اور واپس آکر اپنے باپ سے کہا کہ ہم سے ذراسی غفلت ہو گئی اور بھیڑیا ہمارے بھائی کو کھاگیا۔ یہ روئے پیٹے، چیخے چلائے اور اس درجہ روئے کہ آنکھیں سفید ہوگئیں اور نورِ نظر جاتا رہا۔

اِدھر باپ روتا پیٹتا رہا۔ اور اُدھر یوسفؑ کنوئیں میں پڑے رہے اسی دوران میں ایک قافلہ کا اُدھر سے گزر ہوا۔ اُس نے پانی بھرنے کے لئے کنوئیں میں ڈول ڈالا تو یہ اس میں بیٹھ نکلے بھائیوں کو خبر ہوئی، آئے اور انھیں چند درہموں میں قافلے والوں کے ہاتھ فروخت کر دیا، یہ اُسے لئے ہوئے مصر پہنچے۔ وہاں عزیزِ مصر نے انھیں بڑی قیمت دے کر خرید لیا، اور اپنی بیوی سے کہا جس کا نام زلیخا تھا کہ اس کی پرورش و پرداخت میں کمی نہ کرنا، یوسفؑ وہاں پلتے رہے یہاں تک کہ سات سال گزر گئے اور آپ نے منزلِ جوانی میں قدم رکھا۔

حضرت یوسفؑ کی جوانی

حضرت یوسفؑ کے حُسنِ خداداد نے جوانی میں جو نکھار حاصل کیا۔ اُس نے ساری دُنیا کو دیوانہ بنا دیا۔ حُسنِ یوسفؑ کا جس پر سب سے زیادہ اثر پڑا وہ عزیزِ مصر کی بیوی زلیخا تھی۔ بالآخر ایک دن اُس نے انھیں ایک مستحکم کمرے میں بند کرکے اپنی خواہشاتِ نفسانی کو پُورا کرنا چاہا، یوسفؑ جو معصوم تھے اس جگہ سے جان بچاکر بھاگے۔ اس نے پیچھا کیا، آخر کار اُن کا دامن اُس کے ہاتھ میں آگیا اور پھٹ گیا۔ آخری دروازہ کھُلا تو دونوں نے عزیزِ مصر کو دروازے پر کھڑا ہوا دیکھا، زلیخا نے یوسفؑ پر الزام رکھا، یوسفؑ نے دُودھ پیتے بچّے کو اپنی صفائی میں پیش کیا، اُس نے گواہی دی۔ عزیزِ مصر مطمئن ہوا۔ زلیخا نے خفت مٹانے کے لئے یوسفؑ کو قید کردینے کا مشورہ دیا۔ وہ قید ہوگئے۔ عورتوں نے چرچا کیا، زلیخا نے دعوت میں بُلا کر یوسفؑ کو سامنے سے گزار دیا، سب نے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے۔ عورتوں نے زلیخا کو معذور سمجھ کر یوسفؑ سے سفارش کی۔ یوسفؑ نے دُعا کی خدایا اس مصیبت سے بچا، مجھے اس سے قید زیادہ پسند ہے۔ آخر کار دوبارہ قید میں بھیج دیئے گئے۔

آپ وہاں یادِ خُدا کے ساتھ ساتھ قیدیوں کی خدمت بھی کرتے تھے اور لوگوں کے خواب کی تعبیریں بتایا کرتے تھے۔ اتفاقاً دو قیدی آئے جو سازش کے الزام میں مقید ہوئے تھے، انھوں نے خواب دیکھا، انھوں نے تعبیر دی اور وہی ہوا جو انھوں نے بتایا تھا۔ نتیجہ میں ایک چھوٹ گیا اور دُوسرا دار پر چڑھ گیا۔ پھر آپ قید سے باہر آئے۔ آپ کو سلطنت ملی۔ اور آپ نے زلیخا کے ساتھ شادی کر لی، پھر قحط پڑا اور آپ کے بھائی غلّہ حاصل کرنے کے لئے مصر آئے۔ آپ نے اپنے بھائیوں کو بھی غلّہ دیا حالانکہ ان ہی لوگوں نے یُوسفؑ کو قتل کرنے کی سازش کی تھی اور کنوئیں میں ڈالا تھا، پھر تھوڑے عرصہ کے بعد آپ کا کُرتہ مصر سے بھیجا گیا اور آپ کے والد جو روتے روتے نابینا ہو گئے تھے آنکھوں سے دیکھنے لگے، پھر نامہ و پیغام ہوا، حضرت یعقوبؑ مصر تشریف لائے۔ آپ کے ہمراہ اولاد سمیت ۷۲ افراد تھے، باپ بیٹے میں ملاقات ہوئی، گلے مل کر بے انتہا روئے۔ باپ نے اپنا خلیفہ ان کو بنا دیا پھر وہ خود فوت ہو گئے۔ ان کی وفات کے بعد حضرت یوسفؑ مبعوث بہ نبوت ہوئے۔ مصر وغیرہ میں تبلیغ دین کرتے تھے۔ اِسی دوران میں پیغامِ اجل آ گیا اور آپ وفات پا گئے، زلیخا نے بھی اُسی دن دم دے دیا اور دونوں سپُردِ خاک کر دیئے گئے۔

حضرت یُوسفؑ کی سرگزشت

حُسن نے یُوسف کو رُسوا کر دیا اغیار میں ۔۔۔ ورنہ بکتے ہیں پیمبر بھی کہیں بازار میں

(رئیس زنگی پُوری)

یہ تھی حضرت یُوسف علیہ السّلام کے بچپن اور جوانی کی سرگزشت جسے مَیں نے مختصر ترین الفاظ میں بیان کیا، لیکن درحقیقت یہ داستان ایسی نہیں ہے جو مختصر الفاظ میں بیان کی جائے اور بیان کا مقصد پورا ہو جائے۔ یعنی سرگزشت سے واقفیت حاصل ہو جائے اور وہ باتیں معلوم ہو جائیں جن کے لئے قرآن مجید نے اس واقعہ کو بیان کیا ہے۔ بنا بریں ضرورت ہے کہ اس اہم واقعہ کو جسے قرآن مجید نے "احسن القصص" کہا ہے، کسی قدر تفصیل کے ساتھ تحریر کیا جائے۔

اس واقعہ اور سرگزشت کا آغاز اس طرح ہوتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السّلام جو ایک برگزیدہ نبی تھے اور بے انتہا صفاتِ حسنہ کے مالک تھے۔ وہ دیگر انبیاء کی طرح معصوم تھے۔ اِن سے گناہوں کا سرزد ہونا ممکن نہ تھا۔ لیکن "ترکِ اولیٰ" کا امکان تھا۔

یہ ظاہر ہے کہ "ترکِ اولیٰ" گناہ نہیں لیکن "جس کے رُتبے ہیں سوا اس کو سوا مشکل ہے" انبیاءؑ ترکِ اولیٰ پر بھی ابتلاء اور امتحان میں مبتلا کر دیئے جاتے تھے۔ آدمؑ اسی ترکِ اولیٰ کی وجہ سے

بہشت سے نکالے گئے، ابراہیمؑ آگ میں ڈالے گئے، ایوبؑ مبتلائے مرض کئے گئے۔ حضرت یعقوبؑ جنھیں مہمان نوازی سے عشق تھا وہ مہمان کے چہرے کو دیکھ کر خوشی محسوس کرتے تھے اس کی آمد کو اپنی سعادت سمجھتے تھے۔ ان کا یہ طریقہ اور دطیرہ تھا کہ روزانہ ایک دُنبہ ذبح کرتے تھے اور فقراء و مساکین کو تقسیم کرایا کرتے تھے، ایک شب جمعہ کو ایک سائل آیا جو روزہ دار بھی تھا، مسافر بھی تھا، افطار کا وقت تھا اس نے آواز دی کہ میں مسافر ہوں، روزہ دار بھی ہوں، مجھے کچھ کھانے کو دو، اس کی آواز حضرت یعقوبؑ کے گھر میں پہنچی اور سب نے سُنی لیکن شاید آواز میں تیزی اور تازگی کی وجہ سے انھیں اس کے مستحق ہونے کا یقین نہ آیا اور انھوں نے کوئی توجّہ نہ دی۔ وہ سائل اسی طرح بھوکا رات بھر عبادت خدا کرتا رہا، جب صبح ہوئی تو خدا نے وحی کی، اے یعقوبؑ میرا ایک بندہ رات بھر بھُوکا پڑا رہا اور تم اور تمھارے بچّے شکم سیر ہوکر آرام سے سوتے رہے، کھانا موجود تھا اور تم نے اُسے نہیں دیا، سُنو میں اپنے اُس نبی کو دوست رکھتا ہوں جو مسکینوں کو دوست رکھتا ہے، اب تم تیار ہو جاؤ میرے امتحان کے لئے۔

(علل الشرائع) میں ہے کہ امام زین العابدین علیہ السّلام جمُعہ کے دن مدینہ میں نماز صبح سے فارغ ہوکر نکلے اور اپنے گھر پہنچے تو اپنی کنیز سکینہ سے فرمایا کہ دیکھو آج جمعہ کا دن ہے آج کے دن اس بات کا خاص خیال رکھنا کہ جو سائل دروازے کی طرف سے گزرے اسے سیر کرنا، راوی کہتا ہے کہ میں نے کہا کہ ”لیس کل من یسئل مستحقاً“، کہ مولا یہ تو ضروری نہیں کہ جو بھی سوال کرے وہ مستحق بھی ہو، یعنی ہر سائل مستحق تو نہیں ہوتا۔ حضرت نے فرمایا کہ میں اس سے ڈرتا ہوں کہ کہیں کوئی سائل مستحق نظر انداز نہ ہوجائے جس کے ردِ عمل میں مَیں اور میرے بچّے اسی طرح مبتلا ہوجائیں جس طرح حضرت یعقوبؑ نبی مبتلا ہوئے تھے سُنو، وہ روزانہ ایک دُنبہ ذبح کرکے تصدق کیا کرتے تھے اور اسی میں سے خود بھی کھاتے تھے اور اُن کے بچّے بھی۔ ایک جُمعہ کے دن شام کے قریب ان کے مکان کی طرف سے ایک مومن مسافر گزُرا جو روزہ دار بھی تھا، مستحق بھی تھا۔ عابد بھی تھا، خدا کی نگاہ میں اُس کی منزلت بھی تھی، اُس نے روزہ کھولنے کے وقت آواز دی: ”اطعموا السائل الغریب الجائع من فضل طعامکم“ بھوکے، غریب مسافر کو اپنے بچے ہُوئے کھانے سے سیر کرو، یہی آواز اُس نے کئی بار لگائی اور وہ لوگ سُنتے رہے۔ لیکن اس خیال میں رہے کہ شاید مستحق نہ ہو، اسی لئے توجّہ نہ دی۔ جب وہ مایوس ہوگیا تو چلا گیا اور رات بھر بھُوکا رہا، اور صبح کو بلا کچھ کھائے ہوُئے روزہ رکھ لیا، اور خدا کی بارگاہ میں اپنی بھُوک کی شکایت کی ”فاوحی اللہ الی یعقوب فی صبیحۃ تلک اللیلۃ“ پھر خداوندِ عالم نے اس رات کی صبح کو یعقوبؑ کی طرف وحی کی اور ان سے کہا کہ اے یعقوبؑ تم نے

آج رات میرے ایک بندہ خاص کو ذلیل کیا ہے اور یہ ایسی ذلت ہے جس نے تمھیں اور تمھارے فرزند کو اس کا مستحق بنا دیا ہے کہ میں تم لوگوں کی تادیب کروں۔ یعقوبؑ سُنو، میں اپنے اسی بنی کو چاہتا ہوں جو میرے غریب و مسکین بندوں کو چاہتا ہے، انھیں سیر کرتا ہے، ان کی پشت پناہی کرتا ہے۔ اے یعقوبؑ میری عقوبت اور ابتلاء دشمنوں سے زیادہ دوستوں پر جلد موثر ہوتا ہے اور یہ ابتلا بہ نظر کرم ہوا کرتا ہے"۔ اما وعزتی لانزل بك بلوای ولاجعلنك و ولدك عرضاً لمصائبی فاستعد لبلوای" میں اپنے عزت وجلال کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں تم پر اور تمھارے بیٹے یوسفؑ پر مصیبت نازل کروں گا، اب تم اس کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اِس وحی کا آنا تھا کہ حضرت یعقوبؑ تھرآ گئے، معذرت کی، توبہ کیا غرضیکہ سب طریقے سے عذر خواہی کی مگر قدرت کے تیور نہ بدلے۔

حضرت یعقوبؑ اسی تردّد اور فکر میں تھے کہ حضرت یوسف دوڑے ہوئے آئے اور کہنے لگے "یا ابت انی رائیت احد عشر کوکباً والشمس والقمر رائیتھم لی ساجدین"۔ اے بابا میں نے گیارہ ستاروں اور سورج چاند کو خواب میں دیکھا ہے کہ یہ سب مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔ (قرآن مجید) یہ واقعہ ہے ماہِ رجب کی اسی شب جمعہ کی صبح کا جس شب کو حضرت یعقوبؑ آسودہ اور سائل بھوکا سویا تھا۔ حضرت یعقوبؑ نے یوسفؑ کو گلے لگا لیا، منہ چوما، پیار کیا اور کہا "یابنی لاتقصص رویاك علی اخوتك" اے بیٹا دیکھو خبردار اپنا خواب اپنے بھائیوں سے نہ دہرانا ورنہ وہ لوگ تمھارے لئے مکاری کی تدبیریں کرنے لگیں گے۔ اس میں شک ہی نہیں کہ شیطان آدمی کا کھلا ہوا دشمن ہے اور جو تم نے دیکھا ہے ایسا ہی ہوگا۔ تمھارا پروردگار تم کو برگزیدہ کرے گا، اور تمھیں خوابوں کی تعبیر سکھائے گا۔ اور جس طرح اس سے پہلے تمھارے دادا پردادا ابراہیمؑ اور اسحاق پر اپنی نعمت پوری کر چکا ہے اسی طرح تم پر اور یعقوبؑ کی اولاد پر اپنی نعمت پوری کرے گا۔ بے شک تمھارا پروردگار بڑا واقف کار حکیم ہے۔ (سورۂ یوسف)۔

حافظ فرمان علی لکھتے ہیں کہ حضرت یوسفؑ نے یہ خواب (اس طرح) دیکھا تھا کہ آسمان کے دروازے کھل گئے ہیں اور ایک عظیم نور ظاہر ہوا ہے۔ جس سے سارا جہان روشن ہو گیا ہے۔ دریا موجیں مارتا ہے، مچھلیاں طرح طرح کی زبان میں تسبیح کرتی ہیں۔ میں ایک اونچے پہاڑ پر کھڑا ہوں میرے گرد ہرے بھرے درخت ہیں۔ نہریں جاری ہیں اور مجھے ایک نورانی پوشاک پہنائی گئی ہے جس سے سب چیزیں روشن ہو گئی ہیں۔ زمین کے خزانے کی کنجیاں میرے سامنے لاکر رکھی گئی ہیں پھر سورج، چاند اور گیارہ ستاروں نے اتر کر میرے سامنے سجدہ کیا ہے۔

نورِ عظیم کی تعبیر سلطنت ہے نورانی پوشاک سے نبوت یا مصر کی عزت حکومت، سورج سے حضرت یعقوبؑ، چاند سے حضرت یوسفؑ کی خالہ جنھوں نے پالا تھا اور اُن ہی کو ماں کہتے تھے گیارہ ستاروں سے گیارہ بھائی مُراد ہیں۔

یہ خواب حضرت یوسفؑ نے بارہ برس کے سن میں دیکھا تھا اور اگرچہ حضرت یوسفؑ نے حضرت یعقوبؑ سے بیان کیا تھا۔ لیکن کسی ذریعہ سے ان کے بھائیوں کو اطلاع مل گئی تھی اور شہرت ہوگئی تھی۔

بیٹے کی ترقی سے باپ کا خوش و مسرور ہونا فطری ہے۔ دُنیا میں صرف باپ ہی ایک ایسی ہستی ہوتی ہے جو اپنے بیٹے کو اپنے سے بلند دیکھنے کی خواہش مند ہوتی ہے۔ حضرت یعقوبؑ حضرت یوسفؑ کے روشن مستقبل کی خبر سے خوش تو بہت ہوئے۔ لیکن دل میں دھڑکا لگا ہوا تھا اور بار بار یہ بات کھٹکتی تھی کہ خدا نے امتحان لینے کو فرمایا ہے اور اسی کا اثر تھا کہ انھوں نے حضرت یوسفؑ سے کہا تھا کہ اپنے اس خواب کو بھائیوں سے نہ بتانا۔ ورنہ وُہ تمھارے خلاف سازشیں کریں گے اور ساتھ ہی ساتھ شیطان کا بھی ذکر کیا تھا کہ یہ انسانوں کا بہت بڑا دشمن ہے گویا حضرت یعقوبؑ اسی بشارت کے آئینہ میں امتحان کے نقش و نگار دیکھ رہے تھے۔

امام زین العابدین علیہ السّلام فرماتے ہیں" فاغتم یعقوب لما سمع من یوسف ما اوحی اللہ عزوجل الیہ ان استعد البلاء" کہ حضرت یعقوبؑ نے جب یوسفؑ سے سارا خواب سُن لیا تو اُن کے دل پر غم کا بادل چھا گیا۔ کیونکہ خداوندِ عالم فرما چکا تھا کہ امتحان کے لئے تیار ہو جاؤ، وکانت اول بلوی نزلت بیعقوب وآل یعقوب الحسد لیُوسف" اور درحقیقت یہ خواب امتحان کی ابتدا تھا۔ کیونکہ اس خواب کو سُننے کے بعد ان کے بھائیوں کے دل میں یوسفؑ کی طرف سے شدید ترین حسد پیدا ہوگیا جو آخر میں ارادۂ قتل پر منتہی ہوا۔ برادرانِ یُوسف کے دل میں بغض و حسد کے پیدا ہو جانے کی وجہ سے حضرت یعقوبؑ کے دل میں یُوسفؑ کی اتنی محبت بڑھ گئی جس کی کوئی انتہا نہ تھی جس کے نتیجہ میں محبت کا مظاہرہ بھی تیز ہوگیا اور برادرانِ یُوسف کے دل میں دُشمنی بھی بڑھ گئی، کیونکہ وہ حضرت یعقوبؑ کے موجودہ طرزِ عمل کو برداشت نہیں کر رہے تھے۔

روضۃ الصفا میں ہے کہ جب بھائیوں کو حضرت یوسفؑ کے خواب کی تفصیلی اطلاع ملی تو وہ جل بھُن گئے اور اُن کے دل میں حسد کی آگ تیزی سے بھڑکنے لگی۔ چنانچہ وہ لوگ اپنے بھائی روئیل کے پاس جمع ہوئے اور اس سے کہنے لگے کہ تم ہم میں زیادہ سمجھ دار ہو یہ بتاؤ کہ ہم یوسفؑ

سے کیا سُن رہے ہیں یہ معاملہ کیا ہے، ہمیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یُوسفؑ نے والد بُزرگوار کی توجہ اپنی طرف مبذول کرانے کے لئے یہ ڈھونگ رچایا ہے ورنہ دراصل ہے کچھ نہیں، روئیل نے درجواب کہا کہ نہیں، یوُسفؑ کو میں جھُوٹا نہیں سمجھتا "انی لاادری وجھہ وجہ الکاذبین" میں اس کے چہرے کو جھُوٹوں کا چہرہ نہیں سمجھتا، اس نے جو کچھ کہا ہے۔ یقیناً ایسا ہی دیکھا ہو گا اور کیا عجب کہ خداوندِ عالم اس پر مہربان ہو جائے اور اس کے اقبال کا ستارہ پوُری بلندی حاصل کر لے۔

روئیل کے اس جواب سے دیگر برادرانِ یوُسفؑ سخت متحیّر اور متفکّر ہُوئے اور حالت یہ ہو گئی کہ اُن کی آنکھوں سے نیند کافور ہو گئی اور شب و روز بے چینی میں گزرنے لگے۔ یہاں تک کہ ایک سال گزُر گیا۔

سال گزُرنے کے بعد حضرت یوُسفؑ نے پھر ایک خواب دیکھا اور وہ یہ تھا کہ ان کی پانچ انگلیوں سے پانی کے پانچ چشمے جاری ہو گئے ہیں اور وہ پانی بھائیُوں کے سروں پر گر رہا ہے انھوں نے اس خواب دوم کو اپنے والدِ بزرگوار سے بیان کیا۔ انھوں نے فرمایا کہ ایک زمانہ تمھاری زندگی میں ایسا آئے گا، جس میں سخت قحط ہو گا اور تم اپنے بھائیُوں کو قحط کی مصیبت سے نجات دلاؤ گے۔

حضرت یعقوبؑ نے خواب کی تعبیر تو بتا دی مگر ساتھ ہی ساتھ یہ ہدایت کر دی کہ اس خواب کو بھی اپنے بھائیُوں سے نہ بتانا۔ ورنہ اُن کا بغض و حسد اور بڑھ جائے گا۔ حضرت یوُسفؑ اپنے والد کے ارشاد کے مطابق خاموش رہے۔ لیکن کسی نہ کسی صورت سے ان لوگوں کو خوابِ دوم کی بھی اطلاع مل گئی۔

اس اطلاع نے اُنھیں اور سوختہ کر دیا اور وہ سخت دُشمنی کی طرف متوجہ ہو گئے، ان کا آپس میں کہنا تھا کہ یہ خواب دیکھتا جاتا ہے اور والد اس پر گردیدہ ہوتے جاتے ہیں، ان کی تمام تر توجہ صرف یوُسفؑ کی طرف ہے جیسے ہم ان کے بیٹے ہی نہیں ہیں۔ الیعقوبی میں ہے کہ حضرت یعقوبؑ جنابِ یوُسفؑ کی والدہ راحیل کو سب سے زیادہ چاہتے تھے۔ یہ بھی بھائیوں کی دُشمنی کا ایک سبب تھا۔

مورّخین کا بیان ہے کہ یوُسفؑ نے اسی دوران میں یہ خواب بھی دیکھا تھا کہ وہ سب بھائیُوں کے ساتھ لکڑی چُننے کے لئے گئے ہیں۔ سب نے اپنی اپنی لکڑیاں ایک جگہ جمع کی ہیں اور ان کی لکڑیاں علیحدہ ہیں ناگاہ ان سب کی لکڑیاں یوُسفؑ کی لکڑیوں کو سجدہ کر رہی ہیں۔ انھوں نے اپنا یہ خواب اپنی بہن "دینہ" سے بیان کیا۔ بھائیُوں نے جب سُنا تو اُن کا حسد اور بڑھ گیا۔

ایک روایت میں یہ خواب بھی مذکور ہے کہ یوسفؑ نے ایک سوکھی لکڑی زمین پر نصب کی اوران کے بھائیوں نے بھی لکڑیاں لگائیں، یوسفؑ کی لکڑی ہری بھری ہوگئی اوراس میں پھل آگئے اور ایسا نور ساطع ہوا کہ ساری دنیا روشن ہوگئی پھر دیکھا کہ اس میں آئے ہوئے پھل سے سب بھائی متمتع ہورہے ہیں، یوسفؑ کی جب آنکھ کھلی "پدر و برادران را برگرد خود نشستہ دید و آن خواب را حکایت کرد" تو دیکھا کہ والد بزرگوار اور برادران گرداگرد بیٹھے ہیں، جناب یوسفؑ نے اس خواب کو سب کے سامنے بیان کردیا۔ خواب کا بیان کرنا تھا کہ حضرت یعقوبؑ گھبرا گئے کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ برادرانِ یوسفؑ کا حسد اس سے اور بڑھ جائے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوُا۔

بروایت علامہ جویری "مقاتل" نے اس روایت کو اس طرح بیان کیا ہے کہ حضرت یوسفؑ ایک شب کو اپنے بھائیوں کے ساتھ سو رہے تھے کہ عالمِ خواب میں لرزنے لگے۔ بھائیوں نے چاروں طرف سے انھیں اپنے کنار میں لے لیا۔ یہاں تک کہ وہ بیدار ہوگئے، بھائیوں نے پوچھا کہ سوتے میں تم کو کیا ہوگیا۔ یوسفؑ نے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ یہ عصا جو سامنے ہے اِسے میں نے زمین میں نصب کردیا ہے اور یہ سرسبز و شاداب ہوکر پھل دار بن گیا ہے "و یعقوبؑ و موسیٰؑ و عیسیٰؑ ازاں میوہ بخوردند" اور والد بزرگوار نیز حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ اس سے سیر ہورہے ہیں۔ یہ سُن کر وہ اس یقین کو تقویت دینے پر مجبور ہو گئے کہ یوسفؑ کسی بہت بڑے درجے پر فائز ہونے والے ہیں۔ چنانچہ اُن کے بغض و حسد میں مزید اضافہ ہوگیا۔

ہلاکت یوسفؑ پر بھائیوں کی مجلسِ مشاورت

بالآخر یہاں تک نوبت پہنچی کہ ان لوگوں نے حضرت یوسفؑ کو ختم کردینا چاہا اوران کے ختم کردینے کا مقصد یہ تھا کہ جب یوسفؑ نہ ہوں گے۔ والد کی توجہات ہماری ہی طرف مرکوز رہیں گی۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے سب بھائیوں نے ایک مقام پر جمع ہوکر فیصلہ کیا کہ یوسفؑ کو اپنے ہمراہ جنگل کی طرف لے چل کر ختم کردیا جائے۔ طبری میں ہے کہ یہودا جوانی میں زیادہ با اثر اور عقلمند تھا۔ کہنے لگا کہ یوسفؑ کو قتل مت کرو۔ یہ بہت بُری بات ہے۔ البتہ ایسا کرو کہ اُنھیں کسی اندھے کنوئیں میں ڈال دو، سب نے یہ بات مان لی۔

حضرت یعقوبؑ نے اسی رات کو خواب میں دیکھا کہ زمین یوسفؑ کو پکار رہی ہے اور جب یہ اُس کے بُلانے پر گئے تو "زمین اورا فرو بردہ یوسف ناپدید گشت" زمین نے اُنھیں آغوش میں لے لیا اور یوسفؑ گُم ہوگئے۔

صبح کے وقت برادرانِ یوسفؑ اپنے فیصلہ کے مطابق حضرت یعقوبؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض پرداز ہوئے کہ ہم چاہتے ہیں کہ برادر یوسفؑ کو سیرِ صحرا کرائیں آپ اجازت دیں کہ ہم ان کو اپنے ہمراہ لیتے جائیں۔

حضرت یعقوبؑ نے ان کی التماس کو یکسر ٹھکرا دیا اور فرمایا کہ یہ ہرگز نہ ہوگا۔ میں نہیں چاہتا کہ یوسفؑ تمھارے ہمراہ جائیں۔

برادرانِ یوسف باپ کا جواب سن کر وہاں سے واپس چلے آئے اور سخت رنجیدہ اور ملول ہوئے۔ انھیں ایک یہ رنج تھا کہ مقصد میں رکاوٹ پڑ رہی ہے۔ دوسرے یہ رنج تھا کہ باپ نے صاف لفظوں میں انکار کر دیا ہے۔

ان لوگوں نے اس رنج وغم کو دور کرنے کے لئے پھر مجلسِ مشاورت کا فیصلہ کیا اور ایک پوشیدہ مقام میں سر جوڑ کر بیٹھ گئے اور سوچنے لگے کہ ہمیں کونسی صورت اختیار کرنی چاہیئے جو عروس کامیابی سے ہم کنار کر دے۔

یہ ابھی سوچ ہی رہے تھے کہ ناگاہ ابلیس ایک سفید ریش بزرگ انسان کی صورت میں نمودار ہوا اور ان کے قریب آپہنچا، ان لوگوں نے اس کی تعظیم کی اور اس کی آمد کا خیر مقدم کیا ابلیس جو ایک مقدس شکل وصورت میں تھا، اُن لوگوں سے کہنے لگا، اے جوانو! تم کیوں اس جگہ جمع ہوئے ہو اور کیا سوچ رہے ہو؟ ہمیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید تم لوگ سخت پریشان ہو، اگر مناسب سمجھو تو مجھے بتاؤ، شاید میں تمھاری پریشانی کو دور کرنے کی راہ نکال سکوں۔

برادرانِ یوسف نے کہا کہ ہمارے محترم بزرگ کیا بتائیں، ہم تو سخت مشکل میں پھنسے ہوئے ہیں اور لطف یہ ہے کہ راہ چارہ مسدود کر چکے ہیں، ہماری کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم کیا کریں؟ اُس نے کہا بتاؤ تو سہی، بات کیا ہے؟

برادرانِ یوسف نے کہا کہ ہمارے والد یعقوبؑ نبی ہیں اور ہم بارہ بھائی ہیں۔ ہم میں جو سب سے چھوٹا ہے اُس کا نام یوسفؑ ہے۔ ہمارے والد بس اسی کو چاہتے اور مانتے ہیں۔ ہماری طرف رُخ بھی نہیں کرتے۔ ہم نے گزشتہ دن فیصلہ کیا تھا کہ یوسفؑ کو ہمراہ جنگل میں لے جا کر قتل کر دیں گے اور اپنا دل ٹھنڈا کر لیں گے۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے ہم اُن کے پاس اجازت حاصل کرنے گئے انھوں نے ہمارے ساتھ بھیجنے سے انکار کر دیا، اب ہم حیران ہیں کہ کریں کیا؟

شیطان نے کہا کہ تم نے سیرِ صحرا کا جو حوالہ دیا وہ بالکل غلط تھا، اور تمھارا سوال بہت قبل از وقت ہے۔ تمھیں چاہیئے کہ تم بہار کا زمانہ آنے تک انتظار کرو، اور جب عہدِ بہار آجائے تو تم اپنے بھائی کو سیر کے لئے اُبھارو، جب وہ تیار ہو جائے تو اپنے والد سے درخواست کرو۔

اور اس بھائی کو آمادہ کرو کہ وہ خود اپنے والد سے تمہاری تائید میں خواہش کرے۔ جب ایسا کرو گے تو یقین ہے کہ کامیاب ہو جاؤ گے۔

یہ سُن کر سب خوش ہو گئے اور سمجھ گئے کہ یہ ترکیب کارگر ہو سکتی ہے۔ پھر سب متفرق ہو گئے اور پیر باطل بھی اپنی راہ لگ گیا۔

الغرض یہ لوگ موسمِ بہار کا انتظار کرتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ زمانہ آ گیا جس میں گلزارِ یعقوبی میں خزاں کا دور دورہ ہونے والا تھا اور برادرانِ یوسف کے دل کا کنول کھلنے والا تھا۔ چنانچہ وہ سب اکٹھا ہو کر حضرت یوسفؑ سے تنہائی میں ملے اور اُن سے کہا کہ بھائی بہار کا زمانہ آ گیا ہے کسی دن چلو باغات و صحرا کی سیر کرو۔ حضرت یوسفؑ نے کہا مجھے تو کوئی عذر نہیں اگر والد اجازت دیں تو میں چلنے کو تیار ہوں۔

اِن لوگوں نے اِدھر حضرت سے گفتگو کی اور آپس میں فیصلہ کیا کہ کسی مناسب وقت والد کی خدمت میں عرضداشت پیش کر کے ان کو اپنے ہمراہ لے چلیں گے۔ اُدھر حضرت یعقوبؑ نے رات کو خواب میں دیکھا کہ میں ایک بلند پہاڑ پر بیٹھا ہوں اور یوسفؑ صحرا میں سیر کر رہے ہیں۔ اتنے میں چند بھیڑیئے نمودار ہوئے۔ اور انھوں نے یوسفؑ کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ یہ دیکھ کر جب میں یوسفؑ کو بچانے کے لئے پہاڑ سے اُترا تو دیکھا کہ زمین شگافتہ ہو گئی اور یوسفؑ اس میں گم ہو گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ خواب میں دس بھیڑیئے دیکھے تھے۔

حضرت یعقوبؑ اس خواب سے بے انتہا پریشان تھے اور غمگین و رنجیدہ تھے کہ اسی دوران میں برادرانِ یوسف حضرت یعقوبؑ کی خدمت میں آ حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم چاہتے ہیں کہ اس موسمِ بہار میں ایک دن بھیڑ چرانے جاتے وقت برادرم یوسفؑ کو بھی اپنے ہمراہ لے جائیں تاکہ ان کو خوب سیر کرائیں اور اچھی طرح ان کا دل بہلائیں، ہم علی الصباح جائیں گے اور ہر طرح ان کی خدمت و خاطر کریں گے، ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے دیں گے۔ یہ سُن کر حضرت یعقوبؑ جو برادرانِ یوسف سے ڈرے ہوئے تھے اور حالیہ خواب سے سخت متاثر تھے بولے کہ یہ کسی طرح ممکن نہیں کہ میں یوسفؑ کو تمہارے ساتھ جانے دوں، تم جانتے ہو کہ میں ان کی جدائی ایک لمحہ کے لئے برداشت نہیں کر سکتا۔

یہ سُن کر ان لوگوں نے شدید اصرار کیا اور حضرت یعقوبؑ کو بہر صورت اطمینان دلانے کی سعی کی مگر حضرت یعقوبؑ کسی طرح راضی نہ ہوئے ناگاہ بروایتے حضرت یوسفؑ حاضرِ خدمت ہو گئے اور کہنے لگے بابا جان اگر اجازت دے دیں تو کوئی حرج نہیں۔

حضرت یعقوبؑ چونکہ خواب میں بھیڑیوں کو دیکھ چکے تھے۔ لہٰذا کہنے لگے کہ میں کیسے اجازت دوں

اگر تم لوگ اتفاقاً غافل ہو گئے اور کوئی بھیڑیا میرے نورِ نظر کو لے بھاگا تو میں کیا کروں گا؟
برادرانِ یوسف نے کہا باباجان یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم دس فیلتن نوجوانوں کے ہوتے ہوئے بھیڑیا اس قسم کی گستاخی اور ناجائز حرکت کر سکے۔ الغرض جب ان لوگوں کا اصرار حد سے بڑھ گیا اور حضرت یعقوبؑ کو حضرت یوسفؑ کا منشا بھی معلوم ہو گیا تو بادلِ ناخواستہ حضرت یوسفؑ کو ہمراہ لے جانے کی اجازت دے دی۔

بھائیوں کے ہمراہ یوسفؑ کی روانگی اور حضرت یعقوبؑ کی بیقراری

یہ وقت جو اجازت ملنے کا تھا، شام کا تھا، برادرانِ یوسف اپنے والد سے اجازت پاکر نہایت مسرت کی حالت میں گھر پہنچے۔ ان کا عالم یہ تھا کہ خوشی کے مارے ساری رات اختر شماری کرتے رہے، یہاں تک کہ مؤذن نے حی علی الفلاح کی آواز دی، یہ لوگ خوشی سے تڑپ کر اپنے بستروں سے اٹھے اور ناشتہ پانی سے جلد جلد فراغت ہو کے سب کے سب حضرت یعقوبؑ کی خدمت میں پہنچے اور ان سے کہا کہ آپ نے جو کل وعدہ فرمایا تھا اس کے ایفا کا بندوبست کیجئے، یہ سننا تھا کہ حضرت یعقوبؑ نے چہرہ حضرت یوسفؑ پر ایک مایوسانہ نگاہ ڈالی اور بے ساختہ رونا شروع کر دیا۔ بیٹوں نے کہا آپ روتے کیوں ہیں، آپ گھبرائیں نہیں ہم یوسفؑ کی پوری پوری حفاظت کریں گے اور بہت جلد آپ کی خدمت میں واپس لاکر پہنچا دیں گے۔ الغرض حضرت یعقوبؑ بادلِ ناخواستہ اپنے مقام سے اٹھے یوسفؑ کو گلے لگایا ان کے چہرہ کو بوسہ دیا اور انھیں آراستہ کرنا شروع کر دیا۔ سفید صوف کا کرتا پہنایا حضرت اسحٰق کا عمامہ سر پر رکھا۔ حضرت شیثؑ کی ردا دوش پر ڈالی، حضرت آدمؑ کی نعلین زینتِ پا کی اور عصائے موسٰی ہاتھ میں دیا اور جملہ سامانِ سفر فراہم کر کے کہا بیٹا جاؤ، خدا حافظ!
برادرانِ یوسف حضرت یوسفؑ کو لے کر مکان سے برآمد ہوئے اور اس طرف کو چل پڑے جس طرف ان کے بھیڑ بکریوں کا گلہ رہا کرتا تھا۔ حضرت یعقوبؑ بھی "حدِ ترخص" تک پہنچانے کے لئے ہمراہ ہو گئے۔
ایک روایت میں ہے کہ جو "حدِ ترخص" تھی۔ اس جگہ ایک بہت پرانا درخت تھا، حضرت یعقوبؑ چلتے چلتے درخت کے نیچے ٹھہر گئے اور انھوں نے جھپٹ کر حضرت یوسفؑ کو سینے سے لگا لیا اور انتہائی بے قراری کی حالت میں چیخ مار کر رو دئے، پھر یہودا کی طرف متوجہ ہو کر بولے اے یہودا مجھے تجھ پر بڑا بھروسہ ہے۔ میں اپنے نورِ نظر، لختِ جگر کو تیرے سپرد کرتا ہوں اور امید قوی رکھتا ہوں کہ تو انھیں کوئی تکلیف نہ ہونے دے گا اور جلد سے جلد میرے پاس واپس لے آئے گا

پھر کمال بے قراری سے یوسفؑ کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا، بیٹا میں تجھے نہ بھولوں گا تو مجھے فراموش نہ کرنا اس کے بعد پھر بیقراری کے ساتھ یوسفؑ کو گلے لگایا اور بے پناہ گریہ کرتے ہوئے رخصت کردیا فاریابی کی نوادر القصص میں ہے کہ جونہی یوسفؑ اپنے بھائیوں کے ساتھ روانہ ہوکر چند قدم چلے حضرت یعقوبؑ زمین پر گر کر تڑپنے لگے اور سخت آہ وزاری کرنے لگے۔ ان لوگوں نے جب ان کی یہ حالت دیکھی تو وہ پلٹ آئے اور ان کے گرد حلقہ کرلیا۔ جب حضرت یعقوبؑ کو ذرا افاقہ ہوا تو انھوں نے یوسفؑ کو گلے لگاکر سخت فریاد کی۔ پھر جب یہ لوگ روانہ ہونے لگے تو حضرت یعقوبؑ نے آخری بار یوسفؑ کو گلے لگایا اور ان کے کندھے پر مُنہ رکھ کر اتنا روئے کہ پیرہنِ یوسفؑ تر ہوگیا۔

الغرض برادرانِ یوسف روانہ ہوگئے اور حضرت یعقوبؑ روتے پیٹتے واپس چلے آئے جب تک ان لوگوں کو یعقوبؑ کا سامنا رہا گلدستہ کی طرح یوسفؑ کو پیار کے ساتھ لئے جارہے تھے۔ لیکن جونہی ایک دوسرے کی نظر سے اوجھل ہوئے۔ برادرانِ یوسف نے بساطِ محبت کو تہ کر کے رکھ دیا اور یوسفؑ کی طرف دستِ ظلم دراز کرکے انھیں خون کے آنسو رُلا دیا، کوئی طمانچے مارتا تھا، کوئی گھونسے مارتا تھا، کوئی کان کھینچتا تھا، اسی عالم میں پیدل چلا رہے تھے، اور کہتے جاتے تھے اب بلاؤ چاند ستاروں کو تمھاری مدد کریں۔ خواب میں آسکتے ہیں اور مدد نہیں کرسکتے۔ اسی دوران میں پیاس کی شدت بڑھ گئی، پانی مانگا تو اس کے جواب میں طمانچہ ملا[1] اور وہ صراحی جو حضرت یعقوبؑ نے ساتھ کردی تھی ان کی نظروں کے سامنے توڑ دی گئی، آپ پر بھوک نے غلبہ کیا۔ کھانا مانگا سخت جواب ملا۔ جب آپ پیاس سے بے چین ہوگئے تو شمعون کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا بھائی آپ کو میرے والد نے ایک صراحی دی تھی جس میں دودھ تھا مجھے تھوڑا دے دیجئے۔ شمعون نے وہ صراحی زمین پر دے ماری۔ پھر آپ ردئیل کی طرف متوجہ ہوکر بولے، بھائی سخت پیاس ہے تھوڑا سا پانی دے دیجئے۔ اس نے بھی سخت ترین جواب دیا۔ اب حضرت

---

[1] طبری میں ہے کہ طمانچہ یہودا نے مارا تھا۔ لیکن میرے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ سارے واقعاتِ یوسفؑ میں صرف یہودا کا کردار سنبھلا ہوا ملتا ہے۔ اُس سے اِس کی توقع نہیں ہے اور شاید اسی کے کردار کی وجہ سے حضرتِ یوسفؑ نے برِ سرِ اقتدار آنے کے بعد اپنے عہدِ سلطنت میں اسی کو اپنا وزیر بنایا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ لاوی نے بھی مواسات کی تھی اور اس وقت جب کہ یوسفؑ نے بنیامین کو روک لیا تھا۔ اسی نے یہ کہہ کر ساتھ نہیں چھوڑا تھا اور خود بھی مصر میں رہ گیا تھا کہ "یہ میرے بھائی یوسفؑ کا سگا بھائی ہے۔ اسے باپ بہت چاہتے ہیں۔ اس وقت تک نہ جاؤں گا، جب تک یہ ہمارے ہمراہ نہ ہو، اسی لئے اس کی نسل میں نبوت قرار دی گئی ۱۲۔

یوسفؑ نے بھوک دپیاس سے بیتاب ہوکر رونا شروع کر دیا۔ اس پر ایک بھائی نے کہا کہ چُپ رہو ورنہ ابھی قتل کر دیں گے یہ سُنتا تھا کہ انھوں نے یہودا کی طرف رُخ کیا اور کہا اے بھائی مجھے میرے والد نے آپ کے سپُرد کیا تھا، خدارا ہماری طرف توجہ کیجئے۔ یہ سُن کر یہودا جو ان سب میں جری اور بہادر تھا کہنے لگا گھبراؤ نہیں جب تک زندہ ہوں تمھیں کوئی قتل نہیں کر سکتا۔

غرضیکہ یہ لوگ اس مقام پر پہنچے جو بروایت طبری اس جگہ سے دونی مسافت پر تھا جس مقام پر ان کے جانوروں کا گلہ رہا کرتا تھا، یہ وہ جگہ تھی جو بیت المقدس کی راہ میں پڑتی تھی اور اسی جگہ ایک اندھا کنواں تھا یعنی یوسفؑ کو اپنے گلہ گوسفندان سے ایک فرسخ دُور لے گئے۔ اور انھیں تھکا کر ہلکان کر دیا۔

روضۃ الصفا میں ہے کہ چلتے چلتے یہ لوگ ایک مقام پر ٹھہر گئے اور کہنے لگے کہ اب اپنے مقصد میں کسی صورت سے کامیابی حاصل کی جائے اور یوسفؑ کو قتل کرکے نفسِ امارہ کے سامنے سرخرو ہُوا جائے، یہودا نے لوگوں میں قتل یوسفؑ کا رجحان دیکھ کر کہا، سُنو میں قتل پر راضی نہیں ہوں۔ کیونکہ قتل بلا جرم و خطا، نہایت اہم گناہ ہے، میری رائے یہ ہے کہ انھیں قتل نہ کرو۔ بلکہ کسی اندھے کنوئیں میں ڈال دو۔ اس سے تمہارا مقصد حاصل ہو جائے گا۔ اب رہ گیا یہ کہ اس پر کیا گزرے گی، اس کی دو صُورت ہوگی یا یہ اسی کنوئیں میں ہلاک ہو جائے گا یا کوئی مسافر اسے پالے گا اور اپنے ہمراہ یہاں سے لے جائے گا، اور میں اپنی رائے پر پُوری شدّت اور سختی سے عمل چاہتا ہوں۔ اگر تم نے میری بات نہ مانی اور یوسفؑ کو قتل ہی کرنا چاہا تو میں ان کو باپ کے پاس واپس پہنچا دُوں گا۔ کیونکہ انھوں نے ان کو میرے ہی سپُرد کیا ہے، یہ سُن کر دیگر برادرانِ یوسف نے یہودا کی بات مان لی۔

حضرتِ یوسفؑ چاہِ کنعان میں

اب اس قطعی فیصلہ کے بعد کہ یوسفؑ کو کنوئیں میں ڈال دیا جائے۔ ایک نہایت خطرناک کنوئیں کی تلاش ضروری تھی۔ چنانچہ کنواں تلاش کیا جانے لگا۔ بالآخر بروایت روضۃ الصفا حدودِ کنعان میں تین فرسخ کے فاصلہ پر ایک اندھا کنواں مل گیا جو عہدِ سام بن نوحؑ کا کھدا ہوا تھا اور جس کا نام "بروایتے" "جنۃ الاخیار" تھا اور جس کی گہرائی بروایت اصح "ستر" گز تھی، اس کا مُنہ بہت چھوٹا تھا اور پانی شور تھا، اس میں بے شمار زہریلے جانور تھے۔

کنوئیں پر پہنچنے کے بعد حضرت یوسفؑ کی طرف پُوری دُشمنی کے ساتھ متوجہ ہُوئے اور انھیں پکڑکر ان کے کپڑے اُتارنے لگے۔ یوسفؑ اپنی بیچارگی پر فریاد کر رہے تھے، کبھی ایک بھائی کو پکارتے تھے کبھی دُوسرے بھائی سے کہتے تھے خدارا ہم پر رحم کرو، کبھی پدرِ بزرگوار کی محبت کا واسطہ دیتے تھے۔ کبھی اپنی کم سنی کا حوالہ دیتے تھے۔ مگر سہ

بگڑتی ہے جس وقت ظالم کی نیت
نہیں کام آتی دلیل اور حجت

وہ ہر طرح فریاد کرتے رہے مگر ظالموں نے ایک نہ سُنی۔ بالآخر اُن کے سارے کپڑے اُتار لئے، طبری میں ہے کہ پاجامہ بھی اُتار لیا۔ یُوسفؑ نے کہا خدارا مجھے برہنہ نہ کرو، جواب ملا آسمان ستاروں کو بُلاؤ، تمھاری تن پوشی کریں، ہم تو کسی حال میں تم کو اچھی حالت میں رہنے نہ دیں گے۔

غرضیکہ سارے کپڑے اُتار کر اُن کے ہاتھ پاؤں رسّی سے باندھے اور کنوئیں میں لٹکا دیا۔ حضرت یُوسفؑ روتے، پیٹتے، چیختے، چلاتے کنوئیں میں چلے جا رہے ہیں۔ جب کنوئیں کے اندر کی نصف مسافت طے ہوگئی تو ظالم بھائیوں نے رسّی کو کاٹ دیا۔ یُوسفؑ ادھر تہ چاہ کی طرف چلے۔ اُدھر فرمانِ خداوندی جبرئیل امین کو پہنچا۔ "ادرك عبدی" جبرئیل میرے بندے کی خبر لو، جبرئیل کنوئیں میں پہنچے اور یُوسفؑ کے سطح آب تک پہنچنے سے پہلے انھیں اپنے پَر پر روک لیا اور اس سفید پتھر پر انھیں بٹھا دیا جو وسطِ چاہ سے ابھرا تھا، حضرت یُوسفؑ کا پتھر پر قرار لینا تھا کہ زہریلے جانور اپنے بِلوں سے نکل آئے، لیکن وہ کچھ اذیّت نہ پہنچا سکے۔ کیونکہ جبرئیل امین وہاں موجود تھے اور انھوں نے ہدایت کر دی تھی کہ خبردار اس بندۂ برگزیدہ کی طرف کوئی رُخ نہ کرے۔

الغرض برادرانِ یُوسف نے اُنھیں کنوئیں میں ڈال کر اس کے مُنہ پر ایک نہایت گراں بار پتھر رکھ دیا اور سب کے سب اپنے مستقر پر چلے گئے۔

پھر حضرت جبرئیل نے لباسِ جنّت سے ان کی تن پوشی کی اور طعامِ جنّت سے سیر کیا اور یُوسفؑ سے کہا، اے بندۂ برگزیدہ، خدا نے فرمایا ہے کہ تم گھبراؤ نہیں، ہم تمھیں بہت جلد "از قعرِ چاہ بہ مسندِ جاہ میرسانم"، کنوئیں کی گہرائی سے نکال کر بادشاہت کی بلندی تک پہنچا دیں گے۔

حضرت جبرئیلؑ اپنے فرائض ادا کر کے چلے گئے، دن گزرا رات آئی، یُوسفؑ اسی پتھر پر بیٹھے ہوئے یادِ خدا کر رہے تھے کہ بروایتے ایک آواز چاہ سے آئی "یُوسف انت ام میت"۔ اے یُوسفؑ زندہ ہو یا مَر گئے، یُوسفؑ یہ آواز سُن کر چونک پڑے اور بولے، مجھے اس بیچارگی کی حالت میں کون پُوچھنے آیا ہے۔ جواب ملا میں ہوں تمھارا بھائی، یہودا، یُوسفؑ نے جواب دیا نہ زندوں میں ہوں نہ مُردوں میں۔ میری حالت میرے مالک کو معلوم ہے وہی میرا مالک ہے اور وہی میرا مددگار ہے۔ یہ سُن کر یہودا رو پڑا۔ اس کے رونے کی خبر دُوسرے بھائیوں کو ہوگئی، انھیں یہ شبہہ پیدا ہو گیا کہ کہیں یہودا، یُوسفؑ کی کوئی امداد نہ کر بیٹھے۔ فوراً سب کے سب سرِ چاہ گئے اور اس کی بندش دہن کو اور مضبوط و مستحکم کر دیا۔ طبری میں ہے کہ یہودا کھانا لے کر گیا تھا۔ النور المبین جزائری میں ہے کہ اس وقت ان کی عمر تیرہ سال کی تھی۔

برادرانِ یوسفؑ کی واپسی اور حضرتِ یعقوبؑ کی فریاد

پھر وہاں سے واپس آکر اپنے خیمے میں پہنچے اور ایک "بزغالہ" کو پکڑ کر ذبح کیا اور اس کے خون سے حضرت یوسفؑ کے پیراہن کو رنگ لیا اور چاہا کہ یہاں سے روانہ ہو کر حضرت یعقوبؑ کی خدمت میں جلد پہنچ جائیں۔ مگر ایک بھائی نے تاخیر سے روانگی کا مشورہ دیا اور کہا کہ جس وقت ہم عموماً سفر سے واپس جایا کرتے تھے۔ اس سے کچھ تاخیر کے بعد جانا چاہیئے۔ اس سے ہمارے "پلان" کو تقویت پہنچے گی اور ہمارے پروگرام کو کامیابی نصیب ہوگی۔ چنانچہ وہ لوگ وہیں ابتدائے شب کا انتظار کرنے لگے۔

حضرت یعقوبؑ کو علم تھا کہ برادرانِ یوسف جب بھی سفر میں جاتے تھے۔ دن ڈوبنے سے پہلے واپس آجایا کرتے تھے۔ آج جو تاخیر ہوئی اور وہ لوگ اپنے وقت سے نہ پہنچے تو حضرت یعقوبؑ میں اضطراب پیدا ہو گیا۔ اُنھوں نے اپنی کنیز "صعزا" کو آواز دی۔ اور اس سے کہا کہ میرا ہاتھ پکڑ کر اس درخت کے پاس تک لے چل جو بیرونِ شہر ہے اور جہاں تک میں اپنے نورِ نظر کو رخصت کرنے کے لئے گیا تھا تاکہ میں اندازہ لگاؤں کہ ان لوگوں کے اب تک نہ پہنچنے کی وجہ کیا ہے؟

صعزا کنیز، آپ کا ہاتھ پکڑے ہوئے روانہ ہوئی قطع مسافت کر کے منزل تک پہنچے، اس کے قریب ایک پہاڑی تھی۔ حضرت یعقوبؑ نے فرمایا کہ اسی پہاڑی پر مجھے لے چل تاکہ میں نظر دوڑاؤں اور معلوم کروں کہ یوسفؑ کتنی دیر میں پہنچ رہے ہیں یعنی دُور سے اُن کے آنے کو معلوم کر لوں۔

چنانچہ صعزا، ان کو پہاڑی پر لے گئی۔ وہاں پہنچ کر انھوں نے اِدھر اُدھر نظر دوڑائی لیکن کچھ نظر نہ آیا۔ کیونکہ تاریکی شب چھا چکی تھی، نظر سے مایوس ہو کر حضرت یعقوبؑ نے کنیز کو حکم دیا کہ وہ ان لوگوں کو پکارے تاکہ اگر وہ نزدیک آگئے ہوں تو ان کی آواز سے آمدِ یوسفؑ کے بارے میں دل کو تسلی ہو جائے، کنیز نے آواز دی "اے اولادِ یعقوب اینک والد بزرگوار در انتظار قدوم شما ایستادہ، بشتابید" اے فرزندانِ یعقوبؑ اگر تم نزدیک آگئے ہو تو سن لو کہ تمھارے والد تمھارے انتظار میں اس پہاڑی پر کھڑے ہیں تم جلد اس مقام پر پہنچو۔

کنیز کی آواز کا بلند ہونا تھا کہ برادرانِ یوسف جو اس پہاڑی کے دامن تک پہنچ چکے تھے۔ فریاد و فغاں کرنے لگے اور "وا یوسفاہ وا حبیباہ" کے نعرے لگانے لگے، حضرت یعقوبؑ نے کنیز سے پوچھا کہ یہ شور و غوغا کیا ہے۔ اس نے صورتِ حال بیان کر دی اور فریاد و فغاں کا مطلب واضح کر دیا۔ حضرت یعقوبؑ جب صورتِ حالات سے آگاہ ہوئے تو سخت متاذی ہوئے، ان کے

پیر لرزنے لگے اور وہ زمین پر گر پڑے۔ قوتِ برداشت جواب دے رہی تھی۔ ہوش و حواس خراب ہو گئے تھے۔ روایت عامہ کی بنا پر وہ بیہوش ہو گئے تھے اور ہوش و حواس کھو بیٹھے تھے۔

برادرانِ یوسف دوڑ کر اس پہاڑی پر پہنچے۔ باپ کی غیر حالت دیکھ کر آپس میں چپکے چپکے ایک دوسرے پر نفرین کرنے لگے۔ جو سب سے زیادہ متاثر ہوا وہ یہودا تھا۔ یہودا نے باپ کے سر کو اپنے زانو پر رکھا، رات اسی عالم میں گذری اور صبح ہوئی، حضرت یعقوبؑ نے فرمایا، بدبختو تم لوگوں نے کیا کیا اور کیا حادثہ گزرا، انھوں نے کہا بابا جان، آپ کو یقین آئے یا نہ آئے، لیکن صحیح بات یہ ہے کہ ہم بھیڑ بکریوں کے پیچھے دوڑ لگا رہے تھے اور یوسفؑ کو اپنے سامان واسباب کے پاس چھوڑ گئے تھے۔ ناگاہ ایک بھیڑیا آ گیا اور اس نے یوسفؑ کو پھاڑ کھایا، یہ کہا اور یوسفؑ کا خون آلود کرتا سامنے رکھ دیا۔ حضرت یعقوبؑ نے بروایت معالم التنزیل اسے اُٹھا کر دیکھا اور فرمایا کہ اس خون سے یوسفؑ کے خون کی بو نہیں آتی، اور میری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ بھیڑیا کیسا تھا کہ اس نے قمیص کو پھاڑا نہیں اسے صحیح و سالم اُتار کر میرے نورِ نظر کو کھا لیا، اے مکارو! مجھے کیونکر یقین آئے کہ تم سچ کہہ رہے ہو۔

حضرتِ یعقوبؑ کی خدمت میں بھیڑیئے کی پیشی

روضۃ الصفا میں ہے کہ حضرت یعقوبؑ نے لڑکوں کے بھیڑیئے کا بار بار حوالہ دینے پر حکم دیا کہ جاؤ اور بھیڑیئے کو پکڑ لاؤ تاکہ میں دیکھوں کہ آیا میرے نورِ نظر کے کھانے کی اس میں کوئی علامت ہے یا نہیں، وہ لوگ حکم پاتے ہی جنگل میں گئے اور ایک بھیڑیا پکڑ لائے اور اس کے مُنہ میں خون لگا کر حضرت یعقوبؑ کی خدمت میں پیش کر دیا۔

شاید وہ یہ سمجھتے رہے ہوں گے کہ بابا جان اسے ملاحظہ ہی فرمائیں گے اور انھیں اس کا خیال نہ رہا ہو گا کہ وہ بھیڑیئے سے سوالات بھی کر سکیں گے اور وہ جواب بھی دے گا۔

حضرت یعقوبؑ کے سامنے جب بھیڑیا آیا تو آپ نے اس کی طرف مخاطب ہو کر پُوچھا کہ کیا تو نے میرے لختِ جگر "یوسفؑ" کو کھایا ہے۔ اس نے کہا معاذ اللہ ایسا کیوں کر ہو سکتا ہے ہم پر انبیاء و اولیاء کا گوشت حرام ہے۔ تفسیر بحر المواج، میں ہے کہ اس نے یہ بھی کہا کہ حضور میں تو آپ کے گلۂ گوسفند کے قریب بھی نہیں جاتا۔ یعنی جب کہ میں آپ کے گوسفند کو نہیں کھا سکتا تو معاذ اللہ آپ کے بیٹے کو کس طرح کھا سکتا ہوں۔ پھر وہ متوجہ ہوا برادران یوسف کی طرف اور ان سے بزبان فصیح پُوچھا کہ تم نے مجھے کھاتے ہوئے دیکھا ہے۔ انھوں نے کہا کہ میں نے نہیں دیکھا، لیکن یہ تو معلوم ہے کہ ان کو بھیڑیئے نے کھایا ہے اور اس وقت جنگل میں تو پھر رہا تھا اسلئے مجھے یقین ہو گیا کہ تُو نے

ہی کھایا ہے۔

اس کے بعد بھیڑیئے نے کہا کہ میں مصر کا رہنے والا ہوں۔ صنعا جانے کے ارادے سے نکلا ہوں۔ حضور والا آپ کے لڑکے مجھے بلا وجہ پکڑ کر لے آئے ہیں اور مجھ پر اکل یوسفؑ کا بالکل غلط الزام لگا رہے ہیں۔ حضرت یعقوبؑ نے فرمایا میں سب جانتا ہوں تو بالکل بے خطا ہے۔ اس کے بعد بروایت روضۃ الصفا حضرت یعقوبؑ نے پوچھا کہ اتنے طویل سفر کے لئے تو کیوں روانہ ہوا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ حضور "ازبرائے زیارت برادریکہ در صنعا دارم" میں اپنے اس بھائی کی زیارت کے لئے نکلا ہوں جو صنعا میں رہتا ہے۔

یہ سن کر حضرت یعقوبؑ اپنے بیٹوں کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے کمبختو تم تو اس بھیڑیئے سے بھی بدتر ہو، یہ اپنے بھائی کی زیارت و ملاقات کے لئے طویل سفر اختیار کر کے جا رہا ہے اور تم اپنے بہترین بھائی کو گنوا کر آئے ہو۔

ایک روایت میں ہے کہ وہ بھیڑیا حضرت یعقوبؑ کے پاس سے رخصت ہو کر ایک پہاڑ پر گیا اور وہاں آواز دی اور اپنے ہمجنسوں سے کہا کہ تم پر اکل یوسفؑ کا الزام ہے تم جا کر حضرت یعقوبؑ کی خدمت میں صفائی پیش کرو، چنانچہ ہزاروں بھیڑیئے خانہ یعقوبؑ کے گرد جمع ہو گئے اور سب نے کہا کہ حضور ہم پر غلط الزام ہے ہم میں سے کسی نے یہ جرم عظیم نہیں کیا۔

اس کے بعد آپ نے برادرانِ یوسفؑ کی طرف متوجہ ہو کر نفرین کیا اور محو گریہ ہو گئے اور طویل مدت تک اس درجہ روئے کہ "وابیضت عیناہ من الحزن" ان کی آنکھیں صدمہ سے سفید ہو گئیں۔ (سورۂ یوسف رکوع ۱۰ آیت ۸۴) علامہ نعمت اللہ الجزائری بحوالہ امام جعفر صادقؑ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت یعقوبؑ میں ستر ثکلی (زن پسر مردہ) کا غم تھا اور وہ روتے روتے اندھے ہو گئے تھے۔ مدارک التنزیل میں ہے کہ حضرت یعقوبؑ کی آنکھیں چالیس سال آنسوؤں سے خشک نہیں ہوئیں اور ان کی کمر خمیدہ ہو گئی تھی۔

حضرت یوسفؑ کی کنوئیں سے برآمدگی

مورخین کا بیان ہے کہ برادرانِ یوسفؑ جب اپنے بے مثل و بے نظیر بھائی کو کنوئیں میں ڈال کر حضرت یعقوبؑ کو خبر غم سنانے کے لئے چلے گئے تو حضرت یوسفؑ سخت پریشان ہو گئے۔ اگرچہ ان کو قدرتی تسلی حاصل کرنے کا موقع ملتا رہا، لیکن پھر بھی تھے تو شدید ترین قید میں، تاریک کنواں اور اس کی پر ہیبت فضا اور اس پر زہریلے جانوروں کی للچائی نظروں کی فراوانی اپنے مصائب و آلام اور اس پر والدِ بزرگوار سے جدائی کا صدمہ یہ سب امور حضرت یوسفؑ کو سخت تکلیف دے رہے تھے۔ اسی دوران میں ایک دن جبرئیلؑ آئے اور کہنے لگے یوسفؑ کیا حال

ہے۔ کہا شکر خدا، سب ٹھیک ہے۔ کہا کیا خیال ہے کنوئیں سے نکلنا چاہتے ہو؟ کہا ذالک الی الہ ابراھیم واسحاق ویعقوب" یہ تو ابراہیمؑ واسحاق ویعقوبؑ کے خدا کی مرضی پر ہے جبرئیل نے کہا کہ اچھا پھر اس طرح دعا کیا کرو، اس تنگ ترین قید سے خلاصی ہو جائے گی۔

اللّٰھم انی اسئلک بان لک الحمد کلہ لا الہ الّا انت الحنان المنان بدیع السمٰوٰت والارض ذوالجلال والاکرام صل علیٰ محمد وآل محمد واجعل لی من امری فرجًا ومخرجًا وارزقنی من حیث لا احتسب"۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حضرت یوسفؑ کا بطریق مذکور دعا کرنا تھا کہ خداوندِ عالم نے قید تاریک سے رہائی دے دی اور آگے چل کر کید مراَت (مکر زلیخا) سے بچا دیا، اور مصر کی بادشاہت عطا فرما دی۔

طبری اور روضۃ الصفا میں ہے کہ حضرت یوسفؑ نے تین شبانہ روز کنوئیں میں گزارہ ہی تھا کہ قدرت نے رہائی کا بندوبست کر دیا، اور اس کی صورت یہ ہوئی کہ ایک قافلہ مدینہ سے مصر جانے کے لئے روانہ ہوا جس کا سردار مالک بن زعر خزاعی تھا، قافلہ چلتے چلتے بھٹک گیا اور اس طرح گم گشتہ راہ ہوا کہ صحیح راستے پر لگ ہی نہ سکا۔ بالآخر وہ اس مقام پر پہنچا جس جگہ حضرت یوسفؑ کنوئیں میں قید تھے۔

مالک بن زعر نے جونہی کنوآں دیکھا اپنے ساتھیوں سے کہا کہ بس یہیں ٹھہر جاؤ، کیونکہ اس مقام پر کنوآں ہے اور ہمیں پانی کی تکلیف نہ ہوگی چنانچہ قافلہ ٹھہر گیا۔ یہ تھکا ہوا قافلہ رات بھر اسی زمین پر قیام پذیر رہا۔ صبح ہوتے ہی سامان سفر باندھا اور روانگی کا ارادہ کیا۔ چلنے سے پہلے مالک بن زعر اپنے ایک غلام کو لے کر کنوئیں پر گیا تاکہ راستے کے لئے پانی ہمراہ لے لے۔

مالک نے جونہی پانی میں ڈول ڈالا، باشارہ جبرئیل حضرت یوسفؑ اس ڈول میں آ بیٹھے ڈول کا وزن جو بڑھا جبرئیل نے ہاتھ لگا دیا وہ اوپر آیا جب اس پر نگاہ پڑی لوگ چلا اٹھے۔ اور مارے خوشی کے پھولے نہ سمائے، کہنے لگے ہم کو بڑی نعمت مل گئی، خدا کا کتنا بڑا کرم ہے کہ اس نے ہمیں اتنا حسین بچہ دے دیا جس کی مثال کائنات عالم میں نہیں ہے پھر آپس میں فیصلہ کیا کہ اس بچے کو سامان میں چھپا دینا چاہیئے تاکہ کسی کو علم نہ ہو سکے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت یوسفؑ کو چھپا کر ہمراہ لے جانے کا پروگرام مرتب کر لیا اور اب انہیں سامان کی طرف لے کر روانہ ہوئے، اتنے میں دیکھا کہ کچھ جوان بھاگے چلے آ رہے ہیں۔ وہ تھے برادران یوسفؑ حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے ان کو کنوئیں میں ڈالنے کے بعد ایک شخص کو کنوئیں کے قریب متعین و مقرر کر دیا تھا کہ وہ اس مقام پر آنے جانے والوں سے مطلع کرے اور اس کنوئیں کے اردگرد جو بھی آئے

جائے اُس کی نقل وحرکت کی اطلاع دے، چنانچہ جب یہ قافلہ رات میں پہنچ کر صبح کو روانہ ہونے لگا اور اسے پانی کے ڈول میں حضرت یوسفؑ مل گئے تو اس نے فوراً جاکر برادران یوسفؑ کو بتایا کہ اس طرح قافلہ آیا تھا اور اس صورت سے یوسفؑ نکل آئے ہیں اور انھیں وہ ہمراہ لے کر جانے والے ہیں، یہ سنتے ہی برادرانِ یوسف دوڑے ہوئے موقع پر پہنچ گئے اور جاکر اُن سے کہا کہ اسے کہاں لئے جا رہے ہو یہ تو ہمارا غلام ہے اور ہم سے بھاگ کر روپوش ہونے کے بعد آج نظر آیا ہے۔ ہم اسے کسی صورت سے تمہارے ہمراہ نہیں جانے دیں گے۔

مالک بن زعر نے کہا کہ ہم تو یہ سمجھ نہیں سکتے کہ ایسا خوش منظر بچہ کسی کا غلام ہو لیکن تم کہتے ہو تو محض اس لئے کہ یہ بچہ تمہارے کہنے کی رد نہیں کرتا، مانے لیتے ہیں کہ یہ غلام ہے، اچھا بتاؤ اب اس کے بارے میں کیا خیال ہے۔ ان لوگوں نے کہا کہ چونکہ یہ بھاگ کر ہم سے چلا گیا تھا اس لئے ہم اس جرم کی وجہ سے اب اسے ہمراہ لے جانا نہیں چاہتے۔ اگر تم خریدتے ہو تو خرید لو ورنہ بدرجۂ مجبوری ہم اسے اپنے ہمراہ لے جائیں گے، مالک بن زعر نے کہا بتاؤ کیا دام لیتے ہو، برادرانِ یوسف نے کہا جو مناسب سمجھو دے دو۔ تم مسافر ہو ہم تم سے قیمت میں جھگڑا نہ کریں گے چنانچہ میری تحقیق کے مطابق بیس۲۰ درہم میں فیصلہ ہو گیا۔

برادرانِ یوسف نے حضرت یوسفؑ کا ہاتھ پکڑ کر مالک کے حوالہ کیا اور بیس۲۰ درہم لے کر آپس میں بانٹ لیے، اس کے بعد مالک نے کہا کہ اس کا بیع نامہ بھی لکھا جانا چاہیئے تاکہ کبھی کوئی جھگڑا نہ پیدا ہو اور ہم پر اغوا کا الزام نہ عائد ہو، ان لوگوں نے بیع نامہ لکھنے کو تسلیم کر لیا اور شمعون نے بیع نامہ لکھ دیا، جہاں اور باتیں تحریر کی تھیں۔ ایک بات یہ بھی لکھی کہ جب تک مصر نہ پہنچے یوسفؑ کو گرفتار رکھا جائے۔ یہ شرط شاید اس لئے لگائی ہو گی کہ کہیں یوسفؑ بھاگ کر باپ کے پاس نہ چلے جائیں۔

کاروانِ مالک کی روانگی

الغرض مالک نے حضرت یوسفؑ کو معاہدۂ بیع کے مطابق پابہ زنجیر کر دیا اور صدائے "الرحیل" بلند کی۔ روانگی سے چند لمحے قبل بروائتے حضرت یوسفؑ نے مالک سے کہا کہ مجھے اجازت دو کہ میں ان حضرات سے رخصت ہو لوں، مالک نے کہا کہ جب ان کو تم سے کوئی انس و محبت نہیں ہے تم کیوں اُن پر جان دیتے ہو، یوسفؑ نے کہا کہ ہر شخص اپنے ظرف کے مطابق کرتا ہے، مالک نے اجازت دی۔ زنجیر سنبھالے ہوئے۔ بھائیوں کے پاس گئے اور سب سے مل کر روئے اور واپس جاکر قافلہ میں شامل ہو گئے۔

کارواں روانہ ہوا اور تیزی سے سفر مصر طے کر رہا تھا کہ ناگاہ اُس کا گزر بروایت روضۃ الصفا و عجائب القصص، مقابر آل یعقوبؑ سے ہوا، حضرت یوسفؑ کی جو نہی نگاہ اپنی والدہ "راحیل" کی قبر

پر پڑی بے چین ہو گئے اور اپنے کو ناقے سے گرا کر قبر پر پہنچا دیا اور ماں کی قبر سے لپٹ کر رونا شروع کر دیا، یہ قبر سے لپٹے ہوئے رو ہی رہے تھے کہ وہ شخص آ گیا جو ان کا نگران مقرر کیا گیا تھا اور اس نے ایک طمانچہ حضرت یوسفؑ کے چہرہ مبارک پر لگا کر کہا تیرے بیچنے والے سچ کہتے تھے کہ تو غلام آبق ہے اور تجھ میں بھاگنے کی عادت ہے۔ حضرت یوسفؑ نے اس کے ظلم سے متاثر ہو کر بارگاہِ خداوندی میں عرض کی مالک تو ہی انصاف کر اور ابھی ان لوگوں کو اس ظلم کا مزہ چکھا دے۔

حضرت یوسفؑ کے نگران نے ان کو پکڑ کر کاروان میں لا شامل کیا۔ ادھر یوسفؑ کاروان میں پہنچے ادھر ملکۂ ابر پیدا ہوا، تیز ہوا چلنے لگی، بجلی کوندھنے لگی، بادل گرجنے لگے۔ غرضیکہ ایک طوفان برپا ہو گیا۔ مالک نے ان حالات کو دیکھا اور گھبرا کر کہا کہ کیا بات ہے کہ یہ کچھ صرف ہمارے سروں پر ہو رہا ہے۔ اور تمام اطراف زمین محفوظ ہیں، شاید ہم ہی میں سے کسی نے کوئی خطا کی ہے، یہ سُن کر نگران بولا، اور تو کوئی بات نہیں ہوئی صرف یہ ہوا ہے کہ یہ غلام ایک قبر سے لپٹا ہوا رو رہا تھا میں نے اُسے ایک طمانچہ مارا ہے۔ اس نے اس وقت آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر کچھ کہا ہے۔ اُسی وقت سے یہ حالت پیدا ہے۔ مالک سمجھ گیا کہ یہ حالات اسی وجہ سے پیدا ہیں۔ چنانچہ اُس نے حضرت یوسفؑ سے معذرت کی اور نگران سے معافی منگوائی اور دُعا کی خواہش کی۔ حضرت یوسفؑ نے دستِ دُعا بلند کیا اور طوفان فرو ہو گیا۔

کاروانِ مالک کی مصر میں رسیدگی

اس کے بعد قافلہ روانہ ہو گیا، چلتے چلتے نواحِ مصر میں پہنچا۔ مالک نے ایک چشمہ کے کنارے کاروان کو ٹھہرا کر کہا کہ تم لوگ گردِ سفر دُور کر لو اور مُنہ ہاتھ دھو کر داخلہ مصر کے لئے تیار ہو جاؤ۔

سب نے غسل وغیرہ سے فراغت کی اور کپڑے بدل لئے، حضرت یوسفؑ بھی غسل کیلئے بڑھے عین المعانی میں ہے کہ وہ جونہی چشمہ کی طرف روانہ ہوئے جبرئیل قبۂ آدمؑ لے کر آ موجود ہوئے جس میں آدمؑ غسل کیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت یوسفؑ نے اس میں جا کر غسل کیا اور لباس بدل کر کاروان میں آ گئے، قصص جوہری میں ہے کہ اس مچھلی نے پردہ کیا تھا غسل یوسف کے لئے جس نے یونسؑ کو چالیس دن اپنے شکم میں رکھا تھا۔

کاروان مالک شہر مصر میں داخل ہونے کے لئے روانہ ہو گیا۔ چلتے چلتے جب شہر میں پہنچا تو وہاں عجب ہنگامہ دیکھا اور عظیم چہل پہل مُلاحظہ کی۔

حضرت یوسفؑ جب غسل سے فراغت کے بعد لباس جنت سے آراستہ شامل کاروان ہونے آئے تھے، اس وقت جو موجود تھے۔ اُنھوں نے حُسن و جمال دیکھا تھا اور شہر مصر میں ان لوگوں سے پہلے پہنچ کر عام چرچا کر دیا تھا کہ ایک ایسا غلام بکنے کے لئے آ رہا ہے جس کی مثال بالائے ارض و

تحت سمائیں نہیں ہے وہ حسن و جمال میں بے مثل و بے نظیر ہے، اس کا عالم یہ ہے کہ جب ہنستا ہے تو نور سا طلوع ہوتا ہے۔ جب بولتا ہے تو نور کے بھوکے چھوٹتے ہیں۔ اس کے چہرے کی تابانی ایک منزل کو روشن کرتی ہے۔

اس شہرت کا نتیجہ یہ ہوا کہ مصر کی تمام آبادی سمٹ کر شہر میں آگئی۔ مرد زمینوں پر تھے عورتیں بالائے بام تھیں۔ اس اجتماع میں جس کی تعداد لاکھوں کے حساب میں تھی ہر طبقہ کے لوگ شامل تھے۔ رؤساء۔ امراء۔ غرباء، ارکین دولت غرضیکہ سب ہی لوگ حسن یوسفؑ کی تابانی دیکھنے کے لئے جمع تھے۔

زبدۃ التواریخ میں ہے کہ حضرت یوسفؑ کا نور حسن ایک دن کی راہ کو روشن کرتا تھا، وہ جس دن مصر میں داخل ہوئے اتفاقاً ابر محیط تھا، ان کے داخل ہوتے ہی ایسا معلوم ہوا کہ جیسے آفتاب طالع ہوگیا ہے۔

غرضیکہ کاروان مالک مصر میں داخل ہوگیا۔ لاکھوں کی تعداد میں جو جم غفیر تھا اس میں بادشاہ مصر ریان بن ولید اور عزیز مصر اوران لوگوں کا کنبہ بھی تھا۔ اس مجمع عام میں جو بھی تھا۔ وہ حسن یوسفؑ کا دیوانہ تھا، اور عزیز مصر کی بیوی زلیخا تو اس طرح فریفتہ ہوئی کہ تازندگی لٹو رہی اور اس نے وہ گل کھلائے جو داستان یوسفؑ کی جان بن گئے۔

روضۃ الصفاء میں ہے کہ لوگوں نے مالک سے خواہش کی کہ اس غلام عظیم کو فروخت کے لئے آج ہی بازار میں لے چلے، مالک نے کہا ہم تین روز تک اسے بازار میں نہ لائیں گے صعوبت سفر دور کرنے کے بعد اعلان عام کرادیں کہ ہم فلاں وقت اس غلام کو بازار میں لا رہے ہیں جس کو خریدنا ہو وہ زر و جواہر کی تھیلیاں لے کر آجائے۔

حضرت یوسفؑ بازار مصر میں

تین دن گزرنے کے بعد مالک نے اعلان کرا دیا کہ کل دسویں محرم کو یوم دوشنبہ ہم یوسفؑ کو فروخت کے لئے بازار میں لائیں گے جن لوگوں کو اس کے خریدنے کا شوق و خیال ہو، وہ بازار میں آجائیں اس آواز کا بلند ہونا تھا کہ لوگوں میں ہیجان عظیم پیدا ہوا، اور سارا مصر بازار مصر میں پہنچنے کی تیاری کرنے لگا جو خریدنے کے ارادے سے جانے والے تھے۔ ان کے علاوہ عوام نظارۂ یوسفؑ کے لئے بازار مصر میں پہنچنے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ اسی دوران میں عزیز مصر کی بیوی زلیخا نے اپنے شوہر سے کہا کہ جس صورت سے ہوسکے اس غلام کو تم خریدنا، عزیز مصر نے کہا کہ ریان بن ولید بادشاہ مصر، خود اس کو خریدنے کے خیال میں ہے۔ میں اس کی خواہش کے خلاف کیونکر اپنے کو پیش کردوں۔ زلیخا نے کہا اس کا انتظام اس طرح ہوسکتا ہے کہ تم بادشاہ سے کہو کہ وہ ہمیں اجازت

خریداری دے دے اور اس کو یہ بات سمجھاؤ کہ تمہیں خدا نے اولاد دی ہوئی ہے اور میرے کوئی بچہ نہیں ہے، یقیناً وہ مان جائے گا۔

چنانچہ عزیز مصر نے بادشاہ سے ذکر کیا اور اس نے مان لیا، پھر بادشاہ نے عزیز مصر سے کہا کہ اس غلام کی فروختگی کے لئے بازار باقاعدہ سجایا جائے۔

یہ سُن کر عزیز مصر نے انتظامات شروع کر دیئے، تمام بادشاہوں کو فوری پیغامات گئے کہ ہمارے پاس پہنچو۔ قصص جویری میں ہے کہ اس وقت فرعون مصر (بادشاہ ریان بن ولید) کے زیرِ نگیں ۳۶۰ بادشاہ تھے جن میں دمشق، بیت المقدس، حران اور فلسطین کے بادشاہوں کو نمایاں حیثیت حاصل تھی۔ عزیز مصر نے تمام بادشاہوں کو فرمانِ حاضری بھیج دیا اور سب بروقت حاضر ہو گئے۔

اب بازار سجایا جانے لگا اور ہر صورت سے اس کی تکمیل کی گئی۔ ۳۶۰ کرسیاں لگائی گئیں اور بادشاہ ریان بن ولید کے حکمِ خاص سے بارہ ہزار نوجوان لڑکیاں صف باندھ کر کھڑی ہوئیں اور مالک بن زعر کو فرمانِ شاہی پہنچا کہ اب یوسفؑ کو بازار میں لاؤ۔ یہ سُن کر مالک بن زعر، حضرت یوسفؑ کو بروایتے محل میں بٹھا کر اور بروایتے گھوڑے پر سوار کر کے بازار میں لایا، جونہی لوگوں کی نگاہیں پوری آراستگی کی حالت میں یوسفؑ پر پڑیں سارا مجمع بے خود ہو گیا، وہ بارہ ہزار لڑکیاں جو نابالغ تھیں آنِ واحد میں منزلِ بلوغ پر فائز ہو گئیں، مجمع کا یہ عالم تھا کہ بروایت قصص جویری چالیس ہزار "مرد و زن در زیر چہار پایاں ہلاک شدہ" مرد اور عورتیں سواری کے جانوروں کے پیروں سے کچل کر ہلاک ہو گئیں۔

حضرت یوسفؑ کی خریداری میں زلیخا کی دلچسپی

زلیخا نام ہے اس حسین ترین عورت کا جو مغرب کے عظیم بادشاہ طیموس یا عائیل کی لڑکی تھی جس کا اصل نام راعیل بنت عائیل تھا۔ عین المعانی میں ہے کہ لفظ زلیخا بضم زو فتح لام ہے۔ اس لڑکی نے ایک شب کو نادیدہ جوان (حضرت یوسفؑ) کو خواب میں دیکھا اور اسی وقت سے پریشان رہنے لگی، اور اس کی حالت کچھ ایسی ہو گئی کہ لوگوں نے قیاس آرائیاں شروع کر دیں، کسی نے کہا، یہ آسیب زدہ ہے، کسی نے کہا یہ نظر خوردہ ہے۔ کسی نے کہا اس کو کوئی بیماری ہے۔ غرضیکہ اسی قسم کی باتیں ہوتی رہیں۔ زلیخا نے اپنا خواب کسی سہیلی سے بیان کر دیا اور رفتہ رفتہ اس کا وقت آیا کہ اس خواب کی تعبیر بیان کی گئی اور کہا گیا کہ اس لڑکی کی شادی عزیز مصر کے ساتھ ہو گی۔ تھوڑے عرصہ کے بعد عائیل کے پاس عزیز مصر کا پیغام آ گیا۔ عائیل نے فوراً منظور کر لیا اور زلیخا بھی خوش

ہوگئی کیونکہ اس کی نگاہ میں وہی نقشہ آگیا جو اس نے خواب میں دیکھا تھا اور خیال کرنے لگی کہ میری شادی اسی جوان کے ساتھ ہوگی جس کو میں نے خواب میں دیکھا ہے۔ چنانچہ شادی کا بندوبست ہوگیا اور زلیخا اپنے ماں باپ کے گھر سے رخصت ہوکر عزیز مصر کے گھر پہنچی۔

عزیز مصر کا اصل نام بروایت ناسخ التواریخ فوطیفار[۱] اور بروایت طبری عمار یا اصفین بن جیب اور بروایت روضۃ الصفا قطفیر اور بروایت عجائب القصص قطفیر یا اظفیر تھا۔

یہ فرعون مصر ریان[۲] بن ولید بن آراسید بن مازان بن عجلاق ابن لاور دبن سائم بن نوحؑ کا خزانچی وزیر اعظم اور کمانڈر ان چیف تھا۔ اس کا لقب "عزیز مصر" تھا۔ یہ بروایت طبری عنین یعنی نامرد تھا

زلیخا جب عزیز مصر کے گھر پہنچی اور اس نے عزیز مصر کے ڈیل ڈول اور چہرے مہرے کو دیکھا تو سخت پریشان ہوئی اور اپنے دل میں کہنے لگی خدایا یہ تو وہ نہیں ہے جسے میں نے خواب میں دیکھا تھا اور جس کی تعبیر یہ دی گئی تھی کہ عزیز مصر سے شادی ہوگی مجھے تو اس میں اس جوان کی کوئی خوبی نظر نہیں آئی جو مجھے خواب میں دکھائی دیا تھا۔

زلیخا اسی الجھن اور پریشانی میں تھی کہ بروایتے اس سے غیبی طور پر کہا گیا کہ گھبراؤ نہیں، یہ عزیز مصر اس عزیز مصر تک پہنچنے کا زینہ ہوگا جسے تو چاہتی ہے۔

الغرض جب حضرت یوسفؑ کی فروختگی کا سوال پیدا ہوا، اور زلیخا نے اسے محل سے دیکھا تو پہچان لیا اور دل وجان سے قربان ہوگئی۔ اس نے عزیز مصر سے کہا کہ اس غلام کو خریدنے میں کوتاہی نہ کرنا اور جس صورت سے ہو سکے اسے خریدو اس کے لئے اگر خزانہ ناکافی ہو تو میرے سارے زیورات بھی لے جانا بہر طور اسے خریدنا ہے۔

حضرت یوسفؑ کی بولی لگنے لگی

مختصر یہ کہ مالک نے حضرت یوسفؑ کو ایک زرنگار کرسی پر بٹھا کر آواز لگانا شروع کیا۔

"من یشتری ھذا الغلام الحبیب، من یشتری ھذا الغلام اللبیب" اس نہایت محبوب و دلدار اور نہایت عاقل وزیرک غلام کو کون خریدتا ہے؟ حضرت یوسفؑ نے کہا یہ نہ کہو بلکہ یوں بولی لگاؤ، من

---

[۱] یہی توریت میں بھی ہے۔ (کتاب پیدائش ۳۶/۳۷) ۱۲

[۲] یہ حکمران خاندان عمالقہ میں سے تھا۔ یہ عمالقہ وہی ہیں جسے مصر کی تاریخ میں "ہیکوس" کے نام سے یاد کیا گیا ہے اور جن کی اصلیت یہ بتائی گئی ہے کہ چرواہوں کی ایک قوم تھی۔ چرواہوں کی قوم مصر میں کہاں سے آئی تھی؟ جدید تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب سے آئی تھی اور دراصل یہ عربی قبائل۔ عاربہ کی ایک شاخ تھی۔ قدیم قبطی اور عربی زبان کی مشابہت ان کے عرب ہونے کی ایک مزید دلیل ہے۔

یشتری ھذا الغلام الکیٔب من یشتری ھذا الغلام الغریب" اس غمگین اور غریب غلام کو کون خریدتا ہے؟ یہ سن کر بروایت روضۃ الصفا وہ بھی رونے لگے اور لوگ بھی رو پڑے۔

الغرض بولی لگنے لگی، ایک شخص نے ایک ہزار دینار کہا۔ دوسرے نے ایک لاکھ دینار کہا۔ تیسرے نے ایک لاکھ دینار اور یوسفؑ کے ہم وزن مشک کہا، چوتھے نے اس پر ہم وزن یوسف لعل کا اضافہ کیا۔ پانچویں نے دس لاکھ دینار اور چالیس ہزار درہم اور ایک سو مروارید کے ہار کہا، اسکے بعد شداد بن عاد کے خاندان کی عورت نے کہا کہ میں اسے اس کے وزن کے برابر سونا، عنبر، چاندی کافور اور حقہ، مروارید میں خریدوں گی جس کی قیمت خراج مصر ہے"۔ مالک گفت نہ فروشم، ہمہ بادشاہان از قیمت آں عاجز شدند" مالک نے کہا کہ میں نہیں بیچتا، عزیز مصر نے جب بازار کا یہ حال دیکھا تو اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ اسے میں خریدوں گا اور اس کی قیمت میں اس کے وزن کے برابر سونا، سیم، چاندی۔ مشک۔ عنبر۔ کافور دوں گا۔ نیز ایک ہزار جامہ اطلس ایک ہزار اسپ تازی۔ ایک ہزار کنیز رومی۔ ایک ہزار غلام۔ ایک ہزار سلاح جنگ، پانچ سو خروار خرمہ دوں گا۔ مالک نے یہ سن کر رضامندی ظاہر کر دی۔ اس کی رضامندی کے بعد ترازو نصب کیا گیا اور اس کے ایک پلے میں حضرت یوسفؑ کو بٹھا دیا گیا اور دوسرے پلے میں عزیز مصر کا نہ صرف اتنا خزانہ جو کہ ہم وزن سمجھا جا رہا تھا، بلکہ سارا کا سارا خزانہ رکھ دیا گیا۔ مگر یوسفؑ کے پلے نے جنبش نہ کی، یوسف نے پوچھا کیا کر رہے ہو، کہا تمہیں تول رہے ہیں، پوچھا کس چیز میں کہا جواہرات اور سیم و زر میں فرمایا" دین کو دنیا کے ہم وزن کرتے ہو" یہ کیسے ہو سکتا ہے، اس کے بعد حضرت یوسفؑ نے عزیز مصر کے چہرے پر مایوسی کے آثار دیکھ کر کہا گھبراؤ نہیں، قلم دوات لے آؤ، آپ نے ایک پرچے پر بروایتے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور بروایتے لا الہ الا اللہ لکھ کر رکھ دیا۔ یوسفؑ کا پلہ بلند ہو گیا، عزیز مصر کا چہرہ کھل گیا، زلیخا خوش ہو گئی، لوگ مبارکباد دینے لگے۔

مالک بن زعر نے سب کچھ سمیٹ لیا اور وہ بیع نامہ جو برادران یوسف سے لایا تھا عزیز مصر یا یوسفؑ کے حوالہ کر کے مصر سے بانیل مرام واپس چلا گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ چلتے وقت اس نے اولاد کے لئے حضرت یوسفؑ سے دعا کی خواہش کی کیونکہ وہ لاولد تھا، حضرت یوسفؑ نے دعا دی اور خداوند عالم نے اسے دولت اولاد سے مالا مال کر دیا۔ اس کے یہاں بارہ اور بروایتے ۲۴۔ اولاد پیدا ہوئی۔

حضرت یوسفؑ خانہ عزیز مصر میں

خرید و فروخت کے معاملہ کے ختم ہونے کے بعد عزیز مصر حضرت یوسفؑ کو اپنے گھر لا کر اپنی بیوی زلیخا سے کہنے لگا کہ تیرے کہنے کے مطابق میں نے اسے خرید لیا ہے۔ اب ضرورت ہے اس امر کی کہ اس کی پوری خاطر داری کر، کیونکہ یہ نہایت پیارا بچہ ہے اور اپنا مثل و نظیر نہیں رکھتا

زلیخا جو پہلے ہی سے ان پر بصد دل وجان قربان تھی اور ان پر اندھا دُھند مر مٹنے کو تیار تھی "اندھے کو کیا چاہیئے دو آنکھیں" ایسے بہانہ مل گیا اور اس نے حضرت یوسفؑ کی بے تابانہ خدمت شروع کر دی ان کے لئے مختلف قسم کے بے شمار کپڑے تیار کرائے اور ان کے رہنے کے لئے ایک کمرے کو شاہانہ انداز میں سجایا اور بروایتے ایک عمدہ قسم کا محل تیار کرا دیا۔

بہرحال حضرت یوسفؑ عزیز مصر کی بیوی زلیخا کے زیر اہتمام زندگی کے ایام گزار رہے تھے کہ جوانی اُبھر آئی اور عشق زلیخا درجۂ کمال کو پہنچ گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ بڑھتے ہوئے عشق کے تقاضے سے زلیخا نے یوسفؑ کے کمرے میں مختلف انداز میں باہمی تصویریں نصب کرادیں۔ حضرت یوسفؑ جو زلیخا کو چشم عصمت سے دیکھ رہے، کوشش کرتے رہے کہ زلیخا سے نظر چار نہ ہونے پائے۔ یہاں تک سات سال گزر گئے۔

بروایت روضۃ الصفا، زلیخا جس کے دل کی گہرائی میں یوسفؑ فروکش تھے اور وہ اپنے حصول مقصد کے لئے بے چین تھی، ایک ایسا شاندار قصر تعمیر کرایا جس کی مثال اس وقت نہ تھی۔ اس قصر کو زر و جواہر سے مرصع کیا تھا اور اس میں اپنی اور یوسفؑ کی ایسی تصویریں بنوائی تھیں جو نہایت مؤثر اور سخت ہیجان پیدا کر دینے والی تھیں۔

بالآخر ایک دن زلیخا نے مناسب وقت میں یوسفؑ کو اپنے پاس بُلوایا اور قصر کے اس کمرے میں لے گئی جو سات کمروں کے بعد تھا اور سب میں تالے لگا دیئے، پھر وہاں پہنچ کر حصول مقصد کی طرف متوجہ ہوئی، اسی دوران میں اُس کی نگاہ اس بُت پر پڑی جو دیوار میں نصب تھا اور اس کی بڑی بڑی ہیرے کی آنکھیں چمک رہی تھیں، وہ اپنے بستر سے اُٹھی اور اپنے پتھر کے خدا کی نابینا آنکھ پر پردہ کھینچ کر پٹی باندھ دی، یوسفؑ نے پُوچھا تم نے یہ کیا کیا۔ اس نے جواب دیا کہ میں عازم گناہ ہوں مجھے شرم آتی ہے کہ میں محو گناہ ہوں اور میرا خدا مجھے دیکھ رہا ہے۔ حضرت یوسفؑ نے فرمایا کہ تمہارا خدا تو ایسا ہے جس کی آنکھ پر تم نے عزم معصیت کے پیش نظر پٹی باندھ دی میں اپنے خدا کی نظروں سے اپنے کو کس طرح بچاؤں جو کہ "اقرب من حبل الورید" رگِ جاں سے بھی زیادہ قریب، ہر وقت حاضر و ناظر ہے۔ خدارا مجھے دعوتِ گناہ نہ دو، مگر زلیخا نے ایک نہ سُنی اور اس وقت کے لازمی مقدمات سے فراغت کے بعد بستر پر لیٹ کر بولی ھیت لک" لو آؤ"، یوسفؑ نے کہا معاذ اللہ وہ تمہارے میاں میرے مالک ہیں انہوں نے مجھے اچھی طرح رکھا ہے۔ میں ایسا ظلم کیونکر کرسکتا ہوں۔ خدارا مجھے معاف کرو، مگر زلیخا جو جذبات و خواہشات و شہوات میں ڈوب چکی تھی، ایک بات بھی سننے پر آمادہ نہ ہوئی۔

بالآخر حضرت یوسفؑ نے کمالِ جرأت، زورِ نبوت اور طاقت عصمت سے کام لیکر زلیخا کے

بُت مقصد کو پارہ پارہ کردیا اور برہان رب کی روشنی میں تاریکی گناہ سے جان بچا کر نکل بھاگے حضرت یوسفؑ جس جگہ سے بھاگے تھے وہاں سے باہر تک میں سات دروازے تھے اور سب مقفل تھے'' قدرت خدا'' یوسفؑ جس دروازے کے قریب پہنچتے تھے قفل خود بخود کُھل جاتا تھا اور دروازہ وا ہو جاتا تھا۔ زلیخا جو ان کے پیچھے دوڑ رہی تھی، ساتویں دروازے پر انھیں پکڑنے میں کامیاب ہوگئی۔ اس نے ان کا دامن پکڑا۔ دامن پھٹا، دروازہ کھلا تو عزیز مصر کو موجود پایا جو بر دایتے اسی ٹوہ میں آیا ہوا تھا کہ یہ لوگ کیا کر رہے ہیں۔

حضرت یوسفؑ کی بیگناہی پر دُودھ پیتے بچّے کی گواہی

زلیخا نے جونہی عزیز مصر کو دیکھا، مکمل مجرم ہونے کے باوجود کمال جرأت و بیباکی کے ساتھ کہا کہ اے میرے ولی نعمت ایسے شخص کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیئے جو تمہارے ناموس کے بارے میں بدنیت ہو، میں تو یہ سمجھتی ہوں یا قید کرنا چاہیئے یا سخت عذاب میں مبتلا کرنا چاہیئے۔

یہ سُن کر حضرت یوسف بولے، میرے مالک میں آپ کا خریدا ہوا غلام ہوں، میری یہ جرأت نہیں ہوسکتی کہ میں آپ کے ساتھ خیانت کروں۔ میری اس مالکہ نے خود مجھے دعوت گناہ دے کر مجھے معصیت کے جال میں پھنسانے کی سعئ بلیغ کی تھی اور میں اپنے کو بچانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اور اسی وجہ سے بھاگ کر یہاں تک آیا ہوں، یہ میرا پیچھا کر رہی تھیں اور مجھے پکڑنے کیلئے میرے پیچھے دوڑ رہی تھیں بالآخر انہوں نے میرا دامن پکڑ لیا اور وہ پھٹ گیا۔ جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں۔

یہ سُن کر زلیخا نے ایک روایت کی بناء پر کہا کہ'' دامن پھٹنے کا واقعہ یہ ہے کہ میں سو رہی تھی اور یہ غلام بدنیتی کے ساتھ میرے سرہانے کھڑا تھا، پھر اس نے آہستہ سے میرے جسم کو ہاتھ لگایا میں جاگ اٹھی اور میں نے چاہا کہ اس کی سرزنش کردوں، یہ بھاگ نکلا میں اسے پکڑنے کے لئے اس کے پیچھے دوڑی تو اس کا دامن میرے ہاتھ میں آگیا اور پھٹ گیا۔

دونوں کا بیان سُن کر عزیز مصر سخت متحیّر ہوا، اور یوسفؑ سے کہنے لگا کہ تم اپنی پاک دامانی پر کوئی صفائی کا گواہ پیش کرسکتے ہو۔

حضرت یوسفؑ نے فرمایا کہ میرے پاس تو کوئی گواہ نہیں ہے، میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں بالکل سچ ہے۔ اگر آپ میری صداقت پر گواہی لینا چاہیں تو اس بچّہ سے لے لیں جو گہوارے میں پڑا ہوا ہے۔ عزیز مصر نے کہا کہ یہ تو دُودھ پیتا بچّہ ہے۔ یہ کیسے بول سکتا ہے حضرت یوسفؑ نے فرمایا کہ جس نے مجھے اس وقت گناہ سے بچایا ہے، وہ اس بچے کو گویائی بھی دے سکتا ہے۔ اس گفتگو کا تمام ہونا تھا کہ گہوارہ میں پڑا ہوا دُودھ پیتا بچّہ جس کی عمر ۴ یا ۵ ماہ کی تھی اور

جس کا نام خلیخا تھا جو زلیخا کا ماموں زاد یا خالہ زاد بھائی تھا، بلند آواز سے بولا "ان کان قمیصہ قد من قبل فصدقت وھو من الکاذبین وان کان قمیصہ قد من دبر فکذبت وھو من الصادقین کہ اگر ان کا کُرتا آگے سے پھٹا ہوا ہو تو یہ سچی اور وہ جھُوٹے اور اگر ان کا کرتا پیچھے سے پھٹا ہوا ہو تو یہ جھُوٹی اور وہ سچے [1]

یہ سُن کر نہ صرف عزیزِ مصر حیران ہُوا بلکہ سارا گھرانہ متحیّر ہو گیا کیونکہ اتنے چھوٹے بچّے کا بولنا عادتِ بشری کے خلاف ہے اور پھر اس پر گواہ کی حیثیت سے بیان دینا تو یقیناً حیران کُن ہے۔

الغرض بچّے کا بیان سُن کر عزیزِ مصر نے حضرت یوسفؑ کے کُرتے پر نگاہ کی دیکھا کہ وہ پیچھے سے پھٹا ہے، بڑے غصّے میں زلیخا سے بولا کہ سب تمہاری حرکت ہے یہ غریب بے خطا ہے۔ پھر یُوسفؑ کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔ یوسفؑ اب اس بات کو جانے ہی دو، اور کسی پر ظاہر نہ کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ افسانہ بن جائے اور ذلّت و رسوائی ہو۔ پھر زلیخا کی طرف متوجہ ہو کر بولا کہ اپنے گناہ کی معافی مانگو اور توبہ کرو، یہ جو کچھ تم نے کیا، اچھا نہیں کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ عزیزِ مصر خلیخا کا بیان سُن کر سخت غیظ میں آ گیا اور اس نے ارادہ کیا کہ زلیخا کو قتل کر دے اور یُوسفؑ کو جیل بھیج دے۔ یہ حال دیکھ کر اسی بچّے نے گھوارے سے آواز دی کہ اے عزیز اگر تو نے ایسا کیا تو گنہگار بھی ہوگا اور تیرا یہ عمل رُسوا کن بھی ہوگا۔ لہٰذا وہ باز رہا۔

طبری میں ہے کہ اس واقعہ سے زلیخا کا جذبۂ عشق کم نہ ہُوا اور وہ برابر تنہائی میں اپنا مقصد حاصل کرنے کی سعی کرتی رہی۔ لیکن جب کسی طرح کامیاب نہ ہوئی تو اس امر کی سعی کرنے لگی کہ یوسفؑ قید کر دیئے جائیں۔ عزیزِ مصر نے اس کے اصرار پر کہا کہ جب کہ اس کا جرم ثابت نہیں ہوا میں کس طرح

حضرت علی اصغرؑ اور اطفالِ مصر

علاّمہ الحاج ابوالقاسم الموسوی الخوئی تحریر فرماتے ہیں کہ خلیخا کے الہام و کرامت نے اطفالِ مصر کے لئے کرامت و شرافت کا ایک ایسا دروازہ کھول دیا جو رہتی دُنیا تک وہاں کے تمام بچّوں کو مشرف کرتا رہے گا اور وہ یہ ہے کہ جب بھی دُنیا میں بچّوں سے متعلق کوئی معاملہ ہوگا تو مصر کے بچّے بذریعہ الہام اس سے متاثر ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ جب ۶۱ھ میں یومِ عاشورہ فرزندِ رسول الثقلین حضرت امام حسینؑ کا ششماہا بچہ بمقام کربلا تین دن کا بھُوکا پیاسا شہید ہُوا تو اس کی اطلاع ان اطفالِ مصر کو ہو گئی جو اس وقت موجود تھے اور وہ سب کے سب متاثر ہوئے۔ "روی عن الشیخ الطریحی ان فی اللیلۃ التی مات علی الاصغر فی الطف ما نام طفل من اطفال المصر وما سکت وما شرب اللبن الی الصباح وکانت الامھات تبکین بضجیج الاطفال وبکائھم واضطرابھم"۔ علاّمہ شیخ طریحی سے مروی ہے کہ جس روز جناب علی اصغر کربلا میں شہید ہوئے ہیں۔ اس کی رات کو مصر میں کوئی بچّہ نہیں سویا۔ اور صبح تک کسی نے دُودھ نہیں پیا اور سب کے سب ساری رات مضطرب رہے اور ان کے اضطراب و بے چینی اور ان کی گریہ و زاری سے ان کی مائیں ساری رات روتی رہیں، حالانکہ "از مصر تا زمینِ کربلا ہفتاد و دو منزل بود" مصر اور کربلا میں ۷۲ منزلوں کا فاصلہ ہے۔ (احسن القصص ص ۱۰۶)

اسے قید کر دوں۔ یہ سُن کر زلیخا کا ایک چچازاد بھائی کہنے لگا کہ مناسب یہی ہے کہ بدنامی کو کم کرنے اور زلیخا کو رُسوائی سے بچانے کے لئے دو ایک ماہ قید کر دیا جائے۔ عزیزِ مصر نے اس کی بات بادلِ نخواستہ مان کر انھیں قید خانہ بھیج دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ زلیخا نے قید میں بھیجنے سے پہلے عزیزِ مصر کو اس بات پر راضی کر لیا تھا کہ یوسفؑ کی پُشت پر کوڑے لگائے جائیں۔ چنانچہ جلاد بُلایا گیا اور حکم کوڑے کا دیا گیا جلاد نے زمین پر کوڑے مارے۔ زلیخا نے پُشتِ یوسفؑ پر کوڑے لگانے کی ہدایت کی۔ اس نے ایک تازیانہ پُشتِ یوسفؑ پر لگا دیا، زلیخا تڑپ کر پردہ سے باہر آگئی، جتنا بڑا نشان پشتِ یُوسفؑ پر تھا اتنا ہی بڑا نشان پُشتِ زلیخا پر نمایاں تھا۔

زلیخا کی طرف سے بدنامی کا ردِّعمل

حضرت یوسُفؑ قید خانے بھیج دیئے گئے اور زلیخا بھی ندامت کے ساتھ خاموش ہو کر بیٹھ گئی اور عزیزِ مصر بھی اُسے پی گیا تاکہ واقعہ کو شہرت نہ ہو، لیکن اس قسم کے واقعات کہاں چھُپتے ہیں۔ آخر کار بات پھُوٹ نکلی اور داستان بن کر زبانوں پر چڑھ گئی، اور اس درجہ شہرت ہوئی کہ ہر کہ دمہ اس کا تذکرہ کرنے لگا۔ زلیخا جو اپنے کیئے پر نہیں بلکہ اپنی ناکامی پر پچھتا رہی تھی۔ دِل میں سوچنے لگی کہ اس کا ردِّعمل کیا ہونا چاہیئے، آخر اس کی سمجھ میں یہ آیا کہ ارکانِ دولت کی ان عورتوں کو جو اس میں زیادہ دلچسپی لے رہی ہیں دعوت پر بُلایا جائے اور یُوسفؑ کو ان کے سامنے سے گزارا جائے تو انہیں معلوم ہو کہ دل پر کس طرح چھُری چلتی ہے اور دماغ کیونکر بے قابو ہوتا ہے۔

چُنانچہ اُس نے چالیس عورتوں کو دعوت میں بُلایا اور ان کے لئے نہایت عمدہ قسم کے انتظامات کئے۔ رقص و سرود کا بھی بند و بست کیا، جب محفلِ دعوت آراستہ ہو چکی تو زلیخا نے ان عورتوں سے پُوچھا کہ اگر تم کہو تو میں یوسُفؑ کو تمہارے سامنے سے گزارنے کے لئے طلب کر لوں۔ اُن عورتوں نے بصد شوق اجازت دی، زلیخا نے ایک ایک تیز چھُری اور ایک ایک ترنج دے کر ان عورتوں سے درخواست کی کہ جس وقت میں کہوں تم ان ترنجوں کو کاٹ دینا، ان عورتوں نے اسے منظور کر لیا۔

جب محفلِ شوق مُرتّب ہو چکی تو زلیخا نے حُکم دیا کہ یوسُفؑ کو قید خانے سے لایا جائے اور اس کے چہرے پر نقاب ڈال دی جائے۔ چنانچہ حضرت یوسُفؑ قید خانے سے نقاب پوش لائے گئے۔ جب محفلِ دعوت کے قریب پہنچے تو نقاب اُٹھا دی گئی اور کہا گیا کہ اس طرف سے گزر جاؤ۔

حضرت یوسفؑ خراماں خراماں روانہ ہوئے۔ جب ان عورتوں کے قریب پہنچے جو دعوت میں آئی ہوئی تھیں تو زلیخا نے انھیں دعوتِ نظارہ دے کر کہا کہ اے میری بہنوں چھریوں سے ترنجوں کو کاٹ ڈالو۔

چنانچہ ان تمام عورتوں نے جن کے دلوں پر حسنِ یوسفؑ کی چھریاں چل رہی تھیں بخیال خود ترنجوں کو کاٹ ڈالا، جب یوسفؑ گزر گئے تو ان بے خود عورتوں نے اپنے حالات کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ ایک بھی ترنج نہیں کٹا، سب ہاتھ کٹے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ چالیس میں سے ۹ عورتیں اسی وقت جاں بحق تسلیم ہوگئیں۔

یہ دیکھ کر زلیخا کو موقع مل گیا وہ بولی، میری بہنوں تم تو میری مذمت کرتی تھیں اور کہا کرتی تھیں کہ عزیزِ مصر کی بیوی ایک غلام کنعانی پر فریفتہ ہوگئی ہے، کہو اب کیا کہتی ہو؟

یہ سن کر عورتوں نے معذرت کی اور زلیخا سے کہا بے شک تم جذبۂ عشق میں بے خطا ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ واقعہ دعوت، واقعۂ زلیخا کے سات ماہ بعد ہوا ہے۔

حضرتِ یوسفؑ دوبارہ قید خانے میں

اس واقعہ کے بعد زلیخا نے اُن عورتوں سے بروایت روضۃ الصفا، کہا کہ اگر تم سے ہو سکے تو اس معاملہ میں میری مدد کرو اور اس غلام کنعانی کو راضی کر کے مجھے شکریہ کا موقع دو۔ یہ بات سن کر ان میں سے دو عورتوں نے امداد کا وعدہ کیا اور اپنی چرب زبانی کے حوالہ سے کہا کہ تم یقین رکھو میں ضرور اس سعی میں کامیاب ہو جاؤں گی۔ سب عورتیں اپنے اپنے گھروں کو چلی گئیں، لیکن یہ دو عورتیں مقیم رہیں۔ ان میں سے ایک عورت کسی مناسب وقت میں یوسفؑ کے پاس آئی جو ابِ قید خانے سے باہر گھر میں مقیم تھے، اور کہنے لگی اے حسن و جمال کے آفتاب میں تمہارے پاس اسلئے آئی ہوں کہ تم پر یہ واضح کروں کہ زلیخا بھی جمالِ ماہتابی سے مشرف ہے۔ تمہیں اسکے مقاصد پر نگاہ رکھنی چاہیئے۔ حضرت یوسفؑ نے اس عورت کو جو خود اپنے دل میں ضمناً شوقِ وصال رکھتی تھی۔ جواب دیا کہ تجھے معلوم ہونا چاہیئے کہ اجتماعِ نیرین موجبِ محاق ہے اور اتفاقِ دوستاں مقتضیٔ فراق ہے، بہتر ہے کہ شمس و قمر کو علیحدہ ہی رکھا جائے۔ اس عورت کے مایوس ہونے کے بعد دوسری عورت چند دنوں کے بعد سامنے آئی اور اس نے بھی آپ کو راضی کرنے کی سعی کی، مگر مایوسی ہاتھ آئی بالآخر زلیخا سے کہا کہ یہ غلام کنعانی کسی صورت سے راضی نہیں ہوتا، اب اس کی ایک ہی شکل ہے اور وہ یہ کہ اسے قیدِ سخت میں رکھا جائے۔ شاید یہ قید سے گھبرا کر رضامندی ظاہر کر دے۔

یہ سن کر زلیخا نے عزیزِ مصر سے کہا کہ میں اس غلام کی وجہ سے بہت بدنام ہوگئی ہوں۔ اب میں اسے باہر نہیں دیکھنا چاہتی۔ اگر تم میری کچھ بھی محبت رکھتے ہو تو میری یہ بات مان لو کہ اسے

جلد سے جلد قید خانے میں بھجوا دو۔

اِدھر زلیخا اپنے حصولِ مقصد کے لئے بخیال خام قید میں بھیجنا چاہتی تھی۔ اُدھر حضرت یوسفؑ علیہ السّلام بارگاہِ احدیت میں بار بار دُعا کر رہے تھے "رب السجن احب لی مما یدعوننی الیہ" اے پالنے والے جس بات کی یہ عورتیں مجھ سے خواہش رکھتی ہیں اس کی بہ نسبت قید خانہ مجھے زیادہ پسند ہے۔

الغرض عزیز مصر پر زلیخا نے کچھ اس درجہ دباؤ ڈالا کہ وہ حضرت یوسفؑ کو قید خانے بھیجنے پر تیار ہو گیا، اور یہ قید خانے بھیج دیئے گئے۔

حضرتِ یوسفؑ کے قید خانے میں کارنامے

حضرت یوسفؑ قید خانے میں بھیج دیئے گئے۔ وہاں پہنچ کر وہ عبادت میں مصروف دمشغول ہو گئے۔ خداوندِ عالم نے چونکہ انھیں درجۂ نبوت پر فائز کر رکھا تھا اور تعبیر خواب کا خصوصی علم دے رکھا تھا لہٰذا وہ قید خانے میں اس سے بھی کام لیتے رہے۔ لوگوں کی خدمتیں کرتے تھے، تبلیغ کا فریضہ ادا کرتے تھے اور خوابوں کی تعبیر بتایا کرتے تھے۔ اسی دوران میں دو شخص قید ہو کر آئے۔ یہ دونوں سازش کے شبہہ میں قید کئے گئے تھے۔ ان میں ایک بادشاہ ریان کے مطبخ کا داروغہ تھا جس کا نام مجیلہ تھا اور دوسرا شراب خانے کا داروغہ تھا جس کا نام یونان تھا۔

ان دونوں میں سے ایک پر یہ الزام تھا کہ اس نے شاہِ روم سے رقم لے کر شاہِ مصر ریان بن ولید کو زہر دینے کا بیڑا اُٹھایا ہے، لیکن یہ نہ معلوم ہو سکا تھا کہ ان میں سے کون سازش کا شکار ہوا ہے اس لئے دونوں کو قید کر دیا گیا تھا۔ یہ لوگ قید خانے میں دن گزار رہے تھے کہ ناگاہ چند دن کے بعد دونوں نے خواب دیکھا، ایک نے دیکھا کہ میں شراب بنانے کے واسطے انگور نچوڑ رہا ہوں اور دوسرے نے دیکھا کہ میں اپنے سر پر روٹیاں اُٹھائے ہوں اور چڑیاں اس میں سے کھا رہی ہیں۔ یہ خواب دیکھ کر حضرت یوسف علیہ السّلام سے بیان کیا اور درخواست کی کہ آپ اس کی تعبیر دیں۔

حضرت یوسفؑ نے فرمایا کہ جو کھانا تمہیں قید خانے میں دیا جاتا ہے وہ آنے بھی نہ پائیگا کہ میں اس کے تمہارے پاس آنے کے قبل ہی تمہیں اس کی تعبیر بتا دوں گا، یہ تعبیر خواب بھی منجملہ ان باتوں کے ہے جو میرے پروردگار نے مجھے تعلیم فرمائی ہے، اب سنو، مجھ پر جو فریضہ عائد ہے میں پہلے اس کی تکمیل کرتا ہوں۔ پھر تمہارے خواب کی تعبیر بتاؤں گا۔

یہ کہہ کر حضرت یوسفؑ نے فرمایا، میں اُن لوگوں کا مذہب چھوڑے بیٹھا ہوں جو خدا پر ایمان نہیں لائے اور وہ لوگ آخرت کے بھی منکر ہیں اور میں تو اپنے دادا، ابراہیمؑ واسحاقؑ و یعقوبؑ کے مذہب

کا پیرو ہوں۔ ہمیں مناسب نہیں کہ ہم خدا کے ساتھ کسی چیز کو اس کا شریک بنائیں، یہ بھی خدا کی ایک مہربانی ہے ہم پر بھی اور تمام لوگوں پر مگر بہتیرے لوگ اس کا شکریہ بھی ادا نہیں کرتے، اے میرے قید خانے کے دونوں رفیقو! ذرا غور تو کرو، بھلا جدا جدا معبود اچھے یا خدائے یکتا و زبردست۔ افسوس تم لوگ خدا کو چھوڑ کر بس ان چند ناموں ہی کی پرستش کرتے ہو، جن کو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے گڑھ لیا ہے۔ خدا نے تو ان کے لئے کوئی دلیل نازل نہیں کی حکومت تو بس خدا ہی کے واسطے ہے، اس نے تو حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ یہی سیدھا دین ہے، مگر افسوس بہتیرے لوگ نہیں جانتے۔

پھر حضرت یوسفؑ نے فرمایا کہ اے میرے قید خانے کے دونوں رفیقو! اچھا اب تعبیر خواب سنو۔ تم میں سے ایک جس نے انگور دیکھا ہے وہ تین روز کے بعد رہا ہو کر اپنے مالک کو بدستور شراب پلانے کا کام کرے گا اور دوسرا جس نے روٹیاں سر پر دیکھی ہیں وہ آج سے تین دن کے بعد سولی دیا جائے گا اور چڑیاں اس کے سر سے نوچ نوچ کر اس کا دماغ کھائیں گی۔

چنانچہ تین روز کے بعد بادشاہی پیادے آئے اور اسے قید سے لے گئے۔ جو ساقی تھا پھر اسے اپنے پہلے کام پر اس کی دیانت کی وجہ سے لگا دیا گیا۔ پھر تین دن کے بعد پیادے آئے اور داروغۂ مطبخ کو لے جا کر اس کی بددیانتی کی وجہ سے دار پر چڑھا دیا۔

قرآن مجید میں ہے کہ ان دونوں میں سے جس کی نسبت یوسفؑ نے سمجھا تھا کہ وہ رہا ہو جائیگا اُس سے کہا کہ اپنے مالک کے پاس میرا بھی تذکرہ کرنا کہ میں بے جُرم قید ہوں تو شیطان نے اسے اپنے آقا سے ذکر کرنا بھلا دیا تو یوسفؑ قید خانے میں "بضع سنین" کئی برس رہے، روایات میں ہے کہ اس واقعہ کے بعد حضرت یوسفؑ سات سال قید میں رہے۔ معالم التنزیل میں ہے کہ پانچ سال خواب سے پہلے اور سات سال خواب کے بعد جیل میں رہے۔

علامہ نعمت اللہ الجزائری بحوالہ علامہ امین الاسلام طبرسی تحریر فرماتے ہیں کہ دفع مضار اور مشکل کشائی کے لئے غیر خدا سے استعانت ممنوع نہیں ہے اسی لئے حضرت یوسفؑ نے عزیز مصر کو یاد دہانی کرانی چاہی تھی اور اسی لئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مہاجرین و انصار سے مدد چاہتے رہے (النور المبین صہ ۱۹۱) میں کہتا ہوں کہ اس کا ایک ثبوت "نادعلی" کا نزول بھی ہے جسے بعض علماء اہل سنت نے بھی تسلیم کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم ہر مشکل میں مشکل کشا کو پکارتے اور "یا علی مدد" کہتے ہیں۔

شیخ الہند علامہ محمود الحسن دیوبندی لکھتے ہیں، بیشک کشف شدائد کے وقت مخلوق سے ظاہر استعانت اور اسباب کی مباشرت مطلقاً حرام نہیں ہے لیکن ابرار کی حسنات مقربین کی سیئات بن جاتی ہیں۔ جو بات عامۃ الناس بے کھٹکے کر سکتے ہیں انبیاء کے منصب عالی کے اعتبار سے وہی بات ایک

قسم کی تقصیر بن جاتی ہے، امتحان وابتلا کے موقع پر انبیاء کی شانِ رفیع اسی کی مقتضی ہے کہ رخصت پر نظر نہ کریں۔ انتہائی عزیمت کی راہ چلیں، چونکہ حضرت یوسفؑ کا اذکرنی عند ربك کہنا عزیمت کے خلاف تھا اس لئے عتاب آمیز تنبیہہ ہوئی کہ کئی سال تک مزید قید اٹھانی پڑی" حاشیہ قرآن مجید ص۳۱۱ طبع بجنور"

ایک حدیث میں ہے کہ جب حضرت یوسفؑ نے خدا پر توکل میں ذرا غفلت کر دی تو خدا نے جبرئیلؑ کو بھیجا کہ یوسفؑ سے کہدو کہ اب تمہیں کچھ عرصہ اور قید میں رہنا پڑیگا۔ جبرئیلؑ آئے اور انہوں نے زمین پر ایک پاؤں مارا، زمین تحت الثریٰ تک شگافتہ ہو گئی، کہا دیکھو کیا نظر آتا ہے، یوسفؑ نے کہا ایک پتھر دکھائی دیتا ہے۔ حضرت جبرئیلؑ نے پھر پیر کی ضرب لگائی پتھر شگافتہ ہو گیا۔ کہا دیکھو اب کیا دکھائی دیتا ہے، کہا ایک بہت چھوٹا سا کیڑا۔ جبرئیلؑ نے کہا اے یوسفؑ جو اس قعر تاریک میں اتنے چھوٹے کیڑے سے غافل نہیں ہے تو کیا وہ تم سے غافل ہو سکتا ہے سنو تم نے جو اصول توکل کے خلاف سفارش پہنچائی ہے اس کی وجہ سے اب چند سال جیل کی مصیبت اور برداشت کرنا پڑے گی۔ یہ سن کر حضرت یوسفؑ محض اس خیال سے کہ مالک ناراض ہو گیا ہے، محوِ گریہ ہو گئے اور ان کے رونے کا یہ عالم ہو گیا کہ ان کے ساتھ درودیوار جیل کے رونے لگے اور قید خانہ کے دیگر لوگوں کو کثرت گریہ کی شکایت پیدا ہو گئی۔ بالآخر ایک دن رونے اور ایک دن چپ رہنے کا فیصلہ ہوا۔ (قصص الانبیاء جزائری ص۲۱۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ توکل میں کمی کی وجہ سے یہ حالات پیدا ہوئے۔ علم الہدیٰ سید مرتضیٰ علیہ الرحمۃ نے کتاب تنزیہ الانبیاء کے ص۵۲ پر یہی کچھ تحریر فرمایا ہے اور لکھا ہے کہ غیر خدا سے استعانت ممنوع نہیں صرف جو چیز محسوس کی گئی وہ توکل میں کمی تھی۔

میں کہتا ہوں کہ کمی توکل وغیرہ کا سوال اس وقت پیدا ہوتا ہے جب یہ تسلیم کر لیا جائے کہ انہوں نے اپنی رہائی کے لئے سفارش کرائی تھی۔ لیکن میرے نزدیک ان کا تسلیم کرنا صحیح نہیں ہے۔ آیت کے عیون الفاظ یہ ہیں "اذکرنی عند ربك" حضرت یوسفؑ نے کہا اپنے مالک کے پاس میرا ذکر کرنا۔ اس میں سفارش کا کوئی حوالہ اور اشارہ نہیں ہے، اگرچہ عام مفسروں نے یہی مطلب لیا ہے۔ لیکن میرے نزدیک یہ مطلب مشکوک ہے کیونکہ جس محل میں یہ بات کہی گئی ہے اس سے اس سفارش کی تائید نہیں ہوتی، قیدیوں سے جو کچھ بھی حضرت یوسفؑ کی گفتگو ہوئی ہے یا تو تعبیر خواب کے بارے میں یا دین حق کے بارے میں اس کا کوئی اشارہ نہیں پایا جاتا کہ انہوں نے اپنے قید کے مصائب کا کوئی ذکر کیا ہو، اور وہ ذکر کرتے ہی کیوں؟ جبکہ خود دعا کر کے قید حاصل کی تھی اور زلیخا کیطرف سے پوری خفیہ مراعات جو اس کے عشق کی وجہ سے تھیں مل رہی تھیں اور دربان ان کا مرید خاص تھا

ہر قسم کی رعایت کر رہا تھا اور بروایتے انھیں جیل خانہ کا مختار اور نگران بنا دیا تھا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ حضرت یوسفؑ قید خانے میں قیدیوں کی خدمت کر رہے تھے اور اسی خدمت میں تعبیر خواب اور تعلیمِ توحید شامل تھی اور وہ جانتے تھے کہ خواب کی تعبیر مجھ سے بہتر کوئی نہیں بتا سکتا کیونکہ تعبیر خواب خصوصیاتِ نبوّت سے ہے اور خدا نے اس کا خصوصی علم مجھے دیا ہوا ہے۔ لہٰذا انہوں نے ساقی کے جانے کے موقع پر یہ کہا کہ تم نے تعبیرِ خواب میں میرا تجربہ کر ہی لیا ہے اور توحید کے بارے میں میرا خیال معلوم ہی کر لیا ہے۔ اب اگر ضرورت پڑے تو بادشاہ سے میرے کمالات بتا دینا شاید وہ ضرورت کے وقت مجھ سے فائدہ اُٹھا سکے اور میں اپنے فطری جذبہ خدمت سے بہرہ مند ہو سکوں۔

چاہیئے تو یہ تھا کہ یہ بات وہ بادشاہ سے قریبی ملاقات میں کہہ دیتا" فانسٰہ الشیطان الخ" لیکن شیطان نے اسے بھلاوا دے دیا، پھر اسے اس وقت یاد آیا۔ جب بادشاہ نے پریشان کن خواب دیکھا اور ارکانِ دولت سے اس کی تعبیر چاہی۔ چنانچہ ساقی نے بادشاہ سے کہا کہ ایک قیدی قید خانہ میں ہے جو تعبیرِ خواب میں بہت زیادہ ماہر ہے۔ وہی آپ کی مشکل حل کر سکتا ہے ارکانِ دولت کو تعبیرِ خواب سے کیا تعلق ؟

یہ سُن کر بادشاہ نے ساقی کو بھیج کر خواب کی تعبیر معلوم کر لی اور حضرت یوسفؑ نے بھی بلا حیل و حُجت تعبیر بتا دی۔ پھر اس کے بعد جب بادشاہ نے تعبیرِ خواب سے متأثر ہو کر حکم دیا کہ یوسفؑ کو رہا کیا جائے اور انہیں میرے دربار میں لایا جائے۔ حضرت یوسفؑ کے پاس جب پیغام رہائی پہنچا تو یہ سمجھتے ہوئے کہ دُعائیں کر کے جیل حاصل کی ہے بلا تامّل کیوں چلے جائیں ؟ اُنہوں نے کہا کہ بادشاہ سے کہدو کہ میں آسانی سے جیل کی چار دیواری نہ چھوڑوں گا۔ اگر وہ مجھے بُلانا ہی چاہتا ہے تو پہلے میرے الزام قید کی تحقیقات کرائے اگر میرا جُرم ثابت ہو تو مجھے قید میں رہنے دے اور اگر میں بے خطا ثابت ہوں تو رہائی میرا حق ہے۔ اب رہ گئی تعبیر خواب کی خدمت جب کی میں نے ساقی کے ذریعہ سے خود خواہش کی تھی وہ میں نے ساقی ہی کے ذریعہ سے کر دی۔ یعنی جیل سے جب ہی باہر آسکتا ہوں۔ جب رہائی میرا حق بن جائے میں اس میں کسی کا احسان نہیں قبول کرتا۔ غرضیکہ بادشاہ نے تحقیقات کرائی، عورتوں کے بیانات لئے، زلیخا کا اعتراف دیکھا اور شان و شوکت کے ساتھ حضرت یوسفؑ کو بُلا لیا۔ مختصر یہ کہ وہ قید سے نکلے اور انہوں نے دونوں باتوں کی تکمیل کر دی جن کی ابتدا قید خانے میں کی تھی۔ (۱) تعبیر خواب (۲) تعلیم توحید اور اس خیال کو پروان چڑھا دیا جس کے تحت" اذکرنی عند ربك" کہا تھا یعنی بادشاہ کو خواب کی تعبیر دی اور اُسے مسلمان کر لیا، جس کے نتیجے میں پہلے "عزیزِ مصر"، پھر "بادشاہ" بن گئے۔
ذالك فضل اللّٰه یوتیه من یشاء۔

بادشاہِ مصر کا خواب اور حضرت یوسفؑ کی رہائی

حضرت یوسف علیہ السلام قید خانے میں لمحاتِ حیات گزار رہے تھے کہ ایک دن جبرئیلؑ نے کہا کہ اے یوسفؑ اگر قید سے رہائی چاہتے ہو تو پھر اس طرح دُعا کرو کہ سجدہ میں جاکر ان الفاظ کو دُھراؤ "اللّٰھم ان کانت ذنوبی قد اخلقت وجھی عندك فانی اتوجه الیك بوجه ابائی الصالحین ابراھیم واسماعیل واسحاق ویعقوب"۔ حضرت یوسفؑ نے اسی طرح کیا اور قید سے رہا ہو گئے، راوی کہتا ہے کہ میں نے اس دُعا کے حوالے سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کی کہ مولا اسی قسم کے حالات میں ہم بھی اسی طرح دُعا کیا کریں؟ حضرت نے فرمایا کہ تمہاری دُعا کے الفاظ یہ ہونے چاہئیں "اللّٰھُمَّ ان کانت ذنوبی قد اخلقت وجھی عندك فانی اتوجه الیك بنبیك نبی الرحمة صلی اللہ علیه وآله وعلی وفاطمه والحسن والحسین والائمة علیھم السلام"۔

قصص راوندی میں ہے کہ جبرئیلؑ نے حضرت یوسفؑ کو یہ دُعا بھی تعلیم کی تھی "اللّٰھُمَّ انی اسئلك بحق محمد واھلبیت الاعجلت فرجی وارحتنی مما انا فیه"۔ چنانچہ انہوں نے اسی طرح دُعا کی اور رہا ہو گئے، اس دُعا کے پڑھنے کے بعد حضرت جبرئیلؑ نے قید سے چھوٹنے کی بشارت دی اور کہا کہ تم تین دن میں رہا ہو جاؤ گے اور ملک مصر کے مالک بن جاؤ گے۔ (النور المبین الجزائری ص۲۱۴)

الغرض ادھر حضرت یوسفؑ جناب جبرئیل کی بتائی ہوئی دُعا پڑھ رہے تھے اور ادھر ملک مصر ریان بن ولید جسے فرعون مصر کہا جاتا تھا ایک خواب دیکھ بیٹھا۔ سونے سے جب بیدار ہوا تو بہت گھبرایا اور اسی گھبراہٹ کی حالت میں ارکانِ دولت کو جمع کر کے ان سے کہا کہ میں نے ایک عجیب و غریب خواب دیکھا ہے اور میں سخت پریشان ہوں، انھوں نے کہا اے بادشاہ اس خواب کو بیان تو کر، بادشاہ نے کہا کہ تمام ساحروں، کاہنوں، معبروں کو جمع کیا جائے۔ چنانچہ سب جمع کر دیئے گئے۔ جب سب جمع ہو گئے اور دربار سج گیا تو بادشاہ نے کہا، سنو میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ سات موٹی تازہ گائیں ہیں، ان کو سات دُبلی پتلی گائیں کھائے جاتی ہیں اور اُن کے پیٹ کا حجم نہیں بڑھتا۔ اور سات تازی سبز بالیاں دیکھیں اور پھر سات سوکھی بالیاں ایسی دیکھیں کہ وہ بالکل ہی خشک ہیں اور پھر وہ خشک بالیاں تازی بالیوں پر جا پڑیں اور انھیں چمٹ گئیں اور انھیں بھی بالکل خشک کر ڈالا۔ اے میرے دربار کے علماء اور سردارو! اگر تم لوگوں کو خواب کی تعبیر دینی آتی ہے تو میرے اس عجیب و غریب خواب کی جلد تعبیر دو تاکہ مجھے اطمینان ہو۔ میں سخت پریشان ہوں۔ یہ سُن کر حاضرینِ دربار نے متفقہ طور پر کہا کہ اے بادشاہ گھبرا نہیں، یہ شیطانی خواب ہے اور ناقابلِ تعبیر ہے۔ ہم اس کی کوئی تعبیر نہیں دے سکتے۔

یہ سُن کر حضرت یوسفؑ کا وہ رفیق قید (ساقی) جو اُن ہی دنوں میں قید سے رہا ہوا تھا اور یوسفؑ نے اس سے کہا تھا کہ اپنے مالک سے میرا ذکر کرنا کہ ایک شخص قید میں بے گناہ پڑا ہے۔ اسے سات سال کے بعد اس موقع پر یاد آگیا کہ خواب کی بہترین تعبیر دینے والا قیدی اب تک قید میں پڑا ہے بول اُٹھا کہ اے بادشاہ مجھے قید خانے تک جانے دے تو میں اس کی صحیح تعبیر بتا دوں، بادشاہ نے اجازت دی اور وہ دوڑا ہوا قید خانے پہنچا اور حضرت یوسفؑ کی خدمت میں عرض پرداز ہوا۔ اے یوسفؑ! اے بڑے سچے یوسفؑ ذرا ہمیں یہ تو بتائیے کہ سات موٹی تازی گایوں کو سات دُبلی پتلی گائیں کھائے جاتی ہیں اور سات بالیاں ہیں بالکل ہری کچھ اور پھر سات سوکھی مُرجھائی اس کی تعبیر کیا ہے تو میں لوگوں کے پاس پلٹ جاؤں اور بیان کروں تاکہ ان کو بھی تمہاری قدر معلوم ہو جائے حضرت یوسفؑ نے کہا اس کی تعبیر یہ ہے کہ تم لوگ سات سال متواتر کاشتکاری کرتے رہو گے تو جو فصل تم کاٹو تو اس کے دانوں کو بالیوں ہی میں لگی رہنے دینا چھڑانا نہیں مگر تھوڑا بہت جو تم خود کھاؤ اسکے بعد بڑے سخت خشک سالی کے سات برس آئیں گے کہ جو کچھ تم لوگوں نے ان ساتوں سال کے واسطے پہلے سے جمع کر رکھا ہو گا سب کھا جائیں گے۔ مگر قدر قلیل جو تم بیج کے واسطے بچا رکھو گے بس پھر اس کے بعد ایک ایسا سال آئے گا جس میں لوگوں کے لئے خوب مینہ برسے گا۔ اور انگور بھی خوب پھلے گا اور لوگ اس سال انھیں شراب کے لئے نچوڑیں گے۔

یہ سُن کر "ساقی" جس کا نام (یونان) اور بروایت طبری نیولش تھا دوڑتا ہوا بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور خواب کی ساری تعبیر جو حضرت یوسفؑ نے بیان کی تھی دُہرا دی۔ اس نے جونہی خواب کی تعبیر سُنی، "ہکا بکا" ہو گیا اور چونک کر کہنے لگا کہ "ہیں" ایسا لائق بھی کوئی شخص قید میں ہے۔ اُس نے کہا اے بادشاہ میری سرگذشت سُن، جب تُو نے مجھے شبہ میں قید کر دیا تھا تو میں نے ایک خواب دیکھا تھا اور میرے ساتھی نے بھی۔ اسی یوسفؑ نے تعبیر دی تھی اور جو کچھ اس نے تعبیر میں کہا تھا۔ بالکل وہی ہوا۔ اے بادشاہ وہ حسین ترین انسان ساری رات اور سارا دن عبادت میں اور خدمت اسیران میں گزارتا ہے۔ بڑا شریف اور بے انتہا لائق ہے، میں یقین دلاتا ہوں کہ اگر تو اسے دیکھ لے تو گرویدہ ہو جائے گا۔ بادشاہ نے پُوچھا کہ ایسا شخص کس جرم میں گرفتار کیا گیا ہے اس نے کہا بے جرم و خطا عزیز مصر نے اپنی بیوی زلیخا کے کہنے پر اُسے پابند سلاسل کر دیا ہے۔

یہ سُن کر ملک ریان بن ولید نے عزیز مصر کو بُلایا اور اس سے پُوچھا کہ یوسف نامی قیدی کس جرم میں قید کیا گیا ہے۔ عزیز مصر نے کہا، اے بادشاہ مجھے تو سارا واقعہ معلوم ہے البتہ یہ کہ وہ قید کیوں کیا گیا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ زلیخا کی بدنامی کو جلد فرو کرنے کے لئے اسے چند دنوں کے لئے قید کر دیا گیا تھا۔ لیکن نہ جانے کیوں قید سے رہائی میں تاخیر ہو گئی ہے اور وہ عرصہ سے قید خانے میں پڑا ہے

یہ سُنتے ہی بادشاہ نے حُکم دیا کہ یُوسف ؑ کو پُورے اکرام واحترام کے ساتھ قید سے لایا جائے اور میرے سامنے پیش کیا جائے۔ حکومت کا فرستادہ حضرت یُوسف ؑ کی خدمت میں پہنچا اور وہاں کے سارے واقعات بیان کر کے کہنے لگا کہ چلئے آپ کو بادشاہ نے بُلایا ہے، حضرت یُوسف ؑ نے فرمایا کہ میں اس وقت تک قید خانے کی چار دیواری سے باہر نہ جاؤں گا۔ جب تک بادشاہ ان عورتوں کو جنہوں نے میرا سامنا ہوتے ہی اپنا اپنا ہاتھ کاٹ لیا تھا، بلا کر یہ نہ پُوچھے کہ مجھے ان کی خواہش تھی یا انھیں میری خواہش تھی۔ نیز زلیخا سے یہ نہ دریافت کرلے کہ میں خطاوار تھا یا وہ خود میرے بارے میں عازم گناہ تھی۔ برید حکومت نے جاکر بادشاہ سے سارا واقعہ دُہرا دیا۔ بادشاہ نے فوراً حکم دیا کہ وہ ساری عورتیں جو دعوت زلیخا میں شریک تھیں۔ نیز خود زلیخا حاضر دربار ہوں، جب سب عورتیں جمع ہوگئیں تو بادشاہ نے سوال کیا کہ یُوسف ؑ کے بارے میں تم مجھے بتاؤ کہ تم ان پر فریفتہ تھیں اور تمہیں ان کی خواہش تھی یا وہ تمہارا طالب تھا، سب نے کہا بادشاہ وہ بالکل بے گناہ تھا جو بھی حرکت ہوئی وہ ہماری طرف سے تھی۔ پھر بادشاہ نے زلیخا کی طرف رُخ کیا اور پُوچھا کہ تم کیا کہتی ہو۔ زلیخا نے کہا کہ اب جب کہ بات بالکل واضح ہوچکی ہے میں صاف صاف کہے دیتی ہوں کہ مَیں نے خود اس سے اپنا مطلب حاصل کرنے کی تمنّا کی تھی۔ وہ بالکل بے گناہ تھا اور یقیناً وہ بالکل سچا تھا اور ہے۔

برید حکومت نے حضرت یُوسف ؑ سے سارا واقعہ بیان کیا۔ حضرت یُوسف ؑ نے فرمایا کہ میں نے یہ ترکیب اسلئے کی اور یہ صُورت اس لئے اختیار کی تاکہ تمہارے بادشاہ کو یہ معلوم ہوجائے کہ میں نے عزیز مصر کی غیبت میں اس کی امانت میں خیانت نہیں کی اور مجھ پر جو الزام لگایا گیا سرتاسر غلط تھا۔

الغرض بادشاہ نے جب اپنے ایک خاص مقرب کو حضرت یُوسف ؑ کی خدمت میں بھیج کر طلب کیا، حضرت یُوسف ؑ، قبر الاحیاء وبیت الاحزان یعنی قید خانے سے نکل کر باہر تشریف لائے۔ تفسیر تیسیر میں ہے کہ حضرت یُوسف ؑ کو ستر دربان لے کر روانہ ہوئے تھے اور پوری تعظیم واکرام کے ساتھ انھیں منزل مقصود تک پہنچایا گیا تھا۔

حضرتِ یُوسف ؑ کی دربار میں رسیدگی اور خواب ؑ کا تذکرہ

حضرت یُوسف ؑ قید خانے سے برآمد ہوکر اپنی منزل مقصود پر پہنچے۔ یعنی خانہ عزیز مصر میں وارد ہوئے اور وہاں غسل وغیرہ کر کے لباس فاخرہ پہنا اور دربار ریان کی طرف روانہ ہوئے۔ بروایتے دور ویہ سپاہ تا بہ دربار کھڑی تھی۔ حضرت یُوسف ؑ جب گھوڑے پر سوار قریب دربار پہنچے تو بادشاہ استقبال کے لئے برآمد ہُوا اور انھیں اپنے ہمراہ لے جاکر اپنے پہلو

میں بٹھایا اور ان سے کہا کہ مَیں نے جو خواب دیکھا ہے۔ اس کی تعبیر کے سلسلہ میں آپ سے پہلے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت یوسفؑ نے فرمایا کہ جو باتیں کرنا ہوں کریں؛ تفسیر بحر المواج اور معالم التنزیل میں ہے کہ بادشاہ نے ستر زبانوں میں کلام کیا اور حضرت یوسفؑ نے ستر زبانوں میں جوابات دیئے

پھر اس نے اپنا خواب بیان کرنا چاہا۔ حضرت یوسفؑ نے فرمایا کہ آپ کا خواب مع تعبیر میں خود تفصیل سے بیان کئے دیتا ہوں اگر آپ کی اجازت ہو تو شروع کردوں۔ ملک ریان نے اجازت دی اور حضرت یوسفؑ نے اس خواب کو جس کا صرف خلاصہ قرآن مجید میں ہے۔ نہایت تفصیل سے بیان کیا اور اس کے بعد اس کی مفصل تعبیر بھی بتائی۔

ملک ریان خواب اور اس کی تعبیر سُن کر حیران ہو گیا، کہنے لگا اے یوسفؑ واللہ کہ شان و حال این خواب اگرچہ عجب است اما گفتن تو بے زیادہ و نقصان عجب تر است"۔ یہ خواب تو عجیب ہے مگر تمہارا بے کم و کاست بیان کرنا عجیب تر ہے، میں حیران ہوں کہ تمہیں یہ تفصیل کس نے بتائی اور اس خوبی و صداقت سے بیان کرنا کس نے سکھایا۔ یقینی بات ہے کہ حضرت یوسفؑ نے فرمایا ہوگا کہ یہ سب کچھ میرے پالنے والے نے بتایا ہے۔

ملک ریان نے خواب اور اس کی تعبیر سُن کر حضرت یوسفؑ سے خواہش کی کہ آپ اس آنے والے عظیم قحط کے زمانے میں انتظام پر بھی روشنی ڈالیں اور یہ بتائیں کہ اس وقت کیونکر گزارہ کیا جائے گا۔ حضرت یوسفؑ نے فرمایا سُنو، سب سے پہلے بات یہ ہے کہ تم فرمان نافذ کر دو کہ ہر شخص غلہ اُگانے کی طرف پوری توجہ دے اور جو کوتاہی کرے گا سزا کا مستوجب ہوگا۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ حکم نافذ کر دو کہ غلہ ضائع نہ کیا جائے اور کم سے کم پر قناعت کی جائے۔ تیسری بات یہ ہے کہ جو کچھ اس سات سال میں اُگے اسے بالی سمیت جمع کیا جائے اور دانے خوشے سے علیحدہ نہ کئے جائیں تاکہ کیڑے مکوڑوں کے نقصان سے محفوظ رہے، اے بادشاہ غلہ کی حفاظت پر ذمہ دارانہ طور سے اگر توجہ نہ کی گئی تو سارا ملک موت کے گھاٹ اُتر جائے گا۔ اور تیرے ملک میں ایک شخص بھی زندہ نہ بچے گا۔ کیونکہ قحط مسلسل سات سال رہے گا۔ بادشاہ آپ کی باتیں سُن کر بولا کہ اتنا مستحکم انتظام کیونکر کیا جا سکتا ہے اور کون ایسا عاقل و زیرک، دانا اور ہوشمند ہماری مملکت میں ہے جو ذمہ دارانہ طور پر سنبھال سکے۔ مَیں تو تمہارے بیان کے مطابق ملک کے مستقبل سے سخت حیران و پریشان ہوں۔ حضرت یوسفؑ نے بروایت روضۃ الصفا فرمایا کہ ضبط محصولات و ارتفاعات ہفت سالہ را بمن حوالہ نمائی" محصولات و ارتفاعات کا ہفت سالہ انتظام میں کر سکتا ہوں یہ کام میرے سپرد کر دے، بادشاہ نے اسے منظور کر لیا اور کہا کہ "بہتر از تو کہ خواہد بود" کہ تم سے بہتر اور کون ہو سکتا ہے، بے شک مجھے یقین ہے کہ آنے والی مشکلات

کاتم ہی حل نکال سکتے اور قحط کی آنے والی بلا کو باحسن طریق ٹال سکتے ہو۔

حضرت یوسفؑ کا عزیزِ مصر ہونا

قرآن مجید میں ہے "فلما کلمہٗ قال انک الیوم لدینا مکین امین"۔ جب ملک ریان بن ولید کی یوسف سے کھُل کر باتیں ہوئیں تو وہ بے حد متاثر ہوا اور کہنے لگا کہ تم آج سے ہماری سرکار میں یقیناً باوقار اور معتبر ہو اور بلند مقام کے مالک ہو، یہ سُن کر حضرت یوسفؑ نے فرمایا، اجعلنی علی خزائن الارض انی حفیظٌ علیم"۔ جب آپ نے میری قدردانی کی ہے تو مجھے ملکی خزانوں پر مقرر کیجئے کیونکہ میں اس کا امانت دار خزانچی ہونے کی پوری صلاحیت رکھتا ہوں اور اس کے حساب و کتاب سے بھی اچھی طرح واقف ہوں۔

بادشاہِ مصر نے بڑی خوشی سے حضرت یوسفؑ کو خزانوں کی کنجی دے کر سابق عزیز مصر شوہر زلیخا کو معزول کر کے انھیں "عزیز مصر" بنا دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ جب تک عزیز مصر زندہ رہا آپ نے اس کے احترام میں اس کا عہدہ قبول نہیں کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ جب آپ کو یہ افسری ملی تھی آپ کی عمر ۳۲ سال کی تھی اور میرے نزدیک یہ بالکل درست ہے کیونکہ بوقتِ خواب آپ کی عمر ۱۲ سال چند ماہ تھی۔ جب کنوئیں میں تھے بروایت الجزائری ۱۳ سال تھی پھر سات سال خانہ زلیخا میں رہے۔ پھر سات ماہ قید اوّل میں رہے، پھر ۵ سال تعبیرِ خواب سے پہلے اور ۷ سال تعبیر خواب کے بعد قید آخر میں رہ کر عزیز مصر بنے۔ بعض معاصرین نے کہا ہے کہ آپ ۱۸ سال قید میں رہے میرے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے۔ طبری میں ہے کہ حضرت یوسفؑ کے قید سے چھوٹنے کے دو سال بعد عزیز مصر قطیفر کا انتقال ہو گیا۔ قصص الجزائری ص ۱۹۲ میں ہے کہ بادشاہِ مصر خواب کی تعبیر سُن کر اور ان سے دیگر گفتگو کر کے اس درجہ متاثر ہوا کہ اُسے کہنا پڑا کہ "سَل حاجتک"، جو مانگنا ہو مانگ لو، حضرت یوسفؑ نے فرمایا مجھے خزانوں کا محافظ و امین بنا دیجئے۔ اور ان کی کنجیاں میرے حوالے کر دیجئے، اُس نے بخوشی اسے منظور کر لیا اور بروایت معالم التنزیل و عجائب القصص مسلمان ہو گیا۔

حضرت یوسفؑ کی شادی خانہ آبادی

مؤرخین کا بیان ہے کہ عزیز مصر کے انتقال کے بعد بادشاہِ مصر ریان بن ولید نے یوسفؑ سے خواہش کی کہ وہ زلیخا کو اپنے حبالۂ عقد میں لائیں۔ حضرت یوسفؑ اس مسئلے پر غور ہی کر رہے تھے کہ ایک دن آپ کی سواری گزرتے ہوئے آپ کے کان میں ایک ایسی ضعیفہ کی آواز آئی جو یوسفؑ یوسفؑ کہہ رہی تھی۔ حضرت یوسفؑ نے چلتی ہوئی سواری روک دی اور حکم دیا کہ اس ضعیفہ کو میرے سامنے حاضر کیا جائے۔ جب وہ سامنے آئی بروایتے ایسی حالت میں

تھی کہ یوسفؑ اُسے پہچان نہ سکے۔ پوچھا تو کون ہے، کہا میں وُہی غم زدہ اور ستم رسیدہ ہوں جو کبھی عزیزِ مصر کی بیوی کہلاتی تھی۔ پوچھا تیری یہ حالت کیسے ہوگئی ہے۔ اُس نے کہا دردِ فراق نے کمر توڑ دی ہے اور نابینا کر دیا ہے۔ زلیخا کی غم انگیز گفتگو سے حضرت یوسفؑ متاثر ہوئے اور انہوں نے دربار میں حاضری کا حکم دیا۔ بروایت الجزائری "فلما دخلت قال لها"، جب زلیخا حاضرِ دربار ہوئی تو حضرت یوسفؑ نے پھر یہی سوال کیا کہ یہ تیری کیا حالت ہوگئی ہے اس نے کہا کہ قابلِ حمد ہے وہ خدا جس نے اطاعت کی وجہ سے غلام کو بادشاہ بنا دیا اور معصیت کی وجہ سے بادشاہ کو حقیر کر دیا، پھر پوچھا اے زلیخا یہ بتا وہ کونسی چیز تھی جس کی وجہ سے تُو نے میری طرف والہانہ توجہ کی اور بے تابانہ تعمیل کی خواہش کی، اس نے کہا "حسن وجهك يا يوسف" تمہارے حُسن و جمال نے مجھے مجبور کر دیا تھا، اور صرف مجھے نہیں بلکہ دُنیا کی ان تمام عورتوں کو بے تاب کر رکھا تھا جنہوں نے تم کو دیکھا تھا، یہ سُن کر حضرت یوسفؑ نے جمالِ محمدیؐ کا ذکر کیا، زلیخا حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کا نام سنتے ہی اُن کی محبت کا دَم بھرنے لگی۔ فاوحی الله عزوجل الی یوسف، اس کے فوراً بعد حضرت یوسفؑ کی طرف وحی آئی کہ اے یوسفؑ "انی احببتها لحبها محمداً" چونکہ یہ محمدؐ کو دوست رکھتی ہے اس لئے میں بھی اسے دوست رکھتا ہوں۔ لہٰذا اب تم اس سے نکاح کرلو"۔

قصص الانبیاء ملا محمد الجوہری، میں ہے کہ حضرت یوسفؑ نے زلیخا سے کہا کہ تو اب کیا خواہش رکھتی ہے۔ اس نے کہا کہ (۱) ایمان لانا چاہتی ہوں (۲) کھوئی ہوئی بادشاہی کی خواہشمند ہوں (۳) تمہارے حبالہ نکاح میں آنے کی تمنا رکھتی ہوں۔

عجائب القصص علامہ عبدالواحدؒ میں ہے کہ حضرت یوسفؑ نے زلیخا سے فرمایا کہ تو ایمان لا، چنانچہ وہ اسی وقت ایمان لائی، پھر یوسفؑ نے فرمایا کہ اب بتا کیا چاہتی ہے اس نے کہا سب سے پہلے آنکھوں کا نور اور بینائی چاہتی ہوں تاکہ تمہارے جمالِ پرکمال کو دیکھ سکوں، پھر اس کے بعد کھوئی ہوئی جوانی کی خواہش مند ہوں، پھر اس کے بعد تم سے عقد کی تمنا رکھتی ہوں۔ اسی دوران میں حضرت جبرئیل نازل ہوئے اور انہوں نے کہا اے یوسفؑ یہ زلیخا جو کچھ کہتی ہے مانتے جاؤ اور سُنو یہ جوانی جو پلٹانے کی خواہش کرتی ہے اسکی تکمیل اس طرح ہو سکتی ہے کہ تم دو رکعت نماز پڑھ کر دُعا کرو۔ چنانچہ حضرت یوسفؑ نے دُعا کی اور جوانی پلٹ آئی۔

روضۃ الصفا میں ہے کہ پروردگارِ عالم نے وحی کی کہ اے یوسفؑ میری خواہش ہے کہ تم زلیخا سے نکاح کرلو اور سُنو، بالائے عرش نکاح ہو چکا ہے۔ تم بالائے زمین نکاح کرو، یوسفؑ نے بارگاہِ خداوندی میں سرِ نیاز جُھکا کر تعمیل حکم کا وعدہ کیا اور درخواست کی کہ میرے پالنے والے

پھر زلیخا کی جوانی پلٹادے، حضرت یوسفؑ کا دُعا کرنا تھا کہ زلیخا کی جوانی پُورے آب وتاب اور حُسن وجمال کے ساتھ پلٹی ؎

جمالِ مردہ اشں را زندگی داد — رخش را خلعت فرخندگی داد
بجوے رفتہ باز آورد آبشں — وزان شد تازہ گلزار شبابشں
زکافورشں برآمد مشک تاتار — زصبحش آشکارا شد شب تار

زلیخا جن کی عُمر اس وقت چالیس سال کی تھی، اٹھارہ سالہ دوشیزہ بن گئی اور باہمی مناکحت ہوگئی ؎

بقانونِ خلیلؑ و دینِ یعقوبؑ — بآئینِ جمیل وصورت خوب
زلیخا را بعقد خود در آورد — بعقدِ خویش یکتا گوہر آورد

عقد کے بعد جب سب لوگ چلے گئے تو قصر کے حجرۂ خالی میں شمس وقمر کا اجتماع ہوا، اور رسم زفاف ادا کی گئی۔

بجان وتن بپیوستند زاسان — کہ جان از تن نہ شد فرق وتن ازجان
شہ آن ورسفت دُر ما راسفتنی نیست — سخن بسیار ہست وگفتنی نیست

تاریخ طبری میں ہے کہ حضرت یوسفؑ نے جب جناب زلیخا کے ساتھ ہمبستری کی تو ان کو بالکل باکرہ پایا۔ قصص جویری میں ہے کہ اجتماع النیرین اور قران السعدین کے وقت انحلال اِزار کے بجائے اشقاق جامہ کیا گیا تھا۔

حضرت یوسفؑ کی جناب زلیخا کے ساتھ شادی ہوگئی اور یہ دونوں ایک روح دوقالب کی حیثیت سے تا آخر حیات، زندگی گزارتے رہے۔ بروایت روضۃ الصفا خداوند عالم نے انھیں تین اولاد عطا کی۔ دو لڑکے ایک لڑکی۔ لڑکوں کے نام (۱) افراہیم (۲) میشا تھے۔ اور لڑکی کا نام رحمت تھا۔ الیعقوبی میں افراہیم اور منشی مرقوم ہے اور طبری میں فرائیں اور میشا لکھا ہے۔ حاشیہ قربانی میں لڑکی کا نام رحیمہ تحریر ہے اور لکھا ہے کہ یہ وہی بی بی ہیں جو آگے چل کر حضرت ایوبؑ کی زوجہ قرار پائیں۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ کے فرزندوں کا نام افراہیم اور میشائیم تھا۔

حضرت یوسفؑ کی بادشاہت

الغرض حضرت یوسف علیہ السلام بحیثیت "عزیز مصر" زندگی گزار رہے تھے اور معجزانہ طور پر سلطنت کا نظام سنبھال کر بادشاہ مصر ریان بن ولید کے دل کی گہرائی میں اپنی جگہ بنا رہے تھے کہ آپ کی عُمر چالیس سال کی ہوگئی۔ اب وہ وقت تھا کہ بادشاہ کو آپکے حسن و تدبر پر کامل اعتماد واطمینان ہوگیا۔ لہٰذا اُس نے اپنا جراؤ شاہی تاج آپ کے سر پر رکھا اور شاہی خلعت

پہنایا اور اپنی خاص تلوار حمائل کی اور اپنے تخت پر بٹھایا۔ جو بروایتے سونے کا تھا اور جواہرات سے مرصع تھا اور تمام اراکین سلطنت کو آپ کی خدمت اور ہمنوائی کیلئے مقرر کیا اور سلطنت کے تمام امور آپکے سپرد کرکے خود دستبردار ہو گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ جب بادشاہ نے فراخی کے سات سال میں غلے کے ذخیرے کا انتظام دیکھا تو سمجھ گیا کہ ملک کو مجھ سے زیادہ اس بندۂ خدا کی ضرورت ہے لہٰذا اس نے ملک کی ترقی کے لئے تختِ سلطنت حضرت یوسفؑ کے حوالے کر دیا۔ طبری میں ہے "وہمہ کارہائے مملکت بدو سپرد" سلطنت کے جملہ کام ان کے سپرد کر دیئے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت یوسفؑ چالیس ہی سال کی عمر میں مبعوث برسالت ہوئے ہیں۔ طبری نے ۳۰ سال کی عمر میں آپ کی بعثت کا حوالہ دیا ہے۔ لیکن میرے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ عزیزِ مصر بننے کے ایک ہی سال بعد آپ بادشاہ بنا دیئے گئے تھے

انکشاف

واضح ہو کہ حضرت یوسفؑ کے نبی اور بادشاہ ہونے کے بعد ایک دن حضرت جبرئیل ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ناگاہ ایک شخص سامنے سے گزرا۔ حضرت جبرئیل نے پوچھا اے یوسفؑ تم اسے پہچانتے ہو، آپ نے فرمایا نہیں۔ حضرت جبرئیل نے کہا یہ وہی شخص ہے جس نے بچپنے میں گہوارے سے تمہاری پاکدامنی کی شہادت دی تھی۔ حضرت یوسفؑ نے فرمایا کہ پھر تو میرے ذمہ اس کا بڑا حق ہے۔ یہ کہہ کر آپ نے اسے اپنے قریب بلایا "وخلعت گرانمایہ و پُربہائی پوشانیدند اورا وزیر خود گردانید" اور اس کے میلے کپڑے اتروا کے اسے قیمتی خلعت پہنایا اور اپنا وزیر بنا لیا۔

مصر اور اس کے اطراف میں عالم گیر قحط اور برادرانِ یوسفؑ کی مصر میں آمد

مؤرخین کا بیان ہے کہ جب حضرت یوسفؑ کی عمر چالیس سال کی ہو چکی اور فراخی کے سات سال بھی گزر چکے تو قحط شروع ہو گیا۔ قحط کا شروع ہونا تھا کہ نہ صرف مصر میں بلکہ تمام ممالک میں قیامت برپا ہو گئی اور ساری دُنیا بھوک سے مرنے لگی۔ حضرت یوسفؑ نے جو فراخی اور خوش حالی کے زمانے میں سات سال مسلسل غلہ جمع کیا تھا اسے بیچنا شروع کیا، آپ نے غلہ کی فروخت کا یہ اصول معین فرمایا کہ مصریوں اور باہر کے لوگوں کو برابر غلہ دیا جائے اور اس کی حد یہ ہو کہ ایک اونٹ سے زیادہ کسی کو نہ دیا جائے کیونکہ اس کا بھی اندیشہ تھا کہ لوگ زیادہ لے جا کر تجارت شروع کر دیں گے، آپ نے جو غلے کی قیمت مقرر کی اس کا طریقہ یہ اختیار کیا کہ، پہلے سال، روپے کے عوض، دوسرے سال، زیورات و جواہرات کے عوض، تیسرے سال، چوپایوں، جانوروں کے عوض، چوتھے سال غلاموں لونڈیوں کے عوض

پانچویں سال گھروں، درختوں اور اثاث البیت کے عوض، چھٹے سال کھیتوں، نہروں کے عوض غلہ دیا اور جب لوگوں کے ملک میں کوئی باقی چیز نہیں رہی تو ساتویں سال لوگوں کی جانوں کا مول کر کے غلہ دیا۔ غرضیکہ اس تمام ملک میں کوئی متنفس ایسا نہ تھا جو حضرت یوسفؑ کا غلام یا لونڈی نہ ہو، یوں خدا نے حضرت یوسفؑ سے غلامی کا دھبہ مٹا دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت یوسفؑ گاہکوں کی بڑی خاطر مدارات کرتے اور انکی دلجوئی فرماتے تھے۔ آپ کے اخلاق کریمانہ کی شہرت ہوگئی اور غلہ فروخت کرنے کا چرچا ہوگیا۔ جب اخلاقِ یوسفی اور غلہ کی فروختگی کا آوازہ ملک سے باہر پھیلا تو لوگ باہر سے بھی آنا شروع ہو گئے باہر سے جو سب سے پہلے آیا وہ حضرت اسمٰعیلؑ کے فرزند تھے، حضرت یوسفؑ نے انھیں شرف ملاقات بخشا اور ان کی پیشانی میں نور محمدی کی تابانی دیکھی۔ پھر انھیں اپنے پاس بٹھایا اور مناسب پیمانہ میں ان کو غلہ دیا۔ وہ حضرت یوسفؑ کے اخلاق سے بے حد متاثر ہوئے اور واپس جاتے ہوئے تمام آپ کا تذکرہ کرنے لگے جس سے سارے ممالک میں حضرت یوسفؑ کے اخلاقِ کریمانہ اور غلہ کی فروخت کا افسانہ زبانِ زدِ خاص و عام ہوگیا۔

روضۃ الصفا میں ہے کہ جب قحط شروع ہوا تو حضرت یوسفؑ نے دن میں ایک مرتبہ دست نگران، ارکان و ملازمان کو کھانا دینے کا نظام بنایا اور خود سیر ہو کر نہ کھانے کا پروگرام مرتب کیا، تاکہ بھوکوں کی تکلیف کو فراموش نہ کر سکیں۔

الغرض قحط نے پورا زور پکڑ لیا اور ساری کائنات حیران و پریشان ہوگئی، جو کچھ جس کے پاس تھا وہ سب پیٹ کی نذر ہوگیا۔ جتنی زمین، مکان زیورات کے علاوہ نقد جان بھی قربان کر دینا پڑی۔ مختصر یہ کہ سب کچھ ختم ہوگیا۔ اور بہزار دقت و دشواری ایام قحط کاٹے گئے۔ بالآخر حضرت یوسفؑ نے سب پر کرم گستری کی اور وہ لوگ جو آپ کے خریدے غلام بن چکے تھے، اُنھیں آزاد کر دیا اور جن جن لوگوں کی جو جو چیزیں غلہ کی قیمت کے طور پر لے لی تھیں، سب واپس کر دیں۔

اسی دوران میں جب کہ قحط پورے شباب پر تھا اور حضرت یوسفؑ کے اخلاق اور غلہ فروخت کرنے کا شہرہ عام ہوگیا تو حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے حضرت یعقوبؑ سے جاکر کہا کہ بادشاہِ مصر غلہ فروخت کر رہا ہے اور اخلاقِ کریمانہ کے ساتھ لوگوں سے ملتا ہے۔ اگر اجازت ہو تو ہم لوگ بھی جاکر غلہ حاصل کریں۔ حضرت یعقوبؑ جو کہ "بیت الاحزان" میں بیٹھے حضرت یوسفؑ کو رو رہے تھے کہنے لگے کہ مجھے تو تم لوگوں کی جُدائی پسند نہیں۔ لیکن اب جب کہ مجبوری ہے تو جاؤ غلہ حاصل کرو۔

برادرانِ یوسف، خرید کا سامان لے کر روانہ ہوئے ۔ یہ دس افراد تھے کیونکہ حضرت یعقوبؑ نے بنیامین کو اپنے پاس سے جانے نہیں دیا ۔ جب یہ مصر پہنچے تو انھوں نے وہاں کے قاعدے کے مطابق اپنا نام اور پتہ لکھ کر حضرتِ یوسفؑ کے پاس بھیجا، انھوں نے جب حالات سے اندازہ لگا لیا کہ یہ سب ہمارے بھائی ہیں تو فرمایا کہ ان لوگوں کو بُلا یا جائے ۔

جب یہ لوگ حضرت یوسفؑ کی خدمت میں پیش ہوئے تو حضرت یوسفؑ نے ان لوگوں کو پہچان لیا ۔ مگر ان لوگوں نے حضرت یوسفؑ کو نہ پہچانا، حضرت یوسفؑ نے پوچھا کہ تم کون لوگ ہو کہاں سے آئے ہو، تمہارے باپ کا کیا نام ہے اور تمہارا خاندان کونسا ہے اور تم کتنے بھائی ہو؟

ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہم کنعان سے آئے ہیں ۔ ہمارے باپ کا نام یعقوبؑ ہے ۔ ہم حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ کی اولاد سے ہیں ۔ ہم بارہ بھائی تھے ۔ ہمارا ایک بھائی جو ہم سب میں سب سے بہتر تھا ۔ اُسے بھیڑیئے نے کھا لیا، انھوں نے پوچھا کہ اس کا کیا نام تھا ۔ انھوں نے کہا اس کا نام یوسفؑ تھا، پوچھا اُسے بھیڑیئے نے کس طرح کھا لیا ۔ انہوں نے کہا کہ ہم بڑی مشکلوں سے اسے اپنے والد کو راضی کر کے جنگل میں لے گئے تھے ۔ ناگاہ اُسے بھیڑیا کھا گیا، پوچھا پھر اس کے کھائے جانے کے بعد اس کے باپ پر اس کا کیا اثر ہوا ۔ ان لوگوں نے کہا کہ باپ تو اس کے غم میں روتے روتے اندھے ہو گئے ہیں ۔ انہوں نے ایک "بیت الاحزان" بنوا لیا ہے اور وہ شب و روز اسی میں بیٹھے رویا کرتے ہیں ۔ حضرت یوسفؑ نے کہا کہ وہ اندھے کیونکر ہو گئے انہوں نے کہا معلوم نہیں بس یہ جانتے ہیں کہ گُم شدہ فرزند کا کُرتہ چہرے پر رکھ کر روتے ہیں اور اندھے ہو گئے ہیں ۔ حضرت یوسفؑ نے کہا کہ ان کا علاج بھی کرتے ہی سے ہو گا پھر حضرت یوسفؑ نے پوچھا کہ جب کہ تم بارہ بھائی تھے اور ایک کو بھیڑیا کھا گیا اور دس تم ہو تو پھر تم میں سے ایک اور بھائی کیا ہُوا اور اس کا کیا نام ہے، اُن لوگوں نے کہا کہ اسے والد نے اپنے پاس رکھ لیا ہے اور اُسے بھی بہت چاہتے ہیں کیونکہ وہ گرگ خوردہ بھائی کا سگا ہے اور اس کا نام "بنیامین" ہے ۔

حضرت یوسفؑ نے اُن سے گفتگو کے بعد حکم دیا کہ انھیں ان کے سامان کے عوض ہر ایک کو ایک ایک اُونٹ غلّہ دے دیا جائے، چنانچہ سب کو غلّہ دے دیا، ان لوگوں نے جب حضرت یوسفؑ کو بہت مہربان پایا تو اُن سے کہنے لگے کہ ہمارا ایک بھائی جو نہیں آسکا ۔ اس کا بھی ایک اُونٹ غلّہ عنایت فرمایا جائے ۔ حضرت یوسفؑ نے فرمایا کہ یہ قاعدے کے خلاف ہے، اب کی مرتبہ جب تم پھر آنے لگنا تو اپنے اس بھائی کو بھی ہمراہ لانا تاکہ تم کو اس کا بھی غلّہ دیا جائے ۔

الغرض برادرانِ یوسف، اپنا اپنا غلّہ لے کر مصر روانہ ہو گئے اور قطع منازل و طے مراحل کرتے

ہوئے کنعان پہنچے اور اپنے والد سے تمام سرگزشت بیان کی اور کہا کہ آئندہ جب ہم جائیں گے تو "بنیامین" کو بھی ہمراہ لے جائیں گے تاکہ ایک اونٹ اور غلہ زیادہ ملے۔ حضرت یعقوبؑ نے فرمایا کہ میں تو بنیامین کو جانے نہ دُوں گا۔

مختصر یہ کہ جب تھوڑا عرصہ گزرا تو ان لوگوں نے دوبارہ مصر جانے کا پروگرام بنایا اور اپنے والد سے کہا کہ "بن یامین" کو بھی ہمارے ہمراہ کر دیجئے۔ حضرت یعقوبؑ نے فرمایا کہ ایک بیٹے کو پہلے تمہارے ہمراہ کیا تو آج تک رونا پڑا۔ اب اسے بھی ساتھ کر دوں یہ کیسے ہو سکتا ہے، ان لوگوں نے جب بہت اصرار کیا اور حفاظت کا یقین دلایا تو حضرت یعقوبؑ نے "بن یامین" کے ہمراہ لے جانے کو منظور کر لیا۔ جب یہ لوگ کنعان سے روانہ ہونے لگے تو حضرت یعقوبؑ نے ہدایت کی کہ دیکھو ایک دروازے سے تم سب نہ داخل ہونا بلکہ مختلف دروازوں سے داخلِ دربار ہونا کیونکہ تمہارے تن و توش اور تعداد سے اندیشہ ہے کہ کہیں نظر نہ لگ جائے۔

غرضیکہ یہ لوگ حضرت یعقوبؑ سے رُخصت ہو کر طے مراحل اور قطع منازل کے بعد شام کے وقت مصر پہنچے اور صبح کو اطلاع بھیجی کہ ہم لوگ پھر آگئے ہیں اور ہمارے ساتھ ہمارا بھائی بھی ہے جو اس دفعہ نہیں آیا تھا۔

حضرت یوسفؑ نے جونہی ان لوگوں کے پہنچنے کی اطلاع پائی فوراً بُلا لیا، اور اُن کا پُورا پُورا احترام کیا۔ حضرت یعقوبؑ کے حالات دریافت کئے اور "بن یامین" سے ملاقات کی۔

پھر کھانے کے وقت شاہی دسترخوان بچھایا گیا، حضرت یوسفؑ نے فرمایا کہ ایک ایک خوان میں دو دو بھائی شریک ہو جائیں۔ چنانچہ دو دو افراد ایک ایک خوان پر بیٹھ گئے "بنیامین" تنہا بیٹھے کیونکہ اکیلے تھے، اکیلے بیٹھنے کے بعد "بن یامین" رونے لگے۔ حضرت یوسفؑ نے پوچھا کیوں روتے ہو۔ کہا "مجھے میرا بھائی یوسفؑ یاد آگیا، حضرت یوسفؑ نے فرمایا کہ گھبراؤ نہیں مَیں یوسفؑ کی جگہ پر تمہارے ساتھ کھانے میں شریک ہوا جاتا ہوں۔ کھانا کھانے کے دوران اور بات چیت ہوئی۔ بالآخر حضرت یوسفؑ نے بن یامین سے فرما دیا کہ میں ہی یوسفؑ ہوں جسے تم رو رہے ہو۔ لیکن دیکھو اس راز کو ظاہر نہ کرنا۔

بن یامین نے کہا کہ اب تو میں آپ کی خدمت سے واپس نہ جاؤں گا۔ بالآخر بروایت طبری دونوں میں خفیہ مشورہ ہو گیا اور نتیجہ پر بن یامین کے سامان میں کوئی پیالہ رکھوا کر بطورِ سزا انھیں روک لیا گیا کیونکہ اس کے بغیر انھیں روکنے کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔

برادرانِ یوسفؑ مجبوراً بن یامین کو مصر میں چھوڑ کر روانہ ہو گئے، چلتے چلتے جب کنعان پہنچے اور حضرت یعقوبؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے "بنیامین" کے متعلق سوال کیا ان لوگوں

واقعہ بیان کیا حضرت یعقوبؑ چیخ مار کر روئے اور کہنے لگے کہ تم نے پھر مجھے دھوکا دیا۔

عزیز مصر کے نام حضرت یعقوب کا خط

حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسفؑ کو تو عرصہ دراز سے رو ہی رہے تھے کہ اب "بن یامین" کو بھی رونا پڑا۔ روتے روتے ایک دن اپنے ایک پوتے "فارض بن یہودا" کو بلا کر عزیز مصر کے نام ایک خط لکھوایا۔ جس میں تحریر کرایا کہ مجھے آپ کے اخلاق کریمانہ کی اطلاع ملی ہے۔ میں آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہم لوگ اکثر ابتلا کی منزل میں رہے ہیں۔ ہمارے ہی دادا ابراہیمؑ تھے جن کو دست و پا بستہ آگ میں ڈالا گیا تھا اور خدا نے ان کے لئے آگ کو گلزار بنا دیا تھا اے عزیز مصر، میں اس ابتلا میں مبتلا ہوں کہ میرے ایک فرزند تھا جس کا نام یوسفؑ تھا جو میری بہترین اولاد تھا جس پر میں دل و جان سے قربان تھا۔ اسے میرے بیٹے ایک دن جنگل کی طرف مجھے مجبور کر کے لے گئے اور نہ جانے اسے کیا کیا، واپس آکر جواب دے دیا کہ یوسفؑ کو بھیڑیا کھا گیا ہے۔ اے عزیز اس کی جدائی نے میری کمر توڑ دی ہے۔ میری آنکھوں کا نور زائل کر دیا ہے۔ دُنیا تاریک ہو چکی ہے۔ زندگی سے عاجز ہو چکا ہوں۔ اے عزیز مصر، خدا شاہد ہے کہ میں اس فرزند کی گمشدگی کے بعد سے اس کے دُوسرے سگے بھائی بنیامین سے دل بہلایا کرتا تھا، مگر افسوس میرے انھیں بیٹوں نے جنہوں نے میرے نور نظر یوسفؑ کو گم کیا تھا اسے بھی میری نظر سے اوجھل کر دیا ہے اور کہتے ہیں کہ اسے عزیز مصر نے ایک چوری کے الزام میں گرفتار کر لیا ہے، اے عزیز، میں یہ نہیں سمجھتا کہ ایک فرزند نبی چوری کیونکر کر سکتا ہے۔ لیکن پھر بھی مجھے اصل واقعہ سے بحث نہیں۔ میں تو بطور استدعا کہتا ہوں کہ خدارا میرے فرزند ابن یامین کو چھوڑ دو دیں اس کے عوض صرف یہ کر سکتا ہوں کہ تمہیں موقع دُعاہیں یاد کر کے تمہاری ترقی تخت اور بقا تخت کی خدا سے التجا کروں۔ حضرت یعقوبؑ نے فارض بن یہودا ہی کو خط دے کر روانہ کیا، وہ تیز رفتاری کے ساتھ مصر جا رہے تھے جب مصر پہنچ گئے تو مناسب موقع سے حضرت یوسفؑ کے سامنے پیش ہو گئے۔ حضرت یوسفؑ نے جونہی خط پڑھا، آنکھوں سے اشک جاری ہو گئے، فوراً خط کے جواب میں تحریر کیا کہ آپ قدرے صبر فرمائیں۔ انشاء اللہ بہت جلد آپ کی مُراد حاصل ہو جائے گی۔

حضرت یوسفؑ نے خط کا جواب تحریر کر کے فارض بن یہودا کو کافی عطیات دے کر جلد سے جلد کنعان پہنچنے کی ہدایت کی۔ حضرت یعقوبؑ نے خط پڑھ کر دل میں تسلی محسوس کی اور زبان سے کہا کہ خط کا جو انداز ہے وہ نبوت کی طرف غمازی کرتا ہے۔

برادران یوسفؑ کی پھر مصر کو روانگی

حضرت یعقوبؑ چونکہ عزیز مصر کے خط سے بہت زیادہ مطمئن ہو گئے تھے۔ لہٰذا انھوں نے اپنے

بیٹوں سے کہا کہ تم لوگ پھر ایک بار مصر جاؤ، کچھ غلہ بھی لاؤ اور اپنے بھائی "ابن یامین" کو بھی لانے کی سعی کرو۔

حضرت یعقوبؑ کے فرمانے سے ان کے سب فرزند عازم مصر ہوگئے۔ کنعان سے روانہ ہوکر جب مصر پہنچے اور عزیز مصر (حضرت یوسفؑ) سے ملے تو نہایت عاجزی کے ساتھ عرض کرنے لگے کہ اے عزیز ہمارے والد آپ کے مرسلہ خط سے بہت زیادہ مطمئن ہوگئے ہیں اور انہوں نے ہم کو پھر آپ کی خدمت میں یہ کہہ کر بھیجا ہے کہ ہم آپ سے یہ عرض کریں کہ اولادِ یعقوبؑ بھوک کے سخت امتحان میں مبتلا ہے، جو غلہ آپ نے دیا تھا وہ ختم ہوگیا ہے اور ہم بدستور صعوبتِ قحط برداشت کر رہے ہیں اور سخت تکلیف میں ہیں اگر ہوسکے تو کچھ اور غلہ عنایت کر دیجئے۔ ہم معاوضہ اور قیمت کے طور پر ریشم، چمڑا، گھی وغیرہ اپنے ہمراہ لائے ہیں۔

یہ سُن کر حضرت یوسفؑ کا جسم لرز اُٹھا، دل میں کہنے لگے۔ خدا نے مجھ پر کرم کیا ہے اور میں اتنی فراخی میں گزر کر رہا ہوں اور میرے پدر بزرگوار اور میرے بھائی اتنی شدت و تکلیف میں ہیں، سخت رنج اور غم کی بات ہے۔

یہ سوچ کر اپنے مقام سے اُٹھے اور اندر جاکر خوب روئے، پھر باہر آئے اور باتیں کرنے لگے۔ پھر دل بھر آیا، پھر اندر گئے اور خوب روئے، آخر حضرت یوسفؑ سے نہ رہا گیا۔

حضرت یوسفؑ ظاہر ہوگئے

اور بے ساختہ بول اُٹھے اے میرے بھائیو! تمہیں کچھ معلوم ہے کہ جب تم نارِ حسد سے جل رہے تھے تو تم نے یوسفؑ اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا سلوک کئے۔ اس پر وہ لوگ چونکے اور کہنے لگے ہائیں، کیا تم ہی یوسفؑ ہو، حضرت یوسفؑ نے کہا ہاں، میں ہی یوسفؑ ہوں اور یہ میرا بھائی ہے، وہ لوگ کہنے لگے، خدا کی قسم، خدا نے تمہیں یقیناً ہم پر فضیلت دی ہے اور بے شک ہم ہی یقیناً از سرتا پا خطاوار تھے۔ حضرت یوسفؑ نے فرمایا۔ اب آج سے تم پر کچھ الزام نہیں میں نے معاف کر دیا خدا تمہارے گناہ معاف فرمائے وہ سب سے زیادہ رحیم و کریم ہے۔

حضرت یعقوبؑ کے نورِ نظر کی واپسی

اس کے بعد حضرت یوسفؑ نے ایک قمیص دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ میرا کرتہ لے جاؤ اور اس کو اباجان کے چہرے پر ڈال دو وہ پھر بینا ہو جائیں گے اور سنو ان سے یہ عرض کرنا کہ وہ سب لڑکے بالوں سمیت میرے پاس مصر تشریف لے آئیں۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ وہی کرتہ ہے جو آگ میں پڑنے کے وقت حضرت ابراہیمؑ کو حضرت جبرئیل نے بہشت سے لاکر پہنایا تھا اور حضرت یعقوبؑ نے حضرت یوسفؑ کے رُخصت ہونے کے وقت بازو پر باندھ دیا تھا اور جب کنوئیں میں گرے تو

حضرت جبرئیلؑ نے کھول کر اسے پہنا دیا تھا۔ اس کُرتے کی خاصیت یہ تھی کہ جب کسی بیمار پر ڈالا جاتا تھا تو مرض فوراً زائل ہوجاتا تھا۔ اسی وجہ سے حضرت یعقوبؑ فوراً بینا ہو گئے۔

غرض جب فرزندانِ یعقوبؑ اسے لے کر مصر سے باہر نکلے اور صحرا میں پہنچے تو بحکمِ خدا صبا نے اس کی خوشبو دس منزل سے حضرت یعقوبؑ کے دماغ تک پہنچائی اور جب ہی سے بشارت کو بادِ صبا کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

الغرض کرتہ لے کر برادرانِ یوسفؑ مصر سے روانہ ہوئے اور جونہی جنگل میں پہنچے ان کے مشام میں کُرتے کی خوشبو محسوس ہونے لگی، وہ بولے اے میرے کنبے والو اگر تم مجھے سٹھیایا ہوا نہ کہو تو میں ایک بات کہہ دوں اور وہ یہ ہے کہ مجھے یوسفؑ کی خوشبو معلوم ہو رہی ہے، وہ بولے خدا کی قسم آپ اپنی پرانی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں، اب کہاں یوسفؑ اور کہاں ان کی خوشبو۔

الغرض جب بشیر یعنی خوش خبری دینے والا پہنچا اور اس نے یوسفؑ کا کرتہ حضرت یعقوبؑ کے چہرے پر ڈال دیا تو ان کی آنکھیں نورِ نظر سے معمور ہو گئیں اور وہ از سرِ نو دیکھنے لگے ایک روایت میں ہے کہ کُرتہ یہودا لے گیا تھا اور اس نے حضرت یوسفؑ سے یہ کہہ کر اسے حاصل کیا تھا کہ خون آلود کرتہ بھی میں ہی لے گیا تھا جس سے پدر بزرگوار کا نورِ نظر زائل ہوا تھا لہٰذا یہ بشارت کا کُرتہ بھی میں ہی لے جاؤں گا جو نورِ بصر کو پلٹانے والا ہے۔

المختصر، جب برسوں کے بعد حضرت یعقوبؑ کی آنکھیں کھُلیں اور بیٹوں کی نظریں چار ہوئیں تو بیٹے شرما گئے اور کمال ندامت کے ساتھ باپ سے عرض کرنے لگے۔ بابا جان ہم نے بڑا سخت گناہ کیا تھا، آپ خدا سے ہماری معافی کے لئے دُعا فرمائیے، حضرت یعقوبؑ نے فرمایا کہ میں عنقریب تمہاری مغفرت کے لئے دُعا کروں گا، اور اُمید ہے کہ خدا معاف کر دے گا۔ کیونکہ وہ بڑا بخشنے والا ہے۔

حضرت یعقوبؑ کی کنعان سے روانگی مصر میں رسیدگی اور حضرت یوسفؑ سے ملاقات

حُبُ الوطن از ملک سلیمان خوشتر	خار وطن از سنبل و ریحاں خوشتر
یُوسفؑ کہ بہ مصر بادشاہی می کرد	می گفت گدا بودن کنعان خوشتر

حضرت یوسفؑ بھائیوں کے ذریعہ سے پدر بزرگوار کی خدمت میں مصر تشریف لانے کی پہلے ہی دعوت دے چکے تھے، اب چند دن جو گذرے تو تقاضا شروع کر دیا اور اصرار میں شدت پیدا کر دی جب آپ کا نامہ بر بار بار پہنچا تو یہودا نے حضرت یعقوبؑ سے کہا کہ بابا جان مصر سے مسلسل تقاضا روانگی ہو رہا ہے۔ لہٰذا آپ تشریف لے چلنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ اسی دوران میں مصر سے ۲۰۰ اسو عماریوں والے ناقے۔ ۲۰۰ اونٹ، ۲۰۰ گھوڑے پہنچ گئے۔ حضرت یعقوبؑ وحی ربانی کا انتظار کر رہے

تھے کہ جبرئیل آکر کہنے لگے کہ تین دن میں سامانِ سفر دُرست کرکے چوتھے دن روانہ ہو جاؤ، چنانچہ حضرت یعقوبؑ بال بچوں اور اعزا و اقربا سمیت کنعان سے روانہ ہو گئے۔ مورخین کا بیان ہے کہ جس وقت حضرت یعقوبؑ کی سواری وطن سے روانہ ہوئی اس وقت کہرام برپا تھا۔ حضرت یعقوبؑ خود بھی رو رہے تھے اور وطن والے فلک شگاف نالے کر رہے تھے، کوئی یعقوبؑ کی رکاب سواری سے آنکھیں مل رہا تھا، کوئی سواری کے پیروں سے لپٹ رہا تھا حضرت یعقوبؑ سب کو سمجھا بجھا رہے تھے اور انہیں فراخی و کشائش کی دُعا دے رہے تھے۔ معالم التنزیل میں ہے کہ حضرت یعقوبؑ کے ساتھ ۷۲ نفر تھے۔ سواری روانہ ہوئی اور منزل بہ منزل مصر کے قریب پہنچی۔ ایک روایت میں ہے کہ ہر منزل پر قیام و طعام کا نہایت معقول انتظام تھا۔ قریب مصر پہنچ کر قافلہ یعقوب منزل گیر ہوا، حضرت یعقوبؑ نے یہودا کے فرزند فارض کو حکم دیا کہ مصر میں جاکر یوسفؑ کو میرے اس مقام پر پہنچنے کی اطلاع دے آئیں۔

فارض روانہ ہوکر حضرت یوسفؑ کی خدمت میں پہنچے اور قافلہ کی رسیدگی کی اطلاع دی۔ حضرت یوسف علیہ السّلام نے مصر کی فوری آراستگی کا حکم دیا، مصر دلہن کی طرح چشم زدن میں سنوار دیا گیا، پھر ستر فوج کے دستے نے جن کا ہر دستہ دو ہزار سواروں پر مشتمل تھا۔ سلامی دی۔ اسکے بعد حضرت یوسفؑ ریان بن ولید اور ارکانِ دولت و علما سمیت سواریوں پر سوار استقبال کے لئے پہنچے، جونہی آپ کی نظر چہرہ اقدس پدر پر پڑی زمین پر کُود پڑے اور دوڑ کر پدرِ بزرگوار کے گلے سے لگ گئے۔ چالیس[1] سال کے بعد باپ بیٹے گلے ملے اور اس قدر روئے کہ بروایتِ عامہ دونوں بیہوش ہو گئے، جب ہوش میں آئے تو حضرت یوسفؑ نے کہا بابا جان اب مصر میں چلئے اور چین و آرام سے زندگی کے ایام گزاریئے۔ اس کے بعد سارا لشکر اور قافلہ حضرت یوسفؑ کے ساتھ مصر میں داخل ہوا وہاں پہنچ کر حضرت یوسفؑ نے اپنے باپ اور اپنی ماں (خالہ لیاہ) کو تخت پر بٹھایا اور بھائیوں کو تخت کے قریب جگہ دی۔ "وخروا لہ سجدًا"، اور یہ سب کے سب یوسفؑ کی تعظیم کے لئے سجدہ میں جُھک گئے، اس وقت حضرت یوسفؑ نے کہا بابا جان یہ ہے میرے گزشتہ خواب کی تعبیر، جو عرصہ دراز کے بعد ظاہر ہوئی ہے۔

حضرت یوسفؑ کا خطبہ

معارج النبوت میں ہے کہ ان حضرات کے مصر پہنچنے اور واقعہ تعظیم و احترام کے بعد حضرت یوسفؑ نے تمام اہل مصر کو مسجدِ جامع میں جمع ہونے کا حکم دیا۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو حضرت یوسفؑ اپنے پدرِ بزرگوار اور

---

[1] مورخ ذاکر حسین دہلوی نے تحریر فرمایا ہے کہ "یعقوبؑ اور یوسفؑ میں جُدائی ۱۲ سال رہی تھی" میرے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے۔ مورخین کی غالب اکثریت اس پر متفق ہے کہ جُدائی کی مدت چالیس سال تھی۔

برادران کو لے کر مسجد میں داخل ہوئے اور ایک شاندار خطبہ دیا جس کی ابتداء حمدِ باری اور توصیف محمدیؐ سے ہوئی تھی۔ اس کے بعد فرمایا کہ یہ میرے پدر بزرگوار اور یہ میرے گیارہ بھائی ہیں ان کی تعظیم و توقیر تمہارا فریضہ ہے۔ اس ہدایت کے بعد آپ نے فرمایا کہ اے اہلِ مصر تم کون ہو؟ انھوں نے کہا کہ ہم سب آپ کے خریدے ہوئے غلام ہیں یہ انھوں نے اس لئے کہا کہ موجودہ قحط میں ان سب کو حضرت یوسفؑ نے اپنے حسنِ تدبیر سے خرید لیا تھا جس کی وجہ سے ان کی جانیں بچ گئی تھیں پھر آپ نے فرمایا کہ میں اپنے پدر بزرگوار نبی خدا حضرت یعقوبؑ کے طفیل میں تم سب کو آزاد کرتا ہوں، یہ سن کر تمام حاضرین خوشی کے مارے چلا اٹھے اور حضرت یوسفؑ کو ان کی عظمت پہچان کر دعا دینے لگے۔

حضرت یعقوبؑ کی جانشینی

حضرت یعقوب علیہ السلام مصر پہنچنے کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس امن اور سکون کی زندگی گزار رہے تھے۔ یہاں تک بروایت الیعقوبی ۱۷ سال گزر گئے اور آپ کی عمر بروایت طبری ۱۴۷ سال کی ہو چکی تھی تو آپ نے آثار ارتحال کے پیش نظر اپنے سب بیٹوں کو طلب فرما کر وصیتیں کیں اور ہدایت فرمائی کہ جب میں وفات پا جاؤں تو میری لاش بجوار حضرت ابراہیمؑ و اسحاقؑ میں پہنچا دینا اس کے بعد "یوسف را وصی و ولیعہد خود گردانید" حضرت یوسفؑ کو اپنا وصی جانشین اور ولی عہد قرار دیا۔ الیعقوبی میں ہے کہ آپ نے اپنی تلوار اور کمان بھی حضرت یوسفؑ کے حوالے فرما دی تھی۔ اسی میں یہ بھی ہے کہ انھوں نے حضرت یوسفؑ کے بیٹے افراہیم کے سر پر ہاتھ بھی پھیرا تھا۔ یوسفؑ کے دونوں بیٹے اپنے دادا کی خدمت میں مشغول تھے۔

حضرت یعقوبؑ کی وفات

بروایت روضۃ الصفا، حضرت یعقوبؑ ابھی وصیت اور دعا میں ہی مشغول تھے کہ ملک الموت آپہنچے اور آپ کی روح قبض کر لی" انا للہ و انا الیہ راجعون" ناسخ التواریخ میں ہے کہ روح کے قبض ہوتے ہی حضرت یوسفؑ نے اپنے کو ان کی نعش پر گرا دیا اور بے پناہ گریہ کیا۔ آپ کی وفات کے بعد بروایت ابن واضح یعقوبی، ستر دنوں تک ان لوگوں نے مراسم غم ادا کئے اور ان پر گریہ و زاری کرتے رہے اس کے بعد ان کی میت (جو چوب ساج کے تابوت میں رکھی ہوئی تھی) کو اٹھا کر فلسطین لے گئے اس موقع پر ان لوگوں کے ہمراہ مصر کے اور بہت سے نوجوان بھی گئے تھے۔

جب آپ کی میت مصر سے روانہ ہونے لگی تو مصر کے بڑے بڑے علماء اور زعماء پانچ فرسخ تک مشایعت کے لئے گئے، طے مراحل اور قطع منازل کے بعد جب یہ لوگ تابوت یعقوبؑ لئے ہوئے فلسطین پہنچے تو وہاں دیکھا کہ ان کے بھائی عیص بھی وفات پا چکے ہیں، دریافت سے معلوم ہوا

کہ جس دن یعقوبؑ کا انتقال ہوا تھا اسی دن عیص کا بھی انتقال ہوا ہے۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ دونوں بھائی ایک ساتھ ایک دن پیدا ہوئے ایک ہی دن فوت ہوئے ایک ہی دن ان کی میتیں دفن کے لئے فلسطین پہنچیں اور ایک ہی دن سپردِ خاک کئے گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ دونوں ایک ہی قبر میں دفن ہوئے۔

بروایت الیعقوبی، دفن پدر سے فراغت کے بعد جب حضرت یوسفؑ مصر کے لئے روانہ ہوئے تو ان کے بھائیوں نے اپنی روانگی میں تردد کیا، حضرت یوسفؑ نے پوچھا کیا تردد اور تکلف ہے انھوں نے کہا کہ والد کا انتقال ہو چکا ہے۔ ہمیں شبہ ہے کہ کہیں آپ ہمارے کردار کا اب ہمیں بدلہ نہ دیں۔ حضرت یوسفؑ نے فرمایا بے فکر رہو اور مجھ سے اس کی امید نہ رکھو، آپ کے گناہ بخشے جا چکے اور آپ کے کردار و عمل کا دھبہ نامہ عمل سے دھویا جا چکا ہے۔ یہ سُن کر وہ سب مطمئن ہو گئے اور حضرت یوسفؑ کے ہمراہ مصر واپس آئے "فاقاموا بھا" اور وہیں رہنے سہنے لگے۔

حضرتِ یوسفؑ کی سلطنت کا زوال

حضرت یوسف علیہ السلام بدستور نظام حکومت چلا رہے تھے اور نہایت اطمینان سے اپنی رفیقۂ حیات جنابِ زلیخا اور اولاد میشا و افراہیم و رحمت کے ساتھ خوش گوار زندگی گزار رہے تھے کہ ناگاہ ریان بن ولید کا انتقال ہو گیا جو مسلمان بھی ہو چکا تھا اور جس نے فراعنہ اور عمالقہ کے قوانین کو ملیا میٹ کر دیا تھا۔

حضرت یوسفؑ جن کی سلطنت کو وفات یعقوبؑ کے بعد سے ۲۳ سال گزر چکے تھے انھیں ریان کی وفات سے ایک گونہ تردد پیدا ہو گیا کیونکہ فراعنہ کی طرف سے انقلاب کے آثار نظر آنے لگے تھے۔ یہاں تک کہ انقلاب آیا اور ایک شخص افق سلطنت پر اُبھر آیا جس کا نام قابوس بن مصوب بن معاویہ بن نمیر بن سلوان بن عمر بن لاوی بن سامؑ بن نوحؑ تھا۔ یہ شخص عمالیق میں سے تھا اور کافر تھا۔ یہ اگرچہ حضرت یوسفؑ کے ساتھ بدسلوکی نہیں کر رہا تھا تاہم وہ اس کے کفر سے پریشان تھے۔ اسی دوران میں حکم خداوندی پہنچ گیا کہ تم اس کی تبلیغ کرو، اور اسے ریان بن ولید کی طرح راہِ راست پر لانے کی کوشش کرو۔ حضرت یوسفؑ نے اپنی نبوت کا حوالہ دے کر اسے راہِ راست پر لانے کی سعی کی۔ مگر اس نے ایک نہ سُنی، نہ نبوّت کو مانا نہ ہدایت قبول کی۔ جس کی وجہ سے آپ بے حد بددل ہوئے۔ بالآخر بے انتہا رنجیدگی کی حالت میں ایک رات کو بارگاہِ خدا میں عرض کرنے لگے کہ مالک تو نے مجھ پر بہت ہی کرم فرمایا ہے۔ یہاں تک کہ محنتِ چاہ سے دولتِ جاہ تک پہنچایا ہے۔ خدایا اب میری تمنا ہے کہ مجھے اپنی بارگاہ میں طلب فرمالے، میں شرفِ نبوّت سے بھی مشرف کیا جا چکا ہوں۔ اب مجھے دُنیاوی سلطنت بھی قطعاً درکار نہیں

ہے، اسی دوران میں اپنے والد بزرگوار حضرت یعقوب علیہ السّلام کو خواب میں دیکھا کہ وہ فرما رہے ہیں کہ بیٹا بس اب آجاؤ۔ میں تین دن سے زیادہ اب تمہاری جُدائی برداشت نہیں کر سکتا۔

حضرتِ یوسفؑ کی جانشینی

حضرت یوسفؑ اس خواب سے سمجھ گئے کہ میری دُعا قبول ہوگئی ہے۔ اور اب میں بارگاہِ احدیت میں حاضری کے لئے طلب کر لیا جاؤں گا۔ لہذا آپ نے اپنے بیٹوں، بھائیوں اور جملہ عزیزوں کو جمع فرما کر وصیتیں فرمائیں، آپ نے کہا کہ جادہ ملتِ ابراہیمؑ سے کبھی نہ ہٹنا۔ یہی راستہ سیدھا ہے اور سُنو، میرے مرنے کے تھوڑے دن کے بعد یہاں ایک فرعون برسرِ اقتدار آئے گا اور وہ خدائی کا دعویٰ کرے گا اور تم لوگوں پر شدید جبر و تشدد کرے گا۔ پھر خداوندِ عالم لاوی بن یعقوبؑ سے ایک شخص کو مبعوث برسالت فرمائے گا جس کا نام "موسیٰ بن عمران" ہوگا۔ پھر مختلف قسم کے حالات کے بعد بنی اسرائیل کو ملک بدر ہونا پڑے گا۔ تو دیکھو اس وقت میری لاش مصر میں دفن کر دینا اور جب مصر سے موسیٰؑ کے ساتھ نکلنا پڑے تو اسے ہمراہ لے جا کر فلسطین میں قبر آباؤ اجداد کے قریب دفن کر دینا، اسی قسم کی دیگر وصیتوں کے بعد آپ نے اپنے بھائی یہودا ابن یعقوب کو، جو بروایت طبری علم و دانش میں سب سے بہتر تھا اور بروایت روضۃ الصفا اس کی پیشانی میں نورِ فراست و زیرکی چمک رہا تھا اور آثارِ نجابت و شرافت نمایاں تھے، اپنا وصی اور جانشین مقرر کر کے تمام برادران اور اعزا و متوسلین سے اقرار اطاعت لے لیا۔ ایک روایت میں ہے کہ" یہودا را ولیعہد خود گردانید و فرزندان را بد و سپرد" یہودا کو اپنا ولیعہد بنا کر اپنے فرزندوں کو اس کے سپرد فرما دیا۔

حضرت یوسفؑ کی مدتِ عمر وفات اور تدفین

اب حضرت یوسفؑ کی عمر بروایت الیعقوبی ۱۱۰ سال کی ہو چکی ہے۔ خدا سے دُعائے موت مانگ چکے ہیں۔ پدرِ بزرگوار خواب میں دعوتِ روانگی دے چکے ہیں اور فرما چکے ہیں کہ بس تین دن میں آجاؤ۔ حضرت یوسفؑ اس تین دن کی مدت کے اختتام کا انتظار کر ہی رہے تھے کہ وقت پورا ہوگیا۔ ایک روایت میں ہے کہ اس وقت حضرت یوسفؑ رود نیل کے کنارے تھے جو محل سرا سے چار فرسخ دور تھا۔ وہاں سے روانہ ہونا ہی چاہتے تھے کہ فرشتہ آیا اور اس نے بروایت ملا جامی ٹھیک اس وقت جب کہ آپ کا ایک پاؤں رکاب میں تھا اور ایک زمین پر تھا، انھیں ایک سیب دیا، اس کا سونگھنا تھا کہ طائر روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گیا ؎

چوں یوسفؑ را بدست آں سیب بہ نہاد
وزن آں، سیب را بوئید دجاں داد

بعض روایات میں ہے کہ آپ کے انتقال کے بعد تمام آلِ یعقوبؑ جمع ہو گئے اور سب نے آپ پر بے پناہ گریہ کیا۔ پھر غسل سے فراغت حاصل کی اور حضرت جبرئیل کے لائے ہوئے جنت کے کفن سے تکفین کی، جب جنازہ تیار ہوگیا تو جناب زلیخا کو اطلاع دی گئی، خبر پاتے ہی وہ بے ہوش ہوگئیں، پھر ہوش میں آتے ہی سر و پا برہنہ روتی پیٹتی رودِ نیل پر پہنچیں، اور تابوت سے لپٹ کر جاں بحق ہوگئیں۔ شاہانہ طریقے سے دونوں کے جنازے ایک ساتھ اُٹھے اور رودِ نیل میں پتھر کے تابوت میں سپردِ خاک کر دیئے گئے۔

توریت سے معلوم ہوتا ہے اور ہمارے مورّخین بھی لکھتے ہیں کہ جب حضرت یوسفؑ کا آخری وقت آیا تو اپنے بھائیوں اور اپنی اولاد سے کہا کہ:۔

"ایک وقت آئے گا جب خدا تمھیں پھر اسی زمین کنعان میں لے جائیگا جس کا ابراہیمؑ و اسحاقؑ اور یعقوبؑ سے اُس نے وعدہ کیا ہے۔ تو جب وہ وقت آئے تو تم میری ہڈیاں اپنے ساتھ لے جانا اور میرے بزرگوں کے پاس دفن کر دینا۔ چنانچہ اُن کے خاندان کے لوگوں نے ان کی نعش میں خوشبو بھری اور ایک صندوق میں محفوظ کر دی۔ (پیدائش ۵ : ۲۴)

خوشبو بھرنے کا غالباً مطلب یہ ہے کہ مصریوں کے طریقے کے مطابق ممی کر کے رکھی گئی تھی اور نسلاً بعد نسل وصیت کی تجدید جاری رہی، جب چار سو برس بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ظہور ہوا اور وہ بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر مصر سے نکلے تو انھوں نے حضرت یوسفؑ کی نعش بھی اپنے ساتھ لے لی تھی۔ اس طرح حضرت یوسفؑ کی وصیت کی تعمیل ظہور میں آگئی۔

مجموعۂ تقاریر علامہ الحاج محمد بشیر صاحب قبلہ انصاری

مقامِ اہلبیت معہ اضافہ
اسمیں دس بصیرت افروز مجالس درج ہیں۔ کتابت و طباعت و کاغذ سفید رنگین سرورق۔ ہدیہ مناسب

عظمتِ اہلبیت معہ اضافہ
اسمیں دس بصیرت افروز مجالس درج ہیں۔ کتابت و طباعت و کاغذ سفید رنگین سرورق۔ ہدیہ مناسب

ملنے کا پتہ:۔ امامیہ کتب خانہ مغل حویلی۔ اندرون موچی دروازہ لاہور ۸

باب ۱۸

حضرت ایوبؑ علیہ السلام

حضرت ایوب[1] علیہ السلام حضرت اسحاقؑ بن ابراہیمؑ کی اولاد سے تھے۔ آپ کا سلسلۂ نسب یہ ہے، ایوبؑ بن اموص بن زارح بن اعوئیل بن عیص بن اسحاقؑ بن ابراہیمؑ، آپ کی والدہ حضرت لوط علیہ السلام کی نسل سے تھیں۔ آپ حضرت یوسف[2] علیہ السلام کے بیٹے افراہیم کے داماد تھے آپ کی زوجہ کا نام رحمت بنت افراہیم بن یوسفؑ وزلیخا تھا۔ آپ نہایت متقی اور پرہیزگار تھے۔ آپ کا لقب صبور وشکور تھا۔

آپ کا قد قدرے دراز تھا، آپ سانولے رنگ کے تھے۔ آپ کی آنکھیں سیاہ تھیں۔ آپ کے سر کے بال گھونگر والے تھے، سر قدرے بڑا تھا۔ آپ کی کلائیاں اور پنڈلیاں موٹی تھیں۔ آپ ثانیہ یا جاثیہ یا تیشہ یا بشہ کے رہنے والے تھے جو دمشق اور رملہ کے درمیان واقع ہے وہیں آپ پیدا ہوئے اور وہیں مبعوث ہوئے۔ بلوغ ورشد کے بعد بعثت ہوئی اور ۲۷ سال تبلیغ کرنے کے دوران صرف تین افراد مسلمان ہوئے، آپ افضل خلائق ہونے کے ساتھ ساتھ مالی نقطۂ نظر

---

[1] لفظ ایوبؑ، آب رئوب سے ماخوذ ہے جس کے معنی پلٹ آنے کے ہیں۔ چونکہ ان کی صحت و عافیت، ان کی دولت وغیرہ جاکے پلٹ آئی تھی اس لئے یہ نام قرار پایا ۱۲ (معانی الاخبار)

[2] تمام مورخین نے حضرت یوسفؑ کی بیٹی کا نام رحمت لکھا ہے اور افراہیم بن یوسفؑ کی بیٹی کا نام بھی رحمت تحریر کیا ہے۔ غالباً ایسا ہوا ہے کہ حضرت یوسفؑ کی بیٹی اور پوتی دونوں کا نام رحمت تھا۔ لیکن حافظ فرمان علی مرحوم نے قرآن مجید کے حاشیہ ص۳۹۳ میں حضرت یوسفؑ کی بیٹی کا نام رحیمہ تحریر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ حضرت ایوبؑ کی زوجہ تھیں۔ پھر ص۵۲۴ میں حضرت ایوبؑ کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ ان کی اہلیہ حضرت یوسفؑ کی پوتی افراہیم کی بیٹی رحیمہ تھیں۔ پھر ص۷۲۸ میں تحریر کیا ہے کہ حضرت ایوبؑ بن عیص حضرت یوسفؑ کے داماد تھے اور آپ کی بی بی کا نام رحیمہ تھا جو زلیخا کے لطن سے تھیں۔ غالباً اس سلسلہ میں مولانا مرحوم سے تسامح ہوگیا ہے۔ ۱۲۔

سے بھی تمام قریے میں سب سے ممتاز تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ کی ساری مالداری بیوی کے ذریعہ سے ہوئی تھی۔ حضرت ایوبؑ پر خداوندِ عالم کا عظیم کرم یہ تھا کہ اس نے انھیں منصب نبوّت سے سرفراز کرنے کے ساتھ ساتھ دولت دنیا سے بھی مالا مال کر دیا تھا۔ ان کے پاس پانچ سو جوڑے بیل کے تھے، بے شمار بکریاں تھیں۔ کثیر تعداد میں اُونٹ، گھوڑے اور خچر تھے، ہزاروں بیگھہ زمین تھی، بہت کافی باغات تھے، چار سو چرواہے، غلام اور سائیس تھے، اس کے باوجود آپ کی عبادت کا وہ عالم تھا کہ فرشتے بھی انگشت بدنداں غبطہ کرنے پر مجبور تھے۔ آپ جب تک ژزانہ کثیر محتاجوں اور کم از کم دس مہمانوں کو کھانا نہ کھلا لیتے تھے خود کھانا نہیں کھاتے تھے اسی طرح محتاجوں، غریبوں، بیواؤں، یتیموں کو کپڑے بنوائے بغیر اپنے لئے نہ بناتے تھے۔

بالآخر فرشتے جو آپ کی عبادت گزاری پر متحیر اور انگشت بدنداں تھے ایک دن مجتمع ہو کر آپس میں کہنے لگے کہ اتنی مالداری کے باوجود ایوبؑ کیونکر عبادت کے ان بلند مدارج پر فائز ہیں۔ خطاب ہُوا کہ اے میرے فرشتو، ایوبؑ میرا بہترین بندہ ہے اس کی اطاعت شعاری اور عبادت گزاری پر مالداری کا کوئی اثر نہیں پڑے گا تم متحیر کیوں ہو؟ جو میرا مخلص بندہ ہے وہ ہر حال میں میری بندگی کرے گا۔ نہ اُس پر مال و دولت کی فراوانی اثر ڈال سکے گی اور نہ اس کے لئے رکاوٹ بن سکے گی اور نہ وہ اس مال و دولت کے تحفّظ کے لئے عبادت گزاری کریگا ایوبؑ میرا نہایت ہی مخلص بندہ ہے اور وہ ہر حال میں اپنے خلوص اور اپنی بندگی کا مظاہرہ کرے گا۔ میرے فرشتو مجھے یقین ہے کہ تم مطمئن ہو گئے ہو گے۔ تاہم میں تمہیں شانِ ایوبی دکھائے دیتا ہوں اور اب تم دیکھو اور اندازہ لگاؤ کہ فراوانی دولت اور فراخی ثروت اور مصائب و آلام میں کیا فرق ہے میں تم سے پھر کہتا ہوں کہ وہ دونوں حالات میں یکساں نظر آئے گا۔ یہ کہہ کر خداوندِ عالم نے حضرت ایوبؑ کے حالات یکسر بدل دیئے اور انھیں موقع ابتلا و امتحان میں لا کھڑا کیا۔[۱]

وہ عبادت میں مشغول و مصروف تھے۔ انھیں مالداری اور دولت کی طرف ذرا سی بھی توجہ نہ

[۱] ایک روایت میں ہے کہ حضرت ایوبؑ نے ایک دن بارگاہ خداوندی میں عرض کی خدایا مجھے بلا میں مبتلا کہ تاکہ اس پر صبر کر کے صابرین کا ثواب اور درجہ حاصل کر لوں۔ ارشاد ہوا کہ اے ایوبؑ عافیت مانگو بلا نہ مانگو۔ عرض کی "خدایا بلائے کہ از تو بمن رسد عافیت است"۔ خدایا جو بلا تیری طرف سے پہنچے گی وہ میرے لئے اور میرے نزدیک عافیت ہوگی، لہٰذا مبتلا ہو گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ ایوبؑ نے ایک دن کہا کہ فراخی دولت میں عبادت کرنے سے بلا میں صبر کرنا بہتر ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک دن کسی نے کہا کہ ایوبؑ خدا نے تمہیں بہت کچھ دے رکھا ہے فرمایا ہاں میں اسکی عبادت بھی تو سب سے زیادہ کرتا ہوں۔ قدرت نے اسے محسوس کیا اور بلا میں مبتلا کر دیا۔ لیکن زیادہ مستند روایت وُہی ہے جو فرشتوں سے متعلق ہے۔ ۱۲

تھی، سارا نظام ان کے بچے چلا رہے تھے۔ اور بڑی فراخی سے کاروبار چل رہا تھا کہ دفعتہً بلا کا نزول شروع ہوا۔ سب سے پہلے آپ کا جتنا مال جمع تھا سب غائب ہوگیا، آپ نے پرواہ بھی نہ کی۔ پھر آپ کے چند جوان فرزند[1] فوت ہوگئے۔ آپ نے توجہ نہ کی۔ پھر آپ کا چرواہا دوڑا ہوا آیا اور کہنے لگا کہ لاکھوں کی تعداد میں جو آپ کے گوسفند تھے سب ہلاک ہوگئے۔ حضرت ایوبؑ نے کہا "چہ کنم" میں کیا کروں جس نے دیا تھا اُس نے لے لیا، اُس کا مال تھا، میں اس کا بندہ ہوں وہ جو کرے دُرست ہے۔ مجھے جو خبر دے رہے ہو، جو ہوا سو ہوا، جو ہوگا ٹھیک ہوگا۔ جاؤ اپنا کام کرو، اور میرا قیمتی وقت ضائع نہ کرو۔ پھر ایک ہفتہ کے بعد گائے بیل وغیرہ کا نگران دوڑا ہوا آیا، اور عرض کرنے لگا حضور تمام گائے بیل خچر وغیرہ سب مر گئے۔ فرمایا بہتر ہوا جس نے دیا تھا اُسی نے لے لیا۔ اس کے دینے پر بھی شکریہ اور لینے پر بھی شکریہ یہ کہہ کر عبادت میں مشغول ہوگئے۔ پھر ایک ہفتہ گزرا کہ باغات کا داروغہ آپہنچا اور اس نے خبر دی کہ دفعتاً ایک آگ پیدا ہوئی اور تمام باغات جل کر خاکستر ہوگئے۔ حضرت ایوبؑ نے پھر پہلا جواب دیا اور سجدۂ شکر میں گر پڑے، میرے پالنے والے جو ہو رہا ہے یہی دُرست ہے۔ پھر ایک ہفتہ کے بعد شتربانوں کا داروغہ آیا آپ مشغولِ عبادت تھے، اُس نے کہا حضور تمام اونٹ ہلاک ہوگئے ہیں اور سارا غلہ تلف ہوگیا۔ اب کچھ میری تحویل میں باقی نہیں ہے، آپ نے سجدۂ شکر کیا اور بارگاہِ احدیت میں عرض پرداز ہوئے۔ مالک میں تیری طرف سے ہر آئی ہوئی بلا کو اپنے لئے کرم خاص سمجھتا ہوں ایک ہفتہ کے بعد گھر میں آگ لگ گئی، سارا گھر جل گیا اور گھر میں جتنا سامان تھا سب خاکستر ہوگیا۔ آپ نے محرابِ عبادت سے سر نہ اُٹھایا اور آگ کی پرواہ نہ کی۔ پھر ایک ہفتہ کے بعد آپ نے اپنا صندوق کھولا تو دیکھا کہ تمام سونے چاندی نے پتھر کا رُوپ دھار لیا ہے، ہنس پڑے اور کہا مالک جو بدترین چیز تھی چلی گئی اور جو بہترین چیز ہے وہ میرے پاس موجود ہے یعنی مال تباہ ہوگیا، لیکن میرا دین وایمان میرے پاس موجود ہے اور یہی میری اصل دولت ہے، اسی دوران میں آپ کے چھوٹے بچے معلم کے سامنے پڑھ رہے تھے کہ معلم کسی کام سے باہر چلا آیا اور چھت گر گئی، اسس نے حضرت ایوبؑ کو اس بلائے ناگہانی کی اطلاع دی۔ آپ نے بلا کسی رنج وغم کے یہ کہا کہ جو ہوا سو ہوا اور وہی بہتر تھا کیونکہ " ہرچہ از دوست میرسد نیکوست" اچھا تو یہ ہوا کہ تم اس جگہ سے ہٹ گئے تھے۔ ورنہ تم بھی لقمۂ اجل بن جاتے، آپ نے اس مصیبت پر بھی پوری دلیری کے ساتھ صبر کیا اور اپنی رفیقۂ حیات کو بھی صبر کی تلقین کی۔

[1] طبری میں ہے کہ حضرت ایوبؑ نے ہر مصیبت پر صبر کیا اور ذرا بھی محسوس نہیں کیا لیکن فرزندوں کی موت پر اُن کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں۔ ۱۲

پھر ایک ہفتہ کے بعد حالتِ نماز میں پیروں میں درد اٹھا اور اماس ہوگئی، چند دنوں کے بعد تپِ محرقہ پیدا ہوگئی۔ پھر پیروں کا درد بڑھنے لگا اور مرض ترقی کرنے لگا۔ یہاں تک کہ سارے بدن میں اثر پھیل گیا اور یہ حالت ہوگئی کہ "ہفت ماہ بریک جا بماند نتوانست از جائے برخواستن"۔ سات مہینے تک ایک ہی جگہ پڑے رہے۔ اور اس جگہ سے ہل نہ سکے، اس حالت میں بھی "صحیح عبادت و تسبیح از او فوت نہ شد" عبادت کا کوئی پہلو ترک نہیں ہوا۔ اور کوئی تسبیح رہ نہیں گئی۔ پھر انھیں حالات میں دن گزرتے رہے، رات گزرتی رہی، یہاں تک کہ چار سال گزر گئے۔ پھر اسی حالت میں آپ نے ابتلا کی طویل مدت گزار دی جو سات سال سے کم نہ تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ ہر موقع پر شیطان مردِ مقدس کی صورت میں حضرت ایوبؑ کی خدمت میں پہنچتا رہا اور بہکانے کی سعی کرتا رہا۔ لیکن آپ کی طرف سے ایک ہی جواب ملتا رہا۔ اور وہ یہ کہ "آنچہ بفضل خود بما دادہ بود بعدل خود باز گرفت" کہ اس نے اپنے فضل و کرم سے ہمیں جو کچھ دیا تھا اب اپنے عدل و انصاف سے واپس لے رہا ہے اس میں ہمارا کیا اجارہ، اُس کی چیز تھی اس نے اپنی چیز واپس لے لی، یہ کہتے اور سجدہ شکر میں چلے جاتے۔ شیطان اس سے پے درپے مایوس ہوتا گیا اور کسی مرتبہ، چونکہ اس کی ترکیبوں سے حضرت ایوبؑ پر کوئی اثر نہ پڑا۔ اس لئے وہ حضرت ایوبؑ کی بیوی کو بہکانے کی طرف متوجہ ہوگیا۔

الغرض آپ کی علالت کے بہانے سے شہر والوں نے آپ کو شہر بدر کر دیا اور بیرونِ شہر ایک اجاڑ جگہ میں آپ کو پہنچا دیا۔ آپ اسی جگہ عبادت کرتے رہے اور ایسی عبادت کہ ملائکہ آسمانی حیران ہوگئے اور خدا کی بارگاہ میں عرض پرواز ہوئے کہ مالک ایسا بندہ دیکھنے میں نہیں آیا۔ خداوندِ عالم نے پھر ملائکہ میں آپ کی تعریف کی اور کہا کہ یہ میرا بے نظیر بندہ ہے۔

بحث و نظر

روایاتِ عامہ میں عموماً نیز بعض روایاتِ خاصہ میں ہے کہ حضرت ایوبؑ کا ابتلا شیطان کی خواہش اور درخواست پر عمل میں آیا ہے۔ خدا سے اُس نے ایوبؑ کی عبادت گزاری کے حوالے سے کہا کہ یہ سب کچھ صرف اس لئے ہے کہ ان کو فراخی دے رکھی ہے۔ اگر انھیں مصائب میں مبتلا کر دیا جائے تو یہ کفر اختیار کر لیں گے خداوندِ عالم نے فرمایا کہ یہ بالکل غلط ہے، وہ میرا بہترین بندہ ہے اور ہر حال میں بندگی کرے گا۔ اُس نے کہا کہ میں تو اس کا یقین نہیں رکھتا اور اگر تو اس کے بارے میں صحیح کہتا ہے تو مجھے اس کا تجربہ کرا دے اور مجھے ان کے مال و دولت اولاد اور جسم پر تسلط عطا کر دے۔ پھر میں دیکھوں کہ وہ کیسے بندگی میں ثابت قدم رہتے ہیں۔ خداوندِ عالم نے فرمایا کہ جا میں نے تجھے تسلط و اختیار دے دیا۔ لیکن دل، دماغ، زبان، کان پر اختیار نہ ہوگا۔ کیونکہ دل و دماغ کا تعلق عقیدہ کی برقراری

سے ہے، کان سے وحی سُنتا ہے۔ زبان سے حمد کرتا ہے۔ چنانچہ شیطان نے تمام چیزوں کو تباہ کر دیا۔ جسم میں کیڑے ڈال دیئے۔ سارے بدن میں پیپ پیدا کر دی، بد بُو جسم سے پیدا ہو گئی۔ لوگوں نے عاجز آکر اُن کو شہر سے باہر نکال کر ایک مزبلہ پر پھینکوا دیا۔ وہ ان حالات میں بھی خدا کی برابر عبادت کرتے رہے۔ بروایتے جو کیڑا جسم سے گر جاتا تھا۔ اسے یہ کہہ کر پھر اسی جگہ رکھ دیتے تھے کہ تو میرے خدا کی مخلوق ہے اس نے تیری روزی میرے ہی جسم سے معین کی ہے تو اسی جگہ رہ باہر نہ جا وغیرہ وغیرہ۔ یہی کچھ افتخار العلماؐ جناب مولانا سید علی حیدر صاحب قبلہ نے بھی اپنی کتاب تاریخ آئمہ کے صفحہ ۲۴ پر تحریر فرمایا ہے یہ امر قابل ذکر ہے کہ کتاب کی اشاعت کے بعد وہ جب میری درخواست پر شیعہ مشن کے اجلاس میں کراری ضلع الہ آباد تشریف لائے تو میں نے ان سے اس کا ذکر کیا موصوف نے فوراً اُسے تسلیم کر لیا اور اپنی کتاب میں اپنے قلم سے یہ عبارت بڑھا دی۔ یہ عامۃ المسلمین کا بیان ہے۔ مگر شیعوں کا اعتقاد ہے کہ انبیاء ایسے مرض سے بھی محفوظ ہیں۔ پس حضرت ایوبؑ کو بھی جذام وغیرہ امراض نہیں ہوئے تھے۔

بعض اعاظم علماء امامیہ نے مذکورہ روایات کو مقدوح قرار دیا ہے اور اسے ناقابل تسلیم ٹھہرایا ہے اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ شیطان کا تسلّط خدا کی طرف سے ایک نبی پر ناممکن ہے دوسرے یہ کہ نبی کے جسم میں ایسی کیفیات کا پیدا ہونا ممنوع ہے جو باعث نفرت ہوں کیونکہ ان سے غرض بعثت میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ اصُول نہایت پیارا ہے اور میرا بھی یہی عقیدہ ہے لیکن بصد معذرت یہ عرض کرتا ہوں کہ شیطان کا جو تسلّط ممنوع ہے وہ ادیان اور اعمال پر ہے نہ کہ اجسام پر اور اگر اجسام پر بھی مان لیا جائے تو عالمِ تبلیغ میں امتناع درست ہے۔ لیکن عالم ابتلا و امتحان میں اس امتناع کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی۔ اگر ایسا ہوتا تو حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے عالمِ نماز میں شیطان کے بصورت اژدہا انگوٹھا کاٹنے یا اسے مُنہ میں لینے کا امکان نہ ہوتا۔ نیز کافروں اور منافقوں کو بھی یہ ممکن نہ ہوتا کہ وہ انبیاء کو قتل کرتے اور اوصیاء کو تلوار اور زہر سے شہید کر سکتے اسی طرح اجسام میں تنفر آمیز کیفیات کا پیدا ہونا بھی قابلِ نظر ہے۔ کیونکہ عالم ابتلا اور امتحان میں اس قسم کے حالات کے پیدا ہونے میں قباحت نہیں معلوم ہوتی۔ البتہ عالمِ تبلیغ میں تنفر آمیز کیفیات قطعاً ممنوُع ہیں۔ کیونکہ ان سے یقیناً غرضِ بعثت میں رکاوٹ پیدا ہوگی، نہ لوگ قریب پھٹکیں گے نہ انھیں کچھ دینی بات بتائی جا سکے گی۔

عالمِ ابتلا کے عام حالات

مختصر یہ کہ حضرت ایوبؑ ابتلاؐ کا دَور گزار رہے تھے جس کی ابتداء محرم الحرام سے اور بقولے صفر کے آخری

چہار شنبہ سے ہوئی تھی۔ آخر الامر یہ حالات پیدا ہو گئے کہ تمام اعزا و اقربا آپ سے جُدا ہو کر کنارہ کش ہو گئے۔ آپ کے تین شاگرد تھے جو آپ کی تبلیغ سے ایمان لاکر آپ کے ہمراہ ہوئے تھے۔ جن کے نام بروایت طبری[1] (۱) یلدہ (۲) نفرہ (۳) اماثر تھے، ان لوگوں نے ان کا ساتھ دیا اور کچھ خدمت بھی کی۔ لیکن آخر میں ساتھ چھوڑ کر چلے گئے۔ ان کے علاوہ آپ کے بروایتے چار بیویاں تھیں، جن میں سے تین نے ساتھ چھوڑ دیا۔ اور اُن سے طلاق حاصل کر لی۔ ایک بیوی آپ کے پاس رہ گئی جس کا نام "رحمت یا رحیمہ تھا وہ ساتھ لگی رہی۔ حضرت ایوبؑ نے فرمایا کہ تم بھی طلاق لے لو۔ اس نے کہا کہ میں نے تمہارے ساتھ اچھے دن گزارے ہیں۔ یہ انسانیت کے خلاف ہے کہ اب جب کہ تم پر بُرا وقت آیا ہے تو میں تمہارا ساتھ چھوڑ دوں، میں تو ہرگز نہ جاؤں گی، اور تمہاری خدمت جان و دل سے کروں گی ؎

دوست مشمر آن کہ در نعمت زند | لاف یاری و برادر خواندگی
دوست آن باشد کہ گیرد دست دوست | در پریشان حالی و در ماندگی

ایک روایت میں ہے کہ لوگوں نے حالات کے بگڑ جانے کی وجہ سے حضرت ایوبؑ کو شہر بدر کر دیا۔ کوئی آپ کو اُٹھا کر لے جانے والا نہ تھا۔ اُنھیں شاگردوں نے کندھوں پر اُٹھایا اور لے کر چلے، جاتے وقت ان کی بیوی اور یہ شاگرد گریہ کر رہے تھے، ان لوگوں نے دُوسرے گاؤں میں پہنچا دیا، وہاں کے لوگوں نے بھی آپ کو برداشت نہ کیا، وہاں سے بھی ایک اور گاؤں میں لے گئے۔ اسی طرح سات قریوں میں آپ کو پہنچایا گیا۔ بالآخر شاگردوں نے عاجز آکر ایک جنگل میں سایہ کی جگہ تلاش کر کے ان کو وہیں ایک تختے پر ڈال دیا اور وہاں سے چلے آئے۔ حضرت ایوب علیہ السلام وہاں بھی اپنی پوری طاقت سے عبادت کرتے رہے۔ اب آپ کے پاس ایک سچی رفیقہ حیات "بی بی رحمت" کے سوا کوئی نہ تھا۔

بی بی رحمت کے خدمات

جناب رحمت زوجہ حضرت ایوب علیہ السلام اپنے شوہر کی نہایت خلوص کے ساتھ خدمت کر رہی تھیں اور جس طرح حضرت ایوبؑ کو صبر کرتے اور عبادت کرتے دیکھتی تھیں یہ بھی اسی طرح صبر کرتی تھیں اور خاوند کے مصائب سے متاثر نہ ہوتی تھیں اور برابر عبادت میں مشغول رہتی تھیں۔ علاوہ ازیں ان کے پاس مال و دولت سے جو کچھ تھا سب حضرت ایوبؑ کی نگرانی نگہداشت اور آرزو قرنیز ان پر صدقے میں صرف کر دیا، جب کچھ نہ رہا اور دونوں بھوک کی مصیبت میں مبتلا ہوئے تو

[1] علامہ جزائری تھے ان کے نام (۱) الیفن (۲) یلدہ (۳) صافن تحریر فرمائے ہیں اور لکھا ہے (۱) یمن کا اور ۲ و ۳ انھیں کے شہر کے رہنے والے تھے۔ (النور المبین فی قصص الانبیاء والمرسلین صفحہ ۲۲۶ طبع نجف اشرف)

آپ اپنے شوہر کی خاطر مزدوری کرنے یا بھیک مانگنے کے لئے گھر سے باہر نکلتیں اور کچھ لے آتیں اسی طرح برابر کرتی رہیں اور گزارہ ہوتا رہا۔ شیطان جو نیک بندوں کا "دشمن فی سبیل اللہ" ہے۔ یہ سوچنے لگا کہ کوئی ایسی صورت نکالی جائے کہ "رحمت" ایوبؑ سے علیحدہ ہوجائیں اور ان کے آزوقہ کی فراہمی کا کوئی بندوبست نہ ہوسکے، وہ اسی تاک میں تھا کہ ایک دن جناب "رحمت" جو پانی لانے کے لئے نکلی تھیں۔ ان کے راستہ میں ملا، اور ایک مردِ بزرگ کی شکل میں ملا، پوچھا تم کون ہو؟ انھوں نے کہا کہ میں خدائے بے ہمتا کی ایک کنیز ہوں۔ اس نے کہا "کیا تم افراہیم ابن یوسفؑ کی لڑکی نہیں ہو؟ انھوں نے کہا بے شک میں ان کی لڑکی ہوں۔ پھر اس نے کہا کہ تمہارا خاندان بہت ممتاز خاندان ہے۔ تم اس جنگل میں کیا کر رہی ہو اور یہاں کیسے آئی ہو، کہا کہ میرا شوہر "ایوبؑ" ابتلا میں مبتلا ہے اور اس بندہ خدا کی حالت بہت سقیم ہوچکی ہے میں اس کی خدمت کے سلسلہ میں یہاں اس کے ہمراہ آئی ہوں اور اس کی خدمت کررہی ہوں، شیطان نے کہا کہ ایوبؑ کو تو میں نے دیکھا ہے ان کی حالت تو بہت ہی خراب ہے۔ وہ امراض متعدیہ میں بتلا ہیں میں تم کو ایک مہربان کی حیثیت سے نصیحت کرتا ہوں کہ تم ان کے قریب مت جاؤ اور ان کی خدمت سے کنارہ کش ہوکر چلی جاؤ۔ ورنہ ان کی بیماری کا اثر تم میں پیدا ہوجائے گا اور تم بھی اسی صورت سے علیل ہوکر برباد ہوجاؤ گی۔ بی بی رحمت نے کہا کہ میں ان سے کیونکر جدائی اختیار کرسکتی ہوں، وہ نبی خدا ہیں، میرے شوہر ہیں، فراخی میں انھوں نے میرے ساتھ بڑا اچھا برتاؤ کیا ہے۔ یہ تو انسانیت کے خلاف ہے کہ میں مصیبت میں ان کا ساتھ چھوڑ دوں۔ یہ کہہ کر بی بی رحمت روانہ ہوگئیں اور وہ بھی چلا گیا۔

بی بی رحمت نے حضرت ایوبؑ کی خدمت میں پہنچ کر سارا واقعہ دہرایا، آپ نے فرمایا کہ وہ شیطان تھا اس سے بات چیت کرنے میں پوری احتیاط کرو وہ تمھیں بہکانے کی سعی کر رہا ہے۔ چند دن گزرے تھے کہ شیطان ملعون پھر راستہ میں ایک مردِ جوان وحسین کی صورت میں ملا، کہنے لگا کہ تم اس حسن وجمال کے باوجود کیوں ماری ماری پھر رہی ہو۔ انھوں نے کہا کہ میرا شوہر علیل ہے میں اس کے لئے آزوقہ پیدا کرنے کے لئے نکلی ہوں اور شہر جارہی ہوں۔ وہاں مزدوری وغیرہ کے ذریعہ سے آزوقہ فراہم کروں گی، اس نے کہا میں تمہیں ایک نہایت پیارا مشورہ دیتا ہوں اگر تم مان لوگی تو بہت اچھی رہوگی۔ اور وہ یہ ہے کہ ہمارے شہر میں ایک بہت بڑا رئیس ہے۔ حسن وجمال، مال ومنال بھی بے حد وانتہا رکھتا ہے میں اسے تمہارے ساتھ شادی کرنے پر آمادہ کرلوں گا۔ تم اپنے شوہر مبتلا سے طلاق لے لو اور اپنی زندگی کے ایام خراب نہ کرو جناب

رحمت نے کہا کہ میں ایک نبی کی پوتی ہوں اور ایک نبی خدا کی بیوی ہوں، یہ کسی صورت میں نہیں ہو سکتا کہ میں کسی غیر مرد کی طرف رجوع کروں، میرا شوہر مجھ سے خدمت لینے کا حق دار ہے اور میں اس کی خدمت کو فریضہ جانتی ہوں، یہ سُن کر ابلیس مایوس ہوگیا۔ بی بی رحمت جب شام کو گھر آئیں تو اُنھوں نے حضرت ایوبؑ سے اس واقعہ کو بھی دُہرایا۔ حضرت ایوبؑ نے فرمایا کہ وہ شیطان ملعون ہے۔ تمہیں گمراہ کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ تم اس سے ہوشیار رہنا اور آئندہ کوشش کرنا کہ تم اس سے گفتگو نہ کرو۔ اس کے بعد ابھی دو ایک دن ہی گزرے تھے کہ شیطان بی بی رحمت کی راہ میں ایک طبیبِ حاذق کی شکل وصورت میں ملا اور کہنے لگا کہ میں بہترین طبیب ہوں۔ تمہیں ایک دوا دیتا ہوں۔ اسے لے جاکر اپنے شوہر کو کسی نہ کسی صورت سے پلادو۔ وہ اچھے ہو جائیں گے، ان کی مصیبت بھی ٹل جائے گی اور تم کو تکالیف سے نجات حاصل ہو جائے گی۔ بی بی رحمت اُسے لئے ہوئے حضرت ایوبؑ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، اُنھوں نے جونہی اس پر نگاہ کی فرمایا اسے فوراً پھینک دو، یہ شراب ہے، بی بی رحمت نے اسے پھینک دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ طبیب نے بی بی رحمت سے یہ کہا تھا کہ میں تمہارے شوہر کو اچھا کر سکتا ہوں بشرطیکہ وہ صحت کے بعد میرے احسان کو مانیں اور زبان سے کہیں کہ انھیں میں نے اچھا کیا ہے۔" حضرت ایوبؑ نے فرمایا کہ تم سے بار بار کہتا ہوں کہ شیطان سے بچو اور اس سے بات بھی نہ کرو۔ بی بی رحمت نے کہا کہ اے میرے مالک وہ ایسے ڈھنگ سے سامنے آتا ہے کہ میں یہ سمجھ نہیں سکتی کہ یہ شیطان ہے۔ حضرت ایوبؑ نے فرمایا کہ یہ ٹھیک ہے لیکن تم سمجھنے کی کوشش کرو اور شیطان سے بات نہ کرو۔

بہرحال بی بی رحمت برابر حضرت ایوبؑ کی خدمت کر رہی تھیں اور ان کے لئے مسلسل شہر میں جاکر مزدوری یا بھیک کے ذریعہ سے کچھ آزوقہ حاصل کرتی تھیں اور دونوں میاں بیوی گزارہ کر رہے تھے کہ ایک دن صورت حالات نہایت خراب ہوگئی۔ یعنی بی بی رحمت شہر میں پہنچیں اور ہرچند کوشش کی کہ دن بھر کا آزوقہ فراہم کرلیں۔ مگر کوئی امکان نہ پیدا ہوا، نہ کسی نے مزدوری پر لگایا اور نہ کسی نے بھیک کے طور پر ہی کچھ دیا۔ بی بی رحمت سخت مایوس واپس آرہی تھیں کہ راستے میں ایک ایسی عورت ملی کہ جس کے سر کے بال چھوٹے تھے۔ اس نے پوچھا تم کون ہو؟ کہا میں نبی خدا ایوبؑ کی بیوی ہوں، کہا کیوں پریشان ہو؟ کہا میرا شوہر بہت سے امراض میں مبتلا ہوکر فلاں مقام پر پڑا ہے۔ میں اس کی خدمت کرتی ہوں اور اس کے لئے روزی پیدا کرنے کے لئے شہر میں جایا کرتی ہوں۔ آج ایسا ہوا ہے کہ میں نے ہرچند کوشش کی ہے کہ کھانے کو کسی صورت سے کچھ مل جائے، مگر کچھ دستیاب نہیں ہوا۔ اور میں سخت حیران

اور پریشان واپس جا رہی ہوں، یہ سُن کر وہ عورت جو بی بی رحمت کے سر میں بڑے بڑے سنہرے بال دیکھ رہی تھی کہنے لگی کہ اگر تم میری بات مان لو، تو میں تمھاری پوری مدد کر دوں؟ بی بی رحمت نے پوچھا وہ کیا ہے؟ کہا کہ وہ یہ ہے کہ تم اپنے گیسو کاٹ کر مجھے دے دو تاکہ میں اسے اپنے سر کے بالوں میں شامل کر لوں، بی بی رحمت نے اس خیال سے کہ شوہر کے لئے آزوقہ حاصل ہو جائے۔ اس عورت کو اپنے گیسو دے دیئے اور آزوقہ حاصل کر لیا۔ ادھر بی بی رحمت وہاں سے روانہ ہوئیں۔ اُدھر شیطان جو مذکورہ عورت کی صورت میں تھا مرد کی شکل میں حضرت ایوبؑ کے پاس آیا اور گیسوؤں کے سلسلہ میں کچھ اُلٹی پلٹی باتیں کرنے لگا۔ حضرت ایوبؑ نے اسے دھتکار دیا۔ پھر جب بی بی رحمت پہنچیں اور انھوں نے دن بھر کی ساری سرگذشت بیان کی تو آپ نے فرمایا کہ وہ عورت نہ تھی وہ شیطان تھا، میں تم سے پھر کہتا ہوں کہ شیطان سے بچو۔ (روضۃ الصفا) غرضیکہ شیطان ملعون جناب رحمت کو بہکانے کی سعی مسلسل اور جہد پیہم میں لگا ہوا تھا اور وہ بی بی اپنے خلوص کی وجہ سے اس کی باتوں میں نہ آتی تھیں اور حضرت ایوبؑ مکمل ناسازگار حالات کے باوجود بے پناہ عبادت میں مشغول رہے۔ شیطان جب ہر طرف سے مایوس ہو گیا تو ایک دن بصورت عجیب و غریب، لوگوں سے آکر ملا اور کہنے لگا کہ میں ایک فرشتہ ہوں اور فلک چہارم میں رہتا ہوں۔ مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ ایوبؑ ایک مخلص اور مقرب بندے تھے۔ لیکن انھوں نے کچھ ایسے گناہ کئے ہیں کہ خداوند عالم نے اُن پر عذاب نازل کیا ہے اور ان کا نام صفِ انبیاء سے خارج کر دیا ہے اور اب یہ سخت نافرمانی کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے۔ اُن کا نام سخت نافرمانوں کی فہرست میں لکھ لیا گیا ہے۔ تم لوگوں کو بتائے دیتا ہوں کہ اگر تم نے انھیں اس جگہ سے دُور نہ پھینکا تو وہ دن دُور نہیں کہ تم بھی عذابِ الٰہی میں مبتلا ہو جاؤ۔ شیطان کے اس کہنے سے لوگوں نے سخت شماتت شروع کر دی اور ہر طرف حضرت ایوبؑ کی نافرمانی اور ابتلائے عذاب کی داستان دُہرائی جانے لگی۔ یہاں تک کہ بی بی رحمت (جو طلب آزوقہ کے لئے آبادی میں جایا کرتی تھیں) کے کانوں تک پہنچی، ان سے کہا گیا کہ (معاذ اللہ) ایوبؑ جہنمی ہے تم اس کا ساتھ چھوڑو اور اپنی راہ لو، ورنہ تم بھی عذاب میں مُبتلا ہو جاؤ گی۔

بی بی رحمت نے شام کو واپس آکر ساری داستان حضرت ایوبؑ سے بیان کی حضرت ایوبؑ اس شماتت اور انتساب نافرمانی سے مضطرب ہو گئے اور کمال اضطراب کی حالت میں ہاتھ اُٹھا کر بارگاہِ خداوندی میں عرض کی "انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین" خدایا مجھے اس صدمے نے بیکار کر دیا ہے، حضرت ایوبؑ ہر تکلیف برداشت کر سکتے تھے اور کر رہے تھے لیکن

شماتت نے آپ کو متاثر کر دیا اور بالآخر آپ کو دُعا کرنا پڑی، پھر دُعا سے فراغت کے بعد بی بی رحمت کی طرف متوجہ ہوئے اور بولے کہ میں نے تم کو بار بار نہیں کہا؟ کہ تم شیطان اور اس کی چالبازیوں سے بچو، مگر تم سماعت نہیں کرتی ہو۔ اچھا سُنو! اب جب میں اچھا ہو جاؤں گا تو تم کو سو چھڑیاں ماروں گا بی بی رحمت ان کی ناراضگی سے بے حد دل تنگ اور رنجیدہ ہوئیں۔ لیکن یہ خیال کرتے ہوئے کہ اس وقت یہ جن حالات میں مُبتلا ہیں۔ ان حالات میں اس قسم کے غصّے بعید از قیاس نہیں ہیں، یہ کہنے لگیں کہ آپ مالک ہیں جو چاہیں کریں۔

حضرت ایوبؑ بی بی رحمت پر غصّے سے ابھی ٹھنڈے نہیں ہونے پائے تھے کہ شیطان خود سامنے آگیا اور کہنے لگا کہ تمہارا نام فہرست انبیاء سے کاٹ دیا گیا ہے اور تم کو عذاب میں مبتلا کر کے نافرمانوں کی صف میں شامل کر دیا گیا ہے۔ تم نے کوئی بات ضرور کی ہے۔ جس سے خدا تم سے ہمیشہ کے لئے ناراض ہو گیا ہے۔ حضرت ایوبؑ نے پھر ہاتھ اُٹھا دیا" انی مسنی الشیطان بنصب دعذاب "میرے پالنے والے مجھ کو شیطان نے بہت اذیت اور تکلیف پہنچا رکھی ہے" ایک روایت میں ہے کہ شیطان کے بہکانے سے لوگوں نے آپ کو طعنے دینے شروع کئے کہ آخر تم نے کون سا گناہ کیا ہے جس سے تم پر یہ مصیبت آئی ہے بلکہ خود شیطان نے بھی ان سے کہا کہ تمہارا مرض اتنا طولانی ہو گیا۔ مگر تمہارا خدا کیسا ہے جو تم پر رحم نہیں کرتا اور تم ہو کہ بلا وجہ عبادت کرتے جا رہے ہو اگر خدا کو تم سے کوئی ہمدردی اور دلچسپی ہوتی تو وہ یقیناً تم پر رحم کرتا اور تمہیں تندرست کر دیتا۔ یہ سُن کر آپ بیتاب ہو گئے اور دُعا کرنے پر مجبور ہوئے۔ عرائس ثعلبی ص۹۰ میں ہے کہ حضرت ایوبؑ پر جو تین آدمی ایمان لائے تھے۔ جن کے نام۔ الیفض۔ مالک اور ظافر تھے۔ وہ پہلے ان کی خدمت کرتے رہے۔ لیکن آخر میں ان کے دین پر باقی رہتے ہوئے انھیں چھوڑ بھاگے اور ستم یہ کیا کہ خود آگر حضرت ایوبؑ سے کہا کہ تم خدا کی بارگاہ میں اس گناہ سے توبہ کرو جس کی وجہ سے اس عذاب میں مبتلا کئے گئے ہو، یہ سُن کر ایک اس جوان نے جو ان تینوں کے ساتھ آیا تھا اور دل میں ایمان چھپائے ہوئے تھا ایک عظیم الشان اور طویل تقریر کی جس کے ذریعہ سے حضرت ایوبؑ کی عظمت کو واضح کیا۔ پھر حضرت ایوبؑ نے بھی اس شماتت سے متاثر ہو کر ایک طویل تقریر فرمائی جس میں ان کو جھاڑ دی ہے اور اپنے خدا سے اس شماتت کے سلسلہ میں اپنے دُکھ کا تذکرہ کیا ہے، میں اس کا ترجمہ طول کے خیال سے درج نہیں کرتا۔

بی بی رحمت کی خواہشِ دُعا پر حضرت ایوبؑ کا جواب

بی بی رحمت کو حضرت ایوبؑ سے جو محبت تھی اس کی وجہ سے ایک دن ان کے بے پناہ مصائب سے متاثر ہو کر ادب کے ساتھ عرض

کرنے لگیں کہ اگر آپ ناراض نہ ہوں تو میں آپ سے ایک درخواست کروں۔ انھوں نے فرمایا کہو کیا کہتی ہو عرض کی کہ میری گذارش آپ سے یہ ہے کہ آپ پالنے والے سے دُعا کریں کہ وہ اب آپ کو شفا بخش دے۔ آپ نے فرمایا کہ تم ٹھیک کہتی ہو۔ لیکن یہ بتاؤ کہ اس وقت میری عمر کیا ہے؟ عرض کی ۸۰ سال سے کچھ زیادہ ہے فرمایا کہ "شرم دارم از حق تعالیٰ کہ دعا کنم واز او سلامتی خواہم و حالانکہ مدت ابتلا و مرض بمقدار مدت فراخی وصحت من نہ رسیدہ ست" کہ مجھے خدا سے شرم آتی ہے کہ میں اُس سے اس حال میں دعائے صحت کروں کہ مدتِ مرض وابتلا اس مدت سے کم ہے جس میں میں نے صحت و عافیت سے گزارہ ہے۔

حضرت ایوبؑ کے ابتلاء وامتحان کا اختتام

حضرت ایوبؑ علیہ السلام عہدِ ابتلاء گزار رہے تھے اور اسی حالت میں انسانوں کو ہی نہیں بلکہ فرشتوں کو بھی حیران کر دینے والی عبادت کر رہے تھے اور بی بی رحمت حصول آذوقہ کے لئے روزانہ آبادی میں جارہی تھیں اور کچھ نہ کچھ لاکر حضرت ایوبؑ کی صحیح رفیقۂ حیات ہونے کا فریضہ ادا کر رہی تھیں کہ دفعتہً دورِ ابتلاء ختم ہوگیا۔

مورخین کا بیان ہے کہ جب ابتلاء و امتحان کی مدت کو سات سال سات ماہ سات دن سات گھنٹے ہوگئے تو جبرئیلؑ حضرت ایوبؑ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ خداوندِ عالم نے تمہارے دَورِ ابتلاء کو ختم کر دیا ہے۔ اُٹھو اور فلاں مقام پر داہنے پیر کی ٹھوکر لگاؤ، وہ اُٹھ کہاں سکتے تھے۔ جبرئیل نے مدد کی اور وہ اُٹھ کر مقامِ معین پہ گئے۔ ٹھوکر لگائی، گرم پانی کا ایک چشمہ[1] جاری ہوگیا، جبرئیل نے کہا کہ اس میں نہا ڈالو، انھوں نے اس میں غسل کیا۔ تمام بیماری کے اثرات کلاً وجلاً جاتے رہے پھر ایک دوسری جگہ بتائی کہ اس مقام پر بائیں پاؤں کی ٹھوکر لگاؤ، انھوں نے ٹھوکر لگائی تو سرد پانی کا چشمہ رونما ہوا۔ جبرئیل نے کہا کہ اس میں سے پانی پیو، پانی پیا اور اندرونی بیماریوں سے شفایاب ہوگئے، آپ کا جسم اپنی حالتِ اصلی سے بھی بہتر صورت میں ہوگیا۔ تندرست تومند ہوگئے، چہرہ گلنار کی طرح کھل گیا، جبرئیل نے حلہ بہشت سے آراستہ کردیا اور اس تختے کو ہٹا کر جس پر وہ پڑے ہوئے تھے۔ ایک شاندار تخت جنت سے منگوا کر بچھا دیا اور دونوں بیٹھ کر باتیں کرنے لگے

[1] قصص الانبیاء طہرانی میں ہے کہ حضرت جبرئیل کی ہدایت کے مطابق حضرت ایوبؑ نے پاؤں کی ٹھوکر لگائی۔ اور زمین سے دو چشمے گرم و سرد جاری ہوگئے جو اب بھی شہر حوران کے ایک قریے میں موجود ہے جو دمشق کے توابع میں ہے اور بیماروں کے لئے مرجع بنا ہوا ہے۔ روضۃ الصفا میں ہے کہ لوگ اس چشمے سے بے انتہا فائدہ اٹھاتے ہیں وہ اپنے گھروں سے بیمار آتے ہیں اور شفا یاب ہو کر واپس جاتے ہیں۔

اتنے میں بی بی رحمت بروایت روضۃ الصفا آپہنچیں اور ان دونوں سے کہنے لگیں کہ اس جگہ میرا ایک مریض پڑا ہوا تھا وہ کیا ہوگیا، حضرت جبرئیلؑ نے کہا کہ اگر تم اس مریض کو دیکھو تو پہچان لوگی؟ اسی دوران میں حضرت مسکرا دیئے۔ بی بی رحمت نے پہچان لیا اور فوراً سجدۂ شکر میں گر گئیں، پھر یہ لوگ واپس اپنے گھر آئے اور خدا نے ان کی تمام ضائع شدہ چیزیں واپس کر دیں۔ جتنے جانور مرے تھے زندہ ہوگئے۔ جتنی املاک تباہ ہوئی تھی بحال ہوگئی۔ جتنی دولت تباہ ہوئی تھی واپس آگئی، بکھاریاں جو گندم اور جو سے بھری ہوئی برباد ہوئی تھیں، سونے اور چاندی کے گندم اور جو سے بھر گئیں، آسمان سے بھی مختلف شکلوں میں سیم وزر برسے، اولاد زندہ ہوگئی۔ بی بی رحمت کی جوانی پلٹ آئی اور خدا نے انھیں موجودہ ۷ لڑکے تین لڑکیوں کے علاوہ ۲۶ بچے عنایت فرمائے۔ انھیں درجۂ نبوت سے بلند کر کے درجۂ رسالت پر فائز کر دیا، یعنی ابتلاء کے وقت تک صرف نبی تھے اور ابتلاء کے بعد بروایتے رسول بنا دیئے گئے اور انھیں روم میں مبعوث کر دیا گیا۔

حضرت ایوبؑ کے قسم کی تکمیل

شیطان کی حرکتوں سے متاثر ہو کر حضرت ایوبؑ نے جو یہ قسم کھالی تھی کہ میں صحت کے بعد بی بی رحمت کے سو چھڑیاں لگاؤں گا۔ اس قسم کی تکمیل کے لئے خداوند عالم نے حضرت ایوبؑ کے لئے ایک خوب صورت راہ نکال دی، فرمایا کہ "خذ بیدك ضغثا فاضرب به" اے ایوبؑ تم اپنے ہاتھ میں سینکوں کا مٹھا لو اور اس سے اپنی بی بی کو مارو۔ یعنی ایک ایسا سینکوں کا مٹھا بنا لو جو سو سینکوں پر مشتمل ہو اور صرف ایک بار اُسے اُن کے جسم پر لگاؤ۔ چنانچہ حضرت ایوبؑ نے اپنی قسم کی تکمیل کر لی۔

حضرت ایوبؑ کی جانشینی اور ولیعہدی

حضرت ایوبؑ علیہ السلام روم میں تبلیغ دین فرما رہے تھے کہ آپ کی عمر اختتام کو پہنچ گئی، چنانچہ آپ نے وفات سے چند یوم قبل اپنے بہت سے فرزندوں میں سے ایک فرزند کو جو سب میں لائق و فائق تھا جس کا نام حومل تھا اپنا وصی اور جانشین مقرر کر دیا، تاریخ طبری ج ۱ ص ۱۶۷ (ع۔ ب) میں ہے۔ "واتہ اوصی عند موته الی ابنه حومل" انھوں نے اپنی وفات کے وقت اپنے بیٹے حومل کو اپنا جانشین بنا دیا جو بعد میں نبی قرار پائے۔ (تاریخ طبری فارسی ص ۱۱۱)

تاریخ روضۃ الصفا ج ۱ ص ۸۱ طبع نولکشور میں ہے۔ "چوں از مرض خلاص یافت بدعوت اہل روم مامور شدہ روئے توجہ بدان دیار آورد و در آخر ایام حیات و قریب وفات حومل

راکہ ارشد اولاد او بود وصی و ولیعہد خویش گردانید"۔ حضرت ایوبؑ نے جب مرض سے چھٹکارا پالیا تو انھیں اہلِ روم کی ہدایت پر مامور کر دیا گیا۔ وہ وہاں سے روانہ ہو کر روم چلے گئے اور وہیں رہتے رہے، یہاں تک کہ عمرؑ کا اختتام ہو گیا۔ اُنھوں نے آخر ایام زندگی میں جب کہ موت قریب آگئی تھی، اپنے ایک بیٹے کو جس کا نام "حومل" تھا اور وہ سب میں لائق و فائق تھا۔ اپنا وصی اور جانشین بنا دیا۔ عرائس ثعلبی ص ۹۴ میں ہے۔ انه اوصی بعد موته الی ابنه حومل"۔ حضرت ایوبؑ نے اپنا جانشین اور وصی اپنے بیٹے حومل کو بنا دیا۔

حضرت ایوبؑ کی وفات

جانشین مقرر کرنے کے چند دنوں بعد جس دن موت کا آنا یقینی ہو گیا تھا اس دن اپنے بیٹے حومل کو بلا کر اپنی تجہیز و تکفین کے متعلق وصیت فرمائی اور داعی اجل کو لبیک کہہ کر راہی ملکِ بقا ہو گئے۔ "انا للہ وانا الیه راجعون"۔

آپ کی مدتِ عمر میں اختلاف ہے۔ ایک روایت میں ۹۰ سال ایک میں ۹۳ ایک میں ۱۲۵، ایک میں ۱۴۰، ایک میں ۱۴۱، ایک میں ۱۴۶، ایک میں ۲۰۰، ایک میں ۲۲۶ سال ہے۔ میرے نزدیک ایک سو چالیس سال کی روایت دُرست ہے۔ آپ کی قبر مبارک مقام حبرون (شام فلسطین) میں ہے۔

باب ۱۹

حضرت ذوالکفل علیہ السّلام

حضرت ذوالکفل علیہ السلام برگزیدہ نبی تھے۔ ان کا اصل نام بروایت ثعلبی[1] بشرؑ بن ایوبؑ علیہ السلام اور بروایت جزائری[2]، عویدیا بن ادریم تھا۔ ناسخ التواریخ میں "عویدیاہو" مرقوم ہے اور لکھا ہے یہ عبرانی لفظ ہے۔ اس کے معنی "عبداللہ" کے ہیں۔ آپ کا لقب ذوالکفلؑ تھا۔ آپ شام وروم پر مبعوث ہوئے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ مشہور نبی 'حزقیلؑ' آپ ہی تھے لیکن میرے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے۔ آپ کو غصّہ کبھی نہیں آیا تھا۔ اور آپ بے مثل مہمان نواز تھے۔ آپ مقدمات کے بھی فیصلے کیا کرتے تھے۔

آپ کے لقب ذوالکفلؑ کی وجہ

آپ کو ذوالکفل کیوں کہا جاتا ہے؛ اور آپ کا یہ لقب کس طرح قرار پایا۔ اسکے متعلق بہت سی روایات ہیں۔ ایک روایت[3] میں ہے کہ آپ نے ایک نبی کی ہدایات اور احکام کی کفالت کی تھی۔ اس نبی نے کہا تھا کہ جو قائم اللیل اور صائم النہار ہو، یعنی رات بھر نمازیں پڑھتا ہو اور دن بھر روزے رکھتا ہو اور غصّہ کبھی نہ کرتا ہو، میں اُسے اپنا جانشین بناؤں گا۔ چنانچہ آپ نے وعدہ فرمایا اور ان کے احکام کی پُوری کفالت کی اور ان کی وصایت کے مالک بنے، اس لئے آپ کو ذوالکفل کہا گیا۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ درجۂ نبوّت پر فائز ہونے سے پہلے شام کے ایک بادشاہ[4] کے وزیر تھے۔ اس بادشاہ کو بنی اسرائیل سے سخت دُشمنی تھی۔ وہ اپنی فوج بھیج کر بنی اسرائیل کو اکثر قتل کرا دیا کرتا تھا۔ جب یہ وزیر ہوئے تو ان کے زمانے میں بھی اس نے بدستور فوج کا ایک عظیم دستہ بھیج کر بنی اسرائیل کو قتل کرا دیا اور ایک سو علماء، فضلاء اور زعماء کو گرفتار کرالیا۔ حضرت

---

[1] عرائس صد ۹۴ [2] قصص الانبیاء صد ۲۰۲ [3] قصص الجزائری صد ۳۷۰ [4] روضۃ الصفا صد ۱۱۳

ذوالکفلؑ کو جب معلوم ہوا تو وہ بادشاہ کی خدمت میں تشریف لے گئے۔ اور اس سے دریافت فرمایا کہ ان کے متعلق کیا ارادہ ہے اس نے کہا کہ میں عنقریب ان کو قتل کرا دوں گا۔ حضرت ذوالکفلؑ نے بادشاہ سے کہا کہ ابھی ان کے قتل کرانے کا وقت نہیں آیا۔ بہتر ہوگا کہ انھیں میرے حوالے کردو۔ میں انھیں آج کے بعد قتل کرا دوں گا۔ بادشاہ نے ان سب کو ان کے حوالے کر دیا۔ یہ انھیں اپنے ہمراہ لے گئے ان کی عزت و توقیر کی۔ ان کی بیڑیاں کٹوائیں۔ انھیں خوشگوار کھانا کھلایا اور رات کے وقت رہا کر کے فرمایا کہ تم لوگ راتوں رات اس کے قلمرو سے نکل جاؤ۔ وہ سب کے سب جان بچا کر بھاگ گئے۔ پھر صبح کو حضرت ذوالکفلؑ نے ایسی صورت اختیار فرمائی کہ بادشاہ ناراض بھی نہ ہوا اور ان کی جان بھی بچ گئی۔ اسی کفالت کی وجہ سے آپ کو ذوالکفلؑ کہا گیا، اور آپ کو درجۂ نبوت پر فائز کیا گیا۔

ایک روایت[۱] میں ہے کہ خداوندِ عالم نے آپ کو حکم دیا کہ آپ عمالقہ کے ایک بادشاہ کنعان کے پاس جا کر اُسے راہِ راست پر لانے کی سعی کریں۔ چنانچہ حضرت ذوالکفلؑ اس کے پاس تشریف لے گئے اور اس سے ایمان لانے کی خواہش کی۔ اس نے کہا کہ میں اب ایمان لا کر کیا کرونگا۔ جبکہ بے انتہا گناہ کر چکا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ اب ایمان لانا بالکل بے سُود ہے۔ حضرت ذوالکفلؑ نے فرمایا کہ ایسا نہیں ہے، اگر تو ایمان لائے گا تو خداوندِ عالم تجھے بخش دے گا اور نعماتِ جنّت سے متنعم کرے گا، اس نے کہا کہ اس کی کوئی دلیل ہونی چاہیئے اور کوئی ثبوت ہونا چاہیئے کہ میں بخش دیا جاؤں گا اور میرا ایمان قبول کر لیا جائے گا۔ حضرت ذوالکفلؑ نے فرمایا کہ میں اس کی ضمانت دوں گا اور کفالت کروں گا۔ اس نے کہا کہ اگر ایسا ہے تو میں ایمان لاتا ہوں۔ چنانچہ وہ ایمان لایا اور حضرت ذوالکفلؑ نے اس کو ایک نوشتۂ ضمانت دے دیا۔ وہ ترکِ سلطنت کر کے گوشہ نشین ہو گیا اور عبادت میں رات دن گزارنے لگا۔ یہاں تک کہ اس کی موت کا زمانہ آگیا۔ اُس نے وصیت کی کہ یہ خط میرے کفن میں رکھ دیا جائے۔ چنانچہ وہ خط اس کے کفن میں رکھ دیا گیا۔ اور خدا نے اُسے بخش دیا اور اُسے جنّت میں بلند مقام پر فائز فرمایا، وہ لوگ جو کفن میں خط رکھنے کے واقعہ سے واقف تھے اور بروقت موجود تھے۔ سب کے سب مسلمان ہوگئے اسی ضمانت و کفالت کی وجہ سے آپ کا لقب ذوالکفلؑ ہو گیا۔

ایک روایت[۲] میں ہے کہ بنی اسرائیل میں تین سگے بھائی تھے۔ ایک ان میں عالم تھا ایک زاہد تھا، ایک عابد تھا۔ اتفاقاً ان میں سے ایک کو امیری مل گئی اور وہ حکومت کرنے لگا نیز بیحد بدراہ ہو گیا۔ ایک دن ایک بھائی نے کہا کہ آپ کی جو حالت ہے وہ بہت افسوسناک ہے۔ خدا

---

[۱] منتخب المعارف صدرالدین اصفہانی [۲] سراج القلوب صـ

کے لئے راہِ راست پر آجاؤ اور گناہ ترک کر دو اور پھر صومعہ میں مثل سابق بیٹھو اس نے کہا کہ میں نے تھوڑے ہی عرصہ میں اتنا گناہ کرڈالا ہے کہ جس کے بخشے جانے کا امکان نہیں ہے، بھائی نے کہا کہ ایسا نہیں ہے۔ خداوندِ عالم بڑے سے بڑے گناہ کو بخشتا ہے تم توبہ کرو، وہ تمہیں معاف کردے گا۔ اس نے کہا کہ تم اس عابد کے پاس جاؤ جو فلاں جگہ پر بیٹھا عبادت کر رہا ہے، اور لوگوں کو ہدایات بھی کرتا رہتا ہے۔ چنانچہ وہ بھائی حضرت ذوالکفلؑ کے پاس آیا اور اس نے سارا واقعہ بیان کیا، آپ نے فرمایا کہ اگر وہ توبہ کرلے تو میں اس کے جنّت میں لے جانے کا ضامن ہوں۔ اس بھائی نے اپنے بھائی سے بتایا کہ وہ جنّت کی ضمانت دینے کو تیار ہیں۔ بھائی نے کہا کہ ان سے لکھوا دے، چنانچہ حضرت ذوالکفلؑ نے ضمانت نامہ لکھ کر اس کے جنّت میں لے جانے کے کفیل بن گئے بنا بریں آپ کو ذوالکفلؑ کہا گیا۔

ایک روایت[1] میں ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک بادشاہ تھا جس کا نام "اجاب" تھا اس کی زوجہ جس کا نام "ایزابل" تھا۔ بڑی ظالمہ تھی۔ بنی اسرائیل میں جتنے انبیاء تھے ان کے قتل کا اُس نے عہد کیا ہوا تھا۔ چنانچہ اُس نے سو ۱۰۰ انبیاء گرفتار کرا کے اپنے پاس طلب کئے اور حکم دیا کہ ان کو قتل کردیا جائے۔ حضرت ذوالکفلؑ جو اس کی سلطنت کے وزیر تھے۔ جب ان کو معلوم ہوا کہ سو ۱۰۰ انبیاء گرفتار کرکے لائے گئے ہیں تو وہ اُنھیں خوبصورتی کے ساتھ اپنی تحویل میں لے کر واپس آئے اور رات کے وقت ان سب کو رہا کر دیا۔ اور کہا کہ تم چلے جاؤ۔ اگر وہ چاہے گی تو تمہارے عوض مجھے قتل کردے گی۔ میں اس پر راضی ہوں۔ چنانچہ وہ لوگ چلے گئے اور محفوظ ہو گئے۔ اسی کفالت کی وجہ سے آپ کا لقب ذوالکفلؑ ہو گیا۔

ایک روایت[2] میں ہے کہ آپ سے کہا گیا کہ اس کا وعدہ کرو کہ قوم پر عذاب نازل نہ ہوگا تو اُنھوں نے کہا کہ اگر قوم راہِ راست پر رہے گی، گناہ نہ کرے گی تو اس پر عذاب نازل نہ ہوگا لہٰذا آپ کا لقب ذوالکفلؑ قرار پا گیا۔

ایک روایت[3] میں ہے کہ حضرت کا لقب اس وجہ سے ذوالکفلؑ ہے کہ آپ ہر شخص کی کفالت کرتے تھے اور اپنے ذمّہ اس کا کام لیتے تھے۔ اس ذمّہ داری کی وجہ سے آپ کا لقب ذوالکفلؑ ہو گیا۔ یعنی ذمّہ داری لینے والا۔

ایک روایت[4] میں ہے کہ حضرت ذوالکفلؑ کو جہاد کا حکم ملا، آپ نے اپنی قوم سے جہاد کے لئے کہا۔ اس نے اس شرط پر جہاد کی آمادگی ظاہر کی کہ موت نہ آنے پائے، آپ نے خدا کی بارگاہ میں

[1] ناسخ التواریخ ج ۱ ص ۲۳۸ [2] جنات الخلود ص ۱ [3] تاریخ اسلام علامہ محمد بشیر ص ۱۹۰ [4] عرائس ثعلبی ص ۹۵

ان کی عرضداشت پیش کی خدا نے مان لیا اور حکم دیا کہ تم ان سے اس کی کفالت میری طرف سے کرلو، میں ان کی موتوں کو ان کی خواہش پر موقوف کردوں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جب وہ سب ہر طرف سے محفوظ ہوتے رہے تو بے انتہا کثرت ہوگئی۔ پھر انہوں نے موت مانگی تب وہ مرنے لگے ایک روایت[1] میں ہے کہ انھوں نے خدا سے عہد کیا تھا کہ وہ ان کی قوم پر عذاب نہ نازل کریگا۔

آپ کو غصے میں لانے کیلئے شیطان کی جدوجہد

حضرت ذوالکفلؑ کی چونکہ ایک خاص صفت یہ تھی کہ آپ کو کبھی غصہ نہ آتا تھا۔ اس لئے شیطان نے اس میں رخنہ اندازی کی سعئ بلیغ کی۔ تواریخ میں ہے کہ "ایک مرتبہ شیطان نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ کون ہے جو ذوالکفلؑ کو غصے میں لائے۔ یہ سُن کر ایک شاگرد جس کا نام "ابیض" تھا کہنے لگا کہ یہ کام میں کروں گا۔ چنانچہ ایک روز جب کہ حضرت ذوالکفلؑ لوگوں کے مقدمات کے فیصلوں سے فارغ ہو کر اپنے گھر پہنچے اور آرام کا ارادہ کیا تو ابیض آگیا اور کہنے لگا کہ مجھ پر ایک شخص نے ظلم کیا ہے فیصلہ کیجئے، آپ نے فرمایا کہ اس کو میرے پاس لے آؤ، اُس نے کہا کہ وہ میرے کہنے سے نہیں آتا۔ آپ نے اُس کو ایک انگشتری دی اور کہا کہ یہ انگشتری میری اُس کو دکھاؤ اور کہو کہ تم کو ذوالکفلؑ نے بُلایا ہے۔ وہ انگشتری لے کر گیا اور آپ نے اس کا انتظار کیا، اور آرام نہیں فرمایا اور شب کو بھی آرام نہیں کیا تھا اور دن بھی اسی طرح گزر گیا۔ جب دُسرا دن ہوا تو ابیض آیا اور اس نے کہا کہ آپ کی انگشتری دیکھ کر بھی وہ نہیں آیا، اب آپ آرام کرنے کے لئے تیار تھے اور دربان نے بھی اس کو سمجھایا کہ دوسرا روز ہے انھوں نے آرام نہیں کیا ہے۔ مگر اس نے کہا کہ میں مظلوم ہوں، میری فریاد سُنو اور فیصلہ کرو۔ چنانچہ جناب ذوالکفل نے ایک خط لکھ کر دیا اور کہا کہ میرا یہ خط لے کر جاؤ اور اس کو میرے پاس بلا کر لے آو، چنانچہ آپ پھر تیسرے دن بھی اس کے انتظار میں رہے اور پھر شب آگئی اور تمام رات عبادت کی اب چوتھا روز آیا کہ پھر ابیض آگیا اور کہنے لگا کہ وہ آپ کا خط بھی دیکھ کر نہیں آیا، حضرت ذوالکفلؑ یہ سُن کر اُٹھ کھڑے ہوئے اور اس کے ہمراہ روانہ ہو گئے۔ دُھوپ سخت تیز تھی چار دن جاگتے ہوئے گزر چکے تھے۔ مگر پھر بھی آپ کے چہرے پر غصے کے آثار نہ تھے۔ جب آپ راستے میں جا رہے تھے تو وہ شخص غائب ہو گیا اور جا کر اپنے بزرگ شیطان سے کہا کہ میں ذوالکفلؑ کو غصے میں لانے سے معذور ہوں، میں نے بڑی کوشش کی مگر وہ کسی طرح غصہ نہیں کرتے

[1] سعد السعود ابنِ طاؤس۔

حضرت ذوالکفلؑ کی جانشینی اور ولیعہدی

جس طرح ہر بنی نے حکم خدا سے اپنا جانشین اور ولیعہد مقرر کیا ہے۔ اسی طرح حضرت شیرین ایوب (ذوالکفلؑ) نے بھی اپنا جانشین مقرر کر دیا۔

تاریخ طبری (عربی) ج ۱ ص۱۶۷ اور عرائس امام ثعلبی ص۹۴ "وان بشرا وصی الی ابنه عبدان"۔ حضرت ذوالکفلؑ نے اپنی موت سے پہلے اپنے بیٹے عبدان کو اپنا جانشین مقرر کر دیا۔

آپ کی مدت عمر اور وفات

حضرت ذوالکفلؑ بعثت کے بعد سے مسلسل تبلیغ دین کر رہے تھے کہ داعیِ اجل آپہنچا اور آپ نے لبیک کہہ کر ملکِ بقا کی راہ لی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مورخ طبری نے آپ کی عمر ۷۵ سال تحریر کی ہے۔ لیکن یہ درست نہیں ہے میرے نزدیک ان کی عمر ۹۵ سال کی تھی۔

باب ۲۰

حضرتِ شعیبؑ علیہ السلام

حضرت شعیب علیہ السلام خدا کے برگزیدہ نبی اور اسی طرح معصوم اور افضل خلائق تھے جس طرح تمام انبیاء ہوتے ہیں، آپ حضرت ابراہیمؑ کے فرزندان اسمٰعیلؑ و اسحاقؑ کے علاوہ ایک اور دوسرے فرزند مدین کی اولاد سے تھے، جو قطورا زوجہ ابراہیمؑ کے بطن سے تھے، آپ کا سلسلۂ نسب یہ ہے، شعیبؑ بن منیکیل بن یشخر بن مدین بن ابراہیم علیہ السلام، آپ کی والدہ حضرت لوط علیہ السلام کی نسل سے تھیں جن کا نام بروایت ثعلبی میکیل، اور بروایت ناسخ التواریخ و روضۃ الصفا "میکا" تھا۔ حضرت شعیبؑ کا نام سریانی زبان میں "بیترون" تھا، آپ کا رنگ گندمی تھا یعنی آپ سانولے رنگ کے تھے۔ قد میانہ مگر ذرا بالا تھا۔

آپ کا لقب "خطیب الانبیاء" تھا۔ روضۃ الصفا میں ہے کہ آپ بڑے فصیح و بلیغ تھے، بے نظیر تقریر کے ماہر تھے۔ فنِ مناظرہ و مباحثہ میں اپنا جواب نہ رکھتے تھے اور بڑے حاضر جواب تھے۔ بروایتِ طبری آپ بابل کے رہنے والے تھے، لیکن آپ نے شام میں سکونت اختیار کر لی تھی۔

آپ کے معجزات بہت کثیر ہیں جن میں دو معجزات زیادہ مشہور ہیں۔ ایک یہ کہ ایک مرتبہ آپ نے اپنی قوم کے کہنے سے دعا کی اور آس پاس کے تمام پتھر خالص تانبہ بن گئے۔ دوسرے ایک بار آپ پہاڑ پر جانا چاہتے تھے کہ پہاڑ خود جھک گیا اور آپ اس پر چڑھ گئے، ایک روایت میں ہے کہ آپ کا یہ معجزہ ہر موقعہ پر ظاہر ہوتا رہا۔ یعنی جب بھی آپ کسی پہاڑ پر چڑھنے کا ارادہ کرتے تھے پہاڑ جھک جاتا تھا اور آپ چڑھ جاتے تھے، ترازو آپ ہی کی ایجاد ہے۔ آپ ان پانچ پیغمبروں میں سے ایک ہیں جنھوں نے عربی زبان میں تبلیغ فرمائی۔ وہ

لہ طبری میں ہے کہ آپ کا نام عبرانی میں "نثرون" اور عربی میں شعیب تھا۔ روضۃ الصفا میں نثرون کے بجائے "بردت" مرقوم ہے۔

پانچ پیمبر یہ ہیں۔ (۱) حضرت ہودؑ (۲) حضرت صالحؑ (۳) حضرت اسمٰعیلؑ (۴) حضرت شعیبؑ۔ (۵) حضرت رسول اکرم صلعم۔ حضرت شعیبؑ کا پیشہ بکریاں چرانا تھا۔

حضرتِ شعیبؑ کی بعثت

حضرت شعیب اہلِ مدین اور اصحاب ایکہ پر مبعوث ہوئے تھے، اہلِ مدین محض بن جندل بن عصیب بن مدین بن ابراہیمؑ کی اولاد سے تھے، حضرت شعیبؑ کی نسل بھی مدین بن ابراہیمؑ پر منتہی ہوتی ہے اور اہلِ مدین بھی مدین بن ابراہیمؑ کی اولاد سے تھے۔ اس طرح آپ کی قوم آپ ہی کی آبائی نسل سے متعلق تھی۔ آپ اسی قوم میں پلے بڑھے اور جوان ہوئے۔ اس قوم میں چھ بادشاہ تھے جو اس زمین خدا کے طویل و عریض رقبے پر حکمران تھے، ان بادشاہوں کے نام یہ تھے (۱) ابی جاد (۲) ہواز (۳) حطی (۴) کلمن (۵) سعفص (۶) قریشات۔ بروایت ناسخ التواریخ، ابی جاد بادشاہ، مکہ اور اراضی حجاز پر حکومت کرتا تھا اور "ہواز" و "حطی" ارض طائف وغیرہ پر حکمران تھا اور کلمن و سعفص اور قریشات زمین مدین اور ایکہ اور اس کے گرد و نواح پر حکمرانی کرتے تھے۔ بروایت عرائس ثعلبی ان سب بادشاہوں میں نمایاں مقام "کلمن" کو حاصل تھا۔

مقام مدین حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرزند مدین بن ابراہیمؑ کے نام سے موسوم ہے یہاں وہ مقیم تھے اور یہیں ان کی اولاد آباد ہوئی اور "ایکہ" اسی مقام مدین کا ایک آخری حصہ آبادی تھا جس میں بہت بڑے بڑے باغات تھے اسی بناء پر اس مقام کو "ایکہ" کہتے تھے۔ کیونکہ ایکہ کے معنیٰ "الشجر الملتف" گھنے درخت کے ہیں۔ طبری میں ہے کہ یہ دونوں مقام ولایت شام میں واقع ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ ارض مدین خلیج عقبہ (عیلانہ) کے سواحل پر دہانہ خلیج سے ساحل بحر احمر اور ارض ثمود و حجاز تک جہاں ثمود و جرہم اور عرب اسمٰعیلی آباد تھے پھیلی ہوئی تھی۔ ایک روایت میں اصحاب ایکہ کے متعلق بتایا گیا ہے کہ وہ ایک جنگل میں رہتے تھے اور وہاں جنگلی اونٹ، بارہ سنگھے اور ہرنوں کے گلے کے گلے رہتے تھے اور یہ سرسبز جنگل تھا۔ اس میں گھنے اشجار اور نباتات تھے۔ یہاں سے ایک راستہ رقیم اور فلسطین کو جاتا تھا۔

اہلِ مدین اور اصحاب ایکہ کا کردار

مدین اور ایکہ کے رہنے والے دیگر بدکاریوں کے علاوہ ناپ تول میں بے ایمانی، درہم و دینار میں تراش اور قطع طریق میں بڑے ماہر تھے، یعنی وہ جب سودا دیتے تھے تو کم تولتے تھے اور جب سودا لیتے تھے تو زیادہ لیتے تھے اور درہم و دینار کو تراش کر اس سے چاندی سونا نکالتے تھے اور لوٹ مار کیا کرتے تھے۔ وہ سب بت پرست تھے اور لطف یہ ہے کہ ان میں

سے عوام خواص حتیٰ کہ بادشاہ تقریباً سب ہی ایک ہی راستے پر گامزن تھے اور سب کا کردار خراب تھا۔ خداوند عالم نے انھیں بڑی فراخی دے رکھی تھی، یہ دولت کے نشے میں کسی اچھی بات کی طرف دھیان بھی نہ کرتے تھے۔

بادشاہ کلمن اور حضرت شعیبؑ میں تند و تیز گفتگو

حضرت شعیبؑ کو خدا نے اسی مقام مدین پر مبعوث فرمایا اور ان کو حکم دیا کہ وہ ان لوگوں کو ان کی ناشائستہ حرکتوں سے روکیں اور دین اسلام قبول کرنے کی طرف دعوت دیں، حضرت شعیبؑ نے حکم خدا کے مطابق اپنی نبوت کا اعلان کر کے وہاں کے باشندوں کو دعوتِ راست روی دی اور ان سے کہا کہ ایک خدا کو مانو جس نے سب کچھ پیدا کیا ہے اور سب کی زندگی اور موت کا جو مالک ہے۔ ان پتھر کے خداؤں کو مٹی میں ملا دو، اور واحد یکتا خدا کی بارگاہ میں سر نیاز جھکا دو۔

آپ کے اس اعلان سے صرف علاقہ مدین میں ہی نہیں بلکہ دُور دراز مقامات تک عام چرچا ہو گیا، اس چرچے کا فروغ پانا تھا کہ مدین اور اس کے اطراف کے باشندے ایمان لانے لگے، یہ حالات دیکھ کر مدین کے بڑے بُوڑھے اس کی کوشش کرنے لگے کہ لوگوں کی آمد پر قابو حاصل ہو جائے۔ چنانچہ اُس کے لئے انھوں نے بہت سے گروہ بنا دیئے جو اطراف مدین میں جا کر روزانہ بیٹھ جایا کرتے تھے اور باہر سے آنے والوں کو شعیبؑ کے خلاف اچھی بُری باتیں کہہ کر بہکا دیا کرتے تھے۔

حضرت شعیبؑ کو جب ان کی یہ حرکت معلوم ہوئی تو آپ نے ایک جلسۂ عام سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ میں تمہیں بتائے دیتا ہوں کہ اگر تم نے میری دعوت قبول نہ کی اور خدائے واحد پر تم ایمان نہ لائے اور لوگوں کو بدستور بہکانے کی سعی جاری رکھی تو تم اسی طرح عذاب میں مبتلا ہو گے جس طرح قومِ نوحؑ، لوطؑ اور ہودؑ مبتلا ہو چکی ہے۔ میں تمہیں ہدایت کرتا ہوں کہ اپنی حرکتوں سے باز آؤ، خدا پر ایمان لاؤ، میری نبوت کو تسلیم کرو، ڈاکہ زنی چھوڑ دو، ناپ تول دُرست کرو، ورنہ تباہ و برباد ہو جاؤ گے۔ یہ سن کر اہل مدین، جن کا سربراہِ اعلیٰ کلمن بادشاہ تھا، کہنے لگے اے شعیبؑ اب تم حد سے بڑھ گئے ہو، ہم قرابت کا خیال کرتے ہیں اور تمہاری کمزوری پر رحم کرتے ہیں، ورنہ تمہارے ساتھ وہ کچھ کرتے کہ تم بھی ساری عمر یاد رکھتے، سنو تم نے جو نبوت کا ڈھونگ رچا رکھا ہے ہم اُسے کبھی تسلیم نہ کریں گے۔ ہمیں علم ہے کہ تم پر جو ایمان لا رہے ہیں ان کے دماغ خراب ہو گئے ہیں، ہمیں افسوس ہے کہ تم اچھے خاصے آدمی تھے

اب تمہیں نبوّت کا خبط ہو گیا ہے، اب ہم تم سے بہت واضح طور پر کہے دیتے ہیں کہ تم اپنی غلط تبلیغ سے باز آؤ، ورنہ ہم تم کو اس سے مع تمہارے ماننے والوں کے نکال باہر کر دیں گے۔

حضرت شعیبؑ نے فرمایا کہ تم بڑی غلطی پر ہو۔ یاد رکھو کہ اگر اسی پر قائم رہے تو عنقریب تباہ ہو جاؤ گے اور تم پر عذاب نازل ہوگا اور تم کو کوئی بچا نہ سکے گا۔ ہوش میں آجاؤ ورنہ پچھتاؤ گے تقریر کو جاری رکھتے ہوئے آپ نے کہا کہ تم میرے مومنوں پر دباؤ ڈالتے ہو اور ان سے کہتے ہو کہ وہ ایمان سے باز آجائیں اور خدائے واحد کو چھوڑ کر پھر پتھر کے خداؤں کی پرستش شروع کر دیں۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے جب تم اپنے پتھر کے خود ساختہ خداؤں کو چھوڑنے پر تیار نہیں ہو تو یہ اپنے واحد و یکتا خدا کو کیونکر چھوڑ سکتے ہیں۔ سنو! ہم لوگ حق پر ہیں اور تم باطل پر ہو۔ ہماری باتوں پر غور کرو اور اپنے کو تباہی میں نہ ڈالو۔

حضرت شعیبؑ کے بار بار حوالۂ عذاب کو سن کر ان لوگوں نے تمسخرانہ انداز میں کہا کہ ہم تو اپنے خداؤں کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں اور تمہاری نبوّت کو بھی ماننے کے لئے آمادہ نہیں اور جس راستے پر چل رہے ہیں اس سے بھی ہٹنے والے نہیں، اب تم جو بار بار عذاب عذاب کرتے ہو تو عذاب بُلا ہی دو۔

یہ سن کر حضرت شعیبؑ نے دستِ دعا بلند کر دیا "میرے پالنے والے ہمارے اور ان کے درمیان تو ہی فیصلہ فرما" کیونکہ یہ اب کسی کی بات کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ میں انھیں راہِ راست پر لانے کی ہر طرح کوشش کر چکا ہوں۔

بالآخر حضرت جبرئیلؑ نازل ہوئے اور حضرت شعیبؑ سے کہنے لگے کہ تم اپنے ماننے والوں کو لے کر اس زمین سے باہر چلے جاؤ۔ کیونکہ اب عنقریب عذاب آئے گا۔ حضرت شعیبؑ اپنے ماننے والوں کو لے کر جن کی تعداد بروایت روضۃ الصفا ایک ہزار ستر اور بروایت ناسخ التواریخ ایک ہزار سات سو تھی، مدین سے روانہ ہو گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ لوگ جس وقت روانہ ہوئے تو اہلِ مدین متسخرانہ طور پر ان لوگوں پر ہنسنے لگے اور کہتے تھے یہ پاگل لوگ ہیں انھیں عذاب دکھائی دے رہا ہے اور یہ جا رہے ہیں۔

اہلِ مدین پر نزولِ عذاب

حضرت شعیبؑ مقامِ مدین سے روانہ ہو کر ایکہ میں پہنچنے ہی والے تھے یعنی ابھی ایک فرسخ گئے تھے کہ اہلِ مدین پر عذابِ الٰہی کا نزول شروع ہو گیا، آسمان سے تند و تیز اور شدید گرم ہوا کی آمد شروع ہو گئی اور سات شبانہ روز جاری رہی۔ اس ہوا نے تمام چیزوں کو کھولا دیا اور اس کی گرمی سے بے شمار افراد ہلاک ہو گئے، سخت زلزلہ اس ہوا کے ساتھ تھا اور گھر برابر گر رہے تھے اور لوگ

ہلاک ہو رہے تھے، کچھ لوگ وہاں سے بھاگ کر ایکہ کی طرف چلے تاکہ وہاں پناہ لیں، وہ لوگ جونہی گھر سے نکلے اور روانہ ہوئے۔ تپش نے ان کے بدن کو بھون دیا، زمین پر پاؤں رکھتے تھے، تو گوشت پک کر زمین پر گر جاتے تھے، آخر الامر یہ منتشر ہو رہے تھے۔ خدا نے انھیں ایک مقام پر اس طرح جمع کر دیا کہ ایک ابر سیاہ ظاہر کیا گیا۔ یہ لوگ یہ سمجھے کہ بارش کا ابر ہے اس کے نیچے آ کر جمع ہو گئے۔ اس وقت جب کہ عذاب الٰہی سے آسمان و زمین، ہوا اور فضا سب سے آگ نکل رہی تھی۔ انھیں سایۂ ابر بہت غنیمت معلوم ہوا۔ جب سب کا اجتماع ہو گیا تو اس ابر سے آگ برسی اور سب جل کر خاکستر ہو گئے۔ پھر خدا نے مدین کے ان باشندوں کو جو وہیں پڑے تھے۔ ایک ہیبت ناک تیز آواز کے ذریعہ سے واصلِ جہنم کر دیا۔ اس طرح ان سب کا خاتمہ ہو گیا۔ جن کی تعداد کم از کم ایک لاکھ تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ ان لاکھ افراد میں چالیس ہزار وہ تھے جو بدکرداری کے خود مرتکب تھے اور ساٹھ ہزار وہ تھے جو خود مرتکب نہ تھے۔ لیکن ان کے فعل پر راضی تھے اور انھیں بدکرداری سے روکتے نہ تھے۔

حضرت شعیبؑ کی مدین کو واپسی

حضرت شعیبؑ تقریباً ڈیڑھ ہزار مسلمانوں کو اپنے ہمراہ لے کر مقام ایکہ میں جا کر مقیم ہو گئے اور یہاں عذاب سے ایک لاکھ مخالفینِ دین تباہ کر دیئے گئے۔

پھر خداوندِ عالم نے حکم دیا کہ تم اپنے لوگوں کو لے کر واپس مدین چلے جاؤ اور تبلیغ کا سلسلہ مدین کے تمام اطراف و جوانب میں جاری کر دو۔ چنانچہ آپ واپس مدین پہنچ گئے اور آپ نے کام شروع کر دیا۔ تاریخی استنباط سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی تبلیغ کا سلسلہ تا بہ حجاز جاری تھا اور آپ اطراف و جوانب میں اپنے رسول بھیجتے تھے اور اس کے لئے آپ نے ایک مکمل نظام بنایا تھا ایک روایت میں ہے کہ آپ نے یہ اصول مرتب کیا تھا کہ دس آدمیوں پر ایک افسر پھر سو آدمیوں کا ایک افسر۔ پھر ایک ہزار آدمیوں پر ایک افسر مقرر ہوا۔ اس طرح آپ کا عمل جاری تھا۔ آپ عوام کے نظام کے بھی ذمہ دار تھے اور لوگوں کے فیصلے بھی کیا کرتے تھے تاریخی استنباط سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ آپ تبلیغ کے ساتھ ساتھ حکومتی نظام بھی چلا رہے تھے اور تبلیغ کے لئے برابر اطراف و جوانب میں رسول بھیجا کرتے تھے۔ مگر دنیا والوں کی حالت چونکہ ہر عہد میں خراب رہی لہٰذا وہ ان کے اکثر رسولوں کو قتل کرتے تھے اور بہتوں کو زندہ گڑھوں اور کنوؤں میں دفن کر دیتے تھے اور اس سلسلہ میں مقامِ "ایکہ" کے باشندے زیادہ اہم کردار ادا کرتے تھے غالباً اسی کی طرف قرآن مجید میں "وکذب اصحاب الایکۃ المرسلین" سے اشارہ کیا گیا ہے جنھیں بعد میں تباہ کر دیا تھا۔

ان کے کرتوت کا ذکر قصص الانبیاء راوندی میں اس طرح مرقوم ہے کہ سہل بن سعید کو ہشام بن عبدالملک بن مروان نے ایک کنواں کھدوانے کا حکم دیا۔ جب وہ کنواں کھدوا رہے تھے اور دو سو قدآدم گہرائی تک کھدوا چکے تو ایک انسان کی کھوپڑی نظر آئی۔ انھوں نے اس کے گرد کھدوانا شروع کیا یہاں تک کہ ایک پورا انسان ایک پتھر پر کھڑا ہوا ملا جس کا داہنا ہاتھ اس کے سر پر اس جگہ رکھا ہوا تھا جس جگہ ضرب کا نشان تھا، جب اُس نے اس کا ہاتھ سر سے ہٹایا تو خون جاری ہوگیا، جب ہاتھ چھوڑ دیا تو وہ ہاتھ خود بخود زخم پر رکھا گیا اور خون بند ہوگیا۔ پھر جب اس نے نگاہ کی تو اُس کے سفید کپڑے پر جو وہ مقتول پہنے ہوئے تھا یہ لکھا ہوا تھا " انا شعیب بن صالح رسول رسول اللہ شعیب النبی علیہ السلام الی قومہ فضربونی وطرحونی فی ھذا الجب وھالوا علی التراب " میں شعیبؑ بن صالح ہوں مجھے حضرت شعیبؑ علیہ السلام نے تبلیغ کے لئے اپنی قوم کی طرف بھیجا تھا، ان لوگوں نے مجھے مارا پیٹا۔ پھر مجھے اس کنوئیں میں ڈال دیا اور میرے اُوپر مٹّی ڈال کر کنوئیں کو بند کردیا (میرے خیال میں یہ عبارت قدرتی تھی) پھر سہل بن سعید نے اس واقعہ کو ہشام بن عبدالملک کو لکھ بھیجا۔ اس نے تحریر کیا کہ تم اس کنوئیں کو بند کردو اور دوسری جگہ کنواں کھودو۔

اسی طرح کراجکی کی کنزالفوائد میں ہے کہ عبدالرحمٰن بن زیاد افریقی ایک کنواں کھود رہا تھا جب ایک پورے دن کھود چکا اور شام ہوگئی تو ایک گھر جیسا ملا اس میں ایک میت تھی اور اس کے سرہانے ایک تختی پر لکھا ہوا تھا " انا حسان بن سنان الاوزاعی رسول شعیب النبی علیہ السلام الی اھل ھذہ البلاد دعوتھم الی الایمان باللہ فکذبونی وجعلونی فی ھذا الحفر الخ میں حسان بن سنان اوزاعی ہوں۔ مجھے حضرت شعیبؑ نے تبلیغ کے لئے ان شہروں میں بھیجا تھا۔ میں نے ان لوگوں کو دعوت ایمان دی۔ ان لوگوں نے اس کے عوض میں میری تکذیب کی اور مجھے اس گڑھے میں دفن کردیا۔ اب میں قیامت تک اسی میں رہوں گا اور قیامت کے دن خدا سے فریاد کروں گا۔ اس کے بعد اس نے پھر مٹّی ڈال کر اُسے بند کردیا۔

اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ سلیمان بن عبدالملک بن مروان ایک مرتبہ " وادی قراء " سے گزرا تو اس نے حکم دیا کہ اس جگہ کنواں کھودا جائے۔ جب کنواں کھدنے لگا تو کافی گہرائی میں ایک پتھر نکلا جب اُسے ہٹایا تو اس کے نیچے ایک مقتول ملا جس کے جسم پر دو کپڑے تھے اور اس کا ہاتھ اس کے سر پر رکھا ہوا تھا۔ جب اس کا ہاتھ ہٹایا گیا تو اس کے نیچے ایک زخم تھا۔ ہاتھ کے ہٹتے ہی زخم سے خون جاری ہوگیا۔ جب ہاتھ چھوڑ دیا گیا تو وہ خود بخود زخم پر

چلا گیا اور خون بند ہوگیا، پھر جو نظر کی گئی تو اس کے قریب ایک تختی نظر آئی اور اس پر لکھا ہوا تھا "انا الحارث بن شعیب الغسانی رسول شعیب علیہ السّلام الی اھل مدین فکذبونی وقتلونی"۔ میں حارث بن شعیب غسانی ہوں مجھے حضرت شعیب علیہ السّلام نے علاقہ مدین کے رہنے والوں کی طرف ہدایت کے لئے بھیجا تھا۔ میں نے جب ان لوگوں کو ہدایات کیں تو ان لوگوں نے مجھے جھٹلایا اور مجھے قتل کر کے اس گڑھے میں دفن کر دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت شعیب علیہ السّلام نزولِ عذاب سے قبل جب مدین سے روانہ ہوئے تھے تو سیدھے مکّہ چلے گئے تھے اور ساری زندگی وہیں رہے۔ لیکن میرے نزدیک یہ درست نہیں ہے، صحیح یہ ہے کہ وہ "مقام ایکہ" گئے تھے اور پھر واپس مدین آگئے تھے اور وہیں حضرت موسیٰؑ آئے تھے اور وہیں حضرت موسیٰؑ کی دختر شعیبؑ صفورا بنت شعیبؑ سے شادی ہوئی تھی اور تقریباً تیس سال حضرت موسیٰؑ وہیں حضرت شعیبؑ کے ساتھ مقیم رہے تھے۔

حضرتِ شعیبؑ کا بے پناہ گریہ

حضرت شعیب علیہ السّلام جو کہ خوفِ خدا سے رونے میں یکتا تھے، نزولِ عذاب کے بعد سے انھوں نے بارہ سال بے پناہ گریہ کیا۔ آخر الامر جبرئیلؑ آکر کہنے لگے کہ اے "شعیبؑ اگر تم جنت کے لئے روتے ہو تو تمہارے لئے جنت واجب کی جاچکی ہے اور اگر جہنم کے خوف سے روتے ہو تو جہنم سے تمہیں آزادی دی جاچکی ہے۔ آپ نے کہا کہ "الٰھی وسیدی انت تعلم انی ما بکیت خوفاً من نارکؒ[1] ولاشھوتاً الی جنتک ولکن عقد حبک فی قلبی فلست اصبر اوراک فاوحی اللہ تعالیٰ الیہ اما اذا کان ھٰذا فمن اجل ھٰذا ساخذ ملک کلیمی موسیٰ بن عمرانؑ اے جبرئیل خدا سے کہہ دو کہ میرے پالنے والے تجھے معلوم ہے کہ نہ میں جہنم کے خوف سے روتا ہوں اور نہ تیری جنت کے شوق میں گریہ کرتا ہوں، میرے رونے کا سبب صرف یہ ہے کہ میرے دل میں تیری محبت گرہ گیر ہوگئی ہے اور مجھے صبر نہیں آتا اور میں اس وقت تک اس سلسلہ میں بے صبر رہوں گا۔ جب تک تیری بارگاہ میں پہنچ کر تجھے بچشم قلب دیکھ نہ لوں۔ یہ سن کر وحی ہوئی کہ اے شعیبؑ میں نے تم کو اس کے صلہ میں اپنے کلیم موسیٰؑ جیسے نبی کو تمہاری خدمت کیلئے معین کر

---

[1] خداوندِ عالم سے عارفوں کا یہی طرزِ تکلم رہا ہے۔ حضرت علی علیہ السّلام بھی عرض کیا کرتے تھے ماعبدتک خوفاً من نارک ولاطمعاً فی جنتک ولکن وجدتک اھلا للعبادۃ فعبدتک"۔ میں نے نارِ جہنم کے خوف سے یا جنت کے شوق میں تیری عبادت نہیں کی، میں صرف اس لئے تیری عبادت کرتا ہوں کہ تو عبادت کا اہل ہے۔

دیا ہے۔ وہ عنقریب تمہاری خدمت میں پہنچ کر اس فریضہ سے عہدہ برآ ہوں گے۔

حضرت موسیٰؑ حضرت شعیبؑ کی خدمت میں

حضرت شعیبؑ مدین میں محوِ تبلیغ و عبادت تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السّلام مصر میں فرعون کو راہِ راست پر لانے کی سعی کر رہے تھے۔ آخر الامر مومن آلِ فرعون جناب حزقیل نے جو فرعونِ مصر کے چچازاد بھائی تھے اور دل کی گہرائی میں ایمان کا نور چھپائے ہوئے تھے، حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ آج فرعون کے سارے گھرانے نے مل کر یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ جس صورت سے ہو سکے، موسیٰؑ کو جلد سے جلد قتل کر دیا جائے، لہٰذا آپ اس شہر سے کچھ دنوں کے لئے کسی اور طرف چلے جائیے۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ وہاں سے نکل کھڑے ہوئے اور سیدھے مدین روانہ ہو گئے۔ جو مصر سے تین دن کی مسافت پر تھا۔ جب شہر پہنچے تو آرام لینے کے لئے ایک درخت کے نیچے لیٹ گئے، حضرت موسیٰؑ جس جگہ آرام کر رہے تھے اس کے قریب ایک کنواں تھا اس کنوئیں پر لوگ جمع تھے اور پانی بھر رہے تھے۔ حضرت موسیٰؑ نے جب اس کنوئیں کی طرف نگاہ کی تو دیکھا کہ بہت سے مرد پانی بھرنے میں مشغول ہیں اور دو لڑکیاں جن کے ساتھ چند بکریاں ہیں علیحدہ خاموش کھڑی ہیں۔ جب بہت دیر ہو گئی اور ان لڑکیوں کو مردوں کی وجہ سے گھاٹ نہ مل سکا اور یہ جگت پر نہ جا سکیں تو حضرت موسیٰؑ کو ان پر رحم آیا، وہ اپنے مقام سے اُٹھے اور کنوئیں پر آکر ان لڑکیوں سے پوچھا کہ تم کیوں کھڑی ہو؟ اُنھوں نے کہا کہ مردوں کی کثرت کی وجہ سے پانی بھرنے کا موقع نہیں ملتا۔ حضرت موسیٰؑ نے فوراً ڈول لیا اور کنوئیں میں ڈال دیا اور پانی کھینچ کر ان لڑکیوں کی بکریوں کو سیراب کر دیا، وہ ڈول اتنا بڑا تھا کہ اُسے دس آدمی کھینچا کرتے تھے۔ مگر حضرت موسیٰؑ نے تنہا اُسے کھینچا اور بکریوں کو سیراب کر دیا۔ وہ لڑکیاں خوش خوش اپنے گھر چلی گئیں۔ اور حضرت موسیٰؑ اُس درخت کے نیچے آکر بیٹھ گئے، جب یہ لڑکیاں گھر پہنچیں تو حضرت شعیبؑ نے پوچھا کہ آج تم جلدی کیسے آگئی ہو۔ اُنھوں نے کہا بابا ایک مرد نے مدد کر دی اور پانی جلد دستیاب ہو گیا۔ وہ مرد کوئی بہت بڑا طاقت ور معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اس نے ہمارے لئے اس ڈول کو تنہا کھینچا ہے جس کو دس آدمی کھینچا کرتے تھے اور وہ کوئی بہت شریف آدمی ہے، کہیں کا مسافر ہے اور ایک درخت کے نیچے مقیم ہے۔ حضرت شعیبؑ نے فرمایا کہ پھر تو اُس کی مزدوری ادا کرنی چاہیئے۔ یہ کہہ کر اپنی ایک لڑکی سے کہا کہ تم جا کر اسے میرے پاس بلا لاؤ تاکہ مَیں اس کی مزدوری ادا کر دوں۔ دُختر شعیبؑ حضرت موسیٰؑ کے پاس پہنچی اور کہا کہ "آپ کو میرے باپ جو کہ بہت ضعیف اور بوڑھے ہیں بُلا رہے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ اُٹھ

کھڑے ہوئے اور کہنے لگے تم مجھے راستہ بتاتی جاؤ میں آگے آگے چلوں گا اور تم پیچھے پیچھے آؤ، کیونکہ ہم اولادِ یعقوبؑ عورت کے عقب میں نظر نہیں کرتے۔"

دُختر شعیبؑ اور حضرت موسیٰؑ جب حضرت شعیبؑ کے گھر پہنچے اور اُن سے ملے تو انھوں نے پُوچھا کہ تُم کہاں سے آئے ہو اور کیوں آئے ہو۔ حضرت موسیٰؑ نے اپنی مختصر سی سرگزشت بتا دی۔ حضرت شعیبؑ نے کہا کہ اچھا ہُوا تم مصر سے چلے آئے، جہاں جان خطرے میں ہو وہاں رہنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ دونوں برگزیدہ خدا آپس میں باتیں کر ہی رہے تھے کہ دختر شعیبؑ نے کہا کہ باباجان یہ مرد بہت شریف دیانتدار اور طاقتور ہے۔ اسے اپنی بکریاں چرانے کے لئے ملازم رکھ لیں تو بہت بہتر ہو گا۔

حضرت شعیبؑ نے حضرت موسیٰؑ سے باشارہ قدرت کہا کہ میں اپنی ایک لڑکی کی شادی تمھارے ساتھ کر دوں گا اگر تم آٹھ یا دس سال میری خدمت کرو گے اور میری بکریاں چراؤ گے اور گھر کا کاروبار دیکھو گے۔ حضرت موسیٰؑ نے اسے منظور کر لیا اور دس سال کا وعدہ کر کے خدمت شروع کر دی۔ جب دس سال پُورے ہو گئے تو حضرت شعیبؑ نے اپنی لڑکی "صفورا" کی شادی حضرت موسیٰؑ کے ساتھ کر دی، وہ وہیں داماد کی حیثیت سے رہنے لگے، چند دنوں کے بعد وہ بروایت ناسخ التواریخ حاملہ ہوئیں اور ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام "اجیرسول" رکھا گیا۔ پھر تھوڑے عرصہ کے بعد حاملہ ہوئیں اور ایک اور لڑکا پیدا ہوا جس کا نام "الیعذر" رکھا گیا۔

حضرت موسیٰؑ کو جب مدین میں رہتے ہوئے ۳۹ سال ایک ماہ اور ایک ہفتہ ہو گیا تو آپ حضرت شعیبؑ سے رُخصت ہو کر اپنی بیوی اور بچوں کو لئے ہوئے مصر پہنچے اور وہیں رہنے لگے۔

قیامِ مصر کے دوران جو حالات اور واقعات رونما ہوئے وہ انشاءاللہ حضرت موسیٰؑ کے تذکرہ حالات میں مذکور ہوں گے، اس مقام پر صرف یہ بتانا ہے کہ حضرت موسیٰؑ جب فرعون اور عمالقہ پر غالب آگئے اور آپ کی شہرت امصار و دیار میں بہت فروغ پا گئی تو حضرت شعیبؑ حضرت موسیٰؑ سے ملنے کے لئے مصر تشریف لائے۔ حضرت موسیٰؑ نے ان کا شاندار استقبال کیا اور ایک دوسرے کے گلے ملے۔ پھر حضرت موسیٰؑ نے فرعون کے تمام واقعات ایک خیمہ میں بیٹھ کر جو زیرِ دامن کوہ نصب تھا، بیان کئے۔ حضرت شعیبؑ نے شکرِ خدا ادا کیا۔

حضرت شعیبؑ تھوڑا عرصہ وہیں مقیم رہے۔ اس دوران میں وہ دیکھ رہے تھے کہ حضرت موسیٰؑ کو آرام کے لئے مطلقاً فرصت نہیں ملتی۔ وہ صبح سے شام تک نظامِ مملکت کی استواری اور عوام کی خدمت اور مقدمات کے فیصلے میں لگے رہتے ہیں۔ اس سے متاثر ہو کر انھوں نے حضرت

موسیٰؑ سے کہا کہ جس طرح تم کام کرتے ہو، اس طرح تمہارے لئے دشواری بہت زیادہ ہے۔ کام کا نظام اس طرح قائم کرو کہ ہر دس افراد پر ایک اور سو افراد پر ایک، اور ہزار افراد پر ایک دیانت دار ایماندار اور لائق و فائق شخص کو مقرر کرو اور وہ اپنے متعلقہ حلقہ کا نظام درست کرے۔ مقدمات کے فیصلے کرے اور دیکھ بھال کرے جو ان سب سے بڑا معاملہ ہو وہ تمہارے پاس پیش کیا جائے۔ حضرت موسیٰؑ نے اسے پسند کیا اور مصر میں اس قسم کا نظام رائج کر دیا گیا۔ میرا خیال ہے کہ دنیا کا نظام جو اسی اصول پر قائم ہے وہ حضرت شعیبؑ ہی کے ارشاد کا نتیجہ ہے۔

حضرت شعیبؑ پھر مصر سے واپس مدین تشریف لائے، پھر بروایت ناسخ التواریخ حضرت موسیٰؑ اپنے بال بچوں کو لئے ہوئے مدین آئے اور تھوڑے عرصہ کے بعد واپس چلے گئے۔

حضرت شعیبؑ کی مدتِ عمر اور وفات

حضرت شعیبؑ اپنی جانشینی کے فرائض اپنے داماد حضرت موسیٰؑ کے سپرد کر کے مکہ معظمہ چلے گئے اور وہاں پہنچ کر ۲۲۰ سال کی عمر میں انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

روایات میں ہے کہ انھیں درمیان رکن و مقام دفن کیا گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے مدین ہی میں انتقال کیا ہے اور علاقہ شام ہی میں دفن کئے گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ کی وفات حضرت موسیٰؑ سے آخری ملاقات کے سات سال چار ماہ بعد واقع ہوئی ہے۔ ایک روایت ہے کہ آپ کا انتقال حضرت موسیٰؑ سے پہلی ملاقات کے ستر سال بعد ہوا ہے۔

باب ۲۱

حضرت موسیٰ علیہ السّلام

حضرت موسیٰ علیہ السّلام خُدا کے برگزیدہ نبی تھے۔ خداوندِ عالم نے آپ کو انبیاء میں بھی اُونچے درجے پر فائز فرمایا تھا۔ صفِ انبیاء میں آپ کو بڑی عظمت نصیب تھی۔ قرآن مجید میں جس قدر آپ کا ذکر اور آپ کے حالات کا تذکرہ ہے کسی اور نبی کے متعلق نہیں ہے۔ آپ کو خداوندِ عالم نے اولوالعزم ہونے کا بھی شرف بخشا ہے، آپ انبیاء ماسبق میں تیسرے اولوالعزم نبی تھے روضتہ الصفاء میں آپ کو چوتھا اولوالعزم نبی بتایا گیا ہے۔ لیکن میرے نزدیک یہ دُرست نہیں ہے کیونکہ کتابوں میں اس کی تصریح موجود ہے کہ اولوالعزم صرف پانچ نبی تھے جو رسالت کے درجے پر فائز تھے اور شریعت لے کر آئے تھے۔ ان میں اوّل حضرت نوحؑ، دوسرے حضرت ابراہیمؑ تیسرے حضرت موسیٰؑ، چوتھے حضرت عیسیٰؑ اور پانچویں حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ اوّل الذکر چار انبیاء کو اولوالعزم کا درجہ اس لئے دیا گیا تھا کہ یہ حضرات حضرت محمد مصطفٰے اور ان کے اہل بیتؑ کو بے حد و نہایت دوست رکھتے تھے۔

آپ کا سلسلۂ نسب یہ ہے، موسیٰؑ بن عمران بن یصہر بن کاہت بن لادی بن یعقوبؑ بن اسحاقؑ بن ابراہیمؑ خلیل اللہ علیہ السّلام۔ بعض علماء نے آپ کے آباؤ اجداد کا تذکرہ اس طرح کیا ہے کہ حضرت یعقوبؑ کی عمر جب ۸۹ سال کی ہوئی تو لادی پیدا ہوئے، پھر لادی نے تابتہ بنت مادی ابن یشجرب سے نکاح کر لیا۔ اور غرثون و مردی اور قاہت پیدا ہوئے پھر قاہت کی عمر جب ۴۶ سال کی ہوئی تو انہوں نے "فاہی" بنت میین بنت تنویل ابن الیاس سے نکاح کیا اور یصہر بن قاہت پیدا ہوئے۔ پھر یصہر بن قاہت نے "سمیت" بنت تیادم بن برکیا بن لبشعان بن ابراہیمؑ سے نکاح کیا اور عمرانؑ پیدا ہوئے۔ جب عمران کی عمر ۶۰ سال کی ہوئی اور یصہر کی عمر ۱۴۷ سال کی ہوئی تو عمران بن یصہر نے "نجیب" بنت شمویل بن برکیا بن لبشعان بن ابراہیمؑ سے نکاح کیا اور حضرت ہارونؑ و حضرت موسیٰؑ پیدا ہوئے۔ ان دونوں کی پیدائش

کے وقت ان کی عمر ۷۰ سال کی تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت موسیٰ کے والد عمرانؑ ۱۳۷ سال زندہ رہے۔
حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ کی ماں کے نام میں سخت اختلاف ہے۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ ان کا نام "نحیب" تھا۔ ثعلبی نے "یوخانیل" کو مشہور بتایا ہے۔ ایک روایت میں "ناجیہ" ایک میں "افاحیہ"، ایک میں "بوجایئد" ایک میں "خابث" ایک میں "ایاخہ" ایک میں "ایاذخت" ایک میں "اباحنہ"۔ ایک میں "برحانہ"۔ ایک میں "یوکبد"۔ ایک میں "بوخائید" ایک میں "بحیہ"۔ ایک میں "ہاحنہ"۔ ایک میں "نحیب"۔ ایک میں "یوحا"۔ ایک روایت میں "نوخابذ" بنت لاوی۔ ایک روایت میں "یوخابذ" ہے۔ ان اقوال میں کسی کی صحت کی تصدیق کرنا اور کسی کو ترجیح دینا مشکل ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کی پیشین گوئی اور قدرتی اخبار کے مطابق چار سو برس کے بعد مصر میں پیدا ہوئے جبکہ فرعونِ مصر ولید بن مصعب حکمرانی ہی نہیں بلکہ بزعم خود خدائی کرتا تھا۔ حضرت یوسفؑ کی ولادت کے وقت فرعونِ اوّل، ریان بن ولید حکمرانِ مصر تھا، جسے انھوں نے مسلمان کر لیا تھا جیسا کہ سابق میں گزر چکا۔ مصر کے تمام حکمران فرعون ہی کہے جاتے تھے، اور سب کے سب حد درجہ ظالم بدکردار اور کمینے تھے۔ لیکن "ولید بن مصعب" جس کے عہد میں حضرت موسیٰؑ پیدا ہوئے تھے اس سے سب سے زیادہ ظالم "بدمعاش اور کمینہ کوئی فرعون بھی نہ گزرا تھا۔ اسوۃ الرسول ج ۱ ص ۳۵۸ میں لکھا ہے۔ حضرت موسیٰؑ کا زمانہ حضرت عیسٰیؑ سے ۱۹ سو سال پہلے تھا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ مصر میں فرعونوں کی حکومت کیونکر قائم ہوئی اور کیسے یہ حکمران بن کر خلقِ خدا کو تباہ کرتے رہے۔

مصر میں حکومتِ فرعون کی بنیاد

مورخین کا بیان ہے کہ فرعونِ اوّل "ریان بن ولید بن شروان بن اراشتہ بن فاران بن عمر بن عملاق بن لاوذ بن سام بن نوح علیہ السلام جو کہ بلخ کا رہنے والا تھا، ایک مرتبہ خراسان میں شدید قحط پڑا۔ یہ وہاں سے بوجہ قحط ترکِ وطن کر کے بارادہ مصر بمقام "قویشح" پہنچا، چونکہ بہت زیادہ بھوکا تھا، لہٰذا نانبائی کی دکان تلاش کرتے ہوئے "ہامان" کے پاس جا پہنچا جو کہ خباز (نانبائی) تھا اور کتبِ آسمانی کا عالم تھا، اس نے کتاب میں پڑھا تھا کہ ایک زمانے میں ایک شخص بلخ سے آئے گا جو مختلف صفات سے متصف ہوگا۔ ریان جس وقت اس کی دکان پر پہنچا اور ہامان کی نظر اس پر پڑی تو اس نے چند منٹ گفتگو کے بعد یہ سمجھ لیا کہ یہی وہ شخص ہے جس کا ذکر کتاب میں ہے۔ اس نے پوچھا کہاں سے آ رہے ہو اور کہاں جانے کا ارادہ ہے، اس نے کہا بلخ سے آ رہا ہوں اور مصر جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ ہامان نے اسے کھانا کھلا کر اپنے گھر میں مہمان کیا۔

اور اس سے کہا کہ تم دو چار یوم یہیں قیام کرو۔ پھر مصر جانا، میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا۔ ریان یہ سُن کر بہت خوش ہوا اور اس کے یہاں ٹھہر گیا چند دن وہاں گزارے در چونکہ حسین آدمی تھا لہٰذا ہامان نے اُسے اپنے لئے مشغولہ بنا لیا اور دونوں عیش و عشرت میں مشغول ہو گئے۔ تھوڑے عرصہ کے بعد دونوں روانہ ہو کر مصر پہنچے۔ وہاں پہنچ کر ہامان نے ریان سے کہا کہ تم کوئی صفت جانتے ہو۔ اس نے کہا کہ میں دہقانی یعنی مزارعت اچھی طرح جانتا ہوں۔ ہامان نے کہا کہ پھر خربوزہ کی کاشت کرو چنانچہ ریان نے ایک کھیت اجارہ پر لے کر خربوزہ بو دیا اور اُسکی کچھ اس حیثیت سے نگہداشت کی کہ اس کا خربُوزہ جملہ مزارعین سے پہلے تیار ہو گیا۔ ریان نے ایک خر وار خربوزہ ہامان کو دیا کہ اسے بازار میں لے جا کر فروخت کرو۔ چنانچہ ہامان ایک خر وار خربُوزہ لے کر بازار گیا، اور صبح سے شام تک بیٹھا رہا، خربوزہ تو تقریباً تمام ختم ہو گیا۔ لیکن اس کی قیمت اسے مطلقاً نہ ملی ریان نے پُوچھا کہ کیا ہُوا ؟ تو اس نے جواب دیا کہ "ہوا کیا" سب لوگ سارا خربوزہ لے گئے اور کسی نے کوئی قیمت نہ دی۔ میں جس سے قیمت مانگتا تھا وہ مجھے طمانچہ رسید کرتا تھا۔ دوسرے دن ریان نے پھر ایک خر وار خربوزہ دیا کہ اسے بازار لے کر جاؤ اور فروخت کرو۔ ہامان پھر لے کر گیا اور پہلے ہی دن کی طرح دوسرے دن بھی ہوا۔ ریان سمجھ گیا کہ یہ ملک غیر محفوظ اور غیر منضبط ہے لہٰذا اس نے یہ صُورت اختیار کی کہ سارا سامان وغیرہ فروخت کر کے چند گھوڑے اور چند غلام فراہم کر لئے اور "سور البلد (شہر پناہ) کے اوپر چند غلام لے جا کر پہرہ لگا دیا اور جم کر بیٹھ گیا اور پھر ایسے آنے جانے والے سے جو کچھ مال لاتا یا لے جاتا ہو، ہر پھیرے میں ایک ایک دینار وصول کرنا شروع کر دیا۔ اس عمل کو ایک عرصہ گزر گیا۔ اتفاقاً اس ملک کے بادشاہ کی ایک لڑکی فوت ہوئی۔ جب اُسے باہر دفن کے لئے لوگ لے جانے لگے تو اُس نے روک لیا اور کہا کہ جب تک سو دینار نہ دو گے ہرگز پھاٹک سے باہر نہ جا سکو گے۔ چنانچہ اُن لوگوں نے سو دینار ادا کیئے تب اُنھیں باہر جانا نصیب ہُوا، آخر الامر بادشاہ کو اطلاع دی گئی کہ ایک شخص عرصہ دراز سے دروازے پر بیٹھا ہے اور کسی کو بغیر کچھ لئے ہوئے باہر نہیں جانے دیتا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اس شخص کو حاضر کیا جائے۔ چنانچہ ریان بن ولید بلخی حاضرِ دربار ہُوا۔ بادشاہ نے پُوچھا کہ تم کون ہو اور کس کے حکم سے "من مانا ٹیکس" وصول کر رہے ہو۔ ریان نے جواب دیا کہ میں ایک مسافر ہوں۔ عرصہ دراز سے اس ملک میں آیا ہوا ہوں۔ میری دلی خواہش تھی کہ بادشاہ سلامت سے مُلاقات کروں۔ لیکن مجھے لوگ نہیں چھوڑتے تھے۔ میں ہر چند کوشش کرتا رہا، لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ آخر الامر میں نے سوچا کہ کوئی ایسا کام کرنا چاہیئے جس کی وجہ سے بادشاہ کی ملاقات ہو سکے۔ بنابریں میں نے یہ کام شروع کر دیا۔ گزارش ہے کہ جو مال میں نے جمع کیا ہے وہ سب

اسی ملک کے لئے ہے میرا اس میں کچھ نہیں ہے اور میرا مقصد بھی مال جمع کرنا نہ تھا بلکہ بادشاہ سے ملاقات مقصود تھی۔ چنانچہ وہ ہوگئی، اب آپ سارا جمع شدہ مال مجھ سے لے سکتے ہیں۔ ریان کے اس جواب سے بادشاہ مصر بے حد خوش ہوا اور کہنے لگا کہ میں تمہاری زیرکی سے بہت متاثر ہوا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ تمہیں اپنی سلطنت کا وزیر بنالوں۔ ریان نے جواب دیا کہ اس سے زیادہ میری کیا خوش قسمتی ہوگی، مجھے تعمیل خواہش وحکم میں کوئی عذر نہیں ہے۔ چنانچہ بادشاہِ مصر نے ریان کو وزیر بنالیا۔ یہ وزارت کے فرائض انجام دیتا رہا۔ یہاں تک کہ بادشاہ کا انتقال ہوگیا اور ریان بن ولید سلطنتِ مصر پر قبضہ کرکے مکمل حکمران بن گیا اور اس نے پوری سرکشی کا مظاہرہ کیا اور اپنے کو "فرعون" کے لقب سے ملقب کرلیا۔ بالآخر یوسف علیہ السلام کے ہاتھوں مسلمان ہوا، اور سلطنت کے اختیارات ان کے سپرد کرکے گوشہ نشین ہوگیا۔ اسی عہد میں جبکہ ریان اور حضرت یوسفؑ دونوں زندہ تھے اور بروایتِ ثعلبی وہ مرچکا تھا قابوس بن مصعب بن معاویہ بن نمیر بن سلواس بن فاران بن عمرو بن عملاق بن لاوذ بن سام ابن نوحؑ حکمران بن گیا وکان کافراً فدعا یوسف الی الاسلام فابی ان یسلم"۔ وہ کافر تھا۔ حضرت یوسفؑ نے اسے اسلام کی دعوت دی۔ مگر اس نے قبول نہ کیا۔ یہاں تک کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا انتقال ہوگیا، اور فرعون "قابوس" حکمرانی کرتا رہا۔ حضرت یوسفؑ کے انتقال کے بعد قابوس نے بنی اسرائیل پر عرصۂ حیات تنگ کردیا کیونکہ وہ لوگ اس کی حرکتوں کو پسند نہ کرتے تھے اور اسے یہ معلوم تھا کہ بنی اسرائیل میرے تمرد، میری سرکشی اور میرے موجودہ دین (کفر) کو پسند نہیں کرتے، قابوس نے اس کے ردِعمل میں یہ عمل کیا کہ اپنے کفریہ احکام کو بنی اسرائیل پر جو اپنے آباؤ اجداد کے دین پر تھے عائد کردیا اور اس میں پوری سختی کا مظاہرہ کیا، ان سب کو غلام اور خادم بنالیا اور ان سے ایسے کام لیتا رہا جو طاقتِ بشری سے بالاتر تھے۔ بنی اسرائیل فرعونِ مصر "قابوس" کی حرکتوں اور سختیوں سے سخت عاجز تھے اور خدا سے دعا کرتے تھے کہ اس عذاب الیم سے نجات حاصل ہو۔ لیکن بروایت ابن عباس چونکہ ان پر قبطی فرعونوں کا تسلط اس لئے ہوا تھا کہ یہ بنی اسرائیل خود بھی بہت زیادہ گناہوں میں مبتلا ہوگئے تھے اور ان میں بھی کافی بدمعاشی اور لادینی گھر کرچکی تھی اور ان کے بُرے لوگ بُرے عمل کرتے تھے اور ان کے اچھے انھیں منع کرنے سے گریز کرتے تھے۔ اس لئے یہ عذاب میں مبتلا تھے اور خدا کی طرف سے ان کے بارے میں خاموشی تھی۔

الغرض قابوس اپنے ظالمانہ جوہر دکھاتا رہا۔ یہاں تک کہ اس کی عمر کا پیمانہ لبریز ہوگیا اور وہ داعی اجل کو لبیک کہہ کر واصلِ جہنم ہوگیا۔

فرعون اور دعویٰ خُدائی

قابوس کی وفات کے بعد اُس کا بھائی ابوالعباس ولید بن مصعب بن ریان ابن آراشہ بن ثروان بن عمرو ابنِ فاران بن عملاق بن لاؤذ بن سام بن نوُح علیہ السّلام مصر کا حکمران بن گیا۔

ولید بن مصعب، اپنے بھائی قابوس سے زیادہ سرکش، بدمعاش، بے دین، بے رحم اور ظالم تھا۔ثعلبی نے لکھا ہے کہ تمام فرعونوں میں فرعون ولید سب سے بدتر تھا۔یہ خدا سے مطلقاً بے خوف تھا۔سخت ظالم، بے حیا اور انتہائی شقی القلب تھا، اس کی عمر بھی بہت طویل تھی اور اس کی زندگی کی رسّی دراز تھی۔ چار سو سال زندہ رہا اور لوگوں کے لئے عذاب بنا رہا۔

اس فرعون کے تخت نشین ہوتے ہی سفید مرغوں نے دم سادھ لیا اور اذان دینی بند کر دی۔مرغوں کے اس عمل سے بنی اسرائیل اور گھبرا گئے۔کیونکہ انھیں معلوم تھا کہ حضرت یوسف علیہ السّلام یہ خبر دے گئے ہیں کہ چار سو سال کے بعد اس مصر میں ایک فرعون حاکم ہوگا جو بنی اسرائیل کے لئے عذابِ الیم قرار پائے گا اور اس کی پہچان یہ ہوگی کہ سفید مُرغے بانگ دینا بند کر دیں گے (روضتہ الصفاء، ج ۱ ص ۸۳)

الغرض ولید بن مصعب اپنے پُورے مظالم کے ساتھ حکمرانی کرتا رہا اور لوگوں کو بُت پرستی کی دعوت دیتا رہا۔یہاں تک کہ اس کی حکومت کو پانچ سال گزر گئے، اس پانچ سال کی مدّت میں اس نے بنی اسرائیل پر جو مظالم کئے وہ تو کئے اپنے لئے بھی خدائی کا راستہ ہموار کر لیا یعنی اپنی شان و شوکت اور حکمرانی کی وُسعت کو دیکھ کر خدائی کا دعویٰ کر دیا اور صدائے "انا ربکم الاعلیٰ" بلند کر کے تمام مصریوں کی پیشانیاں سجدوں میں جھکوا دیں۔سابق مصری تو آسانی سے اس کی پرستش کرنے لگے لیکن نبی یعقوبؑ نے اُسے تسلیم نہ کیا اور کہہ دیا کہ مظالم کو برداشت کرنا ہماری عادت بن گئی ہے۔ہم خدا کے سوا کسی کے سامنے سر نہ جُھکائیں گے۔فرعون کو جب ان کے خیالات اور ان کی نافرمانی کی اطلاع ملی تو اس نے ان سب کو جمع کر کے کہا کہ میری اطاعت و عبادت کرو ورنہ تم پر مظالم اور زیادہ کر دیئے جائیں گے۔ان لوگوں نے اس کی عبادت و اطاعت سے انکار کر دیا۔ان کا انکار کرنا تھا کہ ان کے اوپر مزید سختی شروع کر دی گئی۔انھیں تجارت کرنے سے روک دیا گیا اور اُن کے مضبوط و طاقتور لوگوں کو پہاڑوں سے پتھر لا کر کاروبار کرنے سے روک دیا گیا۔ان کے صنعت کاروں کو آئینہ سازی وغیرہ سے منع کر دیا گیا، اور ان غریبوں کو حکم دیا گیا کہ یہ لوگ مزدوری کریں اور شام کو جو اُجرت ان کو ملے وہ سب کی سب خزانے میں جمع کرا دیں، اگر کسی نے ایک دن کی بھی اُجرت جمع نہ کرائی تو اس کے دونوں ہاتھ پس گردن سے ایک ماہ تک بندھے رہیں گے۔اس کے علاوہ جو لوگ کچھ نہ کر سکتے تھے ان سے "جزیہ" وصُول کرتا تھا اور انھیں

لوگوں سے ٹٹی صاف کراتا تھا نیز مختلف گندے کاموں میں ان کو استعمال کراتا تھا۔ انھیں امور اور مصائب کی طرف قرآن مجید میں یسومونکم سوٓء العذاب سے اشارہ کیا گیا ہے۔

فرعون کا خواب اور اُس کی تعبیر

فرعون اپنی بدکرداری، بدعملی، ظلم پروری اور تمرو سرکشی میں مصروف ومشغول تھا ہی کہ ایک شب کو اُس نے خواب میں دیکھا کہ فلسطین شام کی طرف سے بھڑکتی ہوئی آگ مصر کی طرف بڑھ رہی ہے اور وُہ نہایت تیزی سے سب کچھ جلا رہی ہے اور تھوڑے عرصہ میں سارے مصر کو قبطیوں سمیت جلا دیا ہے، اور اس آگ کی زد سے بنی اسرائیل مطلقاً بچ گئے ہیں۔

خواب سے بیدار ہوا بے حد گھبرایا۔ کاہنوں اور تعبیر دینے والوں کو جمع کرنے کا حکم دیا۔ سب دربار میں جمع ہو گئے، اُس نے خواب بیان کیا اور اس کی تعبیر کی خواہش کی۔

ان لوگوں نے متفقاً یہ کہا "یولد فی بنی اسرائیل غلام یسلبك الملك ویغلبك علی سلطانك ویخرجك وقومك من ارضك ویبدل دینك" کہ بنی اسرائیل میں ایک بچہ پیدا ہوگا جو تجھ سے ملک چھین لے گا اور تیری سلطنت پر قبضہ کر لے گا اور تجھے اور تیری قوم کو تیری زمین سے نکال باہر کر دے گا اور تیرے دین کو بدل دے گا۔ (عرائس ثعلبی ص۹۷)

تعبیر خواب کا ردِّ عمل

یہ سُن کر آگ بگولہ ہو گیا اور کہنے لگا کہ یہ لوگ ہمارے ہی ملک میں پلتے ہیں اور ان ہی میں بچہ پیدا ہو کر ہمیں تباہ کرے گا یہ کیسے ہو سکتا ہے، میں ان میں کسی ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑوں گا۔ جو اس خواب کی تعبیر بن کر میری سلطنت کو تباہ کر سکے۔

اس کے بعد اس نے ملک کی تمام قابلہ (دائی) عورتوں کو بلایا اور حکم دیا کہ ملک میں جتنی عورتیں حاملہ ہیں سب کا حمل ضائع کر دو، اور خیال رکھو کہ کوئی حمل تکمیل کو نہ پہنچنے پائے اور اگر وہ بطنِ مادر میں پورے دن گزار بھی لے تو اسے زندہ پیدا نہ ہونے دو۔

حکم پاتے ہی دائیوں نے کام شروع کر دیا، اور فرعون نے بہت سے سنگ دلوں کو بلا کر حکم دیا کہ اس وقت جتنے بچے ہیں ان کو قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ تیزی سے کام شروع ہو گیا۔ بنی اسرائیل کے بچے ذبح کئے جانے لگے۔ یہاں تک کہ موسیٰؑ کے پیدا ہونے سے پہلے بروایت الجزائری ستر ہزار بچے قتل کئے گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ نوّے ہزار بچے قتل کئے گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ وضع حمل کا طریقہ یہ رکھا گیا تھا کہ حاملہ عورت کو ایک بانس کی مچان پر چڑھا کر اس کے پیر پھیلا دیتے تھے اور کسی بانس کی مدد سے بچے کو نکال لیتے تھے ایک رُوایت میں ہے کہ حاملہ عورت کو زد و کوب کرتے تھے یہانتک کہ بچہ پیٹ میں مر جاتا تھا اور اُسے نکال لیتے تھے۔

حضرتِ مُوسیٰؑ رحمِ مادر میں

حکمِ فرعون سے بنی اسرائیل کے بچّوں کا قتلِ عام جاری رہا۔ یہاں تک کہ پانچ سال گزر گئے۔ اسی دوران میں بنی اسرائیل میں طاعون پھیل گیا، اور بے شمار افراد طاعون کی وجہ سے مر گئے۔ یہ دیکھ کر مصر کے چند اصل قبطی باشندے فرعون کے پاس گئے اور کہنے لگے کہ بنی اسرائیل کے بچوں کا قتلِ عام ایک طرف جاری ہے اور دوسری جانب طاعون کی تباہ کاری فروغ پا رہی ہے۔ اندیشہ ہے کہ نسل بنی اسرائیل بالکل منقطع ہو جائے گی اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مُلک کا نظام درہم برہم ہو جائیگا اور ہمارے تمام چلتے ہوئے کام بند ہو جائیں گے۔ فرعون نے ان کی بات پر غور کیا اور اسے معقول خیال کر کے قابلہ دائیوں کو حُکم دیا کہ مسلسل بچّوں کو قتل نہ کریں اور حمل ضائع نہ کریں بلکہ ایک سال اپنا عمل جاری رکھیں اور دوسرے سال بند کر دیں۔ چنانچہ اسی طرح کیا جانے لگا۔ بروایت روضۃ الصفا جس سال بچوں کا قتل بند تھا اُس سال حضرت ہارون پیدا ہوئے اور جس سال قتل جاری تھا، حضرت مُوسیٰؑ متولد ہوئے۔ آپ کے بطنِ مادر میں قیام اور آپ کی ولادت میں خداوندِ عالم کا خاص کرم شامل تھا۔

حضرتِ مُوسیٰؑ کی ولادت

مورخین کا بیان ہے کہ منجمین نے فرعون کو ایک رات بتائی کہ اس رات کو بچّہ بطنِ مادر میں آجائے گا اور یہ واقعہ شہر اسکندریہ میں ہوگا، فرعون نے پہرہ سخت کر دیا، مزید برآں تمام لوگوں کو جو اسکندریہ میں تھے حُکم دیا کہ سب کے سب باہر نکل آئیں۔ چنانچہ سب باہر نکل آئے۔ اس نے مردوں کو مطلقاً عورتوں سے دُور رکھا تاکہ کوئی بھی آج کی رات ہمبستر نہ ہونے پائے، فرعون خود بھی اسکندریہ ہی میں جا کر مقیم ہوا تاکہ نگرانی مضبوط رہے اور اپنے ہمراہ "عمرانؑ" کو بھی لے گیا۔ کیونکہ وہ فرعون کے بڑے مقرب تھے۔

رات گزر رہی تھی پہرہ پڑا ہوا تھا، سونے والے سو رہے تھے، خالقِ فطرت نے مادرِ مُوسیٰؑ کو چونکایا۔ وہ اٹھیں اور عمرانؑ سے ملیں جو فرعون کے پھاٹک پر تھے، رحمِ مادر میں حضرت مُوسیٰؑ جاگزیں ہو گئے۔

منجمین نے فرعون کو اطلاع دی کہ جس بچّے کی وجہ سے ہزاروں بچّے ضائع کئے گئے وہ بچّہ آج رات کو رحمِ مادر میں آگیا ہے۔ یہ سُن کر فرعون سخت متوحش ہوا اور پوری سختی کے ساتھ نگرانوں سے باز پُرس کی۔ ان لوگوں نے اپنی مکمل نگرانی کا یقین دلایا۔ مگر اس کو تسلی نہ ہوئی اور وہ سخت برہم رہا۔ آخر الامر حکم دیا کہ تمام عورتوں کو دیکھا جائے کہ آج کی رات کون حاملہ ہوئی ہے دائیوں نے پوری توجہ سے ہر ایک عورت کا پیٹ دیکھا مگر کسی کو حاملہ نہ پایا۔ تفسیر علی ابراہیم قمی میں ہے

حضرت موسیٰ کا حمل کسی طرح ظاہر نہ ہوا یہاں تک کہ وضع حمل کا زمانہ آگیا۔ ایک روایت میں ہے کہ وضع حمل سے پہلے پہلے کئی بار پیٹ دیکھا گیا لیکن حمل ظاہر نہ ہوا۔ بالآخر وہ وقت آگیا کہ آپ بطن مادر سے آغوشِ مادر میں تشریف لائے، پیشانی سے نور ساطع ہوا۔ ماں خوفِ فرعون سے کانپنے لگی۔ خیال ہوا کہ ابھی لوگ آجائیں گے اور بچے کو بھی قتل کریں گے اور مجھے بھی تباہ کر ڈالیں گے۔ خداوندِ عالم نے دل کو مضبوط کر دیا، گھبراہٹ دُور ہوگئی، مگر یہ فکر لاحق ہوگئی کہ اب کریں کیا۔ آپ کی حالت دیکھ کر قبطی دائی نے پوچھا کہ کیوں گھبرا رہی ہو، کہا خوفِ فرعون سے، اس نے جواب دیا، نہیں گھبراؤ نہیں، میں کسی سے نہ کہوں گی، لیکن تم اس کی حفاظت کا بندوبست کرو۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت موسیٰ کی ولادت چھ ماہ دو یوم میں ہوئی تھی۔

حضرتِ موسیٰ روشن تنور میں

مادرِ موسیٰ نہایت پوشیدگی کے ساتھ موسیٰ کی حفاظت کر رہی تھیں اور اسی فکر میں تھیں کہ اسے کیونکر بچاؤں کہ ناگاہ نگرانوں کا ایک دستہ آگیا اور اس نے دق الباب کیا۔ ہمشیرہ موسیٰ "کلثوم" نے ماں سے کہا کہ لوگوں کو خبر ہوگئی ہے اور نگرانوں کا ایک دستہ دروازے پر آگیا ہے "فطاش عقلها فلفته فی خرقة ووضعة فی التنور وھو مسجور"۔ یہ سنتے ہی مادرِ موسیٰ کی عقل جاتی رہی۔ نہایت گھبراہٹ کی حالت میں نومولود کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر بھڑکتے ہوئے تنور میں ڈال دیا اور خاموش ہو کر بیٹھ گئی۔

نگرانوں کا دستہ اندر داخل ہوا اور اس نے ان دونوں سے پوچھا کہ جو بچہ پیدا ہوا ہے وہ کہاں ہے۔ کلثوم، ہمشیرہ موسیٰ نے کہا، کیسا بچہ؟ کہا جو پیدا ہوا ہے۔ انھوں نے کہا، کہاں پیدا ہوا ہے؟ ان لوگوں نے کہا کہ ہم نے قابلہ کو خود یہاں سے نکلتے دیکھا ہے، کلثوم نے کہا کہ پھر تلاشی لے لو۔ چنانچہ انھوں نے تلاشی لینا شروع کی اور سب کچھ دیکھا مگر مولود نہ ملا، ایک نے کہا کہ تنور میں دیکھا جائے، اس کی طرف جب گئے تو دیکھا کہ وہ پوری تیزی کے ساتھ بھڑک رہا ہے، وہ سب جب مایوس ہو کر چلے گئے۔ تو خدا نے مادرِ موسیٰ کی عقل بحال کر دی، اب اس نے کلثوم سے پوچھا کہ "این الصبی" بچہ کہاں ہے۔ کلثوم نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں ہے۔ آپ ہی اس تنور کی طرف گئیں تھیں پھر جو واپس آئیں تو آپ کے پاس بچہ نہ تھا۔ مجھے نہیں معلوم کہ آپ کہاں ڈال آئیں اور وہ کیا ہوگیا؟ اب ماں بیٹی اسی فکر و تردد میں تھیں اور سوچ رہی تھیں کہ آخر بچہ چلا کہاں گیا، تنور چونکہ جل رہا تھا اس لئے اس کی طرف کسی کا ذہن نہ گیا۔ بالآخر یہ دونوں سخت پریشان ہوئیں اور فطری جذبۂ محبت سے مجبور ہو کر رونے لگیں "فسمعت بکاء الصبی من التنور" یہ رو ہی رہی تھیں کہ ناگاہ کانوں میں بچہ کے

رونے کی آواز تنور سے برآمد ہو کر پہنچی۔ یہ دونوں دوڑ پڑیں، دیکھا کہ بچہ آگ کے بجائے لال پھولوں میں پڑا ہوا ہے "فاحتملتہ" ماں نے اسے تنور سے نکال کر چھاتی سے لگا لیا۔

حضرتِ موسیٰؑ دریائے نیل کی موجوں میں

مادرِ موسیٰؑ فرزند کی حفاظت تو پورے طور پر کر رہی تھیں، لیکن ظاہر ہے کہ حالات کی روشنی میں وہ اس امر کا یقین رکھتی رہی ہوں گی کہ آج نہیں تو کل میرا بچہ بھی دیگر بچوں کی طرح ذبح کر دیا جائے گا۔ اسی وجہ سے سخت پریشان اور حیران تھیں کہ خداوند عالم نے ان کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ وہ اس بچے کو دریائے نیل کی موجوں کے سپرد کر دیں۔ چنانچہ وہ اسی عزم سے ایک نجار سے ملیں جس کا نام حزقیل بن صبور تھا اور اس سے کہا کہ ایک تابوت بنا دو۔ اس نے پوچھا تابوت کیا کرو گی، انھوں نے بروایت روضۃ الصفا کہا کہ "طفلے داشتم فوت شُد" میرے ایک لڑکا تھا مر گیا ہے اور بروایت الجزائری "قالت ابن لی اخباٗہ فیہ وکرہت ان تکذب"۔ انھوں نے کہا کہ ایک لڑکا پیدا ہوا ہے اُسے اس میں چھپاؤں گی۔ انھوں نے جھوٹ کہنا پسند نہ کر کے اُس پر راز کو واضح کر دیا۔ وہ اپنے گھر سے نکلا اور سیدھا جلادوں کے پاس پہنچ گیا جو بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کیا کرتے تھے، نجار جب اُن لوگوں کے پاس گیا تو گونگا بہرہ ہو گیا اور اس نے ہر چند ان لوگوں کو اشارے سے سمجھانے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکا۔ بالآخر ان کے افسر نے کہا کہ یہ پاگل ہے۔ اس کو مار کر یہاں سے نکال دو۔ چنانچہ لوگوں نے مار پیٹ کر وہاں سے نکال دیا۔ نجار سخت حیران و پریشان وہاں سے واپس آیا اور جب اپنے گھر کے قریب پہنچا تو اس کی زبان کھل گئی یہ سمجھ گیا کہ فرعون جس بچے کی تلاش میں ہے وہ بچہ یقیناً یہی ہے اور یہی وہ پیغمبر ہوگا جو سلطنت فرعون کو تباہ کرے گا۔ لہٰذا وہ مومن ہو گیا اور اُس کا دل نورِ توحید و ایمان سے منور ہو گیا، اُس نے تابوت بنا کر مادرِ موسیٰؑ کے حوالے کر دیا۔ ایک حدیث میں ہے کہ "انزل اللہ علی ام موسیٰ التابوت" کہ خدا نے مادرِ موسیٰؑ کے پاس تابوت بھیج کر حکم دیا کہ اس بچے کو اس تابوت میں رکھ کر بے کھٹکے دریا میں ڈال دو۔ ایک روایت میں ہے کہ جس تابوت میں حضرت موسیٰؑ کو دریا میں ڈالا گیا تھا وہ پانچ بالشت کا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ مادرِ موسیٰؑ نے خفیہ طور پر حضرتِ موسیٰؑ کی تین ماہ پرورش کرنے کے بعد انھیں دریا کی موجوں کی آغوش میں دیا تھا۔

غرضیکہ تابوت کی تیاری کے بعد مادرِ موسیٰؑ نے اُس میں روئی رکھی اور بچے کو دودھ پلا کر پیار کیا، سینے سے لگایا اور آنسو کی لڑیوں کے ساتھ الوداع کہا، تابوت کے دروازوں کو تارکول وغیرہ سے بند کیا، کنجی تابوت میں رکھی اور دل پر پتھر رکھ کر تابوت کو دریا کے کنارے جا کر

پانی میں ڈال دیا۔

تابوت کا پانی میں پہنچنا تھا کہ موجوں نے آغوش میں لے لیا اور اُسے وہ تیزی سے لے بھاگیں تابوت چلا اور مادرِ موسیٰؑ کا دل بیٹھا، وہ آنکھوں سے دیکھ رہی ہیں کہ تابوت کبھی ڈوبتا ہے اور کبھی اُبھرتا ہے اور بہتا چلا جا رہا ہے۔ تابوت آنکھوں سے اوجھل ہوا، مادرِ موسیٰ کا دل بحرِ غم میں ڈوب گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ تابوت کو موجوں کی آغوش میں دیتے ہوئے مادرِ موسیٰ نے ہمشیرہ موسیٰؑ "کلثوم" سے کہا میری بیٹی تو اس تابوت کے ساتھ ساتھ چلی جا، وہ بے چاری محبت کی ماری کنارے کنارے دوڑتی ہوئی چلی اور جہاں تابوت جا کر ٹھہرا وہیں یہ بھی ٹھہر گئی۔

حضرتِ موسیٰؑ آسیہ زوجہ فرعون کی آغوش میں

مورخین کا بیان ہے کہ فرعون کے صرف ایک لڑکی تھی جس کا نام "اینسا" تھا۔ وہ برص میں مبتلا تھی۔ فرعون اس کے علاج سے عاجز آ چکا تھا۔ آخر میں طبیبوں اور منجموں نے یہ بتایا تھا کہ دریائے نیل سے ایک مخلوق برآمد ہوگی جو انسان کی صورت میں ہوگی۔ اس کے لعابِ دہن سے اس لڑکی کو شفا ہو سکے گی۔ فرعون نے اس خبر کے مطابق رودِ نیل میں ایک عظیم الشان محل بنوایا تھا اور اسی میں اس اُمید سے کہ وہ مخلوق رونما ہو جس کے ذریعہ میری لڑکی کو شفا ہوگی، خود بھی رہتا تھا اور اس کے ہمراہ اس کی بیوی بھی تھی جس کا نام آسیہ تھا۔ جس کے شجرۂ نسب کے متعلق امام ثعلبی نے لکھا ہے کہ وہ مزاحم بن عبید بن ریان بن ولید کی بیٹی تھی اور بہترین قسم کی عورت تھی۔ طبری میں ہے کہ وہ بڑی عاقلہ اور پارسا اور خوب صورت تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ بنی اسرائیل میں سے تھی۔

حضرت موسیٰؑ کا بہتا ہوا تابوت جب فرعون کے محل کی دیوار سے ٹکرایا جو درختوں کے گھیرے میں واقع تھا، تو دُخترِ فرعون کی کنیزوں نے دیکھ لیا جو اس مقصد کے لئے وہاں موجود تھیں کہ کوئی انسانی شکل کی مخلوق دریا سے برآمد ہو جو دُخترِ فرعون کے مرض کو شفا دے سکے، انھوں نے فوراً تابوت کو پکڑ لیا اور اُسے آسیہ کے پاس لے گئیں۔ آسیہ نے جونہی اسے کھولا ایک ایسا چاند سا بچہ نظر آیا جس کی پیشانی سے نور ساطع تھا، آسیہ نے اسے تابوت سے برآمد کیا، دُخترِ فرعون نے بڑھ کر اُسے اپنی آغوش میں لیا۔ بقدرتِ خدا اُن کے دہن سے جو لعاب نکلا وہ اس کے جسم سے لگا اور وہ فوراً صحت یاب ہوگئی۔ اب تو اس کی خوشی کی کوئی حد نہ تھی۔ باپ کو خبر دی، فرعون چلا۔ موسیٰؑ آغوشِ آسیہ میں تھے۔ فرعون نے جونہی اُن کے چہرے پر نظر کی آسیہ سے کہہ دیا، مجھے یہ بچہ میرے لئے خطرے کا پیغام معلوم ہوتا ہے، آسیہ نے صفائی کے کلمات کہے وہ خاموش ہو گیا

فرعون نے درباریوں سے بیان کیا بعض منجموں نے کہا کہ اسے قتل کرڈالنا چاہیئے۔ امکان قوی ہے کہ یہی بچّہ مخرب خدائی ہو، فرعون نے حضرت موسیٰؑ کے قتل کا عزم کیا۔ لیکن جناب آسیہ کی درخواست اور دختر فرعون کی خواہش پر وہ اپنے ارادے سے باز رہا۔

پھر آسیہ بنت مزاحم زوجہ فرعون نے اس مولود کی پرورش کے لئے قریب کی عورتوں کو جو دُودھ پلانے کا کام کرتی تھیں بُلا بھیجا مگر اس مولود نے کسی کے پستان[۱] کو مُنہ نہ لگایا۔ یہ حال دیکھ کر آسیہ بہت گھبرائیں اور یہ سوچنے لگیں کہ اگر اس نے کسی کا دُودھ نہ پیا تو پھر کیا بنے گا، اسی دوران میں کسی نے رائے دی کہ بازار میں اطلاع بھیجی جائے اور تمام دوُدھ پلانے والی عورتوں کو طلب کیا جائے، یہ جس کے پستان سے منہ لگا دے اور جس کا دُودھ پینے لگے اسی کو اس کے لئے رکھ لیا جائے۔ آخر الامر بازار میں خبر بھیجی گئی، بہت سی عورتیں آگئیں، مگر اس مولود نے کسی کے پستان کو مُنہ نہ لگایا۔ کلثوم[۲] جو کہ حضرت موسیٰؑ کی بہن تھیں اور تابوت کے ساتھ دوڑتی ہوئی وہاں پہنچی تھیں انھوں نے بڑھ کر آسیہ سے کہا کہ اگر آپ فرمائیں تو میں ایک ایسی عورت کو آپ کے پاس حاضر کردوں جس کے متعلق مجھے اُمید ہے کہ یہ بچّہ اس کا دُودھ پی لے گا۔ آسیہ نے کہا کہ جاؤ اور ضرور لاؤ۔ چنانچہ کلثوم دوڑتی ہوئی اپنی والدہ کے پاس پہنچیں اور ان سے واقعہ بیان کیا اور انھیں ہمراہ لے کر آسیہ کے پاس آئیں، آسیہ نے بچّے کو اُن کی آغوش میں دیا۔ اُنھوں نے اپنا پستان جو موسیٰؑ کے مُنہ میں دیا تو انھوں نے پینا شروع کردیا اور دُودھ بھی اس تیزی سے اترا کہ مُنہ سے باہر بہنے لگا۔ یہ دیکھ کر آسیہ خوش ہوگئیں اور کہنے لگیں کہ تُم اس کو دُودھ پلایا کرو اور ہمارے ہی گھر میں قیام کرو، ہم تم کو پُوری اُجرت دیں گے، انھوں نے کہا کہ میں تو یہاں نہیں رہ سکتی کیونکہ میرے بچّے پریشان ہوں گے۔ آسیہ نے کہا کہ پھر میں کیا کروں مجھے تو یہ بچّہ اتنا پیارا ہے کہ میں اس کی جُدائی برداشت نہیں کرسکتی، مادر موسیٰؑ نے کہا کہ میں بھی مجبور ہوں قیام نہیں کرسکتی بالآخر فیصلہ ہوا کہ مادرِ موسیٰؑ ان کو اپنے ہمراہ لے جائیں اور پُوری اُجرت بھی لیں اور ہفتہ میں ایک بار لے کر محل فرعون میں آیا کریں۔ لہٰذا وہ حضرت موسیٰؑ کو لے کر روانہ ہوگئیں۔ مورخین کا بیان ہے کہ خدا نے ایک شبانہ یا بروایتے تین شبانہ روز میں موسیٰؑ کو ان کی ماں کے پاس پھر واپس پہنچا دیا۔

[۱] قرآن مجید میں اس مقصد کے لئے یہ آیت ہے "حرمنا علیه المراضع من قبل" ہم نے موسیٰؑ پر تمام عورتوں کا دُودھ حرام کردیا۔ یعنی وہ صرف اپنی ماں کا دُودھ پی سکتے تھے۔" اس آیت سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ حضرت محمد مصطفےٰؐ کو حلیمہ دائی کا دُودھ پلانا افسانے سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا، کیونکہ جب موسیٰؑ کو کسی کا دُودھ نہیں پلایا جاسکا تو فخرِ موسیٰؑ کو ماں کے علاوہ کسی کا دُودھ پلانا کیونکر ممکن ہوسکتا ہے [۲] ایک روایت میں ہے کہ موسیٰؑ کی ہمشیرہ کا نام مریم تھا۔ لیکن میرے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ یہ واقعہ میلاد حضرت عیسٰےؑ سے (۱۸۲۷) سال قبل کا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ جس دن حضرت موسیٰؑ کا تابوت محل فرعون تک پہنچا تھا وہ دوشنبہ کا دن تھا۔

حضرتِ موسیٰؑ کا نام

بروایتِ ثعلبی ایک دن فرعون نے آسیہ بنت مزاحم سے کہا کہ اس بچے کا نام رکھو، آسیہ نے کہا میں نے اس کا نام "موسیٰ" رکھ دیا ہے" لانہ وجد بین الماء والشجر"۔ کیونکہ یہ پانی اور درخت کے درمیان سے دستیاب ہوا ہے، عبرانی میں مو پانی کو اور "سی" شجر کو کہتے ہیں۔ طبری میں ہے کہ حضرت کا اصل نام "موشا" رکھا گیا تھا جس کے معنی پانی اور درخت کے ہیں، اسی سے موسیٰؑ بن گیا۔

حضرتِ موسیٰؑ آغوشِ فرعون میں

مادرِ موسیٰؑ معاہدہ کے مطابق ہر ہفتہ حضرتِ موسیٰؑ کو آسیہ کے پاس لاتی تھیں ایک مرتبہ وہ لائیں تو آسیہ اُنھیں کندھے پر بٹھا کر فرعون کے پاس لے گئیں، فرعون نے انھیں اپنی آغوش میں لے لیا، اس وقت اُن کی عمر ایک سال کی ہو چکی تھی۔ حضرت موسیٰؑ نے دست دراز کر کے فرعون کی ڈاڑھی نوچ لی، کئی بال دستِ موسیٰؑ میں آگئے اور موسیٰؑ ہنس پڑے۔ فرعون کو غصہ آیا، اُس نے اُن کے قتل کر دینے کا عزم کیا۔ آسیہ جو اعقلِ روزگار تھی کہنے لگی، اے فرعون بچوں کی حرکتیں ناقابلِ اعتنا ہوتی ہیں۔ عقلاء اس پر کبھی اثر نہیں لیتے نہ اسے قابلِ انتقام سمجھتے ہیں، فرعون نے کہا کہ میرا فیصلہ اٹل ہے، آسیہ نے کہا کہ یہ تو کوئی زیرکی نہیں ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ اس کا امتحان لو۔ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ اس چھوٹے سے بچے نے جس کی عقل کسی طرح سے پختہ نہیں کہی جاسکتی۔ "عمداً"، یہ کام کیا ہے تو بے شک اسے پہلی فرصت میں قتل کرا دو، اور اگر اس نے نادانستگی میں بتقاضائے طفلی ایسا کیا ہے تو درگزر کرو۔ فرعون نے یہ بات مان لی، اب امتحان کے لئے دو طشت لائے گئے، ایک طشت میں لعل رکھے گئے اور دوسرے طشت میں انگارے، اور موسیٰؑ کو ان طشتوں کے سامنے چھوڑ دیا گیا۔ حضرت موسیٰؑ طشتوں کے قریب پہنچ کر لعل اُٹھانا چاہتے تھے کہ جبرئیل نے اُن کا ہاتھ انگاروں پر رکھ دیا۔ اُنھوں نے ایک انگارہ اُٹھایا اور اپنے مُنہ میں رکھ لیا۔ فرعون کو یقین ہو گیا کہ ڈاڑھی کا نوچنا طفلانہ حرکت تھی۔ کیونکہ اگر یہ باشعور ہوتا تو انگارے کے بجائے لعل اُٹھاتا۔ بنا بریں اُس نے انتقام سے درگزر کیا اور حضرت موسیٰؑ بعون باری قتل سے بچ گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ واقعہ اس طرح ہوا تھا کہ موسیٰؑ فرعون کی آغوش میں تھے۔ موسیٰؑ کو چھینک آئی تو انھوں نے اپنی زبان میں کہا "الحمد للہ رب العالمین"۔ یہ سُن کر فرعون نے موسیٰؑ کے رُخسار پر ایک طمانچہ مارا اور کہا یہ کیا بکتا ہے، مُوسیٰؑ نے اُس کے ردِّ عمل میں اُس کی ڈاڑھی پکڑ کر نوچ لی، فرعون کو غصہ آگیا اور اُس نے مُوسیٰؑ کو قتل کر دینے کا عزم کیا، اس پر آسیہ بولیں کہ

"غلام حدث لا یدری ما یقول" بچہ کچھ نہیں سمجھتا کہ کیا کہتا ہے اور کیا کرتا ہے۔ فرعون نے کہا یہ سب سمجھتا ہے۔ آسیہ نے کہا کہ پھر اس کا امتحان لے لے چنانچہ آگ اور جواہرات کے دو طشت لائے گئے۔ موسیٰؑ نے آگ اُٹھا کر بعمل جبریئل مُنہ میں رکھ لی اور ہاتھ اور مُنہ دونوں جل گئے اور موسیٰؑ رونے لگے۔ تب فرعون کو یقین ہوا، اور وہ قتل سے باز رہا۔ طبری میں ہے کہ یہ واقعہ پانچ سال کی عُمر کا ہے۔

حضرتِ موسیٰؑ دسویں سال میں

مادرِ موسیٰؑ معاہدہ کے مطابق حضرت موسیٰؑ کی پرورش کر رہی تھیں، یہاں تک کہ وہ زمانہ آیا کہ آسیہ نے مادرِ موسیٰؑ کو ان کے فریضہ سے سبکدوش کر دیا اور حضرت موسیٰؑ کو اپنے پاس رکھ لیا۔ وہ خانہ فرعون میں پرورش پاتے رہے یہاں تک کہ آپ کی عُمر دس سال کی ہو گئی۔ آسیہ چونکہ حضرت موسیٰؑ کو بیحد چاہتی تھیں اور فرعون بھی مانتا تھا۔ لہٰذا ان کے لئے بروایتے چالیس اور بروایت روضۃ الصفاؔ چار سو غلاموں کا انتظام کر دیا گیا جو بہترین لباس سے مُرصّع اور مزیّن تھے۔ جب حضرت موسیٰؑ باہر سواری پر نکلتے تھے تو یہ غلام ان کے ساتھ ہوتے تھے۔ ان کی جاہ وحشم کو دیکھ کر لوگ یہ سمجھتے تھے کہ موسیٰؑ فرعون کے فرزند ہیں۔ روضۃ الصفاؔ میں یہ واقعہ چودہ سال کی عُمر کا مرقوم ہے۔ اسی کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ جب حضرت موسیٰؑ کی عُمر تیس۳۰ سال کی ہوئی تو آسیہ نے آپ کی شادی ایک قبطی عورت سے کر دی جس سے دو۲ بچے پیدا ہوئے۔ طبری میں ان بچوں کے نام حرشون اور بلیعا مرقوم ہیں اور یہ بھی لکھا ہے کہ فرعون نے آپ کی شادی پر بے انتہا خرچ کیا اور سارے ملک میں جشنِ مُسرت منایا گیا۔ لیکن میرے نزدیک یہ قابلِ نظر ہے کیونکہ موسیٰؑ نبی تھے انکی شادی غیر مُسلمہ سے ممکن نہ تھی

حضرتِ موسیٰؑ کے ہاتھوں قاتون قبطی کی موت

حضرتِ موسیٰؑ خانۂ فرعون میں اسی شان و شوکت سے رہتے تھے کہ جس شان و شوکت سے فرعون رہتا تھا اور فرعون کے ساتھ اکثر باہر نکلا کرتے تھے ایک دن فرعون کہیں چلا گیا اور حضرت موسیٰؑ گھر میں موجود نہ ہونے کی وجہ سے ہمراہ نہ جا سکے "البدایہ والنہایہ" میں ہے کہ حضرت موسیٰؑ فرعون کے ان مظالم کی وجہ سے جو وہ بنی اسرائیل پر کیا کرتا تھا سخت دل تنگ اور پریشان تھے لیکن کچھ نہ کر سکتے تھے۔ اسی پریشانی میں اکثر تنہا باہر چلے جایا کرتے تھے۔ اس دفعہ جب کہ فرعون باہر جانے لگا تو وہ اسی وجہ سے باہر گئے ہوئے تھے۔

الغرض فرعون کے چلے جانے کے بعد جب موسیٰؑ گھر واپس آئے تو معلوم ہوا کہ فرعون مقام "منف" کی طرف گیا ہے، حضرت موسیٰؑ بھی وہیں کے لئے روانہ ہو گئے۔ یہاں تک کہ دوپہر کے وقت

وہاں پہنچ گئے، وہ وقت چونکہ قیلولہ کا تھا اور پھاٹک بند تھے اس لئے وہ بروایت ثعلبی فرعون تک نہ پہنچ سکے اور شہر میں خود چلے گئے اور اپنے خادموں کو منف میں چھوڑ دیا، وہ شہر کے کنارے کنارے چل رہے تھے کہ انھیں ایک مقام پر دو آدمی لڑتے ہوئے نظر آئے جن میں ایک قبطی تھا اور دوسرا اسرائیلی، قبطی کا نام "قاتون" [1]، اور اسرائیلی کا نام "سامری" تھا۔ چونکہ یہ دونوں مضبوط طریقہ پر دست و گریبان تھے اور ایک دوسرے کو مار رہے تھے۔ قبطی تگڑا پڑتا تھا۔ اس لئے سامری نے موسیٰؑ کو دیکھتے ہی فریاد کی۔ حضرت موسیٰؑ قریب گئے اور انھوں نے پوچھا بات کیا ہے ؟ معلوم ہوا کہ قبطی جو کہ فرعون کے مطبخ کا باورچی ہے اس نے لکڑیاں خریدی ہیں سامری سے اور لکڑیاں لینے کے بعد وہ سامری سے کہتا ہے کہ اسے اٹھا کر لے چلو اور ہمارے گھر پہنچا دو۔ سامری اس پر تیار نہیں ہے لہٰذا وہ اسے مار رہا ہے۔ یہ سن کر حضرت موسیٰؑ نے قبطی سے کہا کہ اپنی حرکت سے باز آ، اور اسے چھوڑ دے، اُس نے حضرت موسیٰؑ کو سخت بُرا بھلا کہہ کر کہا، کہ جا اپنی راہ لے۔ "بڑا آیا چھڑانے والا"، یہ سن کر حضرت موسیٰؑ آگے بڑھے اور انھوں نے سامری اسرائیلی کو قاتون قبطی کے ہاتھوں سے چھڑا دیا۔ اس پر اُس نے مزید بکواس کی، حضرت موسیٰؑ جنہیں اسرائیلیوں پر شاہی مظالم کی وجہ سے سخت دُکھ تھا، کہنے لگے میں نے ٹھیک کیا ہے۔ اب جھگڑا نہ کر اور چلا جا۔ مگر وہ بکواس کرتا ہی رہا۔ آخر الامر حضرت موسیٰؑ نے اُسے آمادہ بجنگ دیکھ کر ایک گھونسہ رسید کیا اور وہ اسی سے واصل جہنم ہو گیا۔ قبطیوں نے اُسے لے جا کر دفن کر دیا، اور فرعون کے دربار میں جا کر فریاد کی اور کہا کہ ایک اسرائیلی نے تیرے قبطی خباز کو قتل کر دیا ہے ہم اس پر درخواست کرتے ہیں کہ اسے قرار واقعی سزا دی جائے۔ فرعون نے کہا کہ بے شک اسے سزا دی جائے گی اور پوری سزا دی جائے گی تم لوگ ایسا کرو کہ قاتل کا پتہ لگاؤ اور اس پر گواہ فراہم کرو۔

حضرت موسیٰؑ جو اس کے قتل کے فوراً بعد فرعون کے پاس پہنچ گئے تھے۔ انھوں نے لوگوں کی فریاد اور فرعون کا غصہ اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کیا۔ اب انھیں فکر پیدا ہو گئی اور دل میں کہنے لگے کہ میں نے عمداً تو اُسے موت کے گھاٹ اُتارا نہیں۔ لیکن فرعون کو عمداً اور سہواً سے کیا بحث۔ وہ تو ایک بات دیکھ رہا ہے کہ مقتول قبطی ہے اور قاتل اسرائیلی ہے۔ بنا بریں وہ دوسرے دن صبح کو پھر اسی سمت گئے تاکہ حالات معلوم کریں۔ اتفاقاً جب اسی مقام پر پہنچے جس جگہ قتل واقع ہوا تھا تو اسی شخص "سامری"، کو دیکھا کہ پھر ایک قبطی سے لڑ رہا ہے۔ حضرت موسیٰؑ کو

---

[1] قبطی کا نام روضۃ الصفا میں "قالون"، قصص طہرانی میں "قانون"۔ قصص جزائری میں "قاتون" عرائس ثعلبی میں "قاتون"، مرقوم ہے، میرے نزدیک آخر الذکر درست ہے ۱۲ ؛

اس قبطی پر جہاں غصہ آیا، وہاں اس اسرائیلی پر بھی غصہ آیا، چنانچہ آپ نے اسرائیلی کی حمایت میں قبطی کی طرف بڑھتے ہوئے اسرائیلی سے تیور بدل کر کہا کہ تو بڑا گمراہ معلوم ہوتا ہے۔ روز ایک آدمی سے دست و گریبان ہو جاتا ہے، وہ اسرائیلی حضرت موسیٰؑ کے تیور سے یہ سمجھا کہ وہ اُسے مارنے کے لئے آرہے ہیں۔ لہٰذا اس نے فوراً کہا، اے موسیٰؑ کیا تم مجھے اسی طرح مار ڈالنا چاہتے ہو جسطرح کل تم نے قاتون قبطی کو مار ڈالا ہے۔" یہ سننا تھا کہ قبطی اس مقام سے بھاگا ہوا سیدھا فرعون کے پاس پہنچا اور کہنے لگا کہ حضور آپ کے خباز قاتون قبطی کے قاتل کا پتہ لگ گیا ہے۔ اس کے قاتل "موسیٰؑ" ہیں۔ پھر اس نے سارا قصہ بیان کیا۔ فرعون نے یہ سُن کر کہ ایک اسرائیلی اور وہ بھی موسیٰؑ جیسا جس سے میری سلطنت کے زوال کا اندیشہ ہے، آگ بگولہ ہو گیا، اور حکم دیا کہ موسیٰؑ کو جلد سے جلد حاضر دربار کیا جائے تاکہ میں اُسے قتل کر کے قبطی کی دادرسی کا فریضہ ادا کروں اور خود بھی پُرسکون ہو جاؤں۔

حضرتِ موسیٰؑ کا مصر سے فرار

جب فرعون نے حضرت موسیٰؑ کے قتل کا قطعی فیصلہ کر دیا تو حزقیل (مومن آل فرعون[1]) جو کہ دربار میں موجود تھے۔ وہاں سے اُٹھے اور آکر حضرت موسیٰؑ سے ملے اور ان سے کہا کہ آپ کے قتل کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ لہٰذا آپ اپنے تحفظ اور بچاؤ کی فکر کریں۔ یہ سُن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام جس حال میں تھے۔ اسی طرح مصر سے ایک طرف کو روانہ ہو گئے۔ انھیں یہ معلوم نہ تھا کہ کہاں جا رہے ہیں وہ جس وقت روانہ ہوئے نہ ان کے پاس زاد تھا نہ راحلہ تھا۔ نہ کسی قسم کا کوئی بندوبست تھا، وہ ایک طرف کو چلے جا رہے تھے، راستہ بھی معلوم نہ تھا، جب بھوک لگتی تھی تو گھاس پات کھالیتے تھے اور رات کو جنگل میں سو جاتے تھے۔ بالآخر ایک دن ایک سوار نمودار ہوا اور اس نے بروایت ثعلبی انھیں مدین کے راستے پر لگا دیا۔ یہاں تک کہ سات دنوں کے بعد آپ وہاں پہنچ گئے ایک روایت میں ہے کہ مصر اور مدین میں آٹھ منزلوں کا فاصلہ تھا ایک میں ہے کہ سات دنوں کا راستہ تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ تین دنوں کا راستہ اور فاصلہ تھا۔

حضرتِ موسیٰؑ حضرتِ شعیبؑ کی خدمت میں

حضرت موسیٰؑ جب ایک ہفتہ کے بعد مدین پہنچے تو ایک

---

[1] جناب حزقیل، فرعون کے خالہ زاد بھائی اور اس کی سلطنت کے خزانچی تھے، یہ ان تین بزرگوں میں سے ایک ہیں۔ جنہوں نے زندگی میں اس وقت جبکہ دُنیا کافر تھی، ایک لمحہ کے لئے بھی کفر اختیار نہیں کیا۔ باقی دو بزرگ یہ ہیں (۱) حبیب النجار صاحب یٰسین (۲) علی ابن ابی طالبؑ رسولِ خداؐ فرماتے ہیں "ھو افضلھم" علیؑ ان سب میں افضل ہیں۔ (عرائس ثعلبی صہ ۹۹)۔

درخت سایہ دار کے نیچے لیٹ گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ اُس وقت آپ تین دن سے بھوکے تھے۔ ذراستانے کے بعد اُٹھے اور نماز سے فراغت حاصل کی۔ ابھی آپ اسی جگہ بیٹھے ہوئے تھے کہ ناگاہ دیکھا کہ اس کنوئیں پر جو کہ آپ کے قریب تھا بے شمار افراد جمع ہو گئے اور بہت سے مویشی بھی لا حاضر کئے گئے۔ کنواں جو بہت گہرا تھا اس کے مُنہ پر ایک پتھر رکھا ہوا تھا جس کو چالیس آدمیوں نے مل کر اُٹھایا اور سرِ چاہ سے علیحدہ کر کے پانی بھرنا شروع کیا۔ اور سب نے پانی بھرا اور اپنے اپنے جانوروں کو پلایا۔ جب وہ لوگ فارغ ہو گئے تو بدستور پتھر کو سرِ چاہ پر رکھ کر چلے گئے۔ اسی دوران میں حضرت موسیٰؑ یہ دیکھ رہے تھے کہ دو معصوم لڑکیاں اپنی بھیڑوں کو لئے کھڑی ہیں۔ نہ اُن کی طرف کوئی رُخ کرتا ہے نہ اُن کو پانی دیتا ہے، نہ اُن کے جانوروں کو سیراب کرتا ہے۔ جب سب لوگ کنوئیں کا مُنہ بند کر کے چلے گئے تو یہ لڑکیاں اُن کے جانوروں کے پینے سے بچے ہوئے پانی کے فراہمی کی جستجو میں لگ گئیں۔

حضرت مُوسیٰؑ کو ان لڑکیوں کی بے چارگی اور بے لبسی پر رحم آیا، اپنے مقام سے اُٹھے اور اُن لڑکیوں کے قریب آئے، پوچھا تم کون ہو؟ انھوں نے کہا ہم شعیبؑ کی لڑکیاں ہیں، ہمارے نام الیا اور صفورا ہیں۔ حضرت مُوسیٰؑ نے اس پتھر کو جسے چالیس آدمی اُٹھاتے تھے۔ تنہا کنوئیں پر سے اُٹھا کر ایک طرف کر دیا اور اس ڈول کو جسے دس آدمی کھینچتے تھے اکیلے کنوئیں میں ڈال کر کھینچ لیا اور شعیبؑ کی بھیڑوں کو سیراب کر دیا۔ لڑکیاں اپنے گھر چلی گئیں اور حضرت موسیٰؑ درخت کے نیچے جا کر بیٹھ گئے۔

بروایت عین الاخبار لڑکیوں نے گھر جا کر سارا ماجرا حضرت شعیبؑ سے بیان کیا۔

حضرت شعیبؑ نے اپنی بڑی لڑکی صفورا سے فرمایا کہ جا کر اس شخص سے کہو کہ تم کو میرے والد بلا رہے ہیں تاکہ تمہاری اُجرت ادا کریں، وہ حضرت موسیٰؑ کی خدمت میں پہنچیں اور انھوں نے شرمندگی کے ساتھ اُن سے کہا کہ آپ کو ہمارے والد شعیبؑ نے ادائے اُجرت کے لئے بُلایا ہے۔ وہ اُن کے ہمراہ چل پڑے۔ بروایت ثعلبی صفورا آگے تھیں اور حضرت مُوسیٰؑ اُن کے پیچھے تھے۔ چلتے چلتے راہ میں تیز ہوا چلی تو صفورا کے بدن سے اُن کا کپڑا چپک گیا۔ حضرت مُوسیٰؑ نے فرمایا کہ سنو، ہم اولادِ یعقوبؑ کسی عورت کے پیچھے نہیں چلا کرتے۔ تم پیچھے ہو جاؤ ہم تمھارے آگے چلتے ہیں، تم راستہ بتاتی جاؤ ہم چلتے رہیں گے۔

غرضیکہ یہ دونوں حضرت شعیبؑ کے پاس پہنچیں، حضرت شعیبؑ نے ان کا خیر مقدم کیا اور اپنے پاس بٹھایا، حالات پُوچھے، انھوں نے مصر سے فرار کا تفصیلی واقعہ بیان کیا۔ حضرت شعیبؑ نے کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ تم اس کی زد اور گرفت سے نکل آئے، فکر نہ کرو یہاں کوئی خطرہ

نہیں ہے۔ اس کے بعد حضرت شعیبؑ نے حضرت موسیٰؑ کو کھانا وغیرہ کھلایا۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ اگر اُجرت کے تحت کھانا کھلا رہے ہیں تو یہ مجھے منظور نہیں کیونکہ میں نے لڑکیوں کی خدمت فی سبیل اللہ کی ہے۔ حضرت شعیبؑ نے فرمایا کہ کھانا مہمان نوازی کے طور پر کھلا رہا ہوں۔

مختصر یہ کہ حضرت موسیٰؑ حضرت شعیبؑ کے ہاں مقیم ہو گئے۔ حضرت شعیبؑ کی لڑکی نے کہا کہ بابا جان یہ شخص بہت مضبوط اور دیانت دار ہے، اگر آپ اسے مزدوری پر اپنے یہاں رکھ لیں تو بہت مناسب ہو گا۔ حضرت شعیبؑ نے پوچھا کہ تم کو اس کی مضبوطی اور دیانتداری و ایمان داری کا کیسے اندازہ ہوا۔ انھوں نے کہا کہ مضبوطی اور طاقتوری تو اس سے ظاہر ہے کہ اس نے کنوئیں کے مُنہ سے وہ پتھر اکیلے ہٹایا تھا جس کو چالیس آدمی ہٹایا کرتے تھے اور اس ڈول سے تنہا پانی بھرا تھا جس سے دس آدمی بھرا کرتے تھے، اور اس کی دیانتداری اس سے واضح ہے کہ یہ میرے پیچھے چلنے سے اس لئے گریزاں ہوا تھا کہ میرے کپڑے بدن سے لگ گئے تھے۔

حضرت شعیبؑ کو یہ باتیں پسند آئیں، حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ تم میرے یہاں بکریاں وغیرہ چرانے پر ملازمت کر لو، میں تمھیں دس سالہ خدمت کے عوض میں اپنی ایک لڑکی حوالے کر دوں گا۔ تم اس سے نکاح کر لینا اور یہی خدمت ہشت سالہ یا دہ سالہ اس کا مہر ہو گا۔ حضرت موسےٰؑ نے اسے منظور کر لیا اور وہ خدمت میں مشغول ہو گئے۔ حضرت شعیبؑ نے ان ستر عصاؤں میں سے جو انبیاء کے ان کے پاس جمع تھے۔ ایک وہ عصا جو حضرت آدمؑ جنت سے لے کر آئے تھے اور جس کے دو سر تھے حضرت موسیٰؑ کے حوالے کر دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ عصا دس گز، بروایتے چالیس گز لمبا تھا اور عوسج یا آس کی لکڑی کا بنا ہُوا تھا۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ وہ عصا ہمارے پاس ہے اور سلسلہ وار ہمارے گھرانے میں رہے گا یہاں تک کہ قائم آل محمدؐ کے پاس پہنچے گا۔ (اصول کافی)

حضرت موسیٰؑ کی شادی اور مدین سے واپسی

حضرت موسیٰؑ نے جب خدمت شعیبؑ کے دس سال پورے کر دیئے تو انھوں نے اپنی بڑی بیٹی صفورا کی شادی حضرت موسیٰؑ کے ساتھ کر دی۔ حضرت موسیٰؑ مدین میں بروایت ناسخ التواریخ ۲۹ سال ایک ماہ اور ایک ہفتہ مقیم رہے، شادی کے بعد مدین ہی میں آپ کے دو لڑکے پیدا ہوئے۔ ایک کا نام "جیرشون" اور دوسرے کا نام "الیعذر" تھا۔ علامہ نعمت اللہ جزائری کا بیان ہے کہ حضرت موسیٰؑ کے کوئی اولاد نہ تھی اور یہی کچھ الیعقوبی سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔

تواریخ میں ہے کہ حضرت موسیٰؑ جب عرصہ دراز تک مدین میں مقیم رہ کر عازم مصر ہوئے تو انھوں

نے حضرت شعیبؑ سے اجازت چاہی، حضرت شعیبؑ نے اجازت دے دی اور وہ اپنے بال بچوں کو لے کر بارادہ مصر مدین سے روانہ ہوئے، چلتے چلتے جب پانچ دن گذر گئے تو آپ وادیٔ طورسینا میں پہنچے۔

جس رات کو آپ طورسینا کے قریب وارد ہوئے تھے سخت سردی تھی اور آپ کے اہل وعیال سردی سے کانپ رہے تھے۔ دریں اثناء آپ کی بیوی کو دردِ زہ شروع ہوگیا۔ حضرت موسیٰؑ سخت حیران ہوئے اور پوری گھبراہٹ میں اِدھر اُدھر دیکھ رہے تھے کہ ناگاہ اُن کی نظر کافی دُور ایک روشنی پر پڑی، اُنھوں نے اپنی بیوی سے کہا کہ تم اسی جگہ ٹھہرو، میں آگ لانے کے لئے جارہا ہوں چنانچہ آپ روانہ ہوگئے اور چند منٹوں میں اس آگ کے قریب جا پہنچے دیکھا کہ وہ آگ ایک درخت میں روشن ہے۔ جب اُس درخت کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ آگ بہت تیز ہے اور درخت کی ہر شاخ میں روشن ہے، حضرت موسیٰؑ نے چاہا کہ آگ اُس سے لے کر جمع کی ہوئی لکڑیوں میں لگائیں اور اس مقصد کے لئے جو ہاتھ بڑھایا تو وہ آگ بلند ہوگئی۔ کئی بار آگ حاصل کرنے کی سعی کی مگر کامیابی نہ ہوئی۔ آخر مایوس ہو کر واپس جانے لگے تو درخت سے آواز آئی "یاموسیٰ" اے موسیٰ، حضرت موسیٰؑ نے لبیک لبیک کہا، مگر کسی کو دیکھا نہیں، جب تین بار یہی کیفیت ہوئی تو آواز آئی "انی انا اللہ رب العالمین"۔ اے موسیٰؑ میں ہی تمھارا اور سارے عالم کا رب "اللہ" ہوں۔

یہ سُن کر حضرت موسیٰؑ کے اوسان جاتے رہے۔ بدن کانپنے لگا، سجدہ میں گر پڑے، آواز آئی، گھبراؤ نہیں، "انی انا ربك فاخلع نعليك انك بالوادی المقدس طوی" میں تمھارا رب ہوں۔ تم وادیٔ مقدس میں ہو، اب اپنا دل بال بچوں سے خالی کر کے صرف میرے ہوجاؤ میں نے تمہیں نبوت دے دی ہے۔ اب میں جو وحی کروں وہی تم کرو۔ پھر توریت[1] کا نزول شروع ہوا جو چار آسمانی کتابوں میں سے ایک ہے۔

یہ کہہ کر اس نے پوچھا کہ اے موسیٰؑ تمہارے[2] ہاتھ میں کیا ہے۔ عرض کی پالنے والے میرے ہاتھ میں ڈنڈا ہے، میں اس پر تکیہ کرتا ہوں، اس سے اپنی بھیڑوں کو ہنکاتا ہوں اور بھی اس سے

---

[1] روضۃ الصفا میں ہے کہ توریت ایک عظیم آسمانی کتاب تھی جسے امم لاحقہ میں حضرت علیؑ کے علاوہ کوئی بھی حفظ نہیں کرسکا۔ وہ جمیع توریت کے عظیم حافظ تھے ۱۲۔

[2] ہمارے علماء نے لکھا ہے کہ علامہ حلی علیہ الرحمۃ نے ایک شب خواب میں حضرت موسیٰؑ اور حضرت محمد مصطفےٰؐ کو دیکھا، وہ بیان کرتے ہیں کہ یہ دونوں تشریف فرما تھے حضرت موسیٰؑ نے آنحضرتؐ سے پوچھا کہ کیا آپ کی یہ حدیث ہے

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں)

بہت سے کام لیتا ہوں، ارشاد ہوا کہ اسے زمین پر ڈال دو۔ حضرت موسیٰؑ نے تعمیل ارشاد کی، عصا زمین پر گرتے ہی بہت بڑا اژدہا بن گیا، اور اس میں ایسی ہیبت تھی کہ موسیٰؑ جھجک گئے، آواز آئی ڈرو نہیں میں اسے پھر اس کی اصلی حالت میں کر دوں گا۔ اچھا اسے اٹھالو، حضرت موسیٰؑ نے اُسے اُٹھایا تو وہ پہلا سا عصا بن گیا۔ اس کے بعد ارشاد ہوا کہ اپنے ہاتھ کی طرف دیکھو جب نظر کی تو وہ نہایت شدید طور پر چمک رہا تھا۔

جب یہ دو نمایاں معجزات قدرت نے عطا فرمائے تو حکم دیا کہ "اذھب الی فرعون انہ طغی"۔ تم فرعون کی طرف جاؤ اور اس کو ہدایت کرو، اب وہ حد سے بڑھ گیا ہے اور سخت گمراہ ہو گیا ہے۔

حضرت موسیٰؑ نے موقع کو غنیمت جانتے ہوئے عرض کیا میرے پالنے والے تیرا حکم سر آنکھوں پر، لیکن تبلیغ رسالت کی اہمیت تجھے معلوم ہے۔ میں اس سلسلے میں ایک درخواست کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ میرے بھائی ہارونؑ کو میرا مددگار بنا دے۔ ارشاد ہوا جاؤ میں نے تمہاری بات مان لی اور نبوت ان کیلئے معین کر دی، وہ تمہارے مددگار ہونگے اور تمہارے ہر موقع پر کام آئیں گے۔

پھر حضرت نے عرض کی میرے مالک، میرے ہاتھوں ایک قبطی فوت ہو چکا ہے میں فرعون کے پاس جاؤنگا تو اندیشہ ہے کہ وہ اس سلسلہ میں مجھ پر سختی کریگا۔ ارشاد ہوا جاؤ اور پریشان مت ہو

کہ "علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل" میری اُمت کے علماء انبیاء بنی اسرائیل کے مانند ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں یہ میری حدیث ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا کہ میں اس کا تجربہ چاہتا ہوں۔ سرکار دوعالم نے ارشاد فرمایا کہ علی بیٹھے ہیں آپ ان سے گفتگو کریں، حضرت موسیٰؑ میری طرف متوجہ ہو کر بولے اے علی! تمہارا اصلی نام کیا ہے؟ میں نے اپنا نام بتا کر کہا، میرے باپ کا نام یہ ہے، دادا کا نام یہ ہے، میں فلاں مقام کا رہنے والا ہوں۔ میرا پیشہ یہ ہے میرے خدمات یہ ہیں غرضیکہ ایک سوال کے جواب میں بہت کچھ کہہ دیا۔ جب میں چپ ہوا تو وہ بولے کہ میں نے تم سے تمہارا نام پوچھا تھا تم نے اس کے جواب میں یہ سب کچھ کہہ دیا۔ میں نے کہا حضور گستاخی معاف، آپ سے خدا نے صرف یہ پوچھا تھا کہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟ تو آپ نے صرف یہ کہنے پر اکتفا نہیں کیا تھا کہ "ھی عصای" یہ میرا ڈنڈا ہے۔ بلکہ جواباً یہ فرمایا کہ میرے ہاتھ میں میرا ڈنڈا ہے، میں اس پر تکیہ کرتا ہوں۔ میں اس سے اپنی بھیڑ ہنکاتا ہوں اور بھی اس سے بہت سے کام لیتا ہوں۔ حضرت موسیٰؑ نے جواب دیا کہ میں نے جواب کو اس لئے طویل کر دیا تھا کہ خدا سے مخاطبہ دیر تک رہے۔ میں نے کہا کہ میں نے بھی اسی لئے جواب کو طویل کر کے بہت سی باتیں کہہ دیں تاکہ میرا مخاطبہ نبیؑ خدا سے دیر تک رہے۔ یہ سن کر حضرت موسیٰؑ معترف ہو گئے اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنس پڑے ۱۲۔

فرعون تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔

حضرت موسیٰ طورِ سینا سے روانہ ہوکر اپنی بیوی اور بچوں کے پاس گئے، وہ جس وقت ان کے پاس واپس پہنچے تو بروایتے وہ "سحر" کا وقت تھا، بیوی نے پوچھا کہ اتنی دیر کہاں لگادی اور کیا آگ لے آئے ہو؟ موسیٰ نے جواب دیا، بارگاہِ خالق میں تھا " نارنیا دردم ! مالور نبوت آوردم " آگ تو نہیں لایا، لیکن نورِ نبوت لایا ہوں "، صفورا خوش ہوگئیں، اور سردی کی تکلیف بھول گئیں۔

خدا کے دین کا موسیٰ سے پوچھئے احوال
کہ آگ لینے کو جائیں پیمبری مل جائے

حضرتِ موسیٰ کی مصر میں واپسی

حضرت موسیٰ وادیٔ مقدس سے بال بچوں سمیت بارادہ مصر روانہ ہوئے۔ یہ لوگ طے مراحل اور قطع منازل کرتے جا رہے تھے کہ حدودِ مصر میں پہنچ گئے۔ اُدھر خداوندِ عالم حضرتِ ہارون کو نورِ نبوت سے سرفراز فرما چکا تھا، اُس نے ہارون کو وحی کی کہ موسیٰ آرہے ہیں تم ان کے استقبال کے لئے جاؤ۔ چنانچہ وہ رات کے تاریک پردے میں بیرونِ مصر موسیٰ کا انتظار کرنے لگے، یہاں تک کہ حضرت موسیٰ اور حضرتِ ہارون میں عرصہ دراز کے بعد ملاقات ہوئی، آپس میں بغل گیر ہوگئے اور فرطِ مسرت سے رو پڑے۔ پھر بروایتے اپنی ماں کے گھر گئے اور رات میں پوشیدہ قیام فرما رہے۔ پھر حضرتِ ہارون کو تفصیلی واقعات بتلائے اور اُن کی نبوت کے حصول کا واقعہ بیان فرمایا اور یہ بھی بتایا کہ ہمارے اور تمہارے لئے فرعون کو ہدایت کرنے کا حکم آیا ہے اور یہ فرمایا گیا ہے کہ تم دونوں جاکر اس کی ہدایت کرو کیونکہ وہ حد سے بہت زیادہ تجاوز کر گیا ہے۔

تین دن حضرت موسیٰ کلفتِ سفر دُور کرنے کے بعد ہدایت فرعون کے لئے ہارون سمیت نکل پڑے۔ فرعون کے قصر تک پہنچنا بھی ایک مشکل کام تھا کیونکہ اس کے گرد بیشمار رکاوٹیں تھیں سور البلد بھی تھا، انہار و اشجار بھی تھے، درندے جانور بھی تھے۔ حضرت موسیٰ عصا کو مارتے گئے، دروازے کھلتے گئے اور آپ داخل ہوتے گئے، نہ دربانوں کی ہمت پڑی کہ موسیٰ کو روکیں اور نہ شیر دل اور دیگر درندوں سے ہوسکا کہ درمیان میں حائل ہوں۔ آخر الامر آپ ۱۰؍ ذی الحجہ کو درِ قصرِ فرعون تک پہنچ گئے۔

فرعون اور موسیٰ و ہارون میں تیز و تند گفتگو

درِ فرعون تک پہنچنے کے بعد آپ نے ایک شخص کے ذریعہ سے اندرونِ خانہ

فرعون کو پیغام بھجوایا کہ میں دروازے پر آیا ہوا ہوں اور تیری ہدایت کے لئے آیا ہوا ہوں۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ اطلاع ایک مُنہ چڑھے مسخرے نے اندر پہنچائی تھی کیونکہ رُعبِ فرعون کی وجہ سے کسی درباری کو یہ ہمت نہ تھی کہ فرعون کی خدائی کے خلاف کسی کا پیغام اس تک پہنچائے۔

مسخرے نے اندر جاکر کہا کہ آج میں نے عجیب وغریب بات دیکھی ہے۔ فرعون نے پوچھا کہ تم نے کیا دیکھا ہے؟ مسخرے نے کہا کہ میں نے تیرے درِ قصر پر دو ایسے شخصوں کو دیکھا ہے جنہیں تیرے قصر تک پہنچنے میں نہ شیر درندے حائل ہو سکے اور نہ تیرے مستحکم دروازے حائل ہو سکے اور وہ عجیب بات کہتا ہے، فرعون نے پُوچھا وہ کہتا کیا ہے، مسخرے نے کہا کہ حضور وہ آپ کی الوہیت کے خلاف کسی دُوسرے الٰہ کا ذکر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ہمارا خدا وہ ہے جس نے ہمیں اور فرعون کو اور ساری کائنات کو پیدا کیا ہے۔ یہ سُننا تھا کہ فرعون آگ بگولا ہو گیا اور حکم دیا کہ دربار میں ہامان اور دیگر زعماء موجود ہوں۔ جب دربار میں حسب الحکم سب لوگ آموجود ہوئے تو حضرت مُوسیٰؑ و ہارونؑ کو باہر سے اندر بُلوایا اور حضرت مُوسیٰؑ کو ڈانٹ کر کہا کہ تم کون ہو؟ حضرتِ مُوسیٰؑ نے فرمایا کہ میں خدا کے بندوں میں سے ایک بندہ ہوں۔ اس نے مجھے خاک سے پیدا کیا ہے اور آخری منزل بھی خاک ہی قرار دی ہے۔ فرعون نے کہا کہ میں تمھیں پہچانتا ہوں اور تم سے پُوچھنا چاہتا ہوں کہ تم کو ہو کیا گیا ہے اور تم کر کیا رہے ہو؟ اے مُوسیٰؑ تمھیں شرم نہیں آتی کہ ابھی کل کی بات ہے کہ تم ہمارے گھر میں پرورش پا رہے تھے، پھر تم نے ایک قبطی کو قتل کر ڈالا، پھر تم یہاں سے بھاگ کر رُوپوش ہو گئے، پھر مدین میں مزدوری کرنے لگے، اور ایک شخص کی بکریاں چرانے پر ملازم ہو گئے اور اب ایک عرصے کے بعد واپس آکر بلند بانگ دعویٰ کرنے لگے ہو، اور میرے علاوہ کسی اور خدا کی خبر دے رہے ہو، مُوسیٰؑ سُنو، خیر اسی میں ہے کہ تم میری خدائی کو مان لو اور بہکی بہکی باتیں نہ کرو۔

حضرت مُوسیٰؑ نے فرمایا کہ اے فرعون ہوش کے ناخن لے۔ خدائی صرف خدا کے لئے زیبا ہے، اس کے علاوہ جو دعویٰ خدائی کرتا ہے وہ سخت غلطی پر ہے اور اس کا انجام بخیر نہ ہو گا اور وہ آخر الامر برباد ہو کر رہے گا۔

اور اے فرعون! یہ بھی سُن لے کہ مَیں نے پہلے ترکِ مصر تیرے ظلم کی وجہ سے کیا تھا کیونکہ تُو نے قبطی کی موت کی وجہ سے مجھے موت کے گھاٹ اُتارنے کا فیصلہ کیا تھا حالانکہ تیرا یہ فیصلہ بالکل غلط تھا، کیونکہ میں نے اس قبطی کو بارادہ قتل وموت نہیں مارا تھا بلکہ بارادہ رفعِ فتنہ مارا تھا۔ مگر اتفاقاً وہ مر گیا۔ لیکن تُو نے اس کے عوض میں مجھے قتل کرنے کا فیصلہ کر دیا تھا۔

بہرحال میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ میں یہاں سے روانہ ہو کر امانِ خدا میں چلا گیا اور

مدین میں دن گزارتا رہا یہاں تک کہ خداوندِ عالم نے مجھے درجۂ نبوّت پر فائز فرماکر مجھے حکم دیا کہ میں تیری ہدایت کروں، اور اے فرعون اسی مقصد کے لئے تیرے پاس آیا ہوں اور تجھ سے کہتا ہوں کہ وحدانیت کا اقرار کر، میری نبوّت کو مان۔ بنی اسرائیل کو قید سے رہا کردے اور ان پر مظالم سے باز آ۔

فرعون نے کہا کہ "بس زیادہ باتیں نہ بناؤ ورنہ" ترا محبوس سازم واز نیل رتبۂ نجات وخلاصت مایوس گردانم"۔ میں تمھیں قید میں بند کردوں گا اور پھر کبھی نہ چھوڑوں گا"

حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ اے فرعون بس، خدا چار سو سال تجھے ڈھیل دے چکا ہے اور اب ڈھیل نہیں دینا چاہتا"۔ یہ کہہ کر آپ نے اپنی نبوّت کے ثبوت میں اپنے عصا کو زمین پر ڈال دیا۔

عصائے موسیٰؑ کا زمین پر پہنچنا تھا کہ وہ ایک عظیم اژدہا بن گیا، اس کے منہ سے شعلے نکلنے لگے۔ اس کی آنکھیں انگارے کی طرح چمکنے لگیں۔ اس کی ناک سے دھواں نکلنے لگا، منہ سے مہیب آواز نکلنے لگی۔ غرضیکہ ایسی صورت پیدا ہوگئی کہ سارے دربار میں ہلچل مچ گئی۔ اژدہا جس طرف رخ کرتا تھا ہر چیز جل کر خاکستر ہو جاتی تھی۔ بالآخر اس نے فرعون کی طرف رخ کیا، فرعون نے جونہی اس کا رخ اپنی طرف دیکھا منہ کے بل گر پڑا، اور فریاد کرنے لگا، موسیٰ بچاؤ، موسیٰ بچاؤ! حضرت موسیٰؑ نے باشارہ خداوندی عصا کو ہاتھ میں اٹھا لیا اور وہ پھر ڈنڈا بن گیا۔ بروایت روضۃ الصفا اس ہیبت سے فرعون کو ایک شب و روز میں چالیس دست آئے۔ پھر حضرت موسیٰؑ نے اپنی نبوّت کے ثبوت میں "ید بیضا" دکھلایا، اور کہا کہ اے فرعون اگر تو میری ایک بات مان لے تو میں تیری زندگی کے لئے خدا سے چار باتیں منوا لوں گا۔ اس نے پوچھا کہ تمھاری یہ سب باتیں کیا ہیں؟ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ ہماری بات تو یہ ہے کہ خدا کی وحدانیت کا اقرار کر اور اس کی عبادت کے لئے سر جھکا۔ اور چار باتیں جو تیرے لئے ذکر کر رہا ہوں یہ ہیں (۱) تجھے ایسی جوانی مل جائے جس کے عقب میں پیری نہ ہو۔ (۲) تجھے ایسی بادشاہی مل جائے جسے کوئی چھین نہ سکے (۳) تجھے ایسی تندرستی دے دی جائے گی جس کے قریب بیماری پھٹک نہ سکے (۴) تجھے جنت نصیب ہو جائے گی۔ فرعون نے حضرت موسیٰؑ کے جواب میں کہا کہ میں تمھاری ان باتوں پر اہل الرائے سے مشورہ کروں گا، چنانچہ اس نے اپنی بیوی، آسیہ بنت مزاحم سے سب سے پہلے مشورہ کیا، انھوں نے کہا کہ کون عاقل ایسا ہوگا جو موسیٰؑ کی بتائی ہوئی نعمتوں سے روگردانی کرے گا۔ اس کے بعد اس نے دیگر سرکاری اہل الرائے سے مشورہ کیا، انھوں نے کہا کہ اب کسی کے سامنے سر جھکانے

کا کوئی مطلب نہیں۔ عرصہ دراز سے لوگ تیرے سامنے سر جھکاتے رہے ہیں۔ اب اگر تو نے کسی کے سامنے سر جھکایا تو یہ بہت بری بات ہو گی۔ اب رہ گیا موسیٰؑ کا مذکورہ چیزوں کے متعلق وعدہ وہ یونہی سا ہے، اس کی کوئی وقعت نہیں ہے۔

پھر ان لوگوں نے کہا کہ موسیٰؑ نے جو دربار میں ڈراما کیا ہے، تو اس سے متاثر نہ ہو اور ان دونوں جادوگروں کا علاج کر اور ان کے کرتب کو ناکام بنا دے تاکہ یہ ہمیشہ کے لئے خاموش ہو جائیں۔

فرعون نے پوچھا کہ پھر اس کی کیا ترکیب کی جائے، ان لوگوں نے کہا کہ موسیٰؑ نے دربار میں جادو سے کام لیا تھا۔ اب تاریخ مقرر کر کے ان کو بھی بلا لے اور اپنے ملک کے جادوگروں کو بھی طلب کر لے۔ پھر مقابلہ ہو جائے۔ یقیناً ہمارے ملک میں ایسے ایسے جادوگر ہیں کہ ان کے مقابل میں موسیٰؑ ٹک نہیں سکتے۔

فرعون نے ان لوگوں کی بات مان لی، اور جادوگروں کے بلائے جانے کا حکم جاری و نافذ کر دیا، اور بروایتے یوم شنبہ جو کہ عاشورا اور نوروز کے وقت واقع تھا اور "عید زینت" بھی اسی دن تھی۔ تاریخ مقرر کر دی اور حضرت موسیٰؑ کو مطلع کر دیا کہ فلاں مقام پر آ جاؤ تمہارے جادو کا مقابلہ کیا جائے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ جو مقام متعین کیا تھا اس کا نام "اسکندریہ" تھا۔

جادوگرانِ فرعون اور حضرتِ موسیٰؑ میں مقابلہ

حضرت موسیٰؑ کو مطلع کرنے کے بعد فرعون نے تیاری شروع کر دی اور بروایت عکرمہ ۷۰ ہزار جادوگر سارے ممالک سے طلب کئے پھر ان میں سے ایک ہزار منتخب کیے پھر ان میں سے بروایتے ۸۰ اور بروایتے ۷۲ کو منتخب کیا، ان جادوگروں نے کہا کہ ہم اس مہم میں موسیٰؑ پر یقیناً غالب آئیں گے، اے فرعون یہ بتا کہ اگر ہم غالب آئے تو ہمیں تیری طرف سے کیا ملے گا۔ فرعون نے کہا کہ ہم تم لوگوں کو سلطنت میں بڑے بڑے عہدوں پر فائز کر دیں گے۔ ایک روایت میں ہے کہ فرعون سے یہ باتیں ان چار بڑے جادوگروں نے کی تھیں جن کے نام یہ ہیں (۱) سابور (۲) عارور (۳) حطوط (۴) مصفا۔ ان لوگوں نے فرعون سے یہ بھی کہا کہ ہم ہر حال میں موسیٰؑ سے جیت جائیں گے۔ لیکن اے فرعون اگر ہمارے کرتب کامیاب نہ ہوئے تو پھر یہ سمجھنا ناگزیر ہو گا کہ موسیٰؑ کا معاملہ خدائی معاملہ ہے۔

ابن عباس کا بیان ہے کہ فرعون نے تمام ممالک سے ساحروں کو جمع تو کر ہی لیا تھا۔ ان کے علاوہ مقام "مرما" میں جو ساحروں کا اسکول قائم کیا ہوا تھا، ان کے اساتذہ کو بھی بلوا لیا اور سب نے مل کر موسیٰؑ کی مخالفت میں زور لگایا۔ ایک روایت میں ہے کہ دو بہت بڑے ساحر

تھے جو سگے بھائی تھے۔ جب فرعون کا پیغام اُن کے پاس پہنچا تو انھوں نے اپنی ماں سے کہا کہ فرعون نے موسیٰؑ سے مقابلہ کے لئے ہم لوگوں کو بلایا ہے۔ ہمیں ہمارے باپ کی قبر کا نشان بتا دو۔ چنانچہ ماں نے نشان دہی کر دی۔ ان دونوں نے جا کر قبر پر اپنے والد کا نام لے کر پکارا اور کہا کہ دو شخص آئے ہیں ان کے پاس ایک عصا ہے جو ہر حال میں کامیاب رہتا ہے ان لوگوں کے پاس نہ کوئی لشکر ہے نہ کوئی ان کا بظاہر مددگار رہے۔ لیکن وہ صرف عصا کی وجہ سے سب پر غالب رہتے ہیں۔ ہم اس لئے آئے ہیں کہ ہماری رہبری کی جائے۔ (روایت علامہ نعمت اللہ الجزائری) قبر سے آواز آئی کہ تم اس کے عصا کو چرانے کی کوشش کرو اور یہ دیکھ لو اس پر تمہارا قبضہ ہو جاتا ہے یا نہیں۔ جبکہ وہ سوتا ہو۔ اگر تم وہاں پہنچ کر کامیاب ہو گئے تو پھر معاملہ ٹھیک ہے۔ لیکن اگر اس کے سونے میں وہ عصا تمھارے قابو میں نہ آئے تو سمجھ لینا کہ یہ خدائی بات ہے اور تم لوگ اسے مغلوب نہ کر سکو گے، یہ میں نے اس لئے کہا کہ جادوگر کا جادو سونے کی حالت میں معطل ہوتا ہے، وہ قبرستان سے واپس آ کر وہاں پہنچے جہاں حضرت موسیٰؑ سو رہے تھے جب یہ عصا کے قریب پہنچے تو عصا نے ان لوگوں پر حملہ کر دیا۔ وہ دونوں مایوس ہو کر چلے گئے

الغرض جو مقام فرعون نے مقرر کیا تھا اس جگہ تمام ساحر جمع ہو کر حضرت موسیٰؑ کا انتظار کرنے لگے۔ ایک روایت میں ہے کہ ساحران فرعون ساٹھ اونٹوں پر رسیاں لاد کر لائے تھے ایک روایت میں ہے کہ فرعون نے ایک ماہ تیاری کر کے موسیٰؑ سے مقابلہ کرایا تھا۔

وہ انتظار ہی کر رہے تھے کہ حضرت موسیٰؑ اپنے بھائی حضرت ہارونؑ کو لئے ہوئے مقام مباہلہ و مقابلہ میں پہنچ گئے۔ وہاں پہنچ کر آپ اپنے عصا پر تکیہ کر کے کھڑے ہو گئے، اور اُن سے کہا کہ اب تم اپنے کرتب دکھاؤ۔ الیعقوبی میں ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے فرعون کی طرف جانے سے پہلے اپنی بیوی کو شعیبؑ کے پاس پہنچا دیا تھا۔ ان لوگوں نے رسیاں نیز دیگر ہیاکل جو اپنے ہمراہ لائے تھے میدان میں چھوڑ دیئے۔ وہ ساری رسیاں سانپ بن کر دوڑنے لگیں اور لاکھوں کی تعداد میں ایک دوسرے پر حملہ کرنے لگیں۔ یہ دیکھ کر حضرت موسیٰؑ ذرا جھجکے۔ فوراً خطاب ہوا، اے موسیٰؑ گھبراؤ نہیں اور اپنے عصا کو زمین پر ڈال دو، وہ عصا اژدہا بن کر اُن سانپوں کو نگلنے لگا۔ اور تھوڑی دیر میں تمام سانپوں کو نگل گیا۔ جب سانپوں کو نگل چکا تو اُس نے قصد کیا قصر فرعون کو نگلنے کا۔ یہ دیکھ کر فرعون وہاں سے بھاگ نکلا۔ پھر حضرت موسیٰؑ نے ہاتھ بڑھا کر اژدھے کو اُٹھا لیا اور وہ ہاتھ میں ڈنڈا بن گیا۔ اسی قسم کا واقعہ حضرت امام رضا علیہ السلام اور حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے زمانہ میں شیر قالین سے متعلق رونما ہوا ہے۔ ملاحظہ کتاب چودہ ستارے صفحہ ۳۲۲ و ۴۲۱ طبع لاہور) مورخین کا بیان ہے کہ اس وقت ایسا عظیم ہنگامہ برپا ہو گیا اور ایسی بھگدڑ مچ گئی کہ ۲۵ ہزار

افراد کچل گئے اور فرعون کی یہ حالت خوف کے مارے ہوگئی کہ اسکو دست آنے لگے اور تازندگی آتے رہے۔
مختصر یہ کہ فرعون کو شکست فاش ہوئی اور اسی میدان میں قبط کے ستر قبائل مُسلمان ہوگئے اور جادوگروں میں تقریباً سب ہی موسیٰؑ اور خدائے موسیٰؑ پر ایمان لے آئے اور سحر کرنیوالے سجدہ میں گر پڑے۔

یہ دیکھ کر فرعون نے ساحروں اور نمایاں فردوں سے کہا کہ تم لوگ مجھ سے اجازت لئے بغیر مُسلمان ہوگئے ہو، اب تمھاری سزا یہ ہے کہ تم کو پھانسی دی جائے اور تمھارے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں، چنانچہ اس نے حکم دیا کہ ان لوگوں کو جمع کرکے جو موسیٰؑ پر ایمان لائے ہیں پھانسی دے دی جائے اور ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں۔ چنانچہ ان لوگوں کو بلا کر تنبیہ کی۔ ان لوگوں نے کہا کہ چشم دید دلائل سے موسیٰؑ کی نبوت اور اُن کے خدا کی خدائی ثابت ہوگئی ہے۔ لٰہذا ہم ایمان لے آئے ہیں" فاقض ما انت قاض"۔ تو جو کرنا چاہتا ہے کر۔ ہم ایمان کے لئے ہر شدت و تکلیف کو برداشت کرنے کو تیار ہیں۔

فرعون نے جب ان کے عزم و استقلال کو دیکھا اور اچھی طرح سمجھ گیا کہ یہ بات نہ مانیں گے تو اُن کے ہاتھ پاؤں کٹوا دیئے، اور انھیں دار پر کھنچوا دیا" وھو اول من فعل ذالکؓ"۔ علاّمہ جزائری لکھتے ہیں کہ فرعون وہ پہلا شخص ہے جس نے ایمانداروں کے ہاتھ پاؤں کٹوائے اور اُنھیں سُولی پر چڑھوایا۔ میں کہتا ہوں کہ اسی کی پیروی معاویہ بن ابی سفیان نے حضرت میثم تمّار کے قتل میں کی تھی، ان کے ہاتھ پاؤں کاٹے تھے نیز زبان بھی قطع کی تھی۔

حزقیل اور اُن کے اھل و عیال کا قتل

جب ساحروں کا قتل عام جاری تھا جناب حزقیل (مومن آلِ فرعون)، جو عرصہ سے ایمان کو چھپائے ہوئے تھے اُنھوں نے اپنا ایمان ظاہر کردیا اور وہ بھی قتل کردیئے گئے۔ ان کے بعد ان کی بیوی کو جو کہ فرعون کی لڑکی انیسا کی ماشطہ تھی اس کو اور اس کے سب بچوں کو یکے بعد دیگرے تنور میں ڈلوا کر جلوا دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ زوجہ حزقیل کے سر پر طشت میں آگ بھروا کر رکھ دیا اور اس میں اس کے چھوٹے بچے کو ڈال کر جلا دیا گیا۔ تفسیر امام حسن عسکریؑ میں ہے کہ حزقیل در پردہ خفیہ طور پر (۱) وحدانیت (۲) نبوّتِ موسیٰؑ (۳) تفضیل محمد مصطفےٰؐ جملہ انبیاء پر (۴) تفضیل علیؑ و اولادِ علیؑ جملہ عالم پر، کی تبلیغ کیا کرتے تھے اور ربوبیت فرعون سے انکار کی لوگوں سے ہدایت کیا کرتے تھے۔

آسیہ زوجۂ فرعون کا قتل

زوجۂ فرعون، جنابِ آسیہ[۱] بنت مزاحم نے زوجہ حزقیل کے قتل کے بعد دیکھا کہ اس کی رُوح ملائکہ بڑے احترام سے لئے

[۱] ابن عباس سے مروی ہے کہ رسُولِ خداؐ نے ایک دن چار خط زمین پر کھینچ کر پُوچھا تم سمجھے یہ کیا ہے ابن عباس نے کہا خدا اور اُسکا رسُول بہتر جانتا ہے۔ فرمایا جنت میں جانیوالی عورتوں میں چار عورتیں سب سے افضل ہیں (۱) خدیجہؑ (۲) فاطمہؑ (۳) مریمؑ (۴) آسیہ (النور المبین)

جارہے ہیں تو اس کا ایمان اور بڑھ گیا، اسی دوران میں فرعون داخلِ خانہ ہوا اور اُس نے آسیہ سے قتل کا واقعہ بیان کیا تو آسیہ نے کہا خدا تجھے غارت کرے تو کیا کر رہا ہے؟ فرعون نے کہا تجھے جنون ہو گیا ہے جو بہکی بہکی باتیں کرتی ہے۔ اس نے کہا میں بہکی باتیں نہیں کرتی بلکہ میں اپنے رب، تیرے رب اور ساری دُنیا کے رب پر ایمان لائی ہوں، یہ حالت دیکھ کر فرعون نے مادرِ آسیہ کو بُلوایا اور اُس سے کہا کہ تمہاری بیٹی بڑے غلط راستے پر چل رہی ہے اس سے کہو کہ الٰہ موسیٰؑ سے بیزاری کرے ورنہ میں اسے قتل کر دُوں گا، مادرِ آسیہ نے آسیہ کو سمجھانے کی کوشش کی، لیکن وہ یہی کہتی رہی کہ میں کبھی ایمان سے نہ پھروں گی۔ بالآخر اس کے ہاتھ پاؤں چار میخوں میں کھنچوا کر بندھوا دیا اور وہ اسی حالت میں انتقال کر گئی۔ علامہ نعمت اللہ الجزائری تحریر فرماتے ہیں کہ عالمِ عذاب میں خدا نے اسے جنت میں اس کا شاندار مکان دکھلا دیا تھا اور عذاب کی سختی کو اس سے برطرف کر دیا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ اس کے جسم پر پتھر رکھ کر اُسے قتل کیا گیا تھا اور اس کو خدا نے آسمان پر اُٹھا لیا ہے اور وہ جنت میں موجود ہے۔ (عجائب القصص)

آلِ فرعون مختلف عذابوں میں

فرعون، حضرت موسیٰؑ سے شکست کھانے کے بعد بنی اسرائیل پر مزید سختی کے لئے تل گیا اور اس نے قبطیوں کو ہدایت کر دی کہ ان پر ہر قسم کی سختی کی جائے۔ چنانچہ سخت عذاب میں مبتلا کر دیئے گئے۔ ایک دن ان کے سربراہ حضرت موسیٰؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے حالات سے متعلق فریاد کرنے لگے۔ حضرت موسیٰؑ نے تسلی دی اور کہا کہ عنقریب تم اچھے حالات سے ہمکنار ہو گے گھبراؤ نہیں۔

پھر حضرت موسیٰؑ نے فرعون کی ہدایت کا سلسلہ جاری کیا مگر نہ وہ راہِ راست پر آیا اور نہ اس نے بنی اسرائیل کو قید سے چھوڑا اور نہ ان پر سختی میں کمی کی جس کی وجہ سے حضرت موسیٰؑ کو سخت زحمت اور تکلیف تھی۔ بالآخر آپ نے بد دُعا کی اور آلِ فرعون مختلف عذابوں میں یکے بعد دیگرے مبتلا ہوئے۔ مورخین کا بیان ہے کہ سب سے پہلے قحط شروع ہوا جو تین سال مسلسل جاری رہا۔ پھر طاعون کا عذاب آیا جس میں کافی افراد ہلاک ہوئے، پھر ایک قسم کے کیڑے کا عذاب آیا جس نے تمام زراعت وغیرہ تباہ کر دیں۔ پھر ایک ہفتہ کے بعد جوؤں کا عذاب آیا جو ایک ہفتہ رہا۔ ان جوؤں نے درخت۔ برتن۔ زراعت۔ باغ۔ گھر۔ کھانا پانی۔ جسم۔ آنکھ، پلک غرضیکہ سب کچھ تباہ کر دیا۔ پھر مینڈکوں کا عذاب نازل ہوا اور ہر چیز میں مینڈک پیدا ہو گئے۔ کھانا پینا سب حرام ہو گیا۔ پھر آبِ نیل کو قبطیوں کے لئے خون کر دیا

گیا۔اسی دریا سے بنی اسرائیل پانی لیتے اور پیتے تھے تو پانی رہتا تھا اور جب قبطی لیتے اور پیتے تھے تو خون ہو جاتا تھا، یہ حالت بھی ایک ہفتہ رہی آخر الامر فرعون نے وعدہ کیا کہ بنی اسرائیل کو قید سے چھوڑ دیگا اور ان پر سختی نہ کرے گا اور اس مقصد کے لئے حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ پانی کو بحال کرا دو۔ حضرت موسیٰؑ نے دُعا کی اور پانی ٹھیک ہو گیا۔لیکن پھر بھی فرعون نے وعدہ وفائی نہ کی۔حضرت موسیٰؑ نے مجبور ہو کر پھر بروایت روضۃ الصفا ساتویں مرتبہ بد دُعا کی پھر چند دنوں مختلف قسم کے عذاب نازل ہوئے۔مگر فرعون اپنی حرکتوں سے باز نہ آیا۔ایک روایت میں ہے کہ آبلوں کا عذاب بھی نازل ہوا تھا۔عجائب القصص میں ہے کہ آبلے انھیں کے زمانے میں پہلے پہل بطورِ عذاب پیدا ہوئے تھے اور اب رہتی دُنیا تک رہیں گے۔کعب الاحبار کا بیان ہے کہ واقعۂ جادوگری کے بعد سے ترکِ مصر تک موسیٰؑ مختلف عذابوں میں فرعونیوں کو مبتلا کراتے رہے۔لیکن وہ ایمان نہ لائے، یہ مدّت بیس۲۰ سال کی تھی۔طبری میں ہے کہ جس نے سب سے پہلے اینٹ پختہ کی وہ فرعون تھا۔

فرعون کا خدائے موسیٰؑ سے جنگ کا عزم

فرعون حضرت موسیٰؑ سے شکست کھانے کے بعد بزعم ناقص خود، خدائے موسیٰؑ کو (معاذ اللہ) مارنے کے لئے آمادہ ہوا اور اس نے ایک نہایت ہی بلند محل بنوایا جس میں دیگر ملازمین اور مزدوروں کے علاوہ پچاس ہزار معمار کام کرتے تھے۔ایک روایت میں ہے کہ وہ اتنا طویل بنا تھا کہ اس پر چڑھنے کے لئے ایک سال کی مدّت درکار ہوتی تھی۔عرائس ثعلبی میں ہے کہ یہ محل سات سال میں تیار ہوا تھا اور اتنا بلند تھا کہ جب سے دُنیا قائم ہوئی ہے اس سے بڑا محل کبھی نہیں بنایا گیا۔

جب وہ محل تیار ہو گیا تو فرعون تیر کمان لے کر اس خیال سے کہ آسمان نزدیک ہو گیا ہوگا۔اس پر چڑھا، مگر آسمان بالکل اتنا ہی دُور معلوم ہوا جتنا زمین سے دُور تھا الغرض اس نے ایک تیر آسمان کی طرف پھینکا خدا نے ایک فرشتہ کو حکم دیا کہ اسے خُون آلود کر دو۔ چنانچہ وہ تیر خون آلود پلٹا اور اس نے کہا کہ میں نے خدائے موسیٰؑ کو مار لیا، اس کے بعد جبرئیل نے ایک پَر مارا اور محل کے تین ٹکڑے ہو کر مختلف ممالک عالم میں جا گرے اور بے شمار جانیں ضائع ہوئیں۔آخر الامر جب فرعون ہر طرف سے اپنی خدائی کو کامیاب بنانے سے مایوس ہو گیا تو حکم دیا کہ بنی اسرائیل کو قید سے رہا کر دیا جائے اور ان کے ساتھ سختی ختم کر دی جائے۔ چنانچہ سب قید سے رہا ہو گئے اور حضرتِ موسیٰؑ کو ان کی نجات کے لئے پروگرام مرتب کرنے میں کامیابی نصیب ہوئی۔

عذابِ فرعون سے بنی اسرائیل کی نجات کا سبب

تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام میں زیر آیہ و اذ نجینا کم من آل فرعون الخ (پ۱) مرقوم ہے کہ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا فرماتا ہے کہ اے بنی اسرائیل تم اس وقت کو یاد کرو جبکہ ہم نے تم کو یعنی تمہارے اسلاف کو قوم فرعون کے ہاتھوں سے چھڑایا اور آلِ فرعون (وہ لوگ تھے جو فرعون کے مذہب اور دین کی قرابت کے سبب اس سے منسوب تھے) کہ وہ تم کو سخت عذابوں میں مبتلا کرتے تھے اور بڑی تکلیفیں پہنچاتے تھے۔ منجملہ ان عذاب ہائے شدیدہ کے جو فرعون کے ہاتھ سے بنی اسرائیل کو پہنچتے تھے یہ تھے کہ ان کو عمارتوں کے بنانے اور مٹی گارے کے کاروبار کی تکلیف دیتا تھا۔ اور بھاگنے کے خوف سے پاؤں میں بیڑیاں ڈالنے کا حکم دیا تھا کہ اسی حال میں سیڑھیوں کی راہ کوٹھوں پر گارا لے کر چڑھا کریں۔ بعض وقت کوئی سیڑھیوں پر سے گر پڑتا تھا تو فوراً مر جاتا تھا یا اس کو سخت چوٹیں آتی تھیں اور وہ لوگ ان کے گرنے اور مرنے کی کچھ پرواہ نہ کرتے تھے۔ یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ پر یہ وحی نازل کی کہ اے موسیٰؑ ان سے کہہ دے کہ وہ محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود بھیجے بغیر کسی کام کو شروع نہ کیا کریں تاکہ یہ کام ان پر سہل معلوم ہو اور جو کوئی درود بھیجنا بھول جائے اور گر کر مجروح ہو جائے اس کے لئے حکم دیا تھا کہ اگر اس کو ممکن ہو تو خود محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود اپنے اوپر پڑھ لے اگر اس سے نہ ہو سکے تو کوئی دوسرا اس پر پڑھے، جب ایسا کیا جائے گا تو وہ فوراً تندرست ہو جائے گا، اور اسکو گرنے سے کچھ ضرر نہ پہنچے گا۔ الغرض وہ ایسا ہی کرتے تھے اور صحیح و سالم رہتے تھے۔ "یذبحون ابناء کم" تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے تھے اور اسکا باعث یہ تھا کہ فرعون کو جتلایا گیا تھا کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہوگا کہ تیری ہلاکت اور تیری سلطنت کا زوال اسکے ہاتھ سے وقوع میں آئے گا۔ اس لئے اُس نے حکم دیا تھا کہ بنی اسرائیل میں جو لڑکا پیدا ہو قتل کیا جائے۔ یہ حال دیکھ کر عورتیں دائیوں کو رشوتیں دیتی تھیں تاکہ وہ ان کی چغلی نہ کھائیں اور ان کے حمل کے ایام پورے ہو جائیں، جب بچہ پیدا ہوتا تھا تو اس کو جنگل میں یا کسی پہاڑ کے غار یا کسی اور پوشیدہ مقام میں ڈال دیا کرتی تھیں اور اس پر دس بار درود بر محمدؐ و آلِ محمدؐ پڑھ کر دم کیا کرتی تھیں۔ اس کی برکت سے پروردگارِ عالم ایک فرشتے کو اس لڑکے کی پرورش کے لئے مقرر فرماتا تھا اور اُس کی ایک اُنگلی سے دودھ پیدا ہوتا تھا جس کو وہ چوستا تھا اور دوسری اُنگلی سے نرم کھانا نکلتا تھا جو اس کی غذا بنتا تھا۔ یہاں تک کہ اسی طرح بنی اسرائیل نے پرورش پائی اور اس ترکیب سے جن بچوں نے پرورش پائی اور سلامت رہے ان کی تعداد قتل شدہ بچوں کی تعداد سے بہت زیادہ

تھی" وکان من سلم منھم ونشاء اکثر ممن قتل" "ویستحیون نساءکم"۔ اور تمہاری عورتوں (لڑکیوں) کو زندہ رکھتے تھے یعنی ان کو نہ مارتے تھے اور اپنی لونڈیاں بناتے تھے۔ تب بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰؑ سے جاکر فریاد کی کہ وہ ہماری بیٹیوں اور بہنوں کو اپنی بیویاں بناتے ہیں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان لڑکیوں کو حکم دیا کہ جب ان کی نسبت اس قسم کا ارادہ کیا جائے تو وہ محمدؐ و آل محمدؐ پر درود بھیجا کریں۔ القصہ خدا ان عورتوں سے فرعونیوں کے شر کو دور کرتا تھا کہ یا تو اُن کو کسی شغل میں مشغول کر دیتا یا کسی بیماری حادثے میں گرفتار کرتا یا اس پر کوئی خاص لطف فرماتا۔ پس کوئی عورت بنی اسرائیل میں سے ان کی زوجیت میں نہ آئی بلکہ حق تعالیٰ نے محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود بھیجنے کی برکت سے ان عورتوں سے اس فعلِ بد کو دور کیا۔ پھر خدا فرماتا ہے" وفی ذالکم بلاء من ربکم عظیم"۔ اور تم کو اس نجات دینے میں تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے لئے بڑی بھاری نعمت تھی (خلاصۂ کلام) یہ کہ اللہ تعالیٰ اولادِ یعقوبؑ سے فرماتا ہے کہ جب تمہارے باپ دادا پر سے محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود بھیجنے سے بلائیں رد اور خفیف ہو جاتی تھیں تو کیا اتنا نہیں سمجھتے کہ اب جب تم اُن کو مشاہدہ کرو اور ان پر ایمان لاؤ تو خدا کی نعمتیں تم پر بہت زیادہ ہوں گی اور اس کا فضل بدرجۂ اتم تمہارے شاملِ حال ہوگا۔ (آثار حیدری ترجمہ تفسیر امام حسن عسکری صـ۲۱۴ طبع لاہور)

بنی اسرائیل سمیت حضرت موسیٰؑ کی مصر سے روانگی

متعدد عذابوں میں مبتلا ہونے کے بعد فرعون نے بنی اسرائیل کو قید و بند سے رہا تو کر دیا، لیکن ان کو کہیں باہر جانے کی اجازت نہ تھی اور اسی مقصد کے لئے ان کو قید میں رکھا تھا۔ خیال یہ تھا کہ اگر یہ مصر سے چلے جائیں گے تو بہت سے ملکی نظام درہم برہم ہو جائیں گے، اور ملک کی آبادی میں کافی کمی پیدا ہو جائے گی کیونکہ تعداد لاکھوں کے حساب میں ہے اور بہت کافی ہے[1] لیکن رہائی کے بعد وہ ان لوگوں کو قیامِ مصر پر مجبور کر کے کامیاب نہ ہو سکا۔

مورخین کا بیان ہے کہ رہائی کے تھوڑے دنوں بعد حضرت موسیٰؑ کو خدا نے ترکِ مصر کا حکم دیا، حضرت موسیٰؑ نے اعیان و اشراف بنی اسرائیل کو طلب فرما کر ان کے سامنے وحی کے مضمون کو دہرایا اور کہا تم لوگ مصر سے نکل چلنے کے لئے تیاری کرو اور اس کے لئے ایک ماہ

---

[1] یہی وجہ ہے کہ حضرت یعقوبؑ کی صرف بارہ اولاد (اسباط) سے اتنی کثرت ہوئی تھی کہ جب حضرت موسیٰؑ مصر سے چلے تو ان کے ہمراہ بیس۲۰ لاکھ بنی اسرائیل تھے ۱۲ منہ۔

کی مُدّت مُعیّن کر دی، وہ لوگ اپنے عوام کو تیار کرتے رہے اور ساری تیاری پُوری تیزی کے ساتھ ہوتی رہی۔ لیکن روانگی کا جب ارادہ کرتے تھے کوئی نہ کوئی رکاوٹ پیدا ہو جاتی تھی۔ یہاں تک کہ ایک ماہ کی مدّت گزر گئی۔

حضرت مُوسیٰؑ نے پھر ان لوگوں کو جمع کر کے ہدایت کی کہ روانگی میں عجلت سے کام لو، ان لوگوں نے کہا کہ ہم تو پُوری عجلت کر رہے ہیں۔ لیکن ایک مشکل کی وجہ سے اب تاخیر ہو رہی ہے ورنہ ہم تیار ہو چکے ہیں۔ حضرت مُوسیٰؑ نے پُوچھا کہ وہ مشکل کیا ہے؟

اُن لوگوں نے جواب دیا کہ مشکل یہ ہے کہ حضرت یُوسفؑ کا تابُوت نہیں ملتا اور اُنھوں نے اپنے انتقال کے وقت یہ کہا تھا کہ آج سے چار سو برس بعد حضرت مُوسیٰؑ پیدا ہوں گے۔ اور وہیں پلیں بڑھیں گے اور سخت ناخوشگوار حالات میں وہ بنی اسرائیل کو ہمراہ لے کر مصر سے نکل جائیں گے۔ وہ وقت جوان کے نکلنے کا ہوگا" دھیان سے نہ اُترنے پائے" اور نسلاً بعد نسل اس کی ہدایت جاری رہے کہ ان کے ساتھ میرا تابُوت بھی نکلے گا۔ یعنی جب حضرت مُوسیٰؑ کے زمانے میں اور ان کے ہمراہ بنی اسرائیل جانے لگیں تو میرے تابوت کو ہمراہ لے جائیں اور میرے آباؤ اجداد کی قبروں کے قریب دفن کر دیں۔

حضرت مُوسیٰؑ نے فرمایا کہ اچھا تلاش کرو اور ضرور تلاش کرو۔ چنانچہ لوگ تلاش کرنے میں لگے رہے۔ یہاں تک کہ ایک بہت بُوڑھی عورت کی طرف نشاندہی کی گئی اور بتایا گیا کہ اگر علم ہے تو اسی کو ہے ورنہ کوئی نہیں جانتا۔ لوگ اُس عورت کے پاس گئے جس کا نام بروایت علامہ نعمت اللہ الجزائری مریم بنت موسیٰ تھا اور بروایت ابن واضح" الیعقوبی" "شارح بنت آمشرین یعقوب" تھا۔ اس نے چند شرائط کے ساتھ نشان دہی کا وعدہ کیا اور حضرت یُوسفؑ کا تابُوت دستیاب ہو گیا۔

علل الشرائع میں ہے کہ خداوندِ عالم نے روانگی کے وقت حضرت مُوسیٰؑ کو وحی کی کہ تابوتِ یُوسفؑ برآمد کر لو اور اپنے ہمراہ اُسے بھی لیتے جاؤ۔ چنانچہ حضرت مُوسیٰؑ نے معلومات حاصل کیں۔ معلوم ہوا کہ ایک نہایت ضعیفہ (عورت) ہے جسے اس کا علم ہے کہ تابُوت یوسفؑ کہاں ہے۔ حضرت مُوسیٰؑ نے اُسے طلب فرمایا، تو اُس نے کہا میں بتا سکتی ہوں اور بتاؤں گی اس شرط پر کہ آپ ہماری چار خواہشیں تسلیم کریں (۱) میں زمین گیر ہوں میرے پاؤں دُرست کر دیں (۲) میں بُوڑھی ہو گئی ہوں میری جوانی پلٹا دیں (۳) میں اندھی ہوں مجھے بینائی عطا کر دیں۔ (۴) میں نادار غریب عورت ہوں، مجھے جنّت میں اپنے ساتھ رکھنے کا وعدہ کریں۔

حضرت مُوسیٰؑ نے ان باتوں کو سُنا تو آپ کو بہت محسوس ہوا کہ یہ ایسے نازک حال میں اس

قسم کے سوالات کرتی ہے۔ لیکن فوراً وحی آئی کہ اے موسیٰؑ یہ جو خواہش رکھتی ہے اسے منظور کرلو۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ نے اس کی بات مان لی اور وہ بہرہ ور ہوگئی۔ پھر اس نے رودِ نیل میں لے جا کر جگہ بتائی اور تابوت جو سنگِ مرمر کا بنا ہوا تھا پانی سے برآمد کرلیا گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ چاندکی روشنی روک دی گئی تھی تاکہ اہلِ مصر کو بنی اسرائیل کی روانگی کا علم نہ ہوسکے۔ ایک روایت میں ہے کہ مصر سے روانگی میں تاخیر اس لئے ہورہی تھی کہ یہ لوگ اس وقت تابوتِ یوسفؑ کی طرف متوجہ ہوئے جب انھیں یہ یاد آیا کہ تابوت لے جانے کی وصیت ہے" اور جب تک تابوت ہمراہ نہ لیا جائے گا مصر سے نکلنا قدرتاً" ناممکن ہوگا۔ یہی وجہ تھی کہ لوگ راستہ بھول جاتے تھے اور تاخیر ہوتی جاتی تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرتِ موسیٰؑ نے اعلان کرایا تھا کہ جو تابوتِ یوسف کی نشاندہی کرے گا اُس کی ہر حاجت مانی جائے گی۔ چنانچہ زن پیرزال نے نشان دہی کرنے سے پہلے اپنی حاجات منظور کرائیں۔

غرضیکہ حضرت موسیٰؑ کے اس خفیہ اعلان پر کہ فلاں مقام پر طلوعِ قمر کے فوراً بعد سب لوگ جمع ہوجائیں، وہ سب اس مقام پر جمع ہوگئے جن کی تعداد "اٹھارہ لاکھ اسی ہزار" تھی، اور حضرت موسیٰؑ بھی تابوت لے کر اس وقت وہاں پہنچ گئے، جب کہ نصف شب قریب تھی اور پوری آدھی رات کو وہاں سے روانہ ہوگئے۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ روانگی شبِ یک شنبہ نہم محرم کو عمل میں آئی۔ اہلِ کتاب کا بیان ہے کہ حضرتِ موسیٰؑ بنی اسرائیل کو لے کر شب پنج شنبہ پانزدھم نیسان کو مصر سے روانہ ہوئے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ بنی اسرائیل اس دن کو جس دن انھیں آزادی ملی ہے یوم عید قرار دیتے ہیں۔

الغرض حضرتِ موسیٰؑ مصر سے روانہ ہوئے اور روانگی کا انداز یہ قرار دیا کہ حضرت ہارونؑ کو مقدمہ کے طور پر اپنے گروہ کے آگے کیا اور اسباط یہودا اور لاوی کی نسل سے جو سردار تھے اُن کو میمنہ اور میسرہ پر رکھا اور یوشع بن نون نیز اشراف سبطِ یوسفؑ و ابن یامین کو قلب میں قرار دیا اور خود سب سے پیچھے ہوگئے۔

مختصر یہ کہ حضرت موسیٰؑ علیہ السلام بحکم خدا تقریباً بیس لاکھ افراد کو لے کر مصر سے روانہ ہوئے اور مقام "عین الشمس" پر منزل گیر ہوکر آگے بڑھے اور بمقام "غار مو" جاکر ٹھہر گئے۔ پھر صبح ہوتے ہی وہاں سے روانہ ہوئے۔ اسی طرح منزلیں مارتے ہوئے چلے جارہے تھے۔ یہاں تک کہ دریائے بیکراں قلزم کے کنارے جا پہنچے۔

فرعون حضرتِ موسیٰؑ اور بنی اسرائیل کے تعاقب میں

حضرت موسیٰؑ کے شب نہم محرم کو روانہ ہونیکے بعد جب صبح نہم محرم یوم

شنبہ کو فرعون اور فرعونیوں کو حضرت موسیٰؑ اور جملہ بنی اسرائیل کے چلے جانے کی اطلاع ملی تو فرعون نے فوراً جمع لشکر کا حکم دیا اور پوری تیاری کے ساتھ پیچھا کرنے کا تہیّہ کیا۔ ایک روایت کی بنا پر فرعون نے چوبیس لاکھ کا لشکر تیار کر لیا۔ جب کہ حضرت موسیٰؑ کے پاس ۶ لاکھ ۷۰ ہزار نوجوان تھے۔ جو نہتے تھے اور ان کے پاس جنگ کا کوئی سامان نہ تھا۔

صبح ہم محرم کو فرعون روانہ ہونے والا تھا کہ دفعتہً قبطیوں میں ایسی بیماری پیدا ہو گئی۔ کہ تقریباً ہر گھر سے باکرہ لڑکیاں و عورتیں فوت ہوئیں، فرعون والے ان کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہو گئے۔ یہاں تک کہ سارا دن گزر گیا اور ساری رات ختم ہوئی۔ پھر یوم دوشنبہ بوقت صبح ان کافروں کی تلاش موسیٰؑ و بنی اسرائیل میں روانگی عمل میں آئی۔ فرعون نے اپنے چوبیس[۲۴] لاکھ کے لشکر کی اس طرح ترتیب دی کہ ۶ لاکھ کا مقدمۃ الجیش قرار دیا۔ چھ لاکھ میمنہ۔ چھ لاکھ میسرہ۔ چھ لاکھ قلب، میں قرار دے کر روانہ ہوا، اور صرف چھ گھنٹے میں حضرت موسیٰؑ کے لشکر کو جا لیا۔

لشکر فرعون کا پہنچنا تھا کہ بنی اسرائیل میں فریاد اور واویلا کا شور مچ گیا۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ گھبراؤ نہیں خدا نے ہر قسم کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے اور اس کا وعدہ غلط نہیں ہو سکتا، حضرت ابھی ان لوگوں کو سمجھا ہی رہے تھے کہ حضرت جبرئیل آپہنچے اور انھوں نے کہا کہ آپ پانی پر اپنے عصا کو ماریئے راستہ ہو جائے گا۔ چنانچہ انھوں نے اپنا عصا پانی پر مارا اور تا آخر وسیع راستہ بن گیا۔ آپ نے بنی اسرائیل سے کہا کہ تم سب اس میں داخل ہو جاؤ۔ انھوں نے کہا ہم بارہ قبائل ہیں۔ ایک راستے سے نہ جائیں گے۔ حضرت موسیٰؑ نے گیارہ مقامات پر اور عصا مارا اور بارہ[۱۲] راستے ہو گئے تب یہ داخل ہو گئے لیکن پھر یہ اعتراض کیا کہ ہم راستہ چل رہے ہیں ایک قبیلہ کو دوسرے کی خبر نہیں، لہٰذا ایسا انتظام کیا جائے کہ ایک دوسرے کو دیکھتے جائیں۔ چنانچہ آپ نے پانی کی ہر دیوار پر عصا مارا اور اُسے حکم دیا کہ تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر طاق یعنی روشندان بن جائیں چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت موسیٰؑ آخر تک باہر رہے اور جب یہ سب نکل گئے یعنی پانی میں داخل ہو گئے تو آخر میں حضرت موسیٰؑ داخل ہوئے۔ ایک روایت میں ہے کہ روشندان موسیٰؑ کے پانی میں داخل ہونے سے پہلے بنے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ جب آخر میں حضرت موسیٰؑ داخل ہوئے تو اُن کے ہمراہ جو لوگ تھے انھوں نے خواہش کی تھی کہ ہم دیگر قبائل سے بے خبر ہیں لہٰذا روشندان بنائے جائیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ نے روشندان بننے کا حکم دیا تھا۔

الغرض جب سارا گروہ حضرت موسیٰؑ کا پانی میں داخل ہو گیا تو آخر میں حضرت موسیٰؑ بھی داخل

ہوگئے اور چار گھنٹے میں سارا راستہ طے کیا گیا۔ اِدھر حضرت مُوسیٰؑ کے گروہ کا آخری حصہ پانی میں رہ گیا تھا کہ اُدھر فرعون کا ابتدائی لشکر پانی میں داخل ہوگیا، اِدھر حضرت مُوسیٰؑ پانی سے برآمد ہوئے اور اُدھر فرعون کا لشکر سارا کا سارا پانی میں داخل ہوگیا، خدا نے ہوا کو حکم دیا اس نے پانی کی تہوں اور دیواروں کو ملا دیا اور دریا بدستور دریا بن گیا اور سب فرعونی اور فرعون پانی میں ڈوب کر مرگئے۔ ایک روایت میں ہے کہ مرتے وقت فرعون نے ایمان کا اظہار کیا۔ مگر چونکہ آخر وقت ایمان لانا مفید نہیں ہوتا۔ اس لئے اس کو بھی ایمان لانا فائدہ نہ پہنچا سکا۔ عیون اخبار رضا اور علل الشرائع میں ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام سے پُوچھا گیا کہ جب کہ فرعون نے ایمان کا اظہار کر دیا تھا تو پھر خدا نے اُسے کیوں غرق کر دیا؟ آپ نے ارشاد فرمایا "لانہ آمن عند رویۃ الباس والایمان عند رویۃ الباس غیر مقبول وذالک حکم اللہ فی السلف والخلف" کہ وہ اس وقت ایمان لایا تھا جب ان پر عذاب آن پڑا تھا اور ایسی صورت میں ایمان لانا قابل قبول نہیں ہے اور یہ حکم خداوندِ عالم کا اگلے پچھلے سب کے لئے ہے۔ (اور ہمیشہ رہے گا)۔

(علل الشرائع) میں ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ فرعون نے ذبح غلمان کا حکم چہار شنبہ کو دیا تھا، فرعون نے قتل مُوسیٰؑ کا حکم چہار شنبہ کو دیا تھا "ویوم الاربع غرق اللہ فرعون" اور چہار شنبہ ہی کو خدا نے فرعون کو غرق دریا فرمایا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ دریا کے کنارے پہنچ کر فرعون متردد تھا کہ کیا کروں؟ اسی دوران میں حضرت جبرئیل ایک گھوڑی پر سوار اس کے سامنے سے گزرے تو اس کا گھوڑا اس گھوڑی کے پیچھے لگ گیا اور فرعون اسے روک نہ سکا۔ یہاں تک کہ داخل دریا ہوگیا۔ فرعون کو دیکھ کر اس کے لشکری بھی داخل ہو گئے، بالآخر سب فنا ہوگئے۔

دریا میں راستوں کے بننے اور بنی اسرائیل کے بچنے کا سبب

یہ ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل مقدس لوگ نہ تھے انکی پریشانیاں خود بتاتی ہیں کہ یہ لوگ اچھے کردار کے نہ تھے۔ اگر اچھے کردار کے ہوتے تو یقیناً مختلف قسم کی مشکلات میں مبتلا نہ ہوتے۔ انکی ہٹ دھرمی اور ان کی ضد بازی خود ان کے مستقبل پر روشنی ڈال رہی ہے، حضرت مُوسیٰؑ سے مختلف قسم کی ضد کر کے ان کو پریشان کرنا ان کا شیوہ تھا، کوئی عاقل ایسے وقت میں جبکہ فرعون کا لشکر سر پر آچکا تھا اور آگے دریا تھا۔ کبھی کوئی ایسی ضد نہ کرے گا۔ جس میں جان کے تحفظ میں تاخیر ہوجائے لیکن بنی اسرائیل نے ایسے نازک وقت میں اپنی ضد بازی نہیں چھوڑی۔ تاہم ان حالات کے

باوجود وہ ہر مشکل سے بچتے رہے اور ان کی ضدیں بارگاہِ اقدس میں سراہی جاتی رہیں، آخر اس کی وجہ کیا ہے؟

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل سے مخاطب ہوکر ارشاد فرماتا ہے" واذ فرقنا بکم البحر" تم اس وقت کو یاد کرو جبکہ ہم نے دریا کے پانی کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا کہ ایک ٹکڑا دوسرے ٹکڑے سے الگ ہوگیا تھا" فانجیناکم واغرقنا آلِ فرعون وانتم تنظرون" اور وہاں سے تم کو نجات دی اور فرعون کو اسکی قوم سمیت اس میں غرق کیا اور تم ان کو ڈوبتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ اور اس کا قصہ اس طرح پر ہے کہ جب حضرت موسیٰؑ دریا کے کنارے پر پہنچے تو خدا نے ان پر وحی نازل کی کہ بنی اسرائیل سے کہہ دے کہ از سرِ نو میری توحید کی شہادت دیں اور محمدؐ جو میرے بندوں اور کنیزوں کا سردار ہے، اس کے ذکر کو اپنے دلوں میں گزاریں اور اس کے بھائی علیؑ اور اس کی آلِ اطہارؑ کی ولایت کا اپنے نفسوں میں اعادہ کریں۔ پھر یہ کلمات اپنی زبان پر جاری کریں" اللّٰھم بجاھھم فجوزنا علی متن ھذا الماءِ" اے اللہ ان حضرات کی قدر و منزلت کا واسطہ ہم کو اس پانی کے اوپر سے گزار دے۔ اسی وقت یہ پانی تمہارے لئے سخت زمین کی صورت میں تبدیل ہو جائے گا۔ حضرت موسیٰؑ نے یہ فرمانِ ایزدی ان کو پہنچایا، وہ یہ حکم سن کر کہنے لگے، اے موسیٰؑ تم وہی باتیں ہم پر ڈالتے ہو جن کو ہم برا سمجھتے ہیں، تم کو معلوم ہے کہ ہم موت ہی کے ڈر سے تو تم فرعون سے بھاگ کر آئے ہیں۔ اب تم کہتے ہو کہ ہم یہ کلمات کہہ کر اس دریائے بے پایاں میں جا پڑیں اور ہم نہیں جانتے کہ اگر ہم ایسا کریں تو ہمارا کیا حال ہوگا، تب" کالب بن یوحنا" حضرت موسیٰؑ کے پاس آئے اور وہ گھوڑے پر سوار تھے اور اس خلیج کا عرض چار فرسخ تھا اور آکر حضرت موسیٰؑ سے عرض کی کہ یا نبی اللہ، کیا آپ کو خدا نے حکم دیا ہے۔ ہمارے بارے میں کہ ہم ان کلمات کی تلاوت کریں اور پانی میں چلے جائیں" فرمایا" "ہاں"، پھر انہوں نے عرض کی کہ آپ مجھ کو ایسا کرنے کا حکم دیتے ہیں؟ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا۔ "ہاں"۔

یہ سن کر کالب بن یوحنا نے کچھ توقف کیا اور اپنے دل میں وحدانیتِ الٰہی اور نبوتِ محمدیؐ اور ولایتِ علیؑ و آلِ احمدی علیہم السلام کی تجدید کی جس کا ان کو حکم دیا گیا تھا، پھر یہ دعا" اللّٰھمَّ بجاھھم جوزنی علی متن ھذا الماءِ"۔ پڑھ کر اپنے گھوڑے کو پانی میں ڈال دیا۔ ان کا گھوڑا سطحِ آب پر دوڑتا جاتا تھا اور پانی ان کے نیچے زمین کی طرح معلوم ہوتا تھا یہاں تک کہ خلیج کے پار جا پہنچے۔ پھر دوبارہ گھوڑا اڑا کر واپس آئے اور بنی اسرائیل سے کہنے لگے کہ تم حضرت موسیٰؑ کا کہنا مانو، یہ دعا درہائے جنت کی کنجی اور دوزخ کے دروازوں کا قفل اور رزقوں

کے نازل ہونے کا باعث اور رضائے خداوند خلاق و مہربان کو اس کے بندوں اور کنیزوں کی طرف کھینچ لانے والی ہے۔ ہر چند اس شخص نے سمجھایا مگر بنی اسرائیل نے نہ مانا اور کہا کہ ہم تو زمین ہی پر چلیں گے اس وقت خدا نے وحی کی "اے موسیٰؑ" اضرب بعصاك البحر" اپنے عصا کو دریا پر مارو، اور یہ کلمات زبان پر جاری کرو" اللّٰھم بجاہ محمد وآلہ الطیبین لما فلقتہ" یعنی اے خدا مرتبۂ محمدؐ وآلِ محمدؐ کا واسطہ اس دریا کو پھاڑ دے۔ حضرت موسیٰؑ نے ایسا ہی کیا اور دریا کا پانی ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا اور خلیج کے دوسرے کنارے تک زمین نظر آنے لگی تب حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم کو اس میں داخل ہونے کا حکم دیا، انھوں نے جواب دیا کہ یہ زمین تو گیلی ہے۔ ہم ڈرتے ہیں کہ کہیں اس میں دھنس نہ جائیں، اس وقت فرمان خدا یوں نازل ہوا کہ اے موسیٰؑ یہ دعا پڑھ "اللّٰھمّ بحق محمّد وآلہ الطیّبین جففھا" یعنی اے خدا محمدؐ اور ان کی آل اطہارؑ کا واسطہ اس زمین کو خشک کر دے۔ حضرت موسیٰؑ نے اسی طرح دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے بادِ صبا کو اس زمین پر بھیجا وہ فوراً خشک ہوگئی۔ تب کلیم اللہؑ نے اپنی قوم سے کہا کہ اب تو داخل ہو، وہ بولے یا نبی اللہ ہم "بارہ قبیلے" بارہ باپوں کی اولاد ہیں، اگر ہم اس میں داخل ہوں تو ایک فریق دوسرے فریق پر سبقت کرنے کی خواہش کریگا۔ اس لئے ہم کو خوف ہے کہ باہم فساد نہ ہو جائے۔ اگر ہر ایک فریق کے لئے الگ الگ راستہ ہو تو ہم اس خوف سے مطمئن ہو جائیں، تب بارگاہِ خداوندی سے یہ حکم صادر ہوا کہ اے موسیٰؑ اپنے عصا کو دریا پر اس سمت میں ان کے بارہ فرقوں کی تعداد کے موافق بارہ دفعہ مارو اور زبان سے یوں دعا کرو، اے خدا محمدؐ اور اُن کی آلِ اطہارؑ کے مرتبے کا واسطہ زمین کو ہمارے لئے ظاہر کر اور پانی کو ہماری طرف آنے سے روک دے۔ حضرت موسیٰؑ نے ایسا ہی کیا اور دریا میں "بارہ راستے" ہو گئے اور بادِ صبا نے زمین کو خشک کر دیا۔ اس وقت حضرت موسیٰؑ نے بنی اسرائیل کو داخل ہونے کا حکم دیا۔ وہ بولے ہم میں سے ہر ایک فریق اپنے اپنے کوچہ میں داخل ہوگا اور ایک کو دوسرے کے حال سے اطلاع نہ ہوگی کہ اس پر کیا گزری۔ تب خدا نے فرمایا کہ اے موسیٰؑ پانی کے اُن ٹیلوں پر جو ان راستوں کے مابین حائل ہیں اپنا عصا مارو اور یوں دعا کرو" اے خدا محمدؐ اور اُس کی آل اطہارؑ کے مرتبے کا واسطہ اس پانی میں بڑے بڑے طاق بنا دے جن میں سے ہر ایک دوسرے کو دیکھتے رہیں۔ حضرت موسیٰؑ نے ایسا ہی کیا اور بڑے بڑے وسیع طاق پانی کے درمیان پیدا ہوگئے تا کہ وہ ایک دوسرے کو دیکھ سکیں، آخر کار وہ دریا میں داخل ہوئے اور جب وہ خلیج کے دوسرے کنارے پر پہنچ گئے تو فرعون اور اُس کی قوم بھی آکر دریا میں داخل ہوگئی۔ جب اگلے آدمی نے دریا کے آخری سرے پر پہنچ کر باہر نکلنے کا ارادہ

کیا اور اِدھر سب سے پچھلا آدمی دریا میں داخل ہو چکا تو خدا کے حکم سے دریا کے طبقے آپس میں مل گئے اور وہ سب اس میں غرق ہو گئے اور حضرت موسیٰؑ کے ہمراہی ان کو غرق ہوتے دیکھ رہے تھے۔ اسی سبب سے حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ "واغرقنا اٰلِ فرعون وانتم تنظرون" یعنی ہم نے آلِ فرعون کو غرق کیا اور اس وقت تم ان کو دیکھ رہے تھے۔

اب اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے جو بنی اسرائیل میں سے حضرت محمد مصطفےٰ کے زمانے میں موجود تھے فرماتا ہے کہ جب میں نے محمدؐ کی بزرگی اور کرامت کے سبب تمہارے بزرگوں کے ساتھ یہ تمام نیک سلوک کئے، اور موسیٰؑ نے ان کے توسل سے دُعا کی اب کہ تم نے خود ان کو دیکھ لیا تو تم اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ محمدؐ و آلِ محمدؐ پر ایمان لانا تم پر واجب اور لازم ہے۔ (آثار حیدری ترجمہ تفسیر حضرت امام حسن عسکریؑ صـ۲۱۶)۔

حضرتِ موسیٰؑ اور بنی اسرائیل دریا سے نکلنے کے بعد

مورخین کا بیان ہے کہ قوم فرعون کے اپنے مالک سمیت غرق ہونے کے بعد دریا میں تلاطم پیدا ہوا، اور دس دن تک جاری رہا۔ اس تلاطم کے ذریعہ سے پانی نے فرعونیوں کے اجساد و اجسام کو کنارے لا ڈالا۔ بنی اسرائیل نے جب دیکھا کہ قبطی ساحل دریا پر پڑے ہیں تو ان لوگوں نے ان کے جسم سے کپڑے، آلات حرب اور دیگر چیزیں گھسیٹنی شروع کر دیں۔ حضرت موسیٰؑ نے ہر چند منع کیا۔ مگر اُن کی ایک نہ سُنی اور سب کچھ ان سے لے لیا۔ بروایت ناسخ التواریخ یہی حال اسباب، زیورات، سونا چاندی فتنۂ سامری کا پیش خیمہ بن گیا تھا۔

اس واقعہ کے تیسرے دن یعنی بارہ محرم کو حضرت موسیٰؑ نے حضرت یوشعؑ بن نون و کالب بن یوحنا کی سربراہی میں بارہ بارہ ہزار کے دو لشکر مرتب کر کے مصر بھیج دیئے تاکہ یہ وہاں جا کر حالات کو بھی دیکھیں اور مال غنیمت حاصل کر لیں اور دیگر انتظامات کریں۔ چنانچہ یہ دونوں حضرات لشکر لئے ہوئے مصر پہنچے وہاں عورتوں، بچوں، بوڑھوں، بیماروں کے علاوہ کوئی نہ تھا۔ کیونکہ سب کے سب دریا میں فرعون کے ساتھ غرق ہو گئے تھے۔ یوشعؑ اور کالبؑ نے اموال اور خزانے وغیرہ حاصل کر لئے، اور جو چیزیں فروخت کے قابل تھیں فروخت کر دیں۔ اور جو لانے کے لائق تھیں ہمراہ لے آئے۔ "ثم ان یوشع استخلف علی قوم فرعون رجلاً منھم"۔ پھر ان پر انھیں میں سے ایک منتظم اور ان پر حکمرانی کرنے والا مقرر کر دیا، اس کے بعد واپس ہو کر حضرت موسیٰؑ کی خدمت میں چلے آئے۔ (روضۃ الصفا و قصص الجزائری) ایک روایت میں ہے کہ یہ عارضی قبضہ تھا لیکن یہ مستقل قبضہ مصر پر حضرت داؤدؑ کے زمانے میں ہوا ہے

غرقِ فرعون کے بعد فرعونیوں کا مصر سے فرار اور تاریخِ افغان کی بُنیاد

فرعون کے غرقاب ہونے کے بعد حضرت موسیٰؑ کے حکم سے حضرت یوشعؑ بن نون اور حضرت کالبؑ بن یوحنا ایک لشکر سمیت مصر جا کر مناسب انتظامات کر کے واپس آئے۔ یہ واقعہ ہے حضرت عیسےٰؑ سے ۱۷۵۶ سال پہلے کا (قصص الانبیاءٔ طہرانی صفحہ ۳۸۰)۔

اس واقعہ کے بعد سے مصریوں میں سخت مایوسی پیدا ہوئی اور وہ لوگ اپنے خدا (فرعون اور اس کے پچیس لاکھ کے لشکر) کے غرق ہو جانے سے بے تھاہ ہو گئے اور انھیں سخت مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑا۔ بعد ازاں ایک سال تین ماہ وہاں گزار کر فرعونیوں کا ایک بڑا گروہ مصر سے ترکِ وطن کر کے ہندوستان چلا گیا اور کوہِ سلیمان میں جا کر آباد ہو گیا، جو کہ پشاور اور ملتان کے درمیان واقع ہے۔ یہ لوگ وہاں ساکن ہو کر برابر تعداد میں بڑھتے رہے، یہاں تک کہ اسلام کا ظہور ہو گیا یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کی بعثت ہوئی۔ پھر ۶۲ھ ہجری میں یزید بن معاویہ نے مسلم بن زیاد کو خراسان اور سیستان کا منتظم بنا کر بھیجا۔ مسلم بن زیاد جب خراسان پہنچا تو اس نے خالد بن عبداللہ نامی شخص کو جو کہ ابو جہل کی نسل سے تھا کابل کا حکمران بنا دیا۔ وہ کچھ عرصہ کام کرتا رہا۔ لیکن کسی وجہ سے معزول کر دیا گیا اور اسے عراق میں حاضر ہونے کا حکم دیا گیا۔ وہ حکم عدولی کر کے عراق کے بجائے ہندوستان کی طرف روانہ ہو گیا۔ اور کوہ سلیمان کی آبادی میں جا پہنچا اور وہیں مصر سے بھاگے ہوئے فرعونیوں میں آباد ہو گیا اور اپنی ایک لڑکی ایک شخص سے بیاہ دی جو مسلمان تھا اُس سے (۱) لودی (۲) سوُ " پیدا ہوئے۔

ان فرعونیوں اور ابُوجہل کی اولاد میں توالد و تناسل کا سلسلہ جاری رہا۔ یہاں تک کہ ان کی بڑی کثرت ہو گئی، پھر وہ ۱۴۳ھ ہجری میں کوہ سلیمان کی بالائی آبادی سے اُتر کر نشیب میں آ گئے، ان میں سے کچھ ہندوستان کے دیگر علاقوں میں چلے گئے اور کچھ کرماج، پشاور اور شنوران میں آباد ہو گئے۔ یہ دلاور اور رزم آزما تھے۔ راجہ لاہور نے ان پر بار بار حملہ کیا۔ بالآخر راجہ لاہور نے کفار کھکر سے ساز باز کر لیا۔ اور ان دونوں دُشمنانِ اسلام نے ان کوہستانیوں کو جو کہ شور و فغاں کرتے رہنے کی وجہ سے لفظ " افغانی " سے موسُوم ہو گئے تھے ختم کرنے کی سازش کی۔ جس کی وجہ سے ان لوگوں نے " در کوہستان پشاور حصنے کشیدہ آنرا خیبر خوانند "۔ کوہستان پشاور میں خیبر نامی ایک قلعہ بنا لیا تھا۔ ملاحظہ ہو۔ (ناسخ التواریخ

ج ا ص ۱۸۴ طبع ایران ۱۳۰۶ھ)۔

العرض حضرت یوشعؑ بن نون کی واپسی کے بعد حضرت موسیٰؑ نے لب دریا سے بیابان کی طرف بڑھنے کا حکم دیا، چنانچہ وہ لوگ لبِ قلزم سے چل کر تین منزلیں طے کرکے جن میں ایک منزل بروایت ناسخ التواریخ "سور" بھی تھی۔ بمقام "مریرا" یا "مارہ" پہنچے اس دوران میں ان کے لئے یہ انتظام تھا کہ دوپہر کو ان لوگوں کے سروں پر ابر سایہ فگن رہتا تھا۔ اور رات کو عمود نور ظاہر ہوتا تھا جو تاریکی میں روشنی بخشتا تھا، جب یہ لوگ مریرہ پہنچے تو انھیں میٹھا پانی دستیاب نہ ہوا۔ کیونکہ وہ سرزمین ایسی تھی جس کے تحت میٹھا پانی نہ تھا۔ جس جگہ سے پانی نکلتا تھا کھارا ہوتا تھا۔ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰؑ سے میٹھے پانی کی خواہش کی۔ حضرت موسیٰؑ نے پانی میں ایک گھانس ملادی۔ جس سے پانی کا کھاراپن دور ہو گیا۔ اور وہ نہایت خوش گوار آب شیریں بن گیا۔ وہاں سے پھر روانگی عمل میں آئی اور یہ سارا لشکر یعنی قومِ موسیٰؑ، وہاں سے روانہ ہوکر بمقام "ایلم" پہنچی، یہ وہ جگہ تھی جہاں ستر خرمے کے درخت تھے اور خوش گوار پانی کے بارہ چشمے تھے۔ پھر وہاں سے روانہ ہوکر حضرت موسیٰؑ طے مراحل اور قطع منازل کرتے ہوئے بمقام "سین" پہنچے جو کہ "ایلم اور سینا" کے درمیان واقع ہے۔ "سین" کے مقام پر پہنچ کر بنی اسرائیل نے فرمائش کی کہ ہمارے لئے نئی شریعت آنی چاہیئے اور نئی کتاب ہونی چاہیئے۔ حضرت موسیٰؑ نے خدا کی بارگاہ میں عرض کی، حکم ہوا کہ طور سینا پر آ جاؤ اور تیس ۳۰ دن روزہ رکھ کر اعتکاف کرو اور ہارونؑ کو اپنا جانشین بنا دو۔

حضرتِ موسیٰؑ طورسینا پر

چنانچہ حضرت موسیٰؑ یکم ذی قعدہ کو طور سینا پر چلے گئے اور ایک ماہ روزہ رکھا اور اعتکاف کیا۔ جب تیس ۳۰ دن پورے ہوگئے تو حضرت جبرئیل نے آکر کہا کہ دس ۱۰ دن مزید آپ یہیں اعتکاف میں رہیں۔ حضرت موسیٰؑ نے دس دن اور قیام کیا۔ اُدھر حضرت موسیٰؑ انتظارِ توریت میں تیس دن کے بجائے چالیس دن مقیم رہے ادھر سامری نے لوگوں سے کہا کہ حضرت موسیٰؑ تم لوگوں سے بایں وجہ ناراض ہوکر چلے گئے ہیں کہ تم نے قبطیوں کا مال و زر ان کی مرضی کے خلاف حاصل کیا ہے اور اب وہ نہ آئیں گے۔ ان لوگوں نے اس خیال سے کہ موسیٰؑ کے چلے جانے سے نزول عذاب کا خطرہ ہے، سارے زر و جواہر ایک کنوئیں میں ڈال دیئے اور اُسے بند کردیا، پھر سامری نے کہا کہ وہ اس وقت تک واپس نہ آئیں گے۔ جب تک تم لوگ سیم و زر کو نذرِ آتش نہ کردو۔ چنانچہ اُن لوگوں نے کنوئیں کو کھول کر اس میں سے سیم و زر نکالا اور اُسے جلایا۔ جب وہ پگھل گیا تو سامری نے اس کا ایک گوسالہ بنا دیا اور اس میں وہ مٹی ڈال دی جو اس نے "یوم بحر"

جبرئیل کی گھوڑی کے قدم کے نیچے سے جمع کی تھی۔ روایت میں ہے کہ جب جبرئیل کی گھوڑی چل رہی تھی اس کے قدم کے نیچے کی زمین میں جان پڑ جاتی تھی اور وہ متحرک ہو جاتی تھی، سامری نے اس مٹی کو اُٹھا لیا تھا، اور اسی سے گوسالہ سازی میں کام لیا۔

غرضیکہ سامری نے ایسا گوسالہ تیار کر دیا کہ وہ بولنے لگا۔ پھر اس نے بنی اسرائیل سے کہا کہ یہی تمہارا خدا ہے تم اس کی پرستش کرو، چنانچہ لوگوں نے اسے تسلیم کر لیا اور اس کی پرستش شروع کر دی۔ البتہ بروایت روضۃ الصفا اسباط یوسفؑ وابن یامین کے بارہ ہزار افراد نے اسے تسلیم نہ کیا اور اُن لوگوں کی مذمت کرتے رہے اور انھیں سمجھاتے بجھاتے رہے۔ مگر کسی نے اُن کی ایک نہ سُنی اور ان لوگوں سے زیادہ حضرت ہارونؑ نے ان پر زور دیا اور دباؤ ڈالا مگر کسی نے نہ مانا، آخر الامر بہت سے لوگ گمراہ ہو گئے اور جب حضرت موسیٰؑ واپس آئے تو بہت ناراض ہوئے۔

مطلب یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ کو خدا نے وحی فرمائی کہ چالیس روز کے لئے اپنی قوم سے جُدا ہو کر ہماری خلوت کے لئے کوہِ طور پر آجاؤ تاکہ تمھیں توریت عطا کی جائے جس میں تمام ضروریات و احکام اور مواعظ ہوں گے اور کچھ الواح ہوں گے جو تمہاری قوم کی ہدایت کے لئے تمھیں دیئے جائیں گے۔ لہٰذا تم اپنی جگہ اپنے بھائی "ہارون" کو خلیفہ مقرر کرو تاکہ وہ نگرانی کرتے رہیں، چنانچہ حضرت موسیٰؑ نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ خدا نے مجھے خلوت میں بُلایا ہے، میں چالیس روز کے لئے تم سے جُدا ہو رہا ہوں اور تمہارے پاس اپنے بھائی ہارونؑ کو خلیفہ بنا کر چھوڑے جاتا ہوں۔ ان کی بات ماننا اور ان کی اطاعت کرنا۔ یہ کہہ کر حضرت موسیٰؑ روانہ ہو گئے۔ اور مقامِ مُناجات میں جا پہنچے۔ حضرت موسیٰؑ کو روانہ ہوئے جب بیس روز گذرے تو بنی اسرائیل نے کہا کہ موسےٰؑ کا وعدہ پُورا ہو گیا کیونکہ بیس دن اور بیس راتیں، چالیس پُورے ہو گئے، مگر وہ اب تک نہیں آئے، معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے غلط وعدہ کیا تھا، یا بنی اسرائیل کو بالکل چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ غرضیکہ وہ اب نہیں آئیں گے۔ چنانچہ انھوں نے جنابِ ہارونؑ کی اطاعت چھوڑ دی اور ان کے قتل پر تیار ہو گئے اور کہنے لگے تم نے موسیٰؑ کو ہم سے جُدا کیا ہے۔ اسی اثناء میں شیطان بصورت انسان ان کے پاس آیا اور انھیں یقین دلایا کہ اب موسیٰؑ نہیں آئیں گے تم اپنے لئے کوئی انتظام کرو۔

اِدھر شیطان انھیں بہکا رہا تھا اُدھر خدا نے تیس۳۰ دن کے بجائے موسیٰؑ کو چالیس۴۰ دن روک لیا تو وہ لوگ جو بیس۲۰ دن ہی کو چالیس دن بتا رہے تھے۔ ان کو یقین آگیا کہ موسیٰؑ واقعاً نہیں آئیں گے۔ کیونکہ اگر شبانہ روز کو ایک دن بھی مان لیا جائے تو بھی اب تو تیس۳۰ دن سے بھی زیادہ

گزر گئے ہیں۔

اسی دوران میں شیطان، سامری سے ملا اور اس کو بہکایا چنانچہ اس نے دیگر بنی اسرائیل کی مدد سے ایک سیم وزر کا بچھڑا تیار کیا اور اس میں وہ مٹی ڈال دی جو غرقِ فرعون کے موقع پر جبرئیل کی گھوڑی کے قدموں کے نیچے سے اٹھا کر جمع کر لی تھی اور اس کو حفاظت سے رکھا تھا اور بنی اسرائیل پر فخر کرتا تھا کہ میرے پاس ایک ایسی مٹی ہے جو جانداروں کی طرح حرکت کرتی ہے۔ اس مٹی کو ڈالنے کے بعد اس سے آواز آنے لگی جس طرح موسیٰؑ کہتے ہیں کہ مجھے درخت سے خدا کی آواز آتی ہے، اسی طرح اب تمھیں اس بچھڑے سے خدا کی آواز آئے گی اگر موسیٰ نہیں ہیں تو نہ سہی۔ تمھیں خدا کی آواز تو آرہی ہے، لہٰذا اس کی پوجا کرو، شیطان اور سامری کے اس کہنے پر بہت سے بنی اسرائیل اسے پوجنے لگے۔ حضرت ہارونؑ نے بہت کچھ سمجھایا مگر وہ باز نہ آئے، بلکہ ان کے قتل پر تیار ہو گئے اور بعض روایات میں یہ ہے کہ سامری نے اس گوسالہ یعنی بچھڑے کو ایک دیوار کے ساتھ کھڑا کر دیا تھا اور دیوار میں ایک سوراخ کر دیا تھا اور اس کے پیچھے ایک نقب لگا کر پوشیدہ سرنگ بنائی تھی وہاں آدمی بٹھا دیا تھا وہ اندر سے اپنا منہ دیوار کے سوراخ کے پاس رکھ کر بولتا تھا اور لوگ سمجھتے تھے کہ بچھڑا بول رہا ہے یعنی خدا کی آواز اس بچھڑے سے آرہی ہے۔

حضرتِ موسیٰؑ کی کوہِ طور سے واپسی

جب حضرت موسیٰؑ توریت اور الواح لے کر واپس آئے اور اپنی قوم کے بہت سے لوگوں کو دیکھا کہ وہ گوسالہ کی پرستش کر رہے ہیں تو وہ اپنی قوم پر سخت ناراض ہوئے اور غیظ و غضب میں آکر اپنے بھائی ہارونؑ سے سخت بازپرس کی اور سختی کے ساتھ کہا کہ میری عدم موجودگی میں تمھارے ہوتے ہوئے یہ کیا ہو گیا؟ اور یہ لوگ کیوں گمراہ ہو گئے۔ جبکہ تم ان پر نگران تھے۔ اس وقت حضرت ہارونؑ نے کہا کہ میری ڈاڑھی اور سر نہ پکڑیں یعنی مجھ پر الزام نہ لگائیں، میں نے تو ان کو بہت کچھ سمجھایا، مگر میری ایک نہ مانی اور سامری کے کرتب سے گمراہ ہو گئے۔ حضرت موسیٰؑ کا مطلب یہ تھا کہ اپنے بھائی پر ناراض ہونگا تو بنی اسرائیل پر زیادہ اثر پڑے گا۔ اور وہ میری اس ناراضگی سے سمجھ جائیں گے کہ بہت برا کام کیا ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ کے غیظ و غضب کو دیکھ کر سب نے کہا کہ ہمیں آپ کے سپہ سالار سامری نے دھوکا دیا ہے پھر سامری پر آپ غضب ناک ہوئے اور کہا کہ اب تم سے نہ کوئی تعلق رکھے گا اور نہ تمھارے پاس کوئی بیٹھے گا۔ چنانچہ یہی ہوا کہ سامری کے پاس اگر کوئی آجاتا تو وہ بھی اور سامری بھی سخت تپ میں مبتلا ہو جاتے تھے۔ حتیٰ کہ اس کے پاس لوگوں نے آنا جانا ترک کر دیا اور وہ خود بھی

کسی کے پاس نہیں جاتا تھا، کیونکہ وہ جس سے مُلاقاتی ہوجاتا وہ فوراً تپ میں مُبتلا ہوجاتا تھا۔ وہ تمام قوم سے بالکل کٹ گیا اور "لامساس" کا مصداق بن گیا۔ اور اس کی اولاد بھی "لامساس" کے نام سے مشہور ہو گئی۔ یعنی کسی کو مس بھی نہیں کر سکتے تھے، یعنی چھُو لینا بھی عذاب بن گیا حضرت مُوسیٰؑ نے اُس گوسالہ کو جلا دیا اور اس کی راکھ دریا میں ڈلوا دی۔ حضرت مُوسیٰؑ پورا ماہ ذلقیعدہ اور دس روز ماہ ذی الحجہ کے اُن سے جُدا رہے۔

حضرت مُوسیٰؑ نے بحکم خدا ان سے کہا کہ اب تم اس گناہِ عظیم کی توبہ کرو اور طریقۂ توبہ یہ ہے کہ جن لوگوں نے بچھڑے کی پُوجا نہیں کی وہ ان لوگوں کو قتل کریں جنھوں نے پُوجا کی ہے تب تمھارا گناہ معاف ہوگا۔ یہ حکم سُن کر بنی اسرائیل گھبرا گئے اور کہنے لگے کہ ہم کس طرح اپنے ماں باپ اور بھائیوں کو اپنے ہاتھ سے قتل کریں۔ ہم نے گوسالہ کی پُوجا بھی نہیں کی ہے اور پھر بھی ہم یہ سخت کام کریں کہ اپنے ہی ہاتھوں اپنے عزیزوں کو قتل کریں۔ اے مُوسیٰؑ خدا سے دُعا کرو کہ ان لوگوں کی خطائیں معاف کر دے اور اب کبھی ایسا گناہ نہیں ہوگا۔ اُنھوں نے بوسیلہ محمدؐ و آلِ محمدؐ دُعائیں کیں اور خدا نے توبہ قبول کرلی اور یہ عذاب برطرف ہوگیا۔ بعض روایات میں ہے کہ اُنھوں نے قتل کرنا شروع کر دیا تھا۔ تب خدا نے توبہ قبول فرمائی۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت مُوسیٰؑ نے چاہا تھا کہ سامری کو قتل کردیں جو ان کے بہترین اصحاب میں سے تھا۔ لیکن خدا نے یہ کہہ کر منع کر دیا کہ یہ سخی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ خداوندِ عالم نے گوسالہ پرستی کی سزا کے لئے ان لوگوں میں جو قتل کرنے والے تھے "سیاہ بخار" پیدا کر دیا تھا تاکہ وہ اپنے کسی عزیز کو پہچان نہ سکیں۔ چنانچہ انھوں نے بے شمار افراد کو قتل کر دیا، جن میں ان کے اعزا بھی تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ قتل کا سلسلہ شروع ہوا تو اس وقت تک جاری رہا۔ جب تک اُنھوں نے محمدؐ و آلِ محمدؐ کا واسطہ دے کر معافی نہیں مانگی۔

تفسیر امام حسن عسکری علیہ السّلام میں ہے کہ "حضرت مُوسیٰؑ نے حکم دیا کہ جن لوگوں نے گوسالہ پرستی نہیں کی وہ اس کی پرستش کرنے والوں کو قتل کردیں۔ تب گوسالہ پرستوں میں سے اکثروں نے انکار کیا اور کہا کہ ہم نے اس کی پرستش نہیں کی، اس وقت خدا نے مُوسیٰؑ کو حکم دیا کہ اس سونے کے بچھڑے کو سوہن سے ریزہ ریزہ کرکے دریا میں ڈال دے۔ ان گوسالہ پرستوں میں سے جس نے اس دریا کا پانی پیا اس کے دونوں ہونٹ اور ناک سیاہ ہو گئے اور اس کا قصور ظاہر ہوگیا۔ غرض اس طرح سے گوسالہ پرستوں کا پتہ لگ گیا۔ تب خُدا نے بارہ ہزار آدمیوں کو کہ انھوں نے گوسالہ پرستی نہیں کی تھی۔ حکم دیا کہ وہ تلواریں کھینچ کر باقیوں پر حملہ آور ہوں اور اُن کو قتل کر ڈالیں اور خدا کی طرف سے ایک منادی نے ندا دی کہ قتل شدہ لوگوں میں سے وہ شخص ملعون

25

ہے جو قتل ہوتے وقت ہاتھ یا پاؤں سے قاتلوں کو ہٹائے اور قاتلوں میں سے اس شخص پر خدا کی لعنت ہے جو یہ دیکھے کہ کس کو مارتا اور قتل کرتا ہے، اور دوست اور بیگانہ کو پہچان کر چھوڑ دے اور بیگانے کے مارنے میں مشغول ہو۔ الغرض گنہگاروں نے مارے جانے کے لئے اپنی گردنیں خم کیں اور بے گناہوں نے جو قاتل تھے حضرت موسیٰؑ سے عرض کی اگرچہ ہم نے گوسالہ پرستی نہیں کی۔ مگر ہمارا گناہ ان لوگوں سے زیادہ بڑھ گیا ہے۔ کیونکہ ہم کو اپنے ہاتھوں سے اپنے ماں باپ اور بھائی بندوں کو قتل کرنا پڑا اس لئے ہم اور وہ معصیت میں یکساں ہو گئے۔ تب حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ پر وحی نازل کی کہ اے موسیٰؑ میں نے اس سبب سے ان لوگوں کو اس معصیتِ عظیم میں مبتلا کیا ہے کہ جب وہ لوگ گوسالہ پرستی کرتے تھے تو یہ ان سے الگ نہیں ہوئے اور ان کا ساتھ نہیں چھوڑا، اور اس امر میں ان کے دشمن نہیں ہوئے، اب ان سے کہہ دے کہ جو کوئی " محمدؐ اور ان کی آل طیبین کا واسطہ دے کر مجھ سے دعا کرے گا۔ اس پر ان لوگوں کا جو اپنے گناہوں کے سبب قتل کے سزاوار ٹھہرے ہیں قتل کرنا آسان اور سہل ہو جائے گا۔ تب انھوں نے ان حضرات کا واسطہ دے کر دعا کی اور حق تعالیٰ نے ان کا قتل کرنا ان کے لئے ایسا سہل کر دیا کہ ان کے مارنے سے ذرا سا غم بھی ان کو معلوم نہ ہوتا تھا۔ جب کشت و خون ان کے درمیان قائم ہوا، اور وہ چھ لاکھ آدمی تھے علاوہ ان لوگوں کے جنھوں نے گوسالہ پرستی نہیں کی تھی تو حق تعالیٰ نے ان میں سے بعض شخصوں کو توفیق عطا کی کہ قبل از اختتام قتل آپس میں ذکر کرنے لگے کہ جب خدا نے محمدؐ و آلِ محمدؐ کے توسل کو ایسا امر قرار دیا ہے کہ جو کوئی اس کو عمل میں لائے اپنی کسی حاجت سے محروم نہ رہے اور اس کا کوئی سوال رد نہ ہو اور سب پیغمبر اور رسول سختیوں اور مصیبتوں میں ان سے متوسل ہوئے ہیں۔ پھر ہم کیوں نہ ان حضرات کو اپنا وسیلہ بنائیں، بعد ازاں سب نے جمع ہو کر فریاد کی اے ہمارے پروردگار واسطہ مرتبۂ محمدؐ کا جو تیرے نزدیک گرامی ترین خلق ہے اور واسطہ مرتبۂ علیؑ کا جو اس کے بعد افضل و اعظم خلق ہے اور واسطہ مرتبۂ فاطمہ زہرہؑ کا اور واسطہ مرتبۂ حسنؑ و حسینؑ کا جو سیّد الانبیاء کے نور سے پیدا اور جملہ جوانانِ بہشت کے سردار ہیں اور آل طٰہٰ و یٰسین کی ذریت طیبینؑ و طاہرینؑ کے مرتبے کا واسطہ دے کر تجھ سے درخواست کرتے ہیں کہ ہمارے گناہوں کو معاف کر اور ہماری لغزشوں سے درگزر فرما اور اس قتل کی بلا کو ہمارے سروں سے ٹال۔ اس وقت حضرت موسیٰؑ کو آسمان کی طرف سے آواز آئی۔ اے موسیٰؑ اب ان کے قتل سے ہاتھ روک لے کیونکہ ان میں سے بعض نے مجھ سے درخواست کی ہے اور ایسی قسم مجھ کو دی ہے کہ اگر یہ تمام گوسالہ پرست پہلے ہی یہ قسم مجھ کو دیتے اور گوسالہ پرستی سے

محفوظ رہنے کی مجھ سے درخواست کرتے تو میں اُن کو اس کی پرستش سے بچا لیتا اور اگر شیطان مجھ کو ایسی قسم دیتا تو ضرور میں اس کو ہدایت دیتا اور اگر نمرود یا فرعون ایسی قسم مجھ کو دیتے تو میں اُن کو نجات دیتا۔ القصہ ان کا قتل کیا جانا بند کیا گیا اور وہ کہتے تھے کہ افسوس ہم ابتدا میں محمدؐ اور ان کی آل طاہرینؑ کی قسم اور ان کا واسطہ دے کر دُعا کرنے سے غافل رہے ورنہ خدا ہم کو اس فتنے کے شر سے محفوظ اور مصئون رکھتا۔

سامری کے گوسالہ بنانے کی وجہ

سامری نسلاً بُت پرست "سونار" تھا۔ "وکان من قوم یعبدون البقر" یعنی وہ ایسی قوم میں کا ایک تھا جو گاؤ پرستی کرتی تھی، اس نے رسماً منافقانہ طور پر اظہارِ اسلام کیا تھا جب حضرت موسیٰؑ کوہِ طور پر چلے گئے تو اس کے دل میں بقرہ کی دیرینہ اور آبائی محبت نے زور کیا اور اس نے گوسالہ بنا دیا۔ اگرچہ اس کی اس حرکتِ ناشائستہ میں شیطان کا بھی ہاتھ تھا لیکن جذبات اُس کے کام کر رہے تھے۔

سامری کا اصل نام 'منجا' تھا اور بروایت ابن عباس اس کا نام "موسیٰ بن ظفر" تھا۔ اور بروایت قتادہ و سدّی بنی اسرائیل کے ایک عظیم قبیلہ 'سامرہ" کی ایک فرد تھا۔ اسی لئے اسے سامری کہا جاتا تھا۔

تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام میں ہے کہ جس زمانے میں تلاش حضرت موسیٰؑ کے لئے بچوں کا قتل جاری تھا۔ اس زمانہ میں عورتیں رشوت دے کر اپنے حمل کی تکمیل کراتی تھیں۔ پھر انھیں کسی پہاڑ وغیرہ میں جاکر جنتی تھیں اور وہیں چھوڑ کر چلی آتی تھیں اور ان پر دس مرتبہ محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود ذم کر دیتی تھیں۔ جس کی وجہ سے ایک فرشتہ خدا کی طرف سے معین کیا جاتا تھا اور وہ اس کی پرورش و پرداخت، نگرانی و نگہداشت کرتا تھا۔

ناسخ التواریخ جلد ۱ صفحہ ۱۸۹ میں ہے کہ سامری کی ماں نے جو کہ ایک قبیلہ (سامرہ) بنی اسرائیل سے تھی، (سامری) کو نیل کے کنارے ایک جھاڑی میں جنا تھا اور وہیں چھوڑ دیا تھا اور اس کا نام "موسیٰ بن ظفر" رکھا تھا۔ جب وہ چھوڑ کر چلی آئی تو خدا نے ایک فرشتے کو اس کی پرورش کے لئے مقرر کر دیا تھا اور وہ فرشتہ جناب جبرئیل تھے۔ انھوں نے تا بہ رشد و بلوغ اس کی حفاظت و نگرانی کی تھی۔

امام ثعلبی کی عرائس المجالس صفحہ ۱۱۱ میں ہے کہ چونکہ حضرت جبرئیل نے ہی اس کی پرورش و پرداخت کی تھی، اس لئے اُس نے اُن کو پہچان لیا تھا ورنہ کسی اور نے بنی اسرائیل میں سے حضرت جبرئیل کو نہ پہچانا تھا، اور اسی پہچاننے سے اُس نے یہ فائدہ اٹھایا تھا کہ ان کی

گھوڑی کے قدم کی خاک پر خاص نگاہ رکھ کر اُسے اُٹھا لیا تھا، سامری کے علاوہ کسی کا ذہن بھی اس کی طرف نہیں گیا تھا کہ یہ گھوڑا سوار انسان نہیں بلکہ فرشتہ ہے اور پھر وہ بھی جبرئیل ہیں۔ ایک روایت میں سُدّی سے مروی ہے کہ سامری نے یہ "خاکِ قدم اسپ جبرئیلؑ" اس وقت جمع کی تھی جس وقت موسیٰؑ کوہِ طور پر چلے گئے تھے اور حضرت ہارُونؑ کو اپنا خلیفہ بنا دیا تھا اور اُن کے چلے جانے کے بعد جبرئیل ابلق ایک گھوڑی پر سوار ہو کر آئے تھے جس کا نام "فرس الحیات" تھا۔ لیکن دوسری روایت میں کلبی سے مروی ہے کہ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جس وقت حضرت موسیٰؑ دریا کو عبور کر رہے تھے، اور یہی میرے نزدیک صحیح ہے۔ سفینۃ البحار ج ۱ صفحہ ۶۵۵ میں ہے کہ یہ سامری وہی شخص ہے جس کی حمایت میں حضرت موسیٰؑ نے ایک قبطی کو جان سے مار دیا تھا جس کے نتیجے میں ۳۰ سال تک وطن بدر ہو کر مدائن میں پڑے رہے تھے۔

گوسالہ پرستی نہ کرنے والوں کی عظمت

روضۃ الصفا میں ہے کہ وہ لوگ جنھوں نے بُت پرستی نہیں کی یعنی سامری کے بنائے ہُوئے گوسالہ کو نہیں پُوجا وہ حضرت یوسفؑ و بنیامینؑ کی اولاد سے تھے۔ جن کی تعداد بارہ ہزار تھی اور جن لوگوں نے گوسالہ پرستی کی تھی وہ برادرانِ یوسفؑ کی نسل سے تھے جو لاکھوں کی تعداد میں تھے۔ قصص الانبیاء اخوند ملا جویری میں ہے کہ خداوندِ عالم نے حضرت یوسفؑ اور بنیامینؑ کی اولاد کو جو مومن تھے، کوہ قاف میں آباد کرا دیا تھا، یہ سب کے سب عابد و زاہد تھے۔ اور خداوندِ عالم کی نگاہ میں بڑی عظمت رکھتے تھے اور ان کی نسل در نسل میں بھی عبادت گزار موجود رہے ہیں۔ چنانچہ جب وہ موقع آیا تھا جس میں حضرت محمد مصطفےٰ معراج کے لئے تشریف لے گئے تھے تو انھوں نے آسمان پر زمین سے ایک نورِ ساطع دیکھا تھا اور حضرت جبرئیل سے اس نور کی کیفیت دریافت کی تھی اور حضرت جبرئیل نے انھیں بتایا تھا کہ بنی اسرائیل میں سے وہ لوگ جنھوں نے گوسالہ پرستی نہیں کی تھی اور جو اولادِ یوسفؑ و بنیامین سے تھے وہ کوہ قاف میں عبادت گزاری کرتے رہے اور اب ان کی اولاد وہاں عبادت گزاری میں مشغول ہے۔ یہ نور جو زمین سے آرہا ہے انھیں کی عبادت گزاری اور تقدّس کا نتیجہ ہے۔ حضرت رسُولِ کریمؐ نے فرمایا کہ جبرئیل میں ان سے مل کر ان کے ایمان کی تکمیل کروں گا چنانچہ حضرت رسُولِ کریمؐ معراج سے واپسی پر ان سے ملے اور حضرت جبرئیلؑ نے ان سے تعارف کراتے ہوئے کہا "ھذا نبیکم العربی القرشی" یہ تمہارا نبی عربی و قرشی ہے۔ یہ سُنتے ہی ان لوگوں نے (بہ تعلیم جبرئیل) اس طرح کلمہ پڑھا "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ علی ولی اللّٰہ" "ایشان بر دینِ محمد اند" یہ لوگ اب بھی دینِ محمد مصطفےٰ پر ہیں۔" انھیں کی طرف قرآن مجید میں اشارہ

ہے۔ "ومن قوم موسیٰ امۃ یھدون بالحق"۔ قوم موسیٰؑ میں سے کچھ لوگ ہیں جو حق کی طرف ہدایت کرتے ہیں۔ کتاب سراج القلوب مصنفہ ابونصر ابن محمد القطان الغزنوی سے مستفاد ہوتا ہے کہ کوہ قاف جو دُنیا کے گرد واقع ہے اس میں جھنڈے گڑے ہوئے ہیں جن پر "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ علی ولی اللّٰہ حقا حقا" لکھا ہوا ہے۔

رویت باری تعالیٰ کا سوال

مورخین و محدثین کا بیان ہے کہ جب حضرت موسیٰؑ توریت اور الواح لے کر آئے اور گوسالہ کا معاملہ پیش ہو گیا پھر اس کی تکمیل ہوئی اور لوگوں کو یک گونہ سکون نصیب ہوا تو حضرت موسیٰؑ نے کہا کہ توریت آ چکی ہے اب اس پر عمل کرو۔ اس میں تمام احکام ہیں، مواعظ ہیں اور یہ کتاب حق و باطل میں فرق بھی کرے گی۔ ان لوگوں نے کہا کہ یہ سب صحیح ہے، لیکن ہم اس وقت تک احکامِ خداوندی پر ایمان نہ لائیں گے جب تک ہم اسے کھلم کھلا نہ دیکھ لیں گے۔

حضرتِ موسیٰؑ نے اس عجیب و غریب اور ناممکن اور انہونے سوال کو سُن کر حیرانی کا اظہار کیا اور ان کو سمجھانے بجھانے میں لگ گئے، ان سے کہا کہ تم جو یہ شرط پیش کر رہے ہو اور خدا کو دیکھنے کی خواہش ظاہر کر رہے ہو یہ بالکل غلط ہے اس کا کوئی امکان نہیں۔ مگر وہ کسی طرح سمجھنے پر آمادہ نہ ہوئے اور یہی کہتے رہے کہ ہم تو خدا کو دیکھے بغیر ایمان لانے کو تیار نہیں ہیں۔

حضرت موسیٰؑ نے جب ان کا اصرار اس حد تک بڑھا ہوا دیکھا کہ اب اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ بارگاہِ احدیت کی طرف رجوع کرتے تو عرض پرداز ہوئے کہ مالک ان سفیہوں کی بات تو سُن رہا ہے۔ اب میں کیا کروں؟ حکم ہوا اے موسیٰؑ ستر ہزار میں سے سات ہزار آدمی چُنو۔ پھر سات ہزار میں سے سات سو۔ پھر سات سو میں سے ستر آدمی چُن کر کوہِ طُور پر لے آؤ۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ نے ایسا ہی کیا۔ خدا نے یہ حکم بھی دے دیا تھا کہ دیدار کی تمنا تم اپنے لئے کرنا اور جواب بھی تمہیں دیا جائے گا تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ جو ہمارا چُنا ہوا ہے جب وہ خدا کو نہیں دیکھ سکتا تو تمہارے چُنے ہوئے کس طرح دیکھ سکتے ہیں۔

بہر حال حضرت موسیٰؑ ان ستر منتخب لوگوں کو لے کر کوہِ طُور پر پہنچے اور دُعا و مناجات کے بعد رویت باری کا سوال کیا، آواز آئی "لن ترانی" اے موسیٰؑ تم مجھے کبھی ہرگز ہرگز نہ دیکھ سکو گے۔ ہاں ذرا پہاڑ کی طرف دیکھو اگر یہ اپنی جگہ پر ٹکا رہ سکے اور عظمت و جلال کی وجہ سے ریزہ ریزہ نہ ہو جائے تو مجھے دیکھ سکو گے یعنی چونکہ وہ سالم نہ رہ سکے گا۔ لہٰذا تم مجھے نہ دیکھ سکو گے۔ چنانچہ جب موسیٰؑ اور ان کے ہمراہیوں کی نگاہیں مڑیں تو ظہورِ تجلی سے پہاڑ کو ریزہ ریزہ ہوتے ہوئے دیکھا اور خود بیہوش ہو گئے اور ان کے سب ساتھی دم دے بیٹھے۔

جب ہوش میں آئے اور غش سے افاقہ ہوا تو عرض کرنے لگے "اے میرے پالنے والے کیا ان بیوقوفوں کی وجہ سے جنھوں نے رویت کا احمقانہ سوال کیا تھا، مجھے بھی ہلاک کر دے گا۔ جواب ملا، موسیٰؑ سوال رویت کا انجام دیکھو۔ اس کے بعد موسیٰؑ کی نگاہ اپنے ساتھیوں پر پڑی جو جل کر خاکستر بن چکے تھے۔ عرض کرنے لگے میرے پالنے والے یہ میری قوم کے لوگ ہیں انھیں میں لایا تھا۔ خدایا ان کی خطا معاف فرما اور ان کو پھر زندہ کر دے تاکہ میں انھیں اپنے ہمراہ لے کر واپس جاؤں۔ چنانچہ خداوندِ عالم نے بتصدق محمدؐ و آل محمدؐ انھیں زندہ کر دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ کچھ لوگ موسیٰؑ کے ہمراہیوں میں سے مر گئے تھے اور کچھ بیہوش ہو کر بچ گئے تھے۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام زیر آیہ "اذ قلتم یا موسیٰ لن نومن لك حتی نری الله جهرة" ارشاد فرماتے ہیں کہ اس کا واقعہ اس طرح ہے کہ جب حضرت موسیٰؑ نے بنی اسرائیل سے فرقان یعنی اہل حق اور اہل باطل کے درمیان فرق کرنے والی چیز یعنی محمدؐ کی نبوت اور علیؑ اور آئمہ طاہرینؑ کی امامت کا عہد لیا تو انھوں نے جواب دیا کہ اے موسیٰؑ ہم تیری اس بات کو قبول نہ کریں گے کہ یہ خدا کی طرف سے ہے۔ جب تک کہ خدا کو ظاہر طور پر اپنی آنکھوں سے مشاہدہ نہ کرلیں اور وہ خود ہمارے سامنے اس امر کی ہم کو خبر نہ دے۔ تب بجلی ان پر گری اور وہ اس کو آسمان سے اپنی طرف اترتے ہوئے دیکھ رہے تھے اور خدا نے فرمایا، اے موسیٰؑ میں اپنے دوستوں اور برگزیدہ لوگوں کی تصدیق کرنے والوں کی عزت کرتا ہوں اور کچھ پرواہ نہیں کرتا اور ایسا ہی اپنے دشمنوں کو جو میرے اصفیاء (برگزیدگان) کے حقوق کو دفع کرتے ہیں عذاب دیتا ہوں اور کچھ پرواہ نہیں کرتا، اس وقت موسیٰؑ نے باقی لوگوں سے جن پر بجلی نہیں گری تھی فرمایا کہ تم اس باب میں کیا کہتے ہو؟ اور اس کے مقر ہوتے ہو، ورنہ تم بھی انھیں کے ساتھ ملحق ہو گے۔ انھوں نے جواب دیا کہ اے موسیٰؑ ہم کو معلوم نہیں کہ ان پر یہ مصیبت کس وجہ سے وارد ہوئی، یہ بجلی جو تیرے سبب سے ان پر گری ہے۔ منجملہ آفات زمانہ کے ایک آفت ہے جو نیکو کاروں اور بدکاروں سب ہی پر پڑا کرتی ہے اور اگر یہ صرف محمدؐ و علیؑ اور ان کی آل اطہارؑ کے باب میں تمھاری تردید کرنے کی وجہ سے ان پر وارد ہوئی ہے تو تم اپنے پروردگار سے محمدؐ اور ان کی آل اطہار کا جن کی طرف تم ہم کو دعوت کرتے ہو، واسطہ دے کر دعا کرو کہ وہ ان ضعیف لوگوں کو زندہ کرے تاکہ ہم ان سے دریافت کریں کہ یہ مصیبت تم پر کس لئے وارد ہوئی۔ تب حضرت موسیٰؑ نے ان حضرات طاہرینؑ کا واسطہ دے کر دعا کی اور خدا نے ان کو زندہ کیا اور حضرت موسیٰؑ نے ان لوگوں سے کہا کہ اب تم ان سے اس مصیبت کے وارد ہونے کی وجہ دریافت کرلو۔ جب ان سے پوچھا گیا تو انھوں نے جواب دیا کہ اے بنی اسرائیل یہ مصیبت ہم

پر اس لئے وارد ہوئی کہ ہم نے نبوت محمدؐ کا اقرار کرنے کے بعد امامت علیؑ کے اعتقاد کرنے سے انکار کیا تھا اور ہم نے اپنے مرنے کے بعد دیکھا کہ آسمانوں اور حجابوں اور عرش و کرسی اور بہشت و دوزخ تمام ممالک پروردگار میں محمدؐ و علیؑ فاطمہؑ حسنؑ و حسینؑ سے بڑھ کر کسی کا حکم نہیں چلتا اور سب پر انھیں کو غلبہ حاصل ہے۔ جب ہم اس بجلی کے صدمہ سے مر گئے تو فرشتے ہم کو آتش دوزخ کی طرف لے گئے۔ اسی اثناء میں محمدؐ اور علیؑ نے ان فرشتوں کو پکارا، ان لوگوں پر سے اس عذاب کو ہٹالو۔ کیونکہ ان کے لئے ہمارے اور ہماری آل اطہارؑ کے توسل سے دُعا کی جائے گی اور خدا ان کو دوبارہ زندہ کرے گا۔ اس وقت تک ہم کو ہاویہ میں نہیں ڈالا گیا تھا اور روک رکھا تھا۔ یہاں تک کہ اے موسیٰؑ بن عمرانؑ حضرت محمدؐ اور ان کی آل اطہارؑ کے توسل سے تمہارے دُعا کرنے کے سبب سے خدا نے ہم کو زندہ کر دیا۔

الغرض اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے جو آنحضرتؐ کے عہد نبوت میں موجود تھے مخاطب ہو کر فرماتا ہے کہ جب محمدؐ اور ان کی آل اطہارؑ کا واسطہ دے کر دُعا کرنے سے تمہارے بزرگوں کی جو اپنے گناہ کے باعث بجلی کے صدمے سے ہلاک کئے گئے تھے خطا معاف ہوگئی اور خدا نے ان کو دوبارہ زندہ کر دیا تو تم پر واجب و لازم ہے کہ تم ایسے حرکات سے معترض نہ ہو جو ان کی ہلاکت کا باعث ہوئے تھے (تفسیر امام حسن عسکریؑ)

اسی کتاب میں زیر آیۂ " واذ اتینا موسیٰ الکتاب والفرقان لعلکم تھتدون" مرقوم ہے کہ اور اُس وقت کو یاد کرو جبکہ ہم نے موسیٰؑ کو کتاب دی تھی اور وہ توریت تھی کہ جس پر ایمان لانے اور ان اُمور کی پیروی کرنے کا جن کو اس کتاب نے واجب ٹھہرایا تھا۔ بنی اسرائیل سے عہد لیا گیا تھا نیز ہم نے ان کو فرقان دیا تھا کہ جس نے حق و باطل اور اہل حق اور اہل باطل میں فرق کیا تھا۔ کیونکہ جب خدا نے ان کو کتاب توریت اور اس پر ایمان لانے اور اس کے احکام کی پیروی کرنے سے عزت بخشی تو اس کے بعد حضرت موسیٰؑ کی طرف وحی بھیجی کہ " اے موسیٰؑ اس کتاب پر تو یہ ایمان لے آئے اور فرقان ابھی باقی ہے جو مومن اور کافر اور اہل حق اور اہل باطل کے درمیان فرق ظاہر کرتا ہے۔ اب تو ان سے از سر نو اس کے لئے عہد و پیمان لے۔ کیونکہ میں نے اپنی ذات مقدس کی سچی قسم کھائی ہے کہ کسی شخص کا ایمان اور عمل قبول نہ کروں گا۔ جب تک کہ اس پر ایمان نہ لائے۔ موسیٰ نے عرض کی کہ اے پروردگار وہ کیا چیز ہے؟ فرمایا اے موسیٰؑ بنی اسرائیل سے عہد لے کہ " محمدؐ سب نبیوں سے بہتر اور سب رسولوں کا سردار ہے اور اس کا بھائی اور وصی " علیؑ " سب اوصیاء سے بہتر ہے اور وہ اولیاء جو اس کے قائمقام ہوں گے وہ جملہ مخلوقات کے سردار ہیں اور اس کے شیعہ جو اس کے جانشینوں کے فرمانبردار اور اس کے اوامر و نواہی کے تسلیم

کرنے والے ہیں وہ فردوسِ اعلیٰ کے ستارے اور بہشت میں جنات عدن کے بادشاہ ہوں گے۔
الغرض حضرت موسیٰؑ نے اس بات کا ان سے عہد لیا بعض نے تو دل وزبان سے حقیقی طور پر اس بات کا اعتقاد کیا بعض نے صرف زبان سے اقرار کیا اور دل سے اعتقاد نہ کیا جو شخص واقعی طور پر اس امر کے معتقد تھے ان کی پیشانی پر ایک روشن نور چمکتا تھا اور جس نے دل سے اعتقاد نہ کیا تھا بلکہ صرف زبان سے اقرار کیا تھا اس کو یہ نور عطا نہ ہوا تھا بس یہی "فرقان" تھا جو خدا نے حضرت موسیٰؑ کو عنایت فرمایا تھا جس نے اہل حق اور اہل باطل میں فرق اور تمیز کر دی تھی۔ پھر خدا فرماتا ہے "لعلکم تھتدون" تاکہ تم کو معلوم ہو کہ وہ چیز جو کہ بندے کو خدا کے نزدیک مشرف اور معزز کرتی ہے، وہ ان حضرات علیہم السلام کی ولایت کا اعتقاد ہے جیسا کہ تمہارے بزرگوں کو اس اعتقاد کی بدولت شرف حاصل ہوا۔

من وسلویٰ کا نزول

بروایت ناسخ التواریخ، مصر سے نکلے ہوئے اور وادیٔ سین میں قیام کئے۔ بنی اسرائیل کو دو ماہ پندرہ یوم ہوئے تھے کہ ان کے کھانے پینے کا سامان ختم ہو گیا، سامان کا ختم ہونا تھا کہ بنی اسرائیل نے فریاد شروع کر دی اے موسیٰ! کاش ہم وہیں مر جاتے کہ ہمیں اس بھوک کی تکلیف نہ اٹھانی پڑتی، اب ہم اس جنگل میں کیا کریں اور کس طرح اپنا پیٹ بھریں۔ حضرت موسیٰؑ نے ان کو تسلی دی اور بارگاہ خداوندی میں عرض کی مالک تو ان کی باتیں سن رہا ہے اور ان کی پریشانیاں دیکھ رہا ہے۔ خطاب ہوا کہ اے موسیٰؑ میں ان کے کھانے کا انتظام کئے دیتا ہوں۔ چنانچہ اس نے ان کے لئے "من وسلویٰ" نازل کرنا شروع کر دیا جو چالیس سال تک برد لیتے صبح وشام نازل ہوتا رہا اور انھیں بلا محنت ومشقت تیار کھانا ملتا رہا۔
من وسلویٰ بھُنے ہوئے بٹیر اور ترنجبین کو کہتے ہیں ایک روایت میں ہے کہ شام کو بھُنے بٹیر آتے تھے اور صبح کو ایسی ترنجبین دستیاب ہوتی تھی جس کا مزہ ایسے قلیچہ کے مانند ہوتا تھا، جس میں شہد ملی ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ ترنجبین ہر شب کو شبنم کے مانند آسمان سے آتی تھی اور دھوپ لگتے ہی مناسب مقدار کی ترنجبین بن جاتی تھی۔ ایک روایت میں ہے۔ کہ بٹیر بھُنے ہوئے اور روغنی روٹی جسے ہماری زبان میں پراٹھے کہتے ہیں۔ یہ صبح وشام آیا کرتا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ بہت بڑی بھُنی مچھلی پر رکھے ہوئے بھُنے ہوئے بٹیر آتے تھے اور سب لوگ اسے کھا لیتے تھے اور جو بچ جاتا تھا وہ پھر مجسم ہو کر پرواز کر جاتا تھا اکثر تواریخ، روایات، احادیث میں یہ ہے کہ یہ آسمانی کھانا صبح علی الصباح آتا تھا اور اس کے آنے کا وقت طلوع صبح صادق سے طلوع آفتاب تک ہوتا تھا۔ اس عرصہ میں جو جاگتا رہتا تھا۔

اُسے کھانا مل جاتا تھا اور جو سوتا ہوتا تھا وہ محروم رہ جاتا تھا کیونکہ وہ سُورج نکلنے سے پہلے واپس چلا جاتا تھا اسی لئے حضرات معصومین علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ صبح صادق کے بعد سے طلوع آفتاب تک سونا نہیں چاہیئے کیونکہ یہی وقت روزی کے تقسیم ہونے کا ہوتا ہے جو اس معین وقت میں جاگتا رہتا ہے اُس کی روزی آتی ہے اور جو سوتا رہتا ہے اس کی روزی نہیں آتی اور وہ دوسروں کے رزق سے کھاتا ہے اور نتیجہ میں سب کے لئے تنگی ہو جاتی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ طلوع صبح صادق کے بعد سے طلوع آفتاب تک سونا سخت نحوست کی نشانی ہے ایک روایت میں ہے کہ رزق کا تعلق آسمان سے ہے اور وہ روزانہ عطا کیا جاتا ہے۔ ایک کتاب میں ہے کہ عطائے رزق کو روزی کہتے ہیں اور اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ روزانہ دی جاتی ہے۔

"تہذیب الاحکام" میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ صبح علی الصباح کا سونا نہایت ہی منحوس ہے، اس سے روزی چلی جاتی ہے اور چہرہ زرد ہو جاتا ہے۔ "چہرہ کی آب و تاب جاتی رہتی ہے اور بدصورتی بڑھ جاتی ہے۔ وھونوم کل مشوم" اس وقت کا سونا شوم اور منحوس آدمیوں کا سونا ہوتا ہے۔ خُدا وندِ عالم طلوعِ صبح سے طلوع آفتاب تک روزی تقسیم کرتا ہے۔" وایاکم وتلك المنومة" تمہیں خبردار کیا جاتا ہے کہ یہ سونا نہایت مضر ہے اس سے بچتے رہنا۔

سنگِ موسیٰؑ سے چشموں کا جریان

وادیٔ سین میں قیام کے دوران حضرت موسیٰؑ کوہِ طور پر جا کر کلام کرتے رہے۔ پھر وہاں سے چند ماہ کے بعد روانہ ہوئے اور چلتے چلتے مقام "رفیدیم" میں پہنچے۔ مقامِ سین میں حضرت موسیٰؑ نے ایک دفعہ غسل فرما کر اپنے کپڑے ایک چوکور پتھر پر رکھ دیئے تھے، جب آپ غسل فرما کر برآمد ہوئے اور اس پتھر پر سے کپڑے اُٹھا کر پہن لئے تو خداوندِ عالم نے خطاب فرمایا کہ اے موسیٰؑ اس پتھر کو ہمراہ لیتے جاؤ یہ تمہارے کام آئے گا۔ یہ پتھر بروایت ناسخ التواریخ "چوکور" تھا اور میرے خیال کے مطابق وہ سیاہ بھی تھا، آج بھی جو "سنگ موسیٰؑ" موجود ہے وہ سنگِ مرمر کی طرح چکنا اور صاف ہوتا ہے۔ سنگِ مرمر سفید ہوتا ہے اور "سنگ موسیٰؑ" سیاہ ہوتا ہے۔

غرضیکہ بنی اسرائیل جب وادیٔ سین سے روانہ ہو کر "وادیٔ رفیدیم" پہنچے تو بنی اسرائیل نے قلّت آب کا چرچا کر دیا اور شور مچا دیا کہ ہمارے پاس پانی نہیں ہے۔ ہم اس جنگل میں پیاس سے مرے جاتے ہیں۔ اے موسیٰؑ ہمارے لئے پانی کا جلدی انتظام کرو، یہ سُن کر حضرت موسیٰؑ نے دستِ دُعا بلند کیا، میرے پالنے والے اس جنگل میں ان کے لئے پانی کہاں سے فراہم کروں ارشاد ہوا" اے موسیٰؑ تم جو پتھر اُٹھا کر اپنے ہمراہ لائے ہو اس پر اپنا عصا مارو، اس سے بارہ

چشمے جاری ہوجائیں گے، یہ سُن کر حضرت موسیٰؑ نے چند اشراف بنی اسرائیل کو طلب فرمایا اور اُن کو لے کر اس پتھر کے قریب گئے اور اپنا عصا اس پر مارا، اس کے چاروں گوشوں سے بارہ چشمے جاری ہو گئے اور سب آزادی سے پانی استعمال کرنے لگے۔ پھر ان لوگوں نے شور مچایا کہ ہمارے کپڑے پھٹ گئے ہیں۔ اب یہاں نہ بازار ہیں کہ خرید لیں، نہ کوئی ایسا سامان ہے کہ دوسرا سی کر تیار کریں۔ اے موسیٰؑ ہم اب کیا کریں، حضرت موسیٰؑ نے بارگاہ خداوندی میں ذکر کیا ارشاد ہوا کہ ان سے کہہ دو کہ تم اپنے کپڑے اسی پانی میں بھگو دو اس کی کہنگی دُور ہو جائے گی۔ جب کپڑے درُست ہو گئے تو پھر فریاد کی کہ کپڑے میلے ہیں ہم انھیں کس طرح صاف کریں ارشاد ہوا کہ میلے کپڑوں کو آگ میں ڈال دیں۔ دُودھ کی طرح بالکل صاف ہو کر سفید ہو جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوتا رہا۔ ایک روایت میں ہے کہ بنی اسرائیل کے بچے جو پیدا ہوتے تھے وہ لباس میں ملبوس ہوتے تھے اور وہی لباس ان کے لئے بہت دنوں تک کام آتا رہتا تھا۔ روضۃ الصفا میں ہے کہ جسم کے ساتھ لباس بھی بڑھتا جاتا تھا۔

ان کے لئے چونکہ جنگلوں میں رہنے کی کوئی جگہ معین نہ تھی اس لئے انھوں نے حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ ہم کو دھُوپ کی سخت تکلیف ہے ہمارے لئے اس کا کوئی معقول انتظام کیا جائے۔ حضرت موسیٰؑ نے دُعا کی اور خداوندِ عالم نے اُن کے لئے ابر کو سایہ فگن کر دیا۔ یہ جہاں جاتے تھے ان کے سر پر ابر کا سایہ رہتا تھا۔ یہاں تک کہ یہ کرم ان پر چالیس سال تک جاری رہا۔ یعنی یہ جب تک وادی کے چکر میں پڑے رہے۔ خدا کا یہ کرم ان کے لئے بدستور رہا۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام زیر آیۂ "ظللنا علیکم الغمام وانزلنا علیکم المن والسلوٰی"۔ ارشاد فرماتے ہیں کہ خدا فرماتا ہے کہ اے بنی اسرائیل تم اُس وقت کو یاد کرو جبکہ ہم نے تم پر ابر کا سایہ کیا۔ تم صحرائے "تیہہ" میں تھے اور وہ ابر سُورج کی گرمی اور چاند کی خنکی سے تم کو محفوظ رکھتا تھا اور تم پر من وسلویٰ کو نازل کیا، من یعنی ترنجبین جو کہ درختوں پر پڑتی تھی اور وہ اس کو اتار لیا کرتے تھے اور سلویٰ ایک پرندہ تھا جس کو عربی میں سمانی اور ہندی میں بٹیر کہتے ہیں۔ اس کا گوشت سب پرندوں سے زیادہ مزے دار ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس پرندے کو ان کے لئے بھیجتا تھا اور وہ بہت آسانی سے اس کو لے کر کھا لیتے تھے۔ پھر خدا ان سے فرماتا ہے کہ "ہماری پاکیزہ چیزوں کو جو ہم نے تم کو عطا کی ہیں کھاؤ۔ اور میری نعمت کا شکریہ ادا کرو۔ اور جن کو میں نے بزرگ کیا ہے اُن کو بزرگ جانو اور جن کو میں نے وقار دیا ہے تم بھی ان کی توقیر کرو۔ یعنی جن کی ولایت کا عہد تم سے لیا گیا ہے اور وہ محمدؐ اور اُن کی آل

اظہار ہیں۔ پھر خدا فرماتا ہے" وماظلمونا" اور انھوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا جبکہ انھوں نے اس کلمہ کو جو ہم نے ان سے کہا تھا بدل دیا اور کچھ اور ہی کہا اور جو عہد اُن سے لیا گیا تھا اُس کو پورا نہ کیا کیونکہ کافروں کا کفر کرنا ہماری بادشاہی کو کچھ ضرر نہیں پہنچاتا، جیساکہ مومنوں کا ایمان لانا ہماری سلطنت میں کچھ زیادتی نہیں کرتا۔" بلکہ وہ اپنے نفسوں پر ظلم کرتے تھے" یعنی کافر ہونے اور ہمارے قول کو تبدیل کرنے کے سبب اپنی جانوں کو نقصان پہنچاتے تھے۔

اور جناب رسُولِ خُدا نے فرمایا ہے کہ اے بندگانِ خدا تم پر واجب ہے کہ ہم اہلبیتؑ کی ولایت کا اعتقاد کرو اور ہمارے درمیان فرق مت کرو اور خیال کرو کہ حق تعالےٰ نے کس قدر کشائش اور وُسعت تم کو عطا فرمائی ہے کہ اپنی محبت کو تُم پر واضح اور روشن کر دیا تاکہ حق کا پہچاننا تُم پر سہل ہو جائے۔ پھر تمہارے لئے تقیہ میں بڑی گنجائش رکھ دی ہے تاکہ تم خلقت کی بُرائیوں اور شرارتوں سے بچے رہو۔ پھر بھی اگر تم تغیر و تبدل کر دو تو توبہ کو تمہارے سامنے پیش کرتا ہے اور اس کو قبول فرماتا ہے۔ تم کو مناسب ہے کہ خدا کی نعمتوں کا شکر ادا کرو۔

الیعقوبی ص۲۷ میں ہے کہ یہ سب واقعات عہد" تیہ" کے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ نے چونکہ پتھر پر عصا مارتے وقت" بسم اللہ" نہیں کہا تھا لہٰذا وہ بھی تیہ کی حیرانی اور پریشانی میں مبتلا کر دیئے گئے اور ان کے لئے بھی تیہ سے نکلنا ناممکن ہو گیا تھا۔ روضۃ الصفا ص۱۰۳ میں ہے کہ حضرت موسیٰؑ اور ہارونؑ وغیرہ تاثر تیہ یعنی تیہ کی سرگردانی سے محفوظ تھے۔ میرے نزدیک یہی دُرست ہے۔ کیونکہ تیہہ کی سرگردانی لطورِ سزا اور عذاب تھی اور کوئی نبی کبھی اُمت کی حرکتوں سے آئے ہُوئے عذاب اور سزا سے متاثر نہیں ہوا، کوہ طُور کا تاثر اس لئے سراہا جا سکتا ہے کہ اس میں حضرت مُوسیٰؑ نے بنی اسرائیل کی خاطر سوال رویت کو اپنی طرف منسُوب کیا تھا۔ حضرت موسیٰؑ سرگردانی تیہہ سے متاثر ہو کر ان میں مقیم نہیں رہے بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ بنی اسرائیل سے علیحدہ رہنا نہیں چاہتے تھے۔ ورنہ اگر وہ چاہتے تو وادی تیہہ سے نکل کر جا سکتے تھے۔

عصائے مُوسیٰؑ کے صفات

حضرت مُوسیٰؑ کو جو عصا حضرت شعیبؑ کی طرف سے ملا تھا وہ حضرت آدمؑ کا جنت سے لایا ہوا عصا تھا۔ بروایت سراج القلوب وہ دس گز کا لمبا تھا اور اس پر سبز عبارت میں تین سطریں مرقوم تھیں، پہلی سطر میں لَا اِلٰهَ اِلَّا الله دوسری سطر میں مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ الله تیسری سطر میں علی ولی اللہ الحسن والحسین سبطا رسُول اللہ۔

عصائے مُوسیٰؑ کے صفات میں لکھا ہے کہ اس میں ایک طرف دو شاخہ تھا اور وہ ہمیشہ سبز

رہتا تھا اور اندھیرے میں روشنی کا کام دیتا تھا۔ جب کنوئیں سے پانی نکالنا چاہتے تھے اسی عصا کے دوشاخے میں ڈول لٹکا کر پانی بھر لیتے تھے۔ جب زمین میں گاڑ دیتے تھے تو درخت بن جاتا تھا اور تازہ میوہ پیدا ہو جاتا تھا۔ جب دُشمن سے مقابلہ ہوتا تو دوشاخہ سانپ بن کر دُشمن پر حملہ کرتا تھا۔ اور جب راستے میں کوئی پہاڑی یا درخت آجاتا تو عصا مارتے تھے فوراً راستہ بن جاتا تھا۔ اور جب کسی نہر پر سے گزرنا پڑتا تو عصا مارتے تھے فوراً پانی خشک ہو جاتا تھا اور راستہ بن جاتا تھا۔ جب سفر میں تھک جاتے تھے تو اس پر سوار ہو جاتے تھے۔ وہ سواری کا کام دیتا تھا اور اس سے بہترین خوشبو آتی تھی اور شہد کی جب ضرورت ہوتی تو شہد نکل آتا تھا اور اس سے بکریاں چرانے کا کام بھی لیتے تھے اور ہاتھ میں لے کر راستہ بھی چلتے تھے اور جب معجزہ دکھانا ہوتا تو اژدہا بن جاتا تھا ایسی ڈراؤنی شکل کا کہ اس کے دانت ظاہر ہوتے تھے۔ اور مُنہ سے آگ نکلتی تھی اور بال کھڑے ہو جاتے تھے اور آنکھیں چمکنے لگتی تھیں اور اُس کا ایک لب نیچے اور ایک لب مکان کی چھت تک پہنچتا تھا اور مُنہ سے ایک سخت ہیبت ناک آواز نکلتی تھی اور اس کی سانس اتنی تیز ہوتی تھی کہ جس طرح گرم ہوا چلتی ہے اور جس پر وہ سانس ڈال دیتا تھا جلا دیتا تھا اور اُونٹ کے برابر پتھروں کو نگل جاتا تھا کہ پیٹ میں پتھر بولتے تھے اور درختوں کو جڑ سے اکھاڑ دیتا تھا۔ جب تنہائی میں راستہ چلتے تھے تو باتیں کیا کرتا تھا۔ ایسا بھی ہوتا تھا کہ وہ جانور کی طرف ہمراہ چلتا تھا اور اسے ہاتھ لگانے کی ضرورت نہ پڑتی تھی۔ اس کے اسفل میں تیز لوہے کی سام لگی ہوئی تھی۔ جب چاہتے تھے اس کی ایک شاخ سے دُودھ اور دُوسری شاخ سے شہد نکلتا تھا۔ اگر کھانے کی ضرورت محسوس کرتے تھے تو زمین پر مار دیتے تھے اور دن بھر کا کھانا نکل آتا تھا۔ جس قسم کے عطر کی ضرورت ہوتی تھی اس کی شاخ سے نکلتا تھا۔ جب کوئی چور آجاتا تھا عصا حضرت موسیٰؑ کو خبر دیتا تھا۔

اس کے نام کے بارے میں اختلاف ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ عصائے مُوسیٰؑ کا نام "ماشاءاللہ" تھا۔ ایک روایت میں "عنیاث" ایک روایت میں "علیق" مرقوم ہے میرے نزدیک پہلے نام کو ترجیح ہے۔

اصول کافی میں حضرت امام محمدؑ باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ عصائے مُوسیٰؑ اب ہمارے ہاتھ میں ہے اور اُسی طرح سبز ہے جس طرح شاخ سے توڑنے کے وقت سبز تھا اور یہ ہمارے ہی ہاتھوں میں رہے گا۔ یہاں تک کہ ہمارا قائمؑ ظہور کر کے ان صفات کو ظاہر کرے جو صفات حضرت موسیٰؑ ظاہر کرتے تھے، یعنی اس سے وُہی کام لیں گے جو حضرت موسیٰؑ لیا کرتے تھے۔

عصائے موسیٰؑ کے ذریعہ سے چشمہ جاری ہونے کی وجہ

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام زیر آیۂ "واذا استسقیٰ موسیٰ لقومہ" فرماتے ہیں اور اس وقت کو یاد کرو۔ جب کہ موسیٰؑ نے اپنی قوم کے لئے پانی طلب کیا اسوقت جبکہ انکو صحرائے تیہہ میں پیاس لگی اور فریاد و زاری کرتے ہوئے حضرت موسیٰؑ کے پاس آکر عرض کرنے لگے کہ ہم کو پیاس مارے ڈالتی ہے۔ تب موسیٰؑ نے دُعا کی "اللّٰھم بحق محمد سید الانبیاء وبحق علی سید الاوصیاء وبحق فاطمۃ سیدۃ النساء وبحق الحسن سید الاولیاء وبحق الحسین سید الشھداء وبحق عترتھم وخلفائھم سادۃ الاذکیاء لماسقیت عبادك ھؤلاء" اے خدا محمدؐ سید انبیاء اور علیؑ سید اوصیاء اور فاطمہؑ سیدۃ النساء اور حسنؑ سید الاولیاء اور حسینؑ سید الشہداء اور ان کی عترت طاہرہؑ اور خلفاء کا جو بہترین اذکیا ہیں واسطہ دے کر التماس کرتا ہوں کہ اپنے ان بندوں کو سیراب کر "فقلنا اضرب بعصاك الحجر" تب ہم نے وحی کی اے موسیٰؑ اپنے عصا کو پتھر پر مار، جب اس نے عصا کو پتھر پر مارا تو اس میں سے بارہ چشمے جاری ہوگئے اور اولادِ یعقوبؑ کے ہر گروہ نے اپنے پانی پینے کی جگہ کو معلوم کر لیا تاکہ دوسرے گروہ اور قبیلہ سے مزاحم نہ ہوں اور باہم ایک دوسرے سے پانی پر جھگڑا نہ کریں۔ (تفسیر امام حسن عسکری ص۲۲۳)۔

طورِ سینا پر حضرت موسیٰؑ کی مناجات اور ایک زاھد کا واقعہ

حضرت موسیٰؑ علیہ السلام رفیدیم کی وادی سے روانہ ہو کر وادیٔ سینا میں پہنچے، اس سے قبل اگرچہ وادیٔ سین سے آکر مناجات کر چکے تھے، لیکن اب ۲۰ لاکھ بنی اسرائیل سمیت وادیٔ سینا ہی میں پہنچ گئے اور اب ان کے لئے مناجات کے مواقع بہت زیادہ نصیب ہونے لگے، وہ جاتے تھے اور باتیں کرتے تھے۔ بعض کتابوں میں آپ کی گفتگو تفصیلاً مذکور ہے جس میں آپ کے وہ تمام سوال و جواب درج ہیں جو کوہِ طور پر ہوتے رہے ہیں۔

حضرت موسیٰؑ کو چونکہ گفتگو کا بہت نمایاں موقع مل گیا تھا اس لئے جب آپ کوہِ طور پر جانے لگتے تھے تو خاص خاص لوگوں سے دریافت بھی کر لیتے تھے کہ اگر کوئی حاجت خدا سے ہے تو مجھے بتا دو تاکہ میں اس سے براہِ راست تمہارے متعلق بات چیت کر لوں، یہ ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰؑ عام انسانوں سے تو اس قسم کی بات کرتے نہ تھے بلکہ عابدانِ بنی اسرائیل ہی سے اس قسم کی گفتگو فرماتے تھے۔ اس سلسلہ میں ایک واقعہ یہ ہے کہ "حضرت موسیٰؑ کو علم ہوا کہ ایک

جنگل میں ایک عابد رہتا ہے جو پہاڑ کے لیسے دامن میں مقیم ہے جس جگہ نہ اس پر کسی کی نظر پڑتی ہے اور نہ یہ کسی کو دیکھ سکتا ہے۔ اس کے پاس ایک چشمہ جاری ہے وہ اسی سے وضو کرتا ہے اور پانی پیتا ہے اور گھانس کھانے پر اکتفا کرتا ہے، دن بھر روزہ رکھتا ہے اور رات بھر قیام عبادت میں گزارتا ہے۔ حضرت موسیٰؑ اس سے ملنے کے لئے تشریف لے گئے، لیکن بات نہ ہوسکی۔ کیونکہ وہ عبادت میں مشغول تھا۔ دن میں گئے نہ مل سکا۔ رات میں گئے نہ مل سکا۔ آخر الامر ایک دفعہ آپ نے اسے سلام کر دیا۔ اس نے جواب سلام دے کر مخاطبہ کیا، حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ اے عابد" ارفق بنفسك فان المولى كريم"۔ اپنی جان پر ذرا رحم کرو اور اپنے کو ہلاک نہ کرو، پالنے والا بڑا کریم ہے۔ اس عابد نے جواب دیا، اے نبی خدا میں اس سے ڈرتا ہوں کہ کہیں غفلت نہ ہو جائے اور میں اس حالت میں گرفت میں آجاؤں اور میرا شمار اُن لوگوں میں ہو جائے جو خدمت رب سے غفلت کرتے ہیں۔ پھر حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ بھائی میں کوہ طور پر خداوند عالم سے بات چیت کرنے جا رہا ہوں۔ اگر تمھاری کوئی حاجت ہو تو بیان کرو، تاکہ میں خالق کی بارگاہ میں عرض کر دوں"۔ عابد نے کہا اے نبی خدا، میری ایک حاجت ہے اور وہ یہ کہ" ان يعطيني رضاه ولا يشغلني باحد سواه حتى يقضى نحبى والقاه" کہ خدا مجھے اپنی رضا دے دے اور اپنے سوا کسی اور کی طرف متوجہ نہ ہونے دے۔ یہاں تک کہ میں مر جاؤں اور اس کی خدمت میں پہنچ جاؤں۔ حضرت موسیٰؑ وہاں سے رخصت ہو کر واپس آئے۔ پھر مناجات کے لئے کوہ طور پر تشریف لے گئے اور وہاں پہنچ کر خدا سے کلام کرنے میں مشغول ہو گئے اور کچھ اس طرح مستغرق ہو گئے کہ عابد کی درخواست اور عرضداشت پیش نہ کر سکے، خدا نے خود فرمایا کہ اے موسیٰؑ تم سے میرے بندۂ عابد نے کیا کہا ہے، موسیٰؑ نے عرض کی میرے پالنے والے تو جانتا ہے جو اس نے کہا ہے اور جو درخواست کی ہے۔ ارشاد ہوا کہ اے موسیٰؑ تم اس سے کہہ دینا کہ خدا نے کہا ہے کہ تو چاہے ساری رات اور سارے دن عبادت کرے تجھے کوئی فائدہ نہ پہنچے گا۔ کیونکہ تو اہل جہنم میں سے ہے۔ یعنی تیرے گناہان سابقہ اتنے ہیں کہ اب تو جنت میں نہیں جا سکتا۔ حضرت موسیٰؑ جب مقام مناجات سے واپس آئے اور اس عابد سے ملے تو اس کو اس کی درخواست کا نتیجہ بتایا اور کہا کہ خدا نے فرمایا ہے کہ تیرے گناہان سابقہ اتنے ہیں کہ اب تیرے بخشے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، یہ سن کر عابد نے کہا" اے نبی خدا میں اس کے حکم اور اس کی مرضی کا خیر مقدم کرتا ہوں اور ہر اس بات پر جان دیتا ہوں جو اس کی مرضی میں ہو"۔ ثم بكى"۔ پھر رو کر کہنے لگا کہ اے نبی خدا، مجھے خدا ہی کی عزت و جلالت کی قسم کہ میں اب اس کی چوکھٹ سے

ہٹوں گا نہیں وہ چاہے جس قدر دھتکارے اور نکالے اور اس کی بارگاہ سے سرکوں گا نہیں" ولوا حرقنی ومزقنی"۔ وہ چاہے مجھے جلا کر خاکستر یا مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے۔ پھر اس نے ایک شعر پڑھا جس کا مطلب بھی یہی تھا کہ مجھے اگر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے تو میری محبت اور شوق ملاقات میں اضافہ ہی ہوتا جائے گا۔

عابد سے گفتگو کے بعد حضرت موسیٰؑ جب پھر کوہِ طور پر گئے اور مناجات و گفتگو سے فارغ ہوئے تو عرض کرنے لگے کہ میرے پالنے والے تیرے بندۂ عابد نے جو کچھ تیرے حکم کے جواب میں کہا ہے وہ تجھے معلوم ہے۔ فقال اللہ عزوجل یا موسیٰ اذھب الیہ وبشرہ انہ من اھل الجنۃ" خداوندِ عالم نے فرمایا کہ اے موسیٰؑ اب جا کر اُسے جنت کی بشارت دے دو، اور اس سے کہو کہ چونکہ تو نے میری مرضی کو تسلیم کر لیا اور سخت سے سخت حکم کا خیر مقدم کیا۔ اس لئے میں نے تجھے بخش دیا اور اب تجھے بتاتا ہوں کہ دریں حالات اگر تیرے گناہ زمین اور آسمان سے بھی زیادہ ہوتے تو میں انھیں بھی بخش دیتا۔

حضرت موسیٰؑ جب مناجات سے فراغت کر کے واپس آئے تو اس عابد سے ملنے گئے اور اس سے فرمایا کہ میں نے تیرا پیغام بارگاہِ خداوندی میں پہنچا دیا۔ اب خدا نے حکم دیا ہے کہ میں تجھے جنت کی بشارت دے دوں" فخر العابد مساجدا" یہ سن عابد بنی اسرائیل فوراً سجدۂ خالق میں گر پڑا اور حمد و ثنا کرنے لگا، فما زال فی سجودہ حتی قضی نحبہ۔ پھر وہ سجدہ سے سر نہ اُٹھا سکا۔ یہاں تک کہ موت آگئی اور وہ بارگاہِ خالق میں جا پہنچا۔ (روض الریاحین فی حکایات الصالحین علامہ یافعی برحاشیۂ عرائس ثعلبی ص۱۰ طبع مصر)۔

اسی طرح بنی اسرائیل کے ایک عظیم زاہد کے متعلق بے شمار کتابوں میں یہ واقعہ مرقوم ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک زاہد تھا جو جنگل میں مستقل مقیم تھا، گھاس پات پر گزر اوقات کرتا تھا۔ اور شب و روز عبادت میں مشغول رہتا تھا۔ اسے چونکہ بچپنے سے عبادت کی چاٹ پڑ گئی تھی، اس لئے وہ دنیا کے جملہ معاملات و حالات و کوائف سے بے خبر تھا، نہ وہ عورت کی لذت سے واقف تھا اور نہ دولت کو جانتا تھا نہ روپیہ، پیسہ اور ٹکا سے واقف تھا۔

جب اس کی عبادت کمال کو پہنچ گئی تو شیطان کو فکر ہوئی کہ اسے کسی صورت سے بہکانا چاہیئے۔ چنانچہ اس نے اس مقصد کے لئے اپنے تمام چیلوں کو جمع کیا اور ان سے کہا کہ فلاں مقام پر جو فلاں عابد رہتا ہے اسے بہکانے اور گمراہ کرنے پر غور کرو اور اپنے اپنے خدمات اس سلسلہ میں مجھے پیش کرو اور یہ بتاؤ کہ اسے کس طرح بہکایا جا سکتا ہے تاکہ میں اس پر غور کر دوں۔ ایک چیلہ نے کہا کہ اُستاد میں اسے منٹوں میں بہکا سکتا ہوں۔ شیطان نے پوچھا۔

کہ کس ذریعہ سے، اس نے کہا عورت کے ذریعہ سے شیطان نے کہا یہ نہیں ہوسکتا غلط ہے وہ عورت کو جانتا ہی نہیں عورت کی لذت سے واقف نہیں۔ بھلا تو اسے عورت کے ذریعہ سے کہاں بہکا سکے گا۔ دُوسرے چیلے نے کہا اُستاد میں اسے روپیہ پیسہ کے ذریعہ سے بہکا دوں گا اس نے کہا یہ بھی غلط ہے، اسے خبر ہی نہیں کہ روپیہ پیسہ کیا ہوتا ہے۔ غرضیکہ اسی طرح اس کے سب چیلوں نے اپنی اپنی رائے ظاہر کی۔ لیکن شیطان نے کسی کی ایک بات نہ مانی اور نہ اس کی تصدیق کی، بالآخر ایک چیلہ کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ "اُستاد" میں اسے عبادت کے ذریعہ سے بہکا سکتا ہوں۔ شیطان نے کہا ہاں تو کامیاب ہوسکتا ہے۔

العرض کام سُپرد ہوا، اور شیطان کا پٹھا، ایماندار عابد کو بہکانے کے لئے اس مقام پر پہنچ گیا جہاں وہ محوِ عبادت تھا۔ وہاں پہنچ کر اس نے مصلیٰ ڈال دیا اور عبادت میں مشغول ہوگیا۔ عابد کسی وقت کھانے کے لئے، سونے کے لئے اور دیگر ضروریات زندگی کے لئے سلسلۂ عبادت منقطع کر دیتا تھا، لیکن شیطان کا چیلہ کسی وقت بھی سلسلۂ عبادت منقطع نہ کرتا تھا۔ کیونکہ نہ اسے کھانے کی ضرورت تھی نہ پینے کی ضرورت تھی نہ پیشاب کی ضرورت تھی نہ پاخانے کی، وہ مشین کی طرح ۲۴ گھنٹے مسلسل عبادت میں مشغول رہتا تھا۔ زاہد چند دنوں تک تو اسے دیکھتا رہا، لیکن کچھ نہیں بولا، ایک دن اس کو خیال ہوا کہ جس شان کی یہ عبادت کرتا ہے میں اس سے محروم ہوں، اگر کوئی ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ مجھ میں وہی طاقت آجائے جو اسے حاصل ہے تو میں اور بہترین عبادت کرسکوں گا۔ یہی کچھ سوچ کر یہ عابد اپنے مقام سے اُٹھا اور اس کے قریب گیا، اس سے بات کرنا چاہی، مگر اس نے اسے رُخ نہ دیا۔ بہت انتظار کے بعد متوجہ ہوکر بولا، کیا بات ہے کیوں آئے ہوا ور تم کون ہو؟ انھوں نے اس کی بات کا جواب دینا چاہا، مگر وہ پھر مشغولِ عبادت ہو جانے کی وجہ سے کچھ نہ سُن سکا، پھر یہ کافی دیر انتظار کرتا رہا، مگر وہ شیطانی عابد اس کی طرف متوجہ نہ ہوا۔ کافی انتظار کے بعد اس نے کہا، جو کچھ کہنا چاہتے ہو جلدی کہہ دو۔ میرا وقت ضائع نہ کرو، اس عابد بنی اسرائیل نے کہا کہ میں یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کو عبادت کی یہ طاقت کہاں سے اور کیونکر حاصل ہوئی اور کیا یہ ہوسکتا ہے کہ یہی طاقت مجھے بھی مل جائے تاکہ میں بھی آپ ہی کی طرح عبادت کرسکوں۔

شیطانی عابد نے کہا کہ یہ ہماری خاص چیز ہے۔ ہم اسے کسی کو کیونکر بتا سکتے ہیں۔ یہ کہہ کر پھر مشغولِ عبادت ہوگیا۔ یہ بے چارہ پھر انتظار کرنے لگا۔ جب پھر متوجہ ہوا تو اس نے اصرار کیا کہ آپ ضرور یہ مہربانی میرے حال پر کردیں اور یہ بتا دیں کہ عبادت کی یہ طاقت کیونکر حاصل

ہو سکتی ہے۔ اس نے کہا کہ میں بتائے دیتا ہوں، لیکن تم کسی سے نہ کہنا۔ عابد بنی اسرائیل نے اس سے راز میں رکھنے کا وعدہ کیا۔ اس شیطان کے چیلے نے کہا کہ سُنو۔ فلاں بازار میں ایک بالا خانہ ہے جس پر ایک خدا کی مخلوق رہتی ہے آپ اس کے پاس چلے جائیں اور اُسے ایک ٹکا دیں، اور رات بھر اس کے پاس رہیں اور وہ جو کہے وہ کریں آپ میں یہی طاقت آجائے گی اور آپ عبادت میں وہی کمال حاصل کر لیں گے جو میں نے کیا ہے۔

وہ عابد بنی اسرائیل، شیطان کے چیلے کے بھرے میں آگیا اور کمال عبادت حاصل کرنے کی طمع میں، اپنے عبادت خانے سے اُٹھا، بازار کو گیا۔ لوگوں سے پتہ پُوچھا اور بالاخانے پر جا پہنچا۔ عابد جس سے اس بالا خانے کا نام لیتا وہ حیران ہو جاتا اور اسے سمجھاتا۔ مگر یہ کسی کی نہ مانتا، یہاں تک کہ بالاخانے پر پہنچ گیا۔

اس بالاخانے پر ایک مشہور فاحشہ رہتی تھی، اس نے جب اس مشہور ترین عابد کو دیکھا تو کھڑی ہو گئی اور اس کا بدن کانپنے لگا۔ پُوچھا کہ حضور کیسے تشریف لائے ہیں۔ اس نے کہا عبادت کی طاقت حاصل کرنے آیا ہوں اور سارا قصہ اس سے بیان کیا اس نے کہا کہ حضور یہ تو "گناہ کی بات ہے" آپ کہاں آ گئے ہیں۔ اس نے اصرار کیا اور اس نے سمجھانے میں اصرار کیا۔ مگر وہ ایک نہ مانا تو اس عورت نے کہا کہ میری ایک بات مان لیجئے اور وہ یہ ہے کہ "میں کہتی ہوں کہ جس نے آپ کو یہاں بھیجا ہے وہ شیطان ہے اور اس کی پہچان یہ ہے کہ اب وہ آپ کو بہکا کر اپنا کام کر چکا ہے، اور وہ یقیناً اب اس جگہ سے چلا گیا ہو گا، آپ واپس جائیے اگر وہ اپنی جگہ پر مل جائے تو آپ مجھے جھوٹا سمجھیں اور اگر نہ ملے تو یقین کر لیں کہ وہ شیطان تھا۔

یہ بات اس کی سمجھ میں آگئی اور وہ بالاخانے سے اُتر کر اپنی منزل کی طرف چلا اور وہاں اُسے نہ پایا، توبہ استغفار کیا اور پھر عبادت میں لگ گیا۔ عابد کا بالاخانے سے اُترنا تھا کہ ملک الموت آ پہنچے اور اس فاحشہ عورت کی رُوح قبض کر لی۔

اُدھر حضرت مُوسیٰؑ کو حکم پہنچا کہ میری ایک کنیز فلاں مقام پر مر گئی ہے۔ اس کی تجہیز و تکفین کا انتظام کر دو۔ عرض کی پالنے والے وہ تو ایک فاحشہ عورت تھی۔ ارشاد ہوا کہ وُہی میری کنیز ہے۔ اے مُوسیٰؑ اس نے میرے ایک عابد کو جہنم سے بچایا ہے، میں نے اُس کو جہنم سے بچا لیا ہے۔ میں نے اس کے سارے گناہ بخش دیئے ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت مُوسیٰؑ مناجات کے لئے جاتے ہوئے ایک دریا کے کنارے سے گزرے تو اس پر ایک شخص نہایت بُری حالت میں پڑا ہوا تھا، وہ اندھا بھی تھا لُولا اور لنگڑا بھی تھا، مفلوج بھی تھا۔ غرضیکہ مختلف عوارض و امراض میں مبتلا تھا۔ اس نے جب

حضرت موسیٰ کو دیکھا تو کہنے لگا۔ اے نبی خدا، آپ خدا سے کلام کے لئے جا رہے ہیں۔ خدا کیلئے میری ایک درخواست بارگاہِ خداوندی میں پہنچا دیجئے اور سفارش کر دیجئے کہ وہ مجھے تندرست کر دے اور میرے حالات ساز گار بنا دے، میری فلاکت دُور کر کے مجھے آسودہ فرما دے۔
حضرت موسیٰؑ نے اس کی حالت دیکھ کر اس سے وعدہ کر لیا۔ جب بارگاہ خداوندی میں پہنچے اور بات چیت سے فارغ ہوئے تو عرض کرنے لگے میرے پالنے والے تو فلاں شخص کے حالات سے واقف ہے اور اس سے بھی باخبر ہے کہ اس نے مجھ سے کس امر کی سفارش کی خواہش کی ہے خدایا اس پر کرم کی نگاہ فرما دے۔ ارشاد ہُوا کہ اے مُوسیٰؑ اس کی سفارش نہ کرو۔ حضرت مُوسیٰؑ نے عرض کی، خدایا مَیں نے وعدہ کر لیا ہے۔ اب میری خاطر اس غریب پر نگاہِ کرم فرما دے۔ ارشاد ہُوا اچھا مُوسیٰ جاؤ، مَیں نے اس کے تمام حالات بدل دیئے۔
تھوڑے عرصہ کے بعد حضرت موسیٰؑ کا اسی طرف سے پھر گزر ہُوا۔ انھوں نے دیکھا کہ دریا کے کنارے ایک عظیم الشان محل بنا ہُوا ہے اور اس کے گرد لوگوں کا پہرہ ہے۔ رقص و سرود اس میں ہو رہے ہیں، گانے بجانے کی آوازیں برابر آرہی ہیں۔ حضرت موسیٰؑ نے دریافت کیا کہ یہ محل کس کا ہے اور کب بن گیا، اس جگہ تو کوئی محل نہ تھا۔ لوگوں نے کہا کہ اس مقام پر ایک مفلوج پڑا رہتا تھا، اس کے دفعتہً حالات بدل گئے اور وہ تندرست ہو کر اس قسم کے عیش و عشرت میں مصروف و مشغول ہو گیا ہے۔ اب دنیا کی کوئی بُرائی ایسی نہیں ہے جو اس کے محل میں ہو نہ رہی ہو۔
حالات معلوم کرنے کے بعد حضرت مُوسیٰؑ بمشکل دربانوں سے اجازت حاصل کر کے اندر داخل ہوئے تو دیکھا کہ وہی مفلوج شخص جس کی انھوں نے سفارش کی تھی ایک عظیم الشان تخت پر بیٹھا ہے اور اس کے گرد مہ رخانِ پری پیکروں کا مجمع ہے، رقص و سرود جاری ہے اور شراب و کباب کا سلسلہ چل رہا ہے۔ حضرت موسیٰؑ کا جب سامنا ہوا تو اُس نے ان کی طرف رُخ بھی نہ کیا اور کسی سے کہا کہ یہ شخص جو آیا ہے اس سے پُوچھو یہ کیوں۔ اور کس کام سے یہاں آیا ہے؟ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا میرا کوئی کام نہیں، میں جا رہا ہوں۔
اس کے بعد آپ کوہِ طُور پر تشریف لے گئے۔ خلاق عالم نے فرمایا کہو موسیٰؑ تم نے سفارش کا حال دیکھ لیا۔ عرض کی مالک ضرور دیکھ لیا۔ ارشاد ہوا کہ اے مُوسیٰؑ، میں جس کو جس حال میں رکھتا ہوں۔ وہ اسی حال کا مستحق ہوتا ہے۔ میں جو کسی کو امیر کسی کو غریب، کسی کو متوسط الحال رکھتا ہوں وہ میری نظر میں اسی کا مستحق ہوتا ہے۔

عامیل بن راحیل کا قتل اور ذبح بقرہ کا واقعہ

حضرت موسیٰؑ اور بنی اسرائیل بروایت ناسخ التواریخ ابھی مقام سینا ہی میں تھے کہ عامیل بن راحیل کا قتل واقع ہوگیا جو کہ بنی اسرائیل میں بڑے پائے کا عالم تھا اس کے قتل کے متعلق تفسیر علی بن ابراہیم قمی میں ہے کہ اس نے ایک پاک دامن عورت کو اپنی شادی کا پیغام دیا اور اس عورت نے اسے قبول کر لیا۔ اس عورت کا ایک چچازاد بھائی تھا وہ بھی اس عورت سے شادی کرنا چاہتا تھا مگر اس عورت نے اسے قبول نہ کیا۔ بنابریں اس شخص نے اس مردِ نیک وعالم کو قتل کر دیا جس کا نام "عامیل بن راحیل" تھا۔ اور اس کی لاش کو خود اٹھا کر حضرت موسیٰؑ کے پاس لے گیا اور گریہ وزاری کرنے لگا اور کہنے لگا کہ میرے چچازاد بھائی کو کسی نے قتل کر دیا ہے اور قاتل کا پتہ نہیں چلتا۔ یہ سن کر تمام قوم جمع ہوگئی اور حضرت موسیٰؑ سے کہنے لگی کہ قاتل کا پتہ ضرور لگایا جائے۔

بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس کے پاس ایک بہترین گائے تھی، اس کا فرمانبردار بیٹا اس کو چرایا کرتا تھا۔ ایک روز اس کا یہ فرمانبردار بیٹا کچھ مال خرید کر اس کی قیمت دینے کے لئے گھر آیا تاکہ رقم نکال کر دے دے۔ جب گھر پہنچا تو دیکھا کہ باپ سو رہا ہے اور صندوق کی کنجی اس کے سرہانے دبی ہوئی ہے، اس نے باپ کو جگانا مناسب نہ سمجھا کہ باپ کو تکلیف نہ ہو اور مال واپس کر دیا۔ جب باپ سو کر اٹھا تو اپنے بیٹے سے پوچھا کہ مال خرید لیا؟ اس نے واقعہ سنایا کہ آپ کی تکلیف کے خیال سے میں نے مال واپس کر دیا۔ یہ سن کر باپ نے وہ گائے اپنے بیٹے کو بخش دی اور اس کے حق میں دعا کی۔

الغرض حضرت موسیٰؑ کے پاس تمام بنی اسرائیل قاتل کا پتہ لگانے کے لئے جمع ہوگئے اور قوم میں سخت فتنہ رونما ہوگیا تو خدا نے فرمایا کہ اے موسیٰؑ ان سے کہو کہ ایک گائے ذبح کریں اور اس کا گوشت اس میت کے ساتھ مس کریں وہ مردہ زندہ ہو جائے گا جب موسیٰؑ نے انھیں یہ حکم سنایا تو کہنے لگے کہ ہمارے ساتھ تمسخر کرتے ہو۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ یہ تو جاہلوں کا کام ہے، میں تو تمھیں خدا کا حکم سناتا ہوں۔ وہ کہنے لگے کہ مردہ مردہ سے مل کر کیونکر زندہ ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ کیا مرد و عورت کے مردہ نطفوں کے ملنے سے زندہ بچہ نہیں پیدا ہو جاتا۔ وہ کہنے لگے کہ اچھا وہ گائے کس صفت کی ہو۔ موسیٰؑ نے بحکم خدا بتایا کہ وہ نہ ہو بچھیا۔ جوان عمر کی ہو۔ پھر کہنے لگے کہ کس رنگ کی ہو، موسیٰؑ نے بامرِ خدا بتایا کہ زرد رنگ کی ہو کر دیکھنے والوں کو بھلی معلوم ہو۔ پھر کہنے لگے کہ اس سے زیادہ صفت بیان کرو۔ کیونکہ ایسی صفتوں کی گائیں بہت ہیں تاکہ ہم صحیح طور پر معلوم کرسکیں۔ موسیٰؑ نے کہا کہ

وہ گائے ایسی ہو کہ وہ نہ ہل چلاتی ہو اور نہ پانی کھیتوں میں دیتی ہو۔ بے عیب ہو کوئی داغ دھبہ نہ ہو کہنے لگے کہ اب ہم خوب سمجھ گئے۔ انشاء اللہ فراہم کرلیں گے۔ چنانچہ مذکورہ صفات کی گائے وُہی تھی جو باپ نے اپنے فرمانبردار مذکورہ بیٹے کو بخشی تھی۔ اُس کے پاس آئے اور اس کی قیمت پُوچھی تو اس نے کہا کہ اس کی کھال بھر کر سونا اس کی قیمت ہے۔ یہ سُن کر وہ لوگ حضرت موسیٰؑ کے پاس گئے اور کہنے لگے کہ وہ تو قیمت بہت بتاتا ہے، حضرت مُوسیٰؑ نے فرمایا کہ تم نے کٹ حجتی کر کے یہ مشکلات خود مُول لی ہیں۔ ورنہ کوئی بھی گائے ذبح کر دیتے تو کام بن جاتا۔ اب تو اسی کو خریدنا ہے اور کوئی چارہ نہیں۔ تمھیں وہی گائے خریدنا پڑے گی۔ چنانچہ انھوں نے باہم مل کر اس گائے کو خریدا اور ذبح کیا اور کھال بھر کر سونا دے دیا اور یہ اللہ نے اس بیٹے کو اجر دیا جس نے اپنے باپ کی خدمت اور اطاعت کی تھی۔ جب گائے ذبح کر چکے تو حضرت موسیٰؑ نے حکم دیا کہ اس کی دُم لے کر مُردہ کے مارو۔ چنانچہ دُم لگانا تھا کہ مُردہ زندہ ہو گیا اور اس نے بتلا دیا کہ فلاں شخص میرا قاتل ہے جو میرا چچا زاد بھائی ہے یہ وُہی شخص تھا جو خون کا دعوے دار بن کر حضرت مُوسیٰؑ کے پاس آیا تھا۔

ایک روایت میں ہے کہ اس واقعہ کے بعد عامیل پھر مر گیا۔ لیکن ایک دُوسری مستند روایت میں ہے کہ خداوندِ عالم نے اسے زندگی بخشی اور وہ ایک مدت تک بقیدِ حیات رہا۔ تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام میں ہے کہ خداوندِ عالم کی عنایت سے وہ سونا جو اس کی کھال میں بھر اگیا تھا وہ پچاس لاکھ اشرفیوں کا تھا اور خدا نے یہ کرم اس لئے کیا کہ وہ شخص جو گائے بیچنے والا تھا وہ محمدؐ و آلِ محمدؐ پر برابر درُود بھیجا کرتا تھا۔ پھر اُس کے مال کی حفاظت بھی اسی طرح ہوئی کہ وہ برابر دُرُود پڑھا کرتا تھا۔

جنگِ عمالقہ کی مہم

مورخین کا بیان ہے کہ حضرت مُوسیٰؑ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لئے ہوئے محوِ سفر تھے اور وادیٔ سینا سے چل کر وادیٔ فاران میں پہنچے، وہاں پہنچ کر آپ نے قیام فرمایا۔ بروایت زبدۃ التواریخ آپ کا قیام وہاں کل ۹، یوم رہا۔ دورانِ قیام "فاران" میں پروردگارِ عالم کا حکم پہنچا کہ اے موسیٰؑ اپنا لشکر درُست کر کے "ارضِ مقدس[1]" کو دستِ جابرہ دعمالقہ سے واگذار کرانے کے لئے آگے بڑھو، اور پُوری جانفشانی کے ساتھ کوشش کر کے اسے حاصل کرلو، کیونکہ میں نے اس کا فیصلہ کرلیا ہے کہ اسے

[1] ارضِ مقدس کی تعیین میں اختلاف ہے کوئی بیت المقدس کو مُراد لیتا ہے۔ کوئی ایلیات کو۔ کوئی طورِ سینا کو کوئی فلسطین کو، کوئی نواحِ اُردن کو، کوئی پُورے شام کو، میرے نزدیک فلسطین کو ترجیح ہے جس میں بیت المقدس اور خلیل الرحمٰن۔ (مقام مقابر انبیاء) شامل ہیں۔

حاصل کرا کے بنی اسرائیل کو اسی میں رکھوں گا۔ حضرت موسیٰؑ نے اس مقصد کے لئے اسباط کی اولاد سے بارہ افراد کو منتخب کر کے ان کو حکم دیا کہ تم لوگ جا کر بنی عمالیق اور بنی عناق کے حالات معلوم کرو اور صحیح رپورٹ پیش کرو تاکہ ہم ان سے مقابلہ کا صحیح پروگرام بنا سکیں اور اپنے مقصد میں کامیاب ہو کر بارگاہِ خداوندی میں سُرخرو ہو سکیں۔ حضرت موسیٰؑ کے حکم سے وہ بارہ افراد جو منتخب کئے گئے تھے اور جن کو نقبائے بنی اسرائیل کہا جاتا ہے، جناب یوشعؑ بن نون اور جناب کالبؑ بن یوحنا کی قیادت میں جانبِ جنوب روانہ ہو کر ارضِ مقدس میں پہنچے اور بمقام "حبرون" وارد ہوئے۔ حبرون وہ مقام ہے جس جگہ حضرت ابراہیمؑ وغیرہ دفن ہیں۔ وہاں پہنچ کر انھوں نے بروایت ناسخ التواریخ اولادِ عناق کو دیکھا جن کے نام ایمانی۔ سینسائی۔ تلمائی تھے اور یہ بھی دیکھا کہ یہ لوگ عوج بن عناق کی خدمت میں مشغول ہیں۔ ان لوگوں نے اس مقام سے انگور وغیرہ حاصل کیے تاکہ حضرت موسیٰؑ کو اس کی سرسبزی اور شادابی سے آگاہ کر سکیں، اس کے بعد وہ لوگ ایک دریا عبور کر کے کنعان تک پہنچے اور وہاں دیکھا کہ اولاد عمالیق بن الیفاز بن عیص بن اسحاقؑ بن ابراہیم علیہ السلام برسرِ اقتدار ہے اور ان کی فوج کے لوگ بڑے لمبے چوڑے اور نہایت موٹے تازے ہیں۔ بروایت روضۃ الصفا جب نقبائے بنی اسرائیل دارالملک کے قریب پہنچے تو عوج بن عنق جو کہ ضخامت جثہ اور قوتِ بدن میں بہت ممتاز تھا اور جو بروایت لغات الحدیث وحید الزمان حیدر آبادی وہ اتنا طویل تھا کہ سمندر سے مچھلی پکڑ کر آفتاب میں بھونتا اور کھاتا تھا، اس نے ان بارہ نقیبوں کو جب دیکھا تو سمجھ گیا کہ بنی اسرائیل کے متعلق جو ہم سُن رہے تھے کہ وہ ہم سے لڑنے والے ہیں تو بے شک یہی لوگ ہوں گے جو ہم سے عزمِ جنگ کر کے آئے ہیں۔ یہی خیال کرتے ہوئے اس نے اُن لوگوں کو جن کے قد دس دس گز لمبے اور پانچ گز چوڑے تھے اپنے ہاتھ سے پکڑ کر اپنی جیب یا آستین یا دامن میں رکھ کر بادشاہ کے پاس لے گیا اور اس کے سامنے ان کو چھوڑ کر کہا کہ یہ ہم سے لڑنے آئے ہیں، ان کی بساط بس اتنی ہے کہ میں انھیں جیب میں رکھ کر لایا ہوں۔ ایک روایت میں ہے کہ اس کی ماں نے جب ان لوگوں کو اس حالت میں دیکھا کہ وہ جیب میں لائے گئے ہیں تو اس سے کہا کہ بیٹا کیوں ان بیچاروں کی جان لیتا ہے انھیں چھوڑ دے۔ طبری میں ہے کہ اس کی بیوی نے چھوڑنے کی سفارش کی تھی چنانچہ وہ وہاں سے چھوٹ کر بروایت ناسخ التواریخ "بعد از چہل روز مراجعت کردند" چالیس دن کے بعد حضرت موسیٰؑ کی خدمت میں پہنچے۔ ان لوگوں نے آپس میں مشورہ کر کے طے کیا تھا کہ عمالقہ کی جسامت جثہ اور ان کی بہادری کا ذکر عام بنی اسرائیل سے نہ کیا جائے۔

ورنہ سب ڈر جائیں گے اور اُن سے لڑنے کے لئے کوئی بھی تیار نہ ہوگا۔ لیکن جب وہاں پہنچے اور حضرت موسیٰؑ کو حالات سے باخبر کر چکے تو یوشعؑ بن نون اور کالبؑ بن یوحنا کے علاوہ کوئی مذکورہ فیصلہ پر قائم نہ رہا اور سب سے عمالقہ کی کیفیت بیان کر دی گئی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بنی اسرائیل کے ہاتھ پاؤں صرف خبر سُن کر پھُول گئے اور وہ بالکل ہی ہمت ہار گئے۔ جناب یوشعؑ بن نون اور جناب کالبؑ بن یوحنا انھیں ہر طرح سمجھاتے رہے اور وہاں کی سرسبزی وغیرہ کا حوالہ دیتے رہے۔ لیکن انھوں نے ایک نہ مانا، حضرت موسیٰؑ بھی ان کو سمجھانے میں مُبالغہ کرتے رہے۔ لیکن سب بے سُود ثابت ہوا۔ مطلب یہ ہے کہ موسیٰؑ۔ یوشعؑ۔ کالبؑ۔ اِن بنی اسرائیلیوں کو جنگ عمالقہ کے سلسلہ میں سبز باغ دکھاتے رہے۔ اور وہ لوگ ٹکا سا جواب دیتے رہے۔ آخر الامر کہہ دیا کہ "اگر ترامیل حکومت و تصرّف آں بلاد است"۔ اے موسیٰ اگر تم ان پر حکومت کرنا چاہتے ہو، اور ان کے شہروں کو اپنے تصرّف میں لانے کے خواہشمند ہو تو "اذهب انت و ربك فقاتلا، انا هٰهنا قاعدون"۔ تم اپنے خدا کو ساتھ لے جا کر اِن سے لڑو، ہم یہیں بیٹھے رہیں گے۔ یہ سُن کر حضرت موسیٰؑ سجدہ میں گئے اور فریاد کرنے لگے، خدایا ہم ان نافرمانوں سے عاجز آ گئے ہیں۔ اب ہم دونوں کو ان سے جُدا کر دے، خدا نے عذاب کا حوالہ دیا۔ موسیٰ نے درخواست کی مالک عذاب نہ بھیج۔ ارشاد ہوا جاؤ موسیٰؑ تمہارے کہنے سے عذاب نازل نہ کروں گا۔ لیکن انھیں اسی جنگل میں سرگرداں رکھوں گا۔ مقصد یہ ہے کہ بنی اسرائیل مصر واپس جانا چاہتے تھے اور عمالقہ سے جنگ کر کے شام جانا نہیں چاہتے تھے۔ اب ان کی سرگردانی کا یہ عالم ہوا کہ بارہ فرسخ یا بروایتے ۴ یا ۵ یا ۶ فرسخ میں چالیس سال چکر لگاتے رہے۔ صبح کو چلتے تھے تو شام کو اسی روانگی کی جگہ واپس پہنچ جاتے تھے اور صبح کو منزلِ اوّل پر آموجود ہوتے تھے۔

مختصر یہ کہ بنی اسرائیل جنگِ عمالقہ کے لئے نہ گئے اور حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ و یوشعؑ بن نون و کالبؑ جنگ کی طرف متوجہ ہوئے اور جنگ کی۔ حضرت موسیٰؑ نے عوج بن عنق کو قتل کر دیا۔ تواریخ میں ہے کہ حضرت موسیٰؑ کا قد دس گز لمبا تھا۔ آپ کا عصا بھی دس گز کا تھا۔ آپ اس عصا پر ٹیک دے کر دس گز بلند ہوئے اور عوج پر حملہ کیا تو آپ کا عصا اس کے ٹخنے پر لگا اور وہ زخمی ہو کر گر گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ کا قد چالیس گز لمبا تھا اور آپ کا عصا بھی چالیس گز کا تھا۔ طبری میں ہے کہ اس کی لاش زمین پر پڑی رہی اور چالیس سال کے بعد جب شام وغیرہ فتح ہو چکا اور تیہہ میں سرگردانی کی مُدت ختم ہوئی تو اس کی ہڈی کو دریائے نیل پر پُل بنانے کے لئے لایا گیا اور عرصۂ دراز تک اس کا پل بنا رہا۔

عوج بن عوق کے وجود کی بحث

اسے عوج بن عنق اور عوج بن عناق بھی کہتے ہیں۔ بعض مؤرخین نے اس کے وجود سے انکار کیا ہے۔ لیکن میں نے اسی کتاب کے گزشتہ صفحات میں عناق کے وجود کو تسلیم کرتے ہوئے لکھا ہے کہ عناق حضرت آدمؑ کی لڑکی تھی۔ جو اس عہد میں پیدا ہوئی تھی جب حضرت آدمؑ جنت سے زمین پر آئے تھے اور ان کا قد بہت طویل تھا۔ یہ لڑکی حضرت آدمؑ کے اوسی عہد کی یادگار تھی جس عہد میں وہ بہت طویل القامت تھے اسی طرح عناق کے خاوند کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ لیکن اس وقت تک قاموس اور منتہی الارب میری نظر سے نہیں گزری تھی۔ ان کتابوں کی عبارت سے استنباط کرنے پر یہ نتیجہ برآمد ہوا ہے کہ اس کے خاوند کا نام "عوق" تھا۔ کیونکہ ان دونوں معتبر کتابوں قاموس باب ق فصل ع صـ۲۷ ج ۳ طبع مصر ۱۹۳۳ء اور منتہی الارب ج ۳ صـ۲۰۱ باب ج فصل ع میں عوج کو ابن عنق لکھنے کی مخالفت کی ہے اور عوج بن عوق تحریر کیا ہے۔ کیونکہ اولاد کا انتساب باپ سے ہوتا ہے، اب رہ گیا یہ کہ عوق کہاں سے آیا۔ اس کے متعلق میرا تاریخی استنباط یہ ہے کہ وہ بنی الجان میں سے تھا اور اس کا امکان بھی ہے۔ کیونکہ قابیل کے لئے جنیہ اور شیثؑ ویافث کے لئے حوریہ کا آنا مسلمات سے ہے جیسا کہ مذکور ہوا تو عناق کے لئے "عوق" کا بنی الجان میں سے ہونا بعید از قیاس نہیں ہے۔ کیونکہ دیوپیکر عورت کا خاوند دیو ہی ہو سکتا ہے۔ حیات الحیوان ج ۱ صـ۲۴۳ میں ہے کہ جنوں کی ایک قسم انسانوں جیسی ہوتی ہے۔ قاموس ج ۳ صـ۲۷ اور منتہی الارب ج ۳ صـ۲۷۹ میں یہ بھی ہے، "عُوق لنوح والد عوج الطویل" عوق بر وزن نوح ہے اور یہ شخص عوج طویل کا والد تھا، المنجد صـ۵۹۱ میں ہے کہ عوق اس مرد کو کہتے ہیں جس میں کوئی خیر نہ ہو اور وہ لوگوں کو خیر سے روکتا ہو۔

عناق کے متعلق حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ "ان اول من بغی علی اللہ عناق بنت آدم فاول قتیل قتلہ اللہ عناق الخ" سب سے پہلے جس نے خدا سے بغاوت کی وہ عناق بنت آدمؑ تھی، وہ ایک جریب زمین پر بیٹھتی تھی، اس کے بیس۲۰ انگلیاں تھیں اور ہر انگلی میں دو ناخن تھے۔ خدا نے ایک شیر کو ہاتھی کے برابر اور ایک بھیڑیئے کو اونٹ کے برابر اور ایک گدھ کو خچر کے برابر پیدا کر کے انھیں سے اُسے مروا دیا۔ (سفینۃ البحار ج ۱ صـ۹۰ ج ۲ صـ۱۸۱ طبع نجف اشرف و مجمع البحرین صـ۴۸۷ و ناسخ التواریخ ج ۱ صـ۸۴ و عرائس ثعلبی صـ۱۳۶ طبع مصر اسی کتاب کے صـ۲۶ میں ہے کہ یہ آدمؑ و حوا کی پہلی اولاد تھی۔ یہی کچھ تاریخ خمیس ج ۱ صـ۶۸ میں بھی ہے۔

اب رہ گیا عوج کے وجود اور اس کے طول قامت اور جنگِ عمالقہ میں حضرت موسیٰؑ سے لڑنے اور انھیں کے ہاتھوں قتل ہونے کا مسئلہ تو ان امور کے متعلق مؤرخینِ اسلام نے جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔

۱۔ کتاب المغازی محمد بن اسحاق، میں ہے کہ عوج اتنا لمبا تھا کہ وہ سمندر کے کنارے بیٹھ کر قعرِ سمندر سے مچھلیاں نکال لیتا تھا۔ اور انھیں سورج سے بھون کر کھاتا تھا۔ تاریخ ابنِ خلدون کے ترجمہ کے دیباچہ کے صـ۱۹ میں ہے کہ محمد ابن اسحاق کی وفات ۱۵۰ھ میں ہوئی ہے۔ یہ تابعی تھا اور مدینہ کا رہنے والا تھا۔ اس نے کتاب السیرت والمبتدا والمغازی لکھی ہے۔ مقدمہ ابن خلدون کے صـ۳۴ میں اسے بڑے پائے کا مؤرخ لکھا گیا ہے ۔ اسوۃ الرسول ج ۱ صـ۳۵۱ میں ہے کہ ابنِ اسحاق کتاب التیجان کا بھی مصنف تھا۔

۲۔ تاریخ طبری فارسی ج ۲ صـ۱۶۶ میں ہے کہ عوج بہت طویل القامت تھا اس نے جنگِ عمالقہ میں حضرت موسیٰؑ کے بھیجے ہوئے نقیبوں کو جن کی تعداد بارہ تھی ہاتھ سے پکڑ کر اپنے موزے میں رکھ لیا تھا۔ پھر انھیں اپنی بیوی کی سفارش سے چھوڑ دیا تھا۔

۳۔ عرائس المجالس امام ثعلبی صـ۱۲۶ مصر میں ہے کہ عوج کا قد ۳۳۳۳۳۳ ۲۳ ہاتھ لمبا تھا۔ وہ ابر سے پانی نچوڑ کر پیتا تھا، قعرِ دریا سے مچھلی نکال کر آفتاب سے بھون کر کھاتا تھا۔ طوفان نوحؑ میں اس کے گھٹنے تک پانی تھا۔ جنگِ عمالقہ میں موسیٰؑ کی فوج پر اتنا بڑا پتھر پہاڑ سے اٹھا لیا تھا جو ساری فوج کو پیس دیتا۔ لیکن خدا نے ہدہد اور دیگر پرندوں کو بھیج دیا اور انھوں نے پتھر میں اس طرح چھید کر دیا کہ وہ پتھر اس کے گلے میں پڑ گیا اور حضرت موسیٰؑ نے اسے ڈنڈا مار کر ختم کر دیا۔ اس کی ہڈی کا رود نیل پر عرصہ دراز تک پُل بنا رہا۔

۴۔ تاریخ روضۃ الصفا ج ۱ صـ۲۱ میں ہے کہ طوفانِ نوحؑ میں پانی چالیس گز پہاڑوں سے بلند ہو گیا تھا، لیکن وہ پانی عوج کے گھٹنوں تک پہنچا تھا۔ حالانکہ اس وقت اس کی عمر کمسنی کی منزل میں تھی۔ صـ۱ میں ہے کہ جنگِ عمالقہ میں عوج نے حضرتِ موسیٰؑ کے ان بارہ نقیبوں کو جن کے قد دس گز سے کم نہ تھے، اپنی آستین میں پکڑ کر رکھ لیا تھا۔

۵۔ ناسخ التواریخ ج ۱ صـ۸۴ میں ہے کہ عوج حضرت آدمؑ کی دختر عناق سے پیدا ہوا تھا۔ اس کا قد ۳۳۳۳۲۳ ہاتھ کا تھا۔ وہ ۳۰۰۰ سال زندہ رہا یہاں تک کہ حضرتِ موسیٰؑ کے ہاتھوں قتل ہوا۔

۶۔ عجائب القصص صـ۱۸۱ میں ہے کہ عوج حضرتِ موسیٰؑ کی فوج کو ایک پتھر کے ذریعہ ہلاک کرنا چاہتا تھا کہ ہُدہُد وغیرہ نے سوراخ کر دیا اور پتھر اس کے گلے میں آگیا اور حضرت موسیٰؑ نے اسے

قتل کردیا، اس کے پاؤں کا پُل ایک سال تک رودِ نیل پر بنا رہا۔ بحوالہ معارج النبوت مرقوم ہے کہ اس کی عمر ۳۶۰۰ سال تھی۔ اسی کتاب کے صفحہ ۶۷ میں ہے کہ عوج نبیرہ آدمؑ تھا اور عناق اس کی ماں تھی جو کہ حضرت آدمؑ کی دختر تھی اس کا قد ۲۳۳۳۳ گز کا تھا۔

۷۔ تاریخ ابن خلدون ج ۲ صفحہ ۱۶۳ طبع لبنانی ۱۹۵۶ء میں ہے کہ عوج بن عوق جو مشہور ہے وہ بہت سخت حملہ کرنے والا تھا۔ اُسے حضرت موسیٰؑ کی قوم نے شکست دی اور اسے قتل کردیا۔

۸۔ لغات الحدیث علامہ وحید الزمان حیدرآبادی ج ۴ صفحہ ۲۱۹ کتاب العین طبع کراچی میں ہے کہ عوج کی عمر ۳۶۰۰ سال کی تھی۔ طوفانِ نوحؑ میں پانی اس کے گھٹنوں تک تھا۔ وہ مچھلی سمندر کی تہہ سے نکالتا تھا اور آفتاب میں بھون کر کھاتا تھا۔

۹۔ قاموس ج ۱ صفحہ ۲۰۱ باب جیم فصل عین طبع مصر ۱۹۳۳ء میں ہے کہ عوج حضرت آدمؑ کے ہاں پیدا ہوا تھا اور حضرت موسیٰؑ کے زمانے تک زندہ رہا اور عظیم خلقت کا تھا۔

۱۰۔ منتہی الارب ج ۳ صفحہ ۲۷۲ باب عین فصل ج میں ہے "ولد فی منزل آدم فعاش الی زمن موسیٰ"۔ عوج حضرت آدمؑ کے ہاں پیدا ہوا، اور حضرت موسیٰؑ کے عہد تک زندہ رہا۔ اس کے قد کے طویل ہونے کے بارے میں عجیب ندرت ہے۔

۱۱۔ مجمع البحرین علامہ طریحی صفحہ ۱۹۲ طبع ایران میں ہے کہ عوج سخت جابر تھا۔ اللہ اور اسلام کا سخت دُشمن تھا۔ وہ عظیم الجثہ تھا۔ سمندر سے مچھلی نکال کر سورج میں بھون کر کھاتا تھا اس کی عمر ۳۶۰۰ سال کی تھی۔ طوفانِ نوحؑ میں پانی اس کے گھٹنوں تک تھا۔ جنگِ عمالقہ میں حضرت موسیٰؑ نے اسے قتل کیا تھا۔

۱۲۔ حیات القلوب ج ۱ صفحہ ۱۸۱ طبع ایران میں بحوالہ عرائش مذکور ہے کہ خداوند عالم نے حضرت موسیٰؑ سے وعدہ فرمایا تھا کہ ارضِ مقدس کو جو کہ شام میں ہے انھیں عطا کرے گا، تاکہ بنی اسرائیل اس میں قیام کریں۔ اس وقت شام پر عمالقہ کا قبضہ تھا۔ غرقِ فرعون کے بعد جب شام جانے کے لئے حضرت موسیٰؑ نے بنی اسرائیل سے کہا تو انھوں نے کہا کہ وہاں تو عمالقہ قابض ہیں۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ چلو خدا کا حکم ہے ان سے جنگ کر کے اس پر قبضہ کرو۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہم ان سے کیونکر لڑ سکتے ہیں۔ جب تک ہمیں ان کے حالات معلوم نہ ہوں۔ حضرت موسیٰؑ نے بارہ اسباط کی نسل کے بارہ نقیب مقرر کردیئے تاکہ یہ لوگ وہاں جاکر حالات معلوم کریں، جب یہ لوگ وہاں بمقام اریحا پہنچے تو انھوں نے ایک عجیب الخلقت انسان کو دیکھا جس کا نام عوج بن عناق تھا جو سخت جابر اور بدمعاش تھا۔ اس کا قد ۲۳۳۳۳ ہاتھ کا تھا۔ وہ ایسا تھا کہ سمندر کی تہ سے مچھلی پکڑ کر آسمان کے

قریب سُورج سے بھُون کر کھاتا تھا۔ طوفانِ نوحؑ کے وقت پانی اُس کے زانو تک پہنچا تھا
اُس کی عمر تین ہزار سال کی تھی۔ اُس کی ماں عناق حضرت آدمؑ کی دُختر تھی۔
جب عوج بن عناق نے ان لوگوں کو بابِ اریحا (شام) کے قریب دیکھا تو انھیں گردن سے پکڑ کر اپنے دامن میں رکھ لیا اور لے جا کر اپنی بیوی کے سامنے چھوڑ دیا اور چاہا کہ انھیں پاؤں سے مسل دے، تو اس کی بیوی نے کہا کہ ان غریبوں کو مار کر تجھے کیا ملے گا انھیں چھوڑ دے تاکہ یہ لوگ جا کر اپنوں سے تیری طاقت کا اظہار کریں اور کوئی تجھ سے لڑنے کے لئے نہ آسکے۔ اس نے یہ بات مان لی اور اُنھیں چھوڑ دیا۔
وہ لوگ چالیس دن کے بعد حضرتِ موسیٰؑ تک پہنچے۔ ان لوگوں نے راستے میں مشورہ کر کے یہ بات طے کر لی تھی کہ کوئی بھی یہاں کے حالات قوم والوں سے نہ بتائے ورنہ لوگ ڈر جائیں گے اور کوئی بھی جنگ کے لئے نہ نکلے گا۔ صحیح حالات موسیٰؑ و ہارونؑ کو بتائے جائیں۔ لیکن یوشعؑ بن نون اور کالبؑ بن یوحنا کے علاوہ سب نے اپنے گروہ سے صحیح حالات بتا دیئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سب ہمت ہار بیٹھے اور حضرتِ موسیٰؑ کے ہمراہ ان سے لڑنے کے لئے کوئی بھی نہ نکلا۔ بالآخر حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے خواص کو لے کر اُن سے نبرد آزما ہوئے۔ عوج نے جب ان لوگوں کو دیکھا تو کوہ سے جا کر ایک بہت بڑا پتھر اُٹھا لایا اور چاہا کہ مُوسیٰؑ کے لشکر پر دے مارے اور سب ہلاک ہو جائیں۔ خداوندِ عالم نے اس کے ردِ عمل میں ہُدہُد کو معین کیا اور اُس نے پتھر میں سُوراخ کر دیا اور وہ پتھر عوج کے گلے میں پڑ گیا اور وہ بے بس ہو گیا۔ اسی دوران میں حضرت مُوسیٰؑ نے نہایت پھُرتی کے ساتھ اپنے عصا پر اُچھل کر اس کے ایک ڈنڈا مارا جو اس کے ٹخنے پر لگا اور وہ گر پڑا اور موت کے گھاٹ اُتر گیا۔ روایات میں ہے کہ اس کی عمر ۳۶۰۰ سال تھی۔ عہدِ آدمؑ میں پیدا ہوا اور عہدِ موسیٰؑ میں فوت ہوا۔

۱۳۔ غیاث اللغات ص۳۰۶ طبع نولکشور میں ہے کہ عوج ایک طویل القامت مرد کا نام ہے جو حضرت آدمؑ کے زمانے میں پیدا ہوا تھا اور حضرت نوحؑ کے عہد تک زندہ رہا۔ اُس کی عمر ۳۵۰۰ سال تھی۔ طوفان کا پانی اس کے کمر تک تھا۔ عصائے مُوسیٰؑ کی زد سے مرا۔ اس کے باپ کا نام عوق تھا۔

۱۴۔ منتخب اللغات ص۳۹۷ و ص۴۱۸ طبع کانپور ۱۹۱۲ئہ میں ہے، عوج ایک ایسے مشہور شخص کا نام ہے جو حضرتِ آدمؑ کے زمانے میں پیدا ہوا اور حضرتِ موسیٰؑ کے عہد تک زندہ رہا، اس کے باپ کا نام تھا عوق۔

۱۵۔ معارج النبوّت فی مدارج الفتوت رکن ۱ فصل ۴ ص۲۲۸ ج ۱ طبع نولکشور ۱۸۹۶ء مصنفہ ملا معین کاشفی میں ہے۔ عوج بن عنق حضرت آدمؑ کا نواسہ تھا۔ کیونکہ عنق حضرت آدمؑ کی بیٹی تھی۔ اس کے باپ کا نام "سیحان" تھا۔ اسے ماں کے نام سے شہرت حاصل ہوئی ہے۔ اس نے حضرت نوحؑ کی کشتی میں سوار ہونے کی خواہش کی تھی۔ طوفان نوحؑ کا پانی جو کہ پہاڑوں سے چالیس گز بلند تھا وہ اس کے زانوں تک پہنچا تھا، اس کا قد ۳۰۳۰۲۰ گز کا تھا جو کہ موجودہ گز سے ایک بالشت زیادہ تھا۔ وہ دریا سے مچھلی نکالتا تھا اور سورج میں بھونتا تھا۔ اس کی ماں بھی بہت طویل تھی، ایک جریب زمین پر بیٹھتی تھی، اس کی انگلیاں ۳ گز لمبی تھیں اور دو گز موٹی تھیں، ہر انگلی میں دو ناخن تھے۔ دختر آدمؑ ہونے کے باوجود وہ فاسق تھی۔ سانپوں کے ذریعہ سے ختم کی گئی۔ عوج حضرت موسیٰؑ کے زمانے تک زندہ رہا۔ اس کی عمر ۳۶۰۰ برس کی تھی۔ حضرت موسیٰؑ کے ہاتھوں قتل ہوا۔ جنگ عمالقہ میں پہاڑ اس کے سر پر پھینک رہا تھا۔ بحکم خدا ابابیل نے پتھر میں سوراخ کر دیا اور اس کے گلے کا طوق بن گیا۔ حضرت موسیٰؑ نے اسے قتل کیا۔ دریائے نیل پر ایک سال تک اس کی ہڈی کا پل بنا رہا۔

۱۶۔ تفسیر حسینی ص۱۳۹ میں ہے، عوج کا قد ۳۳۳۳ گز لمبا تھا۔ اس کی عمر تین ہزار سال تھی۔ عمالقہ کا قد بھی طویل تھا۔ کتاب تیسیر میں ہے کہ ۸ گز سے ۸۰ گز تک ان لوگوں کا قد تھا۔

۱۷۔ تفسیر لباب التاویل مصنفہ علاؤالدین علی بن محمد بن ابراہیمؒ البغدادی الصوفی المعروف بالخازن ج ۲ ص۲۱ طبع مصر میں ہے۔ عوج جس کی ماں حضرت آدمؑ کی بیٹی عنق تھی اس کا قد ۳۳۰۳ ہاتھ کا تھا، وہ سمندر کی تہ سے مچھلی پکڑ کر سورج سے بھون کر کھاتا تھا اور بادل کو نچوڑ کر پانی پیتا تھا۔

۱۸۔ معالم التنزیل ابوالفراء بغوی المتوفی ۵۱۶ھ برحاشیۂ خازن ص۲۱ طبع مصر میں ہے۔ عوج بن عنق کا قد ۳۳۳۳ ہاتھ کا تھا۔ وہ بادل کو نچوڑ کر پانی پیتا تھا اور مچھلی قعر دریا سے پکڑ کر آفتاب سے بھون کر کھاتا تھا۔ حضرت نوحؑ کے طوفان کا پانی اس کے گھٹنوں تک تھا۔ تین ہزار سال زندہ رہا۔ حضرت موسیٰؑ کے ہاتھوں مارا گیا۔ جنگ عمالقہ میں ایک مربع فرسخ کا پتھر حضرت موسیٰؑ اور ان کی قوم کو ہلاک کرنے کے لئے اپنے سر پر رکھ کر لا رہا تھا کہ خدا نے ہُدہُد کو حکم دے دیا کہ وہ اس پتھر میں سوراخ کر دے۔ چنانچہ سوراخ کر دیا گیا اور وہ پتھر اس کے گلے کا طوق بن گیا، عوج کی ماں عنق بھی کافی طویل تھی وہ ایک جریب زمین میں بیٹھتی تھی الخ

۱۹۔ لوامع التنزیل علامہ حائری لاہور ج ۹ ص۳۲۹ طبع لاہور میں ہے، اس امر پر اجماع ہے کہ عوج بن عنق کو حضرت موسیٰؑ نے قتل کیا ہے۔

۲۰۔ تفسیر مجمع البیان ج ۱ طبع ایران سورہ مائدہ میں ہے۔ ابن عباس کا بیان ہے کہ جنگ عمالقہ میں جو سب سے اہم ہستی تھی وہ عوج ابن عنق کی تھی۔ جب حضرت موسیٰؑ کے بھیجے ہوئے بارہ نقیب وہاں پہنچے تو اس نے ان لوگوں کو پکڑ کر اپنی اس آستین میں رکھ لیا جس میں پہلے سے پھل لئے ہوئے تھا۔ اس نے انھیں لے جاکر اپنے سردار کے سامنے ڈال دیا اور کہا کہ یہ لوگ ہم سے لڑنے آئے ہیں۔ اس نے حکم دیا کہ انھیں چھوڑ دو تاکہ یہ اپنی قوم میں واپس جاکر ہمارے حالات بیان کریں۔

۲۱۔ دلیل العرفان علامہ احمد علی امرتسری ص۱۴۲ طبع لاہور میں بحوالہ تاریخ محمد بن اسحاق و تاریخ الدول قرمانی مرقوم ہے کہ عوج بن عنق کی عمر ۳۲۰۰ سال تھی۔ یہی کچھ تذکرہ خواص الامتہ میں بھی ہے۔

۲۲۔ النور المبین فی قصص الانبیاء والمرسلین علامہ نعمت اللہ الجزائری ص۷ طبع نجف میں بحوالہ قصص راوندی مرقوم ہے کہ عوج بن عناق نہایت ظالم اور جابر تھا۔ خدا اور اسلام کا شدید دشمن تھا۔ وہ بہت بسیط جسم رکھتا تھا اور خلقت میں بھی یکتا تھا۔ وہ سمندر کی تہہ میں ہاتھ مار کر مچھلیاں نکالتا تھا اور آسمان کے قریب ہاتھ سے سورج میں اسے بھون کر کھاتا تھا۔ اس کی عمر ۳۶۰۰ سال تھی۔ عوج نے عہدِ نوح میں سفینہ کے اندر بیٹھنے کی خواہش کی تھی جسے حضرت موسیٰؑ نے اس کے جسم کی جسامت اور کفر کے حوالہ سے مسترد کر دیا تھا۔ طوفان کا پانی اس کے گھٹنے تک پہنچا تھا۔ وہ حضرتِ موسیٰؑ کے عہد تک زندہ رہا اور انھیں کے ہاتھوں سے قتل ہوا۔

۲۳۔ تاریخ اسلام مسٹر ذاکر حسین ج ۱ ص۴۰۳ میں ہے کہ عوج کا قد ۲۳۳۳۰ گز کا تھا۔ طوفان نوحؑ میں جب کہ پانی پہاڑوں سے ۴۰ گز اونچا تھا اس کے زانو تک اونچا تھا۔ اس کی عمر ۳۶۰۰ سال کی تھی۔ یہ سمندر سے مچھلیاں نکال کر اور سورج سے بریاں کر کے کھاتا تھا۔ جب کسی شہر سے خفا ہوتا تھا۔ اس پر پیشاب کر کے ڈبو دیتا تھا۔ حضرت موسیٰؑ کے زمانے تک زندہ رہا۔ آخر ضرب عصائے موسیٰؑ سے ہلاک ہوا۔ قد حضرت موسیٰؑ کا ۱۰ گز اور عصا ۱۰ گز تھا۔ دس گز اچھل کر جب عصا مارا تھا تو اس کے ٹخنے پر لگا تھا اس سے ہلاک ہوا۔ اتنی عمر کسی کی نہیں ہوئی۔ سوائے لقمان بن عاد کے جنکی عمر ۳۵۰۰ سال لکھی ہے۔

۲۴۔ علامہ حافظ فرمان علی اپنے ترجمہ قرآن مجید کے ص۱۷۳ کے حاشیہ ۱ پر لکھتے ہیں کہ

جب فرعون ڈوب مرا، اور بنی اسرائیل کو مصر کی سلطنت ملی تو حکم ہوا کہ ارضِ مقدس میں قومِ عمالقہ سے لڑو تو تم کو ایسے ہزار شہر مل جائیں گے کہ ہر ایک میں ایک ایک ہزار باغ ہیں عرض حضرت موسیٰؑ نے بارہ قبیلوں میں سے ہر قبیلہ کے ایک شخص کو سردار بنا کر کوچ کیا۔
وہ بارہ سردار عمالقہ کی تلاش میں جا رہے تھے کہ ان میں سے ہر شخص کی عوج بن عوق سے ملاقات ہوئی جس کا تین ہزار تین سو گز کا قد تھا اور بروایتے تین لاکھ تینتیس ہزار تینتس گز گا اور اس سے بھی اس کا سر وسینہ باہر نکلا رہتا۔ ابر سے پانی نچوڑ کر استعمال کرتا۔ سمندر سے مچھلی نکال کر آفتاب سے بھون لیتا۔ طوفانِ نوحؑ کا پانی جو پہاڑوں سے بھی چار سو گز اونچا تھا۔ اس کی پنڈلی تک آیا تھا اور اس کی عمر تین ہزار برس کی تھی۔
غرض جب اس نے ان لوگوں کو دیکھا تو باوجودے کہ یہ لوگ بھی چالیس گز کے تھے۔ مگر ان کی پستی قد پر اس کو سخت تعجب ہوا اور اس نے ان لوگوں کو اپنے دامن میں رکھ کر کمر میں باندھ لیا اور اپنی ماں کے پاس لاکر ڈال دیا جس کا نام عوقؔ تھا۔ اور اس کی ایک ایک انگلی تیس گز کی تھی اور کہنے لگا کہ دیکھو یہ لوگ ہم سے لڑنے آئے ہیں۔ اس کی ماں نے کہا ان کو مارو نہیں، بلکہ چھوڑ دو کہ ہمارا حال اپنے لشکر سے بیان کریں اور اُلٹے پاؤں پھر جائیں۔
جب یہ لوگ باغ میں گئے تو ایک ایک انار اتنا بڑا دیکھا کہ اس کے چھلکے میں پانچ آدمی سما سکیں۔ خلاصہ، یہ لوگ حضرت موسیٰؑ کے پاس آئے اور سارا قصہ چپکے سے بیان کر دیا۔ حضرت موسیٰؑ نے ان (بنی اسرائیل) کو لڑنے کی ترغیب دی اور لشکر لے کر پہنچ گئے۔ جب عوج نے سُنا تو پہاڑ کا ایک ٹکڑا اپنے سر پر لے کر سارے لشکر کو تباہ کرنے کے ارادے سے چلا۔ خدا کی شان ایک جانور نے ہیرے کے ٹکڑے سے پتھر میں سوراخ کر دیا کہ وہ پتھر اس کے گلے کا طوق ہو گیا اور کسی طرح نکل نہ سکا۔ حضرت موسیٰؑ یہ دیکھ کر خوشی میں بڑھے اور اچھل کر ایک عصا مارا اور باوجودیکہ حضرت موسیٰؑ خود چالیس گز کے تھے۔ چالیس گز کا عصا تھا اور چالیس گز اُچھلے اس پر بھی اس کے ٹخنے تک پہنچے۔
غرض وہ گرا اور بنی اسرائیل نے تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ اس کے بعد حضرت موسیٰؑ نے ہر چند ہمت دلائی مگر بنی اسرائیل کی بزدلی نے آگے نہ بڑھنے دیا اور اپنے ملک کو واپس آئے۔ ایک روایت میں ہے کہ تین ہزار برس تک دریائے نیل پر اس کے پاؤں کی ہڈی کا پل

ؔ مولانا مرحوم نے عوج کی ماں کا نام عوق تحریر کیا ہے۔ میرے نزدیک یہ درست نہیں ہے۔ دراصل اس کی ماں کا نام عناق اور باپ کا نام عوق تھا جیسا کہ اُوپر مذکور ہوا۔ ۱۲ ؛

بنا رہا۔ (واللہ اعلم بالصواب) واضح ہو کہ مجدد مذہب شیعہ حضرت علامہ مجلسی نے عوج کے واقعہ کے متعلق تحریر فرمایا ہے "ولیعلم ان ما ذکر فی عوج بن عناق فھی من روایات العامۃ" (سفینۃ البحار علامہ شیخ عباس قمی ج ۲ صفحہ ۲۸۳ طبع نجف اشرف) عوج کے متعلق ہماری کتابوں میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ روایات عامہ کی بناء پر ہے۔ میرے نزدیک عوج کے واقعہ کو تاریخی تواتر حاصل ہے بنا بریں اسے تسلیم کرنے میں کوئی حرج نہیں معلوم ہوتا یعنی اس کا تو احتمال ہے کہ اسکے بعض پہلوؤں میں مبالغہ سے کام لیا گیا ہو لیکن واقعہ درست ہے۔ کیونکہ ایسی مخلوق کا ناقۂ صالح کی مانند پیدا ہونا بعید از امکان نہیں ہے

جنگ عمالقہ اور بلعم بن باعور کا واقعہ

مورخین کا بیان ہے کہ عوج بن عوق کو قتل کرنے کے بعد جب حضرت موسیٰؑ بنی اسرائیل میں واپس پہنچے اور ان سے کہا کہ دیکھو خدا کی مدد سے میں نے ایک شخص کو قتل کر ڈالا ہے جس سے بڑا اور بہادر زمین خدا پر کوئی نہ تھا اور سنو اگر میں چاہتا تو سارے ملک کو فتح کر لیتا۔ لیکن میں یہ نہیں چاہتا کہ تمہارے بغیر ملک فتح کر کے اس میں چلا جاؤں اور تم یہیں پڑے رہو، میں تم سے پھر کہتا ہوں کہ تم دل مضبوط کرو اور میرے ساتھ چل کر جنگ کرو۔ کیونکہ خدا نے صاف حکم دے دیا ہے کہ یہ جنگ تم لوگوں کو ضرور لڑنی ہے، اگر تم اس میں کوتاہی کرو گے تو خدا کی ناراضگی کا سبب ہو گا۔ اب تیار ہو جاؤ اور چل پڑو، خدا ہمیں کامیاب کرے گا۔ ان لوگوں نے اس کے جواب میں بروایت روضۃ الصفا کہا کہ اے موسیٰؑ ہم پر یہ مصیبت آئی ہوئی ہے۔ کہ اس وادی سے نکل کر باہر نہیں جا سکتے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت موسیٰؑ کے جنگ پر چلے جانے کے بعد ان لوگوں نے مصر بھاگ جانے کا عزم کیا تھا اور جب روانہ ہوئے تھے تو رات بھر چلنے کے بعد پھر اسی مقام پر آ گئے تھے جس مقام سے چلے تھے۔ اسی واقعہ سے متعلق حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ ہم مصیبت میں گھر گئے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ کو قدرت کے اس فوری انتقام سے افسوس ہوا۔ آواز آئی "فلا تاس علی القوم الفاسقین" اے موسیٰؑ فاسق لوگوں پر افسوس نہ کرو۔ بہرحال حضرت موسیٰؑ ان لوگوں کو جنگ پر آمادہ کرتے رہے۔ مگر وہ کسی طرح تیار نہ ہوتے تھے، آخر الامر تیار ہو گئے اور حضرت موسیٰؑ سب کو لے کر جنگ عمالقہ کے لئے روانہ ہوئے۔ بروایت ناسخ التواریخ ج ۱ صفحہ ۲۰۴ حضرت موسیٰؑ بڑھتے چلے گئے یہاں تک کہ بمقام "اموریان" جا پہنچے وہاں کے بادشاہ سیحون بن عوج بن عناق نے مزاحمت کی اور دونوں میں جنگ ہوئی بالآخر سیحون قتل ہوا۔ لشکر موسیٰؑ آگے بڑھ کر مقام "مواب" میں جا پہنچا جو کہ یردین کی ایک جانب حوالی اریحا میں واقع ہے۔ اس جگہ کا بادشاہ "بالاق بن صفور" تھا۔ اُس نے جب سیحون کے قتل و غارت کا واقعہ سُنا تو ہمت ہار بیٹھا اور اپنے ملک کو بچانے کے لئے

اس نے یہ ترکیب سوچی کہ بلعم بن باعور کی طرف رجوع کرے۔

بروایت مجمع البحرین وہ بنی اسرائیل کا عالم تھا۔ اس کا سلسلۂ نسب بروایت عرائس ثعلبی ص۱۲۳ یہ تھا کہ بلعام بن باعور بن باعرا بن ابنہ بن مارث بن لوطؑ اور بروایت ناسخ التواریخ ج ۱ ص۲۰۴ یہ تھا، بلعم بن باعور بن سموم بن قرسم بن ماس ابن لوطؑ ابن ہادان اور بروایت مروج الذہب مسعودی ج ۱ ص۲۴ طبع مصر یہ تھا بلعم بن باعور بن سنورا بن دسیم بن ناب بن لوطؑ بن ہادان۔ یہ مستجاب الدعوات تھا اور خدا کی بارگاہ میں اس کی بڑی عزت تھی۔ اسے خدا نے اسم اعظم تعلیم کر رکھا تھا۔ یہ جو دعا کرتا تھا خدا اسے قبول فرماتا تھا۔ (ملاحظہ ہو تاریخ ابن خلدون ج ۲ ص۱۱۵ طبع لبنان ۱۹۵۶ء) سید اولاد حیدر فوق بلگرامی نے اسوۃ الرسول کی ج ۱ ص۴۸۴ میں اسے نبی تحریر کیا ہے جو میرے نزدیک بالکل غلط ہے۔

کتاب سفینۃ البحار ج ۱ ص۱۰۳ میں ہے کہ اس نے فرعون کے کہنے سے اس وقت جبکہ وہ حضرت موسٰی کا پیچھا کر رہا تھا، حضرت موسیٰؑ کے خلاف دعا کرنے کی سعی کی تھی اور ناکام ہوا تھا۔ یہ اگرچہ بنی اسرائیل میں سے تھا، لیکن دولت میں بک گیا تھا۔

عرائس ثعلبی ص۱۲۳ میں ہے کہ بلعم دراصل کنعانی تھا۔ لیکن بمقام بلقار سکونت پذیر تھا۔ بلقار یہ وہی مقام تھا جس کو ناسخ میں بوآب لکھا گیا ہے۔ اسے بلقار اس لئے کہتے تھے کہ اس کا بادشاہ بالق بن صفورا، تھا۔ الغرض بالق بن صفورا نے اس وقت جبکہ بنی اسرائیل نے ان کے علاقہ میں ایک مقام پر خیمے لگائے تو اس نے ارکان دولت کو جمع کر کے ان سے مشورہ کیا کہ مجھے اب کیا کرنا چاہیئے۔ ان لوگوں نے رائے دی کہ بلعم بن باعور سے کہنا چاہیئے کہ وہ بنی اسرائیل کے خلاف بد دعا کرے تاکہ یہ ہمارے مقابلہ میں کامیاب نہ ہو سکیں۔ چنانچہ بالق بن صفورا نے بمقام "فتور،، بلعم کے پاس چند آدمی بھیجے اور اس سے بنی اسرائیل کے حق بد دعا کرنے کی خواہش کی، جب موآب کے رؤسا بلعم کے پاس پہنچے اور اس سے استدعا کی تو اس نے کہا کہ آپ لوگ آج ہمارے مہمان رہیں، ہم خداوند عالم سے اس کے متعلق اجازت حاصل کریں گے، بلعم بن باعور نے بوقت شب بارگاہِ خداوندی میں بنی اسرائیل پر بد دعا کے لئے درخواست کی" الہام ہوا کہ تم بنی موآب کا ساتھ نہ دو اور بنی اسرائیل کے خلاف بد دعا نہ کرو۔ کیونکہ بنی اسرائیل کی قیادت ایک نبی کر رہا ہے اور ہم اس سے بہت خوش ہیں۔ بلعم نے صبح کے وقت ان لوگوں سے کہہ دیا کہ میں بد دعا نہیں کر سکتا۔ مجھے خدا کی طرف سے اجازت نہیں ملی۔ وہ لوگ بالق بن صفورا کے پاس واپس چلے گئے اور اس سے سارا واقعہ بیان کیا، اس نے پھر اور زیادہ معزز لوگوں کو بلعم کے پاس بھیجا اور تحفے تحائف بھی بہت کثیر بھیج دیئے، بلعم بن باعور پھر انکار کرنا

چاہتا تھا کہ اس کی بیوی آڑے آئی اور اس نے اسے مجبور کیا کہ معززین کی بات مان لے، اس سلسلہ میں شیطان نے بھی اس کی حمایت کی اور اسے مجبور ہو جانا پڑا۔

بالآخر وہ بالق بن صفورا، بادشاہِ وقت کے پاس جانے کو تیار ہو گیا اور فانی دنیا کے عوض میں دین کو فروخت کر بیٹھا۔ بلعم بن باعور نے اپنے دو خادموں کو لے کر امراء مواٰب کے ساتھ جانے کا فیصلہ کر لیا۔ یہاں تک کہ اس نے اپنا گدھا منگوا کر اس پر سواری کر لی یعنی اس پر سوار ہو کر روانہ ہو گیا۔ جب وہ اپنے گاؤں "فتور" سے نکل کر باہر پہنچا تو ایک فرشتہ ننگی تلوار لئے ہوئے گدھے کے سامنے ظاہر ہوا۔ گدھا اسے دیکھ کر دُوسرے راستے پر چل پڑا، بلعم کو سخت غصّہ آیا اور اُس نے گدھے کو کوڑے لگائے اور اسے راہِ راست پر لایا، وہ ابھی چند قدم ہی چلا تھا کہ پھر فرشتہ بصورت سابق ظاہر ہوا جسے صرف گدھا دیکھتا تھا وہ پھر راہ سے مُڑ گیا، بلعم نے پھر کوڑے مارے اور وہ راستے پر چل پڑا۔ چند قدم کے بعد پھر فرشتہ ظاہر ہوا۔ اور گدھا راستے سے پھر گیا بلعم نے پھر اسے بہت زیادہ مارا[1] تو وہ بقدرتِ خدا گویا ہوا کہ "اے مالک میں تیرے پاس عرصہ سے ہوں۔ بتا میں نے کبھی سرکشی کی ہے اس نے کہا نہیں۔ گدھے نے کہا کہ میرے سامنے ایک فرشتہ شمشیر بکف آتا ہے اور میں مجبور ہو جاتا ہوں۔ یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ فرشتہ بلعم پر ظاہر ہو گیا اور کہنے لگا کہ دیکھ تو سخت نافرمانی پر تُل گیا ہے میں تجھے کہتا ہوں کہ ایسا نہ کر اور بالق بن صفورا کے پاس نہ جا۔ بلعم بن باعور نے فرشتے کے کہنے پر کان نہ دھرا اور امراء مواٰب کے ہمراہ روانہ ہو گیا۔ جب بالق بن صفورا، کو اس کے آنے کی اطلاع ملی تو وہ لشکر سمیت اس کے استقبال کو نکلا اور بڑی عزّت اور بڑے احترام کے ساتھ اسے اپنے یہاں لایا اور اسے "کوہِ باعل" کے معبد میں ٹھہرایا۔ اس کے بعد اس سے کہا کہ تم بنی اسرائیل کے لئے بددُعا کرو۔ بلعم نے کہا کہ سات مذبح خالی کرا دے اور سات گوسالے منگوا دے۔ چنانچہ اس نے انتظام کر دیا۔ بلعم نے قربانی پیش کرنے کے بعد خدا سے اجازت چاہی حکم ہوا کہ ایسا مت کرنا۔ کیونکہ نبی یعقوبؑ میری نگاہ میں ممتاز ہیں اور میں ان کی بہت عزّت کرتا ہوں۔ بلعم نے صورتِ حال سے بالق بن صفورا کو آگاہ کر دیا، اس نے کہا کہ اب ہم تم کو دوسری جگہ لے چلتے ہیں تم وہاں سے بددُعا کرو۔ چنانچہ اسے مقام "صوفیم" میں لے گیا اور اس کے لئے مذبح اور

---

[1] سفینۃ البحار ج ۱ ص۱۰۳ سے معلوم ہوتا ہے کہ بلعم نے گدھے کو اتنا مارا تھا کہ وہ مر گیا تھا۔ اسی وجہ سے بلعم کی زبان سے اسم اعظم کا اثر جاتا رہا تھا۔ امام رضاؑ فرماتے ہیں کہ تین جانور جنت میں جائیں گے (۱) حمار بلعم (۲) کلب اصحاب کہف (۳) وہ بھیڑیا جس نے اس پولیس کے سپاہی کے لڑکے کو کھا لیا تھا جو ایک بادشاہ ظالم کے حکم سے مومنین کی ایک بستی کو تباہ کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا ۱۲۔

گوسالے کا مثل سابق انتظام کر دیا۔ بلعم نے پھر اجازت چاہی پھر وہی جواب ملا۔ جب اس نے بالق بن صفورا سے بیان کیا تو اس نے بلعم کا ہاتھ پکڑا اور مقام "سیمون" کے بالائی حصّہ میں لے گیا اور قربانی وغیرہ کا بندوبست کر دیا، اس نے پھر اجازت چاہی جواب وُہی ملا جو پہلے مل چکا تھا، بلعم نے بالق سے کہا کہ نفرین و بد دُعا کی کوئی صورت نہیں ہے اور نہ اس کا کوئی اثر پڑ سکتا ہے۔

بالق بن صفورا نے کہا عجیب بات ہے کہ تجھ کو نہ مرّوت ہے اور نہ اس کا خیال کہ ہمارا ملک تباہ ہو رہا ہے اور نہ اس بات کا دھیان ہے کہ ہم نے تجھے تحائف بھیجے ہیں، شاندار استقبال کیا ہے، تو بنی اسرائیل کی حمایت میں لگا ہوا ہے۔

بلعم بن باعور نے کہا کہ بد دُعا تو بے سُود ہے، لیکن میں تجھے ایک ایسی ترکیب بتائے دیتا ہوں کہ اگر تو نے اس پر عمل کیا تو سو فیصدی کامیابی ہوگی۔ اس نے پُوچھا وہ کیا ہے ؟

بلعم بن باعور نے کہا کہ تو اپنی مملکت کی تمام حسین وجمیل لڑکیوں اور عورتوں کو جمع کر کے بنی اسرائیل کے لشکر میں بھیج دے اور انھیں ہدایت کر دے کہ وہ اُن لوگوں کو زنا کاری میں مبتلا کر لیں، یہ ظاہر ہے کہ فوج کے لوگ جب حسین عورتوں کو پائیں گے تو زنا ضرور کریں گے اور جب اس کام میں مبتلا ہوں گے تو خدا عذاب نازل کرے گا اور تیرا کام بن جائے گا۔

بالق بن صفورا نے بلعم بن باعور کی رائے کو پسند کیا اور حسین وجمیل عورتوں اور لڑکیوں کو بنی اسرائیل کی فوج کے خیموں میں بھیج دیا۔ ان عورتوں کو دیکھتے ہی بہت سے افراد زنا کاری میں مبتلا ہو گئے۔ بروایت ثعلبی اس سلسلے میں ایک عورت جو نہایت حسین تھی جس کا نام "کبشا بنت صوریا" تھا بنی اسرائیل کے ایک امیر کبیر کے پاس سے گزری جس کا نام "زمری بن سلوم" تھا جو کہ سمعون بن یعقوبؑ بن اسحاق کے اسباط میں سے تھا۔ جب اس کی نظر اس عورت پر پڑی تو اس نے کمال فریفتگی کی حالت میں اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اُسے لئے ہوئے حضرت مُوسیٰؑ کے پاس گیا اور اُن سے کہا کہ آپ تو یہ ضرور کہیں گے کہ یہ عورت حرام ہے۔ حضرت مُوسیٰؑ نے فرمایا کہ بے شک یہ تمھارے لئے حرام ہے۔ اس پر اُس نے کہا "واللہ لا اطیعك فی ھذا" خدا کی قسم میں اس کے بارے میں آپ کی اطاعت نہ کروں گا۔ اس کے بعد وہ اسے اپنی جگہ پر لے گیا اور اس کے ساتھ زنا کیا۔ تاریخ کامل ابن اثیر ج ا صفحہ ۱۱۴ طبع مصر ۱۳۴۸ھ میں ہے کہ ایک عورت حضرت مُوسیٰؑ کے خیمہ میں بھی ڈھکیل کر پہنچائی گئی۔ تاریخ ابوالفداء ج ا صفحہ ۲۱ طبع بیروت میں ہے کہ اس عورت کا نام "القجبۃ" تھا۔ اس عظیم جسارت پر نیز لوگوں کی زنا کاری پر طاعون پھوٹ پڑا۔ نیز حکمِ خدا سے زنا کار برسرِعام قتل کئے گئے۔ عرائس ثعلبی میں ہے کہ زمری بن سلوم کے

مشغول بہ زنا ہوتے ہی حضرت موسیٰؑ کا ایک خاص مصاحب جس کا نام "فنحاص بن عیزار بن ہارونؑ تھا جو کہیں باہر گیا ہوا تھا واپس آگیا۔ اسے جب اس کی حرکت اور حضرت موسیٰؑ سے بے ادبی کی خبر ہوئی اور اس نے طاعون کا طوفان دیکھا تو اپنا نیزہ لئے ہوئے زمری کے خیمہ میں چلا گیا اور ٹھیک ایسی حالت میں جبکہ وہ مشغول بہ زنا تھا ان دونوں کو نیزے میں چھید کر اٹھا لیا اور لے کر باہر چلا آیا اور بآواز بلند کہا۔" اللّٰھم ھکذا نفعل بمن یعصیك" خدایا میں اس کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کروں گا جو تیری معصیت کرے گا۔ خداوند عالم اس کے اس عمل سے خوش ہو گیا اور اس نے فوراً طاعون روک دیا۔ ناسخ التواریخ میں ہے کہ خدا نے حضرت موسیٰؑ سے فرمایا کہ میں نے" فنحاص" کی اس خدمت کے عوض میں منصب خلافت اس کی نسل میں قائم کر دیا، اور اسے بھی خلیفہ تمہارا بنا دیا۔ مروج الذہب مسعودی ج ۱ ص۲۴ میں ہے کہ اس طاعون میں ستر ہزار بنی اسرائیل فوت ہوئے تھے۔

الغرض جب اس ہنگامے سے سکون حاصل ہوا تو حضرت موسیٰؑ نے اپنی فوج سے بارہ ہزار بہادروں کو منتخب کر کے" فنحاص بن عیزار" کی زیر قیادت جنگ کے لئے حکم دے دیا۔ چنانچہ وہ ان بہادروں کو لئے ہوئے اہل موآب پر حملہ آور ہوا اور اس نے ان کے پانچ صنا دید اور سردار کو قتل کر ڈالا۔ جن کے نام یہ ہیں (۱) اوی (۲) رقم (۳) صور (۴) حور (۵) ربع۔ ان کے قتل ہوتے ہی ملک میں افرا تفری پیدا ہو گئی۔ سب ادھر اُدھر بھاگنے لگے۔ آخر الامر بلعم بن باعور جس کی زبان کمینہ حرکتوں کی وجہ سے کتے کی مانند نکلی ہوئی تھی اور اسم اعظم اس کی زبان سے جا چکا تھا۔ وہ بھی سامنے آیا اور قتل کر ڈالا گیا۔ پھر ان لوگوں نے آگ لگائی۔ لوٹ مار کر غنیمت حاصل کیا۔ بروایت ناسخ التواریخ ان عورتوں کو جو لشکر موسیٰؑ میں تباہی ڈالنے والی تھیں اور زنا کی مرتکب ہوئی تھیں ان کو قتل کر ڈالا گیا اور جو باکرہ تھیں انھیں باقی رکھا گیا۔ تاریخ ابن خلدون ج ۲ ص۱۲۳ طبع لبنان ۱۹۵۶ء میں بسلسلہ جنگ عمالقہ مذکور ہے کہ حضرت موسیٰؑ کے لشکر نے ان لوگوں کو شکست دی، ان کی زمینوں پر قبضہ کیا اور" اریحا" تک زمین اردن کے مالک بن گئے۔

قارونؑ اس کی سرکشی اور اس کا انجام

قارون عجمی لفظ ہے اسے عبرانی زبان میں بروایت ناسخ التواریخ قورح اور بروایت روضۃ الصفا" قاروح" کہتے ہیں۔ اس کا سلسلۂ نسب یہ ہے، قارون بن یصحار بن قہاث بن لیوی بن یعقوب علیہ السلام، یہ حضرت موسیٰؑ کا چچا زاد بھائی تھا نہایت حسین اور خوبصورت تھا اسی بناء پر اس کا لقب" منوّر" تھا۔ بنی اسرائیل میں اس کی عزت

بہت زیادہ تھی، لوگ اُسے موسیٰؑ و ہارونؑ کے بعد سب سے بہتر جانتے تھے۔ یہ توریت کی قرات اور اس کے علم میں موسیٰؑ و ہارونؑ کے بعد سب سے اعلم سمجھا جاتا تھا۔ فقر و فاقہ میں گزارہ کرتا تھا اور عبادت گزاری میں بے نظیر تھا۔ حضرت مُوسیٰؑ جب بھی کوہِ طور پر ستّر آدمیوں کو لے جاتے تھے اُن میں یہ ضرور ہوتا تھا۔ حضرت موسیٰؑ سے اُس نے علمِ توریت حاصل کیا تھا اور کیمیا بنانا سیکھا تھا۔ بروایت ثعلبی خروج مُوسیٰؑ سے قبل قارون فرعون کی طرف سے عامل مصر تھا، کچھ دولت فرعون سے حاصل کی کچھ کیمیا گری سے پیدا کیا، شیطان کی امداد سے مالا مال ہو گیا۔ حضرت موسیٰؑ نے جب دریا عبور کیا تو قارون ساتھ تھا۔ ابھی اس کا مزاج بگڑا نہ تھا، لیکن خیالات کروٹ لے چکے تھے۔ بنی اسرائیل جب عذاب تیہہ میں مبتلا ہونے کے بعد دُعا واستغفار میں مشغول ہُوئے تو قارون نے توبہ و استغفار سے منع کیا اور کہا کیوں وقت ضائع کرتے ہو، توبہ و استغفار بے معنی چیز ہے۔ جب حضرت موسیٰؑ کو معلوم ہوا تو آپ نے اس سے کہا کہ یہ حرکتیں چھوڑ دے اور بدستور اپنے راستے پر لگا رہ لیکن چونکہ دولت اسکے دماغ پر چھا چکی تھی لہٰذا اس نے آپ کی بات کی پرواہ نہ کی اور بروایت مجمع البحرین آپ سے استہزا کیا۔ حضرت موسیٰؑ کو بے انتہا دُکھ ہوا، اور آپ وہاں سے اپنے گھر واپس آئے اور آ کر صحن خانے میں رنجیدہ بیٹھ گئے۔ اس وقت آپ بالوں کا ایک جُبہ پہنے ہوئے تھے اور جُوتیاں آپ کے پاؤں میں تھیں۔ آپ کے چلے آنے کے بعد قارون نے کچھ لوگوں کو بھیجا کہ وہ حضرت موسیٰؑ پر گیلی راکھ ڈال دیں، چنانچہ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا، فغضب مُوسیٰ غضباً شدیداً۔ اس پر حضرت مُوسیٰؑ کو سخت غصّہ آگیا اور آپ کے بال کھڑے ہوگئے۔ روایات میں ہے کہ موسیٰؑ کو غصّہ آتا تھا تو کندھے کے بال اس طرح کھڑے ہو جاتے تھے کہ کپڑوں سے باہر نکل آتے تھے اور خُون کے قطرات بالوں سے ٹپکنے لگتے تھے، حضرت موسیٰؑ نے اسی غصّہ کی حالت میں بارگاہِ خدا میں عرض کی، مالک اب تیری توجّہ درکار ہے تو قارون کی سرکشی کو دیکھ رہا ہے۔ خداوندِ عالم نے فرمایا کہ اے مُوسیٰؑ میں نے زمین کو تمھاری مکمل اطاعت کا حکم دیا ہے۔ اب تم جس طرح چاہو اسے استعمال کرو۔ ناسخ التواریخ اور عرائس ثعلبی میں ہے کہ جب قارون بہت زیادہ دولت مند ہو گیا تو اس کا دماغ انسانیت سے باغی ہو گیا اور وہ جباروں اور سرکشوں کی راہ پر چل پڑا۔ وہ انتہائی سرکش ہو گیا اور اس نے یہ کوشش کی کہ تمام بنی اسرائیل اس کے تحت اطاعت آجائیں۔ اس نے اپنے لئے ایک عالیشان قصر تیار کیا اور ایک عظیم الشّان تخت بنوایا جو زر و جواہر سے مرصّع تھا وہ اس پر بیٹھا کرتا تھا اور لوگوں کو جمع کر کے انھیں خوب کھلاتا پلاتا تھا۔ رقص و سرود کی محفلیں گرم کرتا تھا۔ جامہ ارغوانی پہنتا تھا اور سفید گھوڑے پر

سواری کرتا تھا اس کا یہ طریقہ ہو گیا تھا کہ چار ہزار خادموں اور ایک ہزار سیمیں بدن ایسی لڑکیوں کے جھرمٹ میں نکلتا تھا جو زیورات سے آراستہ ہوتی تھیں وہ اسی شان و شوکت سے نکل کر سارے علاقوں کا تفریحی سفر کرتا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ دنیا طلب لوگ شب و روز اسی طرح دولت مند ہونے کی تمنا کرتے تھے اور عبادت گزاری سے دور بھاگتے جاتے تھے۔ اگرچہ علمائے عصر اسے برابر سمجھاتے تھے مگر وہ کسی کی ایک نہ سنتا تھا اور کہتا تھا کہ دولت میں نے اپنی حکمت و دانش سے حاصل کی ہے۔ میرے مقابلے میں کسی کو آنے کی جرأت نہیں کرنی چاہیئے وہ یہ بھی کہتا تھا کہ اس قوم کی حکمرانی میرے لئے سزاوار ہے جو کوئی اور یہ ارادہ کرتا ہے وہ غلطی پر ہے وہ انھیں حرکتوں سے حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ کے ساتھ دشمنی کا اظہار کرتا تھا، اس کی ہمنوائی آثان و ابیرام پسران الیاب بن فلو بھی کرتے تھے جو کہ نسل یعقوبؑ سے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ اس کے خزانے کی کنجیاں چالیس مردوں کا بار تھیں۔ ایک روایت میں ہے کہ انھیں چالیس خچر لادا کرتے تھے۔ عرائش میں ہے کہ کنجیاں کاغذی تھیں اور چالیس خچروں کا بار تھیں۔

ایک دن قارون نے حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ پر یہ اعتراض کیا کہ ان لوگوں نے نبوت اور خدمت بیت القربان اپنے میں بانٹ لیا ہے۔ نبوت رسالت موسیٰؑ نے لے لی اور ریاست مذبح اور بیت القربان ہارونؑ اور اُن کی اولاد کے سپرد کر دی ہے۔ حالانکہ ان میں کوئی مجھ سے بہتر نہیں ہے پھر بھی مجھے کوئی عہدہ نہیں دیا۔ جب حضرت موسیٰؑ کو اس کی اطلاع ملی تو انھوں نے کہا کہ نہ میں نے نبوت و ریاست خود حاصل کی ہے اور نہ خدمت مذبح۔ ہارونؑ کو میں نے دی یہ سب خدا کا کام ہے اور اسی نے یہ کچھ کیا ہے۔ (روضتہ الصفا ج ا ص ۹۹)۔

اس کے بعد اس نے حضرت موسیٰؑ کو ذلیل کرنے کے لئے ایک عورت کو جس کا نام "سیتر" تھا اور جو بنی اسرائیل میں زنا کار مشہور تھی، اس کو بلوایا اور اسے بہت زیادہ زر و جواہر دے کر اس بات پر تیار کیا کہ وہ ٹھیک اس وقت جبکہ موسیٰؑ وعظ میں مشغول ہوں مجمع میں کھڑی ہو کر یہ کہہ دے کہ موسیٰؑ نے میرے ساتھ زنا کیا ہے۔ وہ مال و دولت لے کر چلی گئی اور اس موقع میں پھر لائی گئی جبکہ حضرت موسیٰؑ وعظ کے لئے کھڑے ہوئے تھے۔

حضرت موسیٰؑ نے بروایت ثعلبی جب اپنے وعظ میں یہ ارشاد فرمایا کہ "من سرق قطعنا یدہٗ ومن افترجلدناہ ثمانین جلدۃ ومن زنیٰ ولیس لہٗ امراۃ جلدناہ مائۃ جلدۃ وان کان لہ امراۃ رجمناہ حتی یموت"۔ جو شخص چوری کرے گا اس کا ہاتھ کاٹ دونگا جو کسی پر افترا کرے گا اُسے اسیؔ کوڑے ماروں گا اور جو ایسا شخص زنا کرے گا جس کے عورت نہ

ہوگی اُسے سو کوڑے ماروں گا اور جو ایسا شخص زنا کرے گا جس کے عورت بھی ہوگی تو اتنی دیر تک رجم کروں گا کہ وہ مر جائے گا۔

حضرت موسیٰؑ کا یہ فرمانا تھا کہ قارون کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا کہ اے موسیٰؑ اگر تم نے خود زنا کیا ہو تو تمہارے لئے کیا سزا ہوگی۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ قانونِ خداوندی سب کے لئے یکساں ہے۔ اس نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ نے مشہور زنا کارہ "ستیر" سے زنا کیا ہے۔ بتائیے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے، حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ اس عورت کو میرے سامنے لاؤ۔ اور اس سے اپنے دعوے کے ثبوت میں بیان دلاؤ، قارون نے اس عورت کو مجمع میں کھڑا کر دیا اور کہا کہ اپنا بیان دے اور میری تصدیق کر۔ عورت مجمع میں کھڑی ہو کر مبہوت ہوگئی اور اس پر حق کا کچھ ایسا رُعب طاری ہوا کہ وہ بجائے مُوسیٰؑ کے خلاف کہنے کے، بول پڑی۔ اے موسیٰؑ! خدا گواہ ہے کہ قارون نے آپ کے خلاف بالکل غلط الزام لگایا ہے۔ بات یہ ہے کہ اُس نے مجھے زر و جواہر دے کر اس امر کے لئے تیار کیا تھا کہ میں اس کی سازش کو کامیاب بنانے میں اس کی مدد کروں۔ اس نے مجھے صرف اس مقصد کے لئے کہ میں آپ کو زنا کے الزام میں ملوث کروں۔ دو خریطہ زر دیا ہے لیکن میں ایسا نہیں کرسکتی۔ آپ نے ہرگز ایسی بدفعلی نہیں کی۔ میں اس کی گواہی دیتی ہوں، اس کے بعد اس نے ان تھیلیوں کو جن پر قارون کی مہر لگی ہوئی تھی پیش کیا، اس طرح قارون کا بُغض اور اس کی حرکت لوگوں پر واضح ہوگئی۔ روضۃ الصفا ج ا ص۹۹ میں ہے کہ اس زانیہ نے اس واقعہ کے بعد مجمع میں کھڑے ہو کر کلمہ "لا الٰہ الا اللہ مُوسیٰ کلیم اللہ" پڑھا اور مسلمان ہوگئی۔

اس کے بعد حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ اے قارون تو نے یہ کیا حرکت کی؟ تجھے شرم نہیں آتی کہ تو اتنا مالدار ہونے کے باوجود زکوٰۃ نہیں نکالتا اور الٹی سیدھی حرکتیں کرتا ہے۔ لہو و لعب میں مشغول رہتا ہے اور بہتان طرازی کو اپنا شعار بناتا ہے۔

قارون نے کہا کہ اے موسیٰؑ تم یہ نہیں سوچتے کہ تم سے اور ہارونؑ سے بہتر اس قوم میں لوگ موجود ہیں۔ لیکن تم نبی اور ہارونؑ تمہارے وصی بنے بیٹھے ہیں، اس پر تم قناعت نہیں کرتے اور مال زکوٰۃ وصول کر کے مال دار بننا چاہتے ہو اور لوگوں کو فقیر بنا دینا چاہتے ہو۔

حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ میں خود نبی بنا ہوں نہ ہارونؑ وصی اور نہ زکوٰۃ اپنے لیے از خود وصول کرتا ہوں۔ یہ سب خدا کی طرف سے ہے وہ جسے اہل سمجھتا ہے اس کو اپنے منصب کا ذمہ دار بناتا ہے۔

ایک دن حضرت موسیٰؑ مذبح کی طرف سے گزرے تو دیکھا کہ قارون اور آثان وابیرام اور

دیگر ۲۵۰ امراد رُؤسا بیٹھے ہُوئے ہیں۔ حضرت مُوسیٰؑ کو وحی ہوئی کہ موسیٰؑ اس مقام سے ہٹ جاؤ میں عذاب نازل کر رہا ہوں تاکہ انھیں اپنے کئے کا نتیجہ معلوم ہو جائے اور سب لوگوں کے ہوش دُرست ہو جائیں۔ حضرت موسیٰؑ فوراً سجدہ میں گر گئے اور عرض کی مالک ایک شخص کے گناہ سے ساری قوم تباہ نہ فرمائی جائے۔

حضرت موسیٰؑ کی درخواست منظور کر لی گئی اور عذاب سے لوگ بچ گئے، پھر خطاب آیا کہ اے موسیٰؑ اپنی قوم سے کہہ دو کہ مسکن قارون کے پاس سے ہٹ جائے میں آگ برسا کر اُسے تباہ کر دوں گا۔ حضرت موسیٰؑ نے لوگوں کو ہٹا دیا اس کے بعد قارون۔ آتان۔ ابیرام، ایک مقام پر اپنے بال بچوں سمیت جمع ہوئے اور حضرتِ مُوسیٰؑ خدا کی بارگاہ میں عرض پرداز ہوئے کہ مالک جس طرح تو نے مجھے فرعون پر قدرت دی ہے قارون پر بھی دے دے تاکہ میں تیری وحدانیت اور اپنی نبوت کو اس پر ثابت کر سکوں۔ حکم ہوا کہ میں نے زمین تابع فرمان بنا دیا ہے جو چاہو اس سے کام لو۔

یہ سُن کر حضرت موسیٰؑ نے زمین کو حکم دیا کہ ان لوگوں کو نگل لے، زمین نے گھٹنے تک اسے اپنے میں دھنسا لیا۔ قارون نے کہا کہ موسیٰؑ نے اچھا جادُو کیا ہے آپ نے پھر حکم دیا زانو تک اندر چلا گیا پھر کمر تک اندر ہو گیا، اس کے بعد گھبرا اٹھا اور فریاد شروع کی آپ نے ایک نہ سُنی اور بار بار حکم دیا یہاں تک ستّر مرتبہ حکم دیا اور وہ تھوڑا تھوڑا زمین میں اُترتا چلا گیا یہاں تک کہ کُفر کے یہ اصحاب ثلاثہ ناپید ہو گئے اور زمین بند ہو گئی اور یہ غائب ہو گئے۔ لوگ اس مقام سے بھاگ نکلے کہ کہیں اس عذاب کا اثر ہم تک نہ پہنچے۔ پھر چند منافقین نے کہا کہ مُوسیٰؑ نے یہ سب کچھ اس لئے کیا ہے تاکہ اس کے مال پر قبضہ کر لیں، حضرت موسیٰؑ کو اس خیال کی اطلاع بطورِ کشف ہو گئی۔ اُنھوں نے دُعا کی اور اس کا سارا مال بھی زمین کے بطن میں چلا گیا۔ اس کے بعد آسمان سے آگ آئی اور اس کے تمام مصاحبوں کو جلا کر خاکستر کر گئی۔

مِصر سے ارضِ مُقدّس تک کے منازل

ہم ذیل میں اُن منازل و مقامات کا ذکر کرتے ہیں جو حضرت مُوسیٰؑ اور بنی اسرائیل کے مصر سے نکلنے کے بعد سے ارضِ مقدّس تک پہنچنے کے دوران میں درپیش ہوئے ہیں اور جن مقامات پر ان لوگوں نے قیام کیا ہے اور جن منازل کو طے کر کے چالیس سال میں ابتدائے ارضِ کنعان تک پہنچے ہیں۔

مؤرخین کا بیان ہے کہ حضرت مُوسیٰؑ نے زمین موآب تک فتح کیا تھا ان کے بعد حضرت یوشعؑ بن نون نے فتح کر کے ارضِ مقدس پر قبضہ کیا تھا۔ یہ لوگ (۱) رعیس (مصر) سے روانہ ہو کر

(۲) "سوکوت" پہنچے تھے پھر وہاں سے روانہ ہوکر (۳) "ایثام" پہنچے پھر وہاں سے روانہ ہوکر (۴) "فیحیروت" پہنچے جو لیل صفون کے برابر اور "مجدولی" کے سامنے واقع ہے۔ پھر وہاں سے روانہ ہوکر دریا کو عبور کرنے کے بعد تین روز میں بیابان ایثام کو طے کرتے ہوئے (۵) "مارہ" میں پہنچے پھر وہاں سے روانہ ہوکر (۶) بمقام "ایلیم" پہنچے، پھر وہاں سے روانہ ہوکر (۷) بحرِ قلزم کے کنارے ٹھہرے پھر وہاں سے روانہ ہوکر (۸) بیابان "سین" میں پہنچے، پھر وہاں سے روانہ ہوکر (۹) "دافقہ" پہنچے پھر وہاں سے روانہ ہوکر (۱۰) "الوس" پہنچے، پھر وہاں سے روانہ ہوکر (۱۱) "رفیدیم" پہنچے، پھر وہاں سے روانہ ہوکر (۱۲) "بیابان سینا" میں وارد ہوئے، پھر وہاں سے روانہ ہوکر (۱۳) بمقام "فاران" پہنچے، پھر وہاں سے روانہ ہوکر (۱۴) "قبروت حتاوہ" پہنچے، پھر وہاں سے روانہ ہو کر حصیروت ورتمہ ورمون فارص ولبنہ ورسہ کو طے کرتے ہوئے (۱۵) بمقام "قہیلاتہ" پہنچے پھر وہاں سے روانہ ہوکر (۱۶) "کوہ سافر" پہنچے، پھر وہاں سے روانہ ہوکر (۱۷) "حرادہ" پہنچے۔ پھر وہاں سے روانہ ہوکر (۱۸) "مقیہلوت" پہنچے۔ پھر وہاں سے روانہ ہوکر (۱۹) "تاحث" پہنچے پھر وہاں سے روانہ ہوکر (۲۰) "تارح" (۲۱) مُتقہ (۲۲) حشمونہ (۲۳) موسیروت (۲۴) بنی یعقان (۲۵) حور جدجاد (۲۶) یاطباتہ میں مختصر قیام کرتے ہوئے منزل بہ منزل بمقام (۲۷) "عبردنہ" پہنچے۔ پھر وہاں سے روانہ ہوکر (۲۸) "عصیون جابر" پہنچے۔ پھر وہاں سے روانہ ہوکر (۲۹) "صین عرف قادیس" پہنچے۔ پھر وہاں سے روانہ ہوکر چالیسویں سال (۳۰) کوہ حور پہنچے جو کہ ملک ادوم کی سرحد پر واقع ہے۔ پھر وہاں سے روانہ ہوکر (۳۱) ضلمونہ (۳۲) فونون (۳۳) ابوت ان منزلوں کو مختصر قیام کے ساتھ طے کرتے ہوئے (۳۴) عباریم کے تودوں میں پہنچے جو "مواب" کی سرحد پر واقع ہے۔ پھر وہاں سے روانہ ہوکر (۳۵) دیبون جاد پہنچے۔ پھر وہاں سے روانہ ہوکر (۳۶) "علمون" پہنچے۔ پھر وہاں سے روانہ ہوکر (۳۷) بمقام "بلاثائم" پہنچے پھر وہاں سے روانہ ہوکر (۳۸) کوہستان عباریم میں پہنچے جو کہ مقام بنو کے روبرو واقع ہے پھر وہاں سے روانہ ہوکر (۳۹) مقام موآب کے میدان میں پہنچے جو کہ "اریحا" کے نزدیک برلب "آبِ یردین" واقع ہے، یہ وُہی جگہ ہے جس جگہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے انتقال فرمایا ہے۔ (ناسخ التواریخ) حضرت موسیٰؑ کے انتقال کے بعد حضرت یوشعؑ بن نون نے اریحا کو فتح کیا تھا۔ اس کے بعد مقام "عی" کو فتح کر کے وہ داخل ارضِ مقدس ہو گئے تھے۔ اس کی تفصیل حالات حضرت یوشعؑ بن نون میں عنقریب آئے گی۔

حضرتِ موسیٰؑ کی عُمر، وفات اور قبر

حضرت موسیٰؑ نے بحکم خدا حضرت ہارونؑ کو اپنا جانشین بنایا تھا۔ جب اُن کا

اِنتقال ہوگیا تو حضرت یوشعؑ بن نون کو اپنا جانشین بنایا۔ الیعقوبی ص۳۵ میں ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے ایک اہم اجتماع میں ایک تقریر فرمائی اور آخر میں کہا فقد بلغتکم وصایا اللہ وعرفتکم امرہ فاتبعوا ذالك واعملوا بہٖ فقد اتت لی مائة وعشرون سنة وقد حانت وفاتی وھذا یوشع بن نون القیم فیکم بعدی فاسمعوا لہ واطیعوا امرہ فانہٗ یقضی بینکم بالحق وملعون من خالفہ وعصاہ"۔ میں نے خدا کے تمام ارشادات تم تک پہنچا دیئے اور اس کے احکام تمھیں بتا دیئے تم ان چیزوں کی اتباع کرنا اور ان پر عمل کرتے رہنا۔ اب میری عمر ایک سَو بیس سال کی ہوچکی ہے اور میری وفات کا وقت آچکا ہے۔ اور سُنو! یہ "یوشعؑ بن نون" ہیں جو تم پر میرے بعد حاکم ہوں گے، ان کی بات کان دھر کے سُننا اور ان کی دل وجان سے اطاعت کرنا، یہ تم میں حق کے ساتھ فیصلہ کریں گے۔ سُنو! وہ شخص ملعون ہوگا جو ان کی مخالفت کرے گا اور ان کی نافرمانی کرے گا۔ ناسخ التواریخ ج ۱ ص۲۰۸ میں ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے بنی اسرائیل کے ایک عظیم اجتماع سے خطاب کیا اور انھیں احکام توریت سے آگاہی بخشی، یہ واقعہ ہے مصر سے نکلنے کے چالیسویں سال کے گیارھویں مہینے کی پہلی تاریخ کا۔ آپ نے نصائح فرمائے اور موعظہ سے بہرہ اندوز کیا اور آئندہ آنے والے واقعات وحالات کی نشان دہی کی اور بنی اسرائیل کی نافرمانی کے حوالے سے بخت نصر کے قتل وغارت کی طرف اشارہ کیا اور بتایا کہ میرے بعد جو پیغمبر آرہا ہے۔ اُس کی اطاعت تم پر لازم وواجب ہوگی، اگر تم اس کی اطاعت نہ کروگے تو میں تم سے آئندہ محاسبہ نہ کروں گا۔ پھر آپ نے ایک نوشتہ[1] لکھ کر بنی لیوی کے مشائخ کے سپرد کیا۔

جب آپ نہایت لمبی چوڑی تقریر کرچکے تو "یوشعؑ بن نون را حاضر ساختہ بخلافت نصب کرد"۔ یوشعؑ بن نون کو بلا کر انھیں اپنا خلیفہ اور جانشین بنایا اور کہا کہ میں اس مقام یردین سے باہر نہ جاسکوں گا اور مجھے اس مقام پر موت آئے گی، یہ وہ وقت تھا جب کہ مصر سے نکلنے والوں میں سے ان کے اور یوشعؑ وکالبؑ کے علاوہ کوئی بھی باقی نہ تھا اور جتنے لوگ تھے وہ سب ان فوت شدہ لوگوں کی اولادیں تھیں اور تعداد میں ایک روایت کی بنا پر اتنے ہی لوگ تھے جتنے مصر سے نکلنے کے وقت موسیٰؑ کے ہمراہ تھے۔

حضرت موسیٰؑ جب اپنی تقریر سے فارغ ہوئے تو حکمِ خداوندی پہنچا کہ اے موسیٰؑ اب تم

---

[1] اسی نبوی اصول پر حضرتِ رسولِ کریمؐ نے غدیر خم میں خطبہ طویلہ کے بعد حضرت علیؑ کو بحکمِ خداوندی جانشین بنایا اور انتقال کے وقت اسی کے متعلق نوشتہ لکھ کر دینا چاہتے تھے جسے عمر بن خطاب نے لکھنے نہ دیا اور یہ کہہ کر ہنگامہ مچا دیا "دعوا الرجل انہ لیھجر"۔ اس مرد کو چھوڑ دو یہ ہذیان بک رہا ہے۔ کما فی البخاری وارشاد الساری ۱۲

کوچ کرنے والے ہو، اُٹھو اور کوہِ عباریم پر چلے جاؤ جو زمین مواٰب پر اریحا کے رُو برو ہے تاکہ میں تم کو وہ تمام مقامات دکھا دوں جن پر بنی اسرائیل کے قبضہ کا میں نے وعدہ کیا ہے۔ یہ سُن کر حضرت موسیٰؑ پہاڑ پر چلے گئے اور وہاں سے تا بہ صغر زمین کنعان و اریحا کا معائنہ کیا اریحا وہ جگہ ہے جہاں سے بیت المقدس تک پہنچنے میں ایک دن کی راہ طے کرنا پڑتی ہے۔

زمین کے نظارے کے بعد آپ نے اسی زمین وادی "مواٰب" میں انتقال فرمایا اور وہیں مدفون ہوئے۔ عرائس ثعلبی ص۱۲۹ میں ہے کہ وفات کے وقت آپ کی عمر ۱۲۰ سال کی تھی۔ علامہ جزائری نے آپ کی عمر ۲۴۰ سال تحریر فرمائی ہے۔ (النور المبین ص۲۵۲ طبع نجف اشرف)۔

آپ کے انتقال کے سلسلہ میں علمائے اہل سُنّت نے بہت سی مضحکہ خیز روایات تحریر کی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ مرنے کے لئے تیار نہ تھے۔ ایک دفعہ ملک الموت آئے تو آپ نے ایک طمانچہ ان کے مُنہ پر مار دیا۔ ان کی آنکھ پھُوٹ گئی۔ انھوں نے خدا سے شکایت کی، خدا نے آنکھ دُرست کر دی۔ پھر خطاب بھیجا کہ اگر تم چاہو تو جانور کے بالوں کے برابر سالوں تک تم کو زندہ رکھوں۔ لیکن آخر میں موت ضروری ہے، تب آپ نے مرنا منظور کیا۔ (عجائب القصص ص۱۸۴) صحیح مسلم ج ۲ باب فضائل موسیٰ، عرائس ثعلبی ص۱۲۹ میں ہے کہ طمانچہ مارنے کا واقعہ بالکل صحیح ہے جو اسے نہ مانے وہ گمراہ اور بدعتی ہے۔

طبری اور قصص علامہ جزائری میں ہے کہ حضرت مُوسیٰؑ پہاڑ پر تھے کہ ایک شخص کو آلات حفرِ قبر لئے ہوئے دیکھا۔ پُوچھا کیا ارادہ ہے کہا ایک ولی خدا کے لئے قبر کھودنا چاہتے ہیں حضرت موسیٰؑ نے کہا کہ میں بھی تمھاری کچھ امداد کر سکتا ہوں اس نے کہا ضرور کریں۔ دونوں نے مل کر قبر کھودی اور جب قبر ناپنے کا سوال پیدا ہوا تو حضرت موسیٰؑ اس میں لیٹ گئے۔ قبر کھودنے والا ملک الموت تھا آپ کی رُوح قبض کر لی۔

قصص طہرانی ص۴۲ میں ہے کہ آپ نے مقام مواٰب میں میلادِ عیسیٰ سے (۱۷۱۷) سال قبل انتقال فرمایا تھا۔ آپ کی وفات کے بعد بنی اسرائیل نے ایک ماہ تک ماتمداری کا سلسلہ جاری رکھا تھا۔ آپ کی قبر وادی "مواٰب" میں ہے۔ روضتہ الصفا ج ۱ ص۱۰۷ میں ہے کہ "چوں بنی اسرائیل را وفات مُوسیٰؑ بتحقیق پیوست مدّت یک ماہ مراسم تعزیت بجا آوردہ الخ"۔ جب بنی اسرائیل کو یہ تحقیق ہو گئی کہ حضرت موسیٰؑ انتقال کر گئے ہیں تو انھوں نے ایک مہینہ تک عزاداری کا سلسلہ جاری رکھا۔ تاریخ اسلام علامہ محمد بشیر انصاری کے ص۱۶۹ میں ہے کہ آپ نے ۲۱ رمضان کو انتقال فرمایا تھا۔ یہی کچھ حیات القلوب اور قصص جزائری میں ہے آپ کی قبر کے متعلق مورخین نے لکھا ہے کہ آپ کی قبر کسی کو معلوم نہیں۔ چنانچہ ناسخ التواریخ ج ۱

ص ۲۰۸ میں ہے "تاکنوں کس بر مقبرہ آنجناب واقف نیست"۔ کوئی شخص اب تک آپ کے مقبرے سے واقف نہیں ہے۔ عرائس ثعلبی ص ۱۳۵ میں ہے "ولم یعلم احد قبرہ من الناس"۔ لوگوں میں سے کوئی نہیں جانتا کہ آپ کی قبر کہاں ہے۔ الیعقوبی ص ۳۵ میں ہے "دقبرہ یوشع بن نون ولم یدل احد قبرہٗ"، ان کو حضرت یوشعؑ بن نون نے دفن کیا ہے، کسی کو ان کی قبر معلوم نہیں ہے۔ عجائب القصص ص ۱۸۵ میں ہے۔ گویند کہ قبر او را ناپید کردند تا ہیچ کس نہ داند کہ قبر او کجا است۔ کہتے ہیں کہ ملائکہ نے ان کی قبر گم کردی تاکہ کسی کو یہ معلوم نہ ہوسکے کہ ان کی قبر کہاں ہے۔ روضۃ الصفاج ۱ ص ۱۰۵ میں ہے کہ "باتفاق مجموع اہل تواریخ قبر موسیٰ معلوم نیست"۔ اجماع اہل تواریخ کے مطابق، موسیٰؑ کی قبر کسی کو معلوم نہیں۔

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ حضرت موسیٰؑ کی قبر کس وجہ سے پوشیدہ کی جاسکتی تھی، کیونکہ قبر کی پوشیدگی اس کے علاوہ اور کسی وجہ سے نہیں ہوسکتی کہ اس مرنے والے کی مخالف کوئی ایسی طاقت ہو جس کا مقابلہ ورثا نہ کرسکتے ہوں۔ ہمیں تاریخ میں کوئی ایسی طاقت نہیں ملتی جو حضرت کی مخالفت اس درجہ رکھتی ہو جس کی وجہ سے میت کی توہین کا احتمال ہو، یہ میں نے اس لئے کہا کہ مجھے تاریخ میں چند ایسے نفوس ملتے ہیں، جن کی قبر صرف اس وجہ سے پوشیدہ کی گئی تھی کہ ان کے مخالف درندہ صفت انسان تھے، جیسے حضرت فاطمہؑ اور حضرت علیؑ ان کی مخالف طاقتوں سے میت کی توہین کا قوی احتمال تھا۔ اسی بنا پر حضرت فاطمہؑ کی قبر کو پوشیدہ کرنے کے لئے چالیس قبریں بنائی گئی تھیں اور حضرت علیؑ کی قبر مطلقاً پوشیدہ کردی گئی تھی اور وہ عرصہ دراز تک پوشیدہ رہی پھر جب توہین کا احتمال مندفع ہوگیا تو ظاہر کی گئی۔

میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقبرہ ۲۵ جون ۱۹۶۴ء کو بچشم خود دیکھا ہے۔ ان کا یہ مقبرہ عمان (اردن) سے تقریباً چالیس میل دُور براہ بیت المقدس واقع ہے۔ یہی کچھ صحیح بخاری و صحیح مسلم کی کتاب النبوت اور تفسیر برہان کی روایت علی بن ابراہیم قمی و صدوق بن بابویہ سے ظاہر ہوتا ہے (لوامع التنزیل ج ۶ ص ۳۲۱) غرضیکہ میں نے وہاں پہنچ کر دیکھا کہ وہ ایک عظیم الشان پتھر کی عمارت ہے جو کافی طویل اور عریض ہے، میں نے اندر جا کر اس کی زیارت کی۔ میں نے وہاں یہ بھی دیکھا کہ فوج کا زبردست پہرہ ہی نہیں بلکہ اس کے اندر فوج پڑی ہوئی ہے سنتری سے دریافت کرنے پر جواب ملا حکومت اردن کو یہودیوں سے خطرہ ہے وہ آئے دن اس دعوے کے ساتھ حملے کرتے رہتے ہیں کہ یہ ہمارے نبی ہیں اور ان کی قبر ہمیں ملنی چاہیئے۔

نوٹ:۔ حضرت موسیٰؑ کے حالات میں حضرت ہارونؑ حضرت یوشعؑ بن نون، حضرت کالبؑ، حضرت خضرؑ کے تذکرے کتابوں میں مرقوم ہیں، ہم ان کا ذکر ان کے تذکرہ ابواب میں علیحدہ علیحدہ کریں گے۔

باب ۲۲

حضرتِ ہارون علیہ السّلام

حضرت ہاروںؑ، حضرت موسیٰؑ کے بھائی تھے اور وہ اگرچہ بعض روایات کی بناء پر حضرت موسیٰؑ سے بڑے تھے۔ لیکن خدا نے انھیں حضرت موسیٰؑ کا جانشین بنایا تھا۔ جیسا کہ حالات حضرت موسیٰؑ میں گزرا، بروایت حیات القلوب مجلسی تولیت بیت المقدس بھی ہاروںؑ کے حوالے کی گئی تھی اور انھوں نے اپنے دونوں بیٹوں شبّر و شبیر کے حوالے اس خدمت کو کر دیا تھا۔ روضۃ الصفا میں ہے کہ "چوں صباح روز ہشتم کہ غرہ نیسان بود طالع شد حضرت موسیٰ ہارون را طلب کردہ امامت و خلافت خود را بدو تفویض فرمود و آں شغل را بہ حسب وصایت در نسل او بطناً بعد بطن مقرر گردانید جب غرہ نیسان کی آٹھویں صبح نمودار ہوئی تو حضرت موسیٰؑ نے حضرت ہاروںؑ کو طلب فرما کر امامت وخلافت ان کے حوالے کر دی اور اس چیز کو ان کی نسل میں جانشینی کے طور پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قائم و دائم کر دیا۔

لفظِ ہاروںؑ کے معنی لفظِ ہارُون کے معنی عبرانی زبان میں سُرخ و سفید کے ہیں۔ حضرتِ ہارُونؑ چونکہ سُرخ و سفید تھے اس لئے ان کا یہ نام رکھا گیا۔

تواریخ میں ہے کہ حضرت ہارُونؑ بڑے خوبصورت اور گورے رنگ کے انسان تھے۔

آپ کا حُلیہ روضۃ الصفا میں ہے کہ حضرت مُوسیٰؑ اگرچہ خود کافی طویل القامت تھے۔ لیکن حضرتِ ہارُونؑ اُن سے بھی زیادہ بلند قامت تھے۔ حضرت مُوسیٰؑ کا رنگ گندمی تھا، لیکن حضرت ہارونؑ نہایت گورے چِٹّے اور خوبصورت تھے۔ آپ ضخیم البدن اور عظیم الجُثہ تھے یعنی لمبے چوڑے قد و قامت کے مالک تھے۔ حضرتِ مُوسیٰؑ کی طبیعت میں غصہ تھا۔ لیکن حضرت ہارونؑ بڑے صبور اور متحمل المزاج تھے۔

آپ کا لقب بروایت روضۃ الصفا آپ کا لقب وزیر، امام اور خلیفہ تھا۔ آپ اِبتدائے عہدِ حیات میں تجارت کرتے تھے۔ پھر درجہ بہ وزارت و

امامت وخلافت پر فائز ہوئے اس کے بعد نبی بنائے گئے۔
قرآن مجید نیز تواریخ میں ہے کہ حضرت ہارونؑ حضرت موسیٰؑ کی شب و روز خدمت کرتے رہے اور ان کی تبلیغ کی سعی میں برابر کے شریک رہے کوئی موقع انھوں نے ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ جس میں اپنی ضرورت خدمت موسیٰؑ اور خدمت دین کیلئے محسوس کی ہو۔ فرعون سے جس قدر حضرت موسیٰؑ کے معرکہ ہوئے۔ سب میں حضرت ہارونؑ شریک و سہیم تھے۔ جن جن مشکلات میں حضرت موسیٰؑ مبتلا کئے گئے ان تمام مشکلات و مراحل میں حضرت ہارونؑ شریک کار رہے۔ حضرت ہارونؑ اگرچہ مثل حضرت موسیٰؑ و یوشعؑ و کالبؑ "واقعہ تیہہ" کے چہل سالہ چکر میں رہے۔ لیکن اس کی گردش سے متاثر نہیں ہوئے۔ یعنی خداوند عالم نے ان لوگوں کو اس کے تاثر سے محفوظ رکھا تھا اور جو کچھ ہو رہا تھا وہ اُن حضرات کے علم میں تھا اور خدا نے انھیں بتا دیا تھا کہ بنی اسرائیل کی حرکات کی بناء پر اب انھیں اسی جنگل میں چکر دیا جائے گا۔ مگر چونکہ یہ قوم تمھاری ہے۔ لہٰذا تم بھی ان کی نگرانی کے لئے انھیں کے ہمراہ رہو گے۔ اس چہل سالہ مدت میں بڑے بڑے واقعات رونما ہوئے ہیں۔ جن کا ذکر کچھ حضرت موسیٰؑ کے حالات میں ہوا ہے اور کچھ حضرت یوشعؑ بن نون کے تذکرے میں آئندہ آئے گا۔

حضرتِ ہارُونؑ کی جانشینی اور وفات

ایک روایت میں ہے حضرت موسیٰؑ ایک بار حضرت ہارونؑ کو کوہِ طور پر لئے جا رہے تھے کہ راستہ میں ان کا انتقال ہو گیا، ناسخ التواریخ ج ۱ ص۲۰۳ میں ہے کہ حضرت موسیٰؑ مقام قادیس سے روانہ ہو کر جب "جبل ہور" پر پہنچے تو خداوند عالم کا خطاب پہنچا کہ اے موسیٰؑ، اب ہارونؑ کی مدت عمر ختم ہو گئی ہے اور وہ اپنے عزیزوں سے ملحق ہونا چاہتے ہیں لہٰذا انھیں اسی "کوہ ہور" پر روک دو، اور ان کے فرزند "العاذار" کو طلب کر کے ان کا لباس ان کے بیٹے العاذار کو پہنا کر ان کا جانشین بنا دو۔ حضرت موسیٰؑ اسی تہیہ میں تھے کہ پہاڑ کی بلندی پر ایک درخت نمودار ہوا جس میں دو عمدہ قسم کے جامے لٹکے ہوئے تھے۔ حضرت موسیٰؑ نے حضرت ہارونؑ سے فرمایا کہ تم ان جاموں کو پہن لو اور اپنا لباس العاذار کو پہنا دو، حضرت ہارونؑ نے اس پر عمل کیا اور العاذار کو اپنا جانشین بنا دیا۔ اس کے بعد ایک بہترین قسم کا محل نمودار ہوا جب اس میں داخل ہوئے تو ایک بہترین تخت نمودار ہوا۔ حضرت ہارونؑ اس پر لیٹ گئے اور اُن کی رُوح قبض ہو گئی۔
تاریخ الیعقوبی کے ص۳۱ میں ہے کہ حضرت موسیٰؑ وادیٔ سینا میں تھے کہ حکم خداوندی پہنچا کہ میں ہارونؑ کی رُوح قبض کرنا چاہتا ہوں۔ لہٰذا تم انھیں پہاڑ کی بلندی پر لے آؤ تاکہ میرے

فرشتے رُوح قبض کریں۔ حضرت مُوسیٰؑ انھیں لے آئے' ان کے ہمراہ اس وقت ان کے فرزند الیعاذر تھے اور دو فرزند الیہود و نادب کا پہلے اِنتقال ہو چکا تھا اور اتمیر اپنی جگہ پر تھا، جب حضرت موسیٰؑ ہارونؑ کو لے کر مقام معہود پر پہنچے تو ایک بہترین تخت پڑا ہوا تھا اور اس پر کپڑا پڑا تھا۔ حضرت ہارونؑ اس پر لیٹ گئے اور رُوح قبض ہو گئی۔ حضرت موسیٰؑ نے ان پر نماز پڑھی۔ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جبکہ گردشِ تیہہ کا چالیسواں سال تھا۔ بنی اسرائیل کو جب حضرت ہارونؑ کے وفات کی اطلاع ملی تو وہ حضرت موسیٰؑ پر بہت برہم ہوئے اور اُن پر الزام لگایا کہ تم نے انھیں اِس بنا پر قتل کر دیا ہے کہ ہم انھیں بہت چاہتے تھے، اس پر خدا نے اس تخت کو ان لوگوں پر ظاہر کر کے واضح کیا کہ یہ اپنی موت سے مرے ہیں۔ روضۃ الصفاء میں ہے کہ انتقال کے وقت حضرتِ ہارونؑ کے پاس ان کے فرزند شبر و شبیر موجود تھے۔

وفات کے وقت حضرت ہارونؑ کی عمر

ناسخ التواریخ میں ہے کہ حضرت ہارونؑ مصر سے نکلنے کے چالیسویں سال ماہ آب میں جو کہ سال کا پانچواں مہینہ ہوتا ہے اِنتقال فرمایا، اس وقت آپ کی عمر ۱۲۳ سال کی تھی۔ مروج الذہب مسعودی میں ہے کہ حضرتِ ہارونؑ نے ۱۲۳ سال کی عُمر میں وفات پائی۔ الیعقوبی میں بھی آپ کی عُمر ۱۲۳ سال مرقوم ہے، ناسخ التواریخ سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت ہارونؑ نے مصر سے نکلنے کے چالیسویں سال کے پانچویں مہینہ میں انتقال فرمایا ہے اس وقت اُن کی عُمر ۱۲۳ سال کی تھی اور حضرت موسیٰؑ نے اسی چالیسویں سال کے گیارھویں مہینہ میں انتقال فرمایا ہے۔ اس وقت ان کی عُمر ۱۲۰ سال کی تھی۔ یعنی ان دونوں حضرات نے "گردشِ تیہہ" کے دوران ہی میں انتقال کیا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ حضرت ہارونؑ اور حضرتِ موسیٰؑ کی وفات کے درمیان کس قدر فاصلہ تھا۔ امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر ج ۳ صفحہ ۳۹ طبع مصر میں لکھا ہے "ان هارون مات فی التیه ثم مات موسیٰ بعدہ بسنة" ہارونؑ نے تیہہ میں انتقال کیا اور ان کے ایک سال بعد حضرت موسیٰؑ فوت ہوئے"۔ میرے نزدیک ایک سال کا فاصلہ دُرست نہیں ہے۔ صاحب ناسخ التواریخ نے جو کچھ لکھا ہے وہ صحیح ہے۔

وفاتِ ہارونؑ پر حضرتِ موسیٰؑ کی چاک گریبانی

بھائی کا غم جُدائی بھائی کے لئے نہایت رُوح فرسا اور تکلیف دہ ہوتا ہے۔ حضرتِ ہارونؑ کے انتقال پر حضرت موسیٰؑ کا جو تاثر تواریخ میں ملتا ہے اس سے غم برادر کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ مورخین لکھتے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ حضرت ہارونؑ کو اگرچہ حکم خدا سے اپنے ہمراہ مقام انتقال پر لے گئے تھے اور انتقال بھی ان کی نظروں

کے سامنے ہوا تھا اور نہایت حسین انداز میں ہوا پھر بھی بھائی کی جُدائی کا غم حضرت مُوسیٰؑ میں اس درجہ تھا کہ وہ روئے پیٹے اور اُنھوں نے اپنا گریبان پھاڑ ڈالا " مُوسیٰؑ در مصیبت برادر جامہائے خود چاک زد" مُوسیٰؑ نے بھائی کی مصیبت میں اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے۔ مُلاحظہ ہو (ناسخ التواریخ ج ۱ صفحہ ۲۰۳ طبع ایران) اس سے معلوم ہوا کہ عالمِ مصیبت میں کپڑے پھاڑنا یا ماتم کرنا (کما فی الذیل) ممنوع نہیں بلکہ سُنّتِ نبی ہے۔

وفاتِ حضرت ہارُونؑ پر بنی اسرائیل تیس۳۰ دن ماتم کرتے رہے

مورخین کا بیان ہے کہ وفاتِ حضرتِ ہارُونؑ پر پہلے تو بنی اسرائیل حضرتِ مُوسیٰؑ سے ناراض ہوئے اور ان پر الزام لگایا کہ اُنھوں نے ہارونؑ کو پہاڑ کے دامن میں لے جا کر قتل کر دیا ہے۔ لیکن جب خداوندِ عالم نے ان پر واضح کر دیا کہ ہارونؑ اپنی موت سے فوت ہوئے ہیں اور ان کو یقین ہو گیا کہ حضرت موسیٰؑ نے انھیں قتل نہیں کیا تو وہ متفقہ طور پر حضرت ہارونؑ کا غم منانے کی طرف متوجہ ہوئے۔ ناسخ التواریخ میں ہے کہ "بنی اسرائیل درپائے جبل ہور مدّت سی روز ماتم ہارون بداشتند" بنی اسرائیل نے "کوہ ہور" کے دامن میں تیس دن تک حضرت ہارُون کا ماتم کیا"

حضرتِ ہارُونؑ کی قبر

مورخ ہروی خاوند پاشا نے حضرت ہارونؑ کی قبر بمقام وادی سین "کوہ شوبک" میں بتائی ہے۔ اکثر مورخین نے لکھا ہے کہ حضرتِ ہارونؑ کو انتقال کے بعد مع مقامِ انتقال فرشتے آسمان کی طرف اُٹھا لے گئے تھے، تو جب خود ہارونؑ اور ان کا مقامِ انتقال دونوں اُٹھا لے گئے تھے تو پھر اُن کی قبر یہاں کیسے ہو سکتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ مورخ ہروی کا بیان دُرست نہیں ہے اور یہ بھی سمجھتا ہوں کہ انھیں کی قبر ناپدید ہو گئی تھی اور جمہور مورخین نے جو حضرت مُوسیٰؑ کی قبر کے غائب ہونے کا حوالہ دیا ہے۔ انھیں التباس ہو گیا ہے اور وہ بجائے قبر ہارونؑ کے قبر مُوسیٰؑ کی غیبت کا حوالہ دے بیٹھے۔ حضرت مُوسیٰؑ کی قبر کا موجود ہونا میرے نزدیک ثابت ہے جیسا کہ میں نے حالات حضرت موسیٰؑ میں بیان کیا ہے۔ مورخ ہروی کی تحریر کے عین الفاظ یہ ہیں۔ "اہلِ کتاب گویند کہ قبر ہارون در بریہ سین بکوہ شوبک واقع است، اہل کتاب کا کہنا ہے کہ حضرت ہارُونؑ کی قبر وادی سین میں کوہِ شوبک پر واقع ہے۔ مُلاحظہ ہو روضۃ الصفا ج ۱ صفحہ ۱۰۵، عجائب القصص میں حضرت علیؑ بن ابی طالب سے مروی ہے کہ حضرت ہارونؑ کو ملائکہ اُٹھا لے گئے اور انھیں کسی ایسی جگہ دفن کر دیا کہ اُن کی قبر کسی کو معلوم نہ ہو سکی۔

ایک روایت میں ہے کہ وفاتِ ہارونؑ کے بعد حضرت موسیٰؑ نے خدا سے دُعا کی کہ بارِ الٰہا میرے بھائی کو بخش دے، جواب ملا کہ اے موسیٰؑ اگر تمام گزرے ہُوئے لوگوں اور آنے والوں کی مغفرت کے لئے دُعا کرو تو سب کو بخش دُوں گا۔ لیکن حسینؑ بن علیؑ کے قتل کرنے والوں کو ہرگز نہ بخشوں گا۔ (حیات القلوب ج ا صفحہ ۲۱۸)۔

فرزندانِ حضرتِ ہارونؑ

حضرتِ ہارون کی اولاد کے بارے میں مختلف روایات ملتی ہیں۔ مورخ الیعقوبی نے ان کے چار فرزند لکھے ہیں اور بتایا ہے کہ حضرت ہارونؑ کی زندگی میں دو فرزندوں کا انتقال ہوگیا تھا اور دو باقی تھے۔ ان کے فرزندوں کا نام اس نے (۱) الیعاذر (۲) الیصود (۳) نادب (۴) اتیمر تحریر کیا ہے اور بھی بعض کتابوں میں یہی نام مرقوم ہیں۔ علامہ مجلسی اور مورخ ہروی نے شبر و شبیر تحریر کیا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ انھیں چار فرزندوں میں کے دو بیٹوں کے دو دو نام رہے ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان چاروں کے علاوہ یہ دو بیٹے بھی رہے ہوں اور اس کا بھی امکان ہے کہ صرف یہی دو بیٹے شبیر و شبر ہی رہے ہوں۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک سوال کے جواب میں انھیں دو بیٹوں کا ذکر فرمایا ہے۔ علامہ جزائری تحریر فرماتے ہیں۔

سئل الصادق ایھما مات قبل موسیٰ ام ھارون قال ھارون مات قبل مُوسیٰ و سئل ایھما کان اکبر قال ھارون وکان اسم ابنی ھارون شبرًا وشبیرًا وتفسیرھما بالعربیہ الحسن والحسین۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پُوچھا گیا کہ حضرت موسیٰؑ نے پہلے وفات پائی ہے یا حضرت ہارونؑ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت ہارونؑ پہلے فوت ہوئے ہیں پھر پُوچھا گیا کہ ان دونوں میں بڑا کون تھا؟ فرمایا کہ ہارون، پھر فرمایا کہ ہارون کے دونوں بیٹوں کا نام عبرانی زبان میں شبر و شبیر تھا جس کا عربی ترجمہ حسنؑ اور حسینؑ ہے۔ (النور المبین صفحہ ۲۵۵ طبع نجف اشرف)۔

حضرتِ ہارونؑ اور حضرتِ علیؑ

حضرت موسیٰؑ نے حضرتِ ہارونؑ کو اپنا خلیفہ بحکمِ خدا بنایا ہوا تھا جس کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے وہ جب کہیں جاتے تھے تو حضرت ہارونؑ کو اپنی جگہ اُمت کا ذمہ دار بنا کر جاتے تھے۔ اسی وجہ سے حضرت رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ تبوک میں جاتے ہوئے حضرت علیؑ کو جب اپنی جگہ پر اُمت کا ذمہ دار بنا کر روانگی اختیار فرمائی تھی اور حضرتِ علیؑ نے دریافت کیا تھا کہ حضُور مجھے یہاں کیوں چھوڑے جاتے ہیں، تو

آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ "اما ترضیٰ ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی"۔ اے علیؑ کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ (خدا نے) تم کو مجھ سے وہی نسبت دی ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی، البتہ یہ بات ضرور ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ (صحیح بخاری پارہ ۱۸ صـ۸۹ کتاب المغازی) یعنی فرق صرف یہ ہے کہ موسیٰؑ کی طرح ہارونؑ بھی نبی ہوئے تھے۔ مگر چونکہ میرے بعد نبوت نہ ہوگی اور میری موجودگی میں کسی نبی کی ضرورت نہیں۔ اس لئے تم نہ میری زندگی میں اور نہ میری ظاہری موت کے بعد نبی ہوسکو گے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر میں خاتم النبیین نہ ہوتا تو بے شک تم میرے بعد نبی ہوتے۔ اس حدیث کو حدیث منزلت کہتے ہیں۔ حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حدیث میں حضرت علیؑ کی منزلت کی وضاحت فرمائی ہے۔

رُوحِ القرآن معہ اضافہ

مصنّفہ:- حجۃ الاسلام الحاج مولانا السیّد نجم الحسن صاحب قبلہ کراروی مرحوم و مغفور

یہ وُہ کتاب لاجواب ہے جسکی مثال پاکستان میں نہیں ہے۔ اس موضوع پر شیعہ نقطۂ نظر کے مطابق آج تک یہاں نہیں لکھی گئی۔ کتاب "رُوح القرآن" بھی اپنے وجود و ظہور میں منفرد ہے۔ اس کتاب میں قرآن مجید سے متعلق ہر قسم کے موضوع پر بحث کی گئی ہے۔ اسمیں قرآن مجید کے معنی بتائے گئے ہیں۔ اسکے نزول سے بحث کی گئی ہے۔ اسکے معجزہ ہونے کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ تحریفِ قرآن پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ اور اسکے متعلق شیعہ نقطۂ نظر کو واضح کیا گیا ہے۔ اس کے کثیر موضوعات میں دو اُمور پر بحث نے اسے لاجواب بنا دیا ہے۔ (۱) یہ کہ ۳۱۲ آیاتِ قرآنی کی نشاندہی اس مقصد سے متعلق کی ہے کہ یہ آیات آلِ محمدؐ کی مدح میں نازل ہوئی ہیں۔ اور اس کا ثبوت کتب اہلسنت سے پیش کیا ہے۔ اس سے بے شبہ ذاکرین و واعظین کو بڑی سہولت مل جاتی ہے۔ پاکستان کے بڑے بڑے واعظ اور ذاکر اس کتاب کو اپنے پاس رکھتے ہیں (۲) اُسکے آخری باب میں تقریباً ۲۰۰ اُن شیعہ علماء کے اسماء لکھے ہیں جنہوں نے قرآنی خدمات انجام دی ہیں۔ یہ کتاب پہلے ایک مقدمہ کی شکل میں تھی۔ اب اسے مصنّف نے مکمل کتاب بنا دیا ہے۔ آفسٹ طباعت حجم ۴۰۰ صفحات رنگین کور۔ سائز ۱۸×۲۳/۸۔ ہدیہ مناسب۔

ملنے کا پتہ:- امامیہ کتب خانہ مغل حویلی ـ اندرون موچی دروازہ لاہور

باب ۲۳

حضرت یُوشع بن نُون علیہ السّلام

حضرت یُوشعؑ بن نُون برگزیدہ نبی تھے۔ سب سے پہلے خدا نے انھیں وفات حضرت ہارونؑ کے بعد حضرت مُوسیٰؑ کا وصی و جانشین بنایا۔ پھر انھیں نبوّت عطا فرمائی اور انھیں کے ہاتھوں اریحا کو فتح کرایا اور انھیں کے عہدِ مُبارک میں بنی اسرائیل ارضِ مقدس میں داخل ہوئے۔ ان کے لئے سُورج کو پلٹایا، باب حطہ کا واقعہ انھیں کے عہد سے متعلق ہے، یہ گندم گون تھے۔ ان کا سینہ بہت چوڑا تھا، میانہ قد کے مالک تھے آنکھیں بڑی تھیں، بہادری میں بے مثال تھے، فن سپہ گری میں ماہر تھے۔

حضرت یُوشعؑ بن نُون کا نسب نامہ

آپ کا سلسلۂ نسب حضرت یُوسفؑ بن یعقوب علیہ السّلام تک پہنچتا ہے مورّخ ابوالفدا کا بیان ہے کہ حضرت یُوشعؑ کا نسب نامہ یُوں ہے، یُوشعؑ بن نُون ابن الیشاماغ بن عمیہود ابن لعدان بن تالح بن راشف بن رافع بن یریعا بن افراہیم بن یُوسفؑ بن لیعقوب علیہ السّلام (تاریخ ابوالفدا ج ا صہ ۳۹ طبع امرتسر ۱۹۰۱ئہ)۔

حضرت یُوشعؑ بن نُون اور مچھلی کا واقعہ

حضرت یُوشعؑ بن نُون، حضرت مُوسیٰؑ کی خدمت میں شروع سے آخر تک رہے اور ہر مقام پر ان کی پُوری پُوری امداد کی، حضرت مُوسیٰؑ جب مصر میں تھے تو یہ بھی مصر میں تھے، پھر مصر سے نکلنے کے وقت ہمراہ رہے۔ دریا میں راستہ پیدا ہونے کے موقع پر مصروف خدمت دین رہے، چالیس سال وادیٔ تیہہ میں خدمت کرتے رہے اور ہر مرحلہ میں حضرتِ موسیٰؑ کے قوت بازو ثابت ہوئے، وہ مشہور سفر جس کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔ اس میں بھی حضرت مُوسیٰؑ کے ہم سفر رہے۔ ارشادِ باری ہے" واذ قال موسیٰ لفتاہ لا ابرح حتی ابلغ مجمع البحرین"۔ (ترجمہ از آیت ۶۰ تا ۶۵ سُورہ کہف) وہ واقعہ یاد کرو جب موسیٰؑ، خضر کی ملاقات کو چلے تو اپنے

جوان وصی یوشعؑ سے بولے کہ جب تک میں دونوں دریاؤں کے ملنے کی جگہ نہ پہنچ جاؤں چلنے سے باز نہ آؤں گا خواہ اگر ملاقات نہ ہو تو برسوں یونہی چلا جاؤں گا۔ پھر جب دونوں ان دونوں دریاؤں کے ملنے کی جگہ پہنچے تو اپنی بھنی ہوئی مچھلی چھوڑ چلے تو اس نے دریا میں سُرنگ بنا کر اپنی راہ لی، پھر جب کچھ اور آگے بڑھ گئے تو موسیٰؑ نے اپنے جوان وصی سے کہا۔ اجی ہمارا ناشتہ تو ہمیں دے دو۔ ہمارے آج کے سفر سے تو ہم کو بڑی تھکن ہو گئی۔ یوشعؑ نے کہا کہ کیا آپ نے یہ دیکھا بھی ؟ کہ جب ہم لوگ دریا کے کنارے اس پتھر کے پاس ٹھہرے تھے تو میں اسی جگہ مچھلی چھوڑ آیا اور آپ سے اس کا ذکر نہ کر سکا اور مچھلی نے عجیب طرح سے دریا میں اپنی راہ لی۔ موسیٰؑ نے کہا کہ وہی تو وہ جگہ ہے جس کی ہم جستجو میں تھے۔ پھر دونوں اپنے قدم کے نشانوں پر دیکھتے دیکھتے اُلٹے پاؤں پھرے تو جہاں مچھلی چھوڑی تھی۔ دونوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک خاص بندہ خضرؑ کو پایا جس کو ہم نے اپنی بارگاہ سے رحمت ولایت کا حصّہ عطا کیا تھا اور ہم نے اُسے علمِ لدنی اپنے خاص علم سے کچھ سکھایا تھا۔ اس واقعہ کی تفصیل انشاء اللہ حالاتِ خضر میں آئے گی۔

حضرت موسیٰ نے حضرت ہارونؑ کی وفات کے بعد حضرت یوشعؑ بن نون کو اپنا خلیفہ بنا دیا اور ایک بہت بڑے جلسہ سے خطاب کے دوران خلافت کا اعلان کر کے دستاویزِ خلافت لکھ دی

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارونؑ کی وفات کے بعد حضرت یوشعؑ بن نون کو بحکم خدا اپنا خلیفہ بنا دیا۔ اس وقت بروایت قصص طہرانی ص۴۲ و ناسخ التواریخ ج ا ص۲۰۹ حضرت یوشعؑ بن نون کی عمر ۹۰ سال کی تھی۔

کتاب روضۃ الصفا ج ا ص۱۰۴ میں ہے کہ "حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کا جب زمانہ قریب ہوا تو انھوں نے توریت پر توجّہ مرکوز کر دی اور اُسے مرتب کرا کے جبرئیل کی ہمنوائی سے اس پر اطمینان حاصل کیا۔" "در روز ہفتم آذر قوم را احضار کردہ مجلسِ عظیم ساخت و یوشع را خلیفہ ووصی گردانید الخ"، ماہ آذر کے آٹھویں دن قوم کو جمع کر کے ایک عظیم اجلاس منعقد کیا اور اس میں حضرت یوشعؑ بن نون کو اپنا خلیفہ اور جانشین بنا دیا اور بنی اسرائیل کو ان کے سپرد فرما دیا اور ان کے جملہ اُمور کی نگہداشت و نگرانی کی۔ حضرت یوشعؑ کو ہدایت کر دی اور اسباط کو حکم دیا کہ وہ ان کی پیروی کریں اس کے بعد فرمایا کہ اب میری عمر ۱۲۰ سال کی ہو چکی ہے اور میری

موت کا زمانہ قریب آچکا ہے، میں نے خلوص نیّت کے ساتھ تم پر تم ہی میں سے ایک ایسے شخص کو حاکم بنا دیا ہے جس سے بہتر تم میں کوئی نہیں ہے اور سُنو میں نے اپنے اس فریضہ کی ادائیگی میں خداوندِ عالم اور فرشتوں کو گواہ بنالیا ہے۔ اب تمھیں چاہیئے کہ تم میری وصیّت اور اعلانِ خلافت میں کسی قسم کا شک وشبہ نہ کرو اور میرے حکم پر عمل کرنے میں کسی قسم کی کوتاہی کو راہ نہ دو۔ میں واضح الفاظ میں کہہ رہا ہوں کہ جو قیامت میں فلاح چاہتا ہے اس پر لازم ہے کہ میری وصیّت کا بہرصورت لحاظ رکھے اور میرے خلیفہ یوشعؑ بن نونؑ سے پوری پوری محبّت کرے اور جو انبیاء بھی آئیں اُن کی اطاعت کرے اور ان کی اولاد کی جو کہ امام ہوں گے ان کی مخالفت نہ کرے، ورنہ سخت ناراضگی کا سبب ہوگا اور اُس کی باز پُرس کی جائے گی۔ اس کے بعد وثیقہ لکھا گیا۔ "ناسخ التواریخ ج ۱ ص۲۰۸ میں ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے یوشعؑ بن نونؑ کو خلیفہ بنا کر اُمّت کو ہر قسم کی ہدایت کی اور بدستِ خود نوشتہ رقم کیا اس کے بعد فرمایا کہ میری موت اسی جگہ آئے گی۔ میں اب یردین سے آگے نہ بڑھ سکوں گا۔ مورخ ابن الواضح، تاریخ یعقوبی کے ص۳۱ میں لکھتا ہے کہ ودعاموسی یوشع بن نون وقال لہٗ الخ حضرت موسیٰؑ نے بنی اسرائیل کے مجمعِ عام میں حضرت یوشعؑ بن نون کو کہا تم غور سے سُنو! اور اپنا دل مضبوط کرلو۔ میرے بعد تمھیں بنی اسرائیل سمیت اس زمینِ کنعان میں داخل ہونا ہے جسے خدا نے تمھیں دینے کا وعدہ کر رکھا ہے، اور دیکھو یہ توریت ہے اسے اپنے ہمراہ رکھنا اور اسے بنی لاوی کے سپرد کردینا اور اے بنی اسرائیل تم توریت پر عمل کرنا، اس سے برکت حاصل کرنا اور اس میں جو کچھ ہے اس کی حفاظت کرنا اور سُنو میرے جو حالات وواقعات ہیں تم نے انھیں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔ اب تمھیں میرے بارے میں کسی شک وشبہہ کی گنجائش نہیں ہے۔ دیکھو بُت پرستی نہ کرنا، نجوم کو کبھی نہ پُوجنا۔ میں تو زمینِ اُردن سے آگے نہیں جاسکتا کیونکہ اب میری موت قریب ہے۔ مگر اس کا خیال رکھنا کہ تم عنقریب زمینِ موعود پر پہنچو گے، خدا کو ہمیشہ ایک جاننا، بُرے اعمال نہ کرنا ورنہ اس کا انجام بہت بُرا ہوگا۔ مل جل کر رہنا۔ قبائل میں بٹ نہ جانا، خدا کو دل سے دوست رکھنا، وہ عنقریب تمھیں بڑے بڑے مکان اور باغات دے گا اور کھلے ہوئے اچھے کنوئیں عطا کرے گا۔ خیانت نہ کرنا۔ سچ بولنا، یتیموں کی پرورش کرنا۔ بیواؤں کا خیال رکھنا۔ ضعیف اور مسکین کو نظر انداز نہ کرنا۔ ان لوگوں کا دل وجان سے خیال رکھنا۔ عدل کے ساتھ فیصلے کرنا۔ ولا تاخذوا الرشا فان الرشوۃ تعمی عیون الحکام۔ رشوت نہ لینا۔ اس لئے کہ رشوت حکام کو اندھا کردیتی ہے۔ مذبح میں درخت نہ لگانا۔ قُربانی بے عیب پیش کرنا۔ بُت پرستوں

کو قتل کرنا۔ شمس و قمر اور نجوم کے پُوجنے والوں کے ساتھ رعایت نہ کرنا اور انھیں رجم کر دینا۔ قتل کے معاملہ میں ایک شہادت پر بھروسہ نہ کرنا۔ قصاص کا لحاظ رکھنا۔ نفس کے بدلے نفس، آنکھ کے بدلے آنکھ۔ ہاتھ کے بدلے ہاتھ۔ مَرد کے بدلے مَرد، یہ قصاص کا اصُول ہے۔ جب کسی ملک وغیرہ پر حملہ کرنا تو وہاں کے درختوں کو تباہ نہ کرنا۔ قیدیوں کا خیال و لحاظ رکھنا۔ جو بیٹا باپ سے نافرمان ہوجائے اسے سزا دینا۔ کسی کے مویشی تمھارے قبضے میں آجائیں، تو اسے واپس پہنچانے کی سعی کرنا۔ باپ کی منکوحہ کو استعمال نہ کرنا۔ جنب کی حالت میں مسجد میں نہ جانا۔ سُود نہ کھانا۔ نذر کو جلدی پورا کرنا۔ بدعہدی نہ کرنا۔ برص و جذام والوں سے دُور رہنا۔ اُجرت نہ روکنا۔ باپ کا بدلہ بیٹے سے نہ لینا اور بیٹے کا بدلہ باپ سے نہ لینا۔ زکوٰۃ کا خیال رکھنا۔ فقراء اور مسکین اور ابن سبیل کو نظر انداز نہ کرنا۔ بیوہ اور یتیم کو ان کا حق پہنچانا۔ سُنو! وہ شخص ملعون ہے جو اپنے باپ کی منکوحہ کو استعمال کرے۔ وہ شخص ملعون ہے۔ جو جانوروں سے بدفعلی کرے، وہ شخص ملعون ہے۔ جو بہن اور ماں سے ہمبستری کرے، وہ شخص ملعون ہے۔ جو اپنی ساس سے زنا کرے، وہ شخص ملعون ہے۔ جو اپنے بھائی کا چھُپ کر گوشت کھائے (یعنی غیبت کرے) وہ شخص ملعون ہے۔ جو قتلِ نفس پر رشوت لے، وہ شخص ملعون ہے جو احکامِ خدا کی پیروی اور پابندی نہ کرے۔ اس کے بعد فرمایا کہ سُنو۔ وھذا یُوشع بن نوُن القیم فیکم بعدی فاسمعوا لہ واطیعوا امرہ فانہ بینکم بالحق، وملعون من خالفہ وعصاہ"۔ یہ یُوشعؑ بن نوُن ہیں۔ میرے بعد تمھارے حاکم ہیں، ان کی بات سُننا، ان کے حکم پر عمل کرنا، یہ تم میں جو فیصلہ کریں حق پر کریں گے اور یہ بھی سُن لو کہ جو شخص انکی مخالفت کرے گا ملعون ہوگا۔" اسی کتاب الیعقوبی کے صفحہ ۳۶ پر ہے کہ "کان موسیٰ لما حضرتہ وفاتہٗ امرہ اللہ عزوجل ... فھل موسیٰ ذالک۔ جب مُوسیٰؑ کی وفات کا زمانہ قریب آیا تو خدا نے انھیں حکم دیا کہ یُوشعؑ بن نوُن کو اپنا خلیفہ بنا دو۔ چنانچہ انھوں نے بنا دیا۔ یعنی یہ سب کچھ حکمِ خدا سے ہوا۔ علّامہ مجلسی نے اختیارات میں علّامہ بہائی نے جامع عباسی بست بابی میں تحریر فرمایا ہے کہ یہ واقعہ ۱۸ ذی الحجہ کا ہے۔

واضح ہو کہ حضرت محمّد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اسی نبوی اصُول پر حضرت علیؑ کو غدیر خم میں بالکل اسی انداز سے اپنے جانشین بنانے کا ۱۸ ذی الحجہ کو اعلان فرمایا تھا اور حکمِ خدا سے فرمایا تھا۔ "آیۃ یاایھا الرسُول بلغ ما انزل الیک من ربک"۔ اس پر شاہد ہے جس کے بعد اجماعی خلافت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اسی موقع پر آئیہ "الیوم اکملت لکم دینکم الخ" بھی نازل ہوا تھا۔ جس کے متعلق حضرت عمر نے فرمایا تھا کہ "ان ذالک الیوم عیدالنا"۔ یہ دن ہمارے

لئے عید کا دن ہے جیساکہ لباب التاویل ج ۲ صث طبع مصر میں ہے اور حضرت علیؑ کو مبارک باد بھی دی تھی۔ لیکن افسوس رسُولِ کریمؐ کے انتقال کے بعد حضرت علیؑ کی خلافت سے انکار کرکے اجماعی خلافت کا جال پھیلا دیا اور حق دار کو حق سے محروم کر دیا۔

حضرت یُوشعؑ کی نبوت اور فتح اریحا کا حکمِ خُداوندی

علماء و مؤرخین کا بیان ہے کہ حضرت یُوشعؑ بن نون حضرت مُوسیٰ علیہ السلام کے ہمشیر زادے تھے، خداوندِ عالم نے انھیں کے ہاتھوں ارضِ مقدس کو فتح کرایا۔ یہ حضرت موسیٰؑ کے وصی تھے۔ (تفسیر کبیر ج ۳ صث ۲۹۰)

حضرت مُوسیٰؑ کی وفات کے بعد خداوندعالم نے ان کو نبوت کے درجے پر فائز فرمایا اور ان کی طرف وحی کے نزول کا سلسلہ جاری کیا۔ عرائس ثعلبی میں ہے کہ ابتلاءِ تیہہ کا جب چالیسواں سال گزر چکا اور حضرت مُوسیٰؑ وفات پا چکے "بعث الله یوشع بن نون نبیاً" تو خداوند عالم نے حضرت یوشعؑ بن نون کو مبعوث بہ نبوت فرمایا اور بروایت ناسخ التواریخ ماہ نیسان کی چھٹی تاریخ کو ان سے خطاب کرتے ہوئے حکم دیا کہ موسیٰؑ کی وفات کے بعد اب تم پر یہ فریضہ عائد کیا جاتا ہے کہ تم رودِ اُردن کو عبور کرکے ان لوگوں کو اس زمین پر پہنچاؤ جس کا میں نے وعدہ کیا ہے اور شام و کنعان و بیت المقدس کی زمینوں کو بنی اسرائیل پر تقسیم کر دو، میں جس طرح مُوسیٰؑ کے ساتھ تھا۔ تمھارے ساتھ رہوں گا اور جس طرح ان کی مدد کی ہے۔ تمھاری مدد کروں گا۔ تمھارا فرض ہے کہ تم موسیٰؑ کی روش پر چلو اور ان کے طریقے سے سرِ مُو انحراف نہ کرو۔ تم بنی اسرائیل کی رہبری کرو اور دلجمعی سے کام کرو۔

حضرت یُوشعؑ بن نوُن حکمِ خداوندی پاتے ہی کمرِ ہمت کس کر کھڑے ہوگئے اور فوراً اپنے لشکر کے جملہ کمانڈران چیف کو طلب فرمایا اور انھیں حکم دیا کہ بنی اسرائیل کو کہہ دو کہ فتح اریحا کے لئے تیار ہو جائیں۔ میں تین دن میں آب رودِ اُردن کو پار کرنا چاہتا ہوں اور ان زمینوں کو حاصل کرکے جن کے فتح کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ بنی اسرائیل کو تقسیم کرنا چاہتا ہوں، اس کے بعد بنی راد۔ بنی جاد اور بنی میشا کو طلب فرما کر ان سے فرمایا کہ تم جس طرح حضرت مُوسیٰؑ سے جنگجوئی کا وعدہ کر چکے ہو۔ اب اس کے لئے تیار ہو جاؤ، ان لوگوں نے بھی یک دل و یک زبان ہو کر نبرد آزمائی کا اقرار کیا اور کہا کہ آپ مطمئن رہیں جس طرح ہم مُوسیٰؑ کے ساتھ ہو کر جنگ کر رہے تھے۔ اسی طرح آپ کی ہمراہی میں لڑیں گے اور پوری دلجمعی کے ساتھ جنگ کریں گے۔

حضرت یُوشعؑ بن نون کو جب پوری تسلی ہوگئی، تو انھوں نے دو شخصوں کو جاسوسی کے لئے "اریحا" بھیج دیا اور انھیں ہدایت کر دی کہ وہاں کے مفصل حالات معلوم کرکے اطلاع دیں کہ

وہ لوگ کس قدر تیار ہیں اور جنگ کے کن طریقوں سے کامیابی حاصل ہو سکے گی۔
وہ دونوں حضرت یوشعؑ بن نون سے رخصت ہو کر شہر اریحا میں وارد ہوئے، وہاں چونکہ ان کا کوئی جاننے والا نہ تھا اس لئے وہ ایک زن زانیہ کے مکان میں قیام پذیر ہوئے۔ جس کا نام "راحاب" تھا اور رات اسی کے ہاں گزاری، ابھی صبح نہ ہونے پائی تھی کہ کسی شخص نے "والی اریحا" کو باخبر کر دیا کہ دو شخص یوشعؑ بن نون کے بھیجے ہوئے شہر اریحا میں داخل ہوئے ہیں اور "راحاب" کے مکان میں مقیم ہیں۔ "والی اریحا" نے سپاہیوں کی ایک جماعت "راحاب" کے مکان پر بھیج دی اور ان کو حکم دیا کہ جاسوسوں کو گرفتار کر لائیں۔ جب وہ لوگ راحاب کے مکان پر پہنچے تو اس نے بڑی پھرتی سے ان دونوں کو اس کھیت میں چھپا دیا جو کپاس کا تھا۔ اور ان لوگوں سے کہا کہ بے شک دو شخص رات کے وقت آئے تھے اور صبح ہوتے ہی چلے گئے۔ مجھے نہیں معلوم کہ وہ کون تھے اور کہاں سے آئے تھے اور کیوں آئے تھے؟ اب اگر تم انھیں گرفتار کرنا چاہتے ہو تو اس کی صورت یہ ہے کہ تم فوراً فلاں جانب روانہ ہو جاؤ اور انھیں پکڑ لو، وہ لوگ اس کے کہنے کے مطابق بتائی ہوئی سمت کو روانہ ہو گئے، جب وہ روانہ ہو گئے تو اس نے اپنے گھر کے دروازے میں تالا لگا دیا اور ان جاسوسوں سے جا کر کہا کہ بنی اسرائیل کی اس وقت سے یہاں کے لوگوں پر دھاک بیٹھی ہوئی ہے۔ جب سے وہ مصر سے نکل کر آئے ہیں اور انھوں نے دریا عبور کیا ہے اور جنگ عمالقہ کے موقع پر عوج بن عوق اور بالاق نیز دیگر بادشاہوں کو قتل کیا ہے، اریحا کے باشندوں کی ہمتیں پست ہیں اور وہ بنی اسرائیل سے خوف کھاتے ہیں، یہ ہیں یہاں کے لوگوں کے حالات۔ اب سنو، میں تمھیں مشورہ دیتی ہوں کہ تم لوگ پہاڑوں میں چلے جاؤ اور تین دن تک اس میں پوشیدہ رہو۔ یہاں تک کہ وہ لوگ جو اردن کے راستے پر تمھیں تلاش کرنے گئے ہیں واپس آ جائیں، ان کی واپسی کے بعد تم یہاں سے نکل کر چلے جانا۔ مگر میں تم سے درخواست کرتی ہوں اور تمھیں قسم دیتی ہوں کہ تم جب اریحا پر قبضہ کرنا تو مجھے نہ ستانا اور میرے ساتھ مہربانی سے پیش آنا کیونکہ میں نے تمھاری جانیں بچائی ہیں۔ ان لوگوں نے اُس کے تحفظ کا وعدہ کیا اور پہاڑوں میں پوشیدہ ہو گئے۔ جب انھیں معلوم ہو گیا کہ سپاہیوں کا دستہ واپس آ گیا ہے تو وہ وہاں سے روانہ ہو کر حضرت یوشعؑ بن نون کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کو اریحا کے حالات سے آگاہ کیا۔
حضرت یوشعؑ بن نون نے حکم دیا کہ سب لوگ یہاں سے کوچ کر کے روانہ ہوں اور دریائے اردن کے کنارے جا پہنچیں۔ چنانچہ سب روانہ ہو گئے۔ حضرت یوشعؑ نے فرمایا کہ دریا عبور کرتے وقت بنی لیوی، صندوق الشہادت کو اپنے ہمراہ رکھیں اور اسے لے کر سب سے آگے روانہ ہوں

اور کوئی شخص بھی صندوق الشہادت سے آگے نہ بڑھے، پھر دوسرے دن کہ ماہ نیسان کی دسویں تاریخ تھی یہ سب لوگ سامان باندھ کر روانہ ہوئے، جوں ہی صندوق الشہادت جس میں توریت وغیرہ تھی پانی کے قریب پہنچا، پانی نے قدم روک لئے اور لشکرِ یوشعؑ بن نون کے لئے راستہ دے دیا۔ یعنی جس طرح مصر سے روانگی کے وقت رود نیل میں راستہ بن گیا تھا اسی طرح رود اردن میں راستہ بن گیا، حضرت یوشعؑ بن نون نے حکم دیا کہ صندوق الشہادت کو اس وقت تک وسط دریا میں رکھا جائے جب تک جملہ بنی اسرائیل دریا کو پار نہ کر لیں چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ جب سب پار ہو گئے تو صندوق کو نکال لیا گیا اور پانی پھر آپس میں مل کر بہنے لگا۔ حضرت یوشعؑ بن نون نے چلتے وقت یہ بھی حکم دیا کہ فرزندان اسباط میں کے بارہ افراد ایک ایک پتھر اردن کی اس سرزمین سے لیتے چلیں تاکہ بنی اسرائیل میں نسلاً بعد نسلاً اس کا تذکرہ جاری رہے کہ یوشعؑ بن نون کے لئے بھی اسی طرح دریا میں راستہ پیدا ہوا تھا جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے رودِ نیل میں پیدا ہوا تھا۔

رود اردن کو پار کرنے کے بعد یہ لوگ بہ قصد فتح "اریحا" آگے کو روانہ ہوئے، چلتے چلتے بمقام "جلجال" وارد ہو کر خیمہ زن ہوئے۔ حضرت یوشعؑ نے حکم دیا کہ وہ بارہ پتھر جو آبِ رود اردن سے لائے گئے ہیں۔ انھیں جمع کر کے اس جگہ ایک منارہ بطور یادگار بنا دیا جائے۔ چنانچہ منارہ تیار کر دیا گیا، ابھی چند ہی روز جلجال میں ٹھہرے تھے کہ حکمِ خداوندی آ گیا کہ بنی اسرائیل کا ختنہ کر دیا جائے کیونکہ وہ لوگ جو مصر سے آئے تھے۔ وہ سارے "گردشِ تیہہ" میں فوت ہو چکے تھے، وہ سب کے سب مختون تھے۔ لیکن جن کی پیدائش چالیس سالہ تیہہ کے چکر میں آئی ہوئی تھی غیر مختون تھے۔ حضرت یوشعؑ نے غیر مختون لوگوں کا ختنہ کرا دیا۔ وہ مقام جس مقام پر ختنے ہوئے تھے اس کا نام بروایت ناسخ التواریخ "قلفا" بضم قاف رکھا گیا۔

ان لوگوں کو مقام جلجال میں پہنچے ہوئے ابھی صرف ایک ہی دن ہوا تھا کہ "من و سلویٰ" کے نزول کا سلسلہ بند ہو گیا اور ان لوگوں نے زمین سے اُگی ہوئی چیزوں کا استعمال شروع کر دیا تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ کے عہد میں جس من و سلویٰ کا نزول شروع ہوا تھا اس کا سلسلہ چالیس سالہ مدت تیہہ میں جاری رہا۔ اس مدت کے ختم ہونے کے بعد عہدِ یوشعؑ میں اب جب کہ یہ لوگ تیہہ کی گردش سے نکل کر پہنچے تو اس کا سلسلہ بند ہو گیا۔

پھر اسی دن جس دن من و سلویٰ کا نزول بند ہوا۔ حضرت یوشعؑ بن نون نے اریحا کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھا، تو انھیں ایک بہادر شخص شمشیر برہنہ ہاتھ میں لئے ہوئے نظر آیا۔ حضرت یوشعؑ اپنے مقام سے چل کر اس کے پاس پہنچے اور اُس سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ ہمارے لشکریوں سے ہے

یا نہیں ؟ اس نے کہا کہ میں لشکرِ خداوندی سے تعلق رکھتا ہوں اور آپ کے پاس بھیجا گیا ہوں حضرت یوشعؑ بن نون نے جب یہ جان لیا کہ یہ فرشتہ ہے اور خداوندِ عالم نے اسے میرے پاس بھیجا ہے تو سجدۂ شکر کے لئے زمین پر پیشانی رکھ دی، پھر سر اُٹھا کر پُوچھا کہ خداوندِ عالم کا کیا حکم ہے اور تو کون سا حکم لے کر آیا ہے۔ اس نے کہا کہ میں یہ بتانے آیا ہوں کہ تم جس ارضِ مقدس کو حاصل کرنے کے لئے مامور ہُوئے ہو اس کا آغاز ہو چکا ہے اور جس جگہ تم کھڑے ہو یہ زمین ارضِ مقدس میں شامل ہے۔ لہٰذا تم اپنے نعلین اُتار دو اور اس کا احترام کرو، حضرت یُوشعؑ بن نون اپنی جُوتیاں اتار کر حمد باری میں مشغول ہو گئے۔

حمد باری بجا لانے کے بعد حضرت یوشعؑ بن نوُن نے بنی لیوی کے چند نمایاں افراد کو بُلا کر انھیں حکم دیا کہ صندوق الشہادت لے آؤ وہ لے آئے پھر اولادِ ہارونؑ میں سے سات منتخب افراد کو بُلایا اور کہا کہ تم صندوق الشہادت کے ہمراہ ہو کر بالکل خاموشی کے ساتھ تین مرتبہ حدودِ اریحا کا طواف کرو، وہ لوگ حسب الحکم روانہ ہوئے اور طواف کر کے واپس آئے۔ بروایت ناسخ التواریخ ان لوگوں نے چھ روز مسلسل تین تین بار طواف کیا اور "اریحا"، کو ہر جانب سے اچھی طرح دیکھ بھال لیا، بروایت روضتہ الصفا، شہر اریحا بہترین شہر تھا اور اس کے گرد جو فصیل تھی وہ بے حد مستحکم تھی، اس کے سنگریزے بہترین تھے۔ اس کی بلندی افلاک سے باتیں کرتی تھی، اس میں بہت بڑے بڑے اور نہایت عمدہ مکانات تھے، بے پناہ باغات تھے، نہریں جاری تھیں، یہ شہر حسین و محفُوظ بھی تھا اور حسین و خوبصورت بھی تھا۔ اس میں بہترین بازار بھی تھے اور ہر قسم کی آرائش بھی تھی اور اس کی مضبوطی اور اس کے محفوظ ہونے کا یہ اندازہ تھا کہ حضرت یوشعؑ بن نون کے لوگوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ اس کا فتح کرنا بہت مشکل ہے۔ لیکن حضرت یوشعؑ بن نون نے بعلمِ نبوت جان لیا تھا کہ اسے نہایت آسانی سے فتح کیا جا سکے گا اور خداوندِ عالم اس کے فتح کرنے میں ہماری خصوصی امداد فرمائے گا۔ چنانچہ حضرت یوشعؑ نے دُعائے کامرانی بھی کی۔

پھر جب محاصرہ کو ساتواں دن ہوا تو حضرت یوشعؑ بن نون نے حکم دیا کہ آج اچھی طرح تمام حالات و کیفیات سے آگاہی حاصل کر کے ہمیں مطلع کرو۔ ان لوگوں نے سات مرتبہ طواف کیا اور حالات سے باخبر کر کے انھیں اس کے فتح کرنے کا مشورہ دیا اور کہا کہ اب تاخیر کی ضرورت نہیں ہے، اب آگے بڑھنا چاہیئے۔

حضرت یوشعؑ بن نوُن نے حالات کا جائزہ لینے کے بعد حکم دیا کہ اب اس پر ایک طرف سے پوری طاقت کے ساتھ حملہ کر دو اور اس میں جس کو پاؤ اُسے قتل کر دو اور جو کچھ پاؤ اُس

پر قبضہ کرو، البتہ " راحاب" کا خیال رکھنا اسے کسی قسم کی گزند نہ پہنچے۔ کیونکہ اُس نے ہمارے سفیروں کی جان بچائی تھی اور اس کی حفاظت کا وعدہ کیا جا چکا ہے۔

حضرت یوشعؑ بن نون کا حکم پاتے ہی بنی اسرائیل نے اپنی پوری طاقت سے اریحا پر ایک جانب سے حملہ کر دیا۔ خدا کا یہ کرنا ہوا کہ جیسے ہی حضرت یوشعؑ بن نون کا لشکر "اریحا" کی طرف بڑھا "سورالبلد" کی دیواریں خود بخود گر گئیں، اور ان کا لشکر بڑی آسانی سے داخل اریحا ہو گیا۔

شہر میں گھسنے کے بعد ان لشکریوں نے پوری طاقت کے ساتھ قتل و غارت کیا اور از قسم سیم و زر جو کچھ پایا لے لیا اور اسے ایک خیمہ میں جمع کر دیا۔ البتہ " راحاب" کو محفوظ رکھا اور اسے سہولتیں بہم پہنچائیں تا ایں کہ وہ آخر عمر تک انھیں میں رہ کر فوت ہوئی۔

وادخلوا الباب سجداً

حضرت یوشعؑ بن نون نے بنی اسرائیل کو دیگر ہدایات کے علاوہ فتح اریحا سے قبل یہ بھی کہا تھا کہ جب اریحا کے اندر داخل ہونے لگنا تو 'گردشِ تیہہ' سے نجات پانے اور اپنی کامیابی اور کامرانی کے لئے خدا کی بارگاہ میں دعائے مغفرت اور ادائے شکر کے طور پر دروازے میں سجدہ ریز ہو کر یا سر جھکا کر داخل ہونا اور زبان سے " حطہ" کہتے جانا۔ لیکن وہ لوگ حسب عادت متمردانہ داخل اریحا ہو گئے اور انھوں نے حضرت یوشعؑ کے کہنے کی کوئی پرواہ نہ کی اور تمسخر کے طور پر حطہ کے بجائے حنطہ کہتے رہے، حطہ کے معنی بخشش کے ہیں اور حنطہ کے معنی گندم کے۔ البتہ اس حکم کی تعمیل ان لوگوں نے کی جو عقل و ہوش رکھتے تھے اور نبی کے حکم کو خدا کا حکم جانتے تھے، مقدس تھے اور صفائے باطن رکھتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جن لوگوں نے تمسخر کیا تھا جن کی تعداد بروایت روضۃ الصفا ستر ہزار اور بروایت ناسخ التواریخ چوبیس ہزار تھی اُن پر خدا نے طاعون کا عذاب نازل کر دیا اور سب کے سب واصل جہنم ہو گئے اور بچے صرف وُہی جن لوگوں نے حکم نبی کی تعمیل کی تھی۔

بابِ حطہ اور اہل بیت رسولؐ

علمائے فریقین اس پر متفق ہیں کہ حضرت رسول کریمؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میرے اہل بیتؑ کی مثال میری اُمت میں بالکل ویسی ہی ہے جیسی بنی اسرائیل میں باب حطہ کی تھی، جس نے حضرت یوشعؑ بن نون کے کہنے کے مطابق لفظ " حطہ" زبان پر جاری کیا تھا اس نے نجات پالی تھی۔ اور جس نے اس کی پرواہ نہیں کی وہ تباہ و برباد ہو گیا تھا۔ بالکل اسی طرح میری اُمت کے لئے یہ ہے کہ جو ان میں سے باعتقاد صحیح میرے اہل بیتؑ کے تابع فرمان ہوں گے اور ان سے بدل و جان محبت کریں گے وُہی لوگ نجات پائیں گے اور جو ان کی نافرمانی کریں گے اور ان

کی پیروی نہ کریں گے اور انھیں امام برحق نہ مانیں گے اور ان کے ذریعہ سے نجات کا عقیدہ نہ رکھیں گے وہ تباہ و برباد ہو کے رہیں گے اور ان کی نجات کا کوئی ذریعہ نہ ہوگا۔ عرائس ثعلبی صفہ ۱۴۰ میں ہے کہ حضرت ابنِ عباس فرماتے ہیں کہ "حطہ" کہلوانے کا مقصد یہ تھا کہ وہ لوگ بزبانِ خود "لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللہ" کہتے جائیں۔ کیونکہ اس کا کہنے والا بخشا جاتا ہے۔

تفسیر امام حسن عسکریؑ میں ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ خدا فرماتا ہے "اے بنی اسرائیل تم اس وقت کو یاد کرو "اِذ قلنا" ، جب کہ ہم نے تمھارے باپ دادا سے کہا کہ "ادخلوا ھذہ القریۃ" تم اس بستی میں داخل ہو اور وہ "اریحا" بلادِ شام سے ایک شہر ہے اور یہ حکم اس وقت ہوا تھا جب کہ وہ "صحرائے تیہہ" سے نکلے۔" فکلوا منھا حیث شئتم رغدا" اور اس شہر میں سے جہاں سے تمھارا جی چاہے بے زحمت و رنج پیٹ بھر کر اور سیر ہو کر کھاؤ، "وادخلوا الباب سجداً" اور شہر کے دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے اندر داخل ہو اور حق تعالیٰ نے شہر کے دروازے پر ان کے لئے محمدؐ اور علیؑ کی صورتوں کو متمثل کیا تھا اور ان کو حکم دیا تھا کہ ان مثالی صورتوں کی تعظیم کے لئے سجدہ کریں اور ان کی بیعت اور محبت کے ذکر کو اپنے نفسوں میں تازہ کریں اور جو اقوام ان کی ولایت و اعتقاد افضلیت کا ان سے لیا گیا ہے اس کو یاد کریں "وقولوا" "حطہ" کہو یعنی یہ کہو کہ ہمارا محمدؐ و علیؑ کی مثالوں کی تعظیم کے لئے خدا کو سجدہ کرنا اور ان کی ولایت کا اعتقاد کرنا ہمارے گناہوں کا کھونے والا اور ہمارے قصوروں کو مٹانے والا ہے۔" نغفر لکم خطایاکم" تاکہ ہم اس عمل کے سبب تمھاری گزشتہ خطاؤں کو بخش دیں اور پہلے کے گناہوں کو زائل کر دیں۔" سنزید المحسنین" اور جلد ہم نیکو کاروں کے ثواب کو زیادہ کریں گے۔ یعنی جو لوگ تم میں سے ایسے ہیں کہ انھوں نے وہ گناہ نہیں کئے جو مخالفانِ ولایت نے کئے ہیں اور ان کی ولایت کا عہد جو اپنے نفس میں خدا سے کیا تھا اس پر ثابت قدم رہے۔ اس عمل کے بجالانے سے ہم ان کے درجات اور ثواب زیادہ کریں گے اور آیۂ "سنزید المحسنین" سے یہی مراد ہے۔ فبدل الذین ظلموا قولا غیر الذی قیل لھم۔ پس اس گروہ نے کہ جنھوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا تھا اس قول کو جو ان سے کہا گیا تھا اور طرح بدل دیا۔ خدا نے ان کو سجدہ کرنے کا حکم دیا انھوں نے سجدہ نہ کیا اور جس لفظ کے کہنے کا حکم دیا تھا وہ نہ کہا بلکہ دروازے کی طرف پُشت کر لی اور پیٹھ کی طرف سے شہر میں داخل ہوئے۔ نہ تو جھکے اور نہ داخل ہوتے وقت سجدہ کیا اور کہنے لگے کہ اتنے بلند دروازے کے ہوتے ہوئے ہم جھک کر کیوں داخل ہوں۔ دیکھئے یہ موسیٰؑ اور یوشعؑ ہم سے یُونہی ہنسی کرتے رہیں گے اور بیکار اور فضول اُمور کے لئے ہم سے سجدے کرائیں گے اور

بجائے "حطۃ" کہنے کے "حنطۃ سمقانہ" کہا یعنی لال گیہوں جو ہم کھاتے ہیں۔ کہا کہ وہ اس قول و فعل سے زیادہ پسندیدہ ہے۔" فانزلنا علی الذین ظلموا رجزاً من السماء بما کانوا یفسقون"۔ یعنی ہم نے ان لوگوں پر کہ انھوں نے اس لفظ کو جو ان سے کہا گیا تھا بدل دیا اور محمدؐ و علیؑ اور ان کے آل اطہارؑ کی ولایت کے مطیع و فرماں بردار نہ ہوئے، ان کے فسق و فجور اور حکمِ اطاعت سے نکل جانے کے سبب آسمان سے عذاب ان پر نازل کیا اور وہ مرضِ طاعون تھا کہ ایک دن کے تھوڑے حصّہ میں ایک لاکھ بیس ہزار آدمی ان میں سے اس مرض سے ہلاک ہوئے اور وہ لوگ یہ تھے جن کی بابت خدا کے علم میں گزر چکا تھا کہ وہ ایمان نہ لائیں گے اور نہ توبہ کریں گے اور جن کی بابت خدا کو یہ معلوم تھا کہ وہ توبہ کریں گے یا ان کے صلبوں سے ایسے پاک لوگ پیدا ہوں گے جو توحیدِ الٰہی کے قائل ہوں گے اور حضرت محمدؐ مصطفٰے پر ایمان لائیں گے اور ان کے وصی اور بھائی کی ولایت کو پہچانیں گے ان پر یہ عذاب نازل نہ ہوا اور وہ اس طاعون سے بچ گئے"۔ (آثار حیدری ترجمہ تفسیر امام حسن عسکریؑ صفحہ ۲۲۹ و حیات القلوب ج ۱ صفحہ ۱۸۰)۔

فتح "اریحا" کے بعد فتح "عی" کا عزم

حضرت یوشعؑ بن نون ارضِ مقدس کے حصول کے سلسلہ میں فتح اریحا کے بعد فتح عی کی طرف متوجّہ ہوئے اور انھوں نے چند جاسوسوں کو اس مقام کی طرف بھیج دیا تاکہ وہ وہاں کے حالات سے باخبر ہو کر اطلاع دیں اور بتائیں کہ اس مقام "عی" کو فتح کرنے میں ہمیں کن کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا اور کس صورت سے کامیابی حاصل ہو سکے گی۔ وہ لوگ حضرت یوشعؑ بن نون کے حکم کے مطابق جاسوسی اور تفحّص حالات کے لئے روانہ ہو کر وہاں پہنچے اور وہاں کے حالات کا اچھی طرح مطالعہ کیا اور واپس آکر بتایا کہ ان لوگوں کی حالت کسی صورت سے اچھی نہیں ہے، ان پر حملہ کر کے ان کے علاقہ عی کو فتح کرنے کے لئے صرف ۲ یا ۳ ہزار کی فوج کافی ہے، حضرت یوشعؑ بن نون نے تین ہزار پر مشتمل فوج فتح عی کے لئے روانہ کر دی۔ جب ان کا لشکر عی کے قریب پہنچا اور اہلِ عی کو ان کی آمد کی اطلاع ملی تو وہ سب نبرد آزمائی کے لئے نکل پڑے، اور خوب جنگ ہوئی۔ حضرت یوشعؑ بن نون کا لشکر سعی بلیغ کے باوجود کامیاب نہ ہو سکا۔ اور ۳۶ افراد ان کے قتل ہو گئے اور ان کا لشکر شکست کھا کر بھاگا۔ اہلِ عی نے لشکر کا پیچھا کیا اور انھیں بھاگتے ہوئے بھی کافی قتل کر ڈالے۔ جب شکست خوردہ لشکر حضرت یوشعؑ بن نون کے پاس پہنچا اور اس نے حالات بتائے تو حضرت یوشعؑ کو نہ صرف افسوس ہوا بلکہ تعجب بھی ہوا، کیونکہ انھیں یقین تھا کہ اہلِ عی میں ہم سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے۔

جب حضرت یوشعؑ کا لشکر واپس آیا تو آپ سجدۂ خداوندی میں چلے گئے اور عرض کی مالک اگر یہی حال رہا تو پھر تباہی ہی تباہی ہے۔ وحی ہوئی کہ "اے یوشعؑ" یہ شکست ان لوگوں کی طاقت کی وجہ سے نہیں ہوئی۔ بلکہ تمہاری قوم کی خیانت کی وجہ سے ہوئی ہے۔ تم تحقیق کرو کہ کس نے خیانت کی ہے اور اسے قرار واقعی سزا دو، ورنہ تم اپنے مقابل پر کامیاب نہ ہو سکو گے۔ یہ سُن کر حضرت یوشعؑ بن نون کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے اور وہ حیران و ششدر ہو کر رہ گئے۔ پھر حکمِ خداوندی کے مطابق حضرت یوشعؑ بن نون نے تحقیق شروع کر دی۔ انھوں نے سب سے پہلے تمام اسباط کی اولاد کو جمع کیا۔ پھر ان میں قرعہ ڈالا تو نکلا کہ وہ خائن، یہوداکی نسل میں ہے۔ پھر قرعہ ڈال کر معلوم کیا۔ وہ قبیلہ زارح سے متعلق ہے۔ پھر معلوم ہُوا کہ وہ بیت زبدی سے تعلق رکھتا ہے۔ پھر بذریعہ قرعہ معلوم کیا کہ بیت زبدی میں " عاخان بن کرمی بن زبدی بن زارح" نے خیانت کی ہے۔ حضرت یوشعؑ بن نون نے اس سے فرمایا کہ تو نے" کیا خیانت کی ہے اور کیوں کی ہے؟ اس نے کہا کہ حضور، جب اریحا میں قتل و غارت اور لوٹ مار جاری تھی، میں نے ایک ایسا پائجامہ پایا تھا جس کی بناوٹ میں دو سو مثقال چاندی اور پچاس مثقال سونا شامل تھا، وہ مجھے بہت پسند آیا اور میں نے اُسے اصولِ شریعت کے خلاف اپنے قبضہ میں کر لیا۔ پھر اسے زمین میں دفن کر کے محفوظ کر دیا۔

حضرت یوشعؑ بن نون نے اسے زمین سے نکلوا کر بیت المال[1] میں جمع کرا دیا اور اسے قرار واقعی سزا دی۔ کیونکہ اس کی اس خیانت سے جنگ میں شکست ہو گئی تھی اور کثیر آدمی مارے گئے تھے۔ تواریخ میں ہے کہ حضرت یوشعؑ نے اسے رجم کی سزا دی اور حکم دیا کہ تمام بنی اسرائیل اس پر پتھر ماریں۔ چنانچہ سب نے مل کر اتنے پتھر مارے کہ ایک ٹیلہ بن گیا اور اس کا نام "برجِ افتضاح" رکھ دیا۔

اس کے بعد حضرت یوشعؑ بن نون نے تیس ہزار فوجیوں کو تسخیر "عی" کے لئے روانہ کیا اور انھیں ہدایت کر دی کہ تم لوگ مقام عی کے ایک جانب کمین گاہ بنا کر ٹھہرو میں صبح کو وہاں پہنچوں گا، وہ لوگ وہاں سے روانہ ہو کر عی کے جانب غربی بمقام بیت ئیل قیام پذیر ہو گئے۔ پھر صبح کو حضرت یوشعؑ مشائخ بنی اسرائیل کو ہمراہ لے کر "عی" کے جانب غربی میں جا پہنچے اور سب کو لیکر قلعہ عی کے قریب پہنچ گئے۔ والیٔ عی اپنا لشکر لے کر باہر آیا اور مصروفِ جنگ ہو گیا۔ حضرت یوشعؑ

[1] شریعتِ موسوی میں جنگ کے دوران حاصل شدہ مال بیت المال میں جمع کیا جاتا تھا۔ اسی طرح دیگر شریعتوں میں رہا۔ لیکن شریعتِ محمدیہ میں خدا نے یہ کرم کیا کہ اُسے تقسیم کرنے کا حکم دے دیا۔ (ع ا ث)۔

بن نون اُصولِ جنگ کے تحت اپنے لشکر کو لے کر پیچھے ہٹنے لگے۔ والیِ عی سمجھا کہ یہ لوگ ہارتے ہوئے بھاگ رہے ہیں۔ اس نے ان کا پیچھا کیا اور قلعہ کے دروازے کو کُھلا چھوڑ دیا۔ حضرت یوشعؑ بن نون نے جب دیکھا کہ یہ قلعہ سے دُور نکل آئے ہیں تو انھوں نے اپنے عصا کو قلعہ کی طرف دراز کیا، یہ فتح کی علامت تھی۔ حضرت یُوشعؑ بن نون کی وہ فوج جو جانب عزبی بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے جب دیکھا کہ قلعہ خالی ہو گیا ہے اور سب حضرت یوشعؑ کے تعاقب میں چلے گئے ہیں تو وہ لوگ قلعہ میں داخل ہو گئے اور قتل وغارت شروع کر دی اور گھروں میں آگ لگا دی۔ مقام عی کے دارالسلطنت میں جب آگ لگی اور دھواں اُٹھا تو حضرت یوشعؑ سمجھ گئے کہ عی فتح ہو گیا ہے اور ہمارے لوگ اس میں داخل ہو چکے ہیں، یہ دیکھ کر انھوں نے اپنا حملہ تیز کر دیا اور پیچھے ہٹنے کی بجائے آگے کو بڑھنے لگے اور سب کو قتل کر ڈالا۔ البتہ یوشعؑ کے لشکر نے والی "عی" کو گرفتار کر لیا پھر سب نے عی میں داخل ہو کر پُورے طور پر قتل وغارت کیا، اس کے بعد والی کو دار پر لٹکا دیا اور پُورے عی پر قبضہ کر لیا۔ عی میں جتنے لوگ قتل ہوئے تھے ان کی تعداد بارہ ہزار تھی۔

حضرت یوشعؑ بن نون "عی" کو فتح کرنے کے بعد اپنے قیام کی جگہ "جلجال" واپس چلے گئے۔ مگر ان کی کامیابی کا شہرہ تمام ارضِ مقدس میں پھیل گیا اور تمام بادشاہ جو اس ارضِ مقدس کے کسی بھی حصے میں تھے خوف زدہ ہو گئے۔

حضرت یوشعؑ بن نون سے خوف کی وجہ سے مقام "جبعون" کے مشائخ نے اپنے بچاؤ کا یہ انتظام کیا کہ پھٹے پرانے کپڑے پہن کر حضرت یوشعؑ کے پاس گئے اور ان سے اپنی بے مائگی کا حوالہ دے کر ان سے اپنی نجات کا وعدہ لے لیا اور جنگ سے بچ گئے۔ حضرت یوشعؑ بن نون نے ان لوگوں کو اپنی فوج کے لئے لکڑیاں لانے اور پانی فراہم کرنے کے لئے معین کر دیا۔

حضرتِ یوشعؑ بن نُون کیلئے رجعتِ شمس

جبعون کے لوگوں کے معاہدہ کی خبر جب دیگر بادشاہوں تک پہنچی، تو انھوں نے ایکا کر لیا اور فیصلہ کیا کہ یوشعؑ بن نون سے مقابلہ کیا جائے، لیکن اس سے پہلے جبعون کے باشندوں کو ان کی اس حرکت کی سزا دی جائے۔ چنانچہ ان لوگوں نے جمع ہو کر جبعون پر حملہ کرنا چاہا وہ بادشاہ جنھوں نے ایکا کیا تھا یہ تھے (۱) ہوہام ملک جبرون (۲) فرام ملک یرموث (۳) یافیع ملک لاخیس (۴) دبیر ملک عجلون (۵) ادونی صادوق ملک بیت المقدس۔

جبعون نے جب اپنے اوپر لوگوں کی یورش کا یقین کر لیا تو ایک شخص کو جلجال بھیج دیا اور کہلا بھیجا کہ ہم آپ کے غلام ہیں اور اب ہم پر یہ مصیبت آرہی ہے، براہِ کرم آپ ہماری خبر لیں حضرت یوشعؑ بن نون نے لشکر تیار کیا اور سب کے سب وہاں سے روانہ ہو گئے، ساری رات

راستہ طے کرکے صبح کو وہاں پہنچے تو دشمن کی فوج کو تیار پایا۔ جنگ شروع ہوگئی اور خوب گھمسان کی جنگ ہوئی اور تاز وال جاری رہی، پھر چند ساعت کے بعد جنگ تیز ہوگئی، یہاں تک کہ آفتاب مائل بہ غروب ہوگیا۔ بروایت روضۃ الصفا جب کامیابی کے آثار نمایاں ہوئے تو آفتاب ڈوبنے لگا اور چونکہ ہفتہ کو بنی اسرائیل عبادت کے سوا کچھ نہ کرتے تھے اور جمعہ کا دن ختم ہو رہا تھا اس لئے حضرت یوشعؑ بن نون نے دعا کی، خدایا آفتاب کو پلٹا دے تاکہ آج ہی جنگ کا خاتمہ ہو جائے، ان کی دعا مستجاب ہوئی اور آفتاب مغرب سے پلٹ کر اتنی بلندی پر آگیا کہ پھر غروب کرتے کرتے حضرت یوشعؑ جنگ سے فارغ ہوگئے۔ الیعقوبی ص۳۶ میں ہے کہ جنگ جاری تھی اور کامیابی صرف اس لئے نہیں ہو رہی تھی کہ مخالف کے پاس ایک ایسی عورت تھی جو برہنہ ہو کر نجوم کے ذریعہ سے عمل کرتی تھی، یوشعؑ نے دعا کی اور دن بڑا ہوگیا جس سے اس کا حساب غلط ہوگیا اور یوشعؑ بن نون کامیاب ہوگئے۔ عرائس ثعلبی میں ہے کہ حضرت یوشعؑ بن نون نے اس طرح دعا کی "اللھم اردد الشمس علی" "خدایا آفتاب کو میرے لئے پلٹا دے۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ انھوں نے آفتاب کو مخاطب کرکے کہا کہ "انك فی طاعة الله وانا فی طاعة الله" تو اطاعت خدا میں ہے اور میں بھی اطاعت خدا میں مشغول جنگ ہوں، یہ کہہ کر انھوں نے آفتاب سے کہا کہ ٹھہر جا اور ماہتاب سے کہا کہ رک جا، تاکہ ہم انتقام لے لیں۔ اور کامیابی حاصل کرلیں، "فردت الشمس وزید النھار" یہ سن کر آفتاب پلٹ آیا اور دن اتنا بڑھ گیا کہ انھوں نے دشمن کا کام تمام کردیا، اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت علی علیہ السلام دعائے مشلول میں فرماتے ہیں "یا من اعطی الخضر الحیات وردد یوشع بن نون نور الشمس بعد غروبھا" اے وہ خدا جس نے خضرؑ کو طویل زندگی دی اور یوشعؑ بن نون کیلئے آفتاب کا نور غروب کے بعد پلٹایا۔ ناسخ التواریخ میں ہے کہ جس وقت قتل و غارت جاری تھی پانچوں بادشاہ مذکور بھاگ کر پہاڑ کی ایک کھوہ میں روپوش ہوگئے، حضرت یوشعؑ نے حکم دیا کہ پہاڑ کی کھوہ کے منہ کو پتھر سے بند کردیا جائے۔ چنانچہ اس پر پتھر رکھ دیا گیا۔ پھر جب جنگ سے سکون ملا تو انھیں نکال کر قتل کردیا گیا۔ پھر وہاں سے روانہ ہو کر مملکت بستی ولاخیش کی طرف یکشنبہ کو پہنچے اور ان پر قبضہ کیا۔ وہاں کے باشندوں کو قتل کردیا پھر دوشنبہ کو حرام والی جدرون کو قتل کیا۔ پھر عجلون و جبرون رقیم۔ عزہ۔ جوشن۔ جبعون کے والیوں کو قتل کرکے جلجال کی طرف واپس آگئے

ارضِ مقدس کے دیگر فرمانرواؤں کا قتل

حضرت یوشعؑ بن نون نے اس مرحلہ کے بعد پھر دیگر فرمانرواؤں کے قتل کی طرف توجہ کی۔

نوٹ :۔ بلعم باعور کا واقعہ صاحب روضۃ الصفا نے عہد یوشعؑ بن نون میں لکھا ہے اور امام ثعلبی نے عہد حضرت موسٰیؑ میں تحریر کیا ہے، میں نے آخر الذکر کو اختیار کرکے اسے عہد موسیٰ علیہ السلام میں تحریر کیا ہے یہی کچھ صاحب ناسخ نے بھی تحریر کیا ہے۔

اور تقریباً سب ہی کو قتل کر ڈالا اور ارضِ مقدس کے ۳۱ ملکوں پر قبضہ کیا اور ۳۱ فرمانرواؤں کو بحکمِ خدا قتل فرمایا۔ (ناسخ التواریخ) بروایت روضۃ الصفا بعض ملکوں کے بادشاہ مسلمان ہو کر قتل سے بچ گئے۔ لیکن ان میں سے بروایت حیواۃ القلوب تین بادشاہ ایسے تھے جنکی وجہ سے زندگی بھر حضرت یوشع بن نون صحیح خدمتِ دین نہ کر سکے جن میں سے ایک کا نام بروایت روضۃ الصفا بارق تھا۔ یہ جنگ ایک روایت کی بناء پر سات سال جاری رہی۔

حضرتِ یُوشعؑ بن نون سے صفوراؔ بیوہ حضرتِ مُوسیٰؑ کی جنگ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت یوشعؑ بن نون کو بحکمِ خدا اپنا خلیفہ اور جانشین مقرر کیا تھا اور کسی بند جگہ میں نہیں بلکہ ایک عظیم اجلاس میں ان کی خلافت کا اعلان کیا تھا۔ پھر خداوندِ عالم نے ان کو مبعوث بہ نبوت بھی فرما کر انھیں اریحا کا نبی بھی بنا دیا تھا۔ مقامِ اریحا جو کہ بروایتے سارے شام سے عبارت ہے۔ وہ اس وقت مختلف غیر موحد بادشاہوں کے قبضے میں تھا۔ حضرت یوشعؑ بن نون کو جو خداوندِ عالم کی طرف سے پہلا حکم آیا تھا۔ وہ فتح اریحا کا تھا۔ حضرت یوشعؑ بن نون نے فتح اریحا کی جدوجہد شروع کی اور اسے شاندار طریقے سے حاصل کیا، اریحا اُس ارضِ مقدس کا مرکزی مقام تھا جس میں بیت المقدس وغیرہ شامل تھے اور جسے خداوندِ عالم نے بنی اسرائیل کو عطا فرمانے کا وعدہ کیا تھا۔ حضرت یوشعؑ بن نون نے جب ساری ارضِ مقدس پر قبضہ کر لیا تو دو منافقوں کے ورغلانے سے ان کی بھابی یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بیوہ صفورا بنت شعیبؑ ان کے خلاف ہو گئی اور اس نے اُن سے نبرد آزمائی کا فیصلہ کر لیا اس کا کہنا تھا کہ موسیٰؑ کے بعد بنی اسرائیل کی سرداری کی میں حق دار ہوں۔ (حیات القلوب ج ۱ ص ۲۱۹)۔

بعض معاصرین لکھتے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ کے بعد جناب یوشعؑ بن نون بنی اسرائیل کے نبی اور پیشوا قرار پائے اور ان کے زمانے میں اس ملک میں بڑے سخت اور جابر تین بادشاہ تھے جو یکے بعد دیگرے مر گئے اور ان کے مرنے کے بعد حضرت یوشعؑ بن نون آزادی کے ساتھ تبلیغ و ہدایت میں مشغول ہوئے۔ اس عرصہ میں دو منافقوں نے جو قوم موسیٰؑ سے تھے۔ یوشعؑ کے خلاف سازش کی اور حضرت موسیٰؑ کی زوجہ بیوہ صفیرا دختر شعیبؑ کو اپنے ساتھ ملا کر لشکر تیار کیا اور یوشعؑ کے خلاف بغاوت کر دی۔ چنانچہ جنگ ہوئی اور حضرت یوشعؑ کو فتح ہوئی۔ کچھ قتل ہوئے کچھ بھاگ گئے اور صفیرا اسیر ہو گئی۔ حضرت یوشعؑ نے حضرت موسیٰؑ کا احترام کرتے ہوئے اسکو دنیا میں معاف کر دیا اور آخرت کا معاملہ خدا کے سپرد کر دیا اور کہا کہ قیامت میں تیرے شوہر

حضرت موسیٰ سے جب ملاقات ہوگی تو یہ سب کچھ سناؤں گا جو کچھ تو نے اور اس قوم نے میرے ساتھ کیا ہے۔ یہ سن کر صفیرا، واویلا کرنے لگی اور شرمندہ ہوکر واپس ہوئی"۔ (تاریخ اسلام ج ا ص۱۶۲)۔

مؤرخ اسلام مسٹر ذاکر حسین لکھتے ہیں، "یوشعؑ بن نون حضرت موسیٰؑ کے وصی تھے بعد موسیٰ اریحا میں نبی ہوئے۔ صفورا یا صفیرا زوجہ موسیٰؑ نے لوگوں کو جمع کرکے ان سے جنگ کی، ستر ہزار آدمی مارے گئے، یوشع غالب آئے۔ (تاریخ اسلام ج ا ص۴۳)۔

لسان الملک مرزا تقی لکھتے ہیں کہ صفورا دختر شعیبؑ جو کہ حضرت موسیٰؑ کی بیوی تھی وہ حضرت یوشعؑ بن نون سے بر سر پیکار ہوئی" دباغوائے دو تن از منافقین در مخالفت یوشع صد ہزار تن بادے موافقت نمود و پیوستگان خود را برداشتہ برزم آنحضرت بیرون شد" اور دو شخصوں کے بہکانے سے جو کہ منافق تھے مخالفت حضرت یوشعؑ کے لئے ایک لاکھ آدمیوں کو تیار کر لیا اور ان سب کو لے کر حضرت یوشعؑ سے لڑنے کے لئے میدان میں نکل آئی، حضرت یوشعؑ نے جب یہ دیکھا تو وہ بھی ایک بڑا لشکر لے کر برآمد ہوئے اور جنگ شروع ہو گئی۔ حضرت یوشعؑ نے ان سب کو شکست دی اور صفورا کو گرفتار کرلیا اور اس سے کہا کہ میں صرف اس وجہ سے کہ تم نبی کی بیوی ہو تمھارے ساتھ کچھ نہیں کرتا۔ البتہ یہ کروں گا کہ قیامت میں حضرت موسیٰؑ سے ملاقات ہوگی تو ان سے تمھارے کرتوت بیان کروں گا۔ (ناسخ التواریخ ج ا ص۲۱۱ طبع ایران)۔

علامہ علی حیدر لکھتے ہیں "حضرت موسیٰؑ کے بعد آپ کے وصی حضرت یوشعؑ جن کو خود حضرت موسیٰؑ نے (بحکم خدا) اپنا قائم مقام کر دیا تھا، مقام اریحا میں نبی ہوئے اور بنی اسرائیل کی ہدایت و سرداری اپنے ذمہ لی، تین دن تک (بعد وفات موسیٰؑ) بنی اسرائیل کو تیہہ میں مقیم رکھا، پھر ان کو اریحا میں لائے۔ حضرت موسیٰؑ کی زوجہ صفوراؑ یا صفیرا نے لوگوں کو جمع کر کے حضرت یوشعؑ سے جنگ کی جس میں ستر ہزار آدمی مارے گئے اور حضرت یوشعؑ فتح یاب ہوئے۔ (تاریخ آئمہ ص۳۰)۔

امام المورخین، خاتم المجتہدین، مجدد ملت حضرت علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں حضرت موسیٰؑ کے بعد حضرت یوشعؑ بن نون بنی اسرائیل کے سردار اور مقتدیٰ تھے۔ انھوں نے ان مصائب پر صبر کیا جو ظالم بادشاہوں کی طرف سے ان پر نازل کئے گئے، ان کے عہد میں تین ظالم بادشاہ ایسے گزرے جن کی موجودگی میں حضرت یوشعؑ اوامر و نواہی پر صحیح طریقے سے کام نہ کر سکے۔ پھر جب وہ یکے بعد دیگرے ہلاک ہوئے تب وہ صحیح طریقے پر کام کر سکے۔ ان کے عہد میں ایک یہ حادثہ بھی سامنے آیا کہ دو منافقوں نے حضرت موسیٰؑ کی بیوی صفیرا۔ دختر شعیبؑ نبی کو دھوکا دے کر انھیں اپنے ساتھ

لے لیا اور ایک لاکھ آدمیوں کو جمع کر کے حضرت یوشعؑ بن نون پر خروج کیا، باہمی جنگ ہوئی اور حضرت یوشعؑ غالب آئے، انھوں نے منافقوں کی ایک بہت بڑی تعداد قتل کی، کافی لوگ جان بچاکر بھاگ گئے اور صفیرا گرفتار ہوگئی۔ اس کی گرفتاری کے بعد حضرت یوشعؑ نے اس سے فرمایا کہ میں تمھارے ساتھ دنیا میں کچھ نہیں کرتا، البتہ جب قیامت میں حضرت موسیٰؑ کا سامنا ہوگا تو تمھاری شکایت کروں گا اور انھیں بتاؤں گا کہ تم سے اور تمھارے حامیوں سے مجھے کیا کیا تکلیف پہنچی ہے۔ یہ صفیرا سُن کر رو پڑی اور واویلا کرنے لگی اور بولی کہ اب ایسے حالات پیدا ہو چکے ہیں کہ اگر مجھے جنت میں بھیجا گیا تو میں اس میں جانے میں شرماؤں گی، کیونکہ وہاں حضرت موسیٰؑ ہوں گے۔ میں نے ان کے بعد ان کا پردۂ شرم حیا چاک کیا ہے اور ان کے وصی برحق سے جنگ کی ہے۔ (حیات القلوب ج ۱ ص ۲۱۸ و نور المبین علامہ نعمت اللہ الجزائری ص ۳۵۵)۔

عہدِ یوشعؑ بن نون کا ایک واقعہ

چار آدمی آپس میں دوست تھے، کسی مقصد کے لئے تین شخص ایک گھر میں جمع ہوئے، تھوڑی دیر کے بعد چوتھا شخص بھی آگیا، اس نے دستک دی، غلام برآمد ہوا، اس نے پوچھا تمھارا مالک کہاں ہے؟ غلام نے کہا وہ یہاں نہیں ہے وہ واپس چلا گیا۔ غلام سے مالک نے پوچھا کہ کون تھا؟ اس نے بتایا تمھارا دوست تھا فلاں نام کا، ان لوگوں نے کوئی خاص توجہ نہ دی اور سب کے سب اپنی باتوں میں مشغول ہوگئے۔ دوسرے دن وہ پھر آیا تو یہ لوگ گھر سے نکل رہے تھے۔ سلام پیام کے بعد اس نے پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو کہا زراعت پر۔ اس نے پوچھا کہ میں بھی چل سکتا ہوں، کہا چلو، سب جا رہے تھے کہ راستہ میں اُس نے کہا کہ میں کل بھی آیا تھا، مگر تمھارے غلام نے کہا کہ وہ یہاں نہیں ہیں اس لئے میں واپس چلا گیا تھا۔ ان لوگوں نے اس بات پر عذر خواہی نہ کی۔ چلتے چلتے ایک ابر کا ٹکڑا نظر آیا جو ان لوگوں کے سروں پر تھا، یہ سمجھے کہ بارش ہونے والی ہے۔ لہٰذا یہ بھاگ کر ایک طرف کو جانے لگے۔ اتنے میں ایک آواز آئی کہ میں جبرئیل ہوں، اور ابر کو حکم دیا گیا ہے کہ ان کو لے لے۔ چنانچہ آگ کا ایک شعلہ ابر سے نکلا اور اس نے ان تینوں کو جلا کر خاکستر کر دیا۔ چوتھا شخص جو بعد میں ان میں شامل ہوا تھا وہ بچ گیا، وہ سخت حیران تھا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ چنانچہ وہ حضرت یوشع علیہ السّلام کے پاس پہنچا اور ان سے سارا واقعہ بیان کیا۔ حضرت یوشعؑ نے فرمایا کہ ان لوگوں نے چونکہ تجھ سے عذر خواہی نہیں کی۔ اس لئے خدا نے ان کو یہ سزا دی ہے۔ اس شخص نے کہا کہ میں انھیں معاف کرتا ہوں۔ حضرت یوشعؑ بن نون نے فرمایا کہ اگر تو نے اس حادثہ سے پہلے معاف کر دیا ہوتا تو شاید یہ حادثہ نہ ہوتا۔ اب جو ہونا تھا ہو چکا۔ اب اگر تیری معافی کا انکو کچھ فائدہ پہنچتا ہے تو آخرت میں پہنچے گا۔ (حیات القلوب اصول کافی،

قصص الانبیاء جزائری)۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ آج کل جو یہ رواج ہو گیا ہے کہ لوگ گھر میں ہوتے ہوئے آنے والے سے کہلا دیتے ہیں کہ "وہ گھر میں نہیں ہیں"۔ یہ قابلِ مواخذہ ہے اور اس دروغ بافی کی بھی سزا دی جائے گی، میں کہتا ہوں کہ اس طرزِ عمل کا سب سے بڑا اور بُرا اثر اولاد پر پڑنے کا اندیشہ ہے اس لئے اس قسم کے غلط طریقوں سے انسان کو پرہیز کرنا چاہیئے۔

حضرت یُوشعؑ بن نُون کی ایک دُعا

حضرت امام رضا علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک دن ایک پرچہ کاغذ ایک صحابی لے کر حضرت رسُولِ کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا کہ میں نے اسے ایک مقام پر پڑا پایا ہے۔ معلوم نہیں ہوتا کہ اس میں لکھا کیا ہے اور کس نے لکھا ہے، حضرتِ رسول کریمؐ نے ایک تاریخ مقرر کر کے اعلان کرا دیا کہ سب مسجد میں جمع ہو جائیں، جب سب جمع ہو گئے تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ حضرت یوشعؑ بن نون کا لکھا ہوا ہے اور انھیں کی زبان میں ہے۔ اس میں یہ تحریر ہے کہ "بہترین شخص وہ ہے جو پرہیز گار ہو اور اسی پرہیز گاری میں گمنامی کی زندگی بسر کرتا ہو اور بدترین شخص وہ ہے جو اپنی ریاست کی وجہ سے انگشت نما ہو"۔ پھر فرمایا کہ اس میں ایسے شخص کے لئے ایک دُعا بھی لکھی ہے جو خدا کی مرضی کا طالب ہو اور وہ دُعا یہ ہے (عربی ترجمہ) سُبحان اللہ کما ینبغی اللہ والحمد للہ کما ینبغی اللہ ولا الٰہ اِلّا اللہ کما ینبغی اللہ واللہ اکبر کما ینبغی اللہ، ولا حول ولا قوۃ اِلّا باللہ وصلی اللہ علی رسُولہ واھلبیت نبی العربی الھاشمی وصلی اللہ علی جمیع المرسلین والنبیّین"۔ پھر فرمایا کہ اس دعا کو روزانہ پڑھنا چاہیئے۔ (حیات القلوب)

حضرت یوشعؑ کی جانشینی، وفات اور مدّت عمر

حضرت یوشعؑ بن نُون فرائضِ تبلیغ انجام دے رہے تھے کہ آپ کی عمر ایک سو بیس سال کی ہو گئی اور آپ علیل ہو کر صاحبِ فراش ہو گئے۔ اس وقت آپ نے اپنا جانشین مقرر کیا۔ تاریخ کامل ج ا ص۷ میں ہے۔ ثُمّ توفّاہ اللہ فاستخلف علی بنی اسرائیل کالب بن یوفنّا۔ پھر خدا نے آپ کو موت کا پیغام بھیجا تو آپ نے بنی اسرائیل پر اپنا جانشین حضرت کالبؑ بن یوفنّا کو مقرر و معین کیا، تاریخ طبری ج ا ص۲۳۷ میں ہے، ان القیم بامور بنی اسرائیل بعد یوشع کالب بن یوفنّا حضرت یوشعؑ کے بعد بنی اسرائیل کے سردار اور مذہبی پیشوا و جانشین حضرت کالبؑ بن یوفنّا ہوئے۔ عرائس ثعلبی ص۱۴۰ میں ہے کہ لما حضرت الوفات یوشع بن نون استخلف علی بنی اسرائیل کالب بن یوفنّا" جب یوشعؑ کی وفات کا وقت آیا تو انھوں نے کالبؑ بن یوفنّا کو بنی اسرائیل پر اپنا خلیفہ بنا دیا۔

روضتہ الصفا ج ا صفحہ ۱۰۹ میں ہے کہ جب حضرت یوشعؑ کا انتقال ہونے لگا تو "کالب بن یوفنا را طلب داشتہ خلافت وادو اور اوصی وولیعہد گردانیدہ از جہاں رحلت کرد" کالبؑ بن یوفنا کو بلایا انھیں خلافت کا منصب دیا اور انھیں وصی اور جانشین بناکر رحلت کر گئے۔ آپ کی عین وفات کے وقت مقام "مسلم" کے والی بارق نے بغاوت کردی، اس وقت آپ مجبور تھے، بد دعا کرنے کے سوا کچھ نہ کر سکے۔ ناسخ التواریخ ج ا صفحہ ۲۱۲ میں ہے کہ جب حضرت یوشعؑ بن نون کی وفات کا زمانہ قریب آیا تو انھوں نے تمام بنی اسرائیل کو مقام "شیلو" میں حاضر ہونے کا حکم دیا، جب سب حاضر ہوگئے تو آپ نے انھیں مخاطب کرکے فرمایا کہ سُنو، اب میری وفات کا زمانہ قریب ہے اب تم میری بات کان دھر کے سُنو اور اس پر عمل کرو۔ اے میری قوم تو نے خُدا کی نعمتوں کا اچھی طرح مشاہدہ و مُطالعہ کرلیا ہے، اس نے جو وعدہ ابراہیمؑ و اسحاق سے ارضِ مقدس دینے کا کیا تھا اس کو پُورا کردیا اور اس سلسلہ میں جس قدر بھی بادشاہ تھے تقریباً سب کو قتل کرادیا اور تمھارے لئے ارضِ مقدس خالی کرادی، اب تمھارا فریضہ ہے کہ تم اس کے سامنے سر جھکاتے رہو، اس کی عبادت کرتے رہو، ان لوگوں نے ان تمام باتوں کا اقرار کیا۔ جو حضرت یوشعؑ بن نون نے فرمائیں۔ وصیت کرنے کے بعد آپ نے انتقال فرمایا اور آپ کو کوہِ افراہیم بن یوسفؑ میں دفن کردیا گیا۔ آپ کی وفات کے متعلق علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ ۲۱ رمضان کو آپ کی وفات ہوئی۔ ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت علی علیہ السلام شہید ہوئے تو اُسی شب کو حضرت امام حسن علیہ السلام نے منبر پر جاکر خطبہ دیا اور فرمایا کہ اے لوگو! یہ ۲۱ رمضان کی شب وہ رات ہے جس میں حضرت عیسےٰؑ آسمان پر اُٹھائے گئے اور حضرت یوشعؑ شہید ہوئے تھے، ایک حدیث صحیح میں ہے کہ ۲۱ رمضان کی رات وہ ہے جس رات کو حضرت موسٰیؑ فوت ہوئے، حضرت عیسٰیؑ آسمان پر اٹھائے گئے اور بہت سے اوصیاء نے وفات پائی۔ حضرت امام محمد باقرؑ ارشاد فرماتے ہیں کہ ۲۱ رمضان کی رات کو جبکہ حضرت علی علیہ السلام شہید ہوئے تو روئے زمین کا کوئی ایسا پتھر نہ تھا کہ جب اُسے اٹھایا جائے تو اس کے نیچے خون تازہ جوش نہ مارتا ہو، یہی کیفیت صبح تک رہی" وہمچنیں بود شبے کہ یوشع بن نون دراں شب شہید شد" یہی حال اس رات کو بھی رہا۔ جب کہ حضرت یوشعؑ بن نون شہید ہوئے تھے۔ (حیات القلوب ج ا صفحہ ۲۱۹) ان روایات سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ حضرت یوشعؑ ۲۱ رمضان کو دنیا سے سدھارے ہیں۔ یہ بھی واضح ہوا کہ وہ فوت نہیں ہوئے بلکہ شہید ہوئے ہیں۔ اگرچہ ہمیں کسی تاریخ میں ان کی شہادت کا نشان نہیں ملا، اور ہر مؤرخ نے وفات ہی پانے کا ذکر کیا ہے۔ لیکن آئمہ اہلبیتؑ سے منسوب روایات قوت سے خالی نہیں ہیں

اب رہ گیا یہ کہ آپ کی عمر کیا تھی اور آپ حضرت موسیٰ کے انتقال کے کتنے سال بعد تک زندہ رہے۔ حیات القلوب ج ۱ صنہ ۲۲۰، ناسخ التواریخ ج ۱ صنہ ۲۱۱ عرائس ثعلبی صنہ ۱۴۰، قصص طہرانی صنہ ۲۴۴ میں ہے کہ آپ کی عمر ۱۲۰ سال تھی۔ میرے نزدیک بھی یہی درست ہے، البتہ حضرت موسیٰؑ کے بعد آپ کی زندگی کے بارے میں اختلاف ہے۔ عرائس ثعلبی میں ۲۷ سال درو ضتہ الصفا میں ۲۱ سال و ۲۷ سال الیعقوبی میں ۲۷ سال وطبری ج ۲ صنہ ۱۷۳ میں ۲۷ سال مرقوم ہے لیکن میرے نزدیک وہ حضرت موسیٰؑ کے بعد ۳۲ سال زندہ رہے ہیں۔ کیونکہ وفات موسیٰؑ کے وقت ان کی عمر ۹۰ سال کی تھی اور وفات ان کی ۱۲۰ سال میں ہوئی ہے۔ اس حساب سے حضرت موسیٰؑ کے بعد ان کی زندگی ۳۲ سال ہوتی ہے۔

اُمّتِ موسویہ و اُمّتِ محمّدیہ کے حالات میں توافق

علمائے فریقین کا بیان ہے کہ حضرت رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو واقعات و حالات حضرت مُوسیٰؑ کی اُمّت میں ظہور پذیر ہوئے ہیں۔ میری اُمّت میں بھی اُن سے ملتے جُلتے حالات رُونما ہوں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ (۱) حضرت موسیٰؑ کے بارہ جانشین تھے، جنھیں نقباء بنی اسرائیل کہا جاتا ہے۔ رسُولِ کریمؐ کے بھی بارہ جانشین ہوئے جنھیں آئمۂ اہلبیتؑ کہا جاتا ہے۔ (۲) حضرت موسیٰؑ نے اپنے خلیفہ یوشعؑ بن نون کو ایک بہت بڑے اجتماع میں بحکم خدا خلیفہ بنا کر ان کی جانشینی کا اعلان کیا۔ حضرت رسولِ کریمؐ نے بھی حضرت علیؑ کی خلافت و جانشینی کا اعلان ایک بہت بڑے اجتماع میں بحکم خدا خلیفہ بنا کر بمقام غدیر خم فرمایا (۳) حضرت موسیٰؑ نے دستاویزِ خلافت لکھ کر بنی اسرائیل کو دے دی۔ حضرت رسولِ کریمؐ نے بھی علیؑ بن ابی طالب کی جانشینی کی دستاویزِ خلافت امت کو دینا چاہی۔ مگر حضرت عمر نے یہ کہہ کر "دعوا الرجل انہ لیھجر" اس مرد کو چھوڑ دو، یہ ہذیان بک رہا ہے۔ (صحیح بخاری و ارشاد الساری) دستاویزِ خلافت نہ لکھنے دی۔ (۴) حضرت موسیٰؑ کے جانشین حضرت یوشعؑ بن نون کی تین بادشاہوں نے مخالفت کی اور اپنی زندگی میں انھیں صحیح کام نہ کرنے دیا۔ حضرت رسولِ کریمؐ کے جانشین حضرت علی علیہ السّلام سے قبل تین بادشاہتیں گذریں۔ انکے بعد آپ ظاہری خلیفہ ہوئے (۵) حضرت یوشع کی دو منافقوں نے کھلم کھلا مخالفت کی۔ حضرت علیؑ کی بھی دو منافقوں طلحہ و زبیر نے کھلم کھلا مخالفت کی (۶) حضرت یوشعؑ بن نون کی بھابی یعنی حضرت موسیٰؑ کی بیوہ بیوی صفورا نے حضرت یوشعؑ کی مخالفت کی اور ایک لاکھ آدمیوں کے ساتھ ان سے جنگ کی۔ حضرت علیؑ کی مخالفت بھی ان کی بھابی یعنی حضرت محمد مصطفٰے کی بیوہ بیوی عائشہ بنت ابی بکر نے کی اور انکے مقابلہ کے لئے جنگِ جمل میں ایک لاکھ بیس ہزار آدمیوں کو لے کر نکلیں اور اُن سے جنگ کی (۷) صفورا جنگ میں ناقہ پر سوار تھیں۔ حضرت عائشہ بھی جنگِ جمل میں ناقہ پر سوار تھیں (۸) جنگِ صفورا

میں ستر ہزار قتل ہوئے۔ جنگ جمل میں بھی ستر ہزار قتل ہوئے (۹) حضرت یوشعؑ بن نون نے صفورا بنت شعیبؑ کو گرفتار کر لیا۔ حضرت علیؑ نے بھی حضرت عائشہؓ کو حراست میں لے لیا۔ (۱۰) حضرت یوشعؑ نے صفورا سے کوئی بدلہ نہیں لیا، حضرت علیؑ نے بھی عائشہ بنت ابی بکر سے کوئی بدلہ نہیں لیا (۱۱) حضرت یوشعؑ نے صفورا کا احترام اس لئے کیا کہ وہ نبی خدا کی بیوی تھیں۔ حضرت علیؑ نے بھی حضرت عائشہ کا احترام اس لئے کیا کہ وہ نبی خدا حضرت رسول کریمؐ کی بیوی تھیں (۱۲) حضرت یوشعؑ کو اس جنگ میں پوری کامیابی حاصل ہوئی، حضرت علیؑ کو جنگ جمل میں پوری کامیابی حاصل ہوئی (۱۳) صفورا کی اولاد کالعدم تھی، عائشہ بنت ابی بکر بانجھ تھیں (۱۴) حضرت موسیٰؑ کے جانشین یوشعؑ بن نون ۲۱ رمضان کو فوت ہوئے۔ حضرت رسول کریمؐ کے جانشین حضرت علیؑ بھی ۲۱ رمضان کو شہید ہوئے (۱۵) حضرت موسیٰؑ کے جانشین حضرت یوشعؑ حضرت موسیٰؑ کے بعد ۲۷ یا ۲۸ سال اور بروایتے ۳۰ سال زندہ رہے۔ حضرت محمد مصطفیٰؐ کے جانشین حضرت علیؑ آنحضرتؐ کے بعد تقریباً ۳۰ سال زندہ رہے (۱۶) جتنی عمر حضرت موسیٰؑ کی تھی۔ اتنی ہی عمر ان کے جانشین یوشع بن نون کی تھی یعنی دونوں کی عمر ۱۲۰ سال کی تھی۔ اسی طرح حضرت رسول کریمؐ کی عمر اور علیؑ کی عمر برابر تھی یعنی ۶۳ سال۔ (۱۷) حضرت موسیٰؑ کے جانشین حضرت یوشعؑ بن نون کے لئے آفتاب پلٹا، حضرت محمد مصطفیٰؐ کے جانشین حضرت علیؑ کے لئے بھی آفتاب پلٹا، کثیر مؤرخین عامہ و خاصہ نے لکھا ہے کہ جنگِ وادیُ القراء میں جاتے ہوئے ایک مقام صہبا پر حضرت رسول کریمؐ پر نزولِ وحی شروع ہو گیا، حضرت علیؑ نے اُن کا سر اپنے زانوں پر رکھ لیا، سلسلۂ وحی اتنا طویل ہو گیا کہ آفتاب مائل بہ غروب ہو گیا یعنی بالکل ڈوبنے کے قریب پہنچ گیا۔ حضرتؐ نے جب اختتام وحی پر سر اٹھایا اور حضرت علیؑ سے پوچھا کہ تم نے نمازِ عصر کیونکر پڑھی تو انھوں نے عرض کی کہ حضورؐ میں نے تو نماز ابھی تک نہیں پڑھی یہ سُن کر حضرت رسول کریمؐ نے دست دُعا بلند کر دیا۔ اور وہ بارگاہِ خداوندی میں عرض پرداز ہوئے اللھم اردد علیہ الشمس"۔ خدایا علیؑ کے لئے آفتاب کو پلٹا دے۔ چنانچہ آفتاب پلٹ آیا اور حضرت علیؑ نے باطمینان نمازِ عصر ادا کی۔ (عرائس ثعلبی ص۱۳۹) وروضۃ الصفا ج ۱ ص۱۰۱ و ج ۲ ص۱۶۰)۔

علامہ اقبال فرماتے ہیں:۔

ہر کہ در آفاق گردد بوُتراب
باز گرداند زمغرب آفتاب

باب ۲۴

حضرت کالب بن یوفنّا علیہ السّلام

حضرت کالبؑ بن یوفنّا، حضرت یوشعؑ بن نون کے وصی تھے، ان کے انتقال کے بعد خداوندِ عالم نے نبوّت کے درجہ پر فائز فرمایا، یہ وُہی بزرگ ہیں جن کو حضرت مُوسیٰؑ نے یوشعؑ بن نون کے ہمراہ رودِ نیل سے برآمد ہونے کے بعد مصر کے انتظام کے لئے بھیجا تھا اور ان دونوں نے مِل کر وہاں کا نظام مُرتّب کیا تھا اور وہاں ہی کے ایک شخص کے سُپرد کر کے واپس وادیٔ تیہہ میں آ گئے تھے۔ انھیں کا ذکر قرآن مجید کی اس آیت "قال رجلان من الذین یخافون الخ" میں ہے (مائدہ) یہ اس وقت کا ذکر ہے جب حضرت موسیٰؑ نے (جن کی عمر کل ایک سو بیس سال ہوئی ہے۔ بیس سال فریدوں کے عہد میں اور سو سال منوچہر کے زمانے میں) بنی اسرائیل سے کہا کہ ارضِ مقدّس میں جا کر اسی میں قیام کرنا ہے تو بنی اسرائیل نے کہا کہ ہم تو اس میں نہ جائیں گے کیونکہ اس میں بڑے بڑے جبار رہتے اور حکومت کرتے ہیں۔ جب تک وہ لوگ نکال نہ دیئے جائیں گے ہم اس میں داخل نہ ہوں گے۔ مگر دو آدمیوں ایک یوشعؑ بن نون دوسرے کالبؑ بن یوفنّا نے کہا کہ یہ تم لوگ کیا کہتے ہو۔ ہم جائیں گے ان پر حملہ کریں گے اور انھیں نکالیں گے، ان کے پھاٹک میں گھسیں گے اور ان پر غالب آ کر ان کی تمام املاک پر قبضہ کریں گے۔

حضرت کالبؑ عہدِ حیات حضرت موسیٰ علیہ السّلام میں بھی خدمت دین کرتے رہے۔ اور عہدِ یوشعؑ بن نون میں بھی خدمت کرتے رہے۔ بالآخر خداوندِ عالم نے اُنھیں خلافت کا درجہ دیا اور نبوّت بھی ان کو عطا کی۔ (روضۃ الصفا و ناسخ التواریخ)۔

بعض لوگوں نے آپ کا نام لوب اور باپ کا نام یوفنّا لکھا ہے۔ لیکن میرے نزدیک یہ درُست نہیں ہے، ان کا نام کالب اور ان کے باپ کا نام "یوفنّا" تھا جیسا کہ تفسیر حسینی صفحہ ۱۳۹ لباب التاویل ج ۲ صفحہ ۲۰۔ تفسیر کبیر ج ۳ صفحہ ۳۸۹ میں ہے۔

حضرتِ کالبؑ کا نسب نامہ

آپ کے نسب نامہ کے متعلق ہمیں تاریخ میں تفصیل نہیں ملی ناسخ التواریخ اور بعض دیگر کتابوں میں صرف یہ ملا ہے کہ آپ کا سلسلۂ نسب یہود ابن یعقوبؑ تک منتہی ہوتا ہے میرے نزدیک حضرت یوشعؑ بن نون کا ان کو خلیفہ بنانا اور اپنے نیز حضرت موسیٰؑ کے بیٹوں میں سے کسی کو نہ بنانا اس بات کی دلیل ہے کہ خلافت کا تعلق اہلیت سے ہے نہ کہ نسل سے ۔یہی وجہ ہے کہ سرکارِ دوعالمؐ نے اپنا خلیفہ اور ان کے بعد جملہ آئمہؑ نے اپنے خلفاء نص، عصمت۔ افضل زمانہ۔ عالم علمِ لدنی کی وجہ سے بحکم نص انھیں لوگوں کو بنایا جو اہل تھے۔ انھوں نے نسل کے خیال سے نہیں بلکہ اہلیت اور صلاحیت کے لحاظ سے بنایا ہے "اللہ یعلم حیث یجعل رسالتہ" خداوندِ عالم ہی جانتا ہے کہ منصب کی صلاحیت کون رکھتا ہے یہی وجہ ہے کہ بروایت اعلام الوریٰ، آئمۂ طاہرینؑ کے اسماء لوح محفوظ میں پہلے سے لکھے ہوئے تھے۔ کیونکہ پیدا کرنے والا خدا ہے، صلاحیت دینے والا خدا ہے۔ اس نے جن میں صلاحیت ودیعت کی، انھیں کے اسماء معین فرمائے۔

حضرتِ کالبؑ کی بارق سے جنگ

حضرت یوشعؑ بن نون کے حالات میں ذکر کیا جاچکا ہے کہ حضرت یوشعؑ جب مرض موت میں مبتلا تھے تو ان کو اطلاع ملی کہ بارق جو کہ مقام "مسلم" کا والی ہے اس نے بغاوت کر دی ہے۔ حضرت یوشعؑ یوم وفات قریب ہونے کی وجہ سے اس کا کوئی تدارک نہ کرسکے اور صرف بددعا پر اکتفا فرمائی۔ ان کے بعد جب حضرت کالبؑ جانشین ہوئے تو انھوں نے اس کا تدارک ضروری سمجھا اور اس کے لئے بروایت روضۃ الصفا، بنی اسرائیل سے کہا کہ یوشعؑ بن نون کے عہد میں جس نے بغاوت کی ہے اس کا انتظام ضروری ہے، ان لوگوں نے کہا کہ ہم آپ کے اسی طرح مطیع ومنقاد ہیں جس طرح یوشعؑ بن نون کے تھے آپ جو حکم دیں گے ہم اس پر عمل کریں گے۔ چنانچہ حضرت کالبؑ انکو لے کر بارق سے جنگ کے لئے نکل پڑے اور پوری طاقت سے حملہ کرکے اس کو قتل کیا اور اس کے لوگوں کو گرفتار فرمایا یعنی انھوں نے دس ہزار افراد کو قتل کیا اور جو بھاگنے سے بچ گئے ان کو گرفتار کرلیا، اس سلسلہ میں حضرت یوشعؑ کی بددعا نے یہ اثر کیا کہ ان کے تمام باغات و زراعت تباہ وبرباد ہوگئے اور ان لوگوں نے بھیک مانگنے پر مجبور ہوکر ساری زندگی فلاکت میں گزاری۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت کالبؑ نے اس جنگ میں اس لئے زیادہ دلچسپی لی کہ بارق جو ظلم کا خوگر تھا اس نے ستر چھوٹے بادشاہوں کو گرفتار کر رکھا تھا اور ان کے ہاتھ کی انگلیاں کٹوا دی تھیں۔ اور جب کھانا کھانے بیٹھتا تھا تو انھیں بلاکر ان کے سامنے ٹکڑے ڈال دیتا تھا۔ اس

طرح انھیں مصائب میں مُبتلا کر رکھا تھا، بروایت قصص طہرانی ص۴۴ بارق نے فرار اختیار کیا۔ بنی اسرائیل نے اس کا پیچھا کیا اور اسے گرفتار کرکے اس کے پاداش عمل میں جو اس نے سترّ بادشاہوں کے ساتھ کیا تھا، اس کے ہاتھوں اور پیروں کی انگلیاں کٹوادیں اور وہاں سے روانہ ہوکر مقام اورشلم کی طرف چلے گئے اور اس پر بھی قبضہ کیا۔ پھر وہاں سے روانہ ہوکر جبردن پہنچے اور وہاں جو باغی چُھپے ہوئے تھے اُنھیں تلاش کرکے کیفر کردار تک پہنچایا اور وہیں مقیم ہوگئے۔ اسی دوران میں جبکہ جنگ سے سکون حاصل ہوگیا تھا بنی اسرائیل کے بعض گروہ نے بُت پرستی شروع کر دی۔ حضرت کالبؑ نے ہرچند منع کیا مگر باز نہ آئے، یہاں تک کہ ان لوگوں نے دیگر بُت پرستوں میں شادیاں بھی کرلیں اور حکم خداوندی کو نظرانداز کردیا۔ جس کے نتیجے میں خداوندِ عالم نے ان پر یہ غضب نازل فرمایا کہ ان پر ایلادس بادشاہ بابل ونینوا کو مسلّط کر دیا، اس نے ان پر حملہ کیا اور انھیں گرفتار کرکے ان سے خدمت لینی شروع کردی، تھوڑے عرصہ کے بعد انھیں ہوش آیا اور انھوں نے توبہ کرلی، پھر حضرت کالبؑ نے اپنے برادرزادہ "عثیل" کو جوکہ بہت زیادہ بہادر تھا، حکم دیا کہ وہ ایلاس کے گورنر "کوشال اثیم" جوکہ جبران کا حاکم تھا سے جنگ کرکے بنی اسرائیل کے ان لوگوں کو جو اس کے قبضے میں ہیں رہا کرائے۔ چنانچہ عثیل نے اس سے جنگ کی اور کامیابی حاصل کرکے انھیں رہا کرالیا۔ حضرت کالبؑ نے اس کے بدلے میں اپنے برادرزادہ عثیل کو قوم کا مدبّر اور قاضی بنا دیا۔ وہ چالیس سال اس قوم میں اپنی پوری صلاحیت کے ساتھ کام کرتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ رحلت کرگیا۔

حضرت کالبؑ کی جانشینی

بروایت روضۃ الصفا حضرت کالبؑ کارِ نبوت کی تکمیل میں منہمک تھے کہ پیغامِ اجل آگیا۔ انھوں نے اپنے انتقال سے پہلے اپنے بیٹے "یوشاقوس" کو اپنا جانشین بنا دیا ص۱۰۹، عرائس ثعلبی ص۱۴۰ میں ہے۔ "واستخلف علی بنی اسرائیل ابنہٗ "یوساقوس" حضرت کالبؑ نے بنی اسرائیل پر اپنے بیٹے یوشاقوس کو اپنا خلیفہ بنا دیا، اسی کتاب میں ہے کہ یوشاقوس حسن وجمال میں حضرت یوسفؑ کی مثل تھا جو اسے دیکھتا تھا اس پر عاشق ہوجاتا تھا، اکثر لوگ اسے سلام کرنے کے لئے آیا کرتے تھے، وہ ایک سو چالیس سال زندہ رہا۔

حضرت کالبؑ کی وفات، مدتِ عُمر اور جائے دفن

مورّخ خاوندپاشا روضۃ الصفا ص۱۰۹ میں لکھتے ہیں کہ حضرت کالبؑ کی عمر انکا حلیہ اور انکا مدفن ہمیں معلوم نہیں ہے، میں کہتا ہوں کہ وہ مقام جبرون میں تھے۔ یہ وہ جگہ تھی جسے حضرت موسٰیؑ اور حضرت یوشعؑ بن نون نے انھیں دی تھی۔ یعنی موسیٰؑ نے نامزد کیا تھا اور حضرت یوشعؑ نے ارض مقدس پر قبضہ کے بعد انھیں عطا فرمایا تھا۔ وہ اسی جبرون میں سکونت پذیر تھے اور وہیں ان کا انتقال ہوا تھا اور وہیں وہ دفن ہوئے تھے اور ان کی مدتِ عمر ایک سو تیس سال تھی جیسا کہ ناسخ التواریخ ج ۱ ص۲۲۳ اور قصص طہرانی ص۴۵ میں ہے

باب ۲۵

حضرت خضر علیہ السّلام

حضرت خضر علیہ السّلام بروایت حیات القلوب، ناسخ التواریخ، تاریخ طبری قصص جزائری نبی مرسل تھے۔ علل الشرائع، میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ حضرت خضرؑ کان نبیًا مرسلاً، نبی مرسل تھے۔ خداوندِ عالم نے انھیں ان ہی کی قوم پر مبعوث فرمایا تھا۔ انکے عہدِ بعثت کی تعیین مشکل ہے۔ لیکن یہ ثابت ہے کہ عہدِ حضرتِ موسیٰؑ میں درجۂ نبوّت پر فائز تھے، انھیں خداوندِ عالم نے ابد تک کے لئے دریاؤں پر متعیّن فرما دیا ہے۔ تاریخ طبری ج ۲ صفحہ ۱۵۸ میں ہے کہ خداوندِ عالم نے انھیں دریاؤں پر مؤکّل فرمایا ہے جو کوئی دریا میں بحالتِ اسلام مرتا ہے۔ وہ اس کو غسل دیتے ہیں اور اس پر نماز پڑھتے ہیں۔ بروایتِ عرائس ثعلبی صفحہ ۱۲۶ انھیں خداوندِ عالم نے لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رکھا ہے۔ حیات القلوب ج ا صفحہ ۲۰۸ میں ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السّلام ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرتِ خضرؑ نے آبِ حیات نوش کیا ہے وہ اسرافیل کے صُور پھونکنے تک زندہ رہیں گے وہ ہمارے پاس آتے ہیں ہمیں سلام کرتے ہیں۔ ہم اُن کی آواز سُنتے ہیں۔ خداوندِ عالم نے ان میں یہ طاقت وصلاحیت دی ہے کہ وہ ہر جگہ پہنچ جاتے ہیں۔ جس جگہ اُن کا نام لیا جائے اور نام لینے والے کو سلام کرتے ہیں۔ موسم حج میں مکّہ پہنچتے ہیں عرفات میں وقوف کرتے ہیں، مومنوں کی دُعا پر آمین کہتے ہیں۔ بروایت علامہ مجلسی و علامہ جزائری وہ حضرت قائم آلِ محمدؐ کی خدمت میں حاضر رہتے ہیں اور ان کے لئے مونس تنہائی ہیں، بروایت قصص الجزائری صفحہ ۲۴۳ وہ حضرت ذوالقرنینؑ کے ہمراہ بھی رہے ہیں حضرت ذوالقرنینؑ جب آبِ حیات کی تلاش میں نکلے تھے اور سیاحت یا تبلیغ کی خاطر دنیا کا چکر لگا رہے تھے تو حضرت خضرؑ ان کے ہمراہ تھے۔ ایک مقام پر جب ۳۶۰ چشمے نظر آئے تو حضرت ذوالقرنینؑ نے اپنے لشکر والوں کو ایک ایک مچھلی دی اور کہا کہ ہر شخص الگ الگ چشمہ سے اسے دھو کر میرے پاس لائے۔ سب نے اپنی اپنی مچھلی ایک ایک چشمے سے دھوئی۔ حضرتِ خضرؑ نے جو کہ بروایت

تاریخِ اسلام مسٹر ذاکر حسین صـ۴۲۳ حضرت ذوالقرنینؑ کی فوج کے سپہ سالار تھے۔ اپنی مچھلی ایک چشمہ میں دھوتے کا آغاز کیا تو وہ زندہ ہوکر پانی میں چلی گئی، وہ سمجھ گئے کہ اس چشمے میں آبِ حیات ہے۔ لہٰذا انھوں نے کپڑے اُتار کر اس میں غسل کرنا شروع کر دیا اور جی بھر کر اس میں پانی پیا پھر جب حضرت ذوالقرنینؑ کے پاس سب لوگ جمع ہوئے اور سب نے اپنی اپنی مچھلی ان کی خدمت میں پیش کی تو حضرت خضرؑ نے ذوالقرنینؑ کے اس سوال کے جواب میں کہ تم بھی اپنی مچھلی لاؤ، یہ کہا کہ میری مچھلی تو زندہ ہوکر پانی میں چلی گئی ہے۔ حضرت ذوالقرنینؑ نے فرمایا کہ بس تم نے آبِ حیات پالیا، اب یہ بتاؤ کہ آیا تم نے اس میں سے پیا بھی تھا یا نہیں، انھوں نے کہا کہ میں نے اس میں سے پیا بھی تھا اور اس میں نہایا بھی ہوں۔ ذوالقرنینؑ نے کہا کہ اب تم اس وقت تک زندہ رہوگے جب تک صور نہ پھونکا جائے اور سُنو یہ چشمہ تمہارے لئے خلق کیا گیا تھا۔ اب تم نظروں سے پوشیدہ اَبَد تک زندہ رہوگے، چنانچہ وہ زندہ اور باقی موجود ہیں اور ہر اس مقام پر پہنچ جاتے ہیں جہاں ان کا ذکر ہوتا ہے۔ علامہ جزائری کا بیان ہے کہ ان کا ہر اس جگہ پہنچ جانا اس سے بھی ثابت ہے کہ جب کسی چیز پر ان کی نذر ہوتی ہے اور وہ چیز مقفل کر کے رکھ دی جاتی ہے تو صبح کو اس پر حضرت خضرؑ کی انگلیوں کے نشانات ہوتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ جب کہ حضرت خضرؑ کو خدا نے ہر جگہ پہنچنے کی صلاحیت دی ہے اور وہ ہر اس مقام پر پہنچتے ہیں جس جگہ ان کا ذکر کیا جائے تو اس امر کے تسلیم کرنے میں کسی کو کیا عذر ہو سکتا ہے کہ حضرت علیؑ بن ابی طالب ہر اس شخص کی امداد کے لئے فوراً پہنچتے ہیں جو انھیں "یا علیؑ مدد" کہہ کر پکارتا ہے۔ کیونکہ نہ صرف خضرؑ بلکہ تمام انبیاء ان کے ممنونِ احسان ہیں اور ان کی حیثیت سے کم درجہ رکھتے ہیں۔ حدیث قدسی میں ہے کہ اے محمدؐ میں نے علیؑ کو علانیہ تمہارا مددگار اور پوشیدہ طور پر جملہ انبیاء کا مددگار بنایا ہے رسولِ کریمؐ فرماتے ہیں کہ میرے اہلِ بیتؑ میرے علاوہ ساری کائنات سے افضل و بہتر ہیں۔ تو جب خضرؑ ہر جگہ پہنچ سکتے ہیں تو حضرت علی علیہ السلام وغیرہم بدرجۂ اولیٰ ہر جگہ موجود ہو سکتے ہیں۔

حضرتِ خضرؑ کی ولادت کا واقعہ

حضرتِ خضرؑ کا باپ ملکان بلند پایہ بادشاہ تھا، اس کے زمانے میں نہ جانے کون سے ایسے حالات پیدا تھے کہ جس سے متاثر ہو کر حضرت خضرؑ کی والدہ نے جن کا نام بروایت مجمع البحرین "الھا" تھا۔ حضرتِ خضرؑ کو اپنے گھر میں جنم دینے کے بجائے پہاڑ کی ایک کھوہ میں جنا۔

بہر حال یہ ثابت ہے کہ حضرت خضرؑ کی والدہ نے انھیں پہاڑ کی کھوہ میں جنم دیا، اور وہ اُن کو وہیں چھوڑ کر چلی آئیں، خدا کی قدرت نے توجہ دی اور روزانہ ان کے پاس ایک بکری پہنچنے

لگی اور وہ انھیں روزانہ دوُدھ پلا جایا کرتی تھی۔ ایک دن ملکان اُدھر سے گزرا تو اُنھیں اُٹھا لایا اور اس نے ان کی پرورش کی، یہاں تک کہ وہ جوان ہو گئے۔ بادشاہ نے کسی ضرورت کے تحت صحف ابراہیمؑ لکھوانے کے لئے بہت سے کاتبوں کو جمع کیا جن میں حضرت خضرؑ بھی اپنی قدرتی صلاحیت کی بنا پر شریک ہوئے اور کتابت میں اعلیٰ کردار ادا کیا، ملکان بادشاہ نے جب ان کے حالات کا تفحص کیا تو ثابت ہوا کہ یہ انھیں کا فرزند ہے "فضمہ لنفسہ وولاہ الناس"۔ تو اس نے انھیں اپنا فرزند یقین کر کے انھیں ولی عہد بنا دیا۔ (مجمع البحرین علامہ طریحی صنؔ ۲۹۰)۔

حضرتِ خضرؑ کا اصل نام اور نسب

حضرت خضرؑ کا اصل نام بروایت تاریخ اسلام مورخ ذاکر حسین صنؔ ۴۳۳ بلیا بن ملکان تھا۔ یہی کچھ مولانا محمد بشیر نے تاریخ اسلام صنؔ ۱۶۷ میں لکھا ہے۔ لیکن میرے نزدیک یہ درست نہیں ہے۔ میری تحقیق کے مطابق ان کا نام "تالیان" تھا اور ان کا سلسلۂ نسب یہ ہے "تالیان بن ملکان بن قالغ بن عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السّلام، مجمع البحرین میں "یلیا بیا" مرقوم ہے اور اسی کی صحت پر زور دیا گیا ہے۔

حضرتِ خضرؑ کی کنیت اور اُن کا لقب

حضرت خضرؑ کی کنیت' ابو العباس تھی اور لقب' خضر تھا وہ اسی لقب سے اتنا مشہور ہوئے کہ ان کا اصل نام ہی خضرؑ بن گیا ہے۔ خضرؑ انھیں اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ جس زمین سے گزرتے تھے وہ سرسبز ہو جاتی تھی اور جس چیز سے آپ کا بدن مَس ہو جاتا تھا اس میں سبزی ہویدا ہو جاتی تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ جس سوکھی ہوئی شاخ کو ہاتھ لگا دیتے تھے اس میں برگ وبار پیدا ہو جاتا تھا اور شگوفے نکل آتے تھے۔ مجمع البحرین میں ہے کہ وہ جس جگہ نماز پڑھتے تھے وہ جگہ شاداب ہو جاتی تھی۔

حضرتِ خضرؑ کی شادی کا عجیب و غریب واقعہ

مؤرخین و محدثین کا بیان ہے کہ ملکان جو کہ بہت بڑا بادشاہ تھا اس کے حضرت خضرؑ کے علاوہ کوئی اولاد نہ تھی اسے ایک دن خیال ہوا کہ ان کی شادی کر دینی چاہیئے تاکہ سلسلۂ نسل جاری رہے۔

حضرت خضرؑ جو کہ عبادت گزاری میں سارا دن اور ساری رات گزارتے تھے۔ انھیں عورتوں سے مطلقاً رغبت نہ تھی وہ شادی کرنا چاہتے ہی نہیں تھے۔ لیکن باپ نے مجبور کر کے ان کی شادی ایک نہایت حسین باکرہ لڑکی سے کر دی، جب وہ دونوں ایک جگہ کئے گئے تو حضرتِ خضرؑ

نے مطلقاً اس کی طرف توجہ نہ کی اور عبادت میں مشغول رہے اور جب صبح ہونے لگی تو انھوں نے اس عورت سے کہا کہ دیکھو صبح کو لوگ تم سے رات کے واقعات پوچھیں گے، میں تم سے استدعا کرتا ہوں کہ تم میرے راز کو افشا نہ کرنا اور کہہ دینا کہ سب معاملات ٹھیک ہیں۔ اس نے وعدہ کرلیا اور صبح کو یہی کچھ کہہ دیا، لیکن لوگوں کو شبہہ ہوگیا اور انھوں نے حضرت خضرؑ کے والد سے اس شبہہ کو ظاہر کیا۔ اس نے کہا کہ "دائی" کو بلاکر تحقیق کرائی جائے۔ جب تحقیق کرائی گئی تو وہ بدستور باکرہ پائی گئی۔ دائی نے ان کے باپ سے حالات کا انکشاف کیا اور کہا کہ انھیں کوئی غیر باکرہ عورت مہیا کی جائے، ہوسکتا ہے کہ کوئی ایسی کمزوری ہو جس کی وجہ سے باکرہ لڑکی ان کے لئے بیکار رہو، حضرت خضرؑ کے والد نے ایک غیر باکرہ عورت فراہم کی اور اس کے ساتھ ان کا عقد کر دیا اور اسے ہدایت کر دی کہ رات کے صحیح صحیح حالات سے باخبر کرے۔ چنانچہ جب خلوت ہوئی تو حضرت خضرؑ مثل سابق اس کی طرف متوجہ نہ ہوئے اور بدستور اس سے استدعا کی کہ راز کو افشا نہ کرے، صبح کے وقت جب اُس سے پُوچھا گیا تو اس نے راز فاش کر دیا اور کہا کہ یہ جوان مرد نہیں ہے۔ "وھل تلد المرٔۃ من المرٔۃ" کیا کسی نے دیکھا ہے کہ عورت سے عورت پیدا ہو۔ حضرت خضرؑ کے والد کو جب یہ خبر معلوم ہوئی تو اُسے سخت غصہ آیا۔ اور اس نے انھیں ایک کمرے میں بند کرا کے اس کے دروازہ کو چونا، گارا اور اینٹ پتھر سے چنوا دیا، جب دو دن اسی عالم میں گزرے تو محبت پدری نے زور کیا اور اسے کھولنے کا حکم دیا، جب وہ کمرہ کھولا گیا تو اس میں حضرتِ خضرؑ موجود نہ تھے۔ بروایت تفسیر عیاشی خداوندِ عالم نے انھیں ایسی قوت عطا کر دی کہ جس کے ذریعہ سے وہ جس شکل میں چاہیں متشکل ہو جائیں، بلکان کو جب یہ حال معلوم ہوا، اور وہ خضرؑ کے وجود سے محروم ہوگیا تو اس نے چاروں طرف آدمی دوڑائے اور تلاش بسیار کے باوجود وہ انھیں دستیاب نہ کر سکا۔ حضرتِ خضرؑ وہاں سے بقدرتِ خدا نکل کر حضرت ذوالقرنینؑ کے پاس پہنچے اور ان کے ہمراہ بحرِ ظلمات میں جاکر آبِ حیات نوش کیا اور ابدی زندگی کے مالک بن گئے، اور خدا نے انھیں دریاؤں پر موکل کر دیا۔ چنانچہ وہ دریا ہی میں قیام پذیر ہو گئے۔ ایک دن وہ ایک جزیرہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ اتنے میں انھیں وطن کے دو تاجر حادثہ کی وجہ سے کشتی کی تباہی کے بعد اسی جزیرہ میں جا پہنچے، دیکھا کہ ایک شخص مشغولِ نماز ہے، جب نماز سے فراغت ہوئی تو اُن لوگوں نے اپنے حالات بتائے اور جب غور سے دیکھا تو پہچان لیا کہ یہ تالیان پسر ملکان ہے، باہمی تعارف کے بعد ان لوگوں نے اپنی مشکل کشائی کی درخواست کی۔ حضرتِ خضرؑ نے فرمایا کہ میں ایک شرط سے تمھاری

مدد کر سکتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ تم یہاں سے جا کر ہماری ملاقات کا کسی سے ذکر نہ کرو، ان لوگوں نے وعدہ کیا اور حضرت خضرؑ نے ابر کے ایک ٹکڑے کو حکم دیا کہ انھیں ان کے ملک میں پہنچا دے۔ چنانچہ ابر ان کو لے کر اڑا اور اس نے ان دونوں کو ان کے ملک میں پہنچا دیا۔ اپنے گھر پہنچنے کے بعد ایک تو اپنے وعدے پر قائم رہا اور دوسرے نے راز فاش ہی نہیں کیا بلکہ ان کے والد کے پاس جا کر کہا کہ میں نے اس طرح ان کو دیکھا اور انھوں نے یوں ہماری مدد کی۔ بادشاہ نے پوچھا کہ اس واقعہ کا کوئی گواہ تمہارے پاس ہے۔ اس نے کہا کہ ایک تاجر ہے جو ہمارے ساتھ تھا اور ہمارے ساتھ ٹکڑہ ابر پر چڑھ کر یہاں تک پہنچا ہے۔ بادشاہ نے اسے بلا بھیجا۔ اس نے اس کی شہادت سے اپنے وعدہ کی وجہ سے انکار کر دیا اور یہ بھی کہا کہ میں اس شخص کو پہچانتا بھی نہیں ہوں، اس نے کہا اے بادشاہ یہ جھوٹ بول رہا ہے۔ آپ اسے نظر بند کرالیں اور چند آدمی میرے ساتھ کر دیں میں انھیں ہمراہ لے جا کر ملاقات کرا دیتا ہوں۔ چنانچہ اس نے کچھ لوگوں کو لے جا کر اسی جزیرے میں پہنچایا جہاں حضرتِ خضرؑ سے ملاقات ہوئی تھی، یہ لوگ جب وہاں پہنچے تو کسی کو نہ پایا اور واپس آکر بادشاہ سے واقعہ بیان کر کے عدمِ صحت کی شہادت دے دی۔ بادشاہ نے پہلے قیدی کو چھوڑ دیا اور اس دوسرے شخص کو نذردار کر دیا۔ اتفاقاً اس شہر یا ملک میں کوئی تباہی آگئی۔ کیونکہ وہاں کے لوگ سخت گناہگار تھے۔ اس تباہی میں تقریباً سب ہی برباد ہو گئے۔ لیکن صرف وہ عورت اور وہ مرد باقی رہے جنھوں نے حضرتِ خضرؑ کے راز کو فاش نہ کیا تھا۔ جب دونوں کی ملاقات ہوئی اور ایک نے دوسرے سے اپنے بچنے کا سبب حضرتِ خضر کے راز کو افشا نہ کرنے کا یقین کر لیا تو دونوں مسلمان ہو گئے اور دونوں نے آپس میں عقد کر لیا اور وہاں سے نکل کر ایک دوسرے ملک میں چلے گئے۔ وہاں کا بادشاہ بڑا ظالم تھا وہ اپنے کو خدا کہلواتا تھا، رفتہ رفتہ اس عورت کا سلسلہ اس بادشاہ کے ہاں ہو گیا اور اسے سرفرازی حاصل ہو گئی۔ ایک دن وہ بادشاہ کی لڑکی کے بالوں میں کنگھی کر رہی تھی، اتفاقاً کنگھی اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گر گئی اور اس کے منہ سے بے ساختہ "لاحول ولا قوۃ الا باللہ" کا جملہ نکل گیا، لڑکی نے کہا کہ یہ تم نے کیا کہا؟ کیا میرے باپ کے علاوہ بھی کوئی خدا ہے اس نے کہا کہ ہاں اصل خدا وہ ہے جس نے تیرے باپ کو پیدا کیا ہے۔ اس لڑکی نے اپنے باپ سے سارا واقعہ بیان کیا اس نے اسے طلب کر کے واقعہ کی تصدیق کی اور کہا کہ تو تنہا ہے یا تیرے اور کوئی ہے اس نے کہا کہ میرا شوہر ہے اور میرے بچے ہیں، بادشاہ نے ایک بہت بڑے دیگ میں پانی ابلوا کر ان سب کو اس میں ڈبو کر مروا دیا اور اس کے گھر کو ان لوگوں پر گروا کر انھیں اسی میں دبوا دیا، خداوندِ عالم نے ان لوگوں کو اس

توحید پرستی کا یہ صلہ دیا کہ ان کے گھر میں ایسی خوشبو بسا دی کہ وہ آسمان تک جاتی رہی۔ بروایت تفسیر عیاشی و حیات القلوب ج ۱ ص ۲۰۸ والجزائری ص ۳۴۱ و عرائس ثعلبی ص ۱۲۵ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت رسول کریمؐ جب معراج کو جا رہے تھے تو راستہ میں مشک کی عجیب و غریب خوشبو آئی حضرتؐ نے جبرئیل سے پوچھا کہ یہ خوشبو کیسی ہے؟ حضرت جبرئیل نے مذکورہ واقعہ کو بیان کیا اور کہا کہ ھذہ الرائحۃ المشک تسطع من بیتھم الی یوم القیامۃ یہ وُہی مشک کی خوشبو ہے جو ان توحید پر جان دینے والوں کے گھر سے آتی ہے اور قیامت تک آتی رہے گی۔

حضرت خضر اور حضرت موسیٰؑ کی ملاقات اور اس کا پس منظر

حضرت خضرؑ اور حضرت موسیٰؑ کی مُلاقات کا ذکر قرآن مجید میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے، بعض لوگوں نے حضرت موسیٰؑ کی تشخیص اور تعیین میں اختلاف کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جن موسیٰ سے حضرت خضرؑ کی مُلاقات کا تذکرہ قرآن مجید میں ہے وہ موسیٰ بن عمران نہ تھے بلکہ موسیٰ بن میشا بن یوسفؑ تھے۔ لیکن میرے نزدیک یہ دُرست نہیں ہے۔ کیونکہ اولاً قرآن مجید کی آیت واذ قال موسیٰ لفتاہ الخ کی تفسیر میں جملہ مفسرین نے یوشعؑ بن نون کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے وہ جوان جسے حضرت موسیٰؑ لے کر تلاش خضرؑ میں نکلے تھے وہ یوشعؑ بن نون تھے۔ اور یہ بالکل واضح ہے کہ یوشع بن نون حضرت موسیٰؑ بن عمران کے عہد میں ہی نہ تھے بلکہ ان کے وصی و جانشین بھی تھے۔ اس کے علاوہ بروایت طبری، حضرت علیؑ، عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن مسعود وغیرہ نے موسیٰ بن عمران کی وضاحت کی ہے۔ نیز علامہ علی بن ابراہیم قمی نے بصراحت لکھا ہے کہ حضرت رسول کریمؐ نے اس کی تصدیق فرمائی ہے کہ وہ موسیٰ بن عمران ہی تھے۔ علامہ مجلسی نے بھی یہی کچھ تحریر فرمایا ہے۔ حضرت خضرؑ اور حضرت موسیٰؑ کی مُلاقات کے پس منظر میں مورخین و محدثین کا بیان ہے کہ حضرت موسیٰ ایک دن وعظ فرما رہے تھے۔ دوران موعظت انھوں نے بنی اسرائیل کو خداوند عالم کے احسانات کی یاد دہانی کرائی اور علم کی ایسی ایسی باتیں بیان کیں کہ لوگ حیران ہو گئے۔ بروایت طبری ایک شخص نے مجمع میں کھڑے ہو کر کہا کہ اے موسیٰؑ یہ بتائیے کہ خداوند عالم نے آپ سے زیادہ علم بھی کسی کو دیا ہے یا نہیں حضرت موسیٰؑ نے فرمایا اس وقت دُنیا میں مجھ سے بڑا کوئی عالم نہیں، یہ کہنا تھا کہ اسی وقت خداوند عالم نے جبرئیل کو بھیجا کہ موسیٰؑ سے کہہ دو کہ تم سے بڑا عالم میرا ایک بندہ ہے جو مجمع البحرین میں رہتا ہے تم جاؤ اور اس سے علم سیکھو، حضرت موسیٰؑ نے پوچھا کہ مالک وہ جگہ کہاں ہے اور ہمیں کس طرح

ملے گی۔ فرمایا کہ ایک دریا آذر بائیجان کی طرف سے آتا ہے اور دوسرا یمن اور عدن کی طرف سے اور یہ دونوں ایک جگہ مل کر بحر قلزم میں جا گرتے ہیں، تم اس مقام پر جاؤ۔ جس جگہ دونوں دریا ہم آغوش ہوتے ہیں اسی کو مجمع البحرین کہتے ہیں، موسیٰؑ سنو، تم جو کھانا لے کر مجمع البحرین کی تلاش میں نکلو گے وہی تمھاری رہبری کرے گا اور تم اسی کھانے کے ذریعہ سے میرے بندہ خضرؑ کے پاس پہنچو گے۔ یہ سن کر حضرت موسیٰؑ نے حضرت یوشعؑ بن نون سے فرمایا کہ توشۂ سفر فراہم کرو اور میرے ساتھ چلو تاکہ میں مجمع البحرین میں پہنچ کر حضرت خضرؑ سے ملاقات کروں اور ان سے تعلیم حاصل کروں حضرت یوشعؑ نے کچھ روٹی اور ایک بڑی مچھلی بھنوا کر ہمراہ لے لی اور دونوں روانہ ہو گئے۔ جب بروایت روضۃ الصفا، تین دن کی راہ طے کر چکے تو مجمع البحرین پر پہنچے، چونکہ سفر طویل تھا، اس لئے حضرت موسیٰؑ تھک گئے تھے۔ اسی دوران میں یا تو حضرت یوشعؑ بن نون نے مچھلی کو پانی میں دھونا چاہا یا ہوا کے ذریعہ سے پانی مچھلی پر پڑ گیا۔ غرضیکہ مچھلی زندہ ہو کر پانی میں چلی گئی۔ حضرت موسیٰؑ جب جاگے تو آگے کے لئے روانہ ہو گئے، راستہ میں حضرت یوشعؑ سے کہا کہ کھانا لاؤ۔ حضرت یوشعؑ نے عرض کی کہ دیگر کھانے کی چیزیں تو پہلے ہی ختم ہو چکی تھیں۔ میرے پاس ایک مچھلی رہ گئی تھی، جو اسی جگہ زندہ ہو کر پانی میں چلی گئی جس کا ذکر کرنا میرے خیال سے اتر گیا۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ واپس چلو حضرت خضرؑ اسی جگہ ملیں گے۔ کیونکہ خداوند عالم نے فرمایا تھا کہ تمھارا کھانا تمھاری رہبری کرے گا۔ جب یہ دونوں پلٹ آئے تو دیکھا کہ مچھلی جن جن راستوں سے گزری تھی وہ سارے مقامات زمین تک کھلے ہوئے تھے اور راستہ بنا ہوا تھا، یہ انھیں راستوں پر روانہ ہو کر دریا کے اندر اس جگہ پہنچے جس جگہ حضرت خضرؑ نماز پڑھ رہے تھے۔ وہ ایسی جگہ تھی جو پانی سے بنی ہوئی تھی اور اس کا شانہ پر پانی کا گنبد معلق تھا۔ حضرت خضرؑ جب نماز سے فراغت کر چکے تو حضرت موسیٰؑ نے کہا اسلام علیکم، انھوں نے جواب میں وعلیکم السلام یا نبی اللہ کہا، حضرت موسیٰؑ نے پوچھا کہ آپ کو کس نے بتایا کہ میں نبی ہوں، فرمایا جس نے آپ کو میرے پاس بھیجا ہے، پھر حضرت موسیٰؑ نے اپنی آمد کی غرض بتائی اور کہا کہ میں اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ آپ سے کچھ سیکھوں اور آپ کی صحبت سے علم حاصل کروں، حضرت خضرؑ نے فرمایا کہ یہ بڑا مشکل ہے کہ تم مجھ سے کچھ حاصل کر سکو کیونکہ تمھارا علم ظاہر سے متعلق ہے اور میرا علم باطن سے تعلق رکھتا ہے، حضرت موسیٰؑ نے کہا آپ اطمینان رکھئے اگر خدا نے چاہا تو آپ مجھے باضابطہ آدمی پائیں گے اور میں آپ کے کسی حکم کی نافرمانی نہ کروں گا۔ حضرت خضرؑ نے کہا کہ اچھا اگر آپ کو میرے ساتھ رہنا ہے تو جب تک میں خود آپ سے کسی بات کا ذکر نہ چھیڑوں آپ مجھ سے کسی چیز کے بارے میں نہ پوچھئے گا، غرض یہ دونوں

مل کر چل کھڑے ہوئے اور حضرت یوشعؑ بن نون بھی پیچھے پیچھے چلے بروایت روضۃ الصفا حضرت یوشعؑ حضرت موسیٰؑ سے اجازت لے کر واپس مقام تیہہ میں آ گئے۔ غرضیکہ جب دونوں کشتی میں سوار ہوئے تو حضرت خضرؑ نے کشتی میں چھید کر دیا، موسیٰؑ نے کہا کہ آپ نے تو غضب کیا کشتی میں اس غرض سے سوراخ کیا ہے کہ لوگوں کو ڈبو دیجئے یہ تو آپ نے بڑی عجیب بات کی ہے۔ حضرت خضرؑ نے کہا، کیا میں نے آپ سے پہلے ہی نہ کہہ دیا تھا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کر سکیں گے، حضرت موسیٰؑ نے کہا اچھا جو ہوا سو ہوا۔ آپ میری فرد گذاشت پر گرفت نہ کیجئے اور مجھ پر میرے اس معاملہ میں اتنی سختی نہ کیجئے، خیر یہ تو ہو گیا۔ پھر دونوں کے دونوں آگے چلے۔ یہاں تک کہ کشتی سے اتر کر دونوں مقام انطاکیہ پہنچے، وہاں ایک لڑکے سے ملے تو حضرت خضرؑ نے اُسے جان سے مار ڈالا۔ بروایت ناسخ التواریخ اس لڑکے کا نام "جیسون" اس کے باپ کا نام "سلاث" اور اس کی ماں کا نام "شاہویہ" تھا۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا کہ اے معاذ اللہ کیا آپ نے ایک معصوم بچے کو مار ڈالا اور وہ بھی کسی کے خون کے بدلے میں نہیں، آپؑ نے تو یقینی ایک عجیب حرکت کی۔ حضرت خضرؑ نے کہا کیوں، میں نے آپ سے مکرر نہ کہہ دیا تھا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کر سکیں گے۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا خیر جو ہوا وہ ہوا، اب اگر میں آپ سے کسی چیز کے بارے میں پوچھ گچھ کروں تو آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھئے گا۔ بے شک آپ میری طرف سے معذرت کی حد کو پہنچ گئے غرض یہ سب ہو ہوا کر پھر دونوں کے دونوں آگے چلے، یہاں تک کہ جب آپ ایک گاؤں والوں کے پاس پہنچے تو وہاں کے لوگوں سے کچھ کھانے کو مانگا۔ تو ان لوگوں نے ان دونوں کو مہمان بنانے سے انکار کر دیا تو پھر ان دونوں نے اسی گاؤں میں جس کا نام بروایت ناسخ التواریخ "ایلہ" تھا، ایک دیوار کو دیکھا کہ گرا ہی چاہتی تھی۔ تو حضرت خضرؑ نے اسے سیدھا کر دیا۔ اس پر حضرت موسیٰؑ نے کہا اگر آپ چاہتے تو ان لوگوں سے اس کی مزدوری لے سکتے تھے تاکہ کھانے کا سہارا ہوتا، حضرت خضرؑ نے کہا بس اب میرے اور آپ کے درمیان چھٹم چھٹا۔ اس کے بعد حضرت خضرؑ نے فرمایا کہ اے موسیٰؑ اب جن باتوں پر آپ سے صبر نہ ہو سکا۔ میں ابھی آپ کو ان کی اصل حقیقت بتائے دیتا ہوں، لیجئے، سنیے۔" وہ کشتی جس میں میں نے سوراخ کر دیا تھا وہ چند غریبوں کی تھی، جو دریا میں محنت کر کے گزارہ کرتے تھے، میں نے چاہا کہ اسے عیب دار بنا دوں کیونکہ ان کے پیچھے پیچھے ایک ظالم بادشاہ آتا تھا کہ تمام کشتیاں زبردستی بیگار میں پکڑ لیتا تھا، عیب دار ہونے کی وجہ سے وہ کشتی بیگار میں جانے سے بچ گئی اور غریب لوگ نقصان سے محفوظ رہے اور وہ جو لڑکا تھا جس کو میں نے مار ڈالا تو اس کے ماں باپ دونوں سچے مسلمان، ایمان دار تھے۔

تو مجھ کو یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ بڑا ہو کر ان کو بھی اپنی سرکشی اور کفر میں پھنسا دے تو ہم نے چاہا کہ اسے مار ڈالیں اور ان کا پروردگار ان کو اس کے بدلے میں ایسا فرزند عطا فرمائے جو اس سے پاک نفسی اور پاک قرابت میں بہتر ہو، اور وہ جو دیوار تھی جسے میں نے سیدھا کر دیا وہ تو شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی اس کے نیچے ان ہی دونوں لڑکوں کا خزانہ گڑا ہوا تھا، اور ان لڑکوں کا باپ ایک نیک آدمی تھا تو تمہارے پروردگار نے چاہا کہ دونوں لڑکے اپنی جوانی کو پہنچیں تو تمہارے پروردگار کی مہربانی سے اپنا خزانہ نکال لیں اور میں نے جو کچھ کیا اپنے اختیار سے نہیں کیا بلکہ خدا کے حکم سے کیا ہے۔ یہ حقیقت ہے۔ ان واقعات کی جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا" یہ کہہ کر بروایت طبری حضرت خضرؑ غائب ہو گئے۔

مختصر وضاحت

حضرت خضرؑ اور حضرت موسیٰؑ کی باہمی ملاقات اور ان کے سفر کے حالات کے سلسلہ میں یہ باتیں بھی معلوم رہنا چاہیئیں (۱) جب موسیٰؑ حضرت خضرؑ کے پاس مجمع البحرین میں پہنچے اور گفتگو شروع ہوئی تو خضرؑ نے مصائب آل محمدؐ کا ذکر کیا اور دونوں دیر تک روئے۔ (حیات القلوب ج ۱ ص ۲۰۲) (۲) ملاقات کے فوراً بعد خضرؑ و موسیٰؑ نے دیکھا کہ دریا میں ایک طائر آیا جسے خطاف[له] کہتے ہیں اور اس نے اپنی چونچ میں پانی کا ایک قطرہ لیا۔ خضرؑ نے موسیٰؑ سے پوچھا کہ آپ سمجھے کہ اس نے ایک قطرہ پانی کا کیوں اٹھایا ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا کہ آپ ہی بتایئے، خضرؑ نے کہا کہ وہ یہ بتانا چاہتا ہے کہ ہمارا اور آپ کا علم خدا کے علم کے مقابلہ میں وہی حیثیت رکھتا ہے جو قطرہ کی حیثیت دریائے بے پایاں کے مقابلہ میں ہے۔" عرائس ثعلبی ص ۱۲۳ (۳) یہ دونوں محو گفتگو تھے کہ ایک طائر جس کا نام "مسلم" تھا نمودار ہوا اور اس نے پانی کا ایک قطرہ چونچ میں لے کر مشرق کی طرف ایک مغرب کی طرف ایک آسمان کی طرف ایک زمین کی طرف ایک دریا میں پھینکا، یہ دیکھ کر خضرؑ اور موسیٰؑ دونوں حیران ہو گئے۔ ناگاہ ایک شخص (ملک) نمودار ہو کر بولا کہ تم لوگوں کے بعد دنیا کے عہد آخر میں ایک نبی مبعوث ہو گا جس کی امت مشرق و مغرب میں پھیلی ہوئی ہو گی۔ وہ آسمان پر (معراج) میں جائے گا اور زمین میں دفن ہو گا۔ وہ قطرہ جو اس نے دریا میں پھینکا ہے۔ اس سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ دنیا کے تمام عالموں کے علم کی اس کے علم کے مقابلے میں وہی حیثیت رہے گی جو قطرہ کو دریا کے مقابلہ میں ہے۔ "وورث علمه وصيه وابن عمه" اسکے علم کا وارث اس کا وصی اور چچا زاد بھائی (علیؑ بن ابی طالب) ہو گا۔

[له] خطاف بضم الخاء، یہ مشہور طائر ہے گنجشک کی طرح گھروں میں رہتا ہے مٹی سے گھر بناتا ہے اسے "عصفور جنت" بھی کہتے ہیں۔ حضرت آدمؑ کا زمین پر مونس تنہائی قرار دیا گیا تھا۔ آل محمدؐ کے ساتھ جو کچھ کیا گیا اس سے غمگین رہتا ہے (بحار الانوار) اسکی تسبیح الحمد للہ رب العالمین" ہے (سفینۃ البحار) اسکی پکار قدموا خیر اتجدوہ ہے۔ یہ مومن الطیور ہے (مجمع البحرین)

"نور المبین جزائری ص۲۴۵" (۴) امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں اگر ہم خضرؑ اور موسیٰؑ کی ملاقات کے وقت ہوتے تو انھیں بآسانی یہ معلوم ہو جاتا کہ ہم ان دونوں سے کہیں زیادہ عالم ہیں ہمیں علوم رسولِ کریمؐ کی وراثت میں ملے ہیں (الکافی) (۵) جس کشتی کو حضرتِ خضرؑ نے چھید کر عیب دار بنایا تھا اسکی قیمت ایک ہزار دینار تھی وہ دس زمین گیر عورتوں اور چند لنگڑے لولوں اور بیچاروں کی ملکیت تھی۔ (عرائس ثعلبی ص۱۲۸) (۶) جو بادشاہ کشتی کا پیچھا کر رہا تھا اس کا نام "جلندی بن کرکر" تھا۔ (ناسخ التواریخ ج ۱ ص۱۷۶) (۷) وہ دیوار جسے حضرتِ خضرؑ نے گرنے سے بچایا تھا بروایت تفسیر جلالین و مدارک سو گز لمبی اور سو گز اونچی تھی اور بروایت ثعلبی ۳۰ ہاتھ اونچی ۵۰ ہاتھ چوڑی اور پانچ سو ہاتھ لمبی تھی۔ وہ لوگ سردی سے پناہ لینے کے لئے اس کے قریب گئے تھے وہ دیوار کج تھی، اس کے قریب سے لوگ گزرتے نہ تھے۔ (عرائس ثعلبی ص۱۲۸) (۸) جس لڑکے کو حضرتِ خضرؑ نے قتل کر دیا تھا خدا نے اس کے والدین کو لڑکی دی جس کے ذریعہ سے ستر انبیاء پیدا ہوئے (روضۃ الصفاج ۱ ص۱۴۳) (۹) اس واقعۂ ہدمِ دیوار میں جس خزانہ کا ذکر ہے اس میں اختلاف ہے۔ ابو درداؑ نے سیم و زر بتایا ہے اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے سونے کی ایک ایسی تختی کا حوالہ دیا ہے جس پر مرقوم تھا۔ "انی انا اللہ لا الٰہ الا انا و محمد رسولی، عجبت لمن ایقن بالموت کیف یفرح قلبہ وعجبت لمن القیوم الحساب کیف اضحک سنہ عجبت لمن ایقن بالقدر کیف یستطی اللہ فی رزقہ وعجبت لمن یری النشأۃ الاولیٰ کیف ینکر النشأۃ الاخرۃ۔" میں اللہ ہوں اور میرے سوا کوئی معبود نہیں مجھے اس شخص پر تعجب ہے جو موت پر یقین کے بعد خوش بھی ہوتا ہے، مجھے اس پر تعجب ہے جو حساب پر یقین کے بعد ہنستا بھی ہے۔ مجھے اس پر تعجب ہے جو قضا و قدر کا قائل ہے وہ رزق کے لئے خدا پر الزام لگاتا ہے۔ مجھے اس پر تعجب ہے جو اپنے عدم سے آنے کو جاننے کے باوجود دوبارہ زندہ ہونے کا قائل نہیں (قصص الجزائری ص۲۴۰ و عرائس ثعلبی ص۱۲۸ و طبری ص۱۶۱) (۹) اس کنز (خزانہ) کو ایک موحد شخص نے جس کا نام "کاشح" تھا اپنی اولاد کے لئے فراہم کیا تھا اسکی نسل سے اسوقت دو یتیم باقی تھے جن کا نام احرم اور حریم تھا اور جو اندلس کے قریب "قلعہ مراد" میں مقیم تھے (ناسخ التواریخ ج ۱ ص۱۷۶ روضۃ الصفا ج ۱ ص۱۴۳) (۱۰) حضرت خضرؑ اور حضرت موسیٰؑ کی ملاقات اور باہمی ہمراہی ۱۸ دن رہی (ناسخ التواریخ ص۱۷۶ و روضۃ الصفا ص۱۰۱)

حضرتِ خضرؑ کی حضرتِ موسیٰؑ کو نصیحت

تاریخ طبری میں ہے کہ حضرتِ خضرؑ اختتامِ سفر کے بعد فوراً غائب ہو گئے لیکن اکثر کتابوں میں ہے کہ حضرتِ خضرؑ نے اپنی روانگی سے قبل حضرتِ موسیٰؑ کو کچھ نصائح بھی فرمائے تھے۔ عرائس ثعلبی ص۱۲۹ میں ہے کہ حضرت علیؑ بن ابی طالب فرماتے ہیں کہ جب حضرت خضرؑ نے حضرتِ موسیٰؑ سے کہا کہ میں آپ کو خدا کے حوالے کئے جاتا ہوں تو حضرتِ موسیٰؑ نے کہا کہ مجھے کچھ

نصیحتیں فرمایئے۔ حضرت خضرؑ نے کہا کہ بلا ضرورت کسی کے پاس نہیں جانا چاہیئے۔ خوشامد سے بچنا چاہیئے۔ بلا وجہ ہنسنے سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ خطا کرنے والوں پر طعنہ زنی نہیں کرنا چاہیئے۔ اپنے گناہوں پر رونا چاہیئے۔ آج کا کام کل پر نہیں ٹالنا چاہیئے۔ عجائب القصص میں ہے کہ خضرؑ نے کہا کہ ترش رُوئی نہیں کرنا چاہیئے۔ لالچ سے بچنا چاہیئے۔ روضتہ الصفا میں عرائس والی روایت مرقوم ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی ہے۔ کن نفاعاً ولاتکن ضاراً" دوسروں کو نفع پہنچانے کی عادت ڈالو اور کسی کو نقصان پہنچانے کا خیال نہ کرو۔

حضرت خضر علیہ السّلام کے بعض حالات و واقعات

یہ بتایا جا چکا ہے کہ حضرت خضرؑ صُور پھونکنے کے دن تک زندہ رہیں گے پھر جبکہ رسُولِ کریم صلعم کا زمانہ آیا تو انھیں اُن کا امتی ہونا ناگزیر ہے بنابریں ان کی حاضری محمدؐ و آلِ محمدؐ کے دروازے پر یقینی امر ہے۔

حضرتِ خضرؑ حضرتِ رسُولِ کریمؐ کی تعزیت میں

حضرت امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب جد نامدار حضرت محمد مصطفےٰؐ کا انتقال ہوگیا اور انھیں دفن کیا جا چکا تو حضرت علیؑ حضرت فاطمہؑ اور حضرات حسنینؑ اسی حجرہ میں غم واندوہ کے عالم میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ناگاہ یہ آواز آئی "السّلام علیکم یا اھل البیت" اے اہلِ بیتؑ رسُول تم پر سلامتی ہو۔ موت سے کسی کو چھٹکارا نہیں۔ تم اس مصیبتِ عظمیٰ پر صبر کرو اور خدا پر توکل رکھو، خداوندِ عالم تمھیں اس مصیبت کی جزائے خیر دے گا۔ میرے لئے اور اپنے لئے خالق سے دُعا کرو، یہ کہہ کر وہ روانہ ہوگئے تو حضرت علیؑ نے جنابِ سیدہؑ اور حسنینؑ سے فرمایا کہ یہ برادرم خضرؑ تھے تمھیں تسلی دینے اور تعزیت ادا کرنے کے لئے آئے تھے۔ (حیات القلوب)۔

حضرتِ خضرؑ مسجد سہلہ میں

علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت خضرؑ مسجد سہلہ میں آتے اور ٹھہرتے ہیں اکثر صلحاء نے اُن سے وہاں ملاقات کی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ مسجدِ سہلہ یہ وہی جگہ ہے جس جگہ حضرت حجت علیہ السلام ظہور کے بعد قیام فرمائیں گے اور وہیں سے احکام نافذ کریں گے۔ مسجدِ سہلہ کوفہ میں واقع ہے۔ اسی مسجدِ سہلہ میں حضرت ادریسؑ نماز پڑھتے اور کپڑا سیتے تھے۔ وہ دُعاؤں کے قبول ہونے کا مرکز ہے۔ ابراہیم بن ہاشم قمی نے حضرتِ خضرؑ سے مسجدِ سہلہ اور مسجدِ زید میں ملاقات کی ہے۔ یہ بڑے متقی پرہیز گار، زاہد اور ثقہ تھے (سفینۃ البحار ج ۱ صہ۱۸ و صہ۶۰۳)۔

حضرتِ خضرؑ جنگِ صفین میں

کتاب سفینۃ البحار جو کہ بحار الانوار علامہ مجلسی کا خلاصہ ہے اور بہترین کتاب ہے اس میں حضرت خضرؑ سے متعلق بہت سی ایسی حدیثیں ہیں جن سے ان کے اہل بیتؑ رسول سے روابط و تعلقات کا پتہ چلتا ہے۔ اسی کتاب کی ج ۱ ص۳۹ میں مرقوم ہے کہ جنگِ صفین میں جب حضرت علیؑ خطبہ دے رہے تھے تو حضرت خضرؑ ان کے پاس موجود تھے، اور پھر ان سے باہمی مکالمہ ہوا، اسی کتاب میں ہے کہ حضرت خضرؑ حضرت علیؑ کو سلام کیا کرتے تھے۔ اسی صفحہ میں ہے کہ حضرت علیؑ سے حضرت خضرؑ نے جہنم سے نجات کے لئے علم سیکھا۔ حضرت خضرؑ نے حضرت علیؑ کی پیشانی کا کوفہ میں بوسہ دیا۔

حضرتِ خضرؑ حضرتِ امام محمد باقرؑ کی خدمت میں

حضرت خضرؑ سے حضرت امام محمد باقرؑ کی حج کے موقع پر ملاقات ہوئی تو خضرؑ نے کہا کہ کچھ سوال کر کے سمجھنا چاہتا ہوں امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ میرے بیٹے جعفر صادقؑ سے پوچھ لو چنانچہ انھوں نے ان سے مسائل دریافت کئے ص۳۹۰۔

حضرتِ خضرؑ اور حضرتِ امام زین العابدینؑ میں ملاقات

ابراہیم بن ادھم کا بیان ہے کہ میں حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام سے عالم حج میں ملا۔ میں نے دیکھا کہ ایک خوبصورت جوان آیا اور اس نے سلام کے بعد انھیں گلے سے لگالیا، جب وہ جوان چلا گیا تو میں نے حضرت سے پوچھا کہ یہ کون شخص تھا، حضرت نے فرمایا کہ ھذا اخی الخضر یاتینا کل یوم فیسلم علینا۔ یہ میرے بھائی خضرؑ ہیں یہ روزانہ ہمیں سلام کرنے کے لئے آتے ہیں ص۳۹۱۔

حضرتِ خضرؑ حضرتِ علیؑ کی عیادت کے لئے

۲۱ رمضان کو حضرت علی علیہ السّلام کی شہادت کا جب ہنگام تھا۔ اس وقت حضرت خضرؑ تشریف لائے اور اظہار رنج و ملال کے بعد کہا کہ رحمک اللہ یا ابا الحسن کنت اول القوم اسلاماً۔ اے ابو الحسنؑ آپ پر خدا رحم کرے آپ سابق الاسلام تھے۔ ص۳۹۰۔

حضرتِ خضرؑ کا امام حسینؑ پر گریہ

حضرت ابن عباس کا بیان ہے کہ جس دن فرزند رسولؐ کربلا میں شہید ہوئے ہیں اسی دن ہم نے گھر کے ایک گوشہ سے رونے کی آواز سنی، وہ رونے والا کہہ رہا تھا کہ اے مدینہ والو حسینؑ بن علیؑ کربلا میں شہید ہو گئے۔ جب ہم نے تفحص کیا تو معلوم ہوا کہ وہ حضرت خضر علیہ السلام تھے ص۳۹۰

حضرت خضرؑ کی دُعا کی تاثیر ایک نابینا عورت کا واقعہ

علامہ شیخ عباس قمی سفینۃ البحار میں لکھتے ہیں کہ راوی معتبر اعمش کا بیان ہے کہ میں نے ایک ایسی عورت کو دیکھا جو مدینہ میں سیاہ رنگ کی نابینا تھی وہ لوگوں کو پانی پلایا کرتی تھی اور یہ آواز لگاتی تھی کہ "اشربوا حبا لعلی بن ابی طالب" علیؑ کی محبت میں پانی پیو، پھر میں نے اسی عورت کو مکہ میں اس حال میں دیکھا کہ بالکل بینا ہے اور اچھی طرح دیکھتی ہے اور ساتھ وہ یہ آواز لگاتی ہے کہ "اشربوا حبا لمن رد اللہ علی بصری بہ"۔ اس شخص کی محبت میں پانی پیو جس کی وجہ سے خدا نے مجھے بینا بنایا ہے"۔ یہ سُن کر میں آگے بڑھا اور میں نے اس سے پوچھا کہ تیرا کیا واقعہ ہے تو نابینا سے بینا کیسے بنی، اس نے کہا کہ میں حسبِ دستور آواز لگا رہی تھی کہ اتنے میں ایک شخص نمودار ہوا، اور اس نے کہا کہ کیا تو دل سے علیؑ کی محبت کا دم بھرتی ہے۔ میں نے کہا بے شک ایسا ہی ہے، یہ سُنتے ہی اُس نے آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر کہا کہ "خدایا اگر یہ اپنے دعویٰ میں سچی ہے تو اس کی بینائی پلٹا دے۔ اس کے یہ کہتے ہی میں دیکھنے لگی، پھر میں نے اس شخص سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اس نے کہا کہ انا الخضر وانا من شیعۃ علی بن ابی طالب"۔ میں خضرؑ نبی ہوں اور علیؑ بن ابی طالب کے شیعوں میں سے ہوں۔ (سفینۃ البحار ج ۱ ص ۳۹۱)۔

حضرت خضرؑ کی سخاوت اور اُن کی فروختگی کا واقعہ

علامہ شیخ عباس قمی نے حضرت خضرؑ کی فروختگی کا اشارہ کر کے بحار الانوار مجلسی کا حوالہ دیا ہے لیکن امام ثعلبی نے اس کی تفصیل لکھی ہے۔ وہ بحوالہ ابو امامہ باہلی لکھتے ہیں کہ حضرت رسولِ کریمؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ حضرت خضرؑ ایک دن بازار سے گزر رہے تھے ناگاہ ایک سائل نے اُن سے سوال کیا اور کہا کہ راہِ خدا میں کچھ دیجئے، اُنھوں نے کہا اس وقت میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ لیکن میں تجھے مایوس نہیں کر سکتا تو مجھے کسی کے پاس لے چل کر فروخت کر دے۔ وہ پہلے تو جھجکا، پھر اُن کے اصرار سے ان کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور انھیں چار سو درہم میں بیچ دیا، کچھ دنوں کے بعد انھوں نے خریدنے والے سے کہا کہ تو مجھ سے کچھ کام لیا کر اس نے کہا کہ تم ضعیف آدمی ہو میں تمھیں تکلیف نہیں دے سکتا، انھوں نے اصرار کیا تو کہا کہ اچھا یہ پتھر جو پڑے ہیں انھیں یہاں سے اُٹھا کر وہاں لے جاؤ جہاں عمارت زیرِ تعمیر ہے، انھوں نے ایک ساعت میں بامداد فرشتہ اسے منتقل کر دیا وہ شخص حیران ہوا اور کہا کہ یہ چھ آدمیوں کا کام تھا اور کئی دن کا تم نے اتنی جلدی کیسے منتقل کر دیا، فرمایا، بس کر دیا۔ اسی دوران میں وہ سفر کو جانے لگا تو آپ نے کہا کہ میرے

سپرد کچھ کام کرتا جا اُس نے کہا میرے بچوں کی حفاظت اور نگرانی کرنا، انھوں نے کہا کہ یہ تو کر دوں گا ہی اور کوئی کام بتا، اُس نے کہا کہ اچھا نہیں مانتے تو اینٹیں بنانا تاکہ میں عمارت میں لگاؤں وہ چلا گیا جب واپس آیا تو اینٹیں تو درکنار اسی کے منشا کے مطابق عمارت بھی تیار تھی۔ اس نے حیران ہو کر پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ فرمایا میں تیرا خریدا ہوا غلام ہوں۔ اس نے کہا سچ سچ بتائیے فرمایا کہ میں خضرؑ نبی ہوں، چونکہ تو نے راہِ خدا پر سوال کیا تھا اس لئے میں نے تجھے مایوس نہیں کیا تھا یہ سن کر وہ پیروں پر گر پڑا "فاسلم علی یدیہ واعطاہ اربع مائۃ دینار"۔ اور مسلمان ہو گیا اور چار ہزار دینار دے کر انھیں رخصت کر دیا۔ (سفینۃ البحار ج ا ص۱۹۰ و عرائس ثعلبی ص۱۲۹)۔

حضرت ذوالقرنینؑ

حضرت ذوالقرنینؑ کا اصل نام بروایت روضۃ الصفا "حرس" بروایت عرائس ثعلبی "عباس"۔ بروایت حیات القلوب عبداللہ "عیاشس" اور بروایت ناسخ التواریخ "صعب" تھا۔ ناسخ میں شجرۂ نسب اس طرح مرقوم ہے، صعب بن رومن بن یونان ابن تارخ بن سام بن نوح علیہ السلام، ذوالقرنینؑ کی نبوت کے متعلق امام فخر الدین نے اور امام ثعلبی اور صاحب روضۃ الصفا اور ابن کثیر نے لکھا ہے کہ یہ نبی مرسل تھے۔ لیکن میری مورخانہ تحقیق کے مطابق یہ نہ نبی تھے اور نہ رسول بلکہ یہ خدا کے ایک ایسے بندہ تھے جن کو خدا نے نہایت ممتاز شخصیت عطا کی تھی۔ اسی طرح امام رازی اور امام ثعلبی نے انھیں سکندر رومی قرار دیا ہے، میرے نزدیک نہ یہ سکندر رومی تھے اور نہ سکندر یمن، کیونکہ سکندر رومی کا سلسلۂ نسب عیص بن اسحاق بن ابراہیم تک منتہی ہوتا ہے اور یہ ہیں مورخین کے نزدیک تسلیم شدہ، حضرت نوحؑ کی اولاد سے، اس کے علاوہ یہ کہ سکندر رومی جو کہ فیلقوس کا فرزند تھا۔ اس کا زمانہ حضرت عیسیٰؑ سے ۳۲۲ برس پہلے کا ہے اور حضرت ابراہیمؑ اس سے ہزاروں سال پہلے گزرے ہیں اور ذوالقرنینؑ حضرت ابراہیمؑ کے عہد میں تھے اور مشرق و مغرب کے سفر کے بعد ۶ لاکھ آدمیوں کے ساتھ حج کو گئے تھے اور وہیں حضرت ابراہیمؑ سے ملاقات کی تھی۔

حضرت ذوالقرنینؑ کی ولادت کا واقعہ

علامہ طریحی کا بیان ہے کہ حضرت ذوالقرنینؑ اور حضرت خضرؑ دونوں حقیقی زاد بھائی تھے اور دونوں کا نطفہ ایک ہی رات میں قائم ہوا تھا اور دونوں ایک ہی رات

لہ عبداللہ بن عمر نے ان کی نبوت پر یہ دلیل قائم کی ہے کہ خدا نے ان سے خطاب فرمایا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر یہی دلیل ہے تو پھر ام موسیٰ اور شہد کی مکھی کو درجۂ نبوت پر فائز ماننا چاہیئے۔ کیونکہ ذوالقرنین کیلئے خدا نے فرمایا ہے "قلنا یا ذوالقرنین" اور ام موسیٰ کے لئے فرمایا ہے"۔ "واوحینا الی ام موسیٰ" اور شہد کی مکھی کے لئے فرمایا ہے "واوحیٰ ربک الی النحل"۔ ظاہر ہے کہ حرف مخاطبہ سے وحی کا درجہ بہت زیادہ ہے تو اگر مخاطبہ کی وجہ سے ذوالقرنین کو نبی مانا جا سکتا ہے تو ام موسیٰ اور مکھیوں کو اس درجہ رفیعہ سے کیوں محروم مانا جائے۔ ۱۲ ؛

کو پیدا ہوئے تھے، ان کی ولادت کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت ذوالقرنینؑ کے والد نے جو کہ علم نجوم سے بہت زیادہ واقف تھے، ایک رات کو اپنی بیوی سے کہا کہ میں سوتا ہوں اور تم جاگتی رہنا اور فلاں مقام پر جب ستارہ طالع ہو کر روشنی دینے لگے تو مجھے جگا دینا تاکہ اس وقت میں تم سے ہمبستری کر لوں اور ایک ایسے فرزند کا نطفہ قائم ہو جو کہ ابدالآباد تک زندہ رہے، ان کی بیوی نے وعدہ کر لیا، یہ بات درپردہ ان کی بہن سُن رہی تھی، حضرت ذوالقرنین کے والد کی ہدایت کے مطابق ان کی والدہ جاگتی رہیں اور انھوں نے اس ستارے کو طلوع ہوتے ہوتے دیکھا، لیکن وہ شرم کی وجہ سے ان کو ہمبستری کے لئے جگا نہ سکیں برخلاف ان کے ان کی بہن نے اپنے شوہر کو ٹھیک اس وقت جگا دیا جب وقت ستارہ طالع ہوا تھا اور دونوں ٹھیک وقت پر ہمبستر بھی ہو گئے، تھوڑی دیر کے بعد حضرت ذوالقرنین کے والد کی آنکھ کھُلی تو انھوں نے دیکھا کہ ستارہ طالع ہو کر مخصوص منزل سے گزر گیا ہے، انھوں نے اپنی بیوی سے کہا کہ نہایت افسوس ہے کہ جس رات کو میں اس ستارے کے طلوع کا چالیس سال سے انتظار کر رہا تھا، آج تو نے میرے مقصد پر پانی پھیر دیا، اس نے کہا کہ میں کیا کروں استحیت واللہ خدا کی قسم مجھے حیا و شرم نے جگانے سے روک دیا، پھر اس نے بڑے تاسف کا اظہار کیا اور کہا کہ اچھا، اب ایک اور موقع آ رہا ہے اور وہ یہ ہے کہ اب تھوڑی دیر میں ایک اور ستارہ طلوع کرے گا۔ اس ستارے کے طلوع کے وقت نطفہ کا انعقاد اگرچہ مولود کو حیات ابدی نہ دے سکے گا۔ لیکن اس وقت جو نطفہ ٹھہرے گا اس کا مولود "یملک قرنی الشمس" آفتاب کے مشرق و مغرب پر حاوی ہوگا، چنانچہ وہ وقت فی الفور آگیا اور میاں بیوی ایک جگہ ہو گئے اور ذوالقرنینؑ کا نطفۂ وجود قائم ہو گیا۔ نو ماہ گزرنے کے بعد حضرت ذوالقرنینؑ اور حضرت خضرؑ دونوں ایک ہی رات میں پیدا ہوئے جس کے نتیجہ میں حضرت خضر ابدی زندگی کے مالک ہوئے اور حضرت ذوالقرنینؑ مشرق و مغرب پر حاوی ہوئے۔ بروایتے یہ واقعہ حضرت نوحؑ کے بعد کا ہے میرا مورّخانہ قیاس یہ ہے کہ اس طریقۂ انعقاد نطفہ سے کچھ خاندانی کشمکش پیدا ہو گئی تھی جس کی بنا پر حضرت خضر کی والدہ انھیں اپنے گھر میں جننے سے معذور و مجبور ہو گئی تھیں۔ اسی بنا پر انھیں پہاڑ کی ایک کھوہ میں جنم دیا تھا جیسا کہ حضرت خضرؑ کے واقعہ ولادت میں گزرا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ذوالقرنین کے والد کا نام ضحاک بن معد تھا اور انھیں اسکندروس بھی کہتے تھے جو کثرت استعمال سے "سکندر" ہو گیا۔

بارہ سال کی عمر میں حضرت ذُوالقرنینؑ کی شاہی

بروایت جنات الخلود حضرت ذوالقرنینؑ کی عمر

جب بارہ سال کی ہوئی تو خداوندِ عالم نے انھیں بادشاہت عطا کی، اور یہ بادشاہت ان کے پاس تاحیات رہی۔ بروایتے خداوندِ عالم نے ساری دُنیا کی بادشاہت صرف چار بندوں کو عطا کی تھی جس میں دو کافر تھے اور دو مومن۔ کافر بادشاہ نمرُود اور بخت نصر تھے۔ اور مومن بادشاہ حضرت ذوالقرنینؑ اور حضرت سلیمانؑ تھے۔ خداوندِ عالم نے ان کے ذمّہ مشرق و مغرب، شمال و جنوب غرضیکہ سارے عالمِ ارضی کی تبلیغ کی تھی اور یہی سبب تھا کہ انھوں نے ساری زمین کا سفر اختیار کیا تھا، بروایت سنان ابن ثابت اصبحی ان کا قیام دیارِ فرنگ میں تھا۔

حضرت ذُوالقرنینؑ کی وجہ تسمیہ

اگرچہ آپ کا اصل نام عباس، عیاش، حرس یا صعب یا عبداللہ تھا۔ لیکن انھیں کوئی ان کے اصل نام سے نہیں جانتا۔ انھیں سب ذُوالقرنینؑ ہی جانتے ہیں اور ان کے اسی نام کو اصل نام سمجھتے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ انھیں ذُوالقرنینؑ کیوں کہا گیا؟ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ آپ کے سر کے دونوں حصّوں پر بوجہ تبلیغ ضرب لگائی گئی تھی اور آپ نے زندگی کے دو قرن گزارے تھے اور آپ کے سر پر دو بلندی قرن (سینگ) کے مانند تھی اور آپ کے تاج میں دو شاخیں نکلی ہوئی تھیں اور آپ کے دو گیسو تھے اور آپ نے دو قرن عالم (مغرب و مشرق) کی سیر کی تھی اور آپ نے نور و ظلمت پر اقتدار حاصل کیا تھا اور آپ نے خواب دیکھا تھا کہ آپ آفتاب کے دونوں حصّوں میں چمٹے ہوئے ہیں اور آپ کی ولادت ایسی ساعت میں ہوئی تھی کہ جس ساعت کا مولود آفتاب کے دونوں قرنوں پر حادی ہوتا ہے لہٰذا آپ کو ذوالقرنینؑ کہا گیا۔

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں "انہ لیس بملك ولا نبی ولکن کان عبداً صالحاً فضرب علی قرنہ الایمن فی طاعۃ اللہ فمات فبعثہ اللہ فضرب علی قرنہ الایسر فمات فبعثہ اللہ فسُمّی ذوالقرنین"۔ وہ نہ ملک تھے نہ نبی لیکن عبدِ صالح تھے۔ طاعت خدا (تبلیغ دین) میں ان کے سر کے داہنے حصّہ پر ایسی ضرب لگی کہ وہ فوت ہو گئے۔ پھر خدا نے انھیں زندہ کیا۔ پھر سر کے بائیں حصّہ پر ضرب لگی اور وہ فوت ہو گئے۔ پھر خدا نے انھیں زندہ کیا۔ اسی وجہ سے انھیں ذوالقرنینؑ کہتے ہیں۔ (ناسخ التواریخ ج ا ص۱۲۸) حیات القلوب میں ہے کہ دونوں موتوں کے بعد سو سو سال کے بعد زندہ ہوئے تھے اور مجمع البحرین میں ہے کہ پانچ پانچ سو سال کے بعد زندہ کئے گئے تھے۔

حضرتِ ذُوالقرنینؑ کا عروج آسمانی ونزُول ارضی

حضرت آئمہ طاہرینؑ کے ارشادات سے مستفاد ہوتا ہے کہ خداوندِ عالم نے حضرت ذُوالقرنینؑ کو تبلیغ دین کے لئے پہلے مغرب میں بھیجا وہ وہاں تبلیغ کر رہے تھے۔ لوگوں نے سخت نافرمانی کی اوران کی زدوکوب کی اور یہاں تک ستایا کہ وہ عاجز آگئے اور بالآخر اُن لوگوں نے ان پر حملہ کر دیا اوران کے سر کے داہنے حصہ پر ایک ایسی ضرب لگائی کہ وہ مرہی گئے یہاں تک بروایتے پانچ سو سال اور بروایتے ایک سو سال تک مردہ رہے پھر خداوندِ عالم نے انھیں زندہ فرمایا اورانھیں مشرق میں تبلیغ کے لئے تعینات کر دیا۔ وہ وہاں تبلیغ کر رہے تھے اُن لوگوں نے بھی سرکشی کی اوران کی نافرمانی میں اتنی زیادتی کی کہ انھیں مار بیٹھا۔ یہاں تک کہ اُن کے سر کے بائیں حصہ پر ایک ایسی ضرب لگا دی کہ وہ مرگئے اور پانچ سو سال تک مُردہ رہے پھر خداوندِ عالم نے انھیں زندہ کیا اورانھیں آسمانِ اول پر اُٹھالیا اور وہاں سے انھیں ساری زمین دکھائی۔ مغرب ومشرق، شمال وجنوب غرضیکہ سارے ربع مسکون کا معائنہ کرایا، پھر انھیں زمین پر بھیج کر انھیں شاہی دی اور ہر قسم کی طاقت عطا فرمائی اور حکم دیا کہ تم ساری دُنیا کا چکر لگاؤ اور پوُری طاقت سے تبلیغ کرو۔

حضرت ذوالقرنینؑ کا سفر مغرب

بروایت عرائس ثعلبی خُدانے حضرت ذوالقرنینؑ سے فرمایا بذریعہ الہام "انی بعثتك الی جمیع الخلائق مابین الخافقین الخ" میں نے تم کو تمام مخلوقاتِ ارضی کی تبلیغ کے لئے بھیجا ہے۔ "وجعلتك حجتی علیھم" اور تم کو ان سب پر حجت قرار دیا ہے اور سُنو وہ سات اُمتیں ہیں جن میں تمھیں تبلیغ کرنا ہے۔ جن کی زبانیں مختلف ہیں (۱) تین وسط ارض میں ہیں اور وہ جن، انس یاجوج وماجوج ہیں۔ جو مغرب ومشرق تک پھیلی ہوئی ہیں (۲) دُو مغرب میں ہیں جو ناسک اور منسک ہیں اور دو مشرق میں ہیں جو ہاویل وتاویل ہیں۔ حضرت ذوالقرنینؑ نے عرض کی مالک یہ تو بہت طویل قطر ہے۔ پھر زبان کا بھی سوال ہے۔ ارشاد ہوا کہ ہم نے تمھیں ہر چیز کی قدرت دے دی ہے۔ بے فکر ہو کہ کام شروع کرو۔

چنانچہ حضرت ذوالقرنینؑ نے ایک بہت طویل وعریض مسجد تیار کی اور اسے مرکز قرار دیا۔ پھر وہاں سے ایک عظیم لشکر وغیرہ لے کر بارادہ مغرب روانہ ہوئے جاتے جاتے ایک مقام پر پہنچے جو مغرب میں واقع تھا۔ وہاں جاکر دیکھا کہ ایک قوم ہے جو مختلف قسم کے فواحش اور افعال ناشائستہ میں مبتلا ہے انھوں نے انھیں سمجھانے بجھانے کی بڑی سعی کی اور چاہا کہ انھیں راہِ راست پر لائیں مگر انھوں نے ایک نہ سُنی بالآخر انھیں ان سے جنگ کرنا پڑی اور کافی قتل وغارت عمل میں آئی۔

پھر ایک سال وہاں قیام فرمایا، آخر میں ان کے ہمراہ جو مسلمان تھے ان کو اس مقام پر آباد کر کے بیت المقدس کو واپس چلے آئے۔

حضرتِ ذوالقرنینؑ کا سفرِ مشرق

پھر تھوڑے عرصہ کے بعد مشرق کا ارادہ کیا، اور اس کے لئے کافی سازو سامان کر کے روانگی فرمائی، چلتے چلتے ایک ایسی جگہ پہنچے جو مقام و منزل یاجوج و ماجوج کے قریب تھی۔ اس جگہ ایک بادشاہ مقیم تھا جو اپنی قوم پر حکومت کرتا تھا لیکن تھا بڑا شریف، جب اسے ان کے وہاں پہنچنے کی اطلاع ملی تو وہ فوراً لشکر تیار کر کے ان کے استقبال کے لئے نکلا اور تحفے تحائف بھی ہمراہ لیے، منزل سے آگے بڑھ کر حضرت ذوالقرنینؑ سے ملا۔ اور اُن کے دین کی فوراً دعوت قبول کر لی اور شریعتِ خداوندی پر فوراً ایمان لایا۔ حضرت ذوالقرنینؑ اس کی فراست اور نیکی سے بہت متاثر ہوئے اور انتہائی مسرت محسوس کی، پھر آپ نے وہاں ایک عرصہ تک مقیم رہنے کے بعد روانگی کا ارادہ کیا تو اس بادشاہ نے بڑی لجاجت سے یہ درخواست پیش کی کہ وہ ان کی یاجوج اور ماجوج سے بچانے میں امداد فرمائیں۔ اس نے کہا کہ حضورِ والا ہمارے قریب ایک بہت بڑی ظالم قوم آباد ہے جو نہ خدا کو پہچانتی ہے۔ اور نہ رسول کو جانتی ہے۔

یاجوج و ماجوج

یہ لوگ انسانی شکل میں ہیں ان میں عورت و مرد ہوتے ہیں (بروایت روضۃ الصفا) یہ تین قسم کی مخلوق ہیں۔ ایک وہ جن کا قد ایک سو بیس گز لمبا اور عرض اس کے قریب اور دوسری وہ ہیں جن کا قد ایک سو بیس گز لمبا اور عرض بھی اسی کے مساوی اور تیسری وہ ہیں جن کا قد ایک بالشت سے چار بالشت تک لمبا ہے۔ اس صنف آخر کے کان اتنے بڑے ہوتے ہیں کہ وہ ایک کو اوڑھتے ہیں۔ اور ایک کو بچھاتے ہیں۔ ان کے بدن پر ریچھ کی طرح بال ہیں جو انھیں سردی اور گرمی سے بچاتے ہیں یہ نہ جوتا پہنتے ہیں نہ کپڑے۔ بالکل برہنہ رہتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں میں ناخن کے بجائے لمبے لمبے کانٹے ہیں جس طرح درندوں کے ہوتے ہیں یہ درندہ جانوروں کی طرح جانداروں کو کھاتے ہیں ان میں جب کوئی مر جاتا ہے تو اُسے سب مل کر کھا جاتے ہیں۔ سبزی اور میوہ جات بھی کھاتے ہیں۔ ان کا ہر فرد جب تک ایک ہزار بچے نہیں پیدا کر لیتا مرتا نہیں ہے۔ اس لئے ان کی تعداد بے شمار ہے، یہ چلتے پھرتے راستوں میں جفتی کھا لیتے ہیں اور جانوروں کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں۔ ان کی غذا "دانۂ خرنوب" اور مچھلی ہے۔ جب وہاں بارش ہوتی ہے تو مچھلیاں برستی ہیں۔ جب کبھی بارش میں تاخیر ہو تو بھوک کی وجہ سے ان کے غول

کے غول اپنے ملک سے باہر نکل پڑتے ہیں اور جہاں کہیں باغات اور میوہ جات اور زراعت پاتے ہیں کھا جاتے ہیں اور جس جگہ پہنچ جاتے ہیں ٹڈی دل کی طرح تباہی مچا دیتے ہیں یہ جب شہر میں آتے ہیں ان کے جسم سے اتنی بُو آتی ہے کہ کوئی انسان برداشت نہیں کر سکتا۔ ان کی آوازیں اتنی بلند ہیں کہ میلوں سے سُننے والا بہرہ ہو جاتا ہے، جب یہ اپنے علاقہ سے نکلتے ہیں تو ان کے شور کی وجہ سے لوگ یہ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ بلائیں آرہی ہیں چنانچہ سب انسان گھروں کو اور جانور جنگلوں کو چھوڑ کر بھاگ جاتے ہیں اور یہ سب کچھ تباہ و برباد کرکے واپس چلے جاتے ہیں۔ ان کی طاقت کا اسی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ہاتھی اور گینڈا ان کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ اس کے بعد اس نے کہا کہ حضور والا! استدعا یہ ہے کہ آپ ان کے اس طرف آنے کا راستہ بند کر دیجئے اور اس کی صورت صرف یہ ہے کہ دو پہاڑوں کے درمیان ایک ایسا بلند بند بنا دیجئے کہ راستہ بند ہو جائے۔ اس منصوبہ میں جو کچھ خرچ ہوگا ہم چندہ کرکے لگائیں گے۔

سدِ سکندری کی تعمیر

حضرت ذوالقرنینؑ نے ساری داستانِ غم سُننے کے بعد فرمایا کہ "میرے پروردگار نے خرچ کی جو قدرت مجھے دے رکھی ہے وہ تمھارے چندے سے کہیں بہتر ہے، مال کی ضرورت نہیں، تم مجھے فقط قوت سے مدد دو، تو میں تمھارے اور ان کے درمیان ایک روک بنا دوں، اچھا تو تم مجھے لوہے کی سلیں لادو، انھوں نے کہاکہ اس میں جس قدر لوہا لگے گا ہم اتنا لوہا کہاں سے فراہم کر سکتے ہیں اور پھر اُسے کس طرح کاٹ سکتے ہیں۔ حضرت ذوالقرنینؑ نے کہاکہ میں تمھیں لوہے اور تانبے کی کان بتاتا ہوں وہاں سے لوہا اور تانبا کاٹ کر لاؤ۔ ان لوگوں نے کہاکہ کان تو مِل جائے گی لیکن اُسے کاٹیں گے کیسے؟ انھوں نے ایک اور کان بتائی جسے سامور یا ساہون کہتے ہیں۔ یہ سفید قسم کی دھات تھی اس کے اوزار تیار کرائے، اس کا اثر یہ تھا کہ یہ جس لوہے یا تانبے پر یہ اوزار لگتے تھے وہ پگھل جاتا تھا۔ چنانچہ لوہے کے بڑے بڑے تختے تیار کرائے گئے اور انھیں سے ایک بہت بڑی دیواری بنائی گئی۔ یہاں تک کہ جب دونوں کنگروں کے درمیان دیوار کو بلند کرکے ان کو برابر کر دیا تو حکم دیا کہ اس کے گرد آگ لگا دو۔ "دھونکو" یہاں تک کہ جب اس کو دھونکتے دھونکتے لال انگارہ بنا دیا تو کہاکہ اب ہم کو تانبا دو کہ اس کو پگھلا کر اس دیوار پر اُنڈیل دیں۔ غرضیکہ وہ ایسی اُونچی مضبوط دیوار بنی کہ نہ تو یاجوج ماجوج اس پر چڑھ سکتے تھے اور نہ اس میں نقب ہی لگا سکتے تھے۔

۱۵۰
اس سدِ سکندری کے لمبان چوڑان کے متعلق روضۃ الصفا میں ہے کہ وہ ایک سو پچاس فرسخ لمبی اور پچاس فرسخ چوڑی ہے ۔ لیکن میرے نزدیک اس سدّ کی لمبائی تین میل اور چوڑائی ایک میل تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ دیوار اسی طرح قیامت تک قائم رہے گی ۔یہاں تک کہ حضرت حجۃ علیہ السّلام کا ظہور ہو ایک روایت میں ہے کہ علاماتِ قیامت میں سے ایک علامت یاجوج و ماجوج کا برآمد ہونا بھی ہے۔

قرآن مجید میں ہے کہ ذوالقرنینؑ نے دیوار کی تیاری کے بعد اس کی طرف دیکھ کر کہا کہ یہ میرے پروردگار کی مہربانی ہے ۔ مگر جب میرے پروردگار کا وعدہ (عہدِ قیامت) آئے گا۔ تو اُسے ڈھا کر ہموار کر دے گا۔

حضرتِ ذُوالقرنینؑ کا سفرِ ظلمات اور آبِ حیات کی تلاش

حضرت ذُوالقرنین سفرِ مشرق ہی میں تھے کہ حسبِ ارشاد حضرت امیر المومنین علیہ السلام ان کا دوست فرشتہ" روفائیل،، آگیا، یہ ایسا فرشتہ تھا کہ حضرت ذُوالقرنینؑ سے اس کا دوستانہ تھا، یہ اکثر ان کے پاس آیا جایا کرتا تھا ۔ اس موقع پر جب یہ آ گیا تھا تو اس سے باتیں ہونے لگیں ۔ دوران گفتگو میں حضرت ذوالقرنینؑ نے اس سے پوچھا کہ تم لوگ آسمان پر کس طرح عبادت کرتے ہو اور تمھارا طریقۂ عبادت کیا ہے۔ اس نے یہ سُن کر رونا شروع کر دیا اور کہا کہ اے ذوالقرنینؑ فرشتوں کی عبادت کا کیا پوچھتے ہو آسمان پر ایک بالشت بھی کوئی ایسا مقام نہیں ہے جس جگہ کوئی نہ کوئی فرشتہ محوِ عبادت نہ ہو وہاں عبادت کا یہ عالم ہے کہ جو سجدہ میں ہے قیامت تک سجدہ میں رہے گا اور جو رکوع کے عالم میں ہے قیامت تک اسی حالت میں رہے گا جو قیام میں ہے تا قیامت قائم رہے گا، اس عالمِ عبادت کے باوجود وہ کہتے ہیں" ما عبدناك حق عبادتك" میرے پالنے والے جو عبادت کا حق ہے وہ ہم ادا نہیں کرسکتے، یہ سُن کر ذُوالقرنینؑ ڈھاریں مار کر رونے لگے اور بولے کہ روفائیل کوئی ایسی ترکیب بتاؤ کہ میں ہمیشہ زندہ رہوں تاکہ اس کی ایسی عبادت کروں کہ جو حق عبادت ادا کرے ۔ روفائیل نے کہا کہ مشرق میں ایک" ظلمت" ہے جس میں ایک ایسا چشمہ ہے کہ جو اس میں سے پی لے وہ اس وقت تک نہ مرے گا جبتک وہ خُدا سے خود مرنے کی خواہش نہ کرے، ذوالقرنینؑ نے پُوچھا کہ تمھیں معلوم ہے وہ چشمہ کہاں ہے، روفائیل نے کہا کہ نہ میں نے اُسے دیکھا ہے اور نہ کسی جن و انس نے اسے دیکھا ہے اور نہ کوئی وہاں پہنچا ہے ۔میں نے آسمان پر سُنا ہے کہ اس قسم کا ایک چشمہ زمین پر ہے اور اُسے" عین الحیات" کہتے

ہیں۔ یہ سُن کر حضرت ذوالقرنینؑ نے اپنے ساتھ کے موجود ایسے علماء کو، جو کتبِ سابقہ اور صحفِ انبیاء سے واقف تھے طلب فرمایا اور ان سے پوچھا کہ تم نے کسی کتاب میں پڑھا ہے کہ زمین پر کوئی ایسا چشمہ بھی ہے جسے "چشمۂ حیات" کہتے ہیں، ان لوگوں نے لاعلمی ظاہر کی اور کہا کہ ہم نے سب کچھ پڑھا ہے۔ لیکن ایسے کسی چشمہ کا وجود ہماری نظر سے نہیں گزرا۔ یہ سُن کر ذوالقرنینؑ سخت رنجیدہ ہوئے۔ پھر انھوں نے ان لوگوں کی موجودگی میں فقہا اور دیگر جملہ علماء کو بُلایا اور ان سے یہی کچھ دریافت کیا سب نے انکار کیا۔ جب سب کے سب عاجز ہوگئے اور کوئی وادیٔ ظلمت کے چشمۂ حیات کی نشان دہی نہ کر سکا۔ تو حضرت ذوالقرنینؑ کو بہت دُکھ ہوا، یہ رنجیدہ ہوئے ہی تھے کہ ایک عالم جو کسی نبی کے کسی وصی کا فرزند تھا بول اُٹھا، بادشاہ تو ایسے لوگوں سے اتنے اہم مسئلہ کے متعلق سوال کرتا ہے۔ جب کے یہ اہل نہیں ہیں، سُن! اس کا جواب میں دے سکتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ میں نے صحیفۂ آدمؑ میں پڑھا ہے کہ زمین میں ایک وادیٔ ظلمت ہے اور اس میں ایک ایسا چشمہ ہے کہ جو اس میں سے پانی پی لے گا وہ کبھی مرے گا نہیں۔ یہ سُن کر حضرت ذوالقرنینؑ خوش ہوگئے اور فرمانے لگے کہ اچھا یہ بتاؤ کہ وہ ظلمت اور چشمۂ حیات کدھر ہے۔ اس نے کہا کہ "درکتاب آدم یافتہ ام کہ در جانبِ مشرق است"۔ میں نے کتابِ آدمؑ میں پڑھا ہے کہ وہ جانبِ مشرق میں ہے پھر حضرت ذوالقرنینؑ نے اپنی مملکت کے بڑے بڑے علماء، رؤسا، فقہاء، حکماء اور اشراف کو جمع فرمایا۔ جن کی تعداد بروایت حیات القلوب ایک ہزار تھی۔ پھر تمام لاؤ لشکر کو لے کر تلاشِ آبِ حیات میں روانہ ہوگئے اور بارہ سال تک مسلسل چلتے رہے، یہاں تک کہ پہاڑوں، دریاؤں، صحراؤں کو طے کرتے ہوئے اس مقام پر پہنچے جہاں سے ظلمت شروع ہو رہی تھی۔ وہاں پہنچ کر حکم دیا کہ سب اُتر پڑیں۔ چنانچہ سب اتر پڑے وہ ظلمت جو نظر آئی وہ کچھ اس انداز کی تھی جس کی حیثیت بیان نہیں کی جا سکتی۔ یعنی وہ تاریکی شب کی طرح نہ تھی۔ اس کے بعد حضرت ذوالقرنینؑ نے علماء، حکماء اور دانشوران کو طلب فرما کر ارشاد فرمایا کہ میں اس وادیٔ ظلمت میں جانا چاہتا ہوں، بتاؤ اس کی کیا صورت ہوگی۔ وہ تعظیماً سجدے میں گر پڑے اور کہنے لگے کہ اے بادشاہ تُو نے ایسا ارادہ کیا ہے کہ جس میں کامیابی کی اُمید نہیں ہے۔ یہ وہ وادیٔ ظلمت ہے جس میں نہ کبھی کوئی نبی گیا ہے نہ رسول گیا ہے اور نہ دُنیا کے بڑے بڑے بادشاہوں میں سے کوئی گیا ہے۔ اس میں جانا کسی طرح مناسب نہیں، ذوالقرنینؑ نے کہا کہ میں بہرصورت اس میں جاؤں گا اور آبِ حیات پیوں گا وہ لوگ پھر سجدہ میں گر گئے اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کرنے لگے کہ مالک اب ہم کیا کریں اس

کے بعد ذوالقرنینؑ سے سب نے بالاتفاق کہا کہ اے بادشاہ ہمیں یہ ڈر ہے کہ کہیں کوئی ایسی گزند اس وادی ظلمت میں حضور کو نہ پہنچ جائے کہ بادشاہی ختم ہو جائے اور ہم سب تباہی سے دوچار ہو جائیں، ذوالقرنینؑ نے فرمایا کہ میں ہر صورت سے اس وادی ظلمت میں جاؤں گا۔ چاہے کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے۔ اس کے بعد انھوں نے بروایت ثعلبی علما سے پوچھا کہ جانوروں میں سب سے زیادہ تاریکی میں دیکھنے والا کون سا جانور ہے۔ انھوں نے کہا کہ گھوڑا۔ پوچھا گھوڑوں میں کونسا، کہا مادی، پوچھا مادیوں میں، کہا باکرہ۔ حکم دیا کہ چھ ہزار باکرہ گھوڑیاں جمع کی جائیں، چنانچہ فراہم کر دی گئیں۔ حکم دیا کہ چھ ہزار علماء، حکماء، اور دانشور منتخب کئے جائیں۔ چنانچہ منتخب کیے گئے۔ حضرت ذوالقرنینؑ نے سب کو ایک ایک گھوڑی دی۔ اور حضرت خضر علیہ السلام کو دو ہزار کی کمان دے کر حکم دیا کہ تم آگے آگے چلنا اور میں چار ہزار کو لے کر تمھارے پیچھے پیچھے آؤں گا اور اپنے باقی لشکر سے کہا کہ تم لوگ بارہ سال تک اسی مقام پر میرا انتظار کرنا۔ اگر ہم لوگ بارہ سال میں واپس نہ آئیں تو تم لوگ واپس چلے جانا۔ حکم ارتحال پانے کے بعد حضرت خضرؑ نے حضرت ذوالقرنینؑ سے کہا کہ ہم تاریک وادی میں سفر کر رہے ہیں اگر راستہ بھول جائیں یعنی آپس کے لوگ ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں تو پھر یکجا کیونکر ہوں گے۔ حضرت ذوالقرنینؑ نے انھیں کچھ سرخ دانے دیئے اور کہا کہ جب ضرورت پیش ہو تو اسے زمین پر ڈال دینا یہ روشنی بھی دیں گے اور ان سے صدا بھی بلند ہوگی۔ حضرت خضرؑ حسب الحکم دانوں کو لے کر دو ہزار افراد سمیت روانہ ہو گئے۔ حضرت ذوالقرنینؑ ان کے پیچھے پیچھے آ رہے تھے۔ جس منزل سے وہ گزرتے تھے۔ حضرت ذوالقرنینؑ بھی اس سے گزرتے تھے۔ وادی ظلمات میں چلتے چلتے ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں سے آگے بڑھنے کا امکان سمجھ میں نہ آیا، خضرؑ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ آگے منزل بہت خطرناک ہے تم اسی جگہ ٹھہر جاؤ، میں آگے جاتا ہوں۔ چنانچہ وہ آگے پاپیادہ روانہ ہوئے۔ اپنی گھوڑی وہیں چھوڑ دی، کچھ دور آگے چلے تھے کہ تاریکی نے بے بس کر دیا۔ انھوں نے سوچا کہ میرے پاس جو دانے ہیں ان سے روشنی کا بھی کام لیا جا سکتا ہے اور ان کے ذریعہ سے راستہ بھی تلاش کیا جا سکتا ہے، چنانچہ انھوں نے ایک مقام پر کھڑے ہو کر دانے کو آگے پھینکا، دانے کو پھینک تو دیا لیکن نہ روشنی ظاہر ہوئی اور نہ آواز آئی۔ حضرت خضر علیہ السلام بہت گھبرائے، یہ کھڑے ہوئے سوچ ہی رہے تھے کہ ایک چشمہ آب کی تہ سے ان کے دانوں کی روشنی بھی نظر آئی اور آواز بھی سنائی دی۔ حضرت خضرؑ ان دانوں کو حاصل کرنے کے لیے پانی میں اترے، اس چشمہ کا پانی دودھ سے زیادہ سفید، یاقوت سے زیادہ شفاف،

شہد سے زیادہ شیریں تھا، حضرت خضرؑ نے اس کی خوبیوں سے متاثر ہوکر اس میں سے خوب پانی بھی پیا اور اچھی طرح نہائے بھی۔ ایک روایت میں ہے کہ "تلاش آب حیوان" کے لئے حضرت ذوالقرنینؑ نے سب کو ایک ایک مچھلی دی تھی اور کہا تھا کہ ہر شخص الگ الگ چشمہ سے مچھلی کو دھوئے، سب کی مچھلی بدستور اس کے ہاتھ میں رہی۔ لیکن خضرؑ والی مچھلی زندہ ہوکر چلی گئی۔ پھر وہ اس چشمہ میں اُسے پکڑنے کے لئے اُتر گئے اور اسی میں سے پانی بھی پیا اور غسل بھی کیا۔

مختصر یہ کہ حضرت خضرؑ اس چشمہ سے پانی پی کر باہر آئے۔ اب راستہ چونکہ نظر نہ آتا تھا۔ اس لئے انھوں نے ان دانوں کو اپنے اصحاب اور ہمراہیوں کی طرف پھینکا اور اس کی روشنی اور آواز سے سب ایک جا ہو گئے، پھر آپ سوار ہوئے اور سب کو حکم دیا کہ آگے چلو چنانچہ سب روانہ ہو گئے۔ حضرت خضرؑ کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہی "چشمۂ حیات" ہے۔ مچھلی والی روایت کی بنا پر بھی یہ بے خبر تھے۔ کیونکہ حضرت ذوالقرنینؑ نے کسی سے یہ نہ بتایا تھا کہ جس چشمہ میں مچھلی چلی جائے گی وُہی آبِ حیات ہو گا۔

غرضکہ حضرت خضرؑ اپنے ساتھیوں سمیت وہاں سے روانہ ہو گئے، ان کے اس جگہ سے گزرنے کے فوراً بعد حضرت ذوالقرنینؑ اس جگہ پہنچ گئے۔ جس جگہ سے یہ لوگ آگے بڑھے تھے پھر وہاں سے روانہ ہوکر اور آگے چلے گئے اور "چشمۂ حیات" انھیں نہ ملا۔ جب چالیس دن مسلسل آگے جاتے رہے تو ایک ایسی روشنی میں نکلے کہ جو نہ دن جیسی تھی نہ چاندنی رات جیسی حضرت ذوالقرنینؑ جب اس روشنی میں پہنچے، تو انھیں ایک طویل قصر نظر آیا جو ایک فرسخ لمبا تھا اور اس کے قریب ایک سیاہ مُرغ تھا، اُس مُرغ نے پُوچھا تم کون ہو؟ انھوں نے کہا کہ میں "ذوالقرنینؑ" ہوں۔ اس نے کہا کہ ساری زمین تمھارے لئے کافی نہ ہوئی جو اب یہاں تک پہنچے ہو، انھوں نے کہا کہ حکم خداوندی سے آیا ہوں۔ پھر اس نے کچھ سوالات کئے۔ (۱) زمین پر لوگ "لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللہ" کے قائل ہیں یا نہیں (۲) لوگ نماز پڑھتے ہیں یا نہیں۔ (۳) لوگ غسل جنابت کرتے ہیں یا نہیں؟ ذوالقرنینؑ نے سب کا اثبات میں جواب دیا تو اس مرغ نے کہا کہ قفل کھل گیا اب تم سیڑھی کے ذریعہ سے اوپر چلے جاؤ۔ اوپر جو گئے تو ایک نوجوان کو جو نہایت خوب صورت تھا کھڑے ہوئے دیکھا، اس نے کہا کہ تمھاری ہوس یہاں تک تمھیں لائی۔ حضرت ذوالقرنینؑ نے کہا کہ حکم خدا سے آیا ہوں، وہ اسرافیل فرشتہ تھا جو صور پھونکنے کے انتظار میں کھڑا تھا، پھر اس نے ایک پتھر جیسی چیز دی اور کہا کہ اسے لے جاؤ یہ تمھاری طرح گرسنہ ہے۔ جب یہ سیر ہو گا تب تم بھی سیر ہو گے۔ اس کے بعد حضرت ذوالقرنینؑ وہاں سے واپس اپنے اصحاب کے پاس آئے اور سارا واقعہ بیان کیا، پھر فیصلہ کیا کہ اس پتھر کا وزن کیا جائے

ایک پلڑے میں یہ پتھر اور دوسرے میں ہزار پتھر رکھے گئے، مگر اس کا وزن زائد ہی رہا۔ حضرت خضرؑ نے سب پتھر اٹھا کر اس کے مقابلہ میں ایک پتھر رکھا اور اس پر مٹھی بھر مٹی ڈال دی اور اسرافیل والے پتھر کا وزن ہلکا ہوگیا۔ ذوالقرنینؑ نے سبب پوچھا تو خضرؑ نے کہا کہ اس کی طرف سے یہ اشارہ نمایاں ہے کہ انسان کی لالچ اس وقت تک ختم نہ ہوگی جب تک قبر میں نہ چلا جائے یہ سن کر حضرت ذوالقرنینؑ بے حد روئے۔ پھر وہاں سے براہ ظلمات واپس چلے آئے۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں ؂

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحرِ ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت خضرؑ نے ظلمات سے آگے نکلنے کے بعد حضرت ذوالقرنینؑ سے چشمۂ حیات کا واقعہ بیان کیا، تو ذوالقرنینؑ اس کی تلاش میں لگ گئے اور خضرؑ سمیت اسے ڈھونڈھنے لگے۔ مگر چالیس دن کی تلاش کے باوجود چشمۂ حیات دوبارہ نہ مل سکا۔ اور حضرت ذوالقرنینؑ آبِ حیات نہ پی سکے۔

تہی دستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل
کہ خضر از آبِ حیواں تشنہ می آرد سکندر را

حضرتِ ذوالقرنینؑ کا سفرِ شمال

بروایت روضۃ الصفا، سفرِ ظلمات سے واپس آنے کے بعد حضرت ذوالقرنینؑ شمال ارضی کی طرف روانہ ہوئے۔ چلتے چلتے ایک ایسے مقام پر پہنچے جس کی دیوارِ شہر ایسی چیزوں سے بنائی گئی تھی کہ جب اس پر سورج کی روشنی پڑتی تھی تو اس قدر چمک ظاہر ہوتی تھی کہ لوگوں کی نگاہ خیرہ ہونے لگتی تھی، اس سور البلد کا کوئی دروازہ نہ تھا۔ حضرت ذوالقرنینؑ نے اس کے حالات دریافت کرنے کے لئے دس آدمی یکے بعد دیگرے بھیجے، مگر کوئی واپس نہ آیا، یہ جانے والے دیوار پھاند کر جاتے تھے اور واپس نہ آسکتے تھے۔ بالآخر حضرت ذوالقرنینؑ وہاں سے آگے بڑھ گئے۔

حضرتِ ذوالقرنینؑ کا سفرِ جنوب

اور چلتے چلتے جنوب کی طرف نکل گئے۔ خط استواء وغیرہ کو قطع کیا اور اس زمین پر جا پہنچے جسے آج کل اسکندریہ کہتے ہیں، وہاں پہنچ کر ایک عظیم الشان شہر کی تعمیر کی جس کا نام "مقدونیہ" رکھا۔ پھر بروایت ناسخ التواریخ جب مدتوں کے بعد سکندر رومی پیدا ہوا تو اس نے اس کا نام "اسکندریہ" رکھ دیا۔ بروایت سفینۃ البحار خراسان اور مرد کی بنیاد بھی

انھیں نے ڈالی تھی۔

حضرتِ ذُوالقرنینؑ کی وفات

بروایت روضۃ الصفا جب حضرت ذوالقرنینؑ تمام دُنیا کا سفر کر چکے تو اپنی سپاہ کو رُخصت کر دیا اور خود گوشہ نشین ہو کر عبادت خداوندی میں مشغول ہو گئے۔ ان کی یہ گوشہ نشینی بمقام دومۃ الجندل تھی اور وہیں انتقال فرمایا۔ ایک روایت کی بنا پر تہامہ میں اور ایک روایت کی بناپر مکہ معظمہ میں مدفونؑ ہوئے۔ بروایت سفینۃ البحار "شہر زور" میں بیمار ہوئے اور وہیں فوت ہوئے۔

علامہ محمد بشیر لکھتے ہیں۔ ذوالقرنینؑ اپنے سفر دنیا میں ایک ایسی قوم کے پاس سے گزرے جو بہت خوش حال تھی اور اس کے ہر فرد کے دروازے پر قبریں تھیں۔ انھوں نے پُوچھا کہ تم دروازوں پر قبریں کیوں بناتے ہو؟ انھوں نے کہا، تاکہ موت ہر وقت پیش نظر رہے۔ پوچھا مکان میں دروازے کیوں نہیں بناتے، کہا کوئی چور اور خائن نہیں۔ پوچھا تمھارے شہر میں کوئی امیر نہیں ہے؟ کہا ہمارے شہر میں کوئی ظالم نہیں ہے۔ پوچھا تمھارے یہاں کوئی قاضی نہیں ہے؟ کہا ہم آپس میں لڑتے جھگڑتے نہیں ہیں۔ پوچھا تمھارا کوئی بادشاہ نہیں ہے؟ کہا ہم میں کوئی ایک دُوسرے پر زیادتی کرنے والا نہیں ہے، پُوچھا تم سب ایک جیسی حالت میں کس طرح ہو؟ کہا، ہم میں مساوات ہے' اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک دوسرے پر رحم کرتے ہیں جس کے پاس کمی ہوتی ہے ہم پُوری کر دیتے ہیں۔ پُوچھا، تم میں کوئی نزاع، جھگڑا کیوں نہیں ہوتا۔ کہا ہم اپنے نفسوں پر قادر ہیں اور جھوٹ نہیں بولتے اور اپنا مال تقسیم کرتے رہتے ہیں اس لئے ہم میں کوئی فقیر نہیں۔ پوُچھا تمھاری عمریں کیوں بڑی ہیں، کہا ہم کسی کا حق غصب نہیں کرتے اور عدل و انصاف سے رہتے ہیں۔ پھر پُوچھا تمھارے شہر میں قحط کیوں نہیں پڑتا؟ کہا ہم استغفار سے کبھی غفلت نہیں کرتے۔ ذوالقرنینؑ سوال کرتے گئے اور وہ اسی طرح کا جواب دیتے گئے، بالآخر ذوالقرنینؑ نے اپنے لئے اسی جگہ کو پسند کر لیا اور اپنی بقیہ زندگی اسی جگہ گزار کر وہیں انتقال فرمایا۔ ان کی عمر پانچ سو سال کی تھی۔ (تاریخ اسلام ج ۱ ص۹۳ طبع لاہور)۔

باب ۲۶

حضرت حزقیل علیہ السلام

حضرت حزقیلؑ بن بوری، حضرت موسیٰؑ کی وفات کے بعد یوشعؑ بن نونؑ اور کالبؑ بن یوفنا کی طرح حضرت موسیٰؑ کے خلیفہ (ثالث) قرار پائے۔ جنات الخلود میں ہے کہ وہ کالبؑ کے جانشین تھے اور حضرت موسیٰؑ کے دین کی تبلیغ کرتے تھے۔ پھر خداوند عالم نے انھیں درجۂ نبوت پر فائز فرمایا، ان کا کام بھی بنی اسرائیل کی ہدایت فرمانا تھا۔ انھوں نے اپنی پوری توجہ کے ساتھ حکم خداوندی کی تعمیل کی اور وہ انھیں ہدایت فرماتے رہے۔

حضرت حزقیلؑ کی ولادت کا واقعہ

حضرت حزقیلؑ کے والد "بوری" کے دو بیویاں تھیں۔ ایک بیوی سے دس فرزند تھے اور دوسری بیوی سے کوئی اولاد نہ تھی۔ وہ بیوی جس سے کوئی اولاد نہ تھی، وہ عقیم ہونے کی حالت میں بوڑھی ہو گئی تھی۔ ایک دن "بوری" گوشت قربانی لے کر آئے تو اُسے اس طرح تقسیم کیا گیا کہ ایک بیوی کو گیارہ حصے ملے اور دوسری بیوی کو صرف ایک ملا۔ اس واقعہ سے وہ دل تنگ تھی ہی کہ صاحبِ اولاد بیوی نے طنز کرنا شروع کیا اور اس سے کہا کہ تو عقیم ہے۔ تیری کوئی حیثیت نہیں، تو میرے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہے۔ عقیم بیوی کو بڑا دُکھ ہوا۔ اور وہ نمازمیں رات کے وقت تضرع وزاری کرنے لگی، ایک رات کو ساری توجہ "واھب العطایا" حضرت باری کی طرف مبذول کر کے دُعا کی، میرے پالنے والے میں اگرچہ ضعیفہ ہو چکی ہوں اور اصولاً اولاد سے مایوسی مسلم ہو چکی ہے، لیکن تو بڑا قادر و کریم ہے۔ تیرے نزدیک کچھ مشکل نہیں کہ تو مجھے ایک صالح فرزند عنایت فرما دے، جو میری موانست کا ذریعہ ہو اور میرے دل کے بہلنے کا سبب ہو، دل سے نکلی ہوئی دُعا قبول ہوتی ہے۔ خداوندِ عالم نے اس کی فریاد سُن لی، اِدھر رات گزرنے کے بعد صبح نمودار ہوئی، اُدھر خداوندِ عالم نے عطائے فرزند کے لئے سن یاس سے گزری ہوئی عورت کو حائضہ بنا دیا، اور

اس میں آثارِ جوانی نمایاں فرما دیا، وہ مرد جو اُسے زن پیر زال سمجھ کر اس کی طرف رُخ بھی نہ کرتا تھا وہ اس کی طرف پُورے طور سے متوجہ ہو گیا۔ دونوں مدّت مدید کے بعد ایک جگہ ہوئے اور نطفہ ٹھہر گیا۔ مُدّتِ حمل گزرنے کے بعد صالح فرزند کی ولادت ہوئی اور اس کا دل باغ باغ ہو گیا۔ باپ نے بیٹے کا نام "حزقیلؑ" رکھا اور خدا نے اسے نبی بنا دیا۔ حضرت حزقیلؑ چونکہ نہایت ضعیف عورت سے پیدا ہوئے تھے جو کہ بُوڑھی ہو چکی تھی اسی لئے ان کا لقب "ابن العجوز" قرار پایا یعنی بوڑھی عورت کے بیٹے۔

حضرت حزقیلؑ کی بعثت

ایک روایت کی بنا پر نبوت تو وہ بطنِ مادر سے لے کر آئے تھے، جب عنفوانِ شباب ہوا تو خداوندِ عالم نے انھیں مبعوث فرمایا، حیات القلوب سے ان کی بعثت کی جگہ "اوزدان" اور بروایتے واسط معلوم ہوتی ہے۔ عرائس ثعلبی میں "دوردان" جو کہ قبل واسط واقع ہے مرقوم ہے۔ روضۃ الصفا میں "ایلیا" لکھا ہے۔ ایک روایت میں "قریۃ من قری الشام" تحریر ہے یعنی شام کا ایک قریہ۔"

بہر حال وہ تبلیغ میں اپنی جائے بعثت پر مشغول تھے اور شب و روز دینِ خداوندی کے پھیلانے کی سعی کر رہے تھے۔ اسی دوران میں انھوں نے حکم دیا کہ کفّار سے جنگ کے لئے چلو۔ ان لوگوں نے جنگ آزمائی سے انکار کر دیا۔ ان کے اس انکار سے خداوندِ عالم نے ان میں طاعون کا عذاب نازل کر دیا جو مسلسل آتا رہا۔

حضرتِ حزقیلؑ کا مُردوں کو زندہ کرنا

جہاد سے انکار کی وجہ سے جب نزولِ طاعون کا سلسلہ شروع ہوا تو اُن لوگوں نے جو بھاگنے کی طاقت رکھتے تھے وہ شہر سے بھاگ جاتے تھے اور جو نہیں جا سکتے تھے۔ وہ وہیں رہتے تھے، نتیجے پر وہ لوگ جو بھاگ جاتے تھے وہ بچ جاتے تھے اور جو نہ جا سکتے تھے ان میں سے اکثر مَر جاتے تھے۔ جب وہ لوگ جو باہر چلے جاتے تھے واپس آتے تھے تو وہ لوگ جو نہیں جا سکتے تھے کہتے تھے کہ بھاگنا مناسب تھا۔ اگر ہم بھی بھاگ جاتے تو ہمارے کثیر افراد ہلاک نہ ہوتے۔ پھر لوگوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اب جب بھی طاعون آئے گا ہم سب بھاگ جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب طاعون آیا تو سب کے سب قریہ سے نکل کر ایک سمت کو روانہ ہو گئے۔ بروایتِ طبری جب وہ ایک میل کے فاصلہ پر پہنچے تو اُن پر موت طاری ہو گئی اور بروایت عرائسِ ثعلبی جب وہ وادی "ایفح" میں پہنچے تو وادی کے بالائی حِصّہ سے ایک ملک نے اور وادی کے نچلے حِصّہ سے دوسرے ملک نے آواز دی،

"موتوا ثم احیاھم" مر جاؤ پھر سب مر گئے۔

ان بھاگنے والوں اور مرنے والوں کی تعداد ستر ہزار تھی ۔ بروایت روضۃ الصفا ایک ہفتہ کے اندر ان کے گوشت پوست سب گل گئے اور ہڈیوں کا ڈھیر جمع ہو گیا۔ پھر وہاں کے بچے ہوئے لوگ جب اِدھر سے گزرے اور ان کے بس میں ان لوگوں کا دفن کرنا نہ ہو سکا تو اُن لوگوں نے بروایتے چار دیواری بنا کر انھیں یا ان کی ہڈیوں کو اسی جگہ چھوڑ دیا ، یہ ہڈیاں عرصہ دراز تک بروایتے ساٹھ سال اسی جگہ پڑی رہیں ۔ ایک دن حضرت حزقیلؑ جب اعتکاف سے فارغ ہوئے تو ان لوگوں کی طرف آئے اور انھیں دیکھ کر سخت متاسف ہوئے اور انھوں نے بارگاہِ خداوندی میں دُعا کی اور عرض کیا کہ میرے پالنے والے یہ کثیر تعداد میں مرنے والے تیرے ہی بندے ہیں اور تیرے ہی دین کے پیرو ہیں ، خدایا اگر انھیں زندہ کر دے تو تیرا بڑا کرم ہوگا اور یہ تیری عبادت کریں گے ۔ پھر ان کی نسلیں بڑھیں گی اور وہ بھی تیرے سامنے سرِ نیاز جھکائیں گے ، وحی ہوئی کہ اے حزقیلؑ کیا تمھاری یہ خواہش ہے کہ میں انھیں زندہ کر دوں اور تم ان کی تبلیغ کرو ۔ عرض کی مالک میں بھی یہی چاہتا ہوں پھر بروایت حیات القلوب ، خداوندِ عالم نے انھیں اسم اعظم تعلیم فرمایا اور کہا کہ تم چلو ، میں پانی لے کر اسم اعظم پڑھتے ہوئے ان پر چھڑکو کہ یہ سب زندہ ہو جائیں گے ۔ چنانچہ حضرت حزقیلؑ نے ایسا ہی کیا اور سب کے سب جن کی ہڈیاں تک گل چکی تھیں ۔ زندہ ہو کر اپنی اسی عمر کی حالت میں جس عمر میں مرے تھے سروں سے خاک جھاڑتے ہوئے تسبیح و تہلیل کرتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے ۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جس دن حضرت حزقیلؑ نے ان ہزاروں آدمیوں کو زندہ کیا تھا وہ "نوروز" کا دن تھا اور ان کے پانی چھڑکنے سے یہ سنّت قائم ہو گئی کہ نوروز کے دن لوگ ایک دوسرے پر پانی چھڑکتے ہیں۔

نوروز کی شرعی حیثیت

نوروز اس دن کو کہتے ہیں جس دن آفتاب کی برج حمل میں تحویل ہوتی ہے ۔ اس دن کو قدیم الایام سے اہمیت حاصل ہے ۔ بروایت زاد المعاد مجلسی ، آئمہ طاہرینؑ نے اُسے اپنا دن کہا ہے ۔ جس دن حضرت علیؑ کی ولایت کا الست کے موقع پر اقرار لیا گیا وہ نوروز کا دن تھا ۔ نوحؑ کی کشتی اسی دن کوہ جودی پر ٹھہری حضرت ابراہیمؑ نے اسی دن بُت شکنی کی ۔ حضرت علیؑ کو غدیرِ خم میں آج ہی کے دن خلیفہ بنانے کا اعلان کیا گیا ۔ چونکہ سنہ ۱۰ھ ۱۸ ذی الحجہ ۲۱ مارچ کے مطابق تھی ۔ اسی لئے ہم قمری اور شمسی دونوں تاریخوں کو عید مناتے ہیں ۔ آئیہ بلغ اور آئیہ "الیوم اکملت لکم دینکم" کا نزول اسی دن ہوا ہے ۔ اسی دن قائم آلِ محمد ظہور فرمائیں گے ۔ معلیٰ بن خنیس راوی کا بیان ہے کہ حضرت امام

جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ آج کے دن پاکیزہ کپڑے پہننا، گلے ملنا اور درُود پڑھتے ہوئے ایک دوسرے پر پانی چھڑکنا سُنت ہے۔ اس دن رسول کریمؐ نے خوشی منائی اور تحفہ قبول فرمایا ہے۔ (ترجمہ عجائب المخلوقات قزوینی ص۱۲۹ طبع لکھنؤ ۱۳۲۲ھ)۔

قوم حزقیلؑ کے زندہ ہونے کے بعد

عرائس ثعلبی ص۱۴۱ میں ہے کہ جونہی حضرت حزقیلؑ نے ارواح کو مخاطب کرکے کہا کہ فوراً جسموں میں داخل ہوکر انھیں زندہ کرو، وہ سارے اجسام بہ یک لحظہ یعنی آناً فاناً مشکل ہوکر زندہ ہوگئے اور ان کے جسم پر وہی کپڑا آگیا جو وہ پہنے ہوئے مرے تھے۔ روح کے داخل ہوتے ہی "کبروا تکبیرۃ واحدۃ" سب کے سب ایک بار ساتھ ہی تکبیر کہتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اس کے بعد ان کی زبان سے جاری ہوا "سبحانك اللّٰھم ربنا وبحمدك لا الٰہ الا انت" میرے پالنے والے تو پاک رب ہے۔ ہم اپنی زندگی پر تیری حمد کرتے ہیں۔ بیشک تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اس کے بعد وہ سب کے سب اپنے وطن کو واپس چلے گئے اور وہاں اس وقت تک زندہ رہے، جب تک ان کی اپنی معین موت نہیں آئی، ان کی نسلیں بھی بڑھیں اور ان کے واقعہ کے تذکرے ہمیشہ نسل میں باقی رہے "اس موت کے بعد انھیں جو زندگی ملی اس میں وہ بڑے محتاط رہے۔ اس دارِ فانی میں وہ خوشی کو بھول ہی گئے۔

رجعت کا ثبوت

قوم موسیٰؑ کی دوبارہ زندگی جو اس واقعہ میں حضرت حزقیلؑ کے عہد میں ظاہر ہوئی یہ ہمارے عقیدہ رجعت کا کھلا ہوا ثبوت ہے، جس طرح مذکورہ واقعہ میں لوگ زندہ ہوئے اپنے گھروں کو واپس آئے۔ یہاں رہے توالد و تناسل کا سلسلہ جاری ہوا اور بالکل وہی زندگی انھیں مل گئی جو ساٹھ سال پہلے تھی اور ایسی صورت میں جب کہ گوشت گل چکے تھے، ہڈیاں راکھ ہوگئیں تھیں۔ بہت سے لوگوں کے گوشت جانوروں نے کھالئے تھے، پھر خدا نے انھیں زندہ کردیا اور گوشت کے اجزاء جہاں جہاں پہنچے تھے سب کو ایک جگہ جمع کرکے حیات عطا کی اسی طرح رجعت میں بھی ہوگا۔ حضرات معصومینؑ قیامت سے پہلے اسی دنیا میں ازسرِنو ظاہر ہوں گے اور ان کے ماننے والے دوبارہ زندہ ہوکر موجود ہوں گے۔

حضرت حزقیلؑ اور تحفظ بیت المقدس

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ بادشاہ قبط بیت المقدس کو خراب اور تباہ و برباد کرنے کا پروگرام بناکر اپنی جگہ سے روانہ ہوکر بیت المقدس پہنچا اور اس نے اس کا محاصرہ کرلیا۔ اس حالت سے متاثر ہوکر لوگ حضرت حزقیلؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے صورتِ حال بیان کی حضرت حزقیلؑ نے فرمایا کہ میں آج رات کو خدا کی بارگاہ

میں مناجات کروں گا۔ چنانچہ آپ نے رات کے مخصوص حصہ میں بارگاہِ خداوندی میں درخواست کی۔ وحی ہوئی کہ اے حزقیلؑ میں اس کا انتظام کر دوں گا۔ چنانچہ اس نے اس فرشتے کو جو ہوا پر موکل ہے، حکم دیا کہ ان لوگوں کی سانسوں کو بند کر دو۔ سانس روک دی گئی اور وہ سب کے سب مر گئے۔ حضرت حزقیلؑ نے اپنی قوم کو ان کے مرنے کی خبر دی۔ یہ واقعہ چونکہ کافی اہم تھا اس لئے ان کے دل میں یہ بات (بطور ترک اولیٰ) آئی کہ میں بھی کچھ ہوں۔ اس کے ردِ عمل میں قدرت کی طرف سے جگر میں زخم پیدا ہو گیا۔ حزقیلؑ نے بارگاہ خداوندی میں درخواستِ صحت پیش کی جواب ملا کہ انجیر کے درخت کا دودھ لے کر اس کی مالش کرو، شفا ہو گی چنانچہ وہ تندرست ہو گئے۔

حضرت حزقیلؑ اور ایک بادشاہ کا واقعہ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا بیان ہے کہ خداوندِ عالم نے ایک بادشاہ کے متعلق حزقیلؑ سے فرمایا کہ اس سے کہہ دو کہ فلاں دن تیری رُوح قبض کروں گا حضرت حزقیلؑ نے پیغام پہنچا کر لوگوں سے بھی کہہ دیا، بادشاہ نے رات بھر گریہ وزاری کی، اور زیر تخت زمین پر سر رکھ کر دعا کی۔ میرے پالنے والے مجھے اس وقت تک زندہ رکھ جب تک کہ میرے بیٹے سلطنت سنبھالنے کے قابل نہ ہو جائیں۔ خدا نے اس کی عمر پندرہ سال بڑھا دی۔

حضرت حزقیلؑ کی ہجرت و وفات

روضۃ الصفا میں ہے کہ حضرت حزقیلؑ اپنی قوم میں برابر تبلیغ کرتے رہے لیکن وہ ان لوگوں سے بہت پریشان تھے کیونکہ وہ لوگ کبھی راہِ راست پر آجاتے تھے کبھی مخالفت کرتے تھے۔ بالآخر دل تنگ ہو کر وہاں سے ہجرت کر کے بابل چلے گئے، وہیں وفات پا گئے۔ ان کا مدفن حلہ اور کوفہ کے درمیان واقع ہے۔

حضرت حزقیلؑ اور حضرت امامِ رضاؑ کی ایک حجت

مامون رشید کے دربار میں ایک نصرانی جاثلیق آیا اور اس نے حضرت عیسیٰؑ کی خدائی کا دعویٰ کیا۔ مامون نے امام رضاؑ کو بُلوایا۔ جاثلیق نے خدائی عیسیٰ کی دلیل یہ دی کہ وہ مُردہ زندہ کرتے تھے۔ حضرت نے فرمایا کہ حزقیلؑ نے بھی بے شمار مُردے زندہ کئے تھے۔ اگر عیسےٰؑ خدا تھے تو حزقیلؑ کو بھی خدا مانو۔ مجمع البحرین میں ہے کہ کہا گیا کہ عیسیٰؑ کے باپ نہ تھے۔ جواب دیا گیا کہ اس دلیل سے حضرت آدمؑ زیادہ مستحق قرار پاتے ہیں کیونکہ ان کے ماں باپ دونوں نہ تھے کہا گیا کہ وہ مُردہ زندہ کرتے تھے۔ جواب ملا کہ انھوں نے چار مُردے زندہ کئے تھے اور حضرت حزقیلؑ نے ہزاروں مردے زندہ

کئے۔ کہا گیا کہ عیسیٰ اکمہ وابرص کو شفا دیتے تھے، جواب دیا گیا کہ جرجیسؑ پیغمبر دیگ میں اُبالے گئے پھر بھی تندرست ہو گئے۔ بالآخر وہ لاجواب ہو گیا۔

حضرت اسماعیلؑ بن حزقیلؑ

حضرت حزقیلؑ کے بعد ان کے فرزند حضرت اسماعیلؑ امور امت کے کفیل قرار پائے۔ ان کے پدرِ بزرگوار نے بحکمِ خدا ان کو اپنا جانشین بنا دیا۔ بروایت جنات الخلود عرصہ دراز کے بعد وہ درجۂ نبوت پر فائز ہوئے۔ یعنی وصی کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ لیکن بحیثیت نبی آپ کی بعثت حضرت حزقیلؑ کی وفات کے بہت بعد ہوئی تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ کا مقام بعثت مکہ و حوالی مکہ تھا۔ حضرت اسماعیل کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح فرمایا گیا ہے۔ واذکر فی الکتاب اسماعیل انه کان صادق الوعد وکان رسولا نبیا وکان یامر اهله بالصلوٰة والزکاة وکان عند ربه مرضیا۔ اے پیغمبرؐ اسماعیلؑ کو یاد کرو۔ وہ صادق الوعد تھے اور رسول و نبی تھے۔ وہ اپنے اہل و عیال کو نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم کرتے تھے اور خدا کی مرضی پر چلنے والے تھے۔

حضرت اسمٰعیلؑ کے لقب صادق الوعد کی وجہ

حضرت اسماعیلؑ کا لقب "صادق الوعد" تھا۔ یہ نہایت عظیم لقب ہے۔ کیونکہ عطیہ باری ہے۔ مورخین و محدثین نے اس لقب کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ جس چیز کا وعدہ کرتے تھے۔ اس کی وفا پر مرمٹنے کو تیار رہتے تھے چنانچہ انھوں نے ایک ایسے شخص سے یہ وعدہ کیا کہ میں اسی مقام پر تیرا انتظار کروں گا جو بنی اسرائیل کا عابد ترین شخص تھا اور بادشاہ وقت کے پاس کسی بندہ کی سفارش کے لئے جا رہا تھا۔ یہ مقام جس مقام پر انھوں نے وعدہ کیا تھا یہ مکہ سے باہر تھا اور بے آب و گیاہ تھا۔ اس مقام کا نام "صفاح" تھا اور عابد بروایتے طائف کا رہنے والا تھا۔ غرضیکہ عابد وعدہ وعید کے بعد بادشاہ کے پاس پہنچ گیا اور اس کی خواہش میں وہیں تھوڑے عرصہ کے لئے مقیم ہو گیا۔ وہاں ٹھہر جانے کے بعد وہ یہ بات بالکل بھول گیا کہ میں نے اسماعیلؑ سے جلد واپس آ کر ملنے کا وعدہ کیا ہے اور ان سے وعدہ لیا ہے کہ وہ اسی مقام پر ٹھہرے رہیں جب تک میں واپس نہ آؤں۔ حضرت اسماعیلؑ جو وعدہ خلافی نہ کر سکتے تھے۔ اسی جنگل میں انتظار کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ایک سال گزر گیا۔ خدا نے اسی دوران میں وہاں پانی کا چشمہ جاری فرمایا۔ ابر کو سایہ فگنی کا حکم دیا گھاس کھانے کے لئے پیدا کی، وہ اس جنگل میں چشمہ سے پانی پیتے تھے۔ گھاس وغیرہ کھاتے تھے اور ابر کے سائے میں عبادتِ خدا کرتے تھے اور سوتے تھے۔ ایک سال گزرنے کے بعد

اتفاقاً بادشاہ عازم سفر ہوا اور اس کے ہمراہ وہ عابد بھی تھا۔ جس سے وعدہ پر حضرت اسماعیلؑ ایک سال سے جنگل میں پڑے ہوئے تھے، یہ عازمین سفر چلے جا رہے تھے کہ راستے میں وہ جگہ آ گئی جس جگہ حضرت اسماعیلؑ قیام پذیر تھے۔ اس عابد کی جونہی نگاہ حضرت اسماعیلؑ پر پڑی وہ چونک اُٹھا اسے اپنا وعدہ یاد آ گیا، فوراً دوڑا ہوا اسماعیلؑ کے پاس گیا اور عرض کرنے لگا کہ آپ اس وقت سے اب تک اسی جگہ ہیں، آپ نے فرمایا ہاں اسی جگہ ہوں، تم نے نہیں کہا تھا کہ جب تک میں نہ آؤں آپ میرا انتظار کریں اور میں نے وعدۂ انتظار کر لیا تھا؟ اس نے بڑی معذرت کی اور بادشاہ سے سارا واقعہ بیان کیا، بادشاہ بھی اس اہم کردار سے حیران رہ گیا۔ ابھی یہ سواری اس مقام سے آگے نہ بڑھی تھی کہ بادشاہ کے ایک ہمراہی نے جو ظالم و جابر تھا بادشاہ سے کہا کہ یہ شخص جھوٹ بول رہا ہے۔ میں اس سال کے دوران بارہا ادھر سے گزرا ہوں میں نے اسے اس مقام پر کبھی نہیں دیکھا۔ حضرت اسماعیلؑ جو کہ قریب ہی کھڑے ہوئے تھے بولے، کہ اے شخص اگر تو خود جھوٹ بول رہا ہے تو خداوندِ عالم ابھی ابھی اپنی دی ہوئی نعمتوں میں سے کوئی عظیم نعمت سلب کر لے گا۔ یہ کہنا تھا کہ اس کے مُنہ کے سارے دانت اسی وقت اپنی جڑیں چھوڑ کر باہر نکل پڑے، یہ حال دیکھ کر ظالم جبار رو پڑا، بادشاہ سے کہنے لگا اے بادشاہ میں سچ کہتا ہوں کہ میں نے اس مردِ نیک پر افترا کیا تھا اور اس کے خلاف جھوٹ کہا تھا، اے بادشاہ میں دانتوں کا سخت محتاج ہوں کیونکہ اب میرا بڑھاپا ہے، اے بادشاہ اس مردِ نیک و پارسا اور صادق سے درخواست کر کہ یہ میرے لئے دُعا کر دے تاکہ میرے دانت پھر بحال ہو جائیں، بادشاہ نے استدعا کی، حضرت اسماعیلؑ نے وعدہ فرمایا کہ میں دُعا کر دوں گا اور انشاء اللہ اس کے دانت پھر نکل آئیں گے، بادشاہ نے التماس کی، ابھی دُعا کر دیجئے۔ فرمایا اس وقت نہیں کروں گا میں سحر کے وقت دعا کروں گا، چنانچہ آپ نے سحر کے وقت دُعا کی اور اس کے سارے دانت از سرِ نو اُگ آئے۔ غرضیکہ اسی قسم کے واقعات کی بنا پر خداوندِ عالم نے آپ کو "صادق الوعد" فرمایا ہے۔

حضرت اسماعیلؑ گردابِ بلا میں

حضرت اسماعیلؑ تبلیغ دین میں مشغول تھے لیکن آپ کی اُمت آپ کی تکذیب میں لگی ہوئی تھی یہاں تک کہ وہ نوبت پہنچی کہ آپ کے سر اور داڑھی کے بال نوچ دیئے گئے، پھر سر اور چہرے کی کھال اُتار دی گئی۔ آپ کی یہ حالت دیکھ کر خداوند عالم نے فرشتۂ عذاب "سطاطائیل" کو آپ کے پاس بھیجا اور کہا جس طرح چاہو اپنی قوم پر عذاب کرا دو۔

حضرت اسماعیلؑ کی رجعت میں امام حسینؑ کے ساتھ واپسی کی تمنا

حضرت اسماعیلؑ نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کی، مالک تو نے یوم الست" ازل" اپنی وحدانیت اور نبوتِ محمد مصطفیٰؐ اور ان کے اوصیاء کی ولایت کا وعدہ لیا تھا اور نسل پیغمبر اسلام سے اُمتِ محمدیہؐ کی بدسلوکی کی خبر دی تھی اور ارواح کو بتلایا تھا کہ امام حسینؑ قتل کئے جائیں گے۔ پھر قیامت کے قریب ان کی رجعت ہوگی اور وہ اپنے قاتلوں سے بدلہ لیں گے۔ میرے پالنے والے میں اس وقت کسی سے بدلہ نہیں لینا چاہتا۔ تمنا یہ ہے کہ مجھے امام حسینؑ کے ساتھ واپس لے آنا۔ میں اس وقت اپنے ستانے والوں اور قاتلوں سے خود بدلہ لوں گا۔ اس کے تھوڑے عرصہ کے بعد حضرت اسماعیلؑ شہید کر دیئے گئے۔

حُسینؑ اور اسلام

(منظوم تاریخ کربلا مرثیہ)

کے مضامین کی چند جھلکیاں

اسمیں ظہورِ اسلام۔ پیغمبرِ اسلام کی وفات۔ بیعت کا تقاضا اور امام حسینؑ کا انکار۔ یزید کا ردِ عمل۔ امام حسینؑ کی مدینہ سے روانگی۔ امام حسینؑ کا مکہ میں قیام کوفیوں کے دعوت نامے۔ اہل کوفہ کی بے وفائی اور جناب مسلم کی شہادت۔ امام حسینؑ کی مکہ سے روانگی اور اس کا سبب۔ امام کا حُر کے ساتھ اخلاقی برتاؤ۔ امام حسینؑ کا کربلا میں ورود اور دیگر واقعات، امام کی طرف سے شرائطِ صُلح اور عقبہ کی گواہی۔ صبح عاشور۔ معرکۂ کربلا۔ شام غریباں۔ حضرت زینبؑ کا تعارف۔ بازار کوفہ میں جناب زینبؑ کا خطبہ۔ دربارِ کوفہ کے حالات۔ دربارِ یزید اور حضرت زینبؑ کا خطبہ۔ اہلبیتؑ کی مدینہ میں واپسی۔ یزید کے خلاف عام بغاوت۔ مختار ثقفی کا اقتدار اور قاتلانِ حسینؑ کا انجام۔ عزاداری کی ابتداء۔ مرثیہ کی شکل میں تفصیل کے ساتھ درج ہیں۔ لکھائی چھپائی عمدہ۔ سائز ۷" × ۵" حجم ۱۱۲ صفحات۔ ہدیہ مناسب۔

ملنے کا پتہ

امامیہ کتب خانہ۔ مغل حویلی۔ اندرون موچی دروازہ لاہور ۸

باب ۲۷

حضرتِ الیاس علیہ السلام

حضرت الیاس علیہ السلام اسی طرح معصُوم، اعلم زمانہ اور افضل عصر تھے جس طرح دیگر انبیاء و مُرسلین تھے وہ بے انتہا رحم دل اور خدا پرست تھے۔ اور حضرت موسیٰؑ کے دین کی تبلیغ کرتے تھے۔ آپ کو نبوت حضرت حزقیلؑ اور اسماعیلؑ کے بعد عطا ہوئی تھی۔ علامہ طبرسی نے ایک قول کے حوالے سے لکھا ہے کہ الیاسؑ اور ادریسؑ ایک ہی تھے، لیکن میرے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے

حضرت الیاسؑ کا نسب نامہ

حضرت الیاس علیہ السلام حضرت ہارونؑ کی اولاد میں سے تھے۔ امام ثعلبی نے ان کا نسب نامہ اس طرح بیان کیا ہے: "وھو الیاس بن یاس بن فنحاص بن ھارون بن عمران" الیاسؑ یاس کے فرزند تھے اور وہ فنحاص کے بیٹے تھے اور وہ ہارونؑ بن عمرانؑ کے فرزند تھے۔ ایک روایت کی بنا پر آپ کا نسب نامہ یہ ہے: "الیاس بن یاسین بن میشا بن فنحاخ بن الفزار بن ہارونؑ۔

حضرت الیاسؑ کی بعثت

مورخین کا بیان ہے کہ حضرت یوشعؑ بن نون نے جب ارضِ شام کو فتح کیا تھا تو انھوں نے مختلف اسباط کی نسلوں میں اسے تقسیم کر دیا تھا۔ یہ لوگ شام اور مصر کی زمینوں میں پھیلے ہوئے تھے۔ تھوڑے زمانے تک یہ لوگ راہِ راست پر رہے۔ اس کے بعد جب حضرت حزقیلؑ اپنی منزلِ حیات گزار کر چلے گئے تو ان لوگوں میں بے پناہ سرکشی پیدا ہو گئی اور بے شمار افراد دینِ موسیٰؑ کو چھوڑ کر بُت پرستی میں مشغول ہو گئے، وہ لوگ جو سخت بُت پرست بن گئے تھے۔ ان میں مقام بعلبک اور اس کے اطراف کے لوگ بھی تھے، ان لوگوں میں ایک بادشاہ تھا۔ جس کا نام "لاجب" تھا۔ اس نے ایک بُت بنا رکھا تھا جو بیس ہاتھ لمبا تھا اور اُس کے چار مُنہ تھے۔ بروایت روضۃ الصفا شیطان اس کے اندر سے بولتا تھا اور اس کی حفاظت

کے لئے چار سو افراد تعینات تھے۔ اِس بُت کا نام "بعل" تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ بعل بُت کا نام تھا اور "بک" مقام کو کہتے تھے۔ پھر دونوں کو ملاکر "بعلبک" مقام کا نام قرار پایا۔ ایک روایت میں ہے کہ بادشاہ کا نام "احاب بن عمری" تھا۔ غرضیکہ جب بُت پرستی اور نفس پرستی حد سے بڑھ گئی اور لوگوں نے خدا کو بالکل بھلا دیا تو خداوندِ عالم نے حضرت الیاسؑ کو ان میں مبعوث فرمایا اور حکم دیا کہ بادشاہ لاجب اور اس کی رعایا کو راہِ راست پر لائیں۔ چنانچہ حضرت الیاسؑ نے ان لوگوں میں تبلیغ شروع کی، لیکن ایک شخص کے علاوہ جو "لاجب" بادشاہ کی بیوی "اربیل" کا کاتب تھا کوئی ایمان نہ لایا۔

بادشاہ کی یہ عورت سخت فاجرہ اور فاسقہ تھی زناکاری اس کا شعار تھا۔ اس نے بنی اسرائیل کے سات بادشاہوں سے رابطہ پیدا کیا اور سب کو مکر وفریب سے قتل کر دیا تھا۔ یہ عورت اس بادشاہ لاجب پر چھائی ہوئی تھی، اس کا یہ طریقہ تھا کہ جب اس کا شوہر کہیں باہر چلا جاتا تھا تو یہ امورِ سلطنت کی خود نگرانی کرتی تھی اور احکام نافذ کرتی تھی۔

زنِ فاجرہ اور مردِ مومن کا قتل

یہ عورت اس درجہ ظالم تھی کہ جس کی کوئی حد نہ تھی۔ بہت سے انبیاء کو قتل کرا چکی تھی اور بہت سے صلحا کو تہ تیغ کرا چکی تھی، اس کے پڑوس میں ایک مردِ صالح رہتا تھا جو وحدانیت کا پرستار تھا، جس کا نام "مزدکی" تھا، اس کے پاس ایک باغ تھا جو قصرِ بادشاہ کے قریب واقع تھا اور بے انتہا جاذبیت رکھتا تھا۔ یہی باغ اس کے گزارہ کا سبب و ذریعہ تھا۔ اس باغ کا شہرہ دُور دُور تک پھیلا ہوا تھا۔ اس میں اکثر بادشاہ اور اس کی بیوی بھی آکر تفریح کیا کرتے تھے اور اکثر اس میں دوپہر کو آرام بھی کرتے تھے۔ بادشاہ اِس مردِ مومن سے بہت خوش تھا، لیکن اس کی عورت اس سے بے پناہ حسد کرتی تھی۔ اس نے کئی بار یہ چاہا کہ اس مردِ صالح کو قتل کرا دیا جائے اور اس کے باغ پر قبضہ کر لیا جائے۔ لیکن بادشاہ اس کی مخالفت کرتا رہا اور اُسے سمجھاتا رہا کہ اس قسم کے ارادے سے باز رہے۔ عورت بادشاہ کی وجہ سے مجبور تھی اور اسے قتلِ مومن کا موقع نہ ملتا تھا۔ ایک دن بادشاہ کسی طویل سفر پر چلا گیا تو اس زنِ فاجرہ کو دل کی آگ بجھانے کا موقع مل گیا۔ اس نے اپنے دستِ نگر لوگوں کو بُلا کر سمجھا بُجھا دیا۔ اور کہا کہ میں مردِ مومن پر یہ الزام لگاؤں گی کہ اس نے "بادشاہ لاجب" کو گالیاں دی ہیں اور تم لوگ اس کی گواہی دے دینا کہ واقعاً ایسا کیا ہے۔ اِدھر سازش ہو رہی تھی اُدھر مردِ مومن "مزدکی" محوِ عبادت تھا، اِسے کچھ خبر نہ تھی کہ اس کے خلاف کیا منصوبہ بنایا جا رہا ہے۔ الغرض صبح کے وقت جب

دربار لگ چکا تو ایک شخص مزدکی کے پاس بھیجا گیا اور وہ اسے بُلا کر لایا۔ جب وہ بے چارہ دربار میں پہنچا تو زنِ فاجرہ نے کہا کہ میں نے سُنا ہے کہ تم بادشاہ وقت "لاجب" کو گالیاں دیتے ہو۔ اس نے کہا یہ بالکل غلط ہے۔ بادشاہ نے میرا کیا بگاڑا ہے کہ میں اسے گالیاں دوں گا۔ اس نے کہا نہیں مجھے یقین ہے کہ تم نے ضرور بادشاہ کو گالیاں دی ہیں۔ اس نے پھر معذرت کی اور کہا ایسا ہرگز نہیں ہے۔ یہ سُن کر زنِ فاجرہ نے مجمع کی طرف رُخ کیا۔ اور ان لوگوں سے گواہی چاہی۔ ان سب نے کہا کہ آپ کا کہنا بالکل درست ہے۔ اس نے بادشاہ کو ضرور گالیاں دی ہیں اور ہم نے اپنے کانوں سے سُنی ہیں۔ گواہی کی تکمیل ہوتے ہی اُسے قتل کر دیئے جانے کا حکم دے دیا گیا اور وہ مظلوم، بے گناہ "مزدکی" چشمِ زدن میں زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ قتل اس لئے کیا گیا کہ اس زمانے میں یہ قانون تھا کہ جو بادشاہ کو گالیاں دے اس کی سزا موت ہے۔

مردِ مومن کے قتل ہو جانے کے بعد اس زنِ فاجرہ نے اس کے عظیم الشان باغ پر قبضہ کر لیا۔ جب بادشاہ سفر سے واپس آیا اور اُسے اس ظلمِ عظیم کی خبر ہوئی تو وہ سخت ناراض ہوا اور اپنی بیوی سے کہا کہ تُو نے سخت ظلم کیا ہے اور اب تیرے اس ظلمِ عظیم کے بعد ہم لوگ کبھی سکون نہ پا سکیں گے، یہ تو نے بڑی حماقت کی اور بہت بُرا کیا، وہ ہمارا بہترین پڑوسی تھا۔ ہم نے ہمیشہ اس کو اچھی نظر سے دیکھا اور ہم اس کی ہمیشہ عزت کیا کرتے تھے۔ زنِ فاجرہ نے کہا کہ مَیں نے سب کچھ تیرے لئے کیا ہے اور تُو ناراض ہوتا ہے اچھا اب جو کچھ ہونا تھا ہو چکا۔

اُس مردِ مومن کے قتل سے غضبِ خدا بھڑک اُٹھا، اس نے حضرتِ الیاسؑ کو حکم دیا کہ تم جا کر لاجب سے کہہ دو کہ وہ اور اس کی عورت دونوں توبہ کریں اور غصبی باغ، مزدکی کے وارثوں کو واپس کر دیں، ورنہ میں ان دونوں کو اسی باغ میں موت کا ایسا مزہ چکھاؤں گا کہ دُنیا عبرت حاصل کرے گی۔

حضرتِ الیاسؑ نے جا کر لاجب کو حکمِ خداوندی سے آگاہ کیا۔ لاجب نے جونہی حضرت الیاسؑ سے پیغامِ خدا سنا اس کی کھوپڑی بھڑک اُٹھی اور سیخ پا ہو کر بولا کہ میں تمہاری ایک بات بھی نہیں مانتا اور یہ سمجھتا ہوں کہ تم جو کچھ کہہ رہے ہو بالکل لغو ہے نہ تم ہمارا کچھ بگاڑ سکتے ہو، نہ تمہارا خدا ہمارا کچھ کر سکتا ہے۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ بہت سے بادشاہ پوری توجہ کے ساتھ بُت پرستی کر رہے ہیں اور کبھی کبھی ان سے ظلم بھی ہو جایا کرتا ہے لیکن ان کا کچھ نہیں بگڑتا اور وہ عیش کر رہے ہیں۔

حضرتِ الیاسؑ نے فرمایا کہ میں نے فرمانِ ربانی تم تک پہنچا دیا اور میرا کام اتنا ہی تھا اب آئندہ حالات کی ذمّہ داری خود تم پر ہو گی اور تم عنقریب اپنا اور اپنی عورت کا حال اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے، یہ سُننا تھا کہ ان لوگوں نے حضرت الیاسؑ کو اسی مقام پر قتل کر دینے کا فیصلہ کر لیا، وہ اپنی جان بچا کر نکل کھڑے ہوئے اور آبادی کو چھوڑ کر پہاڑوں میں اپنا مسکن بنا لیا۔ وہ ایسی جگہ جا کر غائب ہوئے کہ بادشاہ اور اس کی رعایا انھیں تلاش نہ کر سکی۔ وہ رات دن حضرت الیاسؑ کو تلاش کرتے رہے۔ لیکن وہ دستیاب نہ ہوئے۔ بروایت عرائس ثعلبی وہ پہاڑ کے مستحکم اور مضبوط "کھوہ" میں سات سال تک اس عالم میں رہے کہ گھاس پات اور جنگل کے پھل کھاتے تھے اور چشمہ کا پانی پیتے تھے۔ واللہ تعالیٰ یسترہ ویحفظہ ویدفع عنہ البلاءُ۔ خداوندِ عالم انھیں چھپائے ہوئے تھا اور ان کی حفاظت کرتا تھا اور ان سے ہر قسم کی بلا کو دُور رکھتا تھا۔

غیبت کے بعد حضرتِ الیاسؑ کا ظہور

حضرتِ الیاسؑ اسی عالمِ غیبت میں رہے اور خدا کی طرف سے معین مدّت کے بعد برآمد ہوئے اور اس کی صورت یہ ہوئی کہ بادشاہ لاجب کا عزیز ترین فرزند بیمار ہوا اور اس کی حالت روز بروز گرتی رہی۔ جس کی وجہ سے بادشاہ اور اس کی عورت کو شدید فکر لاحق ہوئی۔ ان لوگوں نے پہلے تو اس کا علاج کرایا۔ لیکن اس سے کوئی فائدہ نہ ہوا تو یہ فیصلہ کیا کہ اپنے معبود (بعل) کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ چنانچہ ان لوگوں نے اِنسانی پیشانی حسبِ عادت پتھر کے خدا کے سامنے رکھ کر اپنے فرزند کی صحت کے لئے دُعا کی لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا اور کوئی جواب بھی نہ ملا، حالانکہ اس سے قبل وہ شیطان جو "جوف بعل" میں داخل ہو جایا کرتا تھا کچھ نہ کچھ "عبد بعل" سے کہہ دیا کرتا تھا، اب چونکہ خداوندِ عالم نے "جوف بعل" میں شیطان کا داخلہ بند کر دیا تھا اس لئے کوئی آواز نہ آئی اور بادشاہ اور اس کی بیوی بڑے مایوس ہوئے اور انھوں نے اپنے ان چار سو مقربین سے جو شیطان کی بات جوفِ بعل سے سُن کر لوگوں کو گمراہ کیا کرتے تھے، کہا کہ آخر میرے فرزند کا کیا بنے گا اور ہمارا معبود آج کچھ بولا کیوں نہیں؟ ان لوگوں نے کہا کہ اس کے نہ بولنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ تم لوگوں سے اس بنا پر ناراض ہے کہ تم نے اب تک الیاسؑ کو قتل نہیں کیا۔ بادشاہ نے کہا کہ ہم تو پوری سعی کر رہے ہیں کہ انھیں جلد سے جلد قتل کر دیں لیکن وہ دستیاب نہیں ہو رہے ہیں اور میری حالت علالتِ فرزند سے ایسی ہو گئی ہے کہ میں کسی خصوصی توجہ کے قابل نہیں رہا، اب جب تک میرا فرزند تندرست نہ ہو جائے گا میرے لئے قتلِ الیاسؑ کے لئے مزید توجہ ممکن نہیں ہے تم لوگوں کو

چاہیئے کہ پہلے میرے فرزند کی صحت و عافیت کی راہ نکالو۔ اس کے بعد مجھ سے قتلِ الیاسؑ پر زور دو۔ یہ سُن کر ان لوگوں نے بعل کے پاس جاکر تضرع و زاری کی اور درخواست کی کہ بادشاہ کے لڑکے کو شفا دے دی جائے، مگر وہ بُت کا بُت بنا بیٹھا رہا نہ خود بولا نہ اس کا شیطان ہی بول سکا تو خادموں نے بادشاہ کو مشورہ دیا کہ وہ ان چار سو مقربین بعل کو شام بھیج دے تاکہ وہ وہاں کے بُتوں سے بعل کے لئے سفارش لائیں اور بعل آپ کے فرزند کو تندرستی دے دے۔ یہ سُن کر بادشاہ نے اپنے ان چار سو مقربین کو جنھیں وہ نبی جانتا تھا حکم دیا کہ شام جاؤ اور وہاں کے بتوں سے بعل کے لئے سفارش کراؤ تاکہ وہ میری طرف متوجہ ہو کر میرے فرزند کو شفا دے دے۔

وہ لوگ حسب الحکم روانہ ہوئے اور بُتوں کے پاس جاکر گریہ و زاری کی اور کہا کہ ہمارے معبود "بعل" کی خدمت میں سفارش کر دیں تاکہ وہ فرزندِ بادشاہ کو شفا دے دے، مگر بُت حیرت سے ٹکٹکی باندھے دیکھتے رہے، نہ ان کی سُن سکے نہ اُن سے کچھ کہہ سکے، بالآخر وہ اپنا سا مُنہ لئے ہوئے واپس آ گئے۔ اسی دوران میں جب کہ وہ وہاں سے واپس آ رہے تھے اس پہاڑ کی طرف سے گزرے جس میں حضرت الیاسؑ فروکش تھے۔ وہ جب پہاڑ کے نیچے پہنچے تو الیاسؑ کو حکمِ خداوندی ہوا کہ تم ان لوگوں کے سامنے آ جاؤ۔ حضرتِ الیاسؑ پہاڑ سے اُتر کر ان لوگوں سے ملے اور کہا بادشاہ سے کہہ دینا کہ الیاسؑ نے کہا ہے کہ ہمارا خدا جو ابراہیمؑ، اسماعیلؑ، اسحاق اور یعقوبؑ کا خدا ہے وہ وہی ہے جو زندہ بھی کرتا ہے اور مارتا بھی ہے اور اسی نے ساری کائنات پیدا کی ہے۔ تم جو بُتوں کے سامنے سر مارتے پھر رہے ہو اس سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ تمہارا فرزند بیمار ہے اور وہ عنقریب مر جائے گا۔ ہمارا خدا اسے موت دے دے گا اور تمہارے بُت اسے بچا نہ سکیں گے۔ اب بھی بہتر ہے کہ وحدانیت کا اقرار کرلو۔ سابق گناہوں سے معافی مانگ کر توبہ کرلو اور سب کی پرستش چھوڑ کر معبودِ حقیقی کے سامنے پیشانی رکھو۔ ان لوگوں نے جب یہ کلمات سُنے تو لرزہ براندام ہوگئے اور بروایت روضۃ الصفا وہ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ اور وہاں سے بادشاہ کو شام کی داستان اور دامنِ کوہ سے الیاسؑ کے خدا کا فرمان اس کے پاس بھجوا دیا۔

یہ سُن کر بادشاہ کا غصہ حضرتِ الیاسؑ کے خلاف تیز ہوگیا۔ کیونکہ اسے یہ یقین ہوگیا کہ جتنے خدا ہیں سب ہم سے اس بنا پر ناراض ہیں کہ ہم اب تک الیاسؑ کو قتل نہیں کر سکے اور اُسے یہ بھی محسوس ہوا کہ الیاسؑ پہاڑ میں بیٹھ کر دھمکیاں دے رہے ہیں۔ چنانچہ اس نے پچاس سپاہیوں کو حکم دیا کہ پہاڑوں میں جاؤ اور جس صورت سے ممکن ہو سکے الیاسؑ کو

گرفتار کرکے قتل کردو۔

یہ حکم کے بندے ایک نبی خدا کو قتل کرنے کے ارادے سے نکل پڑے اور اس مقام پر پہنچ گئے۔ جہاں وہ امانِ خدا میں فروکش تھے یہ لوگ جیسے ہی ان کے قریب پہنچے خداوند عالم نے دعائے الیاسؑ کی بنا پر ایک شعلۂ نار بھیج دیا اور سب کے سب بھسم ہوگئے۔ جب بادشاہ کو یہ واقعہ معلوم ہوا تو اس نے پھر ایک لشکر بھیج دیا وہ بھی تباہ و برباد ہوگیا۔

مسلمان وزیر کے ذریعہ سے قتلِ الیاسؑ کی سازش

بروایت روضۃ الصفا و عرائس امام ثعلبی، جب بادشاہ لاجب اور اس کی عورت یعنی فاجرہ بیوی دونوں قتلِ الیاس میں کامیابی حاصل نہ کرسکے تو انھوں نے یہ صورت اختیار کی کہ ایک بڑا لشکر تیار کیا اور اس کی قیادت اس وزیر کے سپرد کی جو اس کی عورت کا کاتب اور مملکت کا وزیر اور مسلمان تھا، ان لوگوں نے یہ سوچا کہ جب مسلمان وزیر پہاڑ پر پہنچے گا تو الیاسؑ اس سے ضرور ملنے کے لئے برآمد ہوں گے۔ اس موقع پر لشکر انھیں گرفتار کرلے گا۔

بادشاہ نے وزیر سے بھی اپنے دل کا راز نہیں بتایا اس سے بھی یہی کہا کہ میں اب ایمان لانے کو تیار ہوں تم جاکر الیاسؑ کو لے آؤ تاکہ وہ مجھے ہدایت کریں اور میں انکی ہدایت پر عمل کروں، اور لشکر والوں سے علیحدہ یہ کہہ دیا کہ جب الیاسؑ اس مسلمان وزیر کی آواز پر برآمد ہوں تو انھیں فوراً گرفتار کرلینا اور اس موقع پر اپنے قائد یعنی وزیر کی پرواہ نہ کرنا۔ مختصر یہ کہ سارا لشکر مسلمان وزیر کی زیرِ قیادت اس پہاڑ پر پہنچا جس میں حضرتِ الیاسؑ فروکش تھے۔ وہاں پہنچ کر مسلمان وزیر نے آواز دی اور حضرت الیاسؑ نے ان کی آواز پہچان لی۔ وحی ہوئی کہ اے الیاسؑ یہ سب مکر و فریب سے آئے ہیں اور تم کو گرفتار کرکے قتل کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن ان میں جو تمھارا مومن ہے وہ مخلص ہے، تم باہر جاؤ اور اس سے معانقہ کرو، مصافحہ کرو اور ان کے ساتھ پورے اخلاق کا مظاہرہ کرو۔ چنانچہ حضرت الیاسؑ اس کی آواز پر برآمد ہوکر اس سے ملے اور آنے کا سبب دریافت کیا۔ اس نے کہا کہ مجھے تو اس لئے بھیجا گیا ہے کہ میں آپ سے یہ کہوں کہ بادشاہ اپنی رعایا سمیت مسلمان ہونا چاہتا ہے۔ لہٰذا آپ آکر ہدایات فرمائیں۔ لیکن یہ لشکر جو زیرِ کوہ موجود ہے، یہ آپ کے بارے میں اچھے عزم لے کر نہیں آیا۔ مگر میں یہ بھی عرض کردوں کہ میری اور آپ کی ملاقات ہوگئی ہے۔ اب اگر میں آپ کو اپنے ہمراہ نہ لے گیا تو مجھے قتل کردیا جائے گا۔ بروایت امام ثعلبی اس وقت الیاسؑ کی طرف وحی کی کہ تم ان کے ساتھ چلے جاؤ تاکہ ان کے خلاف کوئی کارروائی نہ

کی جا سکے اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ وہ تم کو اپنے فرزند کی مصیبت میں مبتلا ہونے کی وجہ سے کوئی گزند نہ پہنچا سکے گا۔ چنانچہ حضرت الیاسؑ ان لوگوں کے ساتھ بادشاہ کے پاس چلے گئے مگر وہ اپنی پریشانیوں کی وجہ سے ان کی طرف رُخ نہ کر سکا۔ پھر جب اس کے فرزند کی موت کے بعد عرصہ دراز گزر گیا تو اسے خیال آیا اور اس نے بادشاہ سے کہا کہ میں الیاسؑ کو لایا تھا۔ مگر آپ ان کی طرف متوجہ نہ ہوئے اور وہ واپس چلے گئے، یہ سُن کر اس نے بے انتہا افسوس کیا لیکن حیات القلوب میں یہ ہے کہ جب مسلمان وزیر نے پہاڑ پر پہنچ کر حضرت الیاسؑ کا نام لے کر آواز دی تو بوحی پروردگارِ عالم حضرت الیاسؑ برآمد ہوئے اور اسے سلام کیا، اُس سے مصافحہ فرمایا۔ پھر جب اس نے آنے کی غرض بیان کی تو خدا نے الیاسؑ سے فرمایا کہ بادشاہ نے جو کچھ کہلایا ہے وہ سراسر فریب ہے وہ تمھیں بُلا کر قتل کرنا چاہتا ہے۔ تم اس برادرِ مومن سے کہہ دو کہ تو اس بات سے نہ گھبرا کہ اگر الیاسؑ تیرے ساتھ نہ گئے تو تو قتل کر دیا جائے گا۔ واپس جا اور بے خوف ہو کر واپس جا۔ میں اُسے اس کے فرزند کی موت میں اس طرح مبتلا کر دوں گا کہ وہ تجھ سے کچھ پُوچھ ہی نہ سکے گا۔ چنانچہ وہ اپنا لشکر لیئے ہوئے واپس چلا گیا اور بادشاہ غمِ فرزند میں مبتلا ہونے کی وجہ سے اس سے کچھ بات ہی نہ کر سکا۔ پھر عرصہ دراز کے بعد دریافت کیا تو اس نے غمِ فرزند میں مبتلا ہونے کے حوالے سے مناسب الفاظ میں کچھ جواب دے دیا۔ میرے نزدیک یہی دُرست ہے۔ کیونکہ سابق بیان میں سازشی لشکر کا واقعہ کے ہر اسٹیج پر خاموش رہنا اور بادشاہ کے حکم سے سرتابی کرنا قرینِ قیاس نہیں ہے۔

حضرتِ الیاسؑ خانہ جنابِ یُونسؑ میں

مورخین کا بیان ہے کہ حضرت الیاسؑ پہاڑی زندگی گزار رہے تھے یہاں تک کہ دل اُکتا گیا اور چاہا کہ آبادی میں جا کر کچھ عرصہ گزاریں، چنانچہ پہاڑ سے اُتر کر آبادی میں آ گئے اور اتفاقاً خانہ جنابِ یونسؑ تک جا پہنچے وہاں مادرِ یونسؑ سے ملاقات ہوئی اور انھوں نے آپ کو مہمان رکھ لیا، جنابِ یونسؑ اس وقت آغوشِ مادر میں تھے۔ حضرت الیاسؑ ایک سال ان کے یہاں پوشیدہ طور پر مہمان رہے۔ ایک سال کے بعد آپ پھر پہاڑوں کی زندگی گزارنے چلے گئے۔ مادرِ یونسؑ کو ان کے چلے جانے کا غم تھا ہی کہ ناگاہ حضرت یونسؑ انتقال کر گئے، مادرِ یونسؑ بچے کو اسی حال میں چھوڑ کر حضرت الیاسؑ کی تلاش میں نکل پڑیں اور پہاڑ پر انھیں جا لیا اور ان سے کہا کہ مجھے الہام ہوا ہے کہ میں آپ سے احیاء فرزند کی درخواست کروں۔ حضرت الیاسؑ نے پوچھا ان کو وفات کیئے کتنے دن گزرے ہیں، کہا سات دن ہو چکے ہیں۔ حضرت الیاسؑ ان کے ساتھ چل پڑے اور وہاں پہنچ کر جبکہ

ان کو وفات پائے اب چودہ دن ہو چکے تھے خدا سے دُعا کی اور وہ زندہ ہو گئے۔

حضرتِ الیاسؑ کی دل برداشتگی اور زمانۂ غیبت میں حجتِ خُدا ہونا

حضرت الیاسؑ پھر صحرا صحرا پہاڑ پر پہنچ گئے اور تاحال لوگوں کی نظروں سے غائب رہے۔ اسی دوران میں بارگاہِ خداوندی میں عرض پرداز ہوئے کہ "خدایا قوم کی بے وفائی اور سرکشی سے عاجز آچکا ہوں، اب تیری بارگاہ میں پہنچنا چاہتا ہوں۔ خطاب آیا کہ الیاسؑ تم میری حجت ہو زمین میں "من روئے زمین را از برکت تو خالی نمی گذارم کہ صلاحِ حالِ خلائق مربوط بوجود تست"۔ میں زمین کو تمہاری برکت سے خالی نہیں کر سکتا کیونکہ لوگوں کے اصلاحِ حال کا تعلق تمہارے وجود سے ہے۔ (روضۃ الصفا ج ا ص۱۱۱) پھر خداوندِ عالم نے فرمایا کہ اے الیاسؑ جو کچھ مانگنا چاہو مانگ لو۔ حضرت الیاسؑ نے عرض کی۔ مالک اب اس کے سوا اور کوئی صورت نہیں ہے کہ ان لوگوں پر ہفت سالہ قحط مسلط کیا جائے تاکہ یہ ایمان لائیں، ارشاد باری ہوا کہ سات سال کی مدت بہت ہوتی ہے بہتر یہ ہے کہ تین سال کا قحط ان پر مسلط کر دیا جائے۔

الغرض شدید قحط پڑ گیا۔ حضرت الیاسؑ دورانِ قحط میں ایک عورت کے مکان کی طرف سے گزرے تو اس نے روغنِ زیتون اور آٹے کو ملا کر روٹی تیار کی اور ان کو کھلایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آٹے اور زیتون کا برتن ہمیشہ کے لئے پُر ہو گیا۔

حضرتِ الیاسؑ الیسعؑ کے گھر میں

حضرت الیاسؑ اسی دوران قحط میں "الیسعؑ" کے مکان میں وارد ہوئے۔ ان کی ماں نے انھیں پوشیدہ رکھا اور ان کی خدمت کی، الیسعؑ چونکہ بیمار تھے اس لئے ان کی ماں نے خواہش کی کہ اس کی شفاء کے لئے دُعا کی جائے۔ چنانچہ جنابِ الیاسؑ نے دُعا کی اور وہ شفایاب ہو گئے۔ صحت یاب ہونے کے بعد الیسعؑ حضرت الیاسؑ پر ایمان لائے اور ان کے ساتھ رہنے کو اپنے اوپر لازم قرار دے لیا۔ تاریخ طبری میں ہے کہ حضرت الیاسؑ جب الیسعؑ کے گھر پہنچے تھے تو بھوک سے ان کی حالت سخت غیر تھی اور ان کے بچنے کا کوئی امکان نہ تھا، یہ دیکھ کر حضرت الیاس نے ان کے لئے روٹی کا بندوبست کیا اور وہ بچ گئے۔ یہ دیکھ کر الیسعؑ کی ماں نے کہا کہ آپ اس کو اپنے ہمراہ لیتے جائیں اور اپنے ساتھ رکھیں، چنانچہ وہ ان کے ہمراہ ہو گئے۔

حضرت الیاسؑ اور الیسعؑ بادشاہ لاجب کے پاس

طبری میں ہے کہ جب قحط کو تین سال گزر گئے اور بے شمار انسان جانور وغیرہ تباہ ہو چکے تو حضرت الیاس علیہ السلام الیسعؑ کو ہمراہ لے کر لاجب بادشاہ کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ اب بھی ایمان لا تاکہ قحط ختم کرایا جائے مگر وہ راہِ راست پر نہ آیا لیکن حضرت الیاسؑ نے بہ رحم پیغمبری دُعا کی اور قحط کی بلا دُور ہو گئی۔

حضرتِ الیاسؑ کی جانشینی اور خلافت

تاریخ طبری ج ۱ ص۱۷۶ میں ہے کہ "الیسع را خلیفہ خود کرد، برقوم خولیش" حضرت الیاسؑ نے الیسعؑ کو اپنی قوم پر اپنا خلیفہ مقرر کر دیا۔ روضۃ الصفاج ۱ ص۱۱۲ میں ہے "الیسع رابخلافت خود وصیّت کرد" حضرت الیاسؑ نے الیسعؑ کو اپنی خلافت کے لئے وصیّت کر دی یعنی انھیں اپنا خلیفہ اور وصی بنا دیا۔ عرائس ثعلبی ص۱۴۵ میں ہے کہ حضرت الیاسؑ نے حضرت الیسعؑ کو اپنا جانشین بنا دیا اور اس کی صورت یہ کی کہ اپنی عبا ان کے کندھے پر ڈال دی۔ "فکان ذالك علامة علی استخلافه ایاہ علی بنی اسرائیل" اور یہی ان کے خلیفہ بنانے کی اور نشانی کی دلیل تھی۔

حضرتِ الیاسؑ کی ابدی غیبت

فریقین کے علمائے محدثین اور مورخین کا اتفاق ہے کہ خداوندِ عالم نے اپنی مصلحت کی بنا پر حضرت ادریسؑ، حضرت عیسیٰؑ، حضرت خضرؑ، حضرت الیاسؑ کو ابدی[1] زندگی عطا کی ہے۔

حضرت ادریسؑ اور حضرتِ عیسیٰؑ آسمان پر ہیں اور حضرت خضرؑ و حضرت الیاسؑ زمین پر ہیں۔ حضرت خضرؑ کے سپرد سمندروں، دریاؤں اور جزیروں میں رہبری کرنا ہے اور حضرت الیاسؑ کے حوالے بیابانوں اور صحراؤں میں ہدایت کرنا ہے۔

اکثر مورخین نے حضرت الیاسؑ کے رفع آسمانی کو تحریر کیا ہے اور پُورا زور دے کر لکھا ہے کہ وہ آسمان پر اُٹھا لئے گئے ہیں"۔ ہمارے علاّمہ معاصر مولانا محمد بشیر نے بھی اپنی کتاب

---

[1] جس طرح حضرت ادریسؑ، عیسیٰؑ، خضرؑ، الیاسؑ زندہ ہیں۔ اسی طرح شیطان، دجال، یاجوج ماجوج بھی زندہ ہیں۔ جب ان لوگوں کے زندہ رہنے پر کسی کو اعتراض نہیں ہے تو آخر حضرت امام مہدی علیہ السلام کے زندہ و باقی رہنے پر کسی کو اعتراض کا کیونکر حق ہو سکتا ہے۔ باور کرنا چاہیئے کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام اسی طرح زندہ و باقی ہیں۔ جس طرح مذکورہ حضرات زندہ و باقی ہیں اور اسی طرح زمین پر نظروں سے غائب ہیں جس طرح حضرت خضرؑ و الیاسؑ غائب ہیں ۱۲ ؛

تاریخ اسلام کی ج اص۱۸۸ میں یہی کچھ تحریر فرمایا ہے ۔ وہ لکھتے ہیں " چنانچہ خدا نے ان کو آسمان پر زندہ اُٹھا لیا اور ان کو پَر عطا کئے کہ وہ آسمان پر اُڑ گئے " لیکن میرے نزدیک یہ تمام اقوال بالکل غلط ہیں، میں مورخ ہروی کے اس فرمانے کو صحیح سمجھتا ہوں کہ " حضرت الیاسؑ جب اپنی قوم کی ہدایت سے بالکل مایوس ہو گئے تو انھوں نے خدا سے دُعا کی کہ مجھے ان لوگوں سے دُور فرما دے ۔ میں اب ان لوگوں میں رہنا نہیں چاہتا ۔ خداوندِ عالم نے ان کی دُعا قبول کی اور ان کے لئے ایک مُدت معیّن کر دی ۔ چنانچہ وہ مدتِ معین کے قریب ہوتے ہی

بالیسع بکوہ رفت و در آنجا اسپے بالآت رکوت مجموع از آتش[۱] حراق ظاہر شد ۔ والیاس پائے در رکاب آوردہ الیسع را بخلافت خود وصیت کرد وجبۂ صوف خود در وے پوشانیدہ ہمہ لحظہ شہوات نفسانی از آں حضرت منقطع گشت وتعلق او باعراض جسمانی فانی شد و حضرت الٰہی الیاس را در قباب عزت از نظر خلق محجوب گردانید "۔

ترجمہ :۔ حضرت الیاسؑ پہاڑ پر چلے گئے ۔ وہاں ایک گھوڑا جو آتشیں تھا اور سواری کے سامان سے آراستہ تھا ظاہر ہوا ، الیاسؑ اُس پر سوار ہو گئے اور الیسعؑ کو اپنا خلیفہ بنا دیا اور اپنے اُونی جبہ کو انھیں پہنا دیا ۔ پھر اسی وقت خدا نے اُن سے شہواتِ نفسانی کو دُور کر دیا اور لوازمِ جسمانی کو ختم کر دیا ۔ اور انھیں لوگوں کی نظروں سے پردۂ عزت میں پوشیدہ کر دیا ۔ (روضۃ الصفا ج ۱ ص۱۱۲) ۔

اور یہی کچھ امام المحدثین حضرت علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ کے ارشاد سے بھی ظاہر ہوتا ہے انھوں نے کتاب حیات القلوب ج ۱ ص۲۲۶ میں بہت سی احادیث نقل کرنے کے بعد دُعائے الیاسؑ کی روایت نقل کی ہے اس کے بعد لکھتے ہیں کہ

" مولف گوید کہ ازیں احادیث وحدیث سابق بر ایں معلوم می شود کہ حضرت الیاس مانند حضرت خضر در زمین است وزندہ است تا زمان حضرت صاحب العصر علیہ السلام الخ "

ترجمہ :۔ مولف کہتا ہے کہ ان احادیث اور حدیث مذکورہ سے یہ بات معلوم

---

[۱] علامہ عبدالواحد عجائب القصص کے ص۱۹۲ میں لکھتے ہیں کہ " گویند کہ رنگ او آتشیں بود " بعض لوگ کہتے ہیں کہ گھوڑا آتش کا نہ تھا ، بلکہ اس کا رنگ آتشیں تھا ۔

ہوتی ہے کہ حضرت الیاسؑ، حضرت خضرؑ کی مانند زمین میں ہیں اور زندہ ہیں اور
اس وقت تک زندہ رہیں گے جب تک حضرت امام مہدی علیہ السلام کا
ظہور نہیں ہوتا"

اپنی اس تحقیق کی تصدیق میں انھوں نے علاّمہ ابنِ شہر آشوب علیہ الرحمۃ کی ایک روایت بھی نقل فرمائی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت رسُولِ کریمؐ ایک پہاڑ کی طرف سے گزرے تو اُن کے کان میں یہ آواز آئی کہ خدایا مجھے اُمّتِ محمدیہ میں سے قرار دے یہ سُن کر وہ پہاڑ پر چڑھ گئے دیکھا کہ ایک سفید بالوں کا انسان محوِ عبادت ہے جس کا قد ۳۰۰ ہاتھ کا ہے۔ حضرت نے پہچان لیا کہ یہ الیاسؑ ہیں۔ انھوں نے کہا کہ میں سال میں ایک بار طعام استعمال کرتا ہوں اور آج کا دن کھانا کھانے کا ہے۔ اس کے فوراً بعد غیب سے کھانا آگیا اور دونوں انبیاء نے کھانا تناول فرمایا۔

حضرتِ الیاسؑ کی غیبت کے بعد

مؤرخین کا بیان ہے کہ حضرت الیاسؑ مقام بعلبک سے روانہ ہو کر جلجال پہنچے پھر وہاں سے مقام "بیت ایل" گئے۔ حضرت الیسعؑ آپ کے ہمراہ تھے۔ وہاں بہت سے لوگوں نے آپ کا استقبال کیا اور الیسعؑ سے کہا کہ عنقریب تمھارا یہ نبی نظروں سے غائب ہو جائے گا۔ انھوں نے کہا خاموش رہو، پھر وہاں سے روانہ ہو کر بمقام "اریحا" پہنچے، پھر روانہ ہو کر "اُردن" وارد ہوئے۔ وہاں آپ کے پچاس شاگردوں نے آپ کا استقبال کیا، پھر آپ آبردِ اردن کی طرف گئے اور اپنی عبا پانی پر ڈالی، تا زمین خشک راستہ بن گیا۔ آپ روانہ ہو گئے، راستہ میں آپ نے الیسع کو دعا دی اور کہا کہ "انت منی وانا منك" پھر ان سے اشارہ بتایا کہ میں آج غائب ہو جاؤں گا الغرض ایک سواری کے ذریعہ نظروں سے غائب ہو گئے۔

الیسعؑ کی گریہ وزاری

مؤرخ کاشانی لکھتے ہیں کہ حضرت الیاسؑ چونکہ الیسعؑ کے سامنے نظروں سے پنہاں ہوئے اور انھوں نے ان کو اپنی آنکھوں سے جاتے ہوئے دیکھا اس لئے برداشت نہ کر سکے " دست بردہ گریباں خود را بدرید و پارہ ساخت" اپنے ہاتھوں سے اپنے گریبان کو پھاڑ ڈالا اور دامن کو پارہ پارہ کر دیا، اس کے بعد ملول اور رنجیدہ جیتے رہے۔ (ناسخ التواریخ ج ۱ ص۲۴۶ طبع ایران) الیسعؑ جو وصی الیاسؑ تھے اور بعد میں نبی بنائے گئے ان کا عمل یہ بتاتا ہے کہ کمال رنج وغم کی صورت میں گریباں

پھاڑا جا سکتا ہے اسے بدعت نہیں کہا جا سکتا۔

بادشاہ جابر کا تسلط اور لاجب اور اس کی عورت کا حشر

بروایت روضۃ الصفا حضرت الیاسؑ کے غائب ہو جانے کے تھوڑے عرصہ بعد اس ملک پر ایک جابر ترین بادشاہ کا تسلط ہو گیا اور اس نے وہاں کے سرکشوں کو تہ تیغ کر ڈالا۔ امام ثعلبی عرائس میں لکھتے ہیں کہ "سلط اللہ علی لاجب الملك وامراتہٖ عدوًّا لھم" کہ لاجب اور اس کی حرکتوں کی وجہ سے الیاسؑ کے بعد خداوند عالم نے ایک دشمن ترین بادشاہ کو ان پر تسلط دے دیا اور اس نے لاجب اور اس کی عورت "اربیل" کو اسی باغ میں قتل کیا جسے اربیل نے مزدکی (مردِ مومن) سے جبراً چھین کر اسے قتل کر دیا تھا، پھر قتل کے بعد ان کی مُردار لاش کو یونہی پڑا رہنے دیا۔ یہاں تک کہ گوشت گل سڑ گئے اور ہڈیاں چورا چورا ہو گئیں، سچ ہے ؎

ظلم کی ٹہنی کبھی پھلتی نہیں
ناؤ کاغذ کی سدا چلتی نہیں

حضرتِ الیاسؑ خانہ حضرت امام محمدؐ باقر علیہ السلام میں

جس طرح حضرت خضر علیہ السلام آئمہ اہلِ بیت علیہم السلام کی خدمت میں آتے جاتے رہتے ہیں اسی طرح حضرت الیاسؑ بھی ان حضرات کی خدمت میں حاضری دیتے رہتے ہیں مفضل بن عمر کا بیان ہے کہ میں ایک دن حضرت امام محمد باقرؑ کی خدمت میں حاضری کے لئے گیا تو سریانی میں کچھ کہتے ہوئے سُنا۔ جب میں اندر داخل ہوا تو پوچھا، حضور کیا باتیں کر رہے تھے۔ فرمایا۔ مفضل سُنو، الیاسؑ نبی بڑے فصیح اور بلیغ ہیں۔ (قصص الجزائری)۔

حضرتِ الیاسؑ بیت المقدس میں

بروایت روضۃ الصفا حضرت الیاسؑ ہر سال ماہِ رمضان کا روزہ بیت المقدس میں رکھتے ہیں۔ عید قربان مسجدِ قبا میں گذارتے ہیں جہاں حضرت خضرؑ بھی ہوتے ہیں اور امورِ خلائق پر تبادلہ خیالات بھی کرتے ہیں۔ بروایت عجائب القصص وہ موسمِ حج میں ہر سال حج کرنے مکہ معظمہ جاتے ہیں۔ بروایت حیات القلوب یہ دونوں عرفہ کے دن عرفات میں باہم ملاقات کرتے ہیں اور بروایت مواہب علیہ، صالحین کی جماعت انھیں دیکھتی اور ان سے ملتی رہتی ہیں۔

ایضاح

مورخ ہروی صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہیں کہ حضرت الیاسؑ کی دعوت و تبلیغ کی مدت ہمیں معلوم نہیں ہے اور اس کا بھی علم نہیں ہے کہ وہ کب تک زندہ رہیں گے۔ وہ فرائض کی انجام دہی کرتے ہیں، صلحا سے ملتے جلتے ہیں اور ان کو ہدایات دیتے ہیں اور

ٹھیک اسی طرح حضرت امام مہدی علیہ السلام بھی ایام زندگی گزار رہے ہیں، وہ فرائض کی انجام دہی فرماتے ہیں صلحاء اور علماء سے ملتے اور انھیں ہدایات دیتے ہیں اور اپنے لوگوں کی پوری توجہ کے ساتھ خبر گیری کرتے ہیں اور حجتِ خدا کی حیثیت سے پردۂ غیب میں ہیں اور قیامت کے قریب ظہور فرمائیں گے۔ "اللّٰھم عجل فرجہ"

حضرت الیسع علیہ السلام

حضرت الیسع علیہ السلام حضرت الیاس علیہ السلام کے خلیفہ اور جانشین تھے۔ ان کو حضرت الیاسؑ نے اپنی غیبت سے قبل اپنا خلیفہ بنایا تھا۔ وہ بروایتِ طبری حضرت الیاسؑ کے چلے جانے کے بعد درجۂ نبوت پر فائز ہوئے۔ وہ دیگر انبیاء کی طرح معصوم، افضل کائنات اور اعلم زمانہ تھے بروایت روضۃ الصفا حکم خدا سے نبی بنائے گئے تھے۔

لفظ، الیسعؑ کے معنی بروایت ناسخ التواریخ رحمت خداوندی کے ہیں، یہ لفظ عبرانی ہے۔ انھیں بروایت حیات القلوب، ابن العجوز یعنی بوڑھی عورت کا فرزند کہا جاتا تھا۔ کیونکہ ان کی ولادت اس وقت ہوئی تھی جب کہ ان کی والدہ بوڑھی ہو چکی تھیں۔ یہ انبیاء بنی اسرائیل سے تھے۔ ان کے والد ماجد کا نام بروایت ناسخ التواریخ، شافاط اور بروایت روضۃ الصفا اخطوت تھا، وہ بنی اسرائیل میں بڑی نمایاں حیثیت رکھتے تھے۔ ان کا پیشہ زراعت تھا۔ وہ دن بھر روزہ رکھتے تھے اور ساری رات عبادت میں گزارتے تھے، انھیں خدا نے پانی پر چلنے، مردے کو زندہ کرنے کور مادر زاد کو بینا بنانے اور مبروص کو شفا دینے کی قدرت عنایت فرمائی تھی۔ ان کے معجزات بے شمار تھے، بروایت روضۃ الصفا ج ا ص ۱۱۴ ان کے خلیفہ اور جانشین حضرت ذوالکفلؑ تھے۔

زاد العقبیٰ اردو ترجمہ مودۃ القربیٰ

مصنفہ حضرت سید علی ہمدانی۔ جن کی اعلیٰ تصانیف میں سے کتاب "مودۃ القربیٰ" آسمان شہرت کا آفتاب مانی جا چکی ہے۔ چونکہ یہ کتاب مستطاب عربی ہونیکی وجہ سے اردو دنیا کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی تھی۔ اسلئے اس کا اردو ترجمہ مع اصل عبارت مودۃ القربیٰ کے بار دوم میں مؤلف ممدوح کی سوانح عمری پر کافی روشنی ڈال کر طبع ہوا ہے۔ آفسٹ چھپائی۔ کتابت و کاغذ عمدہ۔ ہدیہ مناسب۔

ملنے کا پتہ } امامیہ کتب خانہ۔ مغل حویلی۔ اندرون موچی دروازہ لاہور ۸

باب ۲۸

حضرت داؤد علیہ السلام

حضرت داؤد علیہ السلام، خدا کے برگزیدہ نبی تھے۔ یہ اسی طرح تمام عیوب سے پاک تھے جس طرح دیگر انبیائے خدا تھے، معصوم تھے، افضل زمانہ اور اعلم عصر تھے۔ شجاعت میں بھی یکتا تھے۔ بروایت سفینۃ البحار اگر آپ کی کسی بکری کو شیر دبوچ لیتا تھا تو آپ اُسے گردن سے پکڑ کر بکری چھین لیتے تھے۔ خداوندِ عالم نے قرآن مجید میں آپ کا بار بار ذکر کیا ہے اور خصوصیت سے آپ کے خلیفۂ خدا ہونے کا اعلان فرمایا ہے۔ آپ پر زبُور کا نزول ہوا تھا۔ آپ کو ایسا لحن دیا گیا تھا کہ دُنیا میں کسی کو بھی نصیب نہیں ہوا۔ بروایت روضۃ الصفا، جب آپ زبُور کی تلاوت فرماتے تھے تو حلق سے بہتر قسم کی آواز پیدا ہوتی تھی۔ چونکہ زبور میں احکام نہ تھے بلکہ مواعظ و حکم تھے اس لئے آپ شریعتِ موسوی کے پیرو اور تورات کے احکام پر عامل تھے۔ خدا نے آپ کو ان انبیاء میں شامل کیا تھا جنھیں نبوت کے ساتھ ساتھ بادشاہت بھی عطا کی تھی۔ امام ثعلبی آپ کے ان صفات کے متعلق جن سے خداوندِ عالم نے آپ کو خصوصی طور پر متصف فرمایا ہے، لکھتے ہیں وہ بہت سے ہیں جن میں سے (۱) یہ ہے کہ ان پر زبور نازل فرمایا ہے جو عبرانی زبان میں ہے۔ اس میں ایک سو پچاس سورے ہیں جن میں سے پچاس سوروں میں بادشاہوں بخت نصر و اہلِ بابل وغیرہ کا ذکر ہے اور پچاس سوروں میں روم اور اہلِ ایران کا ذکر ہے اور پچاس سوروں میں مواعظ و حکم ہیں، اس میں حلال و حرام کا ذکر نہیں ہے (۲) آپ کو ایسا لحن دیا تھا کہ جب زبور پڑھنے کے لئے جنگل کو روانہ ہوتے تھے تو ان کے پیچھے علماء کا گروہ علماء کے پیچھے لوگوں کا ہجوم، لوگوں کے پیچھے جنوں کا گروہ، جنوں کے پیچھے شیاطین کا گروہ ساتھ جاتا تھا۔ وہ ستر لحن میں زبور کی تلاوت کرتے تھے اور جب پڑھنے لگتے تھے تو وحشی جانور قریب آجاتے تھے، پرندے ٹھٹھ کے ٹھٹھ سایہ فگن ہو جاتے تھے۔ بہتا پانی رُک جاتا تھا، چلتی ہوئی ہوا تھم جاتی تھی، شیطان

نے اسی سے متاثر ہوکر بانسری وغیرہ کی ایجاد کی تاکہ لوگ داؤد کی طرف سے پھر جائیں (۳) جب زبور کی تلاوت کرتے تھے تو پہاڑوں سے بھی عبادت کی آواز پیدا ہو جاتی تھی (۴) انھیں حکمت اور فصل الخطاب سے نوازا تھا (۵) عبادت کرنے کی قوت عطا کی تھی۔ ہمیشہ ہر دوسرے دن روزہ رکھتے تھے اور ساری رات عبادت میں گذارتے تھے (۶) حکومت عطا کی تھی (۷) حملہ آوری کی طاقت دی تھی، انھوں نے کبھی شکست نہیں کھائی (۸) خدا نے ان کے لئے لوہے کو نرم کر دیا تھا۔ جب وہ لوہے کو چھوتے تھے تو وہ موم کی مانند نرم ہو جاتا تھا۔ آپ آگ کی مدد کے بغیر زرہ تیار کیا کرتے تھے اور اسی کو فروخت کر کے اپنا آزوقہ فراہم کرتے تھے (عرائس ص۱۵۴)

لفظ زبور بفتح ز، کے معنی کتاب کے ہیں۔ لیکن اس لفظ سے وہ کتاب مراد لی جاتی ہے جو حضرت داؤد پر نازل ہوئی تھی (المنجد) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ طلب حاجات کے لئے سہ شنبہ (منگل) کے دن نکلا کرو تاکہ تمہاری حاجتیں پوری ہو جایا کریں کیونکہ اسی دن خدا نے حضرتِ داؤدؑ پر لوہا نرم کیا تھا (الجزائری ص۳۸۴)۔

حضرت داؤدؑ کا نسب نامہ

آپ کا نسب نامہ بروایت طبری یہ ہے داؤدؑ بن ایسا یور بن عوید بن عابو بن سلمون بن یخمون بن عمران بن رام بن عمرو بن فارص بن یہودا بن یعقوبؑ بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام اور بروایت عرائس ثعلبی داؤدؑ بن ایشا بن عوفیہ بن یوعز بن مسلمون بن یخشون بن عمیوذب بن ارم بن عفرون بن بارص بن یہودا بن یعقوبؑ بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام ہے اور بروایت ابنِ خلدون، داؤد بن ایشا بن عوفذ بن یوعز بن مسلمون بن نخشول بن عمیناذب بن ارم بن حصرون بن بارص بن یہودا بن یعقوبؑ بن اسحاق بن ابراہیمؑ ہے۔

حضرت داؤدؑ کی بعثت سے قبل جنابِ اشموئیلؑ کی بعثت اور جالوت وطالوت کا واقعہ

مورخین کا بیان ہے کہ حضرت موسیٰؑ کے بعد سے بنی اسرائیل نے گناہوں کا راستہ اختیار کر لیا تھا اور سخت بے دین ہو گئے تھے۔ خداوندِ عالم نے ان کی ہدایت کے لئے انھیں میں سے متعدد انبیاء مبعوث کئے لیکن وہ راہِ راست پر نہ آئے۔ یہاں تک کہ اس نے اشموئیلؑ نبی کو مبعوث کیا جن کا نسب نامہ بروایت ابنِ خلدون یہ تھا، اشموئیل بن قنا بن یردعام بن یہوذ بن یوحا بن صوب بن القافا بن یویل بن عزیز بن صنعینا بن تاحت بن اسر بن الفانا

بن نشاسات بن قاردن تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ یعقوبؑ کے فرزند لاوی کی اولاد سے تھے اور یہی میرے نزدیک دُرست ہے۔

حضرت اشموئیلؑ ان کی ہدایات کرتے رہے لیکن وہ کسی طرح نہ سنبھلے بالآخر خداوندِعالم نے ان پر ایک جابر بادشاہ "جالوت" نامی کو مسلط کر دیا، اس نے ظلم و جور کے پہاڑ ان پر توڑ دیئے ان کے مردوں کو قتل کرتا تھا اور ان کی عورتوں کو کنیزی میں لیتا تھا اور اسی قسم کے بہت سے مظالم کر رہا تھا یہاں تک کہ بنی اسرائیل عاجز آ گئے اور انھوں نے حضرت اشموئیل کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض پرداز ہوئے کہ آپ خدا سے دُعا کیجئے کہ وہ ایک ایسا سردار ہمیں عطا کرے کہ ہم اس کے ذریعہ سے جالوت کی سلطنت کا تختہ اُلٹ دیں کیونکہ اس کے مظالم اب برداشت نہیں ہوتے۔ حضرت اشموئیل نے کہا کہ اب جبکہ تم اس سے لڑنے کو تیار ہو تو پھر اپنے ارادے مضبوط کر لو۔ عنقریب خدا تم پر جہاد واجب کر دے گا اور تم جم کر لڑنا تاکہ جالوت کا خاتمہ ہو جائے۔

الغرض ان لوگوں پر خدا کی طرف سے فریضۂ جہاد عائد کر دیا گیا۔ مگر وہ اس کی ادائیگی پر مستعد نظر نہ آئے، اس کے بعد حضرت اشموئیل نے کہا کہ اب کیا چاہتے ہو۔ انھوں نے کہا کہ ہم ایک سردار چاہتے ہیں آپ دُعا کر دیجئے۔ انھوں نے فرمایا کہ سردار کے معین ہونے پر بھی تمھیں جنگ ہی کرنا ہوگی اور اب جبکہ جہاد فرض ہو گیا ہے اب بھی لڑنا ہی ہے، جب تم اس وقت جہاد نہیں کرتے تو سردار کی تعیین کے بعد کیسے جنگ کرو گے۔ انھوں نے کہا نہیں ہم اُس وقت جنگ کریں گے۔

مختصر یہ کہ حکم خدا سے طالوت کا تقرر ہو گیا اور ان پر سردار مقرر کر دیئے گئے۔ جب اُن کی سرداری کا اعلان ہوا اُن لوگوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ ہم میں سے بعض ان سے بہتر ہیں۔ ان کا تقرر کیوں کیا گیا؟ حضرت اشموئیل نے فرمایا کہ یہ اہل ہیں اور جو تقرر ہوا ہے بالکل صحیح ہے، اب تم کو ان کی سرداری تسلیم کرنا پڑے گی۔ چنانچہ ان لوگوں نے ان کی سرداری مان لی۔

جنابِ طالوت جو حضرت یوسفؑ کے بھائی بنیامین کی اولاد سے تھے، جالوت سے جنگ کے لئے تیار ہوئے اور بنی اسرائیل کو آمادہ جنگ کیا۔ جب یہ لوگ جنگ کے لئے نکلے تو گرمی کے دن تھے پیاس کے مارے پریشان ہو گئے۔ طالوت سے کہنے لگے کہ خدا سے دُعا کرو کہ کوئی نہر ملے غرض ایک نہر ظاہر ہوئی اور طالوت نے سب کو سمجھا دیا کہ یہ آزمائش کی نہر ہے جس نے ایک چلّو پیا وہ مجھ سے ہے اور جس نے زیادہ پیا وہ مجھ سے نہیں۔ مگر جب یہ لوگ نہر کے کنارے پہنچے تو ۳۱۳ آدمیوں کے سوا سب کے سب مُنہ کے بل پانی پر گر پڑے۔

اور خوب ڈگڈگا کے پانی پیا، آخر اُن کے ہونٹ سیاہ ہو گئے اور چلنے سے مجبور ہو گئے۔ کتنا ہی پانی پیتے تھے مگر پیاس نہیں بجھتی تھی اور جن لوگوں نے ایک چُلّو پانی پیا تھا وہ اچھے رہے اور پیاس بھی بُجھ گئی۔ بروایت حیات القلوب حضرت داؤدؑ جنگِ جالوت کے لئے مسجد سہلہ سے روانہ ہوئے تھے۔

غرضیکہ یہ میدان میں پہنچے اور جنگ شروع ہو گئی۔ اسی دوران میں جالوت نے اپنا مقابل طلب کیا اور کہا کہ ایسا شخص میرے سامنے لاؤ جو مجھ سے لڑنے کے قابل ہو۔ یہ سُن کر جنابِ طالوت نے بنی اسرائیل سے کہا کہ تم میں کون ایسا ہے جو اس کے مقابلہ کے لئے جائے۔ جالوت چونکہ فنِ سپہ گری میں مشہور تھا اور اس کی بہادری کا شہرہ تھا اس لئے کوئی بھی اس سے لڑنے کے لئے تیار نہ ہوا۔ پھر جناب طالوت نے فرمایا کہ جو اس سے جنگ کر کے کامیاب ہو گا آدھا ملک اُسے دے دوں گا اور اپنی لڑکی سے اس کی شادی بھی کر دوں گا۔ اس کے باوجود کوئی بھی اُس سے لڑنے کے لئے تیار نہ ہوا۔ بالآخر انھوں نے حضرت اشموئیل سے عرض کیا کہ اب کیا کریں؟ انھوں نے فرمایا کہ وہ صندوق[1] لاؤ جو تمھاری تائید میں آسمان سے اُترا ہے جب وہ صندوق لایا گیا اور اُسے کھولا گیا تو اس میں ایک زِرہ نکلی۔ حضرت اشموئیلؑ نے فرمایا کہ یہ زرہ جس کے جسم پر ٹھیک آجائے گی وہ جالوت کا قاتل ہو گا۔ چنانچہ یہ زرہ نمایاں افراد کے جسم پر منطبق کی گئی، مگر کسی کے جسم پر ٹھیک نہ اُتری تو حضرت اشموئیل نے فرمایا کہ ایشا کے فرزندوں کو طلب کرو، جب وہ طلب کئے گئے اور ان کے جسم پر یہ زرہ ٹھیک نہ اُتری تو انھوں نے کہا کہ ان کے ان دس بیٹوں میں ایک اور فرزند بھی ہے جس کا نام داؤدؑ ہے اُسے بھی بلاؤ، جب وہ فرزند جو سب سے چھوٹا تھا آیا، تو زرہ اس کے جسم پر بالکل ٹھیک اُتر آئی اگرچہ وہ بالکل دھان پان تھا۔

مختصر یہ کہ انھیں کو جالوت کے مقابلے کے لئے بھیج دیا گیا۔ جناب داؤدؑ جب جالوت کے مقابلہ میں پہنچے تو انھوں نے اپنے گوفنے میں ایک پتھر رکھ کر اس کی طرف پھینکا۔ کیونکہ

---

[1] یہ وہ صندوق تھا جو بنی اسرائیل کے پاس تھا جسے وہ ہر جنگ میں ساتھ رکھتے تھے اور اس سے عین لڑائی کے وقت ایسی آواز پیدا ہوتی تھی کہ مخالف خوف زدہ ہو کر شکست کھا جاتا تھا، یہ صندوق عہدِ یوشعؑ بن نون تک زمین پر رہا۔ لیکن ان کے بعد بنی اسرائیل کی تعدیوں کی وجہ سے آسمان پر اُٹھا لیا گیا تھا اور مدّت مدید کے بعد طالوت کی تائید کے لئے آسمان سے اُترا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ یہی وہ صندوق تھا جس میں رکھ کر حضرت موسیٰؑ کو دریائے نیل میں ڈالا گیا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ اس میں تبرکاتِ انبیاء تھے۔

ان کے پاس ان تین پتھروں کے علاوہ جسے انھوں نے راستے میں سے اُٹھا لیا تھا، لڑنے کا اور کوئی سامان نہ تھا، وہ پتھر ٹھیک جالوت کی پیشانی پر لگا۔ جالوت جو ایک زبردست ہاتھی پر سوار تھا اور شاندار تاج پہنے ہوئے تھا اور آلاتِ حرب سے آراستہ تھا، چکرا کر گر پڑا اور وہیں مر گیا، پھر انھوں نے ایک پتھر لشکر کے داہنے طرف اور ایک بائیں طرف مارا جس سے سارا لشکر تباہ و برباد ہو گیا۔ بالآخر حضرت داؤدؑ کو سلطنت مل گئی۔ اور ان کی شادی طالوت کی لڑکی جس کا نام بروایت الیعقوبی میخیل بنت طالوت تھا، سے ہو گئی میرے نزدیک طالوت مومن کامل تھے۔ یہی وجہ ہے کہ بروایت حیات القلوب حضرت علیؑ نے فرمایا ہے کہ میں اس اُمت کا طالوت ہوں۔

حضرت داؤدؑ کی شادی

مورخین کا بیان ہے کہ جب حضرت داؤد علیہ السلام قتلِ جالوت سے فراغت حاصل کر چکے تو طالوت سے کہنے لگے کہ تم اپنا وعدہ پورا کرو، یعنی اپنی لڑکی کی شادی میرے ساتھ کر دو۔ طالوت نے کہا کہ میرا وعدہ یہ تھا کہ میں نصف سلطنت دوں گا تم نصف سلطنت قبول کر لو۔ انھوں نے کہا کہ نصف سلطنت تو میں لے ہی لوں گا۔ لیکن سوال تو لڑکی کی شادی کا ہے۔ طالوت نے کہا کہ چلو شادی بھی کر دیں گے۔ لیکن تم یہ بتاؤ کہ مہر کیا دو گے؟ انھوں نے کہا کہ مہر کا ہماری طرف سے کوئی وعدہ نہیں ہے۔ طالوت نے کہا کہ نہیں مہر تو ضروری ہے، چلو تمھیں جو نصف سلطنت ملنے والی تھی اب اسی کو مہر میں قرار دے دو، یہ سن کر بنی اسرائیل سخت ناراض ہوئے اور انھوں نے کہا کہ تم ان پر ظلم نہ کرو اور جو وعدہ کیا ہے اُسے پورا کرو، طالوت نے کہا کہ اچھا ایسا کرو کہ اس نکاح کے سلسلہ میں مہر اپنی بہادری سے ادا کر دو، یعنی میں جس پہاڑ میں رہتا ہوں اس میں دو سو کافر میرے دشمن ہیں، تم ان کو قتل کر کے ان کے سر میرے پاس لاؤ اور میری لڑکی سے نکاح کر کے اسے لے جاؤ، حضرت داؤدؑ نے اس بات کو مان لیا اور پہاڑ پر جا کر ان لوگوں سے جنگ کی اور سب کو قتل کر کے ان کے سر طالوت کے سامنے لا موجود کیے۔ بروایت العرائس طالوت نے اپنی لڑکی کا عقد ان کے ساتھ کر دیا اور ملک ان کے سپرد کر دیا۔ روضۃ الصفا میں ہے کہ اس رشتہ کی تکمیل میں حضرت اشموئیلؑ بھی شامل تھے۔ مورخ ابن واضح کا بیان ہے کہ طالوت جس کا اصل نام شادل تھا۔ اس کی لڑکی جو حضرت داؤدؑ کے نکاح میں آئی اُس کا نام میخیل تھا۔ بروایت الیعقوبی میخیل سے کوئی اولاد نہ تھی۔ لیکن بروایت روضۃ الصفا اس سے "شلوم" نامی لڑکا پیدا ہوا تھا، جو بعد میں لوگوں کے بہکانے سے حضرت داؤدؑ کے مقابلہ میں آیا تھا۔

حضرت داؤدؑ کی ایک اور شادی بتشبع[له] نامی عورت سے ہوئی تھی۔اس کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت داؤدؑ بیت المقدس میں قیام پذیر تھے۔ایک دن کارِ منصبی سے فراغت کے بعد جب کہ سورج ڈوب رہا تھا بالاخانے پر چلے گئے، ناگاہ ان کی نگاہ ایک عورت پر پڑی، چونکہ اس کے بطن سے نبی خدا "سلیمانؑ" کی پیدائش مقدر ہو چکی تھی۔ لہٰذا حضرت داؤدؑ نے اسے اپنے حبالۂ نکاح میں لانے کا ارادہ کیا، ان سے بتایا گیا کہ یہ عورت جس کا نام تبشبع بنت اغلیعام ہے (بروایت ناسخ التواریخ ج ۱ ص ۲۸۲ و حیات القلوب ج ۱ ص ۳۲۴) اوریا بن حنان الشطی (الیعقوبی ص ۴۰) سے منسوب اور اس کی منگیتر ہے جو کہ آپ کی فوج میں ایک بہادر سپاہی ہے اور اس وقت جنگ "بلقا" میں گیا ہوا ہے۔حضرت داؤدؑ نے اُسے طلب کیا اور اس سے تبادلۂ خیال فرمایا۔جس کے نتیجے میں بروایت تفسیر مواہب علیہ وعجائب القصص ص ۱۹۹ یہ معلوم ہوا کہ اس عورت کے بزرگوں نے اوریا کے کسی طرزِ عمل سے ناراض ہو کر رشتہ دینے سے انکار کر دیا ہے۔ بنا بریں حضرت داؤدؑ نے اس سے شادی کا پیغام بھیجا اس نے بروایتِ طبری در روضۃ الصفا اس رشتہ کو اس شرط کے ساتھ مان لیا۔ کہ جب میرے بطن سے فرزند پیدا ہوگا تو اسے اپنا جانشین بنائیں گے۔حضرت داؤدؑ چونکہ علم نبوت سے ولایت سلیمانؑ اور ان کی خلافت و نبوت کو جانتے تھے۔ لہٰذا بات طے ہوگئی اور حضرت داؤدؑ کی شادی اس کے ساتھ ہوگئی۔

افسانہ اوریا کے متعلق ضروری وضاحت

میرے نزدیک اوریا کا واقعہ بس اسی قدر صحیح ہے جس قدر میں نے لکھا ہے، بعض لوگوں نے جو یہ لکھا ہے کہ حضرت داؤدؑ محراب عبادت میں تھے اور شیطان سونے کی چڑیا بن کر آیا، اُنھوں نے اس کا پیچھا کیا۔ وہ ایک مکان کی دیوار پر بیٹھی یہ وہاں پہنچے تو ایک حسین و جمیل عورت کو برہنہ غسل کرتے دیکھا وہ اس پر فریفتہ ہوئے۔ تفحص حالات کے بعد وہ اوریا کی بیوی ثابت ہوئی۔انھوں نے اوریا کو جنگاہ میں بھجوا کر قتل کرا دیا اور اس کی بیوی سے نکاح کر لیا۔ یہ قصہ گویوں کی اختراع ہے اور قطعاً غلط ہے بروایت عیون الاخبار والجزائری وحیات القلوب حضرت امام رضا علیہ السلام سے اس

له طبری میں اس عورت کا نام بسانع بنت الیاس اور اوریا کے باپ کا نام حائنا بن عزاریا اور الیعقوبی میں عورت کا نام برسابنت الیات اور اوریا کے باپ کا نام حنان الشقی مرقوم ہے۔النور المبین فی قصص الانبیاء والمرسلین جزائری ص ۲۹۳ میں ہے کہ اوریا کا نکاح داؤدؑ کے بعد آٹھویں دن اتفاقاً انتقال ہوگیا تھا

کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے مذکورہ قول کو سُن کر اپنی پیشانی پر ہاتھ مارا اور "اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ" کہہ کر بے انتہا افسوس کیا اور فرمایا کہ یہ بالکل ہی بکواس ہے۔ میرے نزدیک اس نبی خدا کے متعلق جو کہ معصوم ہوتا ہے اس قسم کا تصور بھی گناہِ عظیم ہے یہی وجہ ہے کہ مفتی اعظم اسلام حضرت علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے۔ "من حدث بحدیث داؤد علی ما یرویہ القصاص جلدتہ مائۃ وستین"۔ یعنی جو شخص حضرت داؤدؑ کے متعلق وہ قصہ بیان کرے گا جو قصہ گویوں کی اختراع ہے تو میں اس کو ایک سو ساٹھ دُرّے ماروں گا۔ (حاشیہ تاریخ ابن خلدون حصہ اول ص ۲۲۴ طبع کراچی و الجزائری ص ۳۹۵)۔

حضرتِ داؤدؑ کی نبوّت اور اُن پر زبُور کا نزول

حضرت داؤد علیہ السلام حضرت اشموئیلؑ کے انتقال فرمانے اور طالوت کی وفات کے بعد درجۂ نبوّت پر فائز ہوئے۔

حضرت اشموئیلؑ خدا کے برگزیدہ نبی تھے۔ ان کی زبان عبرانی تھی۔ وہ شریعت حضرت موسیٰؑ پر عامل تھے۔ جب آپ کی عمر ۵۲ سال کی ہوئی تو آپ نے مقام موآب میں علیل ہو کر انتقال فرمایا۔ آپ کی قبر اسی کے قریب مقام "رامہ" میں ہے جو بیت المقدس میں واقع ہے۔ حضرت داؤدؑ درجۂ نبوّت پر فائز ہونے کے بعد برابر تبلیغ کرتے رہے۔ خداوند عالم نے آپ پر کتاب زبُور نازل فرمائی۔ زبُور کا نزول ماہِ رمضان کی شبِ قدر میں ہوا تھا۔ ایک روایت کی بناء پر ایک ساتھ ساری کی ساری کتاب زبُور نازل ہوئی تھی اور ایک روایت کی بنا پر سورے سورے اس کا نزول ہوا تھا۔ امام ثعلبی نے اس کے تین حصے قرار دیئے ہیں اور مسعودی نے بھی یہی لکھا ہے لیکن کسی نے اس کا ذکر نہیں کیا کہ اس میں محمدؐ و آلِ محمدؐ کا خاص طور پر ذکر موجود ہے۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ زبُور میں حمدِ خدا، دُعا اور مناجات کے ساتھ ساتھ حضرت رسُول خداؐ، حضرت امیر المومنینؑ اور دیگر آئمہ طاہرینؑ کا خصوصی ذکر ہے اور رجعت کا تذکرہ ہے نیز ظہور حضرت حجتؑ کی مکمل خبر ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ خداوندِ عالم نے قرآن مجید میں بھی اس کی طرف گہرا اشارہ فرمایا ہے، ارشاد ہوتا ہے "لقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثھا عبادی الصالحون"۔ ہم نے زبُور میں لکھ دیا ہے کہ ذکر (رسُولؐ) کے بعد اس زمین کے وارث آئمہ طاہرینؑ ہوں گے۔ (حیات القلوب) بروایت مشکوٰۃ و شفا قاضی عیاض حضرت داؤدؑ زبُور کی تلاوت اتنی جلدی کر لیتے تھے کہ لوگ حیران ہو جاتے تھے یعنی سواری کے لئے زین گھوڑے پر رکھتے تھے تو زبور شروع کرتے تھے اور زین کستے کستے زبور ختم

کر لیتے تھے (عجائب القصص ص۱۹۹)، ٹھیک اسی طرح امیر المومنینؑ قرآن مجید کی تلاوت بھی فرما لیا کرتے تھے۔ منقول ہے کہ ایک پاؤں رکاب میں رکھتے تھے اور دوسرا دوسرے رکاب تک پہنچتے پہنچتے قرآن ختم کر لیتے تھے۔

لحن داؤدی اور امیر المؤمنینؑ

حضرت داؤد علیہ السلام کو خداوندِ عالم نے جو لحن عطا کیا تھا میں نے اس کا ذکر گزشتہ صفحات میں کر دیا ہے

ایک روایت میں ہے کہ حضرت داؤدؑ جس وقت زبور کی تلاوت کرتے تھے تمام سُننے والے مدہوش ہو جاتے تھے۔ وہ چاہے انسان ہوں، یا چرند یا پرند، عام چوپائے ہوں یا درندے کوئی اپنے ہوش میں نہ رہتا تھا۔ یہاں تک کہ اگر شیر کو پکڑنا چاہے تو وہ پکڑا جا سکتا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ خداوندِ عالم آخرت میں علیؑ کو جبرئیل کی طاقت، آدمؑ کا نور، یوسفؑ کا جمال اور داؤدؑ کی آواز عطا فرمائے گا اور وہ جنت کے خطیب ہوں گے۔ ان کی دلکش آواز سے اہلِ جنت مدہوش ہو جایا کریں گے۔

حضرت داؤدؑ کے گذرِ اوقات کا ذریعہ

حضرت داؤد علیہ السلام اپنا گذر اوقات کھجور کے پتوں سے زنبیل بنا کر کیا کرتے تھے اور جو اس کی آمدنی سے زیادہ خرچ کی ضرورت ہوتی تھی وہ بیت المال سے لے لیا کرتے تھے۔ ایک دن وہ بازار سے گزر رہے تھے کہ ایک فرشتہ انسانی صورت میں ملا۔ انھوں نے حسبِ عادت اس سے پوچھا کہ تم داؤدؑ کو پہچانتے ہو، اس نے کہا ہاں پہچانتا ہوں۔ انھوں نے پوچھا وہ کیسا آدمی ہے، فرشتے نے کہا وہ بہت اچھے آدمی ہیں۔ لیکن ان میں ایک عیب ہے۔ انھوں نے پوچھا وہ کیا؟ اس نے کہا کہ وہ یہ ہے کہ وہ بیت المال سے اپنا آزوقہ پورا کرتے ہیں اور خود مکمل محنت سے رزق فراہم نہیں کرتے۔

یہ سُن کر حضرت داؤدؑ اپنے گھر واپس آئے اور انھوں نے بیت المال سے آزوقہ لینا بند کر دیا اور زرہ سازی کا کام شروع کر دیا، خداوندِ عالم نے ان پر یہ کرم کیا کہ لوہے کو موم بنا دیا وہ آگ اور آلات کے بغیر بہترین زرہ تیار کرتے تھے اور اسی سے آزوقہ حاصل کرتے تھے۔ حضرت داؤدؑ ہی زرہ سازی کے موجد تھے اور ان جیسی زرہ کوئی بنا نہ سکتا تھا۔ اسی وجہ سے ایک زرہ چار ہزار میں فروخت ہوتی تھی۔ اس سے وہ گذرِ اوقات کرتے تھے اور جو بچ جاتا تھا اُسے راہِ خدا میں خیرات کر دیتے تھے۔

حضرت داؤدؑ کی عبادت گذاری

مورخین کا بیان ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام بے پناہ عبادت کرتے تھے۔

دن بھر روزہ رکھنا اور رات بھر عبادت کرنا آپ کا شیوہ تھا۔ بروایت سفینۃ البحار، ایک دن انھوں نے سوچا کہ ایسی جگہ چل کر عبادت کرنا چاہیئے جہاں کوئی نہ ہو، چنانچہ آپ ایک پہاڑ کی بلندی پر چلے گئے اور وہاں عبادت میں مشغول ہوئے۔ اتنے میں جبرئیل آئے اور انھوں نے کہا کہ اے داؤدؑ تم یہاں کیوں آئے ہو، فرمایا کہ عبادت اور مناجات کرنے۔ جبرئیل نے کہا کہ تمھیں تو علم ہے کہ خدا ہر ایک کی آواز سنتا ہے وہ چاہے جتنی خفی ہو۔ کہا میرا دل یہی چاہا کہ میں بالکل تنہائی میں اپنے مالک سے مناجات کروں۔ اس لئے میں آگیا جبرئیل نے کہا اچھا آؤ تمھیں توجہ قدرت کا ایک نظارہ دکھاؤں۔ یہ کہہ کر جبرئیل انھیں ایک سمندر میں لے گئے اور اتنی گہرائی میں لے گئے کہ اگر اتنی مسافت خشکی میں طے کی جاتی تو چالیس دن لگتے وہاں جب قعرِ دریا میں پہنچے تو ایک بہت بڑا پتھر ملا، جب اسے توڑا تو اس میں، ایک بہت چھوٹا سا کیڑا پڑا ہوا تھا۔ جبرئیل نے کہا کہ اے داؤدؑ رب العالمین اس کیڑے سے بھی غافل نہیں ہے اس کی آواز سنتا ہے اور اسے روزی دیتا ہے۔ اسی طرح کی ایک یہ روایت ہے کہ ایک دن حضرت داؤدؑ نے نہایت پُرخلوص عبادت کے لئے اپنا حجرہ بند کر لیا اور بڑے خلوص کے ساتھ عبادت کر کے جب برآمد ہوئے تو ایک مینڈک سامنے آیا اور اس نے کہا اے نبی خدا آج کی عبادت پر آپ بڑے خوش ہوں گے۔ لیکن میں بھی ایک مخلوق خدا ہوں میری عبادت بھی سُن لو، میں قعرِ دریا میں شب و روز عبادت کرتا ہوں اور جب کبھی بھوکے جانور کی آواز سُنتا ہوں تو سطح آب پر آجاتا ہوں تاکہ بھوکا مجھے کھا کر اپنی بھوک کی آگ بجھالے۔ حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ حضرت داؤدؑ نے ایک رات پوری تلاوتِ زبور میں گذاری اور بالکل نہیں سوئے اور اس عبادت پر خوش تھے۔ اتنے میں ایک مینڈک سامنے آیا اور اس نے کہا ایک پوری رات جاگ کر تلاوتِ زبور کی تو خوش ہو۔ سُنو، میں چالیس سال سے قعرِ بحر میں اس طرح عبادت کر رہا ہوں کہ منٹ کے لئے بھی میری زبان حمدِ باری سے نہیں رُکی۔ حضرت داؤدؑ ان واقعات سے بے انتہا متاثر ہوئے۔

حضرت داؤدؑ کے فیصلے کا انداز

حضرت داؤدؑ علیہ السلام لوگوں کے فیصلے حسبِ دستور سابق گواہوں، اور قسم کے اصول پر کیا کرتے تھے اور یہی مناسب بھی تھا۔ لیکن ایک دن انھوں نے خدا سے درخواست کی کہ مالک میری گذارش یہ ہے کہ گواہوں اور قسم سے بے نیاز ہو کر علم حقیقی کے مطابق فیصلہ کیا کروں۔ یعنی تو جو عالم حقیقی ہے مجھے اصل حال سے آگاہ کر دیا کر اور میں اُسی کے مطابق فیصلہ کر دیا کروں گا۔ خداوندِ عالم نے فرمایا کہ اے داؤدؑ میں ایسا تو تمھاری خواہش کے مطابق

کردوں گا۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ تمھاری قوم اس فیصلے کو برداشت نہ کرسکے گی۔ مگران کی پیہم درخواست پر خداوند عالم نے اس اندازِ فیصلہ کی حامی بھرلی، بروایت قطب راوندی دو شخص حضرت داؤدؑ کے پاس جھگڑتے ہوئے آئے۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ اس دوسرے شخص نے میرا مال غصب کرلیا ہے۔ لہٰذا میرا مال اس سے دلوادیجئے۔ حضرت داؤدؑ نے اس کے فیصلہ کے لئے خدا کی طرف رجوع کی۔ خدا نے فرمایا کہ اے داؤدؑ تم مُدعا علیہ سے کہو کہ اس مُدعی کو قتل کر دے اور اس کا سارا مال اسے دلوا دو۔ حضرت داؤدؑ نے حسب الحکم مدعا علیہ کے ذریعہ سے مُدعی کو قتل کرا دیا اور اس کا مال مدعا علیہ کو دلوا دیا۔ اس خبر کے نشر ہوتے ہی بنی اسرائیل میں ہلچل مچ گئی اور لوگ حضرت داؤدؑ کے پاس آکر کہنے لگے کہ آپ نے مظلوم کی حمایت کے بجائے ظالم کی حمایت کی اور مظلوم کو تباہ کرا دیا، یہ کہاں کا انصاف ہے۔ حضرت داؤدؑ نے خدا کی طرف رجوع کی۔ حکم ہوا کہ تم ان سے کہہ دو کہ اس مدعی نے مدعا علیہ کے باپ کو قتل کرکے اس کا سارا مال لوٹ لیا تھا۔ میں نے اسے قتل کرنے کا اسی لئے حکم دیا ہے کہ وہ قاتل تھا۔ انصاف یہی ہے کہ قاتل کو قتل کیا جائے اور اس کا مال اس کے ورثاء کو دلوایا جائے۔ اے داؤدؑ تم فلاں مقام پر جاؤ، وہاں اس کا باپ دفن ہے اور اس کا نام لے کر آواز دو، قبر سے جواب آئے گا۔ اس سے پوچھو کہ تیرا قاتل کون ہے حضرت داؤدؑ نے بہت سے بنی اسرائیل کو ہمراہ لے کر اس مقام کی تلاش کی اور اس کا نام لے کر آواز دی۔ جواب آیا لبیک یا نبی اللہ، کیا حکم ہے۔ حضرت داؤدؑ نے فرمایا بتا تیرا قاتل کون ہے؟ اس نے اسی مُدعی کا نام لیا اور کہا کہ اس نے مجھے قتل کرکے میرا سارا مال لوٹ لیا ہے۔ یہ دیکھ کر بنی اسرائیل کو تسلی ہوگئی اور ان کے دل میں داؤدؑ کی عظمت و رفعت بڑھ گئی۔ اسی طرح ایک دن ایک بوڑھا شخص ایک جوان کو پکڑ کر مسجد میں حضرت داؤدؑ کے پاس لے آیا۔ اس جوان کے ہاتھ میں انگور کا خوشہ تھا۔ بوڑھے شخص نے حضرت داؤدؑ سے کہا کہ اس جوان نے میرے باغ کو تباہ کر دیا ہے۔ لہٰذا ہمارے اور اس کے درمیان فیصلہ کیجئے۔ حضرت داؤدؑ نے خالق کائنات کی طرف رجوع کی۔ جواب ملا کہ اس جوان کو تلوار دے دو کہ یہ اس بوڑھے فریادی کو قتل کر دے۔ کیونکہ اس نے اس جوان کے باپ کو قتل کیا ہے اور چالیس ہزار روپے اس کے ہضم کر لئے ہیں اور وہ روپے فلاں درخت کے نیچے دفن ہیں، اس سے کہہ دو کہ وہ جاکے نکال لے، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

اسی قسم کے بہت سے فیصلے اور واقعات ہیں۔ بروایت روضۃ الصفا خدا نے آسمان سے ایک زنجیر لٹکا دی تھی جس کا ایک سرا کہکشاں سے ملا ہوا تھا اور دوسرا حضرت داؤدؑ کے

مکان کے قریب تھا، جب آسمان سے کوئی حادثہ رُونما ہونے والا ہوتا تھا تو وہ زنجیر حرکت میں آجاتی تھی اور اس سے ایک قسم کی آواز پیدا ہوتی تھی اور حضرت داؤدؑ حادثہ کی طرف متوجہ ہو جاتے اور اس کا تدارک کر لیتے تھے، یہ زنجیر بیماروں کے لئے شفا کا کام بھی کرتی تھی لوگ اسے مَس کر کے شفا حاصل کرتے تھے۔ پھر اسی کے ذریعہ سے فیصلہ کیا جانے لگا۔ یہ سچے شخص کے ہاتھ میں آجاتی تھی اور مجرم جب ہاتھ بڑھاتا تھا تو بلند ہو جاتی تھی حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کے پاس اپنا موتی امانت رکھ دیا۔ جب وہ مانگنے گیا تو اس نے انکار کر دیا اور کہا کہ تیرا کوئی موتی میرے پاس نہیں ہے، اس نے کہا کہ اچھا "زنجیر آسمانی" کے پاس چلو چنانچہ وہ شخص زنجیر کے قریب آیا اور جب ہاتھ بڑھا کر زنجیر پکڑنا چاہا تو زنجیر اس کے ہاتھ میں آگئی۔ کیونکہ زنجیر پکڑتے وقت اس نے اپنا عصا موتی کے اصل مالک کو یہ کہہ کر دے دیا تھا کہ تم اسے لئے رہو میں ذرا زنجیر پکڑ لوں اور اسی عصا میں اس نے سُوراخ کر کے موتی کو رکھا ہوا تھا۔

اسی قسم کے حالات دیکھ کر خداوند عالم نے حضرت داؤدؑ کو حکم دیا کہ تم "گواہ اور قسم" پر ظاہری حالات کی روشنی میں فیصلہ کیا کرو، اور اصل حقیقت کی روشنی میں فیصلہ میرے لئے چھوڑ دو۔ وہ میں کروں گا۔ چنانچہ حضرت نے باطن کے بجائے ظاہر پر فیصلہ کرنا شروع کر دیا اور وہ زنجیر بھی غائب ہو گئی جو "بین السماء و الارض" لٹکی ہوئی تھی۔

حضرت داؤدؑ کے اصُول پر حضرت علیؑ کا ایک عظیم فیصلہ

بروایت کتاب مَنْ لَا یحضرہُ الفقیہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جدِ نامدار حضرت امیر المومنین علیہ السلام ایک دن مسجد میں داخل ہوئے تو ملاحظہ فرمایا کہ ایک شخص زار و قطار رو رہا ہے اور کچھ لوگ اُسے سمجھا بجھا رہے ہیں۔ آپ نے پوچھا کیا بات ہے اُس نے کہا کہ ان لوگوں کے ساتھ میرا باپ سفر میں گیا تھا۔ یہ سب واپس آگئے اور میرا باپ نہیں آیا، میں نے ان سے پُوچھا تو انھوں نے کہا کہ وہ راستے میں فوت ہو گیا ہے میں نے پُوچھا کہ اس کا مال و اسباب کہاں ہے تو ان لوگوں نے کہا کہ اس کے پاس کچھ نہ تھا، حالانکہ وہ کافی پیسے ہمراہ لے گیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے قاضی کی طرف رجوع نہیں کیا اس نے کہا قاضی شرع کی عدالت میں گیا تھا۔ اُس نے ان ہی لوگوں کے حق میں فیصلہ کر دیا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام اس کو ان لوگوں سمیت لے کر قاضی شرع کے پاس پہنچے اور اس سے کہا کہ تم نے ایسے نازک معاملہ میں کس طرح فیصلہ کیا۔ اس نے کہا کہ ہم نے اس جوان سے

گواہ طلب کیئے اس نے کہا میرے پاس کوئی گواہ نہیں ہے، پھر میں نے ان لوگوں سے قسم کو کہا ان لوگوں نے قسمیں کھالیں، اس لئے میں نے انھیں چھوڑ دیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اچھا اس معاملہ کا فیصلہ میں کروں گا اور ایسا فیصلہ کروں گا کہ آج تک حضرت داؤد علیہ السلام کے علاوہ کسی نے نہیں کیا۔

چنانچہ آپ مسندِ قضا پر بیٹھے اور قنبر کو حکم دیا کہ پولیس کے مضبوط مضبوط سپاہی میرے پاس بُلا کر لاؤ۔ قنبر نے تعیل حکم کی۔ جب پولیس آگئی تو آپ نے ایک ایک شخص کو ایک ایک سپاہی کے حوالے کیا اور ان سب کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ تم سمجھتے ہو کہ ہم تمھاری حرکات سے ناواقف ہیں، ہمیں سب کچھ معلوم ہے ہم حالات سے جاہل نہیں ہیں۔ اس کے بعد آپ نے حکم دیا کہ ان سب کے چہرے کپڑے سے بند کر دیئے جائیں اور انھیں مسجد کے ایک ایک کھمبے کے پیچھے کر دیا جائے، چنانچہ ان سپاہیوں نے ایسا ہی کیا۔

پھر آپ نے اپنے کاتب عبیداللہ بن رافع کو آواز دی اور کہا کہ قلم دوات اور کاغذ لے کر میرے پاس آؤ، جب وہ آگیا تو آپ نے پولیس والوں سے فرمایا کہ جب میں تکبیر کہوں تو ایک آدمی کو حاضر کرنا، اس کے بعد آپؑ نے "مجلس قضا" پر بیٹھے ہوئے اور کثیر افراد کی موجودگی میں بلند آواز سے تکبیر کہی ان سب لوگوں نے بھی تکبیر کہی اور ایک ملزم لایا گیا، حضرت نے اسے اپنے سامنے بٹھا کر حکم دیا کہ اس کا مُنہ کھول دیا جائے، جب مُنہ کھولا گیا تو آپ نے اپنے کاتب سے فرمایا کہ میرا سوال اور اس کا جواب قلمبند کرو۔

آپ نے پوچھا کہ تم کس دن اپنے گھر سے اس کے باپ کے ساتھ روانہ ہوئے تھے؟ اس نے کہا فلاں دن فلاں مہینے میں۔ روانہ ہوکر کس منزل پر اُترے؟ کہا فلاں مقام پر۔ آپ نے فرمایا کس شخص کے مکان پر؟ اس نے کہا فلاں شخص کے مکان پر۔ پوچھا مرنے والے کو کونسا مرض لاحق ہوا تھا؟ اس نے کہا فلاں مرض۔ فرمایا کتنے دن بیمار رہا؟ کہا اتنے دن۔ پوچھا کس دن مرا؟ کہا فلاں دن۔ پوچھا کس نے غسل دیا کہا فلاں شخص نے۔ پوچھا کس نے کفن دیا؟ کہا فلاں شخص نے۔ پوچھا کفن کس قسم کا تھا؟ کہا فلاں قسم کا۔ پوچھا کس نے نماز پڑھائی؟ کہا فلاں شخص نے۔ پوچھا کس نے قبر میں اُتارا؟ کہا فلاں شخص نے۔

اس کے بعد آپ نے بلند آواز سے فرمایا "اللہ اکبر" آپ کے نعرۂ تکبیر کے ساتھ تمام حاضرین نے تکبیر کہی، ان تکبیروں سے اس کے ساتھیوں نے سمجھا کہ اس نے قتل کا اقبال کر لیا ہے اور ہمارا نام بھی بتا دیا ہے اسی لئے سب نے تکبیر کہی ہے۔

پھر اس کا مُنہ بند کرکے اسے کھمبے کے پیچھے کھڑا کر دیا گیا اور دوسرے کو سامنے لایا گیا،

آپ نے اس کو اپنے سامنے بٹھایا اور اس کا سر اور منہ کھولا کر اس سے فرمایا کہ تم یہ سمجھتے ہو کہ ہمیں کچھ علم نہیں ہے اور تم نے اس کے باپ کے ساتھ جو کچھ کیا ہے اس سے ہم لاعلم ہیں یہ سنتے ہی وہ بولا "یا امیرالمؤمنین ما انا الا واحد من القوم ولقد کنت کارھًا لقتلہ" اے مولا میں انھیں میں سے ایک ہوں۔ آپ یقین فرمائیں کہ میں اس کے قتل پر راضی نہ تھا اور سب راضی تھے اور سب نے مل کر قتل کیا ہے۔ آپ نے پھر تیسرے کو بلایا اس نے بھی قتل کا اقرار کیا۔ پھر چوتھے کو بلایا اس نے بھی اقرار کیا یہاں تک کہ سب نے اقرار کر لیا کہ ہم نے قتل بھی کیا ہے اور اس کا مال بھی آپس میں بانٹا ہے۔ اس کے بعد پہلے کو پھر بلایا اس نے بھی اقرار کر لیا۔ پھر حضرت نے حکم سنایا اور خون اور مال اس جماعت پر عائد کیا اور فیصلہ اس جوان کے حق میں ہو گیا۔

قاضی شریح جو وہاں موجود تھا کہنے لگا کہ یا حضرت ذرا یہ فرمایئے کہ حضرت داؤدؑ نے اس قسم کا کونسا فیصلہ کیا تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ ایک دن ایک راستے سے گزر رہے تھے اور راستے میں تین بچے کھیل رہے تھے۔ سب بچے ایک بچہ کو "مات الدین" کہہ کر پکارتے تھے۔ آپ نے اس بچے کو اپنے پاس بلایا اور اس سے پوچھا کہ تیرا کیا نام ہے۔ اس نے کہا "مات الدین" جس کے معنی ہیں "دین مرگیا"۔ پوچھا کہ تیرا یہ نام کس نے رکھا ہے "سمتنی بہ امی"۔ میری ماں نے میرا یہ نام رکھا ہے۔

حضرت داؤدؑ اس بچے کو لے کر اس کی ماں کے پاس تشریف لے گئے اور اس سے پوچھا کہ اس کا نام "مات الدین" تم نے رکھا ہے۔ اس نے کہا نہیں میرے شوہر نے رکھا ہے۔ پوچھا، کس طرح، اس نے کہا کہ چند افراد میرے شوہر کے ہمراہ سفر میں گئے تھے۔ سب واپس آگئے اور میرا شوہر اس سفر سے واپس نہ آیا۔ تو میں نے ان سے پوچھا کہ میرا شوہر تمھارے ساتھ گیا تھا وہ کہاں ہے؟ ان لوگوں نے کہا کہ وہ فوت ہو گیا ہے۔ میں نے پوچھا اس کا مال و اسباب کیا ہوا؟ انھوں نے کہا کہ اس کے پاس کچھ نہ تھا۔ میں نے پوچھا کہ اس نے مرتے وقت کوئی وصیت کی تھی تو انھوں نے کہا کہ "ہاں"، کی تھی۔ میں نے پوچھا وہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا کہ مرتے وقت اس نے کہا کہ میری بیوی سے کہہ دینا جو کہ حاملہ ہے کہ جب کوئی لڑکا یا لڑکی تیرے بطن سے پیدا ہو تو اس کا نام "مات الدین" رکھنا۔ میں نے اس کی وصیت کے مطابق اس فرزند کا یہ نام رکھا ہے۔

حضرت داؤدؑ نے فرمایا تم ان لوگوں کو پہچانتی ہو۔ اس نے کہا کہ ضرور پہچانتی ہوں اور اچھی طرح پہچانتی ہوں۔ پوچھا وہ سب زندہ ہیں۔ اس نے کہا جی ہاں! زندہ ہیں۔ وہ لُٹے

اور اس عورت کو لے کر ان کے گھروں پر گئے اور ان لوگوں کو گرفتار کر کے مجلسِ قضا میں لے گئے اور ان کا فیصلہ بالکل اسی طرح کیا جس طرح میں نے کیا ہے۔ فیصلہ میں اس کا خون اور اس کا مال اُن لوگوں پر عائد کر کے انھیں کیفر کردار تک پہنچایا، اور عورت سے کہا کہ اب اس لڑکے کا نام مات الدین کے بجائے عاش الدین رکھ دینا۔ (یعنی دین زندہ ہو گیا)

قائمؑ آلِ محمدؐ کے فیصلے کا انداز

کتاب بشائر المصطفےٰ میں ہے کہ حضرت صادقؑ آلِ محمدؐ فرماتے ہیں کہ جب ہمارا قائمؑ غیبت کے بعد ظہور کرے گا تو وہ حضرت داؤدؑ کے اصول پر فیصلے کرے گا۔ خدا اس پر اصل واقعہ کا الہام کرے گا اور وہ گواہ اور قسم کے بغیر فیصلے صادر کرے گا۔

حضرت داؤدؑ کا امتحان و ابتلا

مورخین کا بیان ہے کہ حضرت داؤدؑ نے زبان قدرت سے بعض انبیاء ماسبق کے حسین تذکرے سُن کر درخواست کی کہ خدایا یہ انبیاء تیری نگاہ میں کس وجہ سے بلند مرتبہ ہیں۔ جواب ملا کہ میں نے ان کے امتحانات لئے ہیں اور وہ شاندار طریقے پر کامیاب ہوئے ہیں۔ عرض کی پالنے والے میرا امتحان کب ہو گا۔ ارشاد ہوا کہ میں امتحان کا عہد معیّن نہیں کیا کرتا، لیکن اے داؤدؑ تمھارے امتحان کا زمانہ معیّن کئے دیتا ہوں، چنانچہ معیّن کر دیا۔ بروایت روضۃ الصفا تاریخ امتحان دوشنبہ ۱۷ رجب مقرر کی گئی۔ اسی دوران میں حضرت داؤدؑ کے ذہن میں یہ بات آئی کہ میں ایسا عالم ہوں کہ میرا دنیا میں جواب نہیں ہے۔ خداوندِ عالم نے ٹھیک اس وقت جب کہ وہ عبادت میں مستغرق تھے اور اپنے عبادت خانے کو اچھی طرح بند کر رکھا تھا اور دربانوں کو حکم دیا تھا کہ کسی کو اندر نہ آنے دیں۔ دو فرشتے بصورتِ انسان عبادت خانے کے روشن دان سے وہاں داخل ہو گئے۔ انھیں دیکھ کر حضرت داؤدؑ حیران اور کچھ پریشان سے ہو گئے، انھوں نے کہا کہ آپ گھبرائیں نہیں ہم دونوں باہم متنازع ہیں آپ کے پاس فیصلہ کے لئے آئے ہیں اور انصاف کے ساتھ فیصلہ چاہتے ہیں حضرت داؤدؑ نے فرمایا کہ بیان کرو کس چیز کے متعلق فیصلہ چاہتے ہو۔ ایک نے کہا کہ یہ دوسرا ہمارا بھائی ہے۔ اس کے پاس ۹۹ دُنبیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک دُنبی ہے۔ یہ کہتا ہے کہ اپنی ایک مجھے دے دو تو میری سو دُنبیاں ہو جائیں اور میں اسے دینا نہیں چاہتا، آپ ہمارے درمیان فیصلہ فرمائیے، حضرت داؤدؑ نے فرمایا کہ جس کے پاس ۹۹ دُنبیاں ہیں وہ تم پر ظلم کر رہا ہے۔ فیصلہ میرا ایک والے کے حق میں ہے۔ یہ سُن کر بروایت روضۃ الصفا ایک نے دوسرے کی طرف دیکھا اور دونوں مسکرائے اور کہا "قضی الرجل علی نفسہٖ" اس شخص نے نہ گواہ لیا

نہ قسم کھلائی بلکہ اپنی طرف سے یہ فیصلہ کر دیا ہے۔ یہ کہہ کر دونوں حضرت داؤدؑ کی نگاہوں سے دفعتہً غائب ہو گئے، حضرت داؤدؑ سمجھ گئے کہ یہ فرشتے تھے اور میرا امتحان لینے کے لئے بھیجے گئے تھے۔ حقیقتہً میں نے اصول کے خلاف بلا گواہ اور قسم کے فیصلہ کر دیا ہے نہ ان سے کچھ پوچھا ہے نہ کچھ جرح کی ہے۔ اس تاثر کے بعد حضرت داؤد مغفرت طلب کرنے لگے۔ کیونکہ وہ سمجھ گئے کہ ترکِ اولیٰ ہو گیا ہے۔ خداوندِ عالم نے مغفرت کی بشارت دے کر انھیں مطمئن کیا۔ لیکن یہ بشارت عفران کچھ عرصہ دُعائے مغفرت کے بعد ملی۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ چالیس[۴] شبانہ روز سجدہ میں پڑے روتے رہے، اُن کے رونے کا یہ عالم تھا کہ آنسوؤں کی تری سے اطراف میں گھاس اُگ آئی تھی۔

بیتُ المقدّس کی تعمیر

بروایت طبری جب حضرت داؤدؑ کے ملک کی مدت ۱۵ سال گزری تو آپ نے بیتُ المقدس کی بُنیاد رکھی اس کی بُنیاد رکھنے کی وجہ یہ ہوئی کہ ان کے زمانے میں زبردست قحط پڑا وہ ایک ایک سال کی مُدت گزرنے کے بعد دُعا کے لئے نکلے۔ ان کے ہمراہ بنی اسرائیل تھے۔ انھوں نے دیکھا کہ اس مقام پر ملائکہ برابر آتے جاتے ہیں جس جگہ اب بیت المقدّس ہے تو انھوں نے اسی جگہ کو دُعا کے لئے منتخب کیا۔ پھر اسی جگہ دُعا کی اور دُعا قبول ہو گئی، قحط کی مصیبت ٹل گئی۔ آپ نے بنی اسرائیل سے کہا یہ جگہ بہت مُبارک ہے۔ لہٰذا اسی مقام پر عبادت خانہ بنانا چاہیئے چنانچہ انھوں نے بُنیاد رکھ دی، لیکن تکمیل نہ کر سکے۔ آخر عمر میں حضرت سلیمانؑ کو وصیتِ تعمیر کی اور انھوں نے بعد میں اس کی تکمیل فرمائی یہی حال مسجد دمشق کی تعمیر کا بھی ہوا، بُنیاد انھوں نے ڈالی اور تکمیل حضرت سُلیمانؑ نے کی، اور بروایت ناسخ التواریخ مسجدِ اقصیٰ کا بھی یہی حال ہوا حضرت داؤدؑ نے بُنیاد ڈالی اور حضرت سلیمانؑ نے اس کی تکمیل فرمائی۔ مؤرخ ابن خلدون لکھتا ہے کہ "انھیں ایام میں آپ نے شہر صیہون پر حملہ کر کے اُسے تاخت و تاراج کیا اور وہیں قیام پذیر ہوئے۔ مقام قبہ میں ایک مسجد بنانے کا قصد کیا جہاں بنی اسرائیل تابوت عہد (شہادت) رکھتے تھے اور جس کی طرف نماز پڑھتے تھے، اللہ تعالیٰ نے دانیالؑ نبی کو بذریعہ وحی اس امر سے آگاہ فرمایا کہ داؤدؑ اس مسجد کو نہ بنائے گا، بلکہ اس کا لڑکا اس مسجد کے بنانے کی عزت حاصل کرے گا اور اس کے ملک و حکومت کا قیام ہو گا۔ داؤدؑ یہ سُن کر بہت خوش ہوئے اور مسجد بنانے سے رُک گئے) بروایت روضتہ الصفا، وہ زمین جس جگہ مسجدِ اقصیٰ بنائی جا رہی تھی مشترک لوگوں کی تھی سب نے مسجد کے لئے دے دیا لیکن ایک فقیر نے بہت بڑی قیمت مانگی جب حضرت داؤدؑ نے اُسے فراہم کرنا چاہا تو اُس نے

معذرت کی اور زمین مسجد کے لئے دے دی۔

حضرتِ داؤدؑ پر بعض خصوصی وحی

مورخین و محدثین کا بیان ہے کہ حضرت داؤدؑ پر زبور کا نزول احکام سے متعلق نہ تھا یعنی اس میں احکام و فرمان نہ تھے لیکن دیگر اُمور کے علاوہ اس میں نصیحت خیز ہدایات موجود تھیں اور آپ پر وحی بھی ہوتی رہتی تھی۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خداوند عالم نے حضرت داؤدؑ پر وحی کی کہ اے داؤد میری نظر میں ایک ایسی نیکی بھی ہے کہ اسے جو کر گذرے میں اس کے لئے جنّت مباح کر دُوں گا۔ حضرت داؤدؑ نے پُوچھا، مالک وہ کونسی نیکی ہے، ارشاد ہوا" یدخل علی عبد المومن سرورًا ولو بتمرۃٍ" کسی بندۂ مومن کے دل کو خوش کرنا وہ چاہے ایک خرمہ ہی سے کیوں نہ ہو۔ صادق آلِ محمدؐ فرماتے ہیں کہ ان پر یہ بھی وحی کی گئی کہ" اے داؤد میری ایک ایسی نیکی بھی ہے کہ جو اسے حاصل کرے گا میں اس کے لئے جنّت میں داخل کئے جانے کا حکم کروں گا۔ انھوں نے پوچھا وہ کونسی نیکی ہے، ارشاد ہوا اے داؤدؑ جو مومن اپنے برادر مومن کی حاجت روائی کے لئے سعی اور دوڑ دھوپ کرے گا میں اُسے جنّت میں بھیجوں گا۔ وہ چاہے اپنی سعی و کوشش میں کامیاب ہو یا نہ ہو۔ حضرت داؤدؑ پر یہ وحی بھی کی گئی۔ اے داؤدؑ مجھے دوست رکھو اور مجھ سے محبت کرو اور لوگوں کو میری محبت کی طرف مائل کرو۔ پُوچھا، مالک میں تو دوست رکھتا ہوں اب لوگوں کو کس طرح تیری طرف مائل کروں۔ فرمایا ان کے سامنے میری نعمتوں کا ذکر کرو، وہ خود مجھ سے محبت کرنے لگیں گے۔

بروایت کتاب سعد السعود ابن طاؤس، خداوندِ عالم نے حضرت داؤدؑ کی طرف وحی کی۔ اے داؤدؑ میں نے اس زمین کو محمدؐ و آلِ محمدؐ کے لئے بنایا ہے اور وُہی اس کے وارث ہیں (الزبور سُورہ ۱۷)۔ اے داؤدؑ اپنی اُمّت سے کہو کہ جو شخص حرام طریقے سے مال جمع کرتا ہے میں اُس کے نماز روزہ کو ٹھکرا دیتا ہوں۔ ان سے کہو کہ تمھارا باپ اگر گناہ پر کمر بستہ ہے تو اُسے چھوڑ دو۔ اور اگر تمھارا بھائی حرام پر اصرار کرتا ہے تو اس سے کنارہ کش ہو جاؤ۔ اے داؤدؑ جب تم دیکھو کہ دُنیا نے کسی ظالم کو بہت اونچا کر دیا ہے تو سمجھ لو کہ میں اس پر کسی اس سے بڑے ظالم کو مسلط کر دوں گا یا قیامت کے دن اس پر عذاب الیم نازل کرنے کے لئے دُنیا میں اس سے قطع نظر کروں گا۔ اے داؤدؑ میں اپنی عزت کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مال اور اولاد انسان کے لئے سخت مضرت رساں ہیں۔ اے داؤدؑ عملِ صالح مجھ تک پہنچتا ہے۔ اے داؤدؑ لوگ حسب نسب پر فخر کرتے ہیں، انھیں بتاؤ کہ جو لوگ مٹی سے پیدا ہوئے ہیں اُن کا حسب و نسب ہی کیا ہے" انما الحسب عندی ھوالتقویٰ"۔ میرے نزدیک حسب

تقویٰ کا نام ہے لسے ٹھیک ہونا چاہیئے۔ اے داؤدؑ جو سود کھاتا ہے آخرت میں اس کا دل اور اُس کی آنتیں ٹکڑے ٹکڑے کردی جائیں گی۔ لے داؤدؑ بنی اسرائیل کا ایک بڑا گناہ یہ بھی تھا کہ جب کوئی مال دار بڑے سے بڑا گناہ کرتا تھا تو یہ اُسے ٹال جاتے تھے۔ لیکن جب کوئی غریب معمولی سی بھی خطا کرتا تھا تو اسے سخت عذاب میں مُبتلا کرتے تھے۔ اسی لئے ہم نے انھیں مسخ کردیا۔

عہدِ حضرت داؤدؑ میں واقعہ اصحابِ سبت

تواریخ میں ہے کہ بنی اسرائیل کا ایک گروہ جو بمقام ایلہ قیام پذیر تھا جس کا محلِ وقوع مصر اور مدین کے درمیان ہے، جب اس کا تمرد اور اس کی نافرمانی ان کے آبائی دستور کے مطابق حد سے بڑھ گئی تو خداوندِ عالم نے ان کو حکم دیا کہ جمعہ کا دن عید کا دن ہے لہٰذا اس کا احترام کیا کرو اور اس دن کوئی کام نہ کیا کرو۔ اس پر یہودیوں نے کہا کہ یہ دن عید کا ہوگا، تو مسلمانوں کے لئے۔ ہمارے لئے عید کا دن "ہفتہ" ہے۔ خداوندِ عالم نے ہفتہ کے دن سیر و تفریح اور شکار وغیرہ سے روک دیا اور خصوصی حکم دیا کہ مچھلی کا شکار نہ کرنا، مگر ان لوگوں نے نافرمانی کی اور اس کی ابتدا اس طرح کی کہ دریا سے دُور ہٹ کر اپنے گھروں کے قریب گڑھا کھود کر پانی کی نالی وہاں تک پہنچا دی۔ ہفتہ کو مچھلیوں کے دُم میں دھاگہ باندھ دیتے تھے اور اتوار کو اسی نالی میں کھینچ لیتے تھے، پھر اور آگے بڑھے اور یہ کیا کہ گہرے گڑھے کھود کر نالیوں کے ذریعہ سے لسے دریا سے ملا دیا، ہفتہ کو چونکہ مچھلیاں زیادہ آتی تھیں۔ کیونکہ اس دن پانی کا چڑھاؤ ہوتا تھا۔ لہٰذا گڑھے بھر جاتے تھے اور کافی مچھلیاں اس میں آکر رہ جاتی تھیں۔ اس طرح ان کے شکار کا سلسلہ جاری رہا۔ بالآخر وہ مچھلیاں بیچ بیچ کر مالدار ہوگئے اور عیش و عشرت میں پڑ کر خدا کو بالکل بھول گئے۔ ان کی تعداد بروایتِ ثعلبی اسی ہزار سے زیادہ تھی جن میں سے ۱۲ ہزار وہ تھے جو ان لوگوں کو ان کی بدحرکتوں سے روکتے تھے۔ باقی نافرمانی کرتے تھے۔ بالآخر خداوندِ عالم نے ایک رات ان سب نافرمانوں کو بندر اور سُور بنا دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ انھیں بندر سُور ہی نہیں بلکہ مختلف جانوروں کی شکل میں تبدیل کردیا۔ بروایت بیضاوی ۷۰ ہزار عہدِ داؤدؑ میں اور پانچ ہزار بنی اسرائیل عہدِ حضرت عیسےؑ میں انکارِ مائدہ کے سبب سے مسخ کئے گئے تھے۔ بروایت الجزائری حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ میں ان ممسوخات کی نسلوں سے واقف ہوں۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ سب النان منکر ولایت علیؑ بن ابی طالب تھے۔ مناقب بن شہر آشوب میں ہے کہ بے چھلکے کی مچھلی نے اس وقت، جب کہ حضرت علیؑ نے ایک سائل کو مطمئن کرنے کے لئے دریا سے آواز دے کر

برآمد کیا۔ حضرت کی ولایت کے منکر ہونے کی سزا میں مسخ ہونے کا اقرار کیا تھا۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ ان مچھلیوں کو عورتوں کی طرح حیض آتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ چند دنوں کے بعد زبردست بارش ہوئی اور سخت ترین آندھی آئی جس نے ان مسوخات کو دریا میں دے پھینکا اور سب مر گئے۔ معصوم فرماتے ہیں کہ جبکہ ان لوگوں کا حشر مچھلی کے شکار کے اصرار پر یہ ہوا تو اب خدا ہی جانے کہ ان لوگوں کا حشر کیا ہوگا جنھوں نے فرزندِ فاطمہؑ کو بھوکا پیاسا شہید کیا ہے۔ (نور المبین الجزائری ص ۴۰۸)۔

حضرتِ داؤدؑ کی جانشینی

مورخین کا اتفاق ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے بحکم خدا اپنا جانشین حضرت سلیمانؑ کو بنایا جو کہ آپ کے سب سے چھوٹے فرزند تھے۔ تاریخ طبری ج ۱ ص ۱۷۷ میں ہے کہ جب سلیمان جوان ہوئے۔ حضرت داؤدؑ نے اپنا جانشین بنا دیا۔ تاریخ ابن خلدون حصہ ۱ ص ۲۲۳ میں ہے کہ "داؤد نے اپنی حکومت کے چالیسویں سال اپنے بیٹے سلیمانؑ کو اپنا ولی عہد بنایا۔ عرائس ثعلبی ص ۱۶۱ طبع مصر میں ہے کہ ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ خداوندِ عالم نے داؤدؑ نبی کے پاس ایک مہر شدہ صحیفہ ارسال فرمایا۔ جس میں چند سوالات تھے۔ داؤدؑ کو حکم دیا گیا کہ تم ان سوالات کا جواب اپنے فرزند سلیمانؑ سے مانگو اگر وہ ان سوالات کا صحیح جواب دے دیں تو انھیں اپنا خلیفہ بنا دو، خدا کے حکم کے مطابق حضرت داؤدؑ نے ستر بزرگوں اور ستر جیّد علماء کو طلب فرمایا اور ان کی موجودگی میں سلیمانؑ سے کہا کہ خداوندِ عالم کا یہ حکم آیا ہے کہ میں تم سے چند سوالات کروں اور صحیح جواب پانے پر تم کو اپنا جانشین بنا دوں۔ جناب سلیمانؑ نے کہا کہ حضورِ والا۔ حکمِ خداوندی کے مطابق سوالات فرمائیں۔ انشاء اللہ جواب صحیح کی سعی کروں گا۔ حضرت داؤدؑ نے فرمایا کہ اچھا بتاؤ (۱) قریب ترین چیز کیا ہے؟ کہا آخرت (۲) بعید ترین چیز کیا ہے؟ کہا "دنیا میں جو حصول آخرت کی چیز چھوڑ دی جائے (۳) وہ چیز کیا ہے جو پسندیدہ ہوتی ہے۔" کہا، "وہ جسم ہے جس میں روح ہو (۴) وہ چیز کیا ہے جس سے دہشت ہوتی ہے" کہا "وہ ایسا جسم ہے جس سے روح نکل جائے (۵) بہترین چیز کیا ہے جو بہت کم پائی جاتی ہے؟ کہا، یقین ہے (۶) وہ چیز کیا ہے جو بہت زیادہ پائی جاتی ہے؟ کہا، شک (۷) وہ کونسی دو چیزیں ہیں جو قائم ہیں؟ کہا، آسمان اور زمین ہیں (۸) وہ ۲،۲ کونسی چیزیں ہیں جو دوڑ رہی ہیں؟ کہا، آفتاب اور ماہتاب ہیں (۹) وہ ۲،۲ کونسی چیزیں ہیں جو متصل ہیں؟ کہا، وہ رات اور دن ہیں (۱۰) وہ ۲،۲ کونسی چیزیں ہیں جو ایک دوسرے کے مخالف ہیں؟ کہا، وہ موت و حیات ہیں (۱۱) وہ کونسی شئے ہے جس پر عمل کا نتیجہ ممدوح

ہوتا ہے؟ کہا، وہ غصّہ کی حالت میں حلم اور بردباری ہے (۱۲) وہ کونسا فعل ہے جس کے کرنے کا نتیجہ مذمت ہے؟ کہا، وہ غضب اور غصّہ کی حالت میں حد جاری کرنا ہے۔ یہ سُن کر حضرت داؤدؑ نے اس مہر شدہ صحیفہ کو کھولا جس میں جواب تھا اور لوگوں کو بتایا، علماء نے کہا کہ ایک سوال ہم بھی کرتے ہیں کہا، کرو" انھوں نے یہ سوال کیا کہ انسان کے جسم میں وہ کونسی چیز ہے کہ جب وہ فاسد ہوجائے تو سارا جسم فاسد ہوجاتا ہے؟ حضرت سلیمانؑ نے فرمایا "ھو القلب" وہ دل ہے جس کا تعلق حیاتِ انسانی اور عقائد سے ہے۔ یہ سُن کر حضرت داؤدؑ منبر پر تشریف لے گئے اور ایک خطبہ کے بعد فرمایا کہ "ان اللہ تعالیٰ یامرنی استخلف علیکم سلیمان"۔ خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم پر اپنا خلیفہ سلیمانؑ کو بنا دُوں۔ یہ سُن کر کچھ لوگ ناراض ہوکر کہنے لگے کہ آپ نے ایک نوجوان کو ہم پر خلیفہ بنا دیا ہے... غرض داؤدؑ نے فرمایا کہ وُہ تم میں سب سے زیادہ لائق ہے اسی لئے ہم نے خُدا کے حکم سے اسے خلیفہ بنایا ہے۔ اس کے بعد واضح لفظوں میں نص فرمائی "ان ھذا خلیفتی علیکم من بعدی"۔ "یہ تم پر میرے بعد میرا خلیفہ ہے"۔ تاریخ ابن واضح الیعقوبی ج ۱ ص۴۵ میں ہے کہ جب حضرت داؤدؑ اپنے فرزند حضرت سلیمانؑ کو اپنا خلیفہ بنانے لگے۔ تو ان کے ایک لڑکے نے جس کا نام ادونیاس تھا کہا کہ میں زیادہ حق دار ہوں لہٰذا مجھے خلیفہ بنایا جائے" حضرت داؤدؑ نے اعیان اصحاب کی موجودگی میں سلیمانؑ کو منبر پر بٹھا کر خلافت کا اعلان واضح کردیا اور فرمایا "ھکذا اعلمنی اللہ ان یملك سلیمان ابنی۔ "خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنے بیٹے، سلیمانؑ کے حوالہ مملکت کو کر دُوں، اسی بنار پر میں نے ایسا کر دیا۔ ابن واضح کہتا ہے کہ اُس وقت سلیمانؑ کی عمُر بارہ سال کی تھی۔

مَیں کہتا ہوں کہ حضرت داؤد علیہ السّلام کی جانشینی ہی کے مطابق حضرت رسُولِ کریمؐ کی جانشینی بھی عمل میں آئی، لیکن قدرے تفاوت کے ساتھ۔ حضرت داؤدؑ نے حضرت سلیمانؑ سے علمی سوالات کرکے لوگوں کو مطمئن کرنے کی کوشش کی۔ حضرت رسُولِ کریمؐ نے حضرت علیؑ کی علمی حیثیت پر انا مدینة العلم وعلی بابھا وغیرہ کہہ کر پہلے ہی مطمئن کردیا تھا لیکن جس طرح حضرت سلیمانؑ کی خلافت کے بارے میں لوگوں کو قلبی اختلاف تھا اور وہ یہ چاہتے تھے کہ ہم یا ہمارے منشار کے مطابق خلیفہ بنایا جائے۔ انھوں نے اختلاف کیا جس کا جواب دیتے ہوئے حضرت داؤدؑ نے نص کردی کہ یہی خلیفہ میرا ہے۔ اسی طرح حضرت علیؑ کی خلافت سے بھی بعض خود غرض لوگوں کو اختلاف تھا۔ لیکن انھوں نے کمال سیاست کی وجہ سے اس وقت جب کہ رسولِ کریمؐ نے حضرت علیؑ کو اپنے ہاتھوں پر بلند کرکے فرمایا تھا، من کنت مولاہ

فهذا علی مولاہ" جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ علیؑ بھی مولا ہے تو ان لوگوں نے مخالفت کرنے کے بجائے "بخ بخ لک یا ابن ابی طالب الخ" مُبارک ہو مُبارک ہو تم کو اے علیؑ بن ابی طالب بیشک تم ہمارے اور جملہ مومنین و مومنات کے ولی بنا دیئے گئے۔ لیکن جب یہ موقع گزر گیا اور رسُولِ کریمؐ دنیا سے رخصت ہو گئے تو معاً بعد منصبِ خلافت پر قبضہ کر لیا۔ مجمع البحرین میں ہے کہ خلافت پر قبضہ اس منصوبے کے مطابق کیا گیا تھا جو پانچ افراد نے بیٹھ کر غدیرِ خم کے واقعہ کے بعد خانہ کعبہ میں تیار کیا تھا۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو کتاب "چودہ ستارے"۔

حضرتِ داؤدؑ کی مُدتِ عُمر وفات اور اُن کا مدفن

امام ثعلبی لکھتے ہیں کہ حضرت داؤدؑ کا یہ اُصول تھا کہ وہ ایک بند مقام میں رات کو عبادت کے لئے بیٹھ جاتے اور ساری رات عبادت کیا کرتے تھے اور ان کی ایک نہایت وفادار خادمہ تھی جس کے ذمہ یہ کام تھا کہ وہ رات کے وقت گھر کے تمام دروازوں کو مقفل کر کے حضرت داؤدؑ کو کُنجیاں دے دیا کرے اور خود سو جائے، ایک رات کو اس نے حسبِ معمول دروازوں میں تالے لگانے کے بعد حضرت داؤدؑ کو کُنجیاں دینے کے لئے ان کے کمرۂ خاص میں گئی اور کنجی دے کر جب واپس صحن خانے میں پہنچی تو دیکھا کہ ایک جوان وسط خانہ میں کھڑا ہے، اس نے پُوچھا کہ تم کون ہو؟ اور کس طرح اس گھر میں داخل ہوئے اور اجازت کیوں نہیں لی۔ یہ تو ایک عظیم نبی اور ایک بہت بڑے بادشاہ کا گھر ہے۔ اس نے کہا کہ میں وہ ہوں جس نے کبھی کسی سے اجازتِ داخلہ نہیں لی۔ میں بڑے بڑے بادشاہوں کے گھروں میں اسی طرح بلا اجازت اور بغیر اطلاع داخل ہو اکرتا ہوں۔ حضرت داؤدؑ نے اپنے عبادت خانے سے ان دونوں کی باتیں سُنیں اور اندر بُلایا اور پُوچھا کہ اے ملک الموت کوئی خبر لائے ہو یا پیغامِ موت، کہا قبضِ رُوح کے لئے آیا ہوں۔ حضرت داؤدؑ نے فرمایا کہ بھائی پہلے سے اطلاع تو کر دیتے تاکہ میں اپنی رُوح کے ذریعہ سے تمہارے خیر مقدم کے لئے تیاری کر لیتا ملک الموت نے کہا کہ ہم تو تمہیں بار بار اطلاع کرتے رہے ہیں اور بتاتے رہے ہیں کہ عنقریب ہم آنے والے ہیں۔ کیا ہم نے تمہارے باپ، تمہاری ماں، تمہارے بھائی، تمہارے پڑوسی کی رُوح قبض نہیں کی، بے شک کی ہے اور یہی ہمارے پیغامات تھے۔

الغرض حضرت داؤد علیہ السّلام نے بروایت الیعقوبی چالیس سال سلطنت کرنے کے بعد بروایت طبری سو سال کی عمر میں، بروایت الجزائری ہفتہ کے دن۔ بروایت قصص طہرانی حضرت علیٰؑ سے ۲۱۸۲ سال قبل بیت المقدس میں اِنتقال کیا اور بروایت ابنِ خلدون

بیت اللحم (فلسطین) میں دفن ہوئے۔ روضۃ الصفا میں ہے کہ جس دن آپ کو دفن کرنے کیلئے جا رہے تھے۔ سخت دھوپ تھی اور انتہائی گرم لُو چل رہی تھی حضرت سلیمانؑ نے پرندوں کو حکم دیا، انھوں نے پروں کا سایہ کیا، لوگوں کی پریشانی دُور ہوگئی۔ ناسخ التواریخ اور روضۃ الصفا میں ہے کہ چالیس ہزار علماء واکابر نے جنازے میں شرکت کی، عوام کی تعداد خدا ہی جانے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت داؤدؑ کی تکفین ہوچکی اور ان کو قبرستان لے جانے کے انتظامات مکمل ہوچکے تو ایک پرندہ کے ذرا سا ہٹ جانے کی وجہ سے دھوپ کی تھوڑی سی شعاع حضرت داؤدؑ کے کفن پر پڑگئی، حضرت سلیمانؑ اسے دیکھ کر بے چین ہو گئے اور فوراً اس کا بندوبست کیا۔ (حیواۃ الحیوان)۔

حضرتِ داؤدؑ کی ازدواج واولاد

مؤرخ ابن خلدون (متوفی ۸۰۸ھ) کی تاریخ کے حصہ اوّل صفحہ ۲۲۴ کے حاشیہ میں ہے کہ

> "داؤدؑ کے ننانویں بیویاں تھیں اور ہزارہا دربان تھے۔ آپ نے باری مقرر کر رکھی تھی۔ ایک روز دربار کرتے تھے اور ایک روز عبادت الٰہی میں مصروف رہتے تھے اور ایک روز خلوت خاص میں رہتے تھے، ان پچھلے دو دنوں میں کوئی ان کی خدمت میں نہ جا سکتا تھا۔"

میرے نزدیک ان کا یہ بیان حد درجہ مہمل ہے۔ انھوں نے حضرت داؤدؑ جیسے نبی کی شخصیت کو ننانوے کے پھیر میں ڈال دیا ہے۔ ایک وہ نبی جس کو خدا نے خاص طور پر فرمایا۔ "انا جعلنٰک خلیفۃ فی الارض"۔ اے داؤدؑ ہم نے تمھیں زمین میں اپنا خلیفہ بنایا ہے۔ اس کے متعلق یہ کہنا کہ اس کی ننانوے بیویاں تھیں اسے عقل قبول نہیں کرتی۔ کیونکہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ معاذ اللہ وہ عام دُنیاوی بادشاہوں کی طرح عروس ہوس سے ہمکنار تھے پھر ان کا یہ فرمانا کہ وہ ایک دن عبادت کرتے تھے، ایک دن دربار لگاتے تھے۔ ایک دن خلوتِ خاص میں رہتے تھے۔ یعنی ایک پُورے دن بیویوں کے ساتھ مشغول رہتے تھے۔ ان کی عصمت پر حرف لاتا ہے۔ کیونکہ جس دن وہ عورتوں سے مشغول رہتے تھے۔ یقیناً عبادت خداوندی سے غافل رہتے تھے اور یہ چیز یقیناً منافی عصمت ہے۔ اس کے علاوہ میں یہ کہتا ہوں کہ اگر ان کے ننانوے بیویاں تھیں تو ان بیویوں کے نام ان کی اولاد کا ذکر بھی تو کسی نہ کسی تاریخ میں ہونا چاہیئے تھا۔ لیکن مجھے کسی بھی تاریخ میں اس کی تفصیل نہیں ملی۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ ان کے صرف آٹھ بیویاں تھیں۔ ایک روایت کی بنا پر ان میں کنیزیں بھی شامل تھیں۔ مؤرخ ابنِ واضح المتوفی ۲۹۲ھ لکھتا ہے کہ حضرت داؤدؑ کی بیویاں تھیں

(۱) شیتیوم (۲) اریخابل (۳) موخا (۴) دحات (۵) ابیطال (۶) اغلا (۷) مینجیل (۸) بر سابنت ایات وہ لکھتا ہے کہ انکی چھ بیویوں سے چھ لڑکے تھے اور مینجیل بنت طالوت سے کوئی اولاد نہ تھی اور بر سابنت الیات سے حضرت سلیمانؑ تھے۔ بروایت روضتہ الصفا اسکے بطن سے ایک لڑکا تھا جسکا نام "شلوم" تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ انکے انیس اولاد تھی۔ اس سے زیادہ کی کوئی روایت میری نظر سے نہیں گزری، اگر انکی بیویاں ننانوے ہوتیں تو ابن واضح کی وضاحت کے توازن سے انکے کم از کم ۹۹ اولاد بھی ہوتی۔ اگر ننانوے نہ ہوتی تو اسی کے لگ بھگ ہوتی اور ان کا کچھ نہ کچھ تذکرہ تواریخ میں ہوتا۔ مگر ایسا نہیں ہے، لہذا معلوم ہوا کہ ان کی بیویاں آٹھ سے زیادہ نہ تھیں اور ان میں کنیزیں بھی شامل تھیں۔

حضرت لقمانؑ حکیم کے حالات

مورخین کا بیان ہے کہ خداوندِ عالم نے حضرت لقمانؑ کو علم و حکمت سے بھرپور کر دیا تھا، یہ بارشاد رسول کریمؐ نبی نہ تھے، لیکن خدا نے انھیں گناہوں سے محفوظ رکھا تھا۔ (العرائس) خداوندِ عالم نے خصوصی طور پر قرآن مجید میں ان کا ذکر فرمایا ہے: "لقد اتینا لقمان الحکمۃ"، ہم نے لقمان کو حکمت عطا کی ہے۔ ثعلبی کا بیان ہے کہ حکمت سے علم، عقل، عمل اور اصابت رائے مراد ہے، بروایت ثعلبی ان کا پیشہ تجارت تھا۔ تاریخ الحکماء امام محمد بن محمود شہرزوری میں ہے کہ یہ قریہ نوبہ میں پیدا ہوئے تھے جو حبش کا ایک علاقہ تھا۔ اسی وجہ سے سیاہ فام تھے۔ طبری میں ہے کہ حضرت داؤدؑ کو نبوت ملنے کے تیسرے سال ان کو حکومت عطا ہوئی تھی اور یہ عہدِ حضرت یونسؑ تک زندہ رہے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ انھوں نے نبوت کے بدلے حکمت حاصل کی تھی۔ حضرت لقمانؑ کے سلسلۂ نسب میں تین راویوں کے تین علیحدہ علیحدہ بیان ہیں۔ محمد بن اسحاق بن یسار کہتے ہیں کہ تارخ کی اولاد سے تھے جو کہ حضرت ابراہیمؑ کے والد تھے۔ وہب کا کہنا ہے کہ یہ حضرت ایوبؑ کی خالہ کی بہن کے بیٹے تھے۔ مقاتل کا بیان ہے کہ یہ حضرت ایوبؑ کی خالہ کے بیٹے تھے۔ پہلی روایت کی بنا پر ان کا سلسلۂ نسب یہ تھا۔ لقمانؑ بن باعور بن ناحور بن تارخ۔ ایک روایت کی بناء پر ان کا نسب یوں تھا لقمانؑ بن باعور بن ازد بن خالہ ایوب علیہ السلام واللہ اعلم بالصواب۔ (العرائس ص ۱۹۴)۔

روضتہ الصفا میں ہے کہ انھوں نے شام میں سکونت اختیار کر لی تھی، وہیں ان کو کسی رئیس نے خرید لیا تھا۔ جب ان سے علم و حکمت کی حیرت انگیز باتیں ظاہر ہوئیں تو اس رئیس نے جس کا نام بروایت ناسخ التواریخ "قین بن خسر" تھا، انھیں آزاد کر دیا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ آزادی کے بعد موصل چلے گئے تھے۔ ان کی آزادی کے متعلق تین روائتیں ہیں۔

پہلی روایت یہ ہے کہ ان کے خواجہ نے ایک بار جوا کھیلنے میں اپنے مقابل سے یہ فیصلہ کیا تھا کہ جو ہار جائے گا اُسے اس بہتے ہوئے دریا کا سارا پانی پینا پڑے گا اور اگر نہ پی سکے گا، تو اُسے اپنا نصف مال دینا پڑے گا، اتفاقاً اُن کا خواجہ ہار گیا تو جیتنے والے نے شرط پوری کرنے کو کہا۔ خواجہ نے مہلت مانگی۔ بالآخر گھر آیا اور سخت متفکر تھا کہ حضرت لقمانؑ نے سبب پوچھا تو بتایا کہ یہ واقعہ ہے۔ حضرت لقمانؑ نے فرمایا کہ مجھے اس کے پاس لے چلو۔ جب یہ وہاں پہنچے تو اس سے کہا کہ سنو یہ ممکن نہیں کہ جب سے دریا جاری ہے اور جب تک جاری رہے گا سارا پانی پینا شرط میں شامل ہو لامحالا شرط کا مقصد یہی ہو سکتا ہے کہ جو پانی شرط کے وقت دریا میں رہا ہو اُسے ہارنے والا پیئے گا۔ اس نے کہا ہاں یہی مقصد تھا۔ خواجہ کو چاہیئے کہ وہی پانی پی لے۔ حضرت لقمانؑ نے فرمایا کہ ہمارا خواجہ اس پانی کو پینے کے لئے تیار ہے، اب تمہارا کام یہ ہے کہ تم اسی پانی کو لاکر حاضر کرو، جو دریا میں بوقت شرط موجود تھا۔ وہ پانی نہ لاسکا اور اُن کے خواجہ کا چھٹکارا ہو گیا۔ دوسری روایت یہ ہے کہ ایک مرتبہ ان کے خواجہ نے کہا مجھے گوسفند کے اس جگہ کا گوشت پکوا کر کھلاؤ، جو اس کے جسم میں سب سے بہتر ہو، آپ نے زبان اور دل پکوا کر حاضر کیا۔ پھر کہا کہ اس کے جسم میں جو سب سے بدتر گوشت ہو اب وہ کھلاؤ، آپ نے پھر زبان اور دل حاضر کیا اس نے کہا کہ جب اچھا گوشت مانگا تو زبان اور دل لائے اور جب بُرا گوشت مانگا تو زبان اور دل لائے یہ کیا بات ہے؟ فرمایا کہ جب یہ دونوں صحیح ہوں تو بہترین ہیں اور جب یہ دونوں غلط روش اختیار کریں تو بدترین ہیں۔ تیسری روایت یہ ہے کہ خواجہ نے انھیں اپنے کھیت میں تل بونے کا حکم دیا، انھوں نے جاکر جَو بو دیئے۔ جب اسے معلوم ہوا تو اس نے کہا کہ میں نے تل بونے کو کہا تھا تم نے جَو کیوں بو دیئے انھوں نے فرمایا کہ بویا تو جَو ہے، لیکن مجھے یقین ہے کہ اس سے تل ہی اُگے گا۔ پوچھا وہ کیسے؟ فرمایا کہ جس طرح تو انتہائی گناہ کرنے کے بعد یقین رکھتا ہے کہ جنّت میں جائے گا۔ یہ سُن کر اس نے گناہ چھوڑ دیا، اور انھیں آزاد کر دیا۔

حضرتِ لقمانؑ کے بعض نصائح

بروایت "جنات الخلود" حضرت لقمانؑ حکمت ملنے کے بعد ابتدائے عہد سے آخری زندگی تک کرماش میں قیام پذیر رہے جو موصل کا ایک قریہ ہے۔ آپ کی زبان لوگوں کی عام زبان سے مختلف تھی۔ جب آپ ان کی زبان نہ سمجھنے کی وجہ سے گھبرا جاتے تھے۔ تو خلوت میں چلے جاتے تھے اور اپنے لڑکے کو جس کا نام بروایت روضۃ الصفا "ثاران" تھا

کو اپنے پاس بٹھا لیتے تھے اور نصیحتیں فرمایا کرتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ ان کے نصائح بے شمار تھے۔ جنات الخلود میں ہے کہ انھوں نے سات ہزار نصیحتیں فرمائی ہیں۔ ان کے نصائح کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے۔ اے فرزند خدا کی ذات میں شریک نہ کرنا۔ کیونکہ شرک بہت بڑا گناہ ہے۔ اے فرزند نیکی اور بدی چاہے رائی کے دانے کے برابر کیوں نہ ہو اور وہ پتھر کے نیچے یا زمین میں کہیں یا آسمان میں چھپی ہوئی کیوں نہ ہو۔ قیامت میں سامنے لائی جائے گی اور تم سے اس کا حساب ہوگا۔ اے فرزند نماز سے غفلت نہ کرنا اور پابندی کے ساتھ اسے پڑھنا، لوگوں کو نیکی کی ہدایت کرنا اور انھیں بُرائیوں سے روکنا۔ مصیبتوں اور بلاؤں میں صبر کرنا۔ کیونکہ انسان کے لئے یہ چیزیں لازمی ہیں۔ تکبّر کبھی نہ کرنا اور لوگوں سے اپنا رُخ تکبّر کی وجہ سے نہ پھیرنا۔ زمین پر اکڑ کر نہ چلنا جس سے گفتگو کرنا لہجے میں نرمی اختیار کرنا کیونکہ بدترین آواز گدھے کی ہے۔ عرائس ثعلبی میں ہے۔ اے فرزند! اچھوں کی قربت حاصل کرنا اور بُروں سے دُور رہنا، صبر کی عادت ڈالنا، اخلاق بلند رکھنا۔ جھوٹ کبھی نہ بولنا ورنہ ذلیل ہوگے۔ اے فرزند اول شب میں سفر سے پرہیز کرنا اور نصف شب سے آخر شب تک تعریس اور جماع سے اجتناب کرنا۔ سفر میں روزمرہ کی چیزیں ساتھ رکھنا جیسے عصا اور سوئی ڈورا وغیرہ اور کچھ ضروری دوائیں بھی ہمراہ رکھنا۔ جس چیز کی دوسروں کو نصیحت کرنا اس پر خود بھی عمل کرنا ورنہ تمھاری مثال چراغ جیسی ہوگی۔ وہ جلتا ہے اور لوگوں کو فائدہ پہنچتا ہے اُسے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ چھوٹے گناہ نہ کرنا ورنہ بڑے بھی کروگے۔ ناسخ التواریخ میں ہے اے فرزند بوڑھوں سے مشورہ کیا کرنا۔ اے فرزند لوگوں پر فقرے چُست نہ کرنا ورنہ تم سے دُشمنی کریں گے۔ کسی کے ساتھ بُرائی نہ کرنا ورنہ خود بھی ذلیل ہوگے۔ اے فرزند ہمسائیگی کا بہت بڑا بار ہے اس کا خیال رکھنا۔ اے فرزند دوست کو مصیبت کے وقت آزمانا۔ اے فرزند تم پر جو احسان کرے اُسے یاد رکھنا اور تم جو احسان کسی پر کرنا اُسے بھلا دینا۔ روضۃ الصفا میں ہے کہ اے فرزند خاموشی کی عادت ڈالنا تاکہ زبان کے شر سے بچے رہو اگر کوئی تمھاری جھوٹی تعریف کرے تو تم خوش نہ ہونا کیونکہ جاہل کی تعریف سے خزف، گہر نہیں بن سکتا۔ اے فرزند بڑوں سے ٹکر نہ لینا اور چھوٹوں کو ذلیل نہ سمجھنا۔ ایک رِوایت میں ہے۔ اے فرزند اگر تم اپنے لئے ہزار دوست بنا لو تو یہ کم ہے اور اپنا ایک دُشمن بنا لو تو یہ بہت زیادہ ہے۔ اے فرزند! خدا کے رازق ہونے پر یقین رکھو جس نے لطنِ مادر میں آغوشِ مادر میں اور بچپن میں روزی دی، وُہی آخر تک دے گا۔ اے فرزند تیرے لئے عقلا کی زجر و توبیخ جہلا کی خوشبو سے بہتر ہے۔ اے فرزند تم جو نہیں جانتے اُسے علمار سے پوچھو اور جو

جانتے ہو اُسے جہلا تک پہنچاؤ۔ اے فرزند چار چیزوں کی جواب دہی کے لئے تیار رہو، تم سے قیامت میں پوچھا جائے گا کہ جوانی میں کیا کیا۔ عمر کہاں صرف کی، مال کہاں سے حاصل کیا اور اسے کہاں صرف کیا۔ اے فرزند اپنی زوجہ کو راز دار نہ بناؤ، اپنے دروازے پر اپنی بیٹھک نہ بناؤ۔ عورتیں ٹیڑھی ہڈی کی مانند ہیں اگر سیدھی کرنے کی کوشش کروگے تو ٹوٹ جائے گی۔ اے فرزند عورتوں کی چار قسمیں ہیں۔ دو اچھی اور دو بُری۔ اچھی یہ ہیں (۱) عزت دار شوہر پرست، صبر و شکر کرنے والی (۲) ولود، شوہر پرست اور شوہر کے رشتہ داروں کی خدمت کرنے والی، صبر و شکر کرنے والی۔ جو بُری ہیں وہ یہ ہیں (۱) اپنی قوم میں ذلیل، شوہر سے جھگڑنے والی (۲) صبر و قناعت نہ کرنے والی، شوہر کو رُسوا کرنے والی، معمولی بات پر رونے والی۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت لقمانؑ نے اپنے فرزند کو نصیحتیں کرنے کے بعد کہا کہ اے فرزند سب نصیحتوں کا خلاصہ یہ ہے (۱) دریا بہت ہی گہرا اور طویل ہے۔ اس کے لئے اپنی کشتی بہت مضبوط بناؤ (۲) سفر آخرت کے لئے (اپنے کو گناہوں سے) نہایت سبک رکھو۔ (۳) سفر بڑا طویل ہے اس کے لئے زادِ راہ بہت زیادہ فراہم کرو اور عمل میں کمال خلوص پیدا کرو، کیونکہ قبول کرنے والا بڑا دانا و بینا ہے۔

حضرت لقمانؑ اور جڑی بوٹیوں کی خاصیتیں

جنات الخلود میں ہے کہ حضرت لقمانؑ جس جڑی و بوٹی کے قریب سے گزرتے تھے تو وہ اُن کو سلام کرتی تھی اور اپنی خاصیت اُن سے خود بیان کرتی تھی۔ میرے خیال میں اس خدائی کرم گستری سے محققینِ اطبا۔ کو بڑا فائدہ پہنچا ہوگا اور بڑی سہولت پیدا ہوگئی ہوگی۔

نورُ وظہور

حمد و نعت و منقبت و سلام اور ذکرِ مصائب اہلبیت اطہار پر مشتمل الحاج پروفیسر سید فیض الحسن صاحب فیضیؔ کے منظوم خیالات کا حسین گلدستہ "نورُ و ظہور" ہمارے شعر و ادب کی دُنیا میں ایک غیر فانی اور قابل قدر اضافہ ہے۔ کاغذ و کتابت بہترین۔ آفسٹ چھپائی حجم ۱۷۶ صفحات سائز ۱۸×۲۳/۸۔ سرورق رنگین۔ ہدیہ مناسب۔

ملنے کا پتہ:- امامیہ کتب خانہ۔ مُغل حویلی۔ اندرون موچی دروازہ لاہور۸

باب ۲۹

حضرتِ سُلیمان علیہ السّلام

حضرت سُلیمان علیہ السّلام نبی خدا حضرت داؤد علیہ السّلام کے فرزند تھے۔ ان کی والدہ محترمہ کا نام بروایت ناسخ التواریخ بتشیبع بنت اخیعام و بروایت طبری بسا نع بنت الیاس و بروایت الیعقوبی برسبا بنت الیات تھا۔ یہ خدا کے برگزیدہ نبی تھے اور اسی طرح منصوص معصوم افضل زمانہ اور اعلم عصر تھے جس طرح دیگر انبیاء خدا ہوا کرتے تھے۔ انھیں اگرچہ خُدا نے ساری کائنات ارضی کا بادشاہ بھی بنایا تھا، لیکن انھوں نے عظیم بادشاہت کے باوجود دُنیاوی بادشاہوں کی طرح لوگوں پر ظلم نہیں کیا اور کسی امر میں خداوند عالم کی نافرمانی نہیں کی۔ وہ عیش وعشرت سے ہمیشہ دُور رہے۔ فقراء کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا کرتے تھے۔ ساری رات عبادت خدا میں بسر کیا کرتے تھے۔ انھوں نے اپنے گزر اوقات کا ذریعہ بروایت روضۃ الصفا "زنبیل" بننا قرار دیا تھا۔ بروایت حیات القلوب حضرت سلیمانؑ ختنہ شدہ پیدا ہوئے تھے۔ بروایت الیعقوبی انھیں بارہ سال کی عمر میں نبوّت اور حکومت ملی تھی۔ ابن خلدون نے بائیس ۲۲ سال لکھا ہے۔ علامہ جزائری نے تحریر فرمایا ہے کہ انھیں ۱۳ سال کی عمر میں بادشاہت ملی تھی اور انھوں نے چالیس سال حکومت کی تھی۔ نورالمبین قصص الجزائری صـ۱۳۴ ۔

حضرت سلیمانؑ بروایت قصص طہرانی بمقام "دُلاش" پیدا ہوئے تھے، بروایت طبری وہ اس جاہ وحشم کے باوجود خوشنودیٔ خدا کے لئے جَو کی روٹی کھاتے تھے، وہ بروایت قصص جزائری نورالمبین، مہمانوں کی بڑی قدر کرتے تھے۔ ان کا اصول تھا کہ مہمانوں کو سفید روٹی (پراٹھا) اور اپنے اہل وعیال کو سیاہ روٹی (بلاگھی کی) کھلاتے تھے اور خود جَو کی روٹی کھاتے تھے۔ الجزائری میں یہ بھی ہے کہ وہ راتوں رات عبادت کرتے تھے اور ساری رات خوفِ خدا سے رویا کرتے تھے۔ غریب نوازی ان کا شیوہ تھا۔ خانہ کعبہ پر سب سے پہلے غلاف انھیں نے چڑھایا تھا۔ (حیات القلوب)۔

حضرتِ سُلیمانؑ کا حُلیہ

امام ثعلبی وہب بن منبہ اور کعب الاحبار سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سلیمانؑ گورے رنگ اور دُہرے بدن کے تھے۔ حسین وجمیل تھے۔ ان کے بدن پر کافی بال تھے۔ سفید لباس پہنتے تھے۔ بڑے خضوع وخشوع والے تھے۔ غریبوں کو بہت دوست رکھتے تھے اور اکثر ان کے پاس بیٹھے رہتے تھے کمسنی کے باوجود ان کے والد اکثر امور میں ان سے مشورہ لیا کرتے تھے۔

حضرتِ سُلیمانؑ کا نسبُ نامہ

علامہ عبدالرحمٰن ابنِ خلدون نے آپ کا نسب نامہ یہ لکھا ہے۔

سلیمانؑ ابنِ داؤدؑ بن ایشا بن عوفیند بن افصان (بوعمر) بن مسلمون بن نحشون بن عمیناداب بن رام بن حصرون بن یارص بن یہودا بن یعقوب علیہ السلام۔ طالوت بھی جناب یعقوبؑ ہی کی اولاد سے تھے، ان کا نسب نامہ یہ ہے۔ طالوت بن قیس بن افیل ابن صارو بن تحوارث بن افیاح بن بنیامین بن یعقوب علیہ السلام۔ طالوت کا اصل نام شاؤل تھا۔ انھیں خدا نے بنی اسرائیل کا پہلا بادشاہ بنایا تھا۔

حضرتِ سُلیمانؑ کی تخت نشینی اور تعمیرِ بیتُ المقدس ومسجدِ اقصیٰ

مورخین کا بیان ہے کہ جب حضرت داؤدؑ کی عمر کا آخری حصہ آیا تو آپ نے اپنا جانشین حضرتِ سلیمانؑ کو بحکمِ خدا بنا دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرتِ داؤدؑ کی عمر کا جب آخری زمانہ آیا تو حضرت جبرئیل ایک صندوق آسمان سے حضرت داؤدؑ کے پاس لائے اور ان سے کہا کہ آپ اپنے فرزندوں کو بلا کر اُن سے پوچھیں کہ اس صندوق میں کیا ہے؟ جو بتادے اُسی کو اپنا خلیفہ بنا دیجئے۔ حضرت داؤدؑ نے سب سے دریافت کیا، لیکن حضرت سلیمانؑ کے علاوہ کسی نے کچھ نہ بتایا۔ سلیمانؑ نے کہا کہ اس میں ایک انگشتری ہے ایک تازیانہ ہے اور ایک سوالنامہ ہے۔ جب صندوق کھولا گیا تو اس میں یہی چیزیں تھیں۔ پھر جبرئیل نے کہا کہ ان مسائل کے جوابات سب سے مانگو۔ حضرت داؤدؑ نے ان لوگوں سے سوالات کر کے جوابات طلب کئے۔ حضرت سلیمانؑ کے علاوہ کسی نے جواب نہ دیا۔ بالآخر حضرت سلیمانؑ کو حضرت داؤدؑ کا جانشین بنا دیا گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت داؤدؑ علیہ السلام حضرت سُلیمانؑ کو اپنا جانشین بنانے کے بعد انتقال فرما گئے۔ بستان فقیہہ ابوالّلیث میں ہے کہ حضرت داؤدؑ کی عمر ایک سو ستر سال کی تھی اور ان کی قبر بیت المقدس میں ہے ؎

ہماں تخت و مُلکے پذیرد زوال بجز ملک فرماندہ لایزال

بعض مورخین کا کہنا ہے کہ جب حضرت سلیمانؑ تخت سلطنت پر بیٹھے اور انھوں نے وہ انگشتری

ہاتھ میں پہنی جو حضرت جبریل لائے تھے تو اُسی وقت پرندے صف بستہ سر پر سایہ فگن ہو گئے۔ وحوش گروہ در گروہ صحرا سے آنے لگے۔ جن وغیرہ سب حاضر ہو گئے۔ زمین پر جتنی چیزیں تھیں سب تابع فرمان ہو گئیں اور خود زمین بھی مطیع و فرماں بردار ہو گئی۔ جدھر سے حضرت سلیمانؑ گزرتے تھے زمین آواز دیتی تھی کہ دفینہ میرے سینے میں ہے اسے نکال لیجئے۔ جس دریا کی طرف سے گزرتے تھے قعر دریا سے آواز آتی تھی کہ جواہرات میری آغوش میں ہیں۔ چنانچہ وہ جنوں کے ذریعے سے سب کچھ نکلوا لیا اور سارے عالم کی حکومت سلطنت کے مالک ہو گئے۔

مورخ ابن خلدون لکھتا ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے اپنی سلطنت وحکومت کے چوتھے سال سے بیت المقدس کی تعمیر شروع کی یہ تعمیر آپ کے آخر زمانہ حکومت تک برابر جاری رہی تھی۔ اپنے آخری زمانے میں شہر انطاکیہ منہدم کر کے شہر "تدمر" آباد کیا۔ اثنائے تعمیر میں بادشاہ صور سے آپ نے کوہِ لبنان سے لکڑیوں کے کاٹنے میں مدد چاہی۔ کوہِ لبنان پر لکڑی کاٹنے والوں کے لئے سالانہ بیس ہزار کُر کھانا اور اسی قدر زیت جاتی تھی۔ لکڑی کاٹنے والوں کی تعداد ستر ہزار تھی اور پتھر کی کان سے پتھر نکالنے والوں کی تعداد اسیؔ ہزار اور اس کے دُرست کرنے والوں کی تعداد ستر ہزار تھی۔ اور اُن سے کام لینے والے افسر (۳۳۰۰) تھے۔ اس کے بعد حضرت سلیمانؑ نے مسجد بنوائی اس کی بلندی ایک سو ہاتھ اور لمبائی ۶۰ ہاتھ اور چوڑائی بیس ہاتھ تھی۔ اور اس کا اندرونی حصّہ سونے سے منڈھ دیا تھا اور ہیکل بنوایا تھا اور اس کے دروازے صنوبر کی لکڑی کے تھے اور ان پر پھول پتیوں کے نقش ونگار کے علاوہ کروبیوں کی صورتیں بھی بنائی گئی تھیں اور یہ سب سونے کے پتروں سے منڈھے ہوئے تھے۔ اس ہیکل کی تعمیر سات برس میں تکمیل کو پہنچی اور اس کا ایک دروازہ سونے کا بنایا گیا، اس کے بعد ایک بیت السلام صنوبر کے کھمبوں کے چار ضلعوں پر بنایا جس کی ہر صف میں پندرہ پندرہ کھمبے تھے اور اس میں دو سو ترس (ڈھال) اور تین سو درقہ (ٹکڑے) سونے کے رکھے۔ ہر ترس میں چھ چھ سو اعلیٰ درجے کے زمرد تھے اور ہر ٹکڑے میں تین تین سو یاقوت تھے۔ اسکے بعد انھوں نے ایک مکان بنوایا جس کا نام "غیضتہ البیان" تھا اور اپنے بیٹھنے کے لئے ایک منبر بنوایا اور بہت سی کرسیاں تیار کرائیں جو دندانِ فیل کی تھیں اور ان پر سونا منڈھا ہوا تھا۔ اسکے بعد اس بنا پر ایک مکان فرعون مصر کی لڑکی کے لئے بنوایا جس سے حضرت سلیمانؑ نے نکاح کر لیا تھا اور شہر صور کے معروف ومشہور صناعوں سے اس گھر کے مصارف کے لئے تانبے کے برتن بنوائے اور مذبح (قربان گاہ) اور مائدہ (منبر) بیت المقدس میں سونے کا تیار کرایا اور پانچ منبر ہیکل کے دائیں جانب کے لئے اور پانچ بائیں جانب کے لئے طلائی سامان اور انگیٹھیوں کے ساتھ بنوائے اور وہ نقرئی اور طلائی برتن جو اس مقدس مکان کے لئے جناب موصوف تک بذریعہ وراثت پہنچے تھے

اس پاک مکان میں لاکر رکھے اور آپ کے فرمانے سے رؤسا اسباط و کاہنین تابوت عہد (شہادت) کو مقام صیہون (قریۂ داؤد) سے اُٹھا لائے اور اُسے اس مکان میں کروبیوں کی تصویروں کے بازوؤں کے نیچے مسجد اقصیٰ میں رکھا۔ تابوت عہد میں دو لوحین پتھر کی تھیں جنہیں جناب موسیٰؑ نے الواح منکسرہ (ٹوٹی ہوئی لوحوں) کے عوض بنوایا تھا۔ رؤسا اسباط و کاہان تابوت عہد کے ساتھ قبۂ قربان (کفارہ کا سرپوش) اور اس کے ظروف بھی مسجد میں اٹھا لائے۔

جشنِ تعمیر بیتُ المقدس

مورخ ابن خلدون لکھتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام ایک متعینہ دن مذبح کے رُو برو کھڑے ہوئے اور اس خوشی میں بنظرِ تقرب الی اللہ بائیس ہزار گایوں کی قربانی کی۔ اس کے بعد ہر سال تین مرتبہ قربانی کرتے تھے اور بخور دیتے تھے۔ قربانی اور تحفوں کے علاوہ ہر سال چھ سو چھیاسٹھ قنطار سونا بیت المقدس پر چڑھاتے تھے۔

مورخ ہروی روضۃ الصفا میں لکھتے ہیں کہ حضرت سلیمانؑ نے تعمیر کے بعد "جشن عظیم ترتیب دادہ"۔ ایک عظیم جشن ترتیب دیا۔ جس میں علماء و زعماء بنی اسرائیل کو جمع کر کے کہا کہ یہ جگہ صرف عبادت کیلئے بنائی گئی ہے۔ اسے کبھی نہ بھولنا کہ اس میں علماء و فضلاء کا تسلط رہنا چاہیئے۔ بروایت الیعقوبی یہ جشن چودہ یوم جاری رہا۔ قصص الجزائری نور المبین ص۲۱۵ میں ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے تعمیر بیت المقدس کی تکمیل کے فوراً بعد عید منائی۔ بروایت روضۃ الصفا اس میں اس قدر جواہر لگے تھے کہ رات کے وقت ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے دن ہو۔

الیعقوبی ص۴۲ میں ہے کہ حضرت سلیمانؑ کے بارہ وکیل تھے جو ان کے نفقاتی اُمور کی دیکھ بھال کرتے تھے۔

حضرت سُلیمانؑ کے خصُوصیات

حضرت سلیمانؑ کے لئے خداوندِ عالم نے کچھ ایسے خصوصیات متعین فرمائے تھے جو دنیا میں کسی کو نصیب نہیں ہوئے۔ ان خصوصیات میں سے چند خصوصیتیں بڑی نمایاں تھیں۔ مثلاً خداوندِ عالم نے ان کے لئے ہوا کو مسخر کیا تھا اور ان کی حکومت انسانوں، حیوانوں، جنوں اور تمام پرندوں پرندوں اور حشرات الارض پر قائم کی تھی۔ نیز ان میں یہ صلاحیت عطا کی تھی کہ وہ ہر جانور کی زبان سے واقف تھے، اور تمام مخلوقات سے بات چیت کیا کرتے تھے۔ ان کی ایک خصوصیت قدرت نے یہ قرار دی تھی کہ ان کے ہاتھوں سے بیت المقدس کی تعمیر کرائی تھی۔ امام ثعلبی عرائس ص۱۸۱ میں لکھتے ہیں کہ جب حضرت داؤدؑ کی سلطنت کو گیارہ سال گزر گئے تو انھوں نے بیت المقدس کی تعمیر شروع کی اور اس میں اس درجہ انہماک سے کام لیا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں قدِ آدم دیوار کی بلندی ہو گئی۔

حضرت داوٗدؑ اور اشراف بنی اسرائیل اپنے کندھوں پر اینٹیں اُٹھاتے تھے۔ ابھی تعمیر کی بلندی قدِ آدم تک ہی ہوئی تھی کہ خداوندِ عالم نے حکم دے دیا کہ اب اس کی تعمیر روک دو۔ اس کی تکمیل تمہارا فرزند (سلیمانؑ) کرے گا۔ حکمِ خداوندی آتے ہی حضرت داؤدؑ نے تعمیر روک دی اور اسی میں عبادت کا بندوبست کیا۔ جب تک حضرت داؤدؑ زندہ رہے اسی میں عبادت ہوتی رہی۔ جب وہ انتقال فرما گئے اور حضرت سلیمانؑ سلطنت کے مالک ہوئے تو انھوں نے تعمیر شروع کی، اور اس سلسلہ میں انھوں نے تمام جنوں کو جمع ہونے کا حکم دیا۔ جب سب جمع ہوگئے تو انھوں نے تعمیر بیت المقدس کا پروگرام بنایا اور سب کے ذمہ کام لگا دیا۔ جو جس کا اہل تھا اس کے اسی قسم کا کام سپرد کیا۔ بعض وہ جن تھے جن کو معادنِ ارضی سے جواہرات لانے کا حکم دیا۔ بعض کے ذمہ عجائب و غرائب قسم کے پتھر فراہم کرنے کا حکم تھا۔ بعض کے ذمہ سمندروں کی تہ سے موتی اور قیمتی جواہر لانے کا فرمان تھا۔ غرضیکہ انھوں نے تمام ضروریات کے فراہم کرنے کے لئے حکم صادر فرما دیا اور سامان جمع ہونا شروع ہو گیا۔ پھر تراش خراش کا کام شروع ہوا۔ پتھروں اور قیمتی جواہرات کی تراش میں جو آواز پیدا ہوتی تھی وہ حضرت سلیمانؑ کو ناگوار گزری۔ انھوں نے تجربہ کار جنوں کو بُلا کر اُن سے کہا کہ کوئی ایسی صورت پیدا کرو کہ یہ ناگوار آواز پیدا نہ ہو اور پتھر تراشے جائیں۔ اُن لوگوں نے کہا یا حضرت ہمارے پیش نظر ایسی کوئی ترکیب نہیں ہے اور نہ کوئی ایسی چیز ہے جس کے ذریعے سے اس میں کامیاب ہوا جا سکے۔ البتہ ہمیں یہ معلوم ہے کہ ہم میں جو ایک صخر نامی بہت بڑا عفریت ہے وہ اس قسم کی چیزوں سے باخبر ہے اور اسے ان امور میں بہت ہی تجربہ ہے۔ حضرت سلیمانؑ نے پوچھا کہ وہ کہاں رہتا ہے انھوں نے کہا کہ وہ سمندروں کے جزیروں میں رہا کرتا ہے۔ حضرت سلیمانؑ نے دس جنوں کی ڈیوٹی لگائی کہ وہ اُسے حاضر کریں اور خط لکھ کر اس کے نام دیا کہ وہ جہاں ملے اسے دیا جائے۔ جب وہ ایک جزیرے میں دستیاب ہوا تو اُسے حضرت سلیمانؑ کا خط دیا گیا۔ اس کی نظر جونہی مُہرِ سلیمانؑ پر پڑی کانپنے لگا اور ہمراہ چل پڑا۔ جب حضرت سلیمانؑ سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے اس کے بلانے کی غرض بیان کی۔ اُس نے کہا کہ مجھے یہ تو معلوم ہے کہ ایک ایسا پتھر ہے جو دُودھ سے زیادہ سفید ہوتا ہے اور اُس کا نام بھی مجھے معلوم ہے، اُسے "سامور" کہتے ہیں۔ لیکن یہ نہیں معلوم کہ اس کا معدن کہاں ہے البتہ ایک ترکیب بتاتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ عقاب کے بچّہ کو اس کے سامنے پتھر کے صندوق میں بند کر دیجئے اور عقاب کی نقل و حرکت پر نگاہ رکھئے تو یہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔ چنانچہ حضرت سلیمانؑ نے ایسا ہی کیا۔ عقاب نے اپنے بچّے کو نکالنے کی سعی کی۔ لیکن جب وہ کامیاب نہ ہوا تو ایک شبانہ روز کے لئے لاپتہ ہو گیا۔ پھر نمودار ہو کر صندوق کے قریب گیا اور اسی پتھر کے ذریعہ سے جسے وہ تلاش کر کے لایا تھا، پتھر کے صندوق میں سُوراخ کر دیا اور اپنے بچّے کو نکال لیا۔ حضرت سُلیمانؑ نے عقاب کو

حکم دیا کہ وہ جنوں کے معین افراد کو ہمراہ لے جاکر بتائے کہ اس پتھر کا معدن کہاں ہے۔ چنانچہ وہ اپنے ہمراہ لے گیا اور جنوں نے اپنی ضرورت بھر وہ پتھر حاصل کر لیا۔ امام ثعلبی لکھتے ہیں کہ یہ وہ ہی پتھر ہے جس سے آج بھی انگوٹھیوں پر نقش کندہ کئے جاتے ہیں اور جواہرات میں سوراخ کئے جاتے ہیں۔

الغرض بیت المقدس کافی عرصہ جد وجہد کے بعد تیار ہوا اور ایسا تیار ہوا کہ روئے زمین پر ایسی کوئی عمارت نہ تھی۔ حضرت سلیمانؑ نے اس کی تکمیل کے بعد شاندار جشن منایا جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے۔ اسی موقع پر انھوں نے بارگاہِ خداوندی میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

اللّٰھم انك وھبت لی ھذ الملك منا منك علی وجعلتنی خلیفة علی ارضك واكرمتنی به من قبل ان اكون شیئًا فلك الحمد اللّٰھم انی اسئلك لمن دخل ھذا المسجد خصالًا، ان لاید خله احد یصلی فیه ركعتین مخلصًا فیھا الاخرج من ذنوبه كیوم ولد ته امه ولاید خله مذ نب الاتبت علیه ولاخائف الا امنته ولاسقیم الاشفیته الخ۔

اس کے بعد انھوں نے خدا کی بارگاہ میں عرض کی خدایا درخواست ہے کہ میرے ہدیہ کو قبول فرما چنانچہ بروایت ثعلبی آسمان سے آگ کا ظہور ہوا اور ان کی تمام قربانیاں جو اس جگہ پڑی ہوئی تھیں سب کو خاکستر بنا دیا۔

واضح ہو کہ بیت المقدس کی موجودہ عمارت کے وسط میں ایک بہت بڑا پتھر ہے اور اس کے نیچے مسجد بنی ہوئی ہے۔ جسے "مسجدِ صخرا" کہتے ہیں۔ حضرت سلیمانؑ کی مذکورہ دعا سے اس میں نماز ادا کرنے کا استحسان ظاہر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو بھی اس میں جاتا ہے نماز ضرور پڑھتا ہے اور دعاؤں سے مراد حاصل کرتا ہے۔ ناچیز راقم الحروف کو بھی ۱۹۶۴ء میں حاضری کا شرف حاصل ہوا ہے۔ (والحمد للہ علی ذالک)۔

الغرض حضرت سلیمانؑ نے بیت المقدس کی تعمیر ایسی کرائی جس کی توصیف ممکن نہیں اور یہی تعمیر عہد بخت نصر تک باقی رہی۔ لیکن اس ظالم سفاک اور لٹیرے نے بیت المقدس کو تاراج کر دیا۔ جواہرات اور اوانی لوٹ لئے اور اس میں مردار گوشت ڈلوایا اور اس کی تمام زمینوں پر قبضہ کر لیا اور سب کچھ اٹھا کر بابل لے گیا۔ پھر عہد اسلام میں ایک مسلمان بادشاہ نے اسکی موجودہ عمارت تعمیر کرائی۔

حضرت سلیمانؑ کے بعض فیصلے

حضرت سلیمانؑ کے خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ خداوندِ عالم نے انہیں قوتِ فیصلہ کمسنی ہی سے ودیعت کر دی تھی اور اس کا علم حضرت داؤدؑ کو تھا۔ حضرت داؤدؑ ان کی صلاحیت کو دیکھ کر بچپن ہی سے انکی بلندی کے قائل ہو گئے تھے اور انھیں یقین تھا کہ یہ فرزند اپنی آپ نظیر ہوگا

پھر جب قدرے عمر بڑھی اور شعور کا مظاہرہ ہونے لگا تو حضرت داؤدؑ ان معاملوں کو جوان کے پاس آیا کرتے تھے۔ حضرت سلیمانؑ کے سپرد کر دیا کرتے تھے اور وہ بہترین فیصلہ کیا کرتے تھے۔

اس سلسلہ میں یہ واقعہ بھی قابل ذکر ہے کہ حضرت داؤدؑ نے عمومی فیصلے کے لئے ایک قاضی مقرر کر رکھا تھا۔ ایک دن اس قاضی کے پاس ایک عورت آئی جو نہایت حسین و جمیل تھی اور اُس نے ایک شخص کے خلاف دعویٰ دائر کیا کہ اس نے اس کا مال لے لیا ہے اور واپس نہیں کرتا۔ مقدمہ کی سماعت تو ایک طرف رہی، اس پر قاضی صاحب لٹو ہو گئے اور انھوں نے اپنے ایک معتمد کو اس عورت کے پاس بھیج کر پیغام تزویج دیا۔ اس عورت نے جواب میں کہا کہ میں تزویج کی خواہشمند نہیں ہوں اور نہ ایسا کروں گی۔ جب وہ تزویج پر راضی نہ ہوئی تو اس نے اُسے دعوت زنا دی۔ عورت نے جواب دیا کہ میں اتنے عظیم گناہ کے ارتکاب کی تاب نہیں رکھتی، ایسا ہرگز ممکن نہیں۔

یہ عورت جب قاضی سے مایوس ہو گئی تو کوتوال کے پاس پہنچی، اُس نے بھی بدنظری ظاہر کی۔ پھر وہ صاحب السوق، بازار کے چیئرمین کی طرف مائل ہوئی اور اس سے فریاد کی اور درخواست کی کہ میرا مال فلاں شخص نے لے لیا ہے، مجھے واپس دلایا جائے، لیکن اس نے کوئی توجہ نہ دی۔ کیونکہ اس کی تمام تر توجہ ایک ہی مقصد کی طرف تھی جس پر یہ راضی نہ تھی۔ جب اس کا کام منتظمین سے نہ بنا تو یہ حضرت داؤدؑ کے خصوصی خادم کی طرف متوجہ ہوئی۔ اس کے خیالات بھی اُس نے فاسد پائے تو صبر و شکر کر کے خاموشی کے ساتھ گھر بیٹھ رہی۔

ایک دن قاضی اور مذکورہ تینوں مفسد ایک مقام پر جمع ہو کر اِدھر اُدھر کی باتیں کر رہے تھے، ناگاہ اس جمیلہ کا ذکر بھی آ گیا اور سب نے آپس میں مشورہ کیا کہ کوئی ایسی صورت ہونی چاہیئے کہ یہ عورت لباس حیات اُتار دے تاکہ ہمارے دلوں میں جو اس کے وصال کی تمنّا اور خواہش ہے وہ ختم ہو جائے کیونکہ مقصد میں کامیابی کا تو کوئی امکان ہی نہیں ہے۔ یہی بات سوچ کر ان لوگوں نے ایک منصوبہ (پلان) تیار کیا اور وہ یہ تھا کہ حضرت داؤدؑ کی خدمت میں یہ شکایت کی جائے کہ یہ عورت ایک بڑا کتا رکھتی ہے اور اس کے ساتھ مباشرت کرتی ہے اور سب متفقہ طور پر گواہی دیں۔ چنانچہ حضرت داؤدؑ کی عدالت میں یہ دعویٰ دائر کیا گیا۔ حضرت داؤدؑ نے اس کا فیصلہ حضرت سلیمانؑ کے سپرد فرما دیا۔ حضرت سلیمانؑ نے ان گواہوں اور اس عورت کو طلب فرمایا اور مُدّعی سے پُوچھا کہ تیرا کیا دعویٰ ہے۔ اس نے کہا کہ یہ عورت کتّے کے ساتھ مجامعت کرتی ہے اس سے معاشرہ گندا ہوتا ہے۔ حضرت سلیمانؑ نے گواہ طلب کیئے۔ گواہوں نے متفقہ طور پر تصدیق کر دی یعنی سب نے ایک ہی بیان دیا۔ عورت جو بالکل بے گناہ تھی، وہ خُدا سے لو لگائے اور نبی خدا کے منصفانہ فیصلہ پر اعتماد کئے بیٹھی تھی کہ حضرت سُلیمانؑ نے جرح شروع کی۔ چاروں افراد کو علیحدہ علیحدہ کر دیا۔ پھر ایک کو طلب فرمایا اور پوچھا کہ وہ کتا جس سے یہ عورت

مباشرت کرتی ہے اُس کا رنگ کیا ہے۔ اُس نے کہا سیاہ ہے۔ پھر دُوسرے کو بُلا کر پوچھا اُس نے کہا سُرخ ہے اور تیسرے اور چوتھے سے پُوچھا انہوں نے بھی جُدا جُدا رنگ بتایا حضرت سلیمانؑ نے اس عورت کو باعزت بری کر دیا۔ اور ان لوگوں کو بہتان باندھنے کی سزا دے دی (روضۃ الصفا صـ۱۲۳)۔

حضرت سلیمانؑ کا ایک وہ فیصلہ جس کا ذکر قرآن مجید میں بھی موجود ہے یہ ہے کہ دو شخص حضرت داؤدؑ کے پاس آئے جن میں سے ایک کا نام یوحنا تھا اور دوسرے کا ایلیا۔ ایلیا نے حضرت داؤدؑ کی خدمت میں عرض کی۔ حضور، یُوحنا کی بکریاں رات کے وقت میرے کھیت میں گھس گئیں اور سارا کا سارا کھا لیا۔ حضرت داؤدؑ نے یوحنا سے پُوچھا کیا واقعہ ہے؟ اُس نے کہا کہ حضورؑ میں سو رہا تھا اور میری بکریاں اس کے کھیت میں چلی گئیں اور اُنھوں نے اسے چر لیا۔ حضرت داؤدؑ نے قیمت لگانے والوں کو بُلایا اور حُکم دیا کہ زراعت اور بکریاں دونوں کی قیمت لگاؤ، ان لوگوں نے قیمت لگائی تو دونوں کی قیمتیں برابر پڑیں۔ یعنی جتنی قیمت زراعت کی لگی اُتنی ہی قیمت بکریوں کی لگی حضرت داؤدؑ کے ذہن میں اگرچہ یہ فیصلہ تھا کہ ساری بکریاں صاحبِ زراعت کو دے دی جائیں۔ لیکن انھوں نے اپنے فرزند حضرت سلیمانؑ کو حکم دیا کہ تم اس کا فیصلہ کر دو۔ چنانچہ انھوں نے فیصلہ دیا کہ کھیت کی نگرانی اور رکھوالی یُوحنا کے سپُرد کر دی جائے جس کی بکریوں نے ایلیا کا کھیت چرا ہے اور ایلیا کو یوحنا کی بکریاں اس وقت تک کے لئے دے دی جائیں جب تک کھیت اپنی پہلی حالت میں نہ آجائے اور ایلیا کو اجازت رہے کہ ان بکریوں کے دُودھ اور اُون سے فائدہ اٹھائے حضرت داؤدؑ نے اس فیصلہ کو بہت ہی پسند فرمایا اور کمال مسرت کے ساتھ دُعائیں دیں۔

تسخیر الریاح

حضرت سلیمانؑ کے لئے خداوندِ عالم نے ہوا کو قابو میں کر دیا تھا وہ جو چاہتے تھے ہوا سے کام لے لیا کرتے تھے۔ انھوں نے استقرار سلطنت کے بعد جنوں کو حکم دیا تھا کہ وہ ابریشم اور سونے کی ایک طویل بساط تیار کریں، چنانچہ انھوں نے بروایت ثعلبی ایک فرسخ لمبی اور ایک فرسخ چوڑی بساط تیار کی جس کے وسط میں آپ کا شاندار منبر یا تخت رکھا جاتا تھا جو سونے کا بنا ہوا تھا اور اس کے گرد تین ہزار سونے اور چاندی کی کرسیاں لگائی جاتی تھیں، سونے کی کرسی پر اس وقت کے انبیاء۔ اور چاندی کی کرسی پر علماء رونق افروز ہوتے تھے اور ان کے گرد انسانوں کی صفیں اور ان کے گرد جن اور شیاطین کی صفیں ہوتی تھیں اور اوپر پرندے اپنے پروں سے سایہ کئے رہتے تھے۔ پھر آپ ہوا کو حکم دیتے تھے اور وہ اس بساط کو جس پر تین ہزار انسان اور بیشمار دیگر مخلوق ہوتی تھی لے کر اڑتی تھی اور جہان کے لئے حکم ہوتا تھا وہ پہنچا دیتی تھی اور پہنچانے میں بھی اتنی سُرعت کی جاتی تھی کہ ایک مہینہ کا راستہ ایک دن میں طے ہوتا تھا اور بروایت طبری ایک ماہ کی راہ ایک گھنٹے میں طے ہو جاتی تھی۔ بروایت ثعلبی آپ نے ایک ہزار مکانات شیشے کے بنوائے تھے

اور اُن کا تعلق بھی ہوا سے تھا۔ یعنی وہ جس چیز پر بنے ہوئے تھے، اُس کو بھی ہوا اٹھا کر لے جایا کرتی تھی۔ ایک دن جب کہ حضرت سلیمانؑ ہوا میں پرواز کر رہے تھے۔ خدا نے فرمایا کہ اے سلیمانؑ ہم نے تمھارے لئے یہ بھی سہولت دے دی ہے کہ جو بھی کوئی بات زبان سے نکالے گا، ہوا تم تک فی الفور پہنچا دیا کرے گی۔

منطق الطیر

حضرت سُلیمانؑ کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ ان کو خدا نے جانوروں کی بولی سمجھنے کی صلاحیت دے دی تھی وہ ہر جانور کی آواز کو سُن کر سمجھ لیتے تھے۔ کہ یہ کیا کہہ رہا ہے۔ بروایت روضۃ الصفا ایک دن حضرت سلیمانؑ اپنے ارکان دولت کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں کبوتر نے آواز لگانا شروع کیا۔ حضرت سلیمانؑ نے حاضرین سے پوچھا بتاؤ یہ کیا کہہ رہا ہے۔ ان لوگوں نے کہا کہ خدا و رسُولؐ بہتر جانتے ہیں۔ انھوں نے فرمایا کہ یہ کہتا ہے "ادرو اللموت وابنو اللخراب" موت کے لئے تیار رہو، اور ہر تعمیر خراب ہونے کے لئے بناؤ۔ امام ثعلبی لکھتے ہیں کہ طاؤس (مور) کی آواز سُن کر حضرت سلیمانؑ نے فرمایا کہ یہ کہتا ہے "کما تدین تدان" جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔ اور ہُدہُد کی آواز پر فرمایا کہ یہ کہتا ہے "من لا یرحم لا یُرحم"۔ جو کسی پر رحم نہ کرے گا اس پر بھی رحم نہ کیا جائے گا۔ بروایت امام جعفر صادق علیہ السّلام اذا صاح القبرہ "قال اللھم العن مبغضی آل محمدؐ"۔ جب قبرہ محل عبادت میں بولتا ہے تو کہتا ہے "خدایا آل محمدؐ" سے بغض رکھنے والوں پر لعنت کر۔ عرائس ثعلبی ص ۱۶۴ طبع مصر۔ بروایت علامہ نعمت اللہ الجزائری، حضرت سلیمانؑ نے قبرہ کے سر پر ہاتھ پھیرا تھا۔ اسی لئے اس کے سر پر تاج خدا نے قائم کر دیا ہے۔ مورخین لکھتے ہیں کہ حضرت سلیمانؑ کو جو منطق الطیر سمجھنے کی خصوصیت سے نوازا گیا تھا اس میں ہر قسم کے جانور کی بولی سمجھنا شامل تھا "حتی النمل"، اسمیں چیونٹی کی آواز اور گفتگو بھی شامل تھی۔

حضرت سُلیمانؑ وادیٔ النمل میں

وہب بن منبہ نے کعب الاحبار سے روایت کی ہے کہ حضرت سلیمانؑ دوش ہوا پر برابر سفر کیا کرتے تھے اور دُنیا کے مختلف اطراف میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ایک دن ان کا تخت دوش ہوا پر جا رہا تھا، یہاں تک کہ "وادیٔ سُدَیر" میں پہنچا۔ پھر وہاں سے روانہ ہو کر وادی النمل سے گذرا جو بروایت الجزائری طائف میں ہے۔ تواریخ میں ہے کہ جب ان کی سواری وادیٔ النمل میں پہنچی اور چیونٹی کے بادشاہ نے جس کا نام بروایت ثعلبی "طاخیہ" تھا۔ اس سواری کی شان و شوکت دیکھی تو اُس نے اپنے دو پیروں پر کھڑے ہو کر اپنی چیونٹیوں کو آواز دی کہ فوراً بلوں میں چلی جاؤ، کہیں سلیمانؑ کا لشکر تمھیں کچل نہ ڈالے یہ سُن کر چیونٹیوں نے اس اندیشے کے تحت کہ اگر سلیمانؑ کا تخت یہاں اُترا تو ہم کچلی نہ جائیں نہایت عجلت کے ساتھ بلوں میں گھسنا شروع کر دیا۔ اُدھر ہوا نے اس چیونٹی کے بادشاہ کی کہی ہوئی بات

کو حضرت سلیمانؑ کے کانوں تک پہنچا دی۔ حالانکہ بروایت ثعلبی اُس وقت تخت تین میل کی بلندی پر تھا یہ سُن کر انھوں نے تبسم فرمایا اور حکم دیا کہ اسی "وادی النمل" میں تخت اُتارا جائے۔ چنانچہ تخت رواں ٹھہر گیا اور اُسی وادی میں اُتار دیا گیا۔ حضرت سلیمانؑ نے حکم دیا کہ چیونٹیوں کے بادشاہ کو میرے پاس لایا جائے چنانچہ وہ لایا گیا ؎

نظر کردن بدرویشان منافی بزرگی نیست سلیمان باہمہ حشمت نظرہا بود با مورش

آپ نے اُسے اپنے داہنے ہاتھ پر رکھ کر اُس سے پوچھا کہ تو نے اپنی چیونٹیوں سے میرے تخت کو دیکھ کر یہ کیوں کہا؟ کہ تم سب بلوں میں چلی جاوٴ۔ کہیں سلیمانؑ کا لشکر تمھیں کچل نہ ڈالے کیا تجھے معلوم نہیں کہ میں خدا کا بھیجا ہوا نبی بھی ہوں۔ کیا یہ ممکن ہے کہ کسی کو میری وجہ سے گزند پہنچے۔ اس نے عرض کی، حضور جو کسی گروہ کا ذمہ دار ہو اُسے چاہیئے کہ اس گروہ کو بچائے اور اسکی حفاظت کے لئے اقدامات کرے میں جانتا تھا کہ حضور نبی خدا ہیں اور آپ کی طرف سے کسی گزند کا اندیشہ نہ تھا لیکن مجھے یہ خیال تھا کہ کہیں حضور کا لشکر غیر شعوری طور پر کوئی گزند نہ پہنچا دے۔ نیز ایک مقصد یہ بھی تھا کہ حضور کا جاہ و حشم دیکھکر کہیں ہماری چیونٹیوں کو زکام نہ ہو جائے اور وہ اپنی بلندیوں کا خواب نہ دیکھنے لگیں اور اپنی حیثیت سے بے زار نہ ہو جائیں نیز یہ کہ آپ کی شان و شوکت کے دیکھنے میں مشغول ہو کر عبادتِ خدا سے غفلت نہ کر بیٹھیں۔ حضرت سلیمانؑ کو یہ جواب بہت زیادہ پسند آیا اور انھوں نے ازراہ کرم اس سے ایک سوال کیا کہ بتا تیری حیثیت زیادہ ہے یا میری۔ اس نے کہا حضور اس وقت تو میری حیثیت زیادہ ہے۔ کہا وہ کیسے؟ کہا اس طرح کہ آپ کا تخت جو زر و جواہر سے بنا ہوا ہے وہ آپ کا مسکن ہے اور ہوا اُسے اٹھاتی ہے اور میں جہاں بیٹھا ہوں وہ نبی خدا کا ہاتھ ہے اور وہ مجھے اٹھائے ہوئے ہے، پھر پوچھا۔ تیرا لشکر زیادہ ہے یا میرا۔ کہا، گستاخی معاف، لشکر تو میرا زیادہ ہے۔ پوچھا وہ کیسے، اس نے آواز دی اپنی چیونٹیوں کو وہ بلوں سے نکلنے لگیں اور ستر ہزار فوج نکلی۔ ہر فوج کی تعداد خدا کے سوا کوئی نہیں جان سکتا۔ سلیمانؑ متعجب ہوئے اور پوچھا کہ اس تعداد سے زیادہ بھی ہے کہا کہ اگر ستر ہزار تک ہر روز لشکر نکلتا رہے تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ دونوں بادشاہوں میں جو خوشگوار گفتگو ہو رہی تھی وہ ختم ہونے کو تھی کہ چیونٹیوں کے بادشاہ نے دعوت طعام دے دی۔ دعوت قبول کی گئی۔ اُس نے اپنے مُنہ میں دبا کر ٹڈی کی ایک ٹانگ خدمتِ سلیمانؑ میں پیش کی اور رخصت ہو گیا ؎

عیب است لکن ہنر است از مورے پائے ملخی نزد سلیمانؑ بردن

حضرت سلیمانؑ نے حکم دیا کہ اب یہاں سے آگے بڑھا جائے۔ چنانچہ وہاں سے روانگی ہوئی۔ اور تختِ سلیمانؑ ہوا کے دوش پر اڑتا ہوا آگے بڑھا اور چکر لگاتا ہوا صبح کو عراق پہنچا، دوپہر شہر مرو میں کی اور نمازِ عصر کے وقت بلخ پہنچا۔ وہاں نمازِ عصر پڑھی گئی۔ پھر بلخ سے چل کر ترک پہنچا، پھر چین چلا

گیا۔ وہاں داہنی طرف کو مڑا اور مطلع شمس کی طرف گیا" حتی اتی ارض الھند" یہاں تک کہ ہندوستان پہنچا۔ وہاں سے روانہ ہوکر مکران اور کرمان ہوتا ہوا فارس پہنچا اور وہاں چند دنوں کے لئے ٹھہر گیا۔ پھر وہاں سے روانہ ہوکر "کسکر" میں دوپہر کیا۔ پھر شام کی طرف واپس آگیا۔ وکان مستقرہ مدینۃ تدمر" حضرت سلیمانؑ کا قیام مقام تدمر میں تھا۔ (عرائس)۔

مقام تدمر میں شاندار محل کی تعمیر

امام ثعلبی کا بیان ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے اس سفر میں شام سے روانگی سے پہلے شیاطین وغیرہم کو حکم دے دیا تھا کہ یہاں ایک نہایت شاندار محل بنانا شروع کرو اور جلد سے جلد اسے تیار کر دو۔ چنانچہ انھوں نے پوری سعی و کوشش کر کے جواہرات سے مرصع عمارت تیار کر دی[صفحہ ۱۶۸]

اس کے علاوہ بروایت روضۃ الصفا ایک عظیم الشان قلعہ تعمیر کرایا تھا جو سونے چاندی سے بنایا گیا تھا، اور جواہرات سے مرصع تھا۔ اس میں مختلف لوگوں کی تصویریں بھی تھیں۔ اس میں سلیمانؑ کے لئے ایک ایسا تخت بنا تھا کہ جو دو شیروں کی پشت پر بنا تھا۔ ان شیروں کے ہاتھ اس انداز کے تھے کہ وہ تخت پر چڑھنے کا زینہ بن جاتے تھے۔ یعنی جب حضرت سلیمانؑ اس تخت پر جانے کا ارادہ کرتے تھے۔ تو شیروں کے ہاتھ خود بخود اٹھ کر آپس میں مل جاتے تھے اور وہ اسی پر پاؤں رکھ کر تخت پر چڑھ جاتے تھے۔ اسی کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت سلیمانؑ کے بعد ایک دن "بخت نصر" بادشاہ نے تخت پر چڑھنے کا ارادہ کیا اور چڑھنے لگا تو ان شیروں کے دونوں ہاتھوں نے اس زور سے ضرب لگائی کہ اس کی پنڈلی زخمی ہوگئی۔

تسخیر الجن والانس وغیرہم

حضرت سلیمانؑ کو خداوند عالم نے بہت سی خصوصیات سے نوازا تھا۔ ان میں ایک یہ خصوصیت بھی قرار دی تھی کہ ساری دنیا کے جن اور انسان اور چرند و پرند نیز درندے بلکہ ساری مخلوقات ارضی کو ان کے تابع فرمان کر دیا تھا۔ ہر چیز ان کی مطیع و منقاد تھی۔ حتیٰ کہ عناصر پر بھی ان کو اقتدار دے دیا تھا اور وہ ہر چیز پر اپنا حکم چلاتے تھے اور ان کا حکم تمام چیزوں پر چلتا تھا۔ ثعلبی کا بیان ہے کہ مخلوقات میں سے جو بھی ذرا سا تعمیل حکم میں تامل کرتا تھا۔ فوراً خدا کا فرشتہ اس کی سرکوبی کر دیا کرتا تھا اور اس پر ایسا کوڑا مارتا تھا کہ وہ بھسم ہو جاتا تھا۔ وہ جن اور شیاطین سے بڑے بڑے اہم کام لیا کرتے تھے ان کو حکم تھا کہ دریاؤں سے جواہرات نکالو اور اعلیٰ درجے کے عظیم الشان محل تعمیر کرو۔ چنانچہ وہ لوگ دفائن اور خزائن کی تلاش کرتے تھے اور گہرے دریاؤں میں غوطے لگا کر جواہرات وغیرہ لاتے تھے۔ یعنی جو انھیں حکم ہوتا تھا اس کی تعمیل بسر و چشم کرتے تھے۔

بروایت عرائس ثعلبی حضرت سلیمانؑ ایک دن ساحل سمندر پر اس شان سے جا رہے تھے کہ ان

کے داہنی طرف انسان، بائیں جانب جنات پیروں کے نیچے ہوا اور ان کے سر پر پرندوں کے پَروں کا سایہ تھا۔ چلتے چلتے ان کی نظر تند و تیز موجوں پر پڑی، سواری روک لی یعنی ہوا کو حکم دیا کہ ٹھہر جا، وہ جس ہوا کے لکہ پر سوار تھے وہ تھم گیا۔ آپ نے لوگوں سے کہا کہ تم ایسے سو غوطہ زن لاؤ جو اپنے فن میں اُستاد ہوں، ان لوگوں نے غواصی میں ماہر سو افراد پیش کر دیئے۔ آپ نے حکم دیا کہ ان میں سے تیس کا انتخاب کرو۔ انھوں نے تیس افراد منتخب کئے۔ پھر فرمایا کہ ان میں سے دس منتخب کرو، انھوں نے دس کا انتخاب کیا۔ پھر فرمایا کہ ان میں سے تین کا انتخاب کرو، انھوں نے تین کا انتخاب کیا۔ پھر فرمایا کہ ان میں سے ایک کو منتخب کرو۔ انھوں نے تین میں سے ایک کو منتخب کیا۔ اس وقت آپ نے اسے حکم دیا کہ تو قعرِ سمندر میں جا کر یہ معلوم کر کہ اس کے نیچے کیا کیا ہے اور خلاقِ عالم نے اس میں کتنے عجائب پوشیدہ کر رکھے ہیں۔

وہ تعمیلِ حکم میں روانہ ہوا، اور کافی گہرائی تک چلا گیا۔ اس نے پوری کوشش کی کہ تہ تک چلا جائے۔ مگر ممکن نہ ہو سکا۔ یہاں تک کہ مجبوراً واپس آیا۔ حضرت سلیمانؑ نے پوچھا کہ تو جہاں تک پہنچا وہاں تک میں کیا کیا دیکھا۔ اس نے عرض کی اے نبی خدا میں نے پانی کی موجوں اور مچھلیوں کے سوا کچھ نہیں دیکھا البتہ ایک عظیم مَلک کو دیکھا ہے جو پانی میں موجود تھا۔ اس نے مجھے دیکھ کر مجھ سے پوچھا کہ تم یہاں کیوں آئے ہو۔ میں نے کہا کہ مجھے نبی خدا حضرت سلیمانؑ نے سمندر کی تہ کے عجائبات دیکھنے کے لئے بھیجا ہے۔ اس نے کہا کہ نبی خدا کو میری طرف سے سلام کہہ دینا اور کہنا کہ یہاں چالیس افراد عرصہ ہوا اسی مقصد کے لئے آئے تھے۔ لیکن ان کا پتہ بھی نہ چلا کہ کہاں چلے گئے۔ اس لئے اس جدوجہد و سعی کوشش سے باز آئیے۔ اس میں کچھ حاصل ہونا نہیں ہے۔ یہ سُن کر حضرت سلیمانؑ متعجب ہوئے اور اپنے ارادے سے باز آئے۔

اسی دوران میں جب کہ وہ سمندر کے کنارے تھے، انھوں نے دیکھا کہ ایک شیشے کا قبہ موجوں سے کھیلتا ہوا، ڈوبتا، تیرتا ہوا بہا جا رہا ہے۔ اس کے حسن و جمال کو دیکھ کر حضرت سلیمانؑ نے ایک ماہر غوطہ زن کو حکم دیا کہ اسے قابو میں کرو اور میرے پاس لاؤ، وہ گیا اور اس نے کوشش کر کے اس پر قبضہ کیا اور اسے ساحل بحر کے قریب لایا، پھر پانی سے نکال کر ساحل پر رکھا، جیسے ہی وہ سطح زمین پر آیا۔ اس کے دو دروازے برابر سے کھل گئے اور اس میں سے ایک نوجوان حسین شخص برآمد ہوا، اور وہ حضرت سلیمانؑ کے سامنے سلام کے بعد بیٹھ گیا۔ وہ نہایت سفید لباس پہنے ہوئے تھا اور اس کے سر سے پانی کے قطرات ٹپک رہے تھے۔ حضرت سلیمانؑ نے پوچھا کہ تو انسانوں میں سے ہے یا جنوں میں سے۔ اس نے عرض کی میں انسانوں میں سے ہوں۔ حضرت سلیمانؑ نے اس کی ہیئت و حالت دیکھ کر تعجب کیا اور کہا کہ اپنی سرگزشت بیان کر۔ اس نے کہا کہ میری ایک والدہ تھی

میں اس کی بھرپور خدمت کیا کرتا تھا اس کے لئے ہر قسم کا سامان بہم پہنچایا تا تھا، اسے اُٹھاتا تھا، بٹھاتا تھا۔ غرضیکہ اُسے ہر طرح آرام پہنچاتا تھا۔ جب اس کی وفات کا وقت آیا تو میں نے اس سے درخواست کی کہ وہ میرے لئے کچھ دُعا کرے۔ اس نے آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر بارگاہِ احدیت میں عرض کی۔ "یارب قد عرفت برّ ولدی بی فارزقہ العبادۃ فی موضع لایکون لابلیس وجنودہ علیہ سبیل ثم ماتت الخ اے میرے پالنے والے تو میرے فرزند کی ان اچھائیوں سے واقف ہے۔ جو اس نے میرے ساتھ کی ہیں۔ مالک میں دُعا کرتی ہوں کہ اسے ایسی جگہ عبادت کے لئے فراہم کر دے۔ جس جگہ شیطان اور اس کا گروہ نہ پہنچ سکے۔ بنی خدا اس نے دُعا کی اور فوت ہوگئی۔ میں نے اس کی تجہیز و تکفین کا بندوبست کیا اور اس کا غم مناکر بیٹھ رہا۔ پھر تھوڑے عرصے کے بعد میں اس بحرِ بے کراں کے قریب ایک دن آیا تو میں نے اس شیشے کے قبہ کو پانی میں دیکھا۔ میرا دل چاہا کہ میں اس میں چلا جاؤں، چنانچہ میں اُس میں داخل ہوگیا میرا داخل ہوتا تھا کہ اس کے دونوں دروازے بند ہوگئے اور یہ قبہ پانی میں ڈوب گیا۔ اب میں اس وقت سے اس وقت تک اسی میں ہوں اور یہ پانی کے اندر ہی بہتا رہتا ہے۔ یہ سُن کر حضرت سلیمانؑ نے پُوچھا کہ اس میں تیرے کھانے پینے اور نماز کے اوقات کا کیا انتظام ہوتا ہے۔ اس نے کہا سب خدا کی طرف سرانجام پاتا ہے۔ حضرت سلیمانؑ نے کہا کہ کیا تو یہ پسند کرے گا کہ میرے پاس رہے۔ اس نے معذرت کی اور رخصت چاہی انھوں نے اجازت دے دی اور وہ اپنے قبہ میں چلا گیا، دروازے بند ہوگئے اور وہ قبہ موجوں کی آغوش میں گم ہوگیا۔ (عرائس صفحہ ۱۹۹)۔

غرضیکہ حضرت سلیمانؑ مخلوقات کو تابع فرمان کئے رہے اور جنوں سے وہ کام لیتے رہے جو انسانوں کے بس میں نہ تھے۔ قرآن مجید میں ہے"۔ ویعملون لہ مایشاء من محاریب و تماثیل وجفان کالجواب وقدور راسیات الخ سلیمانؑ کو جو بنوانا منظور ہوتا۔ یہ جنات ان کے لئے بناتے تھے۔ جیسے مسجدیں، محل، قلعے اور فرشتے وانبیاء کی تصویریں اور حوضوں کے برابر پیالے اور ایک جگہ گڑی ہوئی بڑی بڑی دیگیں کہ ایک ہزار آدمیوں کا کھانا پک سکے۔" پ۲۲۔ س سبا"۔

تماثیل اور شبیہہ ذوالجناح

یہ آیت قرآن کے پارہ ۲۲ سورہ سباء کی ساتویں رکوع کی ہے۔ اس کا ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی نے یہ کیا ہے"۔ وہ جنات ان کے لئے وہ وہ چیزیں بناتے تھے جو ان کو بنوانا منظور ہوتا۔ بڑی بڑی عمارتیں اور مورتیں اور لگن ایسے بڑے جیسے حوض اور بڑی بڑی دیگیں جو ایک ہی جگہ جمی رہیں۔ قرآن مجید کے ترجمہ محمود الحسن دیوبندی میں "تماثیل" کا ترجمہ تصویر لکھا ہوا ہے اور اسی کے حاشیے پر علامہ شبیر احمد عثمانی نے تسلیم کیا ہے کہ "مجسم تصویریں بناتے تھے۔ لیکن یہ تسلیم کرنے کے بعد ایک عذر

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۴۰ پر)

لکھا ہے کہ اس وقت جائز ہوگا۔" لیکن یہ کہنا کہ تماثیل زمانۂ سلیمانؑ میں جائز تھیں اور اب خلافِ توحید ہیں درست نہیں ہے کیونکہ حضرت سلیمانؑ اور حضرت محمد مصطفٰےؐ کا عقیدۂ توحید ایک ہی تھا۔ زمانہ سلیمانؑ میں بھی وُہی خدا تھا جو اب ہے۔ اس کے صفات وہی تھے جو اب ہیں۔ لہٰذا جو بات زمانۂ سلیمانؑ میں توحید کے خلاف یعنی شرک نہ تھی۔ وہ اب کیونکر شرک ہوگی۔ اگر مجسم تصویریں بنانا توحید کے خلاف یعنی شرک ہوتا تو اللہ کی توحید کے معصوم مبلغ حضرت سلیمانؑ ہرگز تماثیل نہ بنواتے۔ اور اگر منشارِ ایزدی یہ ہوتا کہ شریعتِ محمدیہ میں تماثیل کو ناجائز قرار دیا جائے تو اللہ ذکر تماثیل سلیمانؑ کے ساتھ ہی فرما دیتا کہ اب جائز نہیں۔ لیکن اللہ نے قرآن میں ایسا نہیں فرمایا۔ لہٰذا از روئے قرآن تماثیل جائز رہیں۔ اس کے علاوہ حسبِ ذیل کتب میں تسلیم کیا گیا ہے کہ حضرت سلیمانؑ جنّات سے تانبے، پیتل اور شیشے وغیرہ سے مجسّمے بنواتے تھے اور بعض نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ انبیاء و ملائکہ و صالحین کی تصویریں بناتے تھے۔ ملاحظہ ہو تفسیر کشاف ج ۲ ص۲۲۲۔ تفسیر فتح البیان صدیق حسن ج ۳ ص۶۷۳ طبع دہلی، تفسیر لباب التاویل ج ۴ ص۲۳۴ طبع مصر۔ اُردو ترجمہ تفسیر ابن کثیر ج ۴ طبع کراچی۔ شرعی اصطلاح میں بُت صرف اُس مجسّمے کو کہا جاتا ہے جسے کوئی معبود سمجھتا ہو۔ صرف شبیہہ کو بُت کہنے سے حضرت سلیمانؑ پر الزام آئے گا۔ لہٰذا ہر شبیہہ کو بُت کہنا دُرست نہیں ہے۔ مشکوٰۃ شریف مترجم ج ۲۔ کتاب النکاح ص۱۱۸ حدیث ۳۱۲۵ طبع سعیدی کراچی میں ہے۔ "حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ حضرت رسُول اللہؐ غزوۂ تبوک (یا حنین) سے واپس تشریف لائے۔ تو اُن کے گھر بڑے طاق میں آپؐ نے پردہ پڑا دیکھا جس کا ایک کونہ ہوا سے کھل گیا اور حضرت عائشہؓ کے کھیلنے کی گڑیاں اس میں نظر آئیں، تو رسُولؐ اللہ نے پوچھا، عائشہؓ یہ کیا ہے؟ عائشہؓ نے کہا یہ میری گڑیاں ہیں۔ ان گڑیوں میں نبی صلعم نے ایک گھوڑا بھی دیکھا جس کے دو پَر تھے۔ کاغذ کے یا کپڑے کے۔ آپؐ نے پُوچھا کہ یہ ان گڑیوں کے درمیان کیا چیز ہے؟ عائشہؓ نے کہا یہ گھوڑا ہے۔ آپ نے فرمایا، اور اس کے یہ پَر کیسے ہیں؟ عائشہؓ نے کہا، کیا آپ نے سُنا نہیں، حضرت سلیمانؑ کے گھوڑے کے پَر تھے۔ عائشہؓ کا بیان ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سُن کر ہنس پڑے۔ اور آپ کی کچلیاں نظر آنے لگیں (ابوداؤد) یہ حدیث مشکوٰۃ میں سنن ابوداؤد سے نقل ہوئی ہے جو ان چھ کتابوں میں سے ہے جنھیں مذہب اہلِ سنّت وجماعت میں "صحاح ستہ" تسلیم کیا جاتا ہے۔ یہ حدیث سنن ابوداؤد، عربی مطبوعہ مصر ج ۴ باب لعب بنات ص۲۸۹ میں موجود ہے۔ حدیث کا ۴۹۳۲ ہے۔ اسی حدیث کو مفتی عبدالحی فاروقی فرنگی محلی لکھنوی نے "تنویر الایمان" میں اور شمس العلماء ڈپٹی نذیر احمد نے کتاب "امہات الامۃ" میں نقل کیا ہے۔

ظاہر ہے کہ گڑیا مجسّم ہوتی ہے، حضرت عائشہؓ کے گھر میں جو مجسّمے موجود تھے ان میں پَردار گھوڑے کا مجسّمہ بھی تھا۔ جب اس گھوڑے کے پَروں کے بارے میں پیغمبرِ اسلامؐ نے پُوچھا تو بی بی عائشہؓ نے جواب دیا، کیا آپؐ نے سُنا نہیں کہ حضرت سلیمانؑ کے گھوڑے کے پَر تھے۔ حضرت عائشہؓ کی اس تشریح سے صاف ظاہر

(بقیہ حاشیہ ص۵۴۱ پر)

حیات القلوب میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ خدا نے مشرق و مغرب کی سلطنت حضرت سلیمانؑ کو عطا کی انھوں نے سات سو برس اور سات مہینے تک تمام دُنیا پر حکومت کی، تمام انس و جنّ دیو اور شیاطین چرند و پرند اور درندے ان کے محکوم تھے اور خدا نے ان کو ہر شئے کا علم دیا تھا۔ ان کے زمانے میں عجیب و غریب صنعتیں قائم کی گئیں جو یادگار رہیں۔

حضرت سُلیمانؑ کے لشکر کی وُسعت

مورخین کا بیان ہے کہ حضرت سلیمانؑ کی سلطنت چونکہ بہت وسیع تھی اور اللہ کی خاص عنایت سے ملی تھی۔ قرآن مجید میں ہے کہ سلیمانؑ نے خداوند عالم کی بارگاہ میں دُعا کی تھی "رب اغفرلی وھب لی ملکًا لاینبغی لاحد من بعدی انك انت الوھاب"۔ خدایا مجھے بخش دے اور مجھے ایسی عظیم بادشاہت دے کہ پھر میرے بعد کسی کو نہ ملے اور تُو تو بہت بڑا اعطا کرنے والا ہے۔ تو چونکہ سلطنت غیر محدود تھی اس لئے اس کے واسطے لشکر بھی بہت ہی عظیم ہونا چاہیئے تھا۔ اسی لئے روایات میں ہے کہ حضرت سلیمانؑ کا لشکر سو فرسخ کے رقبے میں آتا تھا۔ پچیس فرسخ میں آدمی ہوتے تھے، پچیس فرسخ میں جنّ ہوتے تھے، پچیس فرسخ میں جانورانِ صحرائی ہوتے تھے اور پچیس فرسخ میں مرغانِ ہوا ہوتے تھے۔

تختِ سُلیمانؑ اور خانہ کعبہ

عرائس ثعلبی میں ہے کہ جب حضرت سلیمانؑ اپنی بساط یا اپنے تخت پر سوار ہوتے تھے تو اپنے سارے لاؤ لشکر کو لے کر جاتے تھے۔ یعنی گھر بار اور خدمت گار وغیرہ سب ہی ساتھ ہوتے تھے۔ یہ لوگ چھتوں پر ایک دوسرے کے سامنے اپنے درجوں میں کنارے کنارے بیٹھے ہوتے تھے اور حضرت کا باورچی خانہ لوہے کے تنوروں سمیت ہمراہ ہوتا تھا اور بڑی بڑی دیگیں ہوتی تھیں جن میں ایک ساتھ ۲۰ اونٹ کا گوشت پکایا جاتا تھا اور جلسہ گاہ کے سامنے چارپایوں کے واسطے میدان ہوتا تھا جس میں وہ چرا کرتے تھے۔ باورچی کھانا پکانے میں مشغول رہتے تھے اور کاریگر اپنے کاموں

ہے کہ پر دار گھوڑے کا وہ مجسمہ حضرت سُلیمانؑ کے پَر دار گھوڑے کے "تصور" میں بنایا گیا تھا یعنی اسپ سلیمانی کی شبیہہ تھا، پَر دار کو عربی میں "ذوالجناح" کہتے ہیں۔ حضرت سلیمانؑ کے پاس پَر دار گھوڑے ہونے کا ثبوت تفسیر ابوسعود برحاشیہ تفسیر کبیر ج ۷، ص۴۹۳ طبع مصر ۱۳۰۸ھ میں موجود ہے۔ جس کی نقل حضرت عائشہؓ نے بنائی تھی۔ جسے رسُولِ خداؐ نے دیکھ کر تبسّم فرمایا تھا اور اس پر ناراضگی کا اظہار نہیں کیا تو جب کہ سلیمانؑ کے گھوڑے کی نقل و شبیہہ بنانا ممنوع نہیں ہے تو پھر حضرت رسولِ کریمؐ یا حضرت امام حسینؑ کے گھوڑے کی شبیہہ بنانا یا ان کے روضے کی نقل بنانا کیونکر ناجائز اور بدعت ہو سکتا ہے۔ "فاعتبروا یا اولی الابصار"۔ (یقین محکم ص۱۲۱)۔

میں لگے رہتے تھے اور گھوڑے حضرت کے سامنے بندھے ہوتے تھے۔
شیخ طبرسی کا بیان ہے کہ حضرت سلیمانؑ کا تخت جو کہ ایک فرسخ لمبا اور ایک فرسخ چوڑا تھا اُسے ہوا لے کر حکم سلیمانؑ سے اتنی تیزی کے ساتھ چلتی تھی کہ مہینوں کے راستوں کو گھنٹوں میں طے کر لیا کرتی تھی۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ حضرت سلیمانؑ ایک روز اصطخر سے یمن کی طرف گئے اور مدینہ طیبہ سے گزرے تو حضرت سلیمانؑ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ یہ پیغمبر آخر الزماں کے ہجرت کی جگہ ہے کیا کہنا اس کا جو حضرت پر ایمان لائے اور آپ کی متابعت کرے۔ جب مکہ معظمہ سے گزرے بتوں کو دیکھا کہ کعبہ کے گرد رکھے ہوئے ہیں۔ حضرت سلیمانؑ کو دیکھ کر کعبہ نے گریہ کیا۔ خدا نے اس پر وحی کی کہ کیوں روتا ہے۔ کعبہ نے عرض کی کہ پالنے والے تیرا ایک پیغمبر اور تیرے دوستوں کی جماعت میرے پاس سے گزری نہ وہ میرے پاس اُترے اور نہ نماز پڑھی، اور کفار میرے چاروں طرف بتوں کو رکھے ہوئے ہیں اور ان کی پرستش کرتے ہیں۔ تو خدا نے وحی کی کہ گریہ مت کر۔ بہت جلد تیری زمین کو سجدہ کرنے والوں کی پیشانیوں سے بھر دوں گا اور قرآن نازل کروں گا اور آخر زمانے میں ایک پیغمبر کو مبعوث کروں گا، جو میرے تمام پیغمبروں میں برتر ہوگا۔ اور ایک گروہ کو مقرر کروں گا، جو تجھے آباد رکھے اور فریضۂ حج اُن پر واجب قرار دوں گا کہ اطرافِ عالم سے تیری طرف آئیں گے۔ جس طرح پرندے اپنے گھونسلوں کی طرف دوڑتے ہیں اور جس طرح اونٹنی اپنے بچے کی جانب رجوع کرتی ہے اور تجھ کو بتوں اور بُت پرستوں سے پاک کر دوں گا۔ (حیات القلوب ج ۱ صفحہ ۴۴۲ روضۃ الصفا ج ۱ صفحہ ۱۲۰)۔

حضرتِ سُلیمانؑ کی کچہری میں نشست

علامہ مجلسی بروایت عامہ تحریر فرماتے ہیں کہ جب حضرت سلیمانؑ اپنے پدرِ بزرگوار کے بعد بادشاہ ہوئے تو آپ کے حکم سے ایک نہایت عمدہ اور نادر تخت بنایا گیا تاکہ اس پر بیٹھ کر آپ لوگوں کے درمیان فیصلہ کیا کریں اور کوئی باطل پسند اور ناحق گواہی دینے والا اس کے قریب جانے سے ڈرے، اور جھوٹ نہ کہے اور غلط دعویٰ نہ کرے اور جھوٹی گواہی نہ دے۔ وہ تخت ہاتھی دانت کا بنایا گیا۔ اس میں یاقوت و مروارید و زبرجد اور قسم قسم کے جواہرات جڑے گئے اور اس کے گرد سونے کے چار درخت لگائے گئے جن کے گچھے یاقوت سرخ اور سبز زمرد کے تھے اور دو درختوں پر دو مور سونے کے بنائے گئے اور دو درختوں پر ان موروں کے مقابل دو گدھ سونے کے تیار کئے گئے اور تخت کے دو طرف سونے کے دو شیر بنائے گئے۔ جن کے سروں پر زمرد کے گرز تھے اور ان چاروں درختوں پر طلائے سرخ کے انگور کے درخت بنائے گئے جن کے گچھے یاقوت سرخ کے تھے۔ وہ انگور کی بیلیں اور وہ چاروں درخت تخت پر سایہ فگن تھے۔ جب حضرت سلیمانؑ اس تخت پر بیٹھنا چاہتے تھے اور پہلے زینے پر قدم رکھتے تھے تو وہ پورا درخت چکی کی طرح گردش کرتا

تھا اور وہ گدھ اور مور اپنے پروں کو کھول دیتے تھے، اور شیر زمین سے اپنا پیٹ لگا کر چاروں ہاتھ پاؤں پھیلا دیتے اور اپنی دُمیں ہلانے لگتے۔ اسی طرح جس جس پائے پر پیر رکھتے تھے۔ تخت گردش کرتا تھا اور شیر وغیرہ اسی طرح عمل کرتے تھے۔ یہاں تک حضرت تخت پر پہنچ کر بیٹھ جاتے تھے۔ پھر وہ دونوں گدھ حضرت کے سر پر تاج رکھتے تھے اور وہ تخت مع ان درختوں اور پرندوں کے گردش میں آتا اور پرندے اپنی منقاروں سے ان حضرت پر مُشک وعنبر چھڑکتے اور وہ کبوتر جو سونے اور جواہرات سے تیار کئے ہوئے تخت کے پائے میں آراستہ کیا ہوا تھا، حضرت کے ہاتھ میں توریت دیتا تھا اور وہ لوگوں کے سامنے اُس کو پڑھتے تھے۔ پھر لوگ حضرت کے سامنے حاضر ہوتے تھے۔ اور بنی اسرائیل کے بڑے بڑے لوگ یعنی صاحبانِ علم وفضل حضرت کی داہنی جانب سونے کی کُرسی پر بیٹھتے۔ پھر پرندے ان کے سروں پر اپنے پروں سے سایہ کرتے۔ پھر کوئی شخص اگر کسی پر دعوےٰ کرتا اور حضرت سلیمانؑ اس سے گواہ طلب فرماتے تو تخت اپنے تمام لوازمات کے ساتھ گردش کرتا اور شیر اپنی دُمیں ہلاتے اور مرغانِ مُرصّع اپنے پروں کو کھول دیتے۔ اس وقت مُدّعیوں اور گواہوں پر ایک زبردست رُعب پڑتا جس سے حقیقت کے خلاف کچھ نہ کہہ سکتے۔ (حیات القلوب ج ا ص۴۴۲)۔

امام ثعلبی نے انھیں اُمور کو تفصیل سے لکھنے کے بعد تحریر کیا ہے فلما توفی سلیمان بعث بخت نصر فاخذ ذالك الکرسی الی انطاکیہ الخ کہ جب حضرت سلیمانؑ کا انتقال ہوگیا تو بخت نصر نے جہاں اور بربادی کی وہاں اس کرسی کو بھی اُٹھا کر انطاکیہ لیگیا۔ پھر ایک دن اس پر بیٹھنا چاہا۔ تو شیر نے اپنے ہاتھ سے اس کی پنڈلی پر ایسی شدید ضرب لگائی کہ وہ سخت متالم ہوا۔ اس کے بعد سے اس نے کبھی اس پر بیٹھنے کی جرأت نہیں کی۔ یہاں تک کہ اس کی وفات ہوگئی۔ اس کے بعد اس کا خلیفہ باقی رہا۔ پھر ایک بادشاہ نے حملہ کیا جس کا نام "کداش بن سداس" تھا اور وہ انطاکیہ سے اس کُرسی کو اٹھا کر بیت المقدس لے لیا۔ لیکن کوئی بھی اس سے فائدہ نہ اُٹھا سکا۔ بالآخر وہ کُرسی غائب ہوگئی۔ (عرائس ثعلبی ص۴۱۷ طبع مصر)۔

مورخ خاوند شاہ تحریر فرماتے ہیں کہ اس کچہری کے سامنے بارہ فرسخ کا لمبا اور چوڑا میدان تھا جو سونے اور چاندی کی اینٹوں سے بنا ہوا تھا جس میں یکے بعد دیگرے ایک اینٹ سونے کی اور ایک چاندی کی لگی ہوئی تھی اور محل نشست سلیمانؑ کے سامنے ایک سونے چاندی اور جواہرات سے بنی ہوئی کُرسی ہوتی تھی جس پر "حضرت آصف بن برخیا" بیٹھا کرتے تھے تاکہ انتظامات کی نگرانی کرتے رہیں۔ ان کے علاوہ زر وجواہر کی کُرسیوں پر چہار ہزار علماء واحبار بھی بیٹھتے تھے اور بیشمار جنّ وغیرہ خدمت کے لئے کمر بستہ موجود رہتے تھے، پرندے سروں پر سایہ کئے رہتے تھے حضرت

سلیمانؑ ہر روز از زمان طلوعِ خورشید تا بوقتِ زوال در مجلسِ حکم آرام گرفتے و بعد ازاں بایوان مراجعت کردہ۔ بعضے اوقات را بزنبیل یا فتن مصروف داشتے الخ۔ ہر روز طلوعِ آفتاب سے لے کر تا بوقت زوال کچہری کیا کرتے تھے اور جب کچہری سے فراغت پاتے تھے، اپنے ایوان میں جاکر اپنے گزر اوقات کے لئے زنبیل بنایا کرتے تھے۔ یعنی اپنی روزی کمانے کا اپنے لئے الگ انتظام کیا ہوا تھا۔ خود محنت کرکے روٹی پیدا کیا کرتے تھے۔ پھر رات کو نمازِ تہجد پڑھتے تھے، اور زبور کی تلاوت کیا کرتے تھے (روضۃ الصفاج ا صـ۱۲۵)۔

سُرخاب حضرتِ سُلیمانؑ کی بارگاہ میں

علماء کا بیان ہے کہ ایک دن ایک سُرخاب نے اپنی مادہ کے قریب ہونے کی خواہش کی تو وہ راضی نہ ہوئی۔ اس پر اس نے کہا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ کوئی بچہ ایسا پیدا ہو جو خدا کی عبادت میں نمایاں حصہ لے اور تیری یہ حالت ہے کہ تو میرے قریب نہیں آتی۔ میں تو نیک نیتی سے تجھ سے ملنا چاہتا ہوں۔ یہ سُن کر وہ راضی ہوگئی۔ پھر جب انڈہ دینے کا وقت آیا تو نر نے پوچھا کہ کس جگہ انڈا دینا چاہتی ہے۔ اس نے کہا کہ راستے سے دُور ہٹ کر تاکہ مجھے کوئی گزند نہ پہنچائے، نر نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ تو راستے کے قریب ہی جگہ بنا تاکہ جب کہ تو انڈے پر بیٹھے تو لوگ سمجھیں کہ دانہ چگنے آئی ہے اور یہ نہ سمجھیں کہ تو بچہ نکالنے یہاں آئی ہوئی ہے۔ مادہ نے نر کی بات مان لی اور راہ کے قریب ایک جگہ بیٹھ گئی اور انڈے دے کر اس پر بیٹھ گئی تاکہ بچے نکالے۔ اسی دوران میں حضرت سلیمانؑ کا لشکر نمودار ہوا جو اپنی پوری شان و شوکت کے ساتھ آرہا تھا۔ مادہ نے یہ دیکھ کر نر سے کہا کہ اب کیا بنے گا، اتنا طویل لشکر جب آئے گا تو میرے انڈے کچل جائیں گے اور بچے جو اب نکلنے والے ہیں تباہ ہو جائیں گے۔ نر نے کہا حضرت سُلیمانؑ ظالم نہیں ہیں ایسا کبھی نہ ہوگا۔ مادہ نے کہا یہ درُست ہے۔ لیکن اتنے بڑے لشکر کی زد میں ہم آسکتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ حضرت سلیمانؑ کو ہماری طرف توجہ ہوا اور پھر سلیمان علیہ السلام اگر ظالم نہیں ہیں اور یقیناً نہیں ہیں تو ان لشکریوں سے ہم کو کون بچائے گا۔ یہ تو لشکر ہے۔ سب لوگ اتنی باریکیوں تک کہاں جا سکتے ہیں اس لئے بہتر ہے کہ ہم اپنا تحفظ خود کریں اور حضرت سلیمانؑ کو متوجہ کریں کہ اس راہ میں میرے انڈے بچے ہیں۔ نر نے کہا کہ پھر اس کی کیا صورت ہے۔ مادہ نے کہا کہ ہمارے پاس کچھ ٹڈیاں ہیں اور تمھارے پاس کچھ خُرمے ہیں۔ بہتر ہے کہ ہم اُن کی خدمت میں پیش ہو کر ہدیہ پیش کریں اور ان سے عرض کریں کہ اس راہ میں جانے سے ہمارے انڈے بچے تباہ ہو جائیں گے۔ نر نے کہا، بہتر ہے چلو۔ حضرت سلیمانؑ ٹڈیوں کو بہت پسند کرتے ہیں۔ چنانچہ یہ دونوں اپنا اپنا ہدیہ لے کر اُڑے اور حضرت سلیمانؑ کے قریب پہنچے۔ انھوں نے جب ان کی طرف نظر اُٹھائی اور ان دونوں

کو دیکھا کہ اپنے اپنے مُنہ میں کچھ لے کر آئے ہیں، سمجھ گئے کہ یہ ہدیہ لائے ہیں۔ یہ دیکھ کر اُنھوں نے اپنا داہنا ہاتھ اُٹھایا تو نر اس پر جا کر بیٹھ گیا۔ پھر بایاں ہاتھ اُٹھایا، اس پر مادہ بیٹھ گئی۔ پھر دونوں نے اپنا اپنا ہدیہ پیش کیا۔ حضرت سلیمانؑ نے انھیں قبول فرمالیا۔ اس کے بعد ان دونوں نے اپنی عرضداشت پیش کی۔ حضرت سلیمانؑ نے حکم دیا کہ راستہ بدل دیا جائے۔ چنانچہ بدل دیا گیا۔ جب یہ اُن کے ہاتھ سے اڑ کر جانے کی اجازت چاہنے لگے تو حضرت سلیمانؑ نے انھیں اپنے ہاتھ سے اُتار کر اپنا ہاتھ ان دونوں کے سروں پر پھیرا جس کے نتیجے میں اُن کے سروں پر تاج نمایاں ہو گئے تب سے اب تک سرخاب کے سر پر تاج برآمد ہوتا ہے۔ یعنی جس طرح قبرہ کے سر پر حضرت سلیمانؑ کے ہاتھ پھیرنے سے وہ تاج دار بن گیا تھا یہ بھی تاج دار بن گئے۔ (حیات القلوب ج ا ص ۶۶۲ طبع لاہور)۔

حضرتِ سُلیمانؑ اور ایک عابد

ایک روایت میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت سلیمانؑ کی سواری اپنی پُوری شان وشوکت کے ساتھ جا رہی تھی کہ اس کا گزر ایک عابد کی طرف سے ہوا۔ اس عابد نے سواری کی شان وشوکت دیکھ کر اپنے مقام پر کہا کہ خداوندعالم نے حضرت سلیمانؑ کو کیا شان وشوکت دی ہے اور وہ کس قدر ان پر مہربان ہے، وہ اپنی جگہ پر اُن کی شان وشوکت سے خوش ہو رہا تھا۔ عابد کے مُنہ سے نکلے ہوئے الفاظ کو ہوا نے حضرت سلیمانؑ کے کانوں تک پہنچا دیا۔ وہ جب قریب پہنچے تو اُس عابد سے ملے اور کہا کہ بھائی تو نے جس شان وشوکت کا ذکر کیا ہے۔ بے شک وہ قابلِ تذکرہ ہے اور خدا کا بہت بڑا کرم ہے۔ جو اس نے میری درخواست قبول کر کے مجھے اتنی عظیم سلطنت دے دی ہے۔ لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ تو خدا کا نیک اور صالح بندہ ہے اور اللہ جلّ جلالہٗ نے تجھے تسبیح کی نعمت سے نوازا ہے۔ تیری ایک تسبیح "سُبحانَ اللّٰہ" فرزندِ داؤدؑ کی سلطنت سے کہیں بہتر ہے۔ کیونکہ داؤدؑ کے بیٹے کی سلطنت لامحالہ فنا ہو جانے والی ہے اور اس کا تعلق صرف دُنیاوی زندگی سے ہے لیکن تیری تسبیح کا تعلق آخرت سے ہے اس کا ثواب کبھی فنا نہ ہوگا اور ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔ (حیات القلوب ج ا ص ۶۲۶)۔

حضرتِ سُلیمانؑ کی زِندگی کا معمُول

علماء نے لکھا ہے کہ حضرت سُلیمانؑ اگرچہ بہت بڑی سلطنت کے مالک تھے لیکن وہ چونکہ نبی خدا تھے۔ لہٰذا اُنھوں نے اپنی زندگی کا معمول یہ قرار دیا تھا کہ وہ اپنے گزر اوقات کے لئے زنبیل بُنتے تھے اور اُس کی مزدُوری سے اپنی روزی پیدا کیا کرتے تھے اور وُہی اُنکے گذر اوقات کا ذریعہ تھا۔ وہ امیروں سے بھی ملتے تھے اور غریبوں اور فقیروں سے بھی ملتے تھے۔ ان کا اُصول تھا

کہ جب فقیروں اور محتاجوں کے پاس سے گزرتے تھے تو اُن کے پاس بیٹھ جاتے تھے اور کہتے تھے کہ ایک فقیر دُوسرے فقیروں کے پاس بیٹھا ہے اور ایک محتاج محتاجوں کے پاس بیٹھا ہے وہ اس شاہی کے باوجود اپنا ذاتی اور نجی لباس موم جامہ کو قرار دیئے ہوئے تھے اور اسی پر فخر کرتے تھے۔ ان کا طریقہ یہ تھا کہ رات کو عبادت گزاری کے موقع پر اپنے دونوں ہاتھوں کو پس گردن سے باندھ لیتے تھے اور خوفِ خدا سے ساری رات رویا کرتے تھے اور بارگاہ خداوندی میں عرض کیا کرتے تھے کہ مالک بادشاہی صرف اس لئے مانگی ہے تاکہ تیرے دین اسلام کی خدمت کروں اور کفار نیز کافر بادشاہوں کو تیرے دین میں داخل کروں۔ مالک میں نے عیش وعشرت کے لئے شاہی نہیں مانگی جس سے تو واقف ہے۔ (حیات القلوب ج ا صـ۴۴۶)۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت صادق آلِ محمدؐ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ حضرت سلیمانؑ کو جو علوم بتائے اور سکھائے گئے تھے، ان میں تمام مخلوقات کی زبان کا جاننا بھی تھا۔ اُس وقت دُنیا میں جتنی زبانیں بولی جاتی تھیں، وہ تمام زبانوں سے واقف تھے۔ حتیٰ کہ جتنے جانور دُنیا میں تھے، وہ سب کی زبان سے آگاہ تھے۔ سب سے باتیں کرتے تھے اور سب کی فریاد سُنتے اور اُن کی دادرسی کرتے تھے۔ زبانوں کے بارے میں ان کا معمول تھا کہ جب موقع جنگ میں ہوتے تھے فارسی زبان بولتے تھے۔ جب دربار کرتے تھے، رومی زبان بولتے تھے۔ جب اپنے گھر والوں یا ازواج کے پاس ہوتے تھے، سریانی زبان بولتے تھے جب محراب عبادت میں ہوتے تھے تو عربی زبان میں مناجات کرتے تھے۔ (صـ۴۴۹)

حضرت سُلیمانؑ، ملکہ سبا بلقیس اور ہُدہُد کے واقعات

جیسا کہ اُوپر گزرا کہ حضرت سُلیمانؑ جب اپنے تخت پر متمکن ہوتے تھے، تو ان پر نیز اُن کے قریب جیسے بھی لوگ بیٹھے ہوتے تھے، پرندے سایہ کئے رہتے تھے۔ ایک دن ایسا ہوا کہ جب حضرت سُلیمانؑ حسبِ معمُول اپنے تخت پر بیٹھے اور تمام پرندوں نے آپ کے اُوپر سایہ کیا۔ اور آپ اپنے کام میں مشغول ہوئے تو دفعتہً آپ پر سُورج کی کرن پڑ گئی، آپ نے سر اُٹھا کر دیکھا تو ہُدہُد کو اپنی جگہ پر نہ پایا۔ آپ نے فوراً پرندوں کے منتظم اور نگران عقاب (گدھ) کو طلب فرمایا اور اس سے پُوچھا کہ ہُدہُد کہاں ہے؟ فقال اصلح اللہ الملک ما ادری این ھو "عریف الطیر" گدھ نے کہا خداوند عالم حضوُر کو سلامت رکھے۔ مجھے اس کی بالکل خبر نہیں ہے کہ وہ کہاں ہے۔ میں نے اُسے کہیں بھیجا نہیں ہے۔ یہ سُن کر سلیمانؑ کو غصہ آگیا، اور آپ نے فرمایا کہ اچھا آنے دو، میں اُس کے بال و پر نوچ ڈالوں گا یا اُسے ذبح ہی کر ڈالوں گا۔ البتہ اگر وہ کوئی معقول وجہ بیان کرے گا یا کوئی اہم خبر لائے گا تو میں اُسے معاف

کر دوں گا۔ حضرت سلیمانؑ کے اس فرمانے کے بعد بروایت ثعلبی عقاب اُس کی تلاش میں اُڑا اور بہت بلندی تک چلا گیا اور وہاں سے اُس نے دُنیا کے اطراف میں نگاہ دوڑائی ناگاہ اُس نے دیکھا کہ ہُدہُد یمن کی طرف سے اُڑتا ہوا چلا آرہا ہے، وہ اُوپر سے جھپٹا اور اس نے چاہا کہ ہُدہُد کو لے ڈالے اور ختم کر دے۔ ہُدہُد نے جب دیکھا کہ اب جان خطرے میں ہے، کہنے لگا اے سردار تجھے خدا کی قسم ہے اور اُس ذات کی قسم ہے جس نے تجھے یہ عظیم طاقت دی ہے تو مجھے تباہ نہ کر اور مجھے حضرت سلیمانؑ تک پہنچا دے۔ اس نے اُس کی بات مان لی اور کہا "ویلك ثكلتك امك ان نبی اللہ سلیمان قد حلف ان یعذبك او یذبحك الخ وائے ہو تجھ پر اور تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے تو کہاں غائب ہو گیا تھا۔ سُن نبی خدا حضرت سلیمانؑ نے قسم کھائی ہے کہ وہ تجھے یا تو سخت سزا دیں گے یا ذبح کر ڈالیں گے۔ اس نے کہا اللہ مالک ہے چلو۔ چنانچہ دونوں اس مقام پر پہنچے جہاں مخلوقات جمع تھی۔ جب مخلوقات نے دیکھا کہ دونوں آپہنچے ہیں تو انھوں نے سارا واقعہ بیان کیا اور کہا کہ تیری خیر نہیں ہے۔ ہُدہُد نے پوچھا کہ یہ بتاؤ کہ نبی خدا نے اپنی قسم میں استثنا فرمایا ہے یا نہیں، انھوں نے کہا کہ ہاں قسم کے ساتھ یہ بھی کہا ہے" اولیاتینی بسلطان مبین"۔ یا وہ اپنے غائب ہونے کی دلیل محکم پیش کرے گا۔ یعنی اگر وہ کوئی ایسی بات پیش کرے گا جو قابل قبول ہوگی تو مان لی جائے گی اور سزا نہ دی جائے گی ورنہ پوری سزا اس کو دی جائے گی۔ یہ سُن کر ہُدہُد نے کہا کہ میں انشاءاللہ بچ جاؤں گا۔ اس کے بعد عقاب اور ہُدہُد دونوں اُڑے "حتی اتیا سُلیمانؑ"، یہاں تک کہ حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں پہنچ گئے وُہ اپنی کرسی پر بیٹھے ہُوئے تھے۔ وہاں پہنچ کر عقاب نے کہا "قد اتیتك بہٖ یا نبی اللہ"۔ اے نبی اللہ میں ہُدہُد کو اپنے ہمراہ لایا ہوں، اس کے بعد ہُدہُد حضرت سُلیمانؑ کی طرف پوری تواضع اور فروتنی کے ساتھ بڑھا، اُس نے اپنی دُم اور دونوں پَر زمین پر لٹکا دیئے اور انھیں زمین پر گھسیٹتا ہوا اُن کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ یہ دیکھ کر حضرت سلیمانؑ نے اس کا سر پکڑ کر اپنی طرف کھینچا، اور فرمایا کہ تو کہاں تھا۔ میں تجھے سخت سزا دُوں گا۔ اس نے عرض کی اے نبی خدا "اذکر وقوفك بین یدی اللہ"۔ میں آپ کو بارگاہ خداوندی میں پیشی کی یاد دلاتا ہوں۔ آپ میری بات سماعت فرمائیں، یہ سُن کر حضرت سلیمانؑ کا بدن کانپ اٹھا اور انھوں نے اُسے معاف کر کے فرمایا۔ اب بتا تو تھا کہاں ؟ عکرمہ کا بیان ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے جلد سے جلد اُسے اس لئے معاف کر دیا کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ بہت زیادہ حسن سلوک کرتا تھا۔

ہُدہُد کا بلقیس اور اُس کی ریاست کی نشاندہی کرنا

حضرت سلیمانؑ کے اس سوال کے جواب میں کہ

"ما الذی ابطاءك عنی" وہ کیا بات ہے جس کی وجہ سے تو مجھ تک دیر میں پہنچا اور مجھ سے غائب رہا۔ اُس نے کہا" احطت بما لم تحط بہ وجئتك من سبا ٍ بنبا ٍ یقین انی وجدت امراۃ تملکھم واوتیت من کل شیٔ ولھا عرش عظیم الخ (قرآن مجید) میں وہ چیز معلوم کرکے آیا ہوں جس کی آپ کو خبر نہیں۔ آپ کے لئے شہر سبا کی محقق اور یقینی خبر لایا ہوں جس میں کوئی شک نہیں۔ میں نے ایک عورت کو پایا جو ان کی ملکہ ہے۔ اس کو وہ تمام چیزیں حاصل ہیں جو ایک بادشاہ کے لئے ضروری ہوتی ہیں اور اس کے پاس ایک تخت عظیم ہے، اس کو اور اس کی ساری قوم کو میں نے خدا کے علاوہ آفتاب کو سجدہ کرتے دیکھا ہے، شیطان نے اُن کی نگاہوں میں اُن کے اعمالِ قبیحہ کو زینت دے رکھا ہے اور انھیں راہِ حق سے روک رکھا ہے جس کی وجہ سے وہ حق کی جانب ہدایت نہیں پاتے۔ یعنی انھیں ایسا کر رکھا ہے کہ وہ سجدہ نہیں کرتے۔ اس خدا کو جو نکالتا ہے پنہاں چیزوں کو آسمانوں اور زمین سے اور جانتا ہے اُن باتوں کو جو وہ پوشیدہ کرتے ہیں اور جو کچھ چھپاتے ہیں، اللہ وُہ ہے جس کے سوا کوئی معبُود نہیں اور وہ عرش عظیم کا مالک ہے الخ۔

بلقیس کا نسب نامہ

علما نے لکھا ہے کہ ہُدہُد نے جس بلقیس کی نشاندہی کی تھی وہ شراجیل بن مالک کی بیٹی تھی۔ (حیات القلوب ج ۱ صفحہ ۴۶۵)۔

یہی کچھ علامہ حافظ فرمان علی نے بھی حاشیہ قرآن مجید پر لکھا ہے، البتہ انھوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس کے دادا کا نام ریان تھا۔ صاحب روضۃ الصفا نے لکھا ہے کہ وہ یعرب بن قحطان کی نسل سے تھی۔ امام ثعلبی نے تحریر کیا ہے کہ بلقیس کا اصل نام بلعمہ تھا جو شراجیل بن ذی جدن بن البشرخ بن الحرث بن قیس بن صنعا بن یشجب بن یعرب بن قحطان کی بیٹی تھی، انھوں نے بروایتے یہ بھی لکھا ہے کہ بلقیس کا باپ البشرخ تھا اور اس کا لقب ھذہاذ تھا اور یہ بھی تحریر کیا ہے کہ البشرخ بہت بڑا بادشاہ تھا۔ اس نے ایک جنّیہ سے شادی کی تھی۔ جس کا نام ریحانہ بنت سُکر تھا اسی سے بلعمہ (بلقیس) پیدا ہوئی تھی اور انھوں نے اس جنّیہ سے شادی کا حوالہ ابوہریرہؓ کی ایک روایت سے دیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ چونکہ تنہا اپنے والد کی اولاد تھی یعنی کوئی اور نہ تھا اس لئے اسکے باپ کے مرنے کے بعد ایک شخص نے سلطنت پر قبضہ کر لیا تھا۔ بلقیس نے بڑی خوبصورتی سے اس مملکت کو حاصل کر لیا، اس نے ترکیب یہ کی کہ اس کے ساتھ شادی کر لی اور شبِ زفاف اسے اتنی شراب پلادی کہ وہ رات ہی میں مرگیا۔ جس کے بعد ساری سلطنت اسی کے پاس رہی (عرائس صفحہ ۴۷۱) مورّخ ہروی نے بھی یہی واقعہ لکھا ہے۔ لیکن انھوں نے جنّیہ سے شادی کا حوالہ شراجیل کے بارے میں دیا ہے۔ یعنی ان کا کہنا یہ ہے کہ شراجیل نے جنّیہ سے شادی کی تھی اور اس سے بلقیس پیدا ہوئی تھی نیز بلقیس نے اسی طریقہ مذکورہ سے اپنے شوہر اوّل کو موت کے گھاٹ اُتار کر پوری سلطنت حاصل

کرلی تھی۔ (روضۃ الصفاج ا ص۱۲۶) مورخ طبری کا بیان ہے کہ بلقیس کا باپ عرب تھا اور ماں پری تھی جس کا نام جرار بنت بلقمہ تھا اور اس کے باپ کا نام منسوخ تھا۔ پھر لکھتا ہے کہ بلقیس بڑی عاقلہ تھی اور بڑی اچھی رائے اور تدبیر کی مالک تھی اور آفتاب پرستی کرتی تھی۔ (تاریخ طبری ج ۲ ص۱۸۱) کتاب عجائب القصص ص۲۱۱ میں بحوالہ تفسیر مواہب علیہ مرقوم ہے کہ بلقیس ایک ایسی بادشاہ کی بیٹی تھی جس کے خاندان کے چالیس بادشاہ یمن میں حکومت کر چکے تھے۔ اتفاقاً بلقیس کے بادشاہ کا رابطہ جنوں کے ایک بادشاہ سے پیدا ہوگیا تھا۔ اُس بادشاہ جن نے اپنی لڑکی کی شادی اس سے کردی تھی۔ چنانچہ بلقیس اُسی سے پیدا ہوئی تھی۔ تفسیر مدارک میں ہے کہ بلقیس دختر کے علاوہ اس کے کوئی فرزند نہ تھا۔ جس کی وجہ سے ملک کی مالکہ یہی بن گئی تھی۔ یعنی اپنے باپ کی وفات کے بعد یہی ملکۂ سبا قرار پائی تھی اور چونکہ اس کے عزیزان مادری جن تھے اس لئے ان سب نے مل کر اس کا تخت ایسا بنایا تھا کہ اس عہد میں اس تخت کی کافی شہرت ہوگئی تھی۔ (واللہ اعلم بالصواب)۔

ھُدھُد کو حضرت سُلیمانؑ کا تہدیدی جواب

غرضیکہ ہُدہُد کے یہ کہنے پر کہ میں ملکہ سبا بلقیس اور اس کے تخت کی خبر لایا ہوں۔ حضرت سُلیمانؑ نے فرمایا "سننظر اصدقت ام کنت من الکاذبین" اچھا ابھی معلوم ہوجائے گا کہ تو سچ بول رہا ہے یا جھوٹ مار رہا ہے۔ (قرآن مجید) سُن میں ایک خط لکھ کر تجھے دیئے دیتا ہوں تو اُسے لے جا کر ان کے پاس ڈال دے اور اُن کی نگاہوں سے چھُپ کر دیکھ کہ وہ لوگ اس خط کے بارے میں باہم کیا گفتگو کرتے ہیں۔ ہُدہُد نے عرض کی حضور بسر و چشم تعمیلِ حکم کروں گا۔ جس سے میری صداقت ظاہر ہوجائے گی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الا تعلوا علی واتونی مسلمین

ہُدہُد وہ خط اپنی منقار میں لے کر اُڑا اور شہر سبا پہنچ گیا وہاں پہنچ کر اُس نے موقعہ کی تلاش کی اور حضرت سلیمانؑ کے خط کو اُس کے دست خاص میں پہنچا دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ اپنے تخت پر بیٹھی ہوئی تھی۔ ہُدہُد نے اس کی گود میں خط کو ڈال دیا۔ مقاتل کا بیان ہے کہ ہُدہُد اس وقت وہاں پہنچا جب کہ وہ تخت پر بیٹھی ہوئی تھی۔ پھر وہ تخت کے اُوپر بلقیس کے بالائے سر اس خط کو لئے ہوئے تھوڑی دیر ٹھہرا، اس وقت تمام لوگوں کی نگاہیں اس کی طرف تھیں۔ پھر خود بلقیس نے بھی نگاہ اُٹھا کر اس کی طرف دیکھا "فالقی الکتاب فی حجرھا" جیسے ہی بلقیس نے نگاہ بلند کی، ہُدہُد نے خط کو اس کی گود میں ڈال دیا۔ لیکن مسلّم بین الفریقین یہ ہے کہ ہُدہُد اُس وقت پہنچا جبکہ وہ اپنے قصر میں چت لیٹی ہوئی سو رہی تھی اور تمام دروازے بالکل مکمل طور پر بند تھے۔ ہُدہُد نے قصر کا چکر کئی بار

کاٹتا۔ بالآخر اس کو ایک روشن دان نظر آیا۔ وہ اس میں گھس کر اندر چلا گیا اور خط کو ٹھیک اُس کے سینے پر رکھ دیا۔ جوں ہی اس کی آنکھ کھلی اُس نے اُسے دیکھا اور بغور پڑھا۔ پھر بستر سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔ باہر آئی، دربار میں بیٹھی اور اعیان سلطنت و ارکانِ دولت کو حاضر ہونے کا حکم دیا۔ چنانچہ حاضر ہوگئے۔ پھر اس نے اُن سے مشورہ کیا۔ عرائس ثعلبی میں ہے کہ اس کے بارہ ہزار سردار تھے اور ہر سردار ایک لاکھ پر حاکم تھا۔ اس نے بارہ ہزار سرداران کو جمع کر کے ان سے کہا کہ آج جب کہ میں سو رہی تھی ایک طائر نے روشندان سے اندر داخل ہو کر میرے سینے پر ایک خط ڈالا ہے۔ مَیں نے اس خط کو پڑھا تو میں متوحش ہوگئی ہوں۔ شیخ طوسی نے سرداروں کی تعداد تین سو بارہ تحریر فرمائی ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ جب بلقیس نے خط کو پڑھا تو خوف زدہ ہو کر سرداران کو جمع کیا اور کہا یا ایھا الملؤا انی القی الی کتاب کریم، انہ من سلیمان و انہ بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم ۞ الّا تعلوا علی و ائتونی مُسلمین۔ اے میرے لشکر کے بزرگو! میرے پاس ایک بہت ذی عزت خط بھیجا گیا ہے۔ وہ خط سلیمانؑ بادشاہِ عظیم کی طرف سے ہے اور اس کے شروع میں "بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ" لکھا ہوا ہے اور سب سے پہلے یہ تحریر ہے کہ سرکشی اور غرور مت کرو اور ایمان قبول کر کے میرے تابع بن کر سیدھے سے میرے پاس چلی آؤ۔

بلقیس کا اعیان دولت سے مشورہ طلب کرنا

میرے سردارو! بتاؤ اب میں کیا کروں؟ مَیں تم سے اس لئے پوچھتی ہوں کہ میرا یہ معمول ہے، میں تم سے مشورے کے بغیر کچھ نہیں کیا کرتی۔

یہ سُن کر لوگوں نے جواب دیا کہ ہم بڑی طاقت و قوت والے اور بھرپور شجاعت رکھتے ہیں آپ گھبراتی کیوں ہیں۔ یعنی ہم اچھی طرح مقابلہ کر سکتے ہیں اور بوقتِ ضرورت پوری طاقت سے لڑ سکتے ہیں، تاہم آپ ہماری حاکمہ ہیں ہم آپ کے حکم سے سرتابی نہیں کر سکتے۔ آپ خود اس پر اچھی طرح غور کر لیجئے، پھر ہمیں بتائیے کہ آپ کیا چاہتی ہیں جو آپ کا حکم ہوگا ہم اس پر عمل کریں گے ؎

اگر جنگ خواہی نبرد آوریم — دل دشمناں را بدر آوریم
دگر صلح خواہی ترا بندہ ایم — بہ تسلیم حکمت سرافگندہ ایم

یہ سُن کر بلقیس نے کہا کہ یہ میں بھی جانتی ہوں کہ تم بہادر ہو اور لڑنے کی پوری صلاحیت رکھتے ہو۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ ان الملوك اذا دخلوا قریۃ افسدوھا وجعلوا اعزۃ اھلھا اذلۃ (قرآن مجید) کہ بادشاہوں کا یہ طریقہ ہے کہ وہ جب کسی شہر میں داخل ہوتے ہیں تو تباہی مچا دیتے ہیں اور وہاں کے باشندوں کو برباد کر دیتے ہیں۔ بالآخر حالت یہ ہوتی ہے کہ صاحبانِ عزت کو ذلیل و خوار کر دیتے ہیں۔ مطلب یہ تھا کہ اگر جنگ ہوئی تو اس میں دو طرفہ تباہی ہوتی ہے اور اگر دشمن

غالب آگیا تو پھر بربادی کی کوئی حد نہیں ہوتی۔ اس لئے میں کہتی ہوں کہ جنگ آزمائی اچھی چیز نہیں ہے۔ میرا خیال ہے کہ پہلے یہ جانچا جائے کہ آیا سلیمانؑ صرف بہت بڑے بادشاہ ہیں جن کے تابع فرمان کائنات کی تمام چیزیں ہیں یا وہ نبی بھی ہیں کیونکہ انھوں نے اولاً تو ایک طائر کے ذریعہ سے خط بھیجا ہے۔ ثانیاً انھوں نے دعوتِ ایمان بھی دی ہے۔ مجھے ان کی نبوت کا شبہ اس لئے ہورہا ہے کہ انھوں نے دعوتِ ایمان دی ہے۔ اگر صرف بادشاہ ہوتے تو وہ صرف سلطنت پر قبضہ کرنے کا عزم کرتے ایمان کی طرف دعوت نہ دیتے۔

اے میرے مشیرو اور بزرگو میں پہلے ان کی طرف ہدیہ یعنی تحفے تحائف بھیجتی ہوں اور یہ دیکھتی ہوں کہ قاصد کیا خبر لاتے ہیں۔ یہ سن کر اُن لوگوں نے بلقیس کی رائے سے اتفاق کرلیا اور فیصلہ ہوا کہ تحائف بھیجے جائیں۔

حضرت سلیمانؑ کی طرف بلقیس کا ھدیہ بھیجنا

علماء نے لکھا ہے کہ بلقیس نے ہدیہ بھیجنے کا فیصلہ اس لئے کیا تھا کہ وہ یہ جانچنا چاہتی تھی کہ آیا وہ صرف بادشاہ ہیں یا نبی بھی ہیں۔ وہ یہ سمجھتی تھی کہ اگر وہ صرف بادشاہ ہوئے تو ہم ان کا مقابلہ کرسکیں گے۔ اور اگر نبوت کے بھی مالک ہوئے تو اُن سے مقابلہ ناممکن ہوگا۔ اس کا یہ خیال تھا کہ اگر ہدیہ قبول کرلیں گے تو میں جان لوں گی کہ وہ صرف بادشاہ ہیں اور اگر مسترد کردیں گے تو یقین کرلوں گی کہ وہ نبی بھی ہیں۔

الغرض بلقیس نے ہدیے کا انتظام شروع کیا اور بروایت عرائس ثعلبی اس نے بہت سے حور و غلمان جیسے لڑکے لڑکیاں، بہترین جواہرات کی زین پر بہترین گھوڑوں پر سوار کرکے روانہ کیئے جن کے لباس بدلے ہوئے تھے اور پانچ سو سونے کی اینٹیں روانہ کیں اور ایک جواہرات کا بنا ہوا صندوق تیار کرایا۔ جس میں ایک بہت بڑا صاف ستھرا موتی رکھا اور ایک موتی ایسا رکھا، جس میں ٹیڑھا سوراخ تھا، اور ایک عظیم قسم کا تاج بھیجا۔ مُشک و عنبر کافی تعداد میں ارسال کیا۔ ہدیہ لے جانے کے لئے منذر بن عمر کو تجویز کیا اور اس کے ساتھ چند عقلاء کو کردیا۔ یہ لوگ تمام ساماں لے کر جب روانہ ہونے لگے تو اُس نے ایک خط لکھ کر دیا جس میں تحریر کیا کہ اگر آپ نبی ہیں تو صندوق کھولنے سے پہلے بتا دیجئے کہ اس میں کیا ہے؟ نیز لڑکے اور لڑکیوں میں یہ بتایئے کہ ان میں کون کون لڑکے ہیں اور کون کون لڑکیاں ہیں اور موتی میں بالکل سیدھا سوراخ کرا دیجئے۔ نیز اس موتی میں جو کج سُوراخ ہے۔ اس میں دھاگا ڈلوا دیجئے۔ بروایت حیات القلوب اس نے یہ شرط لکھی تھی کہ موتی میں سُوراخ آگ اور لوہے کے بغیر کیا جائے۔

الغرض یہ سب چیزیں دے کر بلقیس نے منذر بن عمر کو روانہ کیا اور کہا کہ اس امر پر خاص نگاہ

رکھنا کہ وہ تم سے کس طرح ملتے ہیں۔ اگر نہایت خندہ پیشانی سے ملیں تو سمجھ لینا کہ نبی ہیں اور اگر ترش روئی سے ملیں تو جان لینا کہ بادشاہ ہیں۔

اُدھر منذر بن عمر روانہ ہوا۔ اِدھر ہُدہُد نے بروایت عجائب القصص حضرت سلیمانؑ کو تمام حالات سے باخبر کر دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ تمام حالات کی اطلاع حضرت جبرئیلؑ نے دی تھی۔ غرضیکہ حضرت سلیمانؑ نے جنوں کو حکم دیا کہ پوری تیاری اور آرائش سے آنے والوں کا استقبال کیا جائے۔ چنانچہ سات فرسخ تک سڑک کو سونے چاندی کی اینٹوں سے جڑ دیا گیا اور اس کے گرد سونے چاندی کی اینٹوں سے دیوار اُٹھائی گئی اور جواہرات کے کنگرے بنائے گئے اور جنوں کے لڑکے لڑکیوں کو حکم دیا گیا کہ وہ دو رویہ سڑک کے کنارے کھڑے ہوں۔ اس کے بعد حضرت سلیمانؑ اپنے تخت پر بیٹھے اور حسب دستور انسانوں، جنوں اور دیگر مخلوقات کے نمایاں افراد وہاں بیٹھے، پرندوں نے سروں پر سایہ کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ اس میدان یا اُس راستہ میں سے جس سے گزر کر منذر کو حضرت سلیمانؑ تک پہنچنا تھا۔ سونے چاندی کی اتنی اینٹوں کی جگہ خالی چھوڑ دی گئی جتنی اینٹیں منذر حضرت سلیمانؑ کے پاس لا رہا تھا۔

سفیر بلقیس منذر کی حضرت سُلیمانؑ کی بارگاہ میں رسیدگی

منذر تحفہ تحائف لئے ہوئے اپنی جگہ سے روانہ ہو کر جب حضرت سلیمانؑ کے اس راستے پر پہنچا جو سونے چاندی کی اینٹوں سے جڑا ہوا تھا اور اس مقام کی شان و شوکت دیکھی تو حیران ہو گیا۔ ناگاہ اس کی نگاہ اس خالی جگہ پر پڑی جو اتنی ہی تھی۔ جتنی اینٹیں اُس کے پاس تھیں تو اس نے سوچا کہ اگر میں یہ اینٹیں ان کی خدمت میں لے گیا تو ہو سکتا ہے کہ مجھے چوری لگے کہ میں نے اسی راستے میں سے یہ اینٹیں نکال لیں ہیں۔ یہی کچھ سوچ کر اُس نے ان اینٹوں کو جنھیں بطورِ ہدیہ لایا تھا۔ اس خالی جگہ میں نصب کر دیا اور آگے بڑھا دیکھا سونے چاندی کی اینٹوں کے بنے ہوئے فرش پر گائے۔ بیل سرگین (گوبر) کرتے ہیں پھر جب منذر اپنے ساتھیوں سمیت حضرت سلیمانؑ کے قریب پہنچا تو اس کے ہاتھ کے طوطے اُڑ گئے۔ پاؤں تلے سے زمین نکل گئی اور ہکا بکا رہ گیا۔

الغرض حضرت سُلیمانؑ کی خدمت میں جا پہنچا۔ حضرت سلیمانؑ نے بڑی خندہ پیشانی سے اس کا استقبال کیا اور آؤ بھگت کی۔ اس کے بعد پُوچھا کہ تمہارے پاس کیا ہے؟ اُس نے صندوق پیش کیا۔ انھوں نے فرمایا کہ اس میں ایک بڑا موتی ہے اور ایک ٹیڑھے سُوراخ کا موتی ہے۔ اس کے علاوہ اس میں جو کچھ تھا سب بتا دیا۔ اس نے اس کی تائید کی۔ اس کے بعد اس نے خط دیا تو اس میں بھی یہی لکھا تھا کہ صندوق کھولنے سے پہلے یہ بتائیے کہ اس میں کیا ہے؟ سلیمانؑ نے خط لینے سے

پہلے ہی بتا دیا کہ اس میں موتی وغیرہ ہے۔ پھر آپ نے بلقیس کے سوال کے مطابق لڑکے اور لڑکیوں کی وضاحت کر دی۔ اس کے بعد صندوق کھلوا کر موتی نکلوایا اور ایک کیڑے کو (جو غالباً دیمک تھی) حکم دیا کہ اس موتی میں سیدھا سوراخ کر دے۔ اس نے صاف ستھرا سوراخ کر دیا۔ پھر اس موتی کو سامنے منگوایا جس میں جنوں کے ذریعہ سے ٹیڑھا میڑھا سوراخ کرایا گیا تھا۔ آپ نے ایک کیڑے کو (جو غالباً چیونٹی تھی) حکم دیا کہ اس میں دھاگا پرو دے۔ چنانچہ اس نے منہ میں دھاگا لے کر اس میں گزرتے ہوئے پرو دیا۔

حضرت سلیمانؑ نے بلقیس کا ھدیہ واپس کر دیا

قرآن مجید میں ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے بلقیس کے لائے ہوئے ہدیہ کو واپس کرتے ہوئے منذر بن عمر سے کہا کہ اسے واپس لے جاؤ، خدا نے جو کچھ مجھے دے رکھا ہے وہ اس سے کہیں بہتر ہے جو تم لائے ہو" بل انتم بھدیتکم تفرحون " جاؤ اور اپنے ہدیہ پر نہال رہو۔ مجھے تمہارے ہدیئے کی ضرورت نہیں۔ جاؤ اور بلقیس سے کہہ دو کہ میں عنقریب ایک ایسا عظیم لشکر لے کر تمہاری طرف آنے والا ہوں، جس کا تم کسی طرح مقابلہ نہ کر سکو گی اور میں اپنی پوری طاقت کا مظاہرہ کروں گا اور تم سب کو بھرپور ذلت و رسوائی کے ساتھ تمہارے ملک سے باہر نکال دوں گا۔ عجائب القصص میں ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے منذر سے فرمایا تھا کہ جا کر بلقیس سے کہو کہ سیدھی میری اطاعت قبول کرتی ہوئی میرے پاس آجائے ورنہ لشکر جرار لے کر میں خود پہنچوں گا، اور تباہی کی آخری منزل تک پہنچا دوں گا۔

بلقیس کے نمائندوں کی خدمتِ سلیمانؑ سے واپسی

منذر بن عمر وغیرہ حضرت سلیمانؑ کا جواب لے کر بلقیس کے پاس واپس آئے اور وہاں اس کو تمام حالات سے آگاہ کر کے کہا کہ میری ملکہ آپ یقین کریں کہ سلیمانؑ کا جاہ و حشم ایسا ہے جیسا دُنیا میں کسی کو نصیب نہیں۔ نہ آپ ان کی شان و شوکت کا مقابلہ کر سکتی ہیں اور نہ آپ ان کی فوج کا مقابلہ کر سکتی ہیں۔ بہتر یہی ہے کہ ان کی اطاعت قبول کر لی جائے اور جو وہ کہتے ہیں اس پر عمل کیا جائے، ورنہ تباہی اور بربادی کے سوا کچھ حاصل نہ ہو گا۔

یہ سُننے کے بعد بلقیس نے یقین کر لیا کہ وہ دُنیاوی بادشاہ نہیں ہیں بلکہ نبی ہیں اور یہی کچھ ہدیئے کی واپسی سے بھی اندازہ لگا لیا تھا۔ بالآخر اُس نے بروایت روضۃ الصفا ایک نہایت ہوشیار آدمی سے حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں پیغامِ اطاعت بھیجا اور کہا کہ میں نے آپ کا حکم مان لیا ہے اور میں آپ کے حُکم کے مُطابق عنقریب حاضرِ خدمت ہوں گی۔

بلقیس نے حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں پیغامِ حاضری دینے کے بعد اپنی روانگی کا بندوبست

کیا اور اچھی طرح سوچ سمجھ کر جلد سے جلد ان کی خدمت میں پہنچ جانے کا فیصلہ کرلیا۔

حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں حاضری کے لئے بلقیس کی روانگی

بلقیس نے اطاعت سلیمانؑ قبول کرنے کے عزم محکم کے بعد اپنے سارے اعیان لشکر کے ساتھ روانگی کا فیصلہ کیا۔ بروایت روضۃ الصفا روانہ ہونے سے قبل اپنے عظیم الشان تخت کو سات آہنی کمروں میں بند کرکے اُس پر زبردست پہرہ لگا دیا اور فولادی دروازوں پر مضبوط و مستحکم تالے لگا کر کنجی اپنے پاس رکھ لی اور پورے جاہ و حشم کے ساتھ روانہ ہوگئی۔ طبری میں ہے کہ اس نے اپنے تخت کو سات آہنی کمروں میں مقفل کرکے اس پر ایک ہزار کا لشکر جرار متعین کر دیا کہ وہ اس کی حفاظت کریں۔ پھر وہاں سے روانہ ہوگئی، اور بارہ دن کی راہ کو طے کرتے ہوئے قریب پہنچ گئی۔ عجائب القصص میں ہے کہ بلقیس کے ہمراہ بارہ ہزار سرداران لشکر تھے۔ عجائب القصص میں یہ بھی ہے کہ دونوں کے درمیان دو ماہ کی راہ تھی۔ یہی کچھ تفسیر معالم التنزیل میں بھی ہے۔

بلقیس سے پہلے اس کے تخت کا دربارِ سلیمانؑ میں معجزانہ طور پر پہنچ جانا

بروایت روضۃ الصفا، جب بلقیس اپنے لشکر سمیت حضرت سلیمانؑ تک پہنچنے میں صرف ایک فرسخ کے فاصلہ پر رہ گئی تو حضرت سلیمانؑ کو اطلاع ملی کہ وہ آرہی ہے۔ حیات القلوب میں ہے کہ جب بلقیس کا قاصد اس کے پاس واپس پہنچا اور اس سے سلیمانؑ کی شان و شوکت بیان کی تو اس نے سمجھ لیا کہ مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتی۔ لہٰذا اطاعت قبول کرکے سلیمانؑ کی جانب روانہ ہوگئی۔ خداوندِ عالم نے سلیمانؑ کو اطلاع دے دی تھی کہ بلقیس تمہاری جانب متوجہ ہو چکی ہے اور آرہی ہے اور نزدیک پہنچ چکی ہے۔

یہ معلوم کرنے کے بعد حضرت سلیمانؑ نے درباریوں کو حاضر ہونے کا حکم دیا اور فرمایا کہ بلقیس پہنچ رہی ہے اور آج پہنچ جائے گی۔ اے گروہ جن و انس آیا تم میں کوئی ایسا ہے کہ جو اس کے تخت کو قبل اس کے کہ وہ میری فرمانبردار بن کر میرے پاس پہنچے، دربار میں حاضر کر دے۔ یہ سن کر ایک جنوں کا گرو گھنٹال (جس کا نام بروایت ثعلبی "کوذان" تھا)، بولا "انا اٰتیک بہ قبل ان تقوم من مقامک" میں اس پر قدرت رکھتا ہوں کہ اسے آپ کی کچہری برخواست ہونے سے پہلے لا حاضر کردوں۔ حضرت سلیمانؑ نے فرمایا کہ یہ مدت بہت زیادہ ہے۔ میں اس مدت سے پہلے اس کے تخت کو اپنے دربار میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ یہ ارشادِ گرامی سن کر "قال الذی عندہ علم من الکتاب انا اٰتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک" اس شخص نے جس کے پاس

کتاب کا تھوڑا سا علم تھا یہ کہہ کر کہ یا حضرت میں آپ کی پلک جھپکنے سے پہلے تخت لائے دیتا ہوں
تخت سلیمانؑ کے نیچے سے تخت بلقیس برآمد کر دیا ؏

تختِ بلقیس کے چشمِ زدن میں لانے کی بحث

اس پر خاتم المحدثین علامہ محمد باقر مجلسی کا ارشاد ملاحظہ ہو۔ ہم ان کی تحریر کا اردو ترجمہ حیات القلوب مترجم کے ج ۱ صفحہ ۶۶۹ سے نقل کرتے ہیں۔

"اس قدر دور و دراز مقام سے اتنے قلیل وقت میں تختِ بلقیس کے ظاہر ہونے میں اختلاف ہے بعض کا قول ہے کہ فرشتے ہوا پر لائے۔ بعض کہتے ہیں کہ ہوا خود اپنے دوش پر لائی اور بعض بیان کرتے ہیں کہ خدا نے اس تخت میں تیز حرکت پیدا کر دی کہ وہ خود ہی آموجود ہوا۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ خدا نے تخت کو وہاں پر معدوم کر دیا اور اپنی قدرتِ کاملہ سے یہاں حضرت سلیمانؑ کے پاس پیدا کر دیا اور جو کچھ احادیثِ معتبرہ سے ظاہر ہوتا ہے ان کے دو رُخوں میں سے ایک رُخ یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے ان قطعاتِ زمین کو جو حضرت سلیمانؑ کے مکان اور تختِ بلقیس کے درمیان تھے پست کر دیا اور وہ زمین جس پر تختِ بلقیس تھا حرکت میں آئی اور تخت کو حضرت سلیمانؑ تک پہنچا دیا اور پھر وہ زمین واپس اپنے مقام پر پہنچ گئی اور دوسری چیزیں پھر بدستور سابق اُبھر کر برابر ہو گئیں۔ اگر کوئی کہے کہ عمارتیں، مکانات، حیوانات اور درخت وغیرہ ان زمینوں پر تھے۔ جو پست کی گئیں۔ وہ سب کیا ہوئے، اس کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ خداوندِ عالم نے ان سب کو داہنے اور بائیں ہٹا دیا ہو۔ جس سے تخت کے راستے میں کچھ نہ رہ گیا ہو۔ دوسرے یہ کہ تخت کو زمین کے اندر کر دیا ہو اور زمین نے حرکت دے کر اسکو تختِ سلیمان کے نیچے پہنچا دیا ہو اور وہاں سے نکلا ہو۔ یہ وجہ زیادہ قرینِ عقل ہے اور وہ دونوں وجہیں بھی عقل سے نزدیک ہیں اور یہ دونوں وجہیں احادیثِ معتبرہ میں وارد ہوئی ہیں۔ چنانچہ حدیثِ صحیح میں حضرت صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ وزیر و وصی سلیمانؑ نے اسمِ اعظم پڑھا اور وہ تمام زمینیں جو حضرت سلیمانؑ و تختِ بلقیس کے درمیان تھیں نیچے ہو گئیں۔ وہ ہموار ہوں یا ناہموار یہاں تک کہ اس تخت کی زمین ، تختِ سلیمانؑ کی زمین تک پہنچی اور سلیمانؑ نے تختِ بلقیس کھینچ لیا اور وہ زمین واپس ہو گئی۔ اور یہ آنکھوں کی پلک جھپکنے سے پہلے ہوا، اور سلیمانؑ نے کہا کہ میں نے خیال کیا کہ وہ تخت میرے تخت کے نیچے سے نکل آیا اور احادیثِ صحیحہ معتبرہ میں امام محمد باقرؑ و امام جعفر صادقؑ و امام علی نقیؑ سے منقول ہے کہ خدا کے ۷۳، اسمِ اعظم ہیں اور حضرت سلیمانؑ کے وزیر آصف بن برخیا کو ایک اسم عطا ہوا تھا۔ جس کے ذریعہ سے آپ نے تکلم کیا جس سے زمین شگافتہ ہوئی یا نیچے دب گئی۔ وہ زمین جو تختِ بلقیس اور حضرت سلیمانؑ کے درمیان تھی اور جو کچھ اس زمین پر تھا سب نیچے ہو گیا تو حضرت نے اپنے ہاتھ سے تخت کو اُٹھا لیا اور دوسری روایت کے مطابق دونوں زمین کے ٹکڑے (یعنی حضرت سلیمانؑ جس پر تھے اور تخت والی زمین) ایک دوسرے سے متصل ہوئی اور تخت اس قطعِ زمین سے اس قطعِ زمین پر منتقل ہو گیا اور آنکھ کی پلک جھپکنے سے پہلے زمینیں اپنے سابقہ حال پر قائم ہو گئیں

تخت کو دیکھتے ہی حضرت سلیمانؑ خوش ہو گئے اور کہنے لگے "هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ" یہ میرے خدائے قادر کا فضل واحسان ہے، تاکہ وہ میرا امتحان لے کہ میں اس کا شکرادا کرتا ہوں یا اس کی نعمتوں کی ناقدری کرتا ہوں۔

چشمِ زدن میں تخت لانے والے کا نامِ نامی

اکثر مفسرین کے حوالے سے امام ثعلبی نے لکھا ہے کہ چشمِ زدن میں تختِ بلقیس لانے والے کا نام آصف بن برخیا بن شمعیا بن ملکیا تھا۔ انھیں اسمِ اعظم معلوم تھا۔ جب وہ اس کے ذریعہ سے دعا کرتے تھے قبول ہوتی تھی اور جب خدا سے سوال کرتے تھے۔ خدا انھیں فوراً عطا کرتا تھا۔ عجائب القصص میں کئی نام پیش کرنے کے بعد لکھا ہے کہ "وآصف دعا کرد. و تختِ بلقیس در موضع خود بزمین وقت وطرفۃ العین پیش سلیمان برزمین برآمد"۔ آصف نے دعا کی اور تختِ بلقیس اپنی جگہ پر زیرِ زمین چلا گیا اور چشمِ زدن میں حضرت سلیمانؑ کے دربار میں نمودار ہو گیا۔ ص۲۱۲"۔ تاریخ طبری میں ہے کہ اس باکمال شخص کا نام آصف بن برخیا تھا وہ اشموئیلؑ پیغمبر کی اولاد سے تھے اور ان کی ماں لاوی بن یعقوبؑ کی نسل سے تھیں (ص۱۸۳ ج ۲) اس کے بعد مؤرخ طبری لکھتے ہیں کہ تختِ بلقیس کا آنا قوتِ بشری سے نہ تھا بلکہ قوتِ ربانی سے تھا۔ جیسا کہ حضرت علیؑ بن ابی طالب کا بابِ خیبر اکھاڑنا یعنی تخت کا لانا اور بابِ خیبر کا اکھاڑنا فضلِ رب تھا"۔ روضۃ الصفا ج اول ص۱۲۸ میں ہے کہ جمہور آئمۂ تاریخ اس کے قائل ہیں کہ تختِ بلقیس کو چشمِ زدن میں لانے والے آصف بن برخیا تھے، حیات القلوب ج ۱ ص۴۶۷ میں ہے کہ وہ شخص جس کو کتاب کا تھوڑا سا علم تھا وہ آصف بن برخیا تھے انھیں اسمِ اعظم بھی معلوم تھا اور وہ حضرت سلیمانؑ کے وزیر تھے"۔ سفینۃ البحار ج ۱ ص۲۳ میں ہے کہ آصف بن برخیا ہی تھے جنہوں نے تختِ بلقیس چشمِ زدن میں دربارِ سلیمانؑ میں پہنچا دیا تھا۔ وہ حضرت سلیمانؑ کے وزیر اور ان کے بھانجے تھے۔ ان کو ۷۳، اسمِ اعظم میں سے صرف ایک معلوم تھا۔ جس کے ذریعہ سے انھوں نے زمین کو سمٹا کر چشمِ زدن میں تختِ بلقیس دربارِ سلیمانؑ میں پہنچا دیا تھا۔ مجمع البحرین ص۵۷ میں ہے کہ وہ آصف بن برخیا تھے

(بقیہ حاشیہ سابق)، اور ان اسماء اعظم میں سے بہتر اسماء (مع اس اسم کے جو آصف کو دیا تھا) خدا نے ہم کو سب عطا فرمایا ہے اور ایک اسم، خدا نے اپنے لئے مخصوص رکھا اور مخلوق میں سے کسی کو نہیں عطا فرمایا۲۱" روضۃ الصفا ج ۱ ص۱۲۷ میں ہے کہ تختِ بلقیس تیس۳۰ گز لمبا تھا، حاشیہ قرآن مجید فرمانی میں ہے کہ تیس۳۰ گز لمبا تیس گز چوڑا اور تیس گز اونچا تھا۔ اس کے چاروں پائے۔ یاقوت، زمرد، پکھراج اور موتی کے تھے۔ اس کے بالائی حصے میں سات خانے تھے۔ جن میں بڑے بڑے موتی ٹکے ہوئے تھے۔

جو کہ سلیمانؑ کے وزیر اور ان کی بہن کے فرزند تھے۔ وہ اسم اعظم بھی جانتے تھے اور ان کو کتاب کا تھوڑا سا علم تھا۔

آصف بن برخیا اور علیؑ بن ابی طالب

معلوم ہونا چاہیئے کہ آصف بن برخیا جو حضرت سلیمانؑ کے وزیر اور اُن کی بہن کے لڑکے تھے، اُن کو خدا نے تہتر اسماء اعظم میں سے صرف ایک کا علم دیا تھا اور علم کتاب میں سے کچھ تھوڑا سا علم عطا کیا تھا۔ لیکن حضرت علیؑ بن ابی طالب کو خداوند عالم نے تمام اسماء اعظم تعلیم فرمایا تھا اور علم کتاب کل کا کل عطا کیا تھا۔ چنانچہ پارہ ۱۳ رکوع ۱۲ سورہ رعد کی آیت ۴۳ قل کفی باللہ شھیدا بینی و بینکم ومن عندہ علم الکتاب، اے میرے نبی کہہ دو کہ ہمارے اور تمہارے درمیان خدا اور اس شخص کی گواہی کافی ہے جس کے پاس کل کتاب کا علم ہے' میں حوالہ دیا گیا ہے۔ علامہ عبیداللہ امرتسری بحوالہ حافظ ابونعیم، ثعلبی، نطنزی تحریر فرماتے ہیں کہ اس آیت میں "من عندہ علم الکتاب" سے جناب امیرؑ مراد ہیں۔ (ارجح المطالب صفحہ ۸۴، صفحہ ۸۶ معدن الجواہر قلمی، روح المعانی ج ۴ صفحہ ۲۰۳)
علامہ میبذی نے فواتح میں عبداللہ بن سلام سے بھی یہی روایت کی ہے۔ عاصمی نے زین الفتیٰ میں حضرت علیؑ بن ابی طالب کے حوالے سے لکھا ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ "آصف بن برخیا کو کتاب کا تھوڑا سا علم تھا جس سے انھوں نے چشم زدن میں تخت بلقیس منگوا لیا تھا۔" وانا علیؑ کل علم الکتاب عندی"۔ اور میں علیؑ ہوں۔ میرے پاس ساری کتاب کا مکمل علم ہے، میں جو چاہوں کرسکتا ہوں مجھے خدا نے بڑی قدرت دے رکھی ہے (حاشیۂ روائح القرآن صفحہ ۲۲۱ در روح القرآن صفحہ ۱۳۰) اسی سلسلہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ابان بن تغلب کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں کہ جدِ نامدار حضرت علیؑ بن ابی طالب کا یہ ارشاد تھا کہ اگر میں چاہوں تو یہیں بیٹھے بیٹھے اپنا پیر ابن ابی سفیان کے سینے پر رکھ کر اُسے کچل دوں اور ٹھوکر مار کر اُسے تخت سے نیچے گرا دوں۔ اے ابان دُنیا کے لوگ کتنے بے بصیرت ہیں کہ وہ اس ارشاد کو تسلیم نہیں کرتے۔ لیکن یہ بات مان رہے ہیں کہ آصف بن برخیا نے اپنی جگہ پر بیٹھے بیٹھے تخت بلقیس سینکڑوں میل سے چشم زدن میں منگوا لیا۔ (سفینۃ البحار ج ۱ صفحہ ۲۳)
مطلب یہ ہے کہ آصف بن برخیا کو صرف تھوڑا سا علم کتاب تھا اور انھوں نے تخت بلقیس کو منگوا لیا تھا تو اس کے ماننے میں لوگوں کو عذر نہیں۔ لیکن علیؑ بن ابی طالب کے اس فرمانے میں کہ میں یہیں بیٹھے بیٹھے ابن ابی سفیان کے سینے میں ٹھوکر لگا سکتا ہوں، میں عذر کر رہے ہیں حالانکہ انکو کل کتاب کا علم تھا، یہ اور بات ہے کہ انھوں نے کمال انسانیت کی وجہ سے ایسا کیا نہیں ہے لیکن ارشاد فرماکر اپنی قدرت کا ذکر فرما دیا ہے۔ جسے ماننے میں بابصیرت لوگوں کو کوئی عذر نہیں ہے۔ مگر کور باطن اُسے تسلیم نہیں کرتے۔

حیات القلوب ج ۱ صلا۶۷ میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ لوگ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے اس قول سے کیونکر انکار کر سکتے ہیں کہ "اگر میں چاہوں تو اپنا یہ پیر شام میں معاویہ کے سینے پر مار کر اُسے تخت سے گرا دُوں"۔ جبکہ آصف وصی سلیمانؑ کے معجزہ سے انکار نہیں کر سکتے کہ انھوں نے یک چشم زدن میں حضرت سلیمانؑ کے لئے تختِ بلقیس حاضر کر دیا۔ کیا ہمارے پیغمبر بہترین پیغمبران نہیں ہیں اور ان کا وصی بہترین اوصیا نہیں ہے۔ کیا ہمارے پیغمبر کے وصی کو سلیمانؑ کے وصی سے کمتر سمجھتے ہیں۔ خدا ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ کرے گا۔ جو ہمارے حق سے انکار کرتے ہیں اور ہماری فضیلتوں کے منکر ہیں۔

اسی کتاب کے صلا۶۷ میں ہے کہ قاضی یحیٰی بن اکثم نے حضرت امام علی نقی علیہ السلام سے سوال کیا کہ آیا حضرت سلیمانؑ، آصف بن برخیا کے علم کے محتاج تھے؟ حضرت نے فرمایا کہ جس کے پاس کتابِ خدا کا کچھ علم تھا وہ آصف بن برخیا تھے۔ مگر سلیمانؑ ان تمام باتوں کو جانتے تھے اور ان کے سمجھنے سے عاجز نہ تھے۔ جو آصف جانتے تھے، لیکن وہ چاہتے تھے کہ آصف کی فضیلت جنّوں اور انسانوں پر ظاہر ہو جائے تاکہ وہ سب سمجھیں کہ آصف ان کے بعد حجّت خدا اور ان کے خلیفہ ہوں گے اور وہ علم جو آصف جانتے تھے۔ ان علوم میں سے کچھ تھا جو حضرت سلیمانؑ نے ان کو حکمِ خدا سے سپُرد فرمایا تھا۔ لیکن خدا نے چاہا کہ آصف کا علم ظاہر ہو تاکہ لوگ ان کی امامت میں اختلاف نہ کریں جیسا کہ حضرت داؤدؑ نے اپنی حیات میں سلیمانؑ کو اپنا حکم (فیصلہ کرنے کے لئے) خلق پر حجت خدا ہونے کی تاکید کے لئے سکھا دیا تھا تاکہ اُمت حضرت داؤدؑ کے بعد سلیمانؑ کی پیغمبری کا بے چون وچرا اقرار کرے۔" مطلب یہ ہے کہ آصف بن برخیا کو نمایاں کر کے حضرت سلیمانؑ نے ان کے مستقبل کو درخشاں کرنا چاہا تھا اور یہی طریقہ پیغمبروں کا ہمیشہ رہا ہے۔ اسی اُصول پر حضرت رسُولِ کریمؐ نے حکمِ خدا سے علیؑ ابن ابی طالب کو ہر منزل میں بلندی عطا کی تھی۔

بلقیس کے لئے شیشے کے محل کی تعمیر اور اُس میں بلقیس کا وُرود

مورخین کا بیان ہے کہ بلقیس جب قریب آ پہنچی تھی تو حضرت سلیمانؑ نے اس کا تخت چشم زدن میں منگوا لیا تھا اور اس کے بعد حکم دے دیا تھا کہ بلقیس کے لئے ایک عظیم الشان شیشے کا محل تیار کیا جائے۔ چنانچہ آناً فاناً شیشے کا ایسا محل تیار کر دیا گیا جو بے مثل و بے نظیر تھا۔ اس میں دیگر خوبیوں کے ساتھ ایک خوبی یہ بھی تھی کہ اس کے صحن میں پانی کی موجیں کروٹیں لے رہی تھیں۔ جب محل تیار ہو چکا تو حکم دیا کہ بلقیس کے بیٹھنے کے لئے ایک خاص قسم کا تخت تیار کیا جائے۔ چنانچہ بروایت روضۃ الصفا خالص سونے کا ایک ایسا تخت تیار کیا تھا جس کے گرد چار شیر زر و جواہر کے بنے ہوئے چکر لگا رہے تھے اور انکی پشت پر

دو گدھ بیٹھے ہوئے تھے جن کی آنکھیں یاقوت کی تھیں اور جن کے دانت مروارید کے تھے۔ اسکے علاوہ نسرین کا مجسمہ تھا جو مناسب طریقے پر گلاب پاشی کے لیئے نصب کیا گیا تھا اور تخت کے کنگرے پر دو مُرغ اس انداز سے بنائے گئے تھے کہ وہ بوقت ضرورت یعنی بلقیس سے حضرت کی تنہائی میں گفتگو کے لئے وہ اپنے پروں سے اس طرح سایہ کرلیں کہ ان دونوں کو کوئی دیکھ نہ سکے۔ اس کے علاوہ تخت کے چاروں کونوں پر ایک ایک جواہرات کے طاوس بنائے گئے تھے جن کے مُنہ سے عنبر و عبیر کی خوشبو نکل رہی تھی۔ لہ

الغرض شیشے کا مکان تیار کرایا گیا اور اس میں یہ نو تیار تخت رکھا گیا اور اسی تخت کے سامنے بلقیس کا تخت بھی رکھ دیا گیا۔ جس میں قدرے تغیّر کر دیا گیا تھا۔ بلقیس جب اس محل میں داخل ہوئی تو اس نے سمجھا کہ پانی بھرا ہوا ہے۔ اس لئے اس نے اپنے پائنچے اُٹھا لئے۔ سلیمانؑ نے جب دیکھا تو کہا کہ آجاؤ یہ پانی اوپر نہیں ہے بلکہ شیشے کے نیچے ہے۔ چنانچہ وہ حضرت سلیمانؑ کے پاس تخت پر چلی گئی۔ حضرت سلیمانؑ نے اس کی پنڈلیوں پر بال دیکھ کر جنوّں کو حکم دیا کہ بالوں کو صاف کرنے کی کوئی چیز تیار کریں۔ چنانچہ نوشادر اور چونا سے "نورہ" (بال صفا) تیار کیا گیا۔

غرضیکہ بلقیس تخت سلیمانؑ پر بیٹھنے کے بعد اپنے تخت کی طرف متوجہ ہوئی اور بار بار اُسے دیکھنے لگی، حضرت سلیمانؑ نے پوچھا۔ "اھکذا عرشك"، کیا تمھارا تخت بھی ایسا ہی ہے۔ اُس نے جواب دیا "کانہ ھو"، یہ گویا بالکل ویسا ہی ہے اور اے حضرت سُننے میں تو پہلے ہی آپ کا لوہا مان چکی ہوں اور آپ کی مطیع و فرمانبردار بن چکی ہوں۔

اس کے بعد بروایت ثعلبی بہت سی باتیں ہوئیں اور سوالات و جوابات ہوتے رہے بالآخر "صدّھا ما کانت تعبد من دون اللہ انھا کانت من قوم کافرین"۔ (قرآن مجید) حضرت سلیمانؑ نے (اُسے سمجھا بجھا کر) اس کی پرستش سے روک دیا جس کی وہ اللہ کے بجائے پوجا کرتی تھی پھر اس نے مسلمان ہونے کے بعد کہا۔ "رَبِّ اِنّی ظلمت نفسی واسلمت مع سلیمان للہ رب العالمین"۔ خدایا میں نے غیر خدا کی پرستش کر کے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے اور اب میں سلیمانؑ کے ساتھ سارے جہانوں کے پروردگار پر ایمان لائی ہوں۔ طبری میں ہے کہ بلقیس اور اس کے ہمراہ آنے والے اس کی سلطنت کے تمام زعماء مسلمان ہو گئے۔

بلقیس کا نکاح حضرت سُلیمانؑ کے ساتھ

بلقیس کے مسلمان ہونے کے بعد حضرت سلیمانؑ نے ان کے ساتھ عقد کر لیا۔ تاریخ الیعقوبی میں ہے کہ انھوں نے نکاح کر کے اپنی ازدواج میں بلقیس کو شامل کر لیا اس کے بعد انھیں

لہ میرے نزدیک یہ بیان مقدوح ہے کیونکہ نبی خدا کا جاندار کا مجسمہ تیار کرانا ناقابلِ تسلیم ہے۔ ۱۲

اجازت دے دی اور وہ یمن واپس جاکر بدستور حکومت کرتی رہیں۔ طبری میں ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے بلقیس کے ساتھ نکاح کر لیا اور ان کے بطن سے ایک فرزند متولد ہوا جس کا نام داؤد رکھا گیا۔ روضۃ الصفا میں ہے کہ "سلیمانؑ بعد از اسلام بلقیس اورا در عقد تزویج آورد"۔ حضرت سلیمانؑ نے بلقیس کے مسلمان ہونے کے بعد ان کے ساتھ عقدِ نکاح کر لیا۔ روضۃ الصفا میں یہ بھی ہے کہ حضرت سلیمانؑ کی دیگر بیویاں کوشش کرتی رہیں کہ بلقیس کے ساتھ حضرت سلیمانؑ عقد نہ کریں، لیکن انھوں نے اس کی پرواہ کئے بغیر بلقیس کے ساتھ عقد کر لیا۔ عجائب القصص میں ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے بلقیس کے ساتھ عقد کر لیا اور وہ انھیں بے انتہا چاہتے تھے۔ عقد کے بعد انھیں اجازت دے دی کہ وہ اپنے ملک میں جاکر بدستور حکومت کرتی رہیں۔ چنانچہ وہ چلی گئیں اور وہاں حکومت کرتی رہیں۔ حضرت سلیمانؑ مہینے میں ایک بار وہاں جایا کرتے تھے اور تین دن قیام فرمایا کرتے تھے۔ "از وئے فرزندے ہم پیدا شد"۔ حضرت سلیمانؑ کا ایک لڑکا بھی بطنِ بلقیس سے پیدا ہوا تھا۔ "حیات القلوب میں علی بن ابراہیم سے مروی ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے بلقیس کے ساتھ عقد کر لیا تھا"۔ اسی طرح اور بہت سی تواریخ تفاسیر میں یہی کچھ مرقوم ہے لیکن امام ثعلبی اپنی کتاب عرائس کے ص۱۷۶ طبع مصر میں بحوالہ محمد بن اسحاق اور وہب بن منبہ تحریر کرتے ہیں کہ سلیمانؑ نے بلقیس کا عقد ہمدان کے ایک بادشاہ سے کر دیا تھا۔ میرے نزدیک مذکورہ شواہد کے پیش نظر امام ثعلبی کا بیان درست نہیں ہے۔

حضرت سلیمانؑ کا مخلوقاتِ خداوندی کو ایک وقت کے لیے دعوتِ طعام دینا اور ایک مچھلی کو بھی نہ کھلا سکنا

مورخین کا بیان ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے ایک دن بارگاہِ خداوندی میں عرض کی کہ مالک میرا جی چاہتا ہے کہ ایک وقت تیری ساری مخلوقات کو دعوتِ طعام دوں۔ اگر تو اجازت دے تو میں حسرت پوری کر لوں۔ جواب ملا کہ اے سلیمانؑ، یہ میرا ہی کام ہے۔ تمہارے بس کا روگ نہیں ہے، لہٰذا تم اس ارادے سے باز رہو۔ حضرت سلیمانؑ نے عرض کی کہ مالک مجھے معلوم ہے کہ یہ کام تیرا ہی ہے اور کسی کے بس کا نہیں ہے، لیکن پالنے والے عاجزانہ درخواست ہے کہ اجازت مرحمت فرما دی جائے تاکہ میں اپنی خوشی تیری مخلوق کو ایک وقت طعام دے کر پوری کر لوں۔ ارشاد ہوا کہ اگر تم یہی خواہش رکھتے ہو تو چلو میں اجازت دیئے دیتا ہوں تم انتظام کرو۔

چنانچہ ایک تاریخ مقرر کر کے حضرت سلیمانؑ نے انتظام شروع کر دیا اور مہینوں پہلے سے آذوقہ

جمع کرنا شروع کر دیا، انسانوں اور جنوں کے کارکنوں کو حکم دیا کہ غلّہ وغیرہ جمع کرو اور ایک جگہ سمندر کے کنارے بتا دی۔ جو بے حد طویل وعریض تھی اور کہا کہ اسے غلّہ سے بھر دو۔ چنانچہ دعوت کے لئے غلّہ وغیرہ جمع ہونا شروع ہوا اور کئی پہاڑ غلّے کے بن گئے۔ پھر ان لوگوں کے لئے جو انسانوں سے تعلق رکھتے تھے دو ہزار سات سو ایسے دیگ تیار کرائے جو ایک ہزار گز کی وسعت کے تھے۔ غرضیکہ جس قدر بھی طاقت تھی آزوقہ میں سب خرچ کر دی اور جس قدر ممکن تھا جمع کرا دیا۔ یہاں تک کہ بروایتے بہت سے پہاڑ غلّے کے بن گئے۔ جب اپنی پوری طاقت بھر آزوقہ یعنی سامانِ دعوت جمع کر لیا تو مہمانوں کا انتظار کرنے لگے جنھیں ہوا کے ذریعہ سے دعوت دی تھی، جیسے ہی وقت آیا سمندر سے ایک آبی جانور نکلا، اور اس نے حضرت سلیمانؑ سے کہا کہ نبی خدا میرے حصّہ کا سامانِ طعام کدھر ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ یہ سامنے سارا سامان موجود ہے۔ اس میں سے اپنا پیٹ بھر لے۔ یہ سُن کر اس نے کھانا شروع کیا اور وہ سارا سامان جو حضرت سلیمانؑ نے اپنی پوری طاقت سے جمع کیا تھا سب کا سب کھا گیا اور کہنے لگا کہ اے نبیؑ خدا میں روزانہ جتنا کھاتا ہوں یہ اس کا ⅓ ہے میں نے اپنے آزوقہ کا تیسرا حصّہ کھا لیا ہے۔ اب بتایئے کہ میرے آزوقہ کا دو حصّہ اور کس جگہ ہے۔ حضرت سلیمانؑ نے کہا کہ تو تو سارا کا سارا کھا گیا ہے۔ اب تجھے مزید کہاں سے کھلاؤں اور دیگر مخلوقات جو آئی ہوئی ہے اس کو کیا کھلاؤں۔ یہ سُن کر اس نے کہا کہ اے نبی خدا جب آپ میں اتنی سکت نہ تھی کہ ایک مخلوق خدا کو سیر کر سکیں تو پھر آپ نے ساری دُنیا کو کس لئے مدعو کر دیا تھا۔ یہ سُننا تھا کہ حضرت سلیمانؑ سجدۂ خالق میں گر گئے اور عرض کی کہ مالک بیشک تو ہی مخلوقات کو روزی دے سکتا ہے۔ تیرے علاوہ کوئی بھی اس کی ذرّہ بھر بھی صلاحیت نہیں رکھتا، میرے مالک مجھے معاف کر دے اور اپنی اس مخلوق کو خود سیر فرما، (روضۃ الصفا)۔

اسی قسم کی ایک روایت حیات القلوب میں بھی ہے، اس میں مرقوم ہے کہ حضرت سلیمانؑ کا یومیہ خرچ سات کروڑ کا تھا۔ ایک روز ایک مچھلی دریا سے سر نکال کر حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں عرض پرداز ہوئی کہ اے نبی خدا میں چاہتی ہوں کہ آپ ایک دن میری بھی ضیافت فرمائیں۔ میں بھی خدا کی مخلوق ہوں۔ حضرت سلیمانؑ نے اس کی درخواستِ ضیافت منظور کر لی اور اپنے کارپردازوں کو حکم دے دیا کہ دریا کے باہر میدان میں غلّہ جمع کر دیا جائے اور وہ اتنا ہو کہ میرے لشکر کے لئے ایک ماہ کی خوراک پا سکے۔ چنانچہ سامان جمع کیا گیا جو ایک پہاڑ کی مانند ہو گیا، پھر وقتِ معینہ پر وہ مچھلی برآمد ہوئی اور اُس نے دریا سے سر نکال کر کھانا شروع کیا اور لشکر کی ایک ماہ کی خوراک سب کھا گئی اور حضرت سلیمانؑ سے کہنے لگی کہ آپ نے جو کچھ جمع کیا تھا وہ میرے ایک وقت کی ناقص خوراک قرار پائی ہے۔ یعنی میرا پیٹ ابھی نہیں بھرا ہے۔

یہ سُن کر حضرت سلیمانؑ نے کہا کہ اسے مخلوقِ خدا، دریا میں تجھ جیسے جانور اور بھی ہیں؟ اس نے کہا کہ میرے ایسے جانوروں کی ہزار ہا جماعتیں دریا میں موجود ہیں اور خداوندِ عالم سب کو بھر پیٹ روزی دیتا ہے۔ حضرت سلیمانؑ نے کہا "سُبْحَانَ اللّٰہِ الْمَلِكِ الْعَظِیْمِ"۔ پاک اور بے نیاز ہے وہ خدا جو بادشاہِ عظیم ہے۔

حضرت سُلیمانؑ کیلئے رجعتِ شمس

مورخین ومفسرین کا بیان ہے کہ حضرت سلیمانؑ گھوڑوں کے شوقین تھے اور وہ راہِ خدا میں جہاد سے پوری دلچسپی رکھتے تھے، وہ عظیم الشان بادشاہ ہونے کے ساتھ ساتھ عظیم نبی بھی تھے، اُنھوں نے دمشق اور نصیبین کے کفار سے مقابلہ کے لئے تیاری شروع کر رکھی تھی۔ ایک دفعہ انھوں نے گھوڑوں کو ایک مقام پر طلب کیا اور بارادہ جہاد اُن کے انتخابات میں لگے ہوئے تھے اور اس دلچسپی سے اُن کی طرف متوجہ تھے کہ شام ہو گئی، پھر شام کی حد ختم ہونے لگی اور عصر کا وقت ختم ہو گیا اور سُورج بروایت حیات القلوب پہاڑوں میں چھُپ گیا اور بروایتے غروب کر گیا اور آپ نے اس وقت تک بروایت نمازِ عصر نہیں پڑھی تھی اور بروایت وظائف کی تکمیل نہیں کی تھی۔ یہاں تک کہ آپ کو احساس پیدا ہوا، اور آپ بہت زیادہ رنجیدہ ہُوئے۔ اس کے ردِعمل میں آپ نے انھیں بہترین گھوڑوں کی راہِ خدا میں قربانی کر دی اور خدا سے دُعا کی کہ سُورج کو پلٹا دے۔ چنانچہ سُورج ڈوبنے کے بعد یا پہاڑ میں چھپنے کے بعد پھر ظاہر ہوا، اور آپ نے نمازِ عصر پڑھی یا وظائف کی تکمیل کی۔ اس واقعہ کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔ جس کی تفسیر میں مفسّرین نے بہت سی بے سروپا باتیں کہیں ہیں لیکن سب سے مناسب یہی بات ہے جو میں نے تحریر کی ہے۔

روضۃ الصفا میں ہے کہ نمازِ عصر قضا ہونے کے بعد آفتاب پلٹا اور انھوں نے نماز ادا کی، اس کے بعد انھوں نے اُن گھوڑوں کو طلب فرمایا اور اُن کے سر و گردن پر ہاتھ پھیر کر انھیں مجاہدوں کے حوالے کر دیا۔

امام ثعلبی لکھتے ہیں عن ابن عباس قال قال علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ ثم ان اللہ امر الملائکۃ الموکلون بالشمس حتی ردوھا علی سلیمان وصلی العصر فی وقتھا"۔ ابنِ عباسؓ کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ کا ارشاد ہے کہ سُورج ڈوبنے کے بعد خداوندِ عالم نے ان ملائکہ کو جو سُورج پر موکل ہیں، حکم دیا کہ سُورج کو پلٹا دیں۔ چنانچہ سُورج[1] پلٹا اور سلیمانؑ نے نمازِ عصر صحیح وقت پر ادا کی۔ (عرائس ص ۱۶۸ طبع مصر)۔

---

[1] علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمانؑ کے لئے آفتاب کا واپس آنا بہت سی حدیثوں سے ثابت ہے

حضرت سلیمانؑ کا ابتلاء و امتحان

اصولِ خداوندی کے مطابق حضرت سلیمانؑ کا بھی امتحان لیا گیا تھا، وہ اپنے ماننے والوں اور محبوب لوگوں کا امتحان لیا کرتا ہے، کوئی نبی شاید ہی ایسا گزرا ہو جس کا مالک نے امتحان نہ لیا ہو وہ چھوٹی چھوٹی باتوں کو بہانہ بنا کر امتحان لیا کرتا ہے۔ ع "جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے" حضرت سلیمانؑ کا امتحان صرف اس وجہ سے لیا کہ انھوں نے موقعہ مفاخرت میں انشاء اللہ نہیں کہا تھا۔

مورخین کا بیان ہے کہ حضرت سلیمانؑ کے لشکر میں بے شمار انسان بھی تھے اور جن بھی، لیکن چونکہ انسانوں سے جن زیادہ اور اہم کام کیا کرتے تھے اس لئے ان کو ناز تھا اور وہ سمجھتے تھے کہ سلیمانؑ ہماری حمایت کو کسی وقت نظر انداز نہیں کر سکتے، کسی وقت گفتگو میں حضرت سلیمانؑ کو ان کے منشاء کی غمازی ہو گئی اور ان کا تفاخر پیش نگاہ آگیا، اس پر حضرت سلیمانؑ نے قدرے غصے میں فرمایا کہ مجھے مالک کے سوا کسی کی پرواہ نہیں۔ اس سلسلے میں انھوں نے جنوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ میرے ستر بیویاں ہیں اور بروایتے روضۃ الصفا انھوں نے کہا میرے ایک ہزار بیویاں ہیں۔ میں ایک رات میں سب کے پاس جا سکتا ہوں اور سب سے اولاد پیدا ہو سکتی ہے جس سے میں فائدہ اٹھا سکتا ہوں۔ یعنی جب بھی میں سب کو استعمال کروں اتنی ہی اولاد پیدا ہو سکتی ہے۔ چنانچہ انھوں نے ایک شب میں سب سے صحبت کی، مگر محض اس لئے کہ انھوں نے دعوائے تولید کے موقع پر "انشاء اللہ" نہیں کہا، صرف ایک عورت کے نطفہ ٹھہرا، باقی کسی کے استقرارِ حمل نہیں ہوا، اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۶۲) اور اس بناء پر جو ذکر کیا گیا کہ جو کچھ سابقہ امتوں میں واقع ہوا ہے، اس امت میں بھی واقع ہونا ضروری ہے۔ بنی اسرائیل کے زمانے میں دو مرتبہ آفتاب غروب ہو کر پلٹا۔ ایک مرتبہ یوشع بن نون وصی موسیٰؑ کے لئے اور ایک مرتبہ سلیمانؑ کے لئے۔ اسی طرح اس امت میں دو مرتبہ آفتاب غروب ہو کر پلٹا۔ ایک مرتبہ پیغمبر خدا کی حیات میں امیر المومنینؑ کے لئے مسجدِ فضیح میں اور ایک مرتبہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حلہ کی مسجدِ شمس میں ۔۔۔ اور عامہ و خاصہ نے عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ آفتاب دنیا میں صرف تین اشخاص کے لئے غروب ہو کر واپس آیا ہے۔ وہ تین اشخاص یہ ہیں (۱) یوشعؑ بن نون وصی حضرت موسیٰ علیہ السلام (۲) سلیمانؑ بن داؤد علیہما السلام (۳) علیؑ بن ابی طالب وصی و خلیفہ بلا فصل خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (حاشیہ ترجمہ حیات القلوب ج ۱ ص ۴۵۷ طبع لاہور) علامہ اقبال مدح امیر المومنین علیہ السلام میں فرماتے ہیں ؎

ہر کہ در آفاق گردد بوتراب   باز گرداند ز مغرب آفتاب

اس کے بھی جب ولادت ہوئی تو مُردہ لڑکا پیدا ہوا، اور اُسے ان کی کُرسی پر لاکر ڈال دیا گیا اور کہا گیا کہ لیجئے یہ ہے تمہارا وارث سلطنت۔ اس کے فوراً بعد انھیں خیال آیا کہ میں نے انشاء اللہ نہیں کہا تھا جس کا یہ نتیجہ برآمد ہوا، پھر انھوں نے خدا کی بارگاہ میں توبہ کی اور گریہ وزاری کی تو خداوند عالم نے انھیں معاف کر دیا۔ اسی کے متعلق ارشادِ باری ہے" ولقد فتنہ سلیمان والقینا علی کرسیہ جسداً ثم اناب"۔ اور ہم نے سلیمانؑ کا امتحان لیا اور اُن کے تخت پر ایک بے جان دھڑ لاکر گرا دیا۔ پھر سلیمانؑ نے میری طرف رجُوع کی۔ اور میں نے انھیں معاف کر دیا۔

اس آیت کی تفسیر میں بھی مفسرین نے بڑی بے سر و پا باتیں لکھی ہیں اور مورخین نے ان کی نبوت پر غور کئے بغیر بعید از قیاس باتیں تحریر کی ہیں، لیکن دراصل بات اتنی ہی ہے جتنی ہم نے لکھدی ہے۔

اسی ابتلاء اور امتحان کے سلسلہ میں کثیر مورخین نے یہ لکھا ہے کہ حضرت سلیمانؑ کے پاس ایک انگوٹھی تھی جس کے ذریعہ سے وہ حکومت کیا کرتے تھے۔ (تفسیر جلالین ص۳۸۲) یعنی ان کی حکومت اسی انگوٹھی پر منحصر اور مشروط تھی۔ جب یہ انگوٹھی ان کے پاس رہے تو یہ بادشاہ رہ سکتے تھے اور اگر انگوٹھی کسی وجہ سے چلی جائے تو پھر ان کی بادشاہت کا چلا جانا یقینی تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ ایسا ہی ہوا، ان کا اصول تھا کہ جب بیت الخلاء جایا کرتے تھے یا مباشرت کرتے تھے تو اپنی اُس انگوٹھی کو جو بادشاہت کی ضامن تھی۔ بروایتے وہب بن منبہ اپنی ایک کنیز جس کا نام بروایتے ثعلبی "امینہ"، اور بروایتے روضۃ الصفا، جرادہ تھا کو دے دیا کرتے تھے۔ ایک دن جب وہ اپنی انگوٹھی بدستور اپنی کنیز کو دے کر بیت الخلاء چلے گئے تو ایک عفریت (جن) جس کا نام بروایتے روضۃ الصفا و تفاسیر جلالین "صخرا"، اور بروایت طبری "محوا"، تھا۔ حضرت سلیمانؑ کی شکل میں متشکل ہو کر اس کنیز کے پاس آیا اور اس سے انگشتری طلب کی، اُس نے یہ یقین کرتے ہوئے کہ یہی سلیمانؑ ہیں انگوٹھی اس کے حوالے کر دی اور وہ اُسے پہن کر تختِ سلیمانؑ پر جاگزین ہوگیا اور تمام جن و انس اس کی اطاعت کے لئے حاضر ہو گئے۔ اس کے بعد جب حضرت سلیمانؑ بیت الخلاء سے برآمد ہو کر اپنی جگہ پر آئے اور اس کنیز سے انگشتری طلب کی تو اس نے کہا کہ انگوٹھی تو میں نے سلیمانؑ کو دے دی کیونکہ وہ ان کی امانت تھی۔ اب تو کونسی انگوٹھی مانگ رہا ہے اور تو ہے کون؟

جب اس کنیز نے انھیں یہ کہا تو یہ حیران ہو گئے۔ اسی کے دوران ان کی نگاہ جو اپنے تخت کی طرف اُٹھی تو انھوں نے دنیا ہی بدلی ہوئی دیکھی اور وہاں کے باشندوں کا رویہ انتہائی حقارت آمیز اور توہین خیز پایا تو وہ یہ سمجھ کر کہ مجھے اپنی کسی بھول چوک کی وجہ سے یہ سزا ملی ہے۔ وہاں سے نکل کھڑے ہوئے اور حیران و سرگرداں کوچہ و بازار میں پھرنے لگے اور جب اُن سے کوئی پوچھتا کہ تم کون ہو؟ تو کہتے کہ میں سلیمانؑ بن داؤدؑ ہوں۔ یہ سُن کر لوگ مضحکہ اور تمسخر کرتے اور مذاق

اُڑاتے تھے اور اُن کے سر پر خاک ڈالتے تھے۔ حسن بصری کا بیان ہے کہ حضرت سلیمانؑ اسی حال میں بنی اسرائیل کے گھروں کا چکر لگایا کرتے تھے اور انھیں سے مانگ کر پیٹ بھی بھرا کرتے تھے۔ ایک دن سخت بھوک اور پیاس کی حالت میں ایک شخص کے مکان پر گئے اور دستک دی۔ اس کی عورت نے پوچھا تم کون ہو اور کیوں آئے ہو؟ حضرت سلیمانؑ نے کہا کہ میں سلیمانؑ ہوں اور ایک دن قیام کی جگہ کا خواہشمند ہوں۔ اس نے کہا کہ میں عورت ذات ہوں، میرا شوہر باہر گیا ہوا ہے۔ میں تم کو اپنے گھر میں آنے اور قیام کی اجازت نہیں دے سکتی۔ البتہ یہ کر سکتی ہوں کہ تمھیں اپنے باغ میں جگہ دے دوں۔ جب میرا شوہر آئے گا تو وہ تمھارے قیام کا فیصلہ کرے گا۔ انھوں نے اسے منظور کیا۔ اور باغ میں جاکر زمین پر لیٹ گئے۔ کچھ عرصہ کے بعد جب اُس کا شوہر آیا تو اُس نے سارا ماجرا بیان کیا، وہ باغ میں گیا تو دیکھا کہ وُہ سو رہے ہیں اور ایک اژدھا درخت کی ایک ٹہنی لئے ہوئے نگرانی کر رہا ہے۔ اُس نے آکر اپنی بیوی سے واقعہ بیان کیا۔ بالآخر اُن کو لینے کے لئے گیا، اژدھے نے جب اس کو دیکھا تو وہ ایک طرف ہو گیا، اُس نے انھیں جگا کر اپنے گھر چلنے کے لئے کہا، وہ اس کے ہمراہ داخل خانہ ہو گئے اور وہیں رہنے لگے۔ ایک دن اس شخص نے ان سے کہا کہ میرے ایک لڑکی ہے۔ اگر آپ مناسب خیال کریں تو میں اس کی شادی آپ کے ساتھ کر دوں انھوں نے اسے منظور کر لیا اور شادی ہو گئی۔ تین دن کے بعد چوتھے دن انھوں نے ان لوگوں سے کہا کہ مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ میں دست تنگی کے ایام گزاروں اس لئے میں مزدوری کے لئے جاتا ہوں۔ ایک روایت کی بناء پر اُن کی بیوی نے حضرت سلیمانؑ سے کہا تھا کہ مجھے یہ کچھ اچھا نہیں لگتا کہ آپ میرے والد پر بار بنیں، بہتر ہے کہ آپ مزدوری کی طرف توجہ دیں۔ غرضیکہ وہ وہاں سے چل کر صیادوں سے ملے اور مچھلی کے شکار میں دو مچھلیوں کی مزدوری پر کام کرنے لگے وہ روزانہ شام کو انھیں دو مچھلیاں دے دیا کرتا تھا اور یہ گزر اوقات کرتے تھے۔ یہاں تک کہ چالیس دن خلع سلطنت کو پورے ہو گئے۔

ادھر یہ محنت مزدوری میں لگے ہوئے تھے اور اُدھر "صخرہ جن" حکومت کر رہا تھا، اور ساتھ ہی ساتھ شریعت اسلامیہ کے خلاف بھی کرتا تھا۔ وہ ابنائے جنس کو استعمال کرتا تھا اور اپنے کو خالص انسان ظاہر کرکے مکمل طور پر شکل سلیمانی اختیار کرکے ان کی بیویوں کو استعمال کرتا تھا۔ لوگوں کو جب اس کے حرکات سے شبہات ہوئے تو آصف بن برخیا سے اظہار خیال کیا انھوں نے کہا کہ میں بھی یہی سمجھ رہا ہوں کہ یہ سلیمانؑ نہیں ہیں (روایت ثعلبی) میں کچھ بول نہیں سکتا کیونکہ مجھ پر سلیمانؑ کے ہٹ جانے سے سخت دباؤ پڑ رہا ہے۔ ویسے میں مزید تحقیقات کرتا ہوں جناب وہ حضرت سلیمانؑ کی والدہ سے ملے، انھوں نے کہا کہ سلیمانؑ روزانہ میرے سلام کو آتے تھے۔ اب

تقریباً ایک ماہ ہوگیا ہے، نہیں آئے۔ پھر ان کی بیویوں سے ملے تو انھوں نے کہا کہ سلیمانؑ نے عالم حیض میں کبھی مباشرت نہیں کی، لیکن اب مباشرت کرتے ہیں۔ اس سے ہمیں بھی شبہہ ہوتا ہے۔ کہ کہیں سلیمانؑ کے ساتھ کوئی حادثہ نہ ہوگیا ہو، اور یہ اصل سلیمانؑ نہ ہو۔ پھر ارکان دولت نے فیصلہ کیا کہ اس کے سامنے توریت کی تلاوت کی جائے۔ چنانچہ ان لوگوں نے توریت کی تلاوت کثرت سے شروع کی جسے وہ بروایت روضۃ الصفا برداشت نہ کرسکا، اور تین دن تک وہاں سے غائب رہ کر بالکل غائب ہوگیا اور خوف کے مارے اس انگوٹھی کو دریا میں پھینک دیا، انگوٹھی کا دریا میں گرنا تھا کہ ایک مچھلی نے لسے لپک کر نگل لیا اور اتفاقاً وہ اسی صیاد کے جال میں پھنس گئی جس کے پاس حضرت سلیمانؑ مزدوری کیا کرتے تھے بالآخر جب رات کو وہ اپنے گھر جانے لگے تو صیاد نے مزدوری میں حسب معمول دو مچھلیاں دیں اور وہ انھیں لے کر اپنے گھر چلے گئے اور اپنی بیوی کو بھوننے کے لئے دیا۔ بیوی نے جب اس کا پیٹ چاک کیا تو ایک ایسی انگوٹھی نکلی جس سے گھر روشن ہوگیا۔ یہ دیکھ کر حضرت سلیمانؑ نے اس انگوٹھی کو اپنے ہاتھ میں پہن لیا۔

انگشتری کا پہننا تھا کہ تمام مخلوقات ان کے پاس حاضر ہوگئی، اور وہ اپنے محل سرا میں واپس چلے گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے سب سے پہلے جس سے باز پرس کی وہ حضرت آصف بن برخیا تھے۔ انھوں نے کہا کہ میں ایسے شکنجے میں تھا کہ کچھ نہ کرسکتا تھا۔ پھر جیسے ہی مجھے موقع دستیاب ہوا۔ میں نے اس سے فائدہ اٹھا کر آپ کو پھر اپنی منزل پر پہنچا دیا ہے حضرت سلیمانؑ ان کی مجبوریوں سے مطمئن ہوگئے۔ وہب بن منبہ کا بیان ہے کہ جونہی حضرت سلیمانؑ کو دوبارہ اقتدار ملا۔ انھوں نے صخرہ کو گرفتار کرلیا اور اُسے پتھر کے ایک سوراخ میں بند کرکے اُسے دریا میں ڈلوا دیا۔ (روضۃ الصفا جلد ۱ صفحہ ۱۳۰ وعرائس امام ثعلبی صفحہ ۱۸۰ و تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۱۸۵)۔

مؤرخ کے مذکورہ بیان پر میرا تبصرہ

میں نے مذکورہ واقعہ نیز دیگر اسی قسم کے واقعات جو حضرت سلیمانؑ سے منسوب ہیں پر غائر نظر ڈالی تو اس نتیجہ پر پہنچا کہ یہ جملہ واقعات افسانے سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔ غور کرنے کی بات ہے کہ حضرت سلیمانؑ کی بلند حیثیت کو ایک انگوٹھی میں محدود کردینا کیونکر تسلیم کیا جاسکتا ہے۔ نیز یہ کہ ان کی شکل میں شیطان کے آنے کو کیسے صحیح مانا جاسکتا ہے، جب کہ یہ مسلم ہے کہ انبیاء اور اوصیاء کی شکل وصورت میں شیطان کا آنا ممکن نہیں ہے (مشکوٰۃ شریف) اسس پر مستزاد یہ کہ اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت سلیمانؑ کی عورتوں کے پاس متمثل شیطان یعنی صخرہ جایا کرتا تھا اور ان سے مجامعت کیا کرتا تھا۔ اِسے کونسی عقل سلیم تسلیم کر

سکتی ہے۔ انھیں وجوہ کی بنا پر اسے مقدوح، مہمل اور لغو سمجھتا ہوں۔

علاّمہ مجلسی علیہ الرحمۃ نے حیات القلوب جلد ا صفحہ ۴۵۵ میں جملہ علمارِ شیعہ و متکلمین کے اس واقعہ سے انکار کے حوالے سے تحریر فرمایا ہے کہ

"وہ خدا کے رسُول تھے، ایسے گناہ وظلم سے بری تھے کہ وہ خود تو نماز سے (بلاوجہ) غافل رہتے اور پھر اس کی وجہ سے بے گناہ چند حیوانوں (گھوڑوں) کی گردن مارتے اور پر کاٹ ڈالتے اور نہ پیغمبری اور بادشاہی انگوٹھی کے سبب سے حاصل ہوتی ہے کہ جب وہ انگوٹھی پہن لیتے تھے بادشاہ ہو جاتے اور اگر شیطان کو ایسا اقتدار حاصل ہو سکتا کہ پیغمبروں کی صورت میں متمثل ہو سکے تو پھر یقیناً پیغمبروں کے کلام اور ان کے کردار پر اعتماد باقی نہ رہتا۔ کیونکہ اس بات کا احتمال ہو سکتا ہے کہ جو کچھ وہ کہتے یا کرتے ہیں ممکن ہے کوئی شیطان ان پر افترا کر رہا ہو، دوسرے یہ کہ اگر شیطان کو دوستانِ خدا پر اتنی قوت حاصل ہو جاتی تو وہ ان میں سے کسی کو روئے زمین پر زندہ نہ رہنے دیتا۔ ان کی کتابوں کو جلا ڈالتا، ان کے گھروں کو مسمار کر دیتا اور جو کچھ دُشمنی کا تقاضہ ہے ان کے ساتھ سب پورا کرتا، تیسرے یہ کہ یہ کیونکر ممکن ہے کہ خدا ایک کافر کو اتنا اختیار دے دے کہ وہ پیغمبر کے ناموس پر حاوی ہو جائے اور ان کی ازواج کے ساتھ مقاربت کرے۔ الخ

علاّمہ ثعلبی نے اپنی کتاب عرائس کے صفحہ ۱۸۰ طبع مصر میں تحریر کیا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

ما كان الله تعالىٰ ليسلط على نسائه ونعوذ بالله ان ليسلط الشيطان على نساء انبيائه بالمباشرة و كيف يعتقد ذالك احد و قد نزه الله تعالىٰ انبيائه عن مثل هذا القبيح۔	یہ نہیں ہو سکتا کہ خداوندِ عالم سلیمانؑ کی عورتوں پر غیر کو مسلط کر دے اور ہم پناہ مانگتے ہیں اللہ کے ذریعہ سے اس پر کہ انبیاء کی عورتوں پر شیطان کو تسلط حاصل ہو اور وہ ان کے ساتھ مباشرت کرے، اور کیونکر کوئی شخص اس کا اعتقاد کر سکتا ہے جبکہ خداوندِ عالم نے اپنے انبیاء کو اس قسم کی تمام باتوں سے منزہ اور پاک رکھا ہے۔

اسے لکھنے کے بعد علاّمہ ثعلبی لکھتے ہیں۔ هذا القول اصح الاقوال واليق بانبياء الله تعالىٰ واقرب الى التقوىٰ "یہ قول تمام اقوال میں صحیح ترین اور انبیاءِ خدا کے مناسب اور تقویٰ کے قریب ہے"

تاریخ طبری کے فارسی مترجم اور شاہ خراسان ابوصالح بن منصور بن نوح کے وزیر ابوعلی محمد بن محمد البلعمی نے بھی اس کتاب کی جلد ۲ صفحہ ۱۸۶ پر حضرت سلیمانؑ کی جگہ پر جن کے بیٹھنے اور ان کی شکل سے متشکل ہونے سے انکار کیا ہے اور آج کل کے منکر بھی ان سے انکار کرتے ہیں جیساکہ اخبار جہاں کراچی مورخہ ۲۲ر نومبر ۱۹۷۲ء سے ظاہر ہے۔ اسی طرح تفسیر مدارک التنزیل اور زاہدی میں بھی اسے مسترد کیا گیا ہے اور اسرائیلیات سے اسے قرار دیا گیا ہے۔

اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ حضرت سلیمانؑ کے پاس ایک نہایت قیمتی انگوٹھی تھی، لیکن یہ کہ اس میں نبوت، رسالت، حکومت اور سلطنت مضمر تھی ایسا نہ تھا۔ خصوصاً نبوت و رسالت کے بارے میں البتہ حکومت و سلطنت کے اضمار کا امکان پایا جاتا ہے۔ تاہم اس انگشتری والے واقعہ ابتلاء سے مطلقاً انکار نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ بڑے بڑے علماء مورخین اور محدثین نے اس واقعہ کو اپنی اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اس میں بالکل بے سر دپا باتیں لکھ دی ہیں جنھیں تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔ جیساکہ اوپر مذکور ہوا۔ مگر حضرت سلیمانؑ کے مسلسل ترک اولیٰ سے اگر ابتلاء و امتحان کے طور پر خلع سلطنت کو چالیس دنوں کے لئے تسلیم کرلیا جائے تو میرے نزدیک اس میں کوئی قباحت نہیں معلوم ہوتی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس واقعہ کو کسی نہ کسی ایسی نوعیت سے جو شان نبوت و رسالت کے منافی نہ ہو اور مستند تاریخ بھی اس کی تائید کرتی ہو، تو محتاط اور ازلس مان لینا چاہیئے۔ خصوصاً ایسی صورت میں جبکہ کسی معصومؑ نے اس واقعہ سے کلیتہً انکار نہیں کیا بلکہ اس کے اجزا کی مخالفت کی ہے میرے نزدیک مورخ ابن واضح المتوفی ۲۹۲ھ کا بیان صحت واقعہ کی غمازی کرتا ہے۔ وہ تاریخ الیعقوبی کی جلد ۱ صفحہ ۱۸ میں لکھتا ہے کہ حضرت سلیمانؑ ایک دن اپنی زرنگار کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ناگاہ اُن کی انگوٹھی اُن کے ہاتھ سے گر گئی۔ جسے ایک جن نے اُٹھالی اور اپنی انگلی میں پہن لی حضرت سلیمانؑ کرسی سے اُٹھ گئے اور ایک صوف کا جُبہ پہن کر ہاتھ میں ڈنڈا لے کر ایک طرف کو چل پڑے . . . جب لوگ اُن سے پوچھتے تھے تو کہتے تھے انا ملك بني اسرائيل سلبنا الله ملكي"۔ میں بنی اسرائیل کا بادشاہ سلیمان ہوں۔ خدا نے میرا ملک چھین لیا ہے . . . اس واقعہ سے آصف بن برخیا کو صدمہ تھا اور وہ اس سے دل تنگ تھے . . . پھر اس جن نے انگوٹھی کو دریا میں پھینک دیا . . . حضرت سلیمانؑ چالیس دن تک حیران اور مسلوب الملک رہے . . . چالیسویں دن وہ دریا کے کنارے جارہے تھے۔ ایک صیاد نے ایک سڑی ہوئی مچھلی ان کی طرف پھینک کر کہا اسے لے لو، انھوں نے اسے اٹھالیا اور اُسے پانی میں دھوکر جب اس کا پیٹ چاک کیا تو اُس کے اندر ایک اور مچھلی ملی، پھر جب اس کا پیٹ چاک کیا تو اس میں اُن کی انگوٹھی مل گئی۔ (یہ سمجھ گئے کہ میرا امتحان ختم ہوگیا ہے)۔ فلبسه وحمد الله ورد الله عليه ملكهٗ

واقام ملکا علی بنی اسرائیل الخ، تو انھوں نے اُسے فوراً پہن لیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی، اس طرح خدا نے دوبارہ اُن کا ملک ان کے حوالے کر دیا اور وہ بدستور بنی اسرائیل کے بادشاہ بن گئے۔ الخ

اِس اظہارِ واقعہ میں بھی اگرچہ خامیاں ہیں، لیکن یہ بیان اقرب الصواب ہے۔ اس واقعہ میں نبوت ورسالت متاثر نہ تھی، تاثر صرف دنیاوی حکومت وسلطنت کے لئے تھا۔ اس میں اس کا بھی امکان ہے کہ جہاں جن کے انگوٹھی اٹھانے کا ذکر ہے وہاں اصل میں ملک ہو، کیونکہ جن میں یہ طاقت نہ تھی کہ وہ سلیمانؑ کے سامنے انگوٹھی اُٹھا سکتا۔ اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ صیاد کی شکل میں فرشتہ رہا ہو جس نے اُن کی طرف سڑی مچھلی پھینکی تھی اور اس کا بھی امکان ہے کہ مچھلی کو انگوٹھی نگلنے کا حکم رہا ہو۔

انگشتری سُلیمانؑ کی عظمت

حضرت سُلیمانؑ کو پروردگارِ عالم نے بذریعہ جبرئیلؑ ایک انگوٹھی ارسال فرمائی تھی جو کہ "کان من یاقوتۃ خضرا" سبز یاقوت کی تھی اور اُس پر "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ، مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ" لکھا ہوا تھا۔ جیسا کہ عرائس ثعلبی ص۱۷۹ طبع مصر میں ہے۔ علامہ شیخ عباس قمی لکھتے ہیں کہ حضرت سلیمانؑ کی انگوٹھی کا نقش نگین "سبحان من الجم الجن بکلماتہ" تھا۔ یعنی پاک ہے وہ خدا کہ جس نے اپنے کلمات کے ذریعہ سے جنوں کے لگام لگا دی ہے اور انھیں تابع فرمان کر دیا ہے۔ (سفینۃ البحار جلد ا ص۳۷)۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت علیؑ نے عالمِ رکوع میں جو زکوٰۃ کے طور پر انگوٹھی دی تھی وہ حضرت سلیمانؑ کی یہی انگوٹھی تھی جو ان کے پاس بحیثیت امام زمانہ موجود تھی۔

تحفظ سلطنت کے لئے سرکشوں کو قید کرنا سنّتِ سُلیمانی ہے

حکومت عطیہ باری تعالیٰ ہوتی ہے اور یہ حاکم کے پاس امانت کی حیثیت سے تفویض کی جاتی ہے۔ اس کا تحفظ اور اس کی ترقی حاکم کے ذمہ قرار پاتی ہے۔ ہر حاکم عادل کا یہ فرض ہے کہ ملک کی حفاظت کے لئے تمام مناسب اور مفید ذرائع اختیار کرے اور اس کو اس امر کا حق ہوتا ہے کہ وہ جس کو بھی ملک کا دشمن پائے اس کی نگرانی کرے اور اس کے ساتھ مناسب سلوک کرے۔ حضرت سلیمانؑ جن کو خدا نے دُنیا میں سب سے بڑی سلطنت دی تھی ان کی راہ میں بھی رکاوٹیں ڈالی گئیں اور ان کو بھی مناسب تدبیر کرنا پڑی۔ حیات القلوب جلد ا ص۲۵۲ میں ہے کہ جب جنوں نے حضرت سلیمانؑ کے معاملہ میں سرکشی کی تو انھوں نے ان سرکشوں کو زنجیروں میں بندھوا دیا اور بعض کو ایک دوسرے کے ساتھ بندھوا دیا، ایک روایت میں ہے بہتوں کو کنوئیں میں قید کر دیا، اور بعض کو بروایتِ ثعلبی پتھر میں سوراخ کر کے اس میں بند کر دیا۔ ایک روایت

میں ہے کہ "بیر الالم" میں حضرت علیؑ حکم رسولؐ سے جن جنوں سے کنوئیں میں لڑے تھے وہ وہی سرکش جن تھے جن کو حضرت سلیمانؑ نے اس کنوئیں میں قید کرا دیا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ جن جو حضرت سلیمانؑ کے ہاتھوں قید ہوئے ہیں قیامت تک قید میں رہیں گے۔ روضۃ الصفا جلد ا صا ۱۳ میں ہے کہ حضرت رسول خدا صلعم نے ارشاد فرمایا ہے کہ آخری زمانے میں سلیمانؑ کے قید کئے ہوئے شیاطین برآمد ہوں گے جو تمھیں تمھارے دین کی (بظاہر) تعلیم دیں گے، تم ہوشیار رہنا اور ان سے متاثر نہ ہونا۔

حضرت سلیمانؑ کی وفات، مدت عمر اور ان کا مدفن

مورخین کا بیان ہے کہ جن، انسانوں پر اپنا تفوق ظاہر کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ ہم کو غیب کا علم ہوتا ہے۔ ہم جو کچھ تمھیں بتاتے ہیں اپنے علم کے زور سے بتاتے ہیں۔ حضرت سلیمانؑ ان کی اس شیخی کو سنا کرتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے ایک دن بارگاہ احدیت میں دعا کی "اَللّٰھُمَّ عَمِّ علی الجن موتی حتی تعلم الانس ان الجن لایعلمون الغیب"۔ خدایا موت کو جنوں پر پوشیدہ کر دے تاکہ انسانوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ وہ علم غیب نہیں جانتے۔ اس کے بعد انھوں نے شیشے کا ایک قبہ[1] تیار کرایا جو بہت بڑا تھا اور اس میں جا کر عبادت کرنے لگے۔ یہاں تک کہ ایک اپنے ڈنڈے پر ٹیک دے کر کھڑے اور معائنہ میں مشغول تھے کہ ناگاہ ایک جوان اس قبہ کے اندر نمودار ہوا، جس میں کوئی دروازہ نہ تھا۔ انھوں نے پوچھا کہ تو کون ہے اور یہاں کس طرح آیا۔ اس نے کہا کہ ملک الموت ہوں اور حکم خدا سے آیا ہوں، اور میرا مقصد آپ کی روح قبض کرنا ہے۔ انھوں نے کہا کہ حکم خدا میں کوئی سرتابی نہیں ہے تو اپنا کام کر، چنانچہ اس نے ان کی روح قبض کر لی اور وہ بحکم خدا کھڑے کے کھڑے رہ گئے اور اسی حال میں بروایتے روضۃ الصفا ایک سال تک کھڑے رہے اور جن و شیاطین اپنے کام میں لگے رہے۔ جب کام کی تقریباً تکمیل ہو گئی تو خدا نے دیمک کو حکم دیا کہ وہ ان کے ڈنڈے کو کھالے، چنانچہ اس نے ڈنڈے کو کھا لیا اور وہ زمین پر گر پڑے، تب جن اور شیاطین کو معلوم ہوا کہ ان کی وفات ہو گئی ہے۔ پھر حالات دریافت کرنے سے سمجھے کہ ان کی وفات کو ایک سال ہو گیا ہے۔ یہ معلوم کر کے وہ کہنے لگے کہ اگر ہمیں اس سے پہلے اطلاع مل جاتی تو ہم ایک سال کیوں کام کرتے، بالآخر چونکہ دیمک ان کی رہائی اور آزادی کا سبب بنی تھی اس لئے وہ اس کے شکر گزار ہوئے

[1] امام ثعلبی اپنی کتاب عرائس کے صنے۱۷ پر لکھتے ہیں کہ سلیمانؑ نے شیشے کے عظیم قبہ پر ایک سفید علم نصب کیا تھا، جو تاریک رات میں اتنی روشنی دیتا تھا کہ سارا لشکر زیر نگاہ آجاتا تھا اور اس کی شعاع تا حد نظر پہنچتی تھی الخ۔
اس سے معلوم ہوا کہ علم کی تاریخ بہت پرانی ہے۔ ۱۲

اور کہنے لگے کہ ہم تیرا ہمیشہ ساتھ دیں گے اور تیری مدد کریں گے۔ یہی وجہ ہے کہ بے آب وگیاہ مکانات ومقامات میں دیمک کے تانے بانے اور گیلے گیلے مکان بن جایا کرتے ہیں۔ وہ جنّ مٹی اور پانی کے ذریعے سے اس کی ہمیشہ[۱] مدد کرتے ہیں۔ ابنِ مسعود کا بیان ہے کہ ایک سال تک ان کی وفات سے جنوں کے آگاہ نہ ہونے سے یہ بات واضح ہوگئی کہ جنّ علمِ غیب نہیں جانتے۔

علامہ محمد بشیر انصاری نے اپنی تاریخ اسلام میں مذکورہ شیشہ کے قبہ کو پانی کے اندر تحریر فرمایا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ حضرت سلیمانؑ نے ایک قبہ دریا میں شیشہ کا بنوایا تھا جو اتنا بلند تھا کہ اس پر کھڑے ہو کر اپنی بادشاہی کا نظارہ کرتے تھے اور آپ نے حکم دیا تھا کہ کوئی شخص میرے پاس نہ آئے۔ چنانچہ آپ اس قبہ میں زبور کی تلاوت کیا کرتے تھے اور سب اپنے اپنے کام کرتے رہتے تھے۔ جنات وشیاطین اور تمام انسان اپنے اپنے خدمات ادا کرتے تھے۔ آپ ایک مرتبہ اسی جگہ اپنی بادشاہی کا نظارہ کر رہے تھے کہ ایک خوب صورت جوان بہترین پوشاک پہنے، آپ کے پاس آگیا۔ آپ نے پوچھا تو کون ہے اور کس کی اجازت سے آیا ہے۔ اس نے کہا کہ میں خدا کی اجازت سے آیا ہوں۔ آپ نے کہا کہ وہ اجازت دینے کا سب سے زیادہ حق رکھتا ہے اچھا تم کون ہو اور کس لیے آئے ہو۔ اس جوان نے کہا کہ میں ملک الموت ہوں اور آپ کی روح قبض کرنے آیا ہوں۔ آپ نے کہا کہ بے شک امرِ خدا کو پورا کر، آپ عصا لئے کھڑے تھے کہ ملک الموت نے روح قبض کر لی الخ صـ۲۳۱ ایک روایت میں ہے کہ حضرت سلیمانؑ کے پاس ملک الموت اس وقت پہنچے تھے جب آپ شدید دھوپ میں کھڑے تھے اور اس وقت طائروں کو سایہ فگنی کا حکم نہ تھا۔ ملک الموت کے پہنچنے کے بعد اور یہ معلوم ہونے کے بعد کہ قبضِ روح کے لئے آئے ہیں تو کہا کہ اجازت ہے کہ میں سائے میں چلا جاؤں، ملک الموت نے کہا کہ بالکل اجازت نہیں ہے۔ مجھے اسی جگہ اور اسی حالت میں قبض روح کا حکم ہے۔ سمعاً وطاعۃً، چنانچہ روح قبض ہوگئی۔

وفات سلیمانؑ کے بعد شیطان کی کارستانی اور جادوگری

مفسّرین اور مورخین کا بیان ہے کہ حضرت سلیمانؑ کی وفات کے بعد شیطان نے کچھ جادو درست کیے اور اسے ایک کاغذ پر لکھا اور اسے لپیٹ کے اس کی پشت پر لکھ دیا کہ یہ "آصف بن برخیا" نے جو کہ حضرت سلیمانؑ کے وزیر

---

[۱] امام ثعلبی یہ بھی لکھتے ہیں کہ جنّ اور شیاطین جو دیمک کو مٹی اور پانی پہنچاتے ہیں تو وہ "تسکن الیھا" اس میں رہتے بھی ہیں صـ۱۸۱ ؛

تھے، حضرت سلیمانؑ کی بادشاہی کے واسطے درست کیا ہے اور یہ علم کے خزانے کا بے بہا دُر ہے اور اس کے ذریعہ سے ہر ایک کا مطلب حاصل ہو سکتا ہے، یہ لکھ لکھا کے اس کاغذ کو حضرت سلیمانؑ کے تخت کے نیچے دفن کر دیا۔ پھر چند دنوں کے بعد لوگوں کے سامنے اس کو اکھاڑا اور یہ اپنی طرف سے جڑ دیا کہ حضرت سلیمانؑ اسی کی بدولت جنّ اور انس پر حاوی تھے۔ تم بھی اگر عمل کرو گے تو ویسے ہی ہو جاؤ گے۔ اس پھندے میں سمجھ دار لوگ تو نہ پھنسے مگر بے عقل اور گھٹیا لوگ اس کے جال میں پھنس گئے۔ اس کے پابند ہو کر سفلی عمل کرنے لگے۔ اسی کو خدا نے فرما دیا کہ جادُو کی نسبت حضرت سلیمانؑ کی طرف غلط ہے۔ یہ سب کارستانی شیطان رجیم کی ہے۔

النور المبین فی قصص الانبیاء والمرسلین کے ص۴۳۹ میں علامہ نعمت اللہ جزائری تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمانؑ نے اپنے عہد کے جملہ ساحروں کی کتابوں کو ضبط کر کے دفن کرا دیا تھا۔ ان کی وفات کے بعد شیاطین نے ان کتابوں کو بھی برآمد کر لیا اور ٹھاٹھ سے جادُوگری کرنے لگے۔

حضرت سُلیمانؑ کی مُدّتِ عمر

حضرت سلیمانؑ کی عمر کے بارے میں شدید اختلاف ہے۔ تاریخ طبری جلد۲ ص۱۸۶ میں پچاس سال اور الیعقوبی ص۴۹ میں ۵۲ سال، عرائس ثعلبی ص۱۸۱ میں ۵۳ سال۔ قصص آقائے محمد الجویری میں ۶۱ سال۔ عجائب القصص ص۲۱۷ میں بحوالہ معالم التنزیل ۲ ۱۵ سال اور بحوالہ بستان فقیہ ابو اللیث ۸۰ سال مرقوم ہے۔ لیکن میرے نزدیک یہ ایک بھی صحیح نہیں ہے۔ میں ان کی عمر ۷۱۲ سال دُرست سمجھتا ہوں، کیونکہ اس کو اربابِ عصمت کی تائید حاصل ہے۔ امام المحدثین علامہ محمد باقر مجلسی بحوالہ علامہ ابن بابویہ علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت صادق آلِ محمدؐ سے مروی ہے کہ حضرت رسُول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ حضرت سلیمانؑ کی عمر ۷۱۲ سال تھی۔ (حیات القلوب جلد۱ ص۴۷۷ طبع لاہور)۔

حضرت سُلیمانؑ کا مدفن

مورخین کا اتفاق ہے کہ حضرت سلیمانؑ بیت المقدس کے نزدیک اپنے پدر بزرگوار حضرت داؤد علیہ السلام کے پہلو میں دفن ہوئے ہیں۔ (عجائب القصص ص۲۱۲ و الیعقوبی ص۴۹)۔

مجمع البحرین ص۳۷۳ میں ہے کہ قبلہ اوّل کو بیت المقدس اس لئے کہتے ہیں کہ یہ انبیاء اور مومنین کے قیام کا مرکز رہا ہے، اُسے مُقدّس اور مَقدس دونوں طرح پڑھا جاتا ہے۔

حضرت سُلیمانؑ کی وفات کے بعد

مورخین کا بیان ہے کہ حضرت سُلیمان علیہ السلام کی وفات کے فوراً بعد ایک تند و تیز ہوا آئی

اور وہ حضرت سُلیمانؑ کے تخت کو اُٹھا کر لے گئی۔ علامہ عبدالواحد حنفی اپنی کتاب عجائب القصص کے صـ۲۱۷ میں لکھتے ہیں کہ "و بفرمان الٰہی باد آمد و تخت اورا بر گرفت و ببرد"۔ خدا کے حکم سے ہوا آئی اور اُن کے تخت کو اُٹھا کر لے گئی۔ آقائے ملا اخوند محمد الجویری اپنی کتاب قصص الانبیاء کے صـ۱۸۰ میں لکھتے ہیں کہ حضرت سُلیمانؑ کی وفات کے بعد ہی " باد آمد و تخت سلیمانؑ را بر داشتہ بر ہوا میبرد واز چشم خلق ناپدید شد تا آنجا کہ حق تعالیٰ خواستہ بود"۔ ایک تیز ہوا آئی اور تخت سلیمانؑ کو اپنے دوش پر اُٹھا کر لے گئی۔ وہ تخت نظرِ مخلوقات سے پنہاں ہو گیا اور وہاں جا پہنچا جہاں خدا کی مرضی تھی۔

تختِ سلیمانؑ کے بارے میں اس سے زیادہ اور کوئی چیز تا حال نظر سے نہیں گزری، کچھ نہیں پتہ چلتا کہ تخت کہاں گیا اور کب تک پوشیدہ رہے گا۔ میرا تور خارنہ قیاس یہ کہتا ہے کہ جس طرح جنتِ شداد غائب ہو گئی تھی اور اب اُس کا ظہور حضرت امام مہدی آخر الزمانؑ کے لئے قیامت کے موقع پر ہو گا اسی طرح یہ تختِ سلیمانؑ بھی انھیں کے لئے بوقتِ ظہور، ظاہر و نمودار ہو گا۔

امام ثعلبی لکھتے ہیں کہ حضرت سلیمانؑ کی وفات کے بعد ان کی سلطنت کا مالک ان کا فرزند رحیعم بن سلیمانؑ قرار پایا۔ اُس نے ۱۷ سال حکومت کرنے کے بعد انتقال کیا۔ اس کے بعد اس کا فرزند افیا بن رحیعم بادشاہ بنا اور اس نے ۴۲ سال حکومت کی۔ پھر اس کے بعد اس کا فرزند "آسا بن افیا" بادشاہ ہوا جو کہ مردِ صالح تھا۔ لیکن چونکہ عرق النساء میں مبتلا تھا اس لئے صحیح طور پر کام نہیں کر سکا جس کی وجہ سے لوگوں نے اسے کمزور سمجھ لیا جس کے نتیجہ میں اس کی سلطنت کو ختم کرنے کا پروگرام بنا لیا۔ چنانچہ ایک بادشاہ نے جس کا نام "زوح الہند" تھا۔ کثیر جمعیت سے حملہ کر دیا۔ لیکن بامدادِ خداوندی یہ اس دشمن پر غالب رہا۔ زُوح الہند کی حالت یہ ہو گئی کہ وہ جب دریا کے راستے بھاگا تو ہوائے تند اور موجوں نے اُسے ہلاک کر کے اس کا جملہ سامان بنی اسرائیل تک پہنچا دیا۔ پھر ایسا ہوتا رہا کہ عراق اور دیگر ممالک کے بادشاہ ان لوگوں سے لڑتے رہے، لیکن کامیابی کسی کو نصیب نہیں ہوئی۔ یہاں تک کہ ان لوگوں میں بُت پرستی اور سرکشی آگئی اور تمرد اور خدا سے بے نیازی اور بے خوفی نے ان کے دماغوں پر قبضہ کر لیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بخت نصر ان پر عذاب بن کر چھا گیا اور اُس نے وہ کچھ کیا کہ جس کا آوازہ فضائے تاریخ میں قیامت تک گونجے گا۔ (العرائس صـ۱۸۱)

اس کی ایک مثال خود بیت المقدس کی تباہی ہے۔ مورخین کا بیان ہے کہ منجملہ ان عمارات کے جو حضرت سلیمانؑ نے جنات کے ہاتھوں بنوائی تھیں، بیت المقدس کی مسجد بھی تھی۔ اس کی ابتداء تو حضرتِ داؤدؑ نے کی تھی مگر جب قدِ آدم تک دیواریں آگئی تھیں تو حکم خدا ہوا، بس تم اسے چھوڑ دو اُس وقت حضرت داؤد علیہ السلام کا سن ایک سو ستائیس ۱۲۷ برس کا تھا اور حضرت سلیمانؑ کا سن تیرہ

برس کا تھا جو آپ کو اس کی تعمیر کا حکم ہوا تو قیمتی پتھروں کو ترشوا کر مسجد بنوائی۔ چنانچہ یاقوت، زمرد، اور سونے چاندی کی تختیوں سے دیواریں بنیں، اس میں اعلیٰ درجے کے موتی لگائے گئے، فیروزہ کا فرش تھا اور یاقوت و زبرجد کے ستون، جواہرات کی جڑاؤ چھت، ان کی اس قدر چمک اور روشنی تھی کہ رات کو بھی روشنی کرنے کی ضرورت نہ رہتی۔ غرضیکہ یہ سب اس کے سامان تھے جسے بخت النصر اجاڑ کر عراق لے گیا اور اس کا کچھ نشان ہی باقی نہ رہا اور یہ عمارت جو اب موجود ہے بہت بعد کی بنوائی ہوئی ہے۔ تاریخ اسلام مسٹر ذاکر حسین کی جلد ا صفحہ ۴۳۵ میں ہے کہ حضرت سلیمانؑ کے ۴۵۳ سال بعد بخت نصر بادشاہ بابل نے اُسے خراب کیا تھا۔

شہر سبا اور نہر ثرثار

"شہر سبا" یہ یمن کا وُہی شہر ہے جہاں کی بلقیس رہنے والی تھیں اسی کے متعلق قرآن مجید سُورۂ سبا میں ہے۔

(ترجمہ) اور قوم سبا کے لئے تو یقیناً خود اُن ہی کے گھروں میں قدرت خدا کی ایک بڑی نشانی تھی کہ ان کے شہر کے دونوں طرف داہنے بائیں ہرے بھرے باغات تھے اور ان کو حکم تھا کہ اپنے پروردگار کی دی ہُوئی روزی کھاؤ پیو اور اس کا شکر ادا کرو۔ دُنیا میں ایسا پاکیزہ شہر اور آخرت میں پروردگار سا بخشنے والا، اس پر بھی اُن لوگوں نے مُنہ پھیر لیا اور پیغمبروں کا کہا نہ مانا، تو ہم نے ان پر بڑے زور کا سیلاب بھیج دیا اور ان کو تباہ کر کے ان کے دونوں باغوں کے بدلے، ایسے دو باغ دیئے۔ جن کے پھل بدمزہ تھے اور اُن میں جھاؤ تھا اور کچھ تھوڑی سی بیریاں تھیں۔ یہ ہم نے اُن کی ناشکری کی سزا دی اور ہم تو بڑے ناشکروں ہی کی سزا کیا کرتے ہیں، اور ہم نے اہل سبا اور (شام) کی اُن بستیوں کے درمیان جن میں ہم نے برکت عطا کی تھی اور چند بستیاں سرِ راہ آباد کی تھیں جو باہم نمایاں تھیں، اور ہم نے اُن میں آمد و رفت کی راہ مقرر کی تھی اور ان میں راتوں کو دنوں کو جب جی چاہے بے کھٹکے چلو پھرو، تو وہ لوگ کہنے لگے، پروردگارا قریب کے سفر میں لطف نہیں تو ہمارے سفروں میں دُوری پیدا کر دے، اور اُن لوگوں نے اپنے اوپر خود ظلم کیا تو ہم نے بھی اُن کو تباہ کر کے اُن کے افسانے بنا دیئے اور اُن کی دھجیاں اُڑا کے اُن کو تتر بتر کر دیا۔ بے شک ان میں ہر صبر و شکر کرنے والے کے لئے بڑی عبرتیں ہیں۔"

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام ارشاد فرماتے ہیں کہ اہلِ سبا کی ایک جماعت تھی، جن کے شہر ایک دوسرے سے قریب تھے اور وہ باہم آسانی سے ملتے جلتے تھے، ان شہروں میں نہریں جاری تھیں اور وہ بہت مالدار اور کھیتی باڑی والے تھے۔ اُن لوگوں نے کفرانِ نعمت کیا اور خود ہی اپنی راحتوں میں تغیر کے خواہاں ہُوئے تو خدا نے ایک سیلاب بھیجا جس نے ان کے شہروں کو تباہ کر دیا۔ ان کے مکانات غرق ہو گئے اور تمام اموال برباد ہو گئے اور اُن کے ہرے بھرے باغوں کے

عوض وہ باغ پیدا ہوئے جن کا ذکر خداوندِ عالم نے قرآن میں فرمایا۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے اور بروایتے بلقیس نے اپنے لشکر کے ذریعہ سے ایک خلیج دریائے "شیر بن" سے تیار کرائی تھی۔ جو بلادِ ہند کی طرف جاری تھا اور ایک بہت بڑی دیوار پتھر اور چُونے سے تیار کرا کے بند باندھا۔ اس میں کچھ سُوراخ یا طاقچے تھے جب چاہتے تھے سُوراخوں کو کھول دیتے تھے اور جب چاہتے تھے بند کر دیتے تھے۔ اس خلیج سے چند نہریں جاری کی تھیں جن میں سے ایک نہر کا نام "ثرثار" تھا۔ انھوں نے ایسا بندوبست کیا تھا کہ جس علاقہ میں آبپاشی کی ضرورت ہوتی تھی اُسی علاقہ کا سُوراخ کھولتے تھے، یہاں تک کہ کافی پانی وہاں پہنچ جائے، نہر ثرثار میں پانی کی بہتات تھی۔ قوم سبا نے اپنے رقبۂ زمین کو خوب سیراب کیا۔ ان کا مزروعہ رقبہ بہت زیادہ تھا۔ ان کے شہر کے داہنے بائیں جو نہایت عظیم باغ تھے جو دس روز کی راہ کے مربع میں پھیلے ہوئے تھے اور اس قدر گھنے اور پھلوں سے لدے ہوئے تھے کہ اگر کوئی شخص اس باغ میں داخل ہو کر ایک کنارے سے دُوسرے کنارے جانا چاہے تو دس روز تک سُورج نظر نہیں آسکتا تھا، ان کے علاقہ میں گندم کی فراوانی حد سے زیادہ تھی اور ان کا عالم یہ ہوگیا تھا کہ وہ لوگ گندم کا مغز نکال کر روٹیاں پکاتے تھے اور اپنے بول و براز کی طہارت روٹیوں سے کرتے تھے اور وہ نجاست آلُود روٹیاں باہر پھینک دیتے تھے اور اپنے بچّوں کی طہارت بھی ان ہی روٹیوں سے کرتے تھے۔ یہاں تک کہ روٹیوں کے ڈھیر پہاڑوں کی طرح ہوگئے۔ ایک روز ایک مردِ صالح کا اس طرف سے گذر ہُوا، اس نے دیکھا کہ ایک عورت روٹی لئے اپنے لڑکے کی نجاست صاف کر رہی ہے، اس نے کہا کہ یہ کیا کر رہی ہو، خدا سے ڈرو، رزق کی توہین نہ کرو، ورنہ تباہ ہو جاؤ گی اور تم لوگوں کو کوئی بچانے والا نہ ہوگا، تمھاری ساری حرکتیں خدا دیکھ رہا ہے۔ دیکھو اس کی پکڑ بہت سخت ہوتی ہے۔ اس عورت نے جواب دیا کہ تم اپنی راہ لگو اور نصیحت نہ کرو۔ سُنو جب تک ہمارے قبضے میں نہر ثرثار ہے۔ ہمارا کچھ نہیں بگڑ سکتا اور ہماری فراخی کوئی تنگ نہیں کر سکتا۔

الغرض یہی کچھ ہوتا رہا، جب وہ لوگ خوفِ خدا سے بالکل بے نیاز ہوگئے اور رزق کی توہین بند نہ کی اور نیک لوگوں کی نصیحت پر کان نہ دھرا تو خداوندِ عالم نے بڑے بڑے چُوہوں کو ان پر مسلط کر دیا۔ ان چُوہوں نے دیوار کو کھودنا شروع کیا اور اس میں سے ایسے بڑے بڑے پتھر نکال کر دُور پھینکنے لگے کہ اگر ان پتھروں میں کسی ایک کو بہت مضبُوط اور تنومند آدمی اٹھانا چاہتا تو نہ اُٹھا سکتا۔ یہ حال دیکھ کر ان میں سے بعض لوگ تو اس شہر سے بھاگ گئے اور وہاں کی بودوباش ترک کر دی اور اکثر محوِ غفلت رہے، چُوہے برابر اس دیوار کے کھودنے میں مشغول رہے یہاں تک

کہ وہ دیوار بالکل منہدم ہوگئی، اور سیلاب یک بیک اُن پر آن پڑا اور تمام شہروں کو تباہ و برباد کردیا۔ پھر خدا نے تند و تیز ہوائیں بھیجیں جنھوں نے درختوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا اور وہاں صرف پھول، بیری اور جھاڑ کے درخت اُگا کر باغات تیار کردیئے۔ پھر وہ کھانے کے لئے روٹیوں کو ترسنے لگے۔ آسمان سے پانی برسنا بند ہوگیا۔ زمین سے دانا اُگنا رُک گیا اور وہ سب کے سب فقیر اور محتاج ہوگئے۔ بالآخر وہ وہی روٹیاں جن سے نجاست صاف کرتے تھے، کھانے پر مجبور ہوگئے اور اسی کو کھانے لگے۔ پھر اس کے حصول میں بھی جھگڑے ہونے لگے اور وہ تول تول کر پانے لگے یعنی اسی کو تول کر تقسیم کرنے لگے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام ارشاد فرماتے ہیں کہ رزق خصوصاً روٹی کی عزّت کرنی چاہیئے، روٹی کے ٹکڑوں اور دسترخوان کے ذرّوں کو کھانا چاہیئے اور کھانے کے بعد اُنگلیوں کو چاٹنا چاہیئے۔ اس عمل سے روزی میں اضافہ ہوتا ہے۔ (حیات القلوب)۔

بہتّر تارے

یعنی

سوانح حیات شہدائے کربلا

مؤلفہ برجمۃ الاسلام علامہ الحاج السیّد نجم الحسن صاحب قبلہ کراروی "پشاور" اس اہم کتاب میں حضرات شہدائے کربلا علیہم السّلام کے حالات زندگی لکھے گئے ہیں۔ یہ ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ اس موضوع پر اردو میں آج تک کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ باکمال مؤلف نے کربلا کے زندہ جاوید شہدائے کرام کی زندگی کے اہم پہلوؤں کو مختصر الفاظ میں روزِ روشن کی طرح واضح کردیا ہے، تو اُنہوں نے سیّد الشہداء حضرت امام حسین علیہ السّلام نیز دیگر اٹھارہ بنی ہاشم علیہم السّلام اور بہتّر اصحابِ حسینی کے حالات لکھ کر بڑی دینی خدمت انجام دی ہے۔ اس کتاب کی تالیف و تصنیف کے سلسلے میں مؤلف کی کدّ و کاوش اور یہ تلاشِ جستجو یقیناً ناقابلِ فراموش ہے کہ اُنہوں نے مشہور شہداء کے حالات لکھنے کے بعد کتاب کے آخر میں ایک ایسی فہرست دیدی ہے جو شہدائے کرام کے اسمائے پر مشتمل ہے جنکے تذکرے متفقہ طور پر عام کتب میں نہیں ہیں بلکہ مختلف کتابوں میں ملتے ہیں۔ اس کتاب کا حضرات شہدائے کربلا علیہم السّلام سے عقیدت رکھنے والے گھروں میں ہونا نہایت ضروری ہے۔ کتابت و طباعت عمدہ حجم ۱۲۸ صفحے۔ ہدیہ مناسب۔

ملنے کا پتہ:۔ امامیہ کُتب خانہ مُغل حویلی اندرون موچی دروازہ لاہور ۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب ۳۰

حضرت شعیا و حیقوق علیہما السلام

امام المحدثین حضرت علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ ابن بابویہ اور قطب راوندی نے وہب بن منبہ سے روایت کی ہے کہ بنی اسرائیل کے انبیاء میں حضرت شعیاؑ بھی خدا کے برگزیدہ نبی تھے ان کا زمانہ بروایتے روضۃ الصفا حضرت سلیمانؑ کے بعد تھا۔ وہ جس عہد میں مبعوث ہوئے اس زمانے میں بنی اسرائیل میں ایک نمایاں قسم کا بادشاہ تھا۔ وہ ان لوگوں پر حکومت کرتا تھا اور ایسے حالات تھے کہ بادشاہ اور رعایا دونوں خداوندِ عالم کے تابع فرمان اور مطیع و منقاد تھے۔ سرکشی نہیں کرتے تھے اور عبادت گزاری کو اپنا شیوہ سمجھ کر اسے ہر کام میں اولیت دیتے تھے۔ شیطان کا ان پر قابو نہ چلتا تھا۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد شیطان اُن پر غالب آگیا اور یہ بدعتوں میں مصروف و مشغول ہو گئے، اور بدافعالی میں اس حد تک آگے بڑھ گئے کہ خداوندِ عالم کو توجہ دینی پڑی، اس نے اپنے نبی شعیاؑ کو تبلیغ کرنے کی ہدایت کی، حضرت شعیاؑ نے اُنھیں سمجھانے کی سعیٔ بلیغ کی، مگر اُنھوں نے ایک نہ سُنی اور اپنے کاموں میں مشغول رہے۔ بالآخر خدا نے اِن پر بادشاہ بابل کو مسلط کر دیا اور اُس نے انھیں تباہ و برباد کرنے کا سلسلہ شروع کر دیا۔ پہلے تو یہ لوگ مقابلہ کرتے رہے، لیکن عذابِ الٰہی سے کون مقابلہ کر سکتا ہے۔ آخر کار بارگاہِ خداوندی میں پیشانی نیاز رکھ کر توبہ استغفار کیا اور اپنی سرکشی سے باز رہنے کا عہد و پیماں کر کے معافی مانگی۔ اللہ جو رحیم و کریم ہے اُس نے حضرت شعیاؑ کو وحی کی کہ میرے نبی، میں نے ان کے آباؤ اجداد کی نیکیوں کی وجہ سے ان کی توبہ اور ان کا استغفار سُن لیا ہے اور اب میں چاہتا ہوں کہ فی الحال ان کو کوئی تکلیف نہ پہنچے اور یہ جس تکلیف میں مُبتلا ہوں اُس سے انھیں نجات دلا دی جائے۔

بادشاہ کی پنڈلی میں ناسُور اور اُس کا علاج

بنی اسرائیل کے اس موجودہ بادشاہ کے پیر کی پنڈلی میں ایک زبردست

قسم کا پُرانا ناسُور تھا جس کا علاج ممکن نہ تھا۔ لیکن پروردگارِ عالم اُسے دُور کرنا چاہتا تھا، لیکن برداِیتے اُس نے پہلے اپنے نبی کو حکم دیا کہ وہ جاکر بادشاہ سے کہہ دیں کہ اس کی موت قریب ہے اور بس چند دنوں میں اس کی رُوح قبض کرلی جائے گی لہٰذا وہ اپنے بعد کا انتظام کر دے کسی کو اپنا جانشین بنا دے تاکہ وہ اس کی سلطنت کا نظام اس کے بعد سنبھال لے اور اس کا ملک تباہ و برباد نہ ہو، اور لسے نبی اُسے دن بھی معین کر کے بتا دو کہ میں فلاں دن اس کی رُوح قبض کرنے کے لئے ملک الموت کو بھیجوں گا۔

حضرت شعیاؑ، ارشادِ خداوندی کے مطابق بادشاہ بنی اسرائیل کے پاس تشریف لے گئے اور اس سے سارا واقعہ بیان کیا اور پیغامِ ربانی پہنچاتے ہوئے تاکید کی کہ اپنا جانشین اس معین تاریخ سے قبل بنالے اور جو وصیتیں کرنی ہوں کر دے۔

حضرت شعیاؑ نے جب پیغامِ خداوندی بادشاہ تک پہنچایا تو بادشاہ نے تضرع اور زاری کے ساتھ دُعا اور مناجات کرنا شروع کر دیا اور اس کی بارگاہ میں عرض کی " پالنے والے تو نے مجھ پر بڑے احسانات کئے ہیں مجھے کتم عدم سے حیز وجود میں تو لایا۔ بطن مادر میں روزی تو نے دی، میری شکمِ مادر میں پرورش تو نے فرمائی، پیدائش کے بعد نگہبانی اور نگرانی تو نے کی، مالک میرا تیرے سوا کون ہے؟ تو ہی نے ہر چیز میرے لئے مہیا کی ہے، بادشاہی تُو نے دی ہے اور تو ہی دے سکتا ہے، مالک میں تیرے سوا کسی سے کوئی اُمید نہیں رکھتا۔ مجھے صرف تجھ پر بھروسہ ہے، میں تیری حمد کرتا ہوں اور تجھی سے مزید احسان کی اُمید رکھتا ہوں بغیر کسی عمل نیک کے جو میں نے کئے ہوں، اور مالک میں کیا اور میرا عمل کیا۔ تو مجھ سے بہتر میرے احوال سے واقف ہے۔ خدایا میری ایک عاجزانہ درخواست ہے، میں بڑی اُمیدوں کے ساتھ عرض کرتا ہوں، خدایا وہ یہ ہے کہ " میری موت کو ٹال دے اور میری عمر کو کچھ بڑھا دے"۔ اور مجھ کو اس طریقے پر قائم رکھ جسے تو دوست رکھتا ہے اور جسے تو پسند کرتا ہے۔

بادشاہ نے الحاح وزاری کی اور قدرے عمر کی درازی کی درخواست کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خداوندِ عالم نے اپنے نبی شعیاؑ کو وحی کی کہ میں نے اس کی گریہ وزاری پر رحم کیا اور اس کی دُعا قبول کرلی اور اس کی عمر پندرہ سال بڑھا دی۔ اے میرے نبی تم اس کے پاس جاؤ اور اُسے یہ باتیں بتا دو۔ اور یہ بھی کہہ دو کہ وہ مرض جو تیری موت کا سبب بننے والا تھا میں نے اس کا بھی بندوبست کر دیا ہے، میرے نبی اس سے کہو کہ میں نے انجیر میں شفا دی ہے تو اپنے زخمِ ناسُور پر انجیر کا پانی لگا یعنی آبِ انجیر سے اس کا علاج کر، شفا ہو گی اور اے نبی اس سے یہ بھی کہہ دو کہ میں نے اس کو اور اس کی رعایا یعنی بنی اسرائیل کو دشمنوں سے محفوظ کر دیا ہے۔ حضرت شعیاؑ اس سے ملے اور

اُس کو پیغام باری تعالیٰ پہنچا دیا۔ وہ ارشادِ باری سُن کر سجدہ خالق میں چلا گیا اور مالک کا شکریہ اَدا کیا اور بدستور عملِ خیر میں مشغول ہو گیا۔

اِدھر قدرت نے یہ انتظام کیا کہ بادشاہ بابل جس کا نام بروایتِ طبری سنجاریت تھا اسکا بے شمار لشکر بر سر پیکار تھا اسے تباہ و برباد کر دیا اور دوسرے ہی روز صبح کو سب ہلاک ہو گئے اور پانچ اشخاص کے علاوہ ان میں سے کوئی نہ بچا۔ وہ بھاگ کر بابل چلے گئے، اس کے بعد سے بنی اسرائیل سیدھی راہ پر چلنے لگے اور اس وقت تک صراطِ مستقیم پر گامزن رہے جب تک بادشاہ زندہ رہا۔ لیکن اس کے مرنے کے بعد وہ پھر بھٹک گئے اور انھوں نے کجروی اختیار کر لی اور سرکشی و نافرمانی پر اُتر آئے۔ حضرت شعیاؑ ان کو سمجھانے بجھانے میں پوری سعی کرتے رہے۔ لیکن انھوں نے ایک نہ مانی اور بدستور ٹیڑھی راہ چلتے رہے جس کے نتیجے میں سب ہلاک ہو گئے۔

حضرت امیرالمومنین علیہ السّلام نے ان کی ہلاکت کی داستان یُوں بیان فرمائی ہے کہ "خلاق عالم نے حضرت شعیاؑ کو وحی کی کہ میں تمہاری قوم کے چالیس ہزار بدکاروں اور ساٹھ ہزار نیکوکاروں کو ہلاک کرنے کا فیصلہ کر چکا ہوں اور انھیں عنقریب ہلاک کر دوں گا، جناب شعیاؑ نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کی کہ مالک ان کی ہلاکت تو سمجھ میں آتی ہے جو نافرمان ہیں لیکن جو نیکوکار ہیں ان کی ہلاکت سمجھ میں نہیں آئی، وہ تو فرمانبرداری کرتے ہیں، احکام کو مانتے اور اس پر عمل کرتے ہیں، پھر ان کو کیوں ہلاک کیا جائے گا۔ ارشادِ باری ہوا کہ اے میرے نبی۔

"میں انھیں اس لئے ہلاک کروں گا کہ وہ گناہگاروں، بدکرداروں کی خوشامد اور ان کی چاپلوسی کرتے ہیں اور میرے عذاب سے نہ انھیں ڈراتے ہیں نہ اُن سے اظہارِ ناراضگی کرتے ہیں اور نہ اُن کو گناہوں سے باز رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ چونکہ وہ ان کے افعال پر راضی ہیں اور اُن کے گناہوں کو نظر انداز کرتے اور اُن سے اظہارِ نفرت نہیں کرتے لہٰذا وہ بھی عذاب کے مستحق بن گئے ہیں۔ میں دونوں قسم کے لوگوں کو تباہ و برباد کر ڈالوں گا۔ حضرت شعیاؑ نے ان لوگوں کو غضبِ الٰہی سے آگاہ کیا اور مزید انھیں سمجھانے کی کوشش کی، لیکن انھوں نے کوئی پرواہ نہ کی جس کے نتیجہ میں ہلاک کر دیئے گئے۔

حضرت شعیاؑ کے بارے میں رسُولِ خُداؐ کا ارشاد

ایک روایت میں ہے کہ عبداللہ ابن سلام نے ایک دن حضرت محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے پُوچھا کہ حضرت شعیاؑ کون تھے اور اُن کے بارے میں کوئی ایسی بات بھی ہے جو قابلِ تذکرہ ہو۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ وہ خدا کے برگزیدہ نبی تھے اور بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے تھے، ان کی خاص بات یہ ہے کہ انھوں نے

حضرت عیسیٰؑ اور میری نبوت و رسالت کی خوشخبری بنی اسرائیل کو دی تھی۔

حضرت شعیاؑ کے متعلق حضرت امام رضاؑ کے مجلس مامون میں ارشادات

حضرت امام رضا علیہ السلام مامون رشید کے دربار میں تشریف فرما تھے اور نصرانیوں کا عالم جاثلیق اور یہودیوں کا عالم راس الجالوت بھی موجود تھا۔ حضرت امام رضاؑ نے عالم نصرانی سے پوچھا کہ تجھے حضرت شعیاؑ نبی کی کتاب کا بھی کچھ علم ہے۔ اس نے کہا کہ میں اس کا مکمل عالم ہوں اور ان کی کتاب کو حرف بہ حرف جانتا ہوں۔ پھر حضرت امام رضا علیہ السلام نے یہودی عالم سے پوچھا کہ تجھے بھی کچھ اس کا علم ہے۔ اس نے کہا کہ میں بھی ان کی کتاب سے اچھی طرح واقف ہوں۔ اس تصدیق کے بعد امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ کیا کتاب شعیاؑ میں یہ بات موجود ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ

"اے میری قوم کے لوگو! میں نے ایک گدھے سوار کو دیکھا کہ وہ لباس نور میں ملبوس ہے اور ایک شتر سوار کو دیکھا جو نوری ہے اور اس کا نور ماہتاب کی طرح روشنی دے رہا ہے"

ان دونوں عالموں نے کہا کہ ہاں یہ ان کی کتاب میں ہے اور ہم لوگوں نے اس میں لکھا ہوا دیکھا ہے۔ پھر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ تم نے توریت میں بھی یہ دیکھا ہے؟ کہ حضرت شعیاؑ فرماتے ہیں کہ میں نے دو ایسے سواروں کو دیکھا کہ ان کے نور سے زمین روشن ہوگی۔ ایک دراز گوش (خچر) پر سوار ہوگا اور دوسرا اونٹ پر سوار ہوگا، ان دونوں نے کہا کہ ہاں توریت میں یہ موجود ہے۔ حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ "بتاؤ یہ دونوں کون ہیں؟ اور حضرت شعیاؑ نے ان دونوں کے حوالے سے کیا کہا ہے اور انھوں نے اپنے اس بیان سے کس کی بشارت دی ہے۔ ان دونوں نے کہا کہ یا حضرت ہم اسے نہیں سمجھ سکے۔ آپ ہی فرمائیے۔ حضرت نے فرمایا کہ ہم لوگ وہ ہیں جو ہر کتاب کا علم رکھتے ہیں اس کی تفسیر اور اس کا مفہوم اور مقصد سمجھتے ہیں۔ سنو! دراز گوش پر سوار سے مراد حضرت عیسیٰؑ کی بشارت ہے اور شتر پر سوار سے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشارت مراد ہے کیا تم اس سے انکار کرسکتے ہو۔ انھوں نے کہا نہیں۔

حضرت حیقوقؑ کے متعلق امام رضاؑ کا ارشاد

پھر حضرت امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اے جاثلیق اور اے راس الجالوت یہ بتاؤ کہ تم حضرت حیقوقؑ نبی کو بھی جانتے ہو، اور ان کے حالات سے واقف ہو۔ انھوں نے کہا کہ ہاں ہم جانتے ہیں وہ نبی خدا تھے۔ حضرت نے فرمایا کہ اچھا یہ بتاؤ کہ کیا تمہاری کتابوں میں یہ نہیں ہے؟ کہ خداوند عالم بیان حق کو کوہ فاران سے ظاہر کرے گا اور علم کی روشنی وہیں سے پھیلے گی

اور تمام آسمان وزمین حمد الٰہی سے بھر جائیں گے. اس کی اُمت کے لوگ جس طرح خشکی میں لڑیں گے اسی طرح دریا میں بھی لڑ سکیں گے اور وہ ایک نئی کتاب بیت المقدس کی تباہی کے بعد لائے گا اور اس کتاب سے مراد قرآن مجید ہے، کیا تم اس کتاب کو جانتے ہو؟ راس الجالوت نے کہا کہ بے شک یہ حیقوق پیغمبر کا ارشاد ہے اور ہم اس سے انکار نہیں کر سکتے۔" ان لوگوں نے حضرت کا کلام سُنا تو ششدر رہ گئے۔

حضرت شعیاؑ کی شہادت

ایک روایت میں ہے کہ بنی اسرائیل کو بار بار سمجھانے بجھانے کی وجہ سے اُنھوں نے حضرت شعیاؑ کو قتل کرنے کی سازش کی۔ وہ وہاں سے فرار ہو کر ایک درخت کے قریب پہنچے وہ شگافتہ ہو گیا۔ آپ اُس کے تنے میں داخل ہو گئے۔ اتفاقاً ان کے کپڑے کا ایک کونہ باہر رہ گیا۔ شیطان نے دشمنوں کو باخبر کر دیا۔ انھوں نے پہلے تو انھیں نکالنے کی کوشش کی جب کامیابی نہ ہوئی تو اس درخت کے تنے کو آرے سے چیر ڈالا جس کے نتیجے میں ان کے جسم کے دو ٹکڑے ہو گئے اور یہ بارگاہِ خداوندی میں جا پہنچے۔ (حیات القلوب جلد ۱ و طبری جلد ۲ صـ۲۰۲)۔

(نوٹ) حضرت حیقوقؑ کے دیگر حالات و واقعات اور ان کے انجام کے بارے میں کسی کتاب میں کچھ نہیں ملا۔ ۱۲۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب ۳۱

حضرت ارمیا علیہ السلام

حضرت ارمیا علیہ السلام بھی دیگر انبیاء کی طرح مخصوص معصوم، اعلم زمانہ اور افضل کائنات تھے۔ ان کے والد ماجد کا نام خلیقا تھا۔ یہ بنی اسرائیل میں حضرت شعیا علیہ السلام کی شہادت کے بعد مبعوث ہوئے تھے۔ ان کا سلسلۂ نسب حضرت ہارون بن عمران تک منتہی ہوتا ہے۔ بروایتے ان کا ایک نام "خضر" بھی تھا۔

امام ثعلبی لکھتے ہیں کہ جب یہ مبعوث ہوئے تو خداوند عالم نے ان کو وحی کی اور ان سے کہا کہ میں نے تم کو خلق کرنے سے پہلے نبوت کے لئے چُنا ہے اور بطن مادر میں تمھیں مقدس بنایا ہے اور پیدا ہونے سے پہلے تمھیں پاک و پاکیزہ قرار دیا ہے۔ تم اپنی قوم سے میری نعمتوں کا ذکر اور انھیں ان کی حرکتوں کی طرف متوجہ کرو اور کہو کہ وہ میری طرف متوجہ رہے اور عصیان سے پرہیز کرے حضرت ارمیا نے عرض کی میرے پالنے والے میں تو بڑا کمزور اور ضعیف ہوں اور تیری مدد کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا۔ تو میری مدد کر اور مجھے ضروری امور سے آگاہ فرما اور مجھ میں بولنے اور سمجھانے بجھانے کی طاقت و صلاحیت ودیعت فرما۔ ارشاد فرمایا کہ اچھا تبلیغ کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ چنانچہ انھوں نے ایک اجتماع کیا اور بلا سوچے سمجھے بولنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ خلاق عالم نے ایک فصیح و بلیغ خطبہ ان کی زبان سے جاری کرا دیا جس میں ان کی ہدایت کی گئی اور انھیں حلال و حرام اور معصیت و گناہ سے آگاہ کیا گیا تھا اور ثواب اطاعت اور عقاب معصیت سے مطلع کیا گیا تھا۔ اور آخر میں فرمایا گیا تھا کہ ان سے کہہ دو کہ خدا نے کہا ہے "انی احلف بعزتی وجلالی ان لم ینتھوا لا تیضن لھم فتنۃ یتحیر فیھا الحلیم ولا سلطن علیھم جبارًا قاسیًا الخ۔ کہ میں اپنی عزت و جلال کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر وہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو میں انھیں ایسی آزمائش میں مبتلا کر دوں گا کہ بردبار اور عقلاء حیران ہو جائیں گے اور اُن پر ایسے شخص کو مسلط کر

دوں گا جو سخت جابر اور سخت دل ہوگا۔ پھر وہ بے شمار فوج کے ساتھ ان پر پل پڑے گا اور انھیں اس طرح تباہ و برباد کر ڈالے گا کہ یہ تو درکنار ان کی نسلیں بھی سنبھل نہ سکیں گی۔

حضرت ارمیاؑ نے بات تو سب کر دی اور اپنی تقریر میں سب کچھ کہہ دیا، لیکن سخت رنجیدہ ہوئے اور بے پناہ گریہ کیا۔ "وصاح وشق ثيابه وحثى الرماد على راسه" اور سخت چیخے چلائے اور اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور اپنے سر پر دھول ڈالی اور کہا مالک میں گذارش کرتا ہوں کہ بنی اسرائیل کو تباہ نہ فرمایا جائے' ان کی اس درخواست پر خداوند عالم نے تین سال تک کی مہلت دے دی۔ لیکن لم يزدادوا فيها الا معصية وتمادياً في الشر" ان لوگوں پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اور یہ معصیت و سرکشی میں زیادتی ہی کرتے لگے۔ بالآخر اس نے "بخت نصر" کو ان پر مسلط کر دیا۔ وہ چھ لاکھ جھنڈوں پر مشتمل لشکر لے کر ان پر پھٹ پڑا۔ اور ایسی تباہی مچائی کہ رہتی دنیا تک بھلائی نہ جا سکے گی۔

بیت المقدس پر بخت نصر کا حملہ اور جناب ارمیاؑ کے امن کا مسئلہ

علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ جب بنی اسرائیل نے بہت زیادہ نافرمانیاں کیں اور خدا کے احکام کو بالکل پس پشت ڈال دیا اور خدا نے اس پر کسی کو مسلط کرنا چاہا کہ ان کو ذلیل کرے اور قتل کرے، حضرت ارمیاؑ کو وحی کی کہ بنی اسرائیل سے پوچھو کہ وہ کونسا شہر ہے جس کو میں نے تمام شہروں میں سے انتخاب کیا اور بہتر بنایا ہے جس میں اچھے اچھے درخت لگائے ہیں اور اس کو ہر خراب درخت سے محفوظ رکھا ہے۔ پھر اس شہر کے حالات خراب ہوئے اور اچھے درختوں کے عوض "خرنوب" کا درخت جو تمام درختوں میں بدتر ہے اُگ آئے ہیں۔ جناب ارمیاؑ نے علماء بنی اسرائیل سے دریافت کیا انھوں نے کہا ہم کو نہیں معلوم، آپ خدا سے ہمارے لئے معلوم کیجئے۔ جناب ارمیاؑ نے سات روزے رکھے، پھر دعا کی تو خدا نے وحی فرمائی کہ وہ شہر "بیت المقدس" ہے اور وہ درخت بنی اسرائیل ہیں جن کو میں نے اس شہر میں آباد کیا ہے لیکن چونکہ انھوں نے میری نافرمانی کی اور میرے دین کو الٹ پلٹ دیا اور ناشکری کی۔ لہٰذا میں اپنی ذات مقدس کی قسم کھاتا ہوں کہ ان کو ایسی سخت بلاؤں کے ذریعہ معرض امتحان میں لاؤں گا کہ صاحبان عقل و دانا حیران رہ جائیں گے اور اپنے بندوں میں سے ایک شخص کو ان پر مسلط کر دوں گا جو بدترین نطفہ سے پیدا ہوگا۔ جس کی غذا بھی بدترین اشیاء ہوں گی۔ وہ ان کے مردوں کو قتل کرے گا اور ان کی عورتوں کو اسیر کرے گا اور بیت المقدس کو خراب کرے گا۔ جو ان کا خانہ شرف و عزت ہے جس پر وہ فخر کرتے ہیں اور اس پتھر کو جس پر تمام دنیا میں ناز کرتے ہیں مزبلوں پر ڈال دے گا اور یہی حالت سو سال تک رہے گی۔

جناب ارمیا نے بنی اسرائیل کو اس امر سے آگاہ کر دیا، انھوں نے دوبارہ درخواست کی کہ یا حضرت خدا سے پوچھئے کہ فقراء، مساکین اور غربا کا کیا گناہ ہے کہ وہ بھی اس بلا میں گرفتار ہوں گے۔

حضرت ارمیا علیہ السلام سات روز تک ایک لقمہ کھانے پر اکتفا کرتے رہے۔ لیکن ان کو وحی نہ ہوئی، تو حضرت نے سات روزے رکھے اور سات روز کے بعد ایک لقمہ طعام تناول فرمایا پھر بھی ان پر وحی نازل نہ ہوئی، تو پھر سات اور روزے رکھے تو خدا نے ان پر وحی فرمائی کہ اے ارمیا اس سوال سے باز آؤ، ورنہ تمھارا منہ پُشت کی جانب پھیر دُوں گا۔ کیا تم چاہتے ہو کہ اس امر میں شفاعت و سفارش کرو جو مقدر ہو چکا ہے۔ ان سے کہہ دو کہ تمھارا یہی گناہ ہے کہ تم لوگوں کو گناہ کرتے ہوئے دیکھتے تھے اور انکار نہ کرتے تھے، اور نہ ان لوگوں کو نصیحت کرتے تھے نہ ان سے علیحدہ ہوتے تھے۔

پھر حضرت ارمیا نے دُعا کی میرے پالنے والے یہ تو بتا دے کہ ان پر کسے مسلط فرمائے گا تاکہ میں اس کے پاس جاکر قبل از وقت اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لئے امان نامہ حاصل کر لوں ورنہ سب کے ساتھ میں بھی تباہ و برباد کر دیا جاؤں گا۔

ارشادِ خداوندی ہوا کہ فلاں موضع میں جاؤ۔ وہاں ایک لڑکے کو دیکھو گے جس کو امراض مزمن میں سب سے زیادہ مبتلا پاؤ گے، اس کی پیدائش سب سے زیادہ خبیث اور بدتر ہے۔ یعنی وہ ولدالزنا ہے اس کا عذاب تمام لوگوں سے بدتر ہے۔

حضرت ارمیا اس مقام پر پہنچے وہاں "کاروان سرا" میں ایک لڑکے کو دیکھا جسے لوگوں نے مزبلہ پر ڈال دیا ہے اور وہ زمین پر پڑا ہوا ہے صرف اس کی ایک ماں ہے جو ایک پیالے میں سُوکھی روٹی کے ٹکڑے توڑ رہی ہے اور اُس کے سامنے سُور کا دُودھ دُوہ کر لاتی ہے، وہ روٹی کھا لیتا ہے اور دُودھ پی لیتا ہے۔ بروایتے وہ سُور کے دُودھ میں سُوکھی روٹی بھگو کر اسے کھلاتی ہے۔

حضرت ارمیا علیہ السّلام سمجھ گئے کہ جس کے بارے میں خدا نے فرمایا ہے یہ وہی لڑکا ہے۔ حضرت اس کے پاس گئے اور اس کا نام پُوچھا۔ اس نے "بخت نصر" بتایا، حضرت ارمیا کو یقین ہو گیا۔ آپ نے اس کا علاج شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ اس میں کامیاب ہو گئے۔ جب وہ تندرست ہو گیا، تو آپ نے اس سے فرمایا کہ تو مجھے جانتا پہچانتا ہے اس نے کہا نہیں۔ البتہ اتنا سمجھتا ہوں کہ آپ ایک نیک صالح آدمی ہیں، فرمایا، میں بنی اسرائیل کا نبی "ارمیا" ہوں۔

اس کے بعد انھوں نے کہا کہ میں تمھیں ایک خبر دیتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عنقریب تم کو بنی اسرائیل پر تسلط دے گا اور تم ان پر غالب آؤ گے اور وہاں غیر محفوظ اور غیر مامون فضا پیدا ہو جائے گی اس لئے میں تم سے ایک خواہش رکھتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ تم مجھے ایک "امان نامہ" لکھ دو

تاکہ میں اس سے بوقت ضرورت فائدہ حاصل کرسکوں، اس نے امان نامہ لکھوا دیا۔
حضرت ارمیاؑ تو چلے آئے اور وہ اپنی زندگی کے دن گذارنے لگا۔ یہاں تک کہ جوان ہوا، اس کا گذرِ اوقات جنگل اور پہاڑ کی لکڑی لانے پر تھا، وہ اپنا پیٹ بھی پالتا تھا اور لوگوں کو بنی اسرائیل کے خلاف اُبھارتا بھی تھا۔ یہاں تک کہ اس کے ہمراہ جمعیت ہوگئی اور وہ بڑی طاقت کا انسان بن گیا اور نہ جانے کیسے بادشاہِ بابل بن گیا۔ پھر موقع سے اُس نے بیت المقدس پر چڑھائی کردی اور بے شمار افراد اطراف سے آکر اس کے ہمراہ ہوگئے۔
حضرت ارمیاؑ کو جب معلوم ہوا کہ وہ آرہا ہے اور بے پناہ لشکر لے کر آرہا ہے، تو حضرتِ ارمیاؑ امان نامہ لے کر اس کے راستے میں کھڑے ہوگئے۔ لیکن لشکر کی کثرت کی وجہ سے اس کے پاس کسی صورت سے نہ پہنچ سکے، تو انھوں نے یہ ترکیب کی کہ امان نامے کو ایک لکڑی میں باندھ کر بلند کیا۔ جب اس کی نظر اس پر پڑی تو اس نے بُلا بھیجا۔ آپ نے اس کے سامنے امان نامہ پیش کیا، اس نے پُوچھا کہ آپ کون ہیں۔ انھوں نے فرمایا کہ میں وہی شخص ہوں جس نے علالت کی حالت میں تیرا علاج کیا تھا اور تو نے مجھے آڑے وقت کے لئے امان نامہ دیا تھا۔ اس نے کہا کہ میں نے آپ کو امان دے دی۔ لیکن آپ کے بال بچوں کے لئے امان مشروط، اب میں یہاں سے تیر پھینکتا ہوں۔ اگر یہ تیر بیت المقدس تک پہنچ گیا تو ان کے لئے امان نہ ہوگی اور اگر نہ پہنچا تو وہ بھی مامون ہوں گے۔ غرضیکہ اس نے وہاں سے تیر پھینکا اور وہ بیت المقدس تک جا پہنچا۔ اس نے کہا ان کے لئے کوئی امان نہیں ہے۔ حضرت ارمیاؑ سخت پریشان ہُوئے، اور انھوں نے خداوند عالم کی طرف رجوع کیا۔
الغرض اس نے بیت المقدس پر حملہ کرکے اسے فتح کرلیا اور جو تباہی ممکن تھی سب کردی۔ امام ثعلبی لکھتے ہیں کہ بخت نصر نے بے انتہا قتل و غارت کیا، بے شمار حافظین تورات قتل کیے اور بے شمار افراد کو قید کیا۔ جن میں صرف بچے ستّر ہزار تھے۔ جن میں دانیالؑ۔ خانیان۔ عزازیا اور مشایل شامل تھے۔ مورخین کا کہنا ہے کہ بخت نصر نے وہاں کی آبادی کو تین حصّوں میں تقسیم کیا تھا ⅓ کو شام میں چھوڑا ⅓ کو قید کیا اور ⅓ کو قتل کردیا۔ یہ سلوک اُن لوگوں کے ساتھ کیا جو اندھا دھند قتل و غارت سے بچ گئے تھے۔ پھر وہ سارا کچھ لے کر بابل چلا گیا جو بیت المقدس میں تھا۔ روضۃ الصفا سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جو سامان از قسم زر جواہر وغیرہ بیت المقدسؑ سے لے لیا وہ ایک ہزار سات سو کشتیوں کا بار تھا۔

حضرتِ ارمیاؑ اور بنی اسرائیل کے بچے ہوئے لوگوں کا حشر

مورخین کا بیان ہے کہ بخت نصر

کی ہنگامہ خیزی میں حضرت ارمیاؑ محفوظ رہے۔ بخت نصر جب تباہی و بربادی کو حدِ کمال تک پہنچا چکا تو اس نے ان سے کہا کہ آپ چاہیں میرے ساتھ رہیں میں آپ کو عزت و احترام سے رکھوں گا اور اگر چاہیں اپنے شہر میں رہیں۔ میری طرف سے آپ کو امان ہے۔ حضرت ارمیاؑ نے فرمایا کہ ویسے تو میں جب سے پیدا ہوا ہوں خدا کی امان میں ہوں تاہم جو کچھ تو نے کہا ہے ٹھیک ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ بنی اسرائیل اپنی حرکتوں سے امانِ خدا سے باہر ہو گئے اور تجھ سے خوف کھانے لگے اگر یہ امانِ خدا میں ہوتے تو تجھ سے ہرگز خوف نہ کھاتے۔ غرضیکہ حضرت ارمیا علیہ السلام زمین ایلیا میں اپنے مقام پر رہے اُس وقت یہ شہر برباد ہو چکا تھا اور کچھ حصہ اس کا بالکل منہدم ہو چکا تھا۔

بنی اسرائیل کے باقی ماندہ لوگوں نے جب سُنا تو آپ کے پاس جمع ہو گئے اور عرض کرنے لگے "یا نبی اللہ" اب ہم نے آپ کو پہچانا کہ آپ ہمارے پیغمبر ہیں۔ آپ ہم کو نصیحت کیجئے ہم آپ کے مطیع و فرمانبردار ہیں۔ آپ نے اُن کو حکم دیا کہ میرے ساتھ رہو۔ خدا تمھاری حفاظت کرے گا۔ وہ کہنے لگے کہ ہم بادشاہِ مصر کے پاس جاکر پناہ لیتے ہیں اور اس سے اپنا تحفظ چاہتے ہیں اور امان طلب کرتے ہیں۔ حضرت ارمیاؑ نے فرمایا کہ ایسی غلطی مت کرو۔ اب خاموش یہیں بیٹھے رہو۔ امانِ خدا بہترین امان ہے، تم اس کی امان سے باہر جاتے ہو اور دوسروں کی امان میں داخل ہوتے ہو۔ سُنو یہ تمھارے لئے مناسب نہیں ہے۔ بخت نصر کے سامنے بادشاہِ مصر کی کوئی حیثیت نہیں ہے، اگر تم اس سے امان حاصل کر دگے اور بخت نصر نے اس میں مزاحمت کی تو پھر تباہی کے گڑھے میں گر جاؤ گے بہتر یہی ہے کہ یہیں اللہ کی امان میں پڑے رہو۔ لیکن وہ لوگ ایک نہ مانے اور حضرت ارمیاؑ علیہ السلام کو چھوڑ کر مصر کے لئے روانہ ہو گئے اور مصر کے بادشاہ سے امان کے طالب ہوئے۔ اس نے اُن کو امان دے دی۔

بخت نصر کو جب معلوم ہوا تو اس نے بادشاہِ مصر کو لکھا کہ ان کو قید کر کے میرے پاس بھیج دے۔ ورنہ جنگ کے لئے تیار ہو جا۔

حضرت ارمیا علیہ السلام کو جب یہ معلوم ہوا تو آپ کو ان پر ترس آیا اور وہ فوراً مصر چلے گئے تاکہ ان کو بخت نصر کے شر سے نجات دلانے کی سعی کریں۔ مصر پہنچ کر انھوں نے بنی اسرائیل سے کہا کہ خداوندِ عالم نے بذریعہ وحی مجھے بتایا ہے کہ بخت نصر اور بادشاہِ مصر میں جنگ ہوگی اور بخت نصر جیت جائے گا اور اس کی علامت یہ ہے کہ مجھے وہ جگہ دکھادی گئی ہے جس جگہ فتح کے بعد بخت نصر کا تخت بچھے گا۔ پھر حضرت نے چار پتھر اس کے تخت کی جگہ دفن کر دیئے۔

غرضیکہ بخت نصر نے چڑھائی کی اور مصر کو فتح کر لیا اور اُن پر غلبہ حاصل کیا اور ان کو قید کیا جب غنیمت تقسیم کرنے کا ارادہ کیا۔ قیدیوں میں بعض کو قتل اور بعض کو آزاد کرنا چاہا تو انھیں میں حضرت ارمیا کو دیکھا تو آپ سے کہا کہ میں تو آپ کا احترام کرتا ہوں اور آپ میرے دُشمنوں کے ساتھ شامل ہو گئے، آپ نے فرمایا کہ میں اس لئے آیا تھا کہ ان کو آگاہ کر دوں کہ تو ان پر غالب آئے گا۔ میرا مقصد یہ تھا کہ میں ان کو تیرے رُعب و جلال سے متاثر کردوں اور خوف دلاؤں تاکہ اپنے فیصلے پر نظر ثانی کر لیں اور کسی کی امان پر بھروسہ نہ کریں، میں یہ سب ایسی حالت میں کر رہا تھا کہ تو بابل میں تھا، میں نے یہاں پہنچتے ہی تیرے تخت کی جگہ بھی ان کو بتا دی تھی اور تخت کے ہر پائے کی جگہ ایک ایک پتھر دفن کر دیا تھا اور ان لوگوں نے سب کچھ دیکھا تھا، انکے اس فرمانے پر بخت نصر نے تخت ہٹوا کر اس کے ہر پایہ کی جگہ کھُدوائی، جب پتھر برآمد ہوئے تو اس نے حضرت ارمیا علیہ السّلام کے قول و ارشاد کو صحیح پایا اور درُست سمجھا اور حضرت سے کہا کہ اب میں ان کو اِس وجہ سے قتل کردوں گا کہ اُنھوں نے آپ کی تکذیب کی اور آپ کی باتوں کا یقین نہ کیا۔ حضرت نے فرمایا بادشاہ تجھے رحم لازم ہے۔ اُس نے ایک نہ سُنی اور سب کو قتل کر دیا اور بابل واپس چلا گیا۔

اِس واقعہ کے بعد حضرت ارمیا علیہ السّلام عرصے تک مصر میں مقیم رہے۔ پھر خدا نے وحی کی کہ اپنے شہر ایلیا کو واپس جاؤ، چنانچہ وہ وہاں سے روانہ ہو گئے اور جب بعض روایات کی بنا پر، بیت المقدس کے نزدیک پہنچے اور اس کی بربادی مُلاحظہ کی تو بولے کہ خدا کب اور کس طرح اِس شہر کو آباد کرے گا، پھر شہر کے کنارے اُترے اور سو رہے، خدا کے حکم سے ان کی رُوح قبض ہوگئی اور وہ دُنیا کی نگاہوں سے محفوظ ہو گئے۔ یہاں تک کہ سو سال گزر گئے اور یہ اُسی مقام پر مُردہ پڑے رہے۔ خدا نے اُن سے وعدہ کیا تھا کہ بیت المقدس کو پھر آباد کرے گا جب ستر سال ان کی وفات کو گزُر چکے، ایلیا شہر کی تعمیر کی اجازت دی اور فارس کے ایک بادشاہ کے پاس بروایتے عامہ ایک فرشتے کو بھیجا جس کو "کونگ" کہتے تھے کہ خدا تجھے حکم دیتا ہے کہ لشکر اور حشم و خدم اور خزانے کے ساتھ "ایلیا" کو روانہ ہو، اور اس کو آباد کر، اس بادشاہ نے تیس ہزار اشخاص کو متعین کیا اور ہر ایک شخص کے ماتحت ہزار ہزار اشخاص کام کرنے والے (مزدور) کئے تعمیر عمارت سے متعلق جس قدر اوزار اور آلات ضروری تھے مہیا کئے، غرض تیس سال میں "ایلیا" شہر اور اس کی عمارتیں تیار ہوگئیں۔ اس وقت خدا نے حضرت ارمیا علیہ السّلام کو زندہ کیا۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد آپ انتقال فرما گئے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب ۳۲

حضرت دانیال علیہ السّلام

حضرت دانیال علیہ السّلام خلاقِ عالم کے فرستادہ نبی تھے یہ اسی طرح منصوص، معصوم، افضل کائنات اور عالمِ علمِ لدُنّی تھے۔ جس طرح دیگر انبیاء کو خدا نے قرار دیا تھا۔ حضرت دانیالؑ حضرت یعقوب علیہ السّلام کی نسل سے تھے۔ زیرکی اور عقلمندی میں حضرت سلیمانؑ کے بعد انھیں کا نام لیا جاتا ہے، یہ بابل کے مشہور بادشاہ "بخت نصّر" کے ہم عصر تھے۔ اس نے فتح بیت المقدس کے بعد ان پر بڑی سختیاں بھی کی تھیں۔ لیکن آخر میں ان کی صلاحیتوں سے بے حد متاثر بھی ہوا تھا ایک دَور یہ بھی آیا تھا کہ انھیں اپنے امُورِ سلطنت میں مشیرِ خاص بھی بنالیا تھا۔ یہ علم رَمل کے موجد اور علم تعبیر خواب کے بڑے ماہر تھے۔

بخت نصّر کے نام کی تصحیح

اکثر حضرات اس ظالم ترین بادشاہِ عالم کا نام "بخت النصر" سمجھتے ہیں اور اسی طرح لکھتے بھی ہیں لیکن دراصل اس کا نام بخت النصر نہیں ہے، بلکہ "بُختُ نصّر" بہ تشدید "ص" ہے۔ مجمع البحرین صنہ۱۶ میں ہے کہ بُخت کے معنی ابن کے ہیں اور نصّر ایک بُت کا نام تھا جس کے پاس یہ زنازادہ پڑا ملا تھا، اسی لئے اس کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ لیکن حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ "بخت نصر" کو اس لئے اس نام سے مَوسُوم کیا گیا کہ وہ کُتیا کے دُودھ سے پلا تھا۔ بخت کُتیا کا نام تھا اور نصّر اس کے مالک کا جو آتش پرست تھا۔ (حیات القلوب جلد ا صـ۸۴۸ طبع لاہور)۔

حضرت دانیالؑ حضرات آئمہ طاہرینؑ کی نگاہ میں ان کے علمِ تعبیرِ خواب کی تصدیق

علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام سے لوگوں نے سوال کیا کہ کیا یہ صحیح ہے کہ حضرت دانیالؑ علم تعبیر خواب جانتے تھے اور انھوں نے لوگوں کو اسکی

تعلیم بھی دی تھی۔ فرمایا "ہاں" خدا ان پر وحی فرماتا تھا۔ وہ پیغمبروں میں سے تھے اور ان میں سے تھے جن کو خدا نے علم تعبیر خواب عطا فرمایا تھا، وہ بڑے رحم دل نیک کردار اور حکیم و دانا تھے، ان کے دل میں ہم اہل بیتؑ کی بڑی محبت تھی اور وہ ہماری محبت دل میں رکھ کر خدا کی عبادت کرتے تھے

حضرت دانیالؑ کے کردار سے متاثر ہوکر بادشاہ وقت کی ایک خواہش اور اُس کی تکمیل

چونکہ یہ نبی خدا تھے لہٰذا ان کے کردار کی عمدگی مسلم ہے، ان کے زمانے میں جو بادشاہ تھا اور بنی اسرائیل پر حکومت کرتا تھا اُس نے ان کے کردار سے متاثر ہو کر ان سے یہ خواہش ظاہر کی کہ میں چاہتا ہوں کہ خداوند عالم مجھے ایک ایسا فرزند عطا فرمائے جو آپ سے صورت و سیرت میں مشابہ ہو، حضرت دانیالؑ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ اے بادشاہ پہلے یہ بتا کہ تیرے دل میں میری کتنی عظمت و محبت ہے اُس نے کہا کہ میرے دل میں آپ کی بے حد محبت ہے اور میں آپ کو دل سے چاہتا ہوں اور آپ کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ حضرت دانیالؑ نے فرمایا کہ جب ایسا ہے تو تُو یہ کام کر کہ جب اپنی زوجہ سے مقاربت کرے تو اس وقت تمام تر توجہ میری طرف مبذول کردے اس کا فطری اثر تیرے بچے پر پڑے گا۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا، پھر جو بچہ پیدا ہوا وہ حضرت دانیالؑ سے مشابہ تھا۔

حضرت دانیالؑ کا بچپن اور ایک اہم مقدّمے کے فیصلے میں رہنمائی

ہمارے مسلمات سے ہے کہ نبی اور امام ابد و فطرت میں سے ہی نبی اور امام ہوتے ہیں، پیدائش کے بعد وہ اپنی صلاحیت کو بروئے کار لانے میں عمر اور تجربے کے محتاج نہیں ہوتے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام حضرت دانیالؑ کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ حضرت دانیالؑ یتیم تھے۔ ان کے ماں باپ نہ تھے۔ بنی اسرائیل کی ایک بوڑھی عورت نے ان کی پرورش کی تھی۔ اس زمانے کے بادشاہ نے اپنی سلطنت میں دو سرکاری قاضی مقرر کر رکھے تھے۔ ان دونوں کا ایک دوست تھا جو نہایت مردِ صالح اور نیک آدمی تھا۔ اس کی زوجہ بہت حسین و جمیل تھی اور نہایت ہی عبادت گذار اور پارسا تھی، اس مردِ صالح کی آمد و رفت بادشاہ کے پاس تھی۔ وہ اس کے پاس آتا جاتا تھا۔ بادشاہ کو ایک روز ایک کام درپیش ہوا اُس نے ان دونوں قاضیوں سے کہا کہ مجھے ایک ضروری کام کے لئے ایک معتبر اور قابل اعتماد شخص کی ضرورت ہے۔ ان قاضیوں نے اسی مردِ صالح کے بارے میں رائے دی۔ بادشاہ نے اس مردِ صالح کو اس کام کے لئے کہیں باہر بھیج دیا، جب وہ شخص جانے لگا تو دونوں قاضیوں سے کہتا

گیا کہ میری زوجہ کی خبر گیری کرتے رہنا۔ اس کے جانے کے بعد وہ دونوں قاضی اپنے دوست کے گھر آئے تاکہ اُس کی عورت کا حال دریافت کریں۔ چونکہ وہ بہت ہی حسین وجمیل تھی لہٰذا اس کو دیکھتے ہی اُس پر عاشق ہو گئے اور ان دونوں کی نیتوں میں فتور آگیا اور انھوں نے اُسے بدکاری پر آمادہ کرنا چاہا، مگر وہ کسی طرح راضی نہ ہوئی۔ ان دونوں نے کہا کہ اگر تو راضی نہ ہوگی تو پچھتائے گی اس نے کہا جو میرے مقدر میں ہوگا میں اُسے بھگت لوں گی۔ مگر ایسا کام نہ کروں گی، جس سے دُنیا و آخرت دونوں خراب ہوں، ان لوگوں نے کہا کہ ہماری بات مان لے ورنہ ہم بادشاہ کے سامنے گواہی دیں گے کہ تُو نے زنا کا ارتکاب کیا ہے۔ اور وہ تجھے سنگسار کر دے گا، اس پارسا عورت نے کہا جو چاہو کرو مگر میں اس فعلِ بد کو گوارہ نہ کروں گی۔ وہ دونوں خائب و خاسر وہاں سے چلے آئے اور بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس سے کہا کہ وہ شخص جس کو تُو نے اپنے خاص کام سے بھیجا ہے اس کی عورت نے زنا کا ارتکاب کیا ہے۔ لہٰذا اس کو سنگسار کرنا چاہیئے۔ بادشاہ نے جب یہ بات سُنی تو سخت رنجیدہ بھی ہوا اور متحیر بھی کیونکہ اُسے اس کی پارسائی پر بھروسہ تھا۔ لیکن اس کے لئے دشواری یہ تھی کہ اپنی حکومت کے معتمد اور معتبر قاضیوں کو بھی جھٹلا نہ سکتا تھا۔ بالآخر اس نے کہا کہ اچھا میں سنگسار کروں گا۔ مگر دو تین دن کے بعد یہ لوگ اپنا کام کر کے چلے گئے اور خوش تھے کہ ہم کامیاب ہو گئے۔ بادشاہ نے اعلانِ عام کرا دیا کہ فلاں تاریخ فلاں دن اور فلاں وقت سب لوگ فلاں جگہ جمع ہوں تاکہ ان کے سامنے فلاں عابدہ و صالحہ کو سنگسار کیا جائے۔ کیونکہ اس نے زنا کیا ہے اور دو قاضیوں نے اس کے زنا کی گواہی دی ہے، اس کے اعلان کرانے پر لوگ بادشاہ سے ملے۔ اور اس سے کہا کہ ہمیں یقین نہیں آتا کیونکہ وہ مانی ہوئی پارسا عابدہ اور زاہدہ ہے۔ یہ سُن کر بادشاہ نے وزیر کو بُلایا اور اس سے کہا کہ قاضیوں نے زنا کی گواہی دی ہے اور پبلک کے معزز لوگ اسکی مخالفت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ بات درست نہیں ہو سکتی کیونکہ اس کی پارسائی مُسلم ہے اب تم بتاؤ تمھاری کیا رائے ہے۔ آیا تمھارے ذہن میں کوئی ایسی بات ہے کہ جس کی وجہ سے اسے بچایا جا سکے۔ کیونکہ میں قاضیوں پر اعتماد رکھتا ہوں اور انھوں نے گواہی دی ہے ان کی گواہی مسترد بھی نہیں کر سکتا۔ وزیر نے کہا کہ میں تو اس کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا اور نہ اس کی بچت کی کوئی راہ نکال سکتا ہوں۔ بات ختم ہو گئی اور بحث و مباحثہ تمام ہو گیا، یہاں تک کہ تیسرا دن آگیا۔ جس دن کے لئے سنگساری کا اعلان تھا۔ وزیر اپنے گھر سے نکل کر بادشاہ کے پاس جا رہا تھا کہ اس کی نگاہ چند لڑکوں پر پڑی جو کھیل رہے تھے، جب وہ ان کے قریب پہنچا تو حضرت دانیالؑ نے جن کو وزیر پہچانتا تھا اپنے ساتھیوں سے کہا کہ آج ایک عابدہ کو سنگسار کیا جائے گا۔ آؤ ہم آپس میں کھیل کے طور پر اس مقدمے کا فیصلہ کریں۔ یہ سن کر وزیر اُسی جگہ کھڑا ہو گیا، اور

ان کا فیصلہ دیکھنے لگا۔ حضرت دانیالؑ نے فرمایا کہ بھائیو میں بادشاہ بنتا ہوں تم عابدہ بنو اور تم ایک قاضی بنو اور تم دوسرا قاضی بنو، یعنی سب کو ایک ایک شخص بنا دیا۔ پھر مٹی جمع کر کے ایک چبوترہ جیسا تیار کیا اور اس پر چڑھ کر بیٹھ گئے اور لکڑی کی ایک تلوار بنا کر اپنے سامنے رکھ لی، پھر حکم دیا کہ ایک گواہ کو کافی دور لے جا کر کھڑا کرو، اور دوسرے گواہ کو دوسری جانب کافی دور لے جا کر کھڑا کرو، چنانچہ ایسا ہی کر دیا گیا۔ پھر حکم دیا کہ ایک گواہ کو میرے سامنے لاؤ، وہ لایا گیا تو حضرت دانیالؑ نے فرمایا کہ جو واقعہ ہو صحیح صحیح بیان کر دو، ورنہ اس تلوار سے تمہاری گردن مار دوں گا اور تمہارا سر اڑا دوں گا۔ وہ لڑکا جو گواہ بنا تھا۔ اس نے کہا کہ میں سچ کہتا ہوں کہ عابدہ نے زنا کیا ہے۔ حضرت دانیالؑ نے پوچھا کس وقت زنا کیا ہے۔ اس نے کہا کہ فلاں وقت، انھوں نے پوچھا کس دن؟ اس نے کہا فلاں دن، انھوں نے پوچھا کس کے ساتھ اس نے زنا کا ارتکاب کیا ہے۔ اس نے کہا فلاں شخص کے ساتھ جو فلاں کا بیٹا ہے، پوچھا کس جگہ اس نے کہا فلاں جگہ۔ اس کے بعد حضرت دانیالؑ نے حکم دیا کہ اسے لے جاؤ اور دوسرے کو لاؤ، لڑکوں نے اسے اسی جگہ لے جا کر کھڑا کر دیا اور دوسرے کو لا کر پیش کیا، حضرت دانیالؑ نے پوچھا تو کس چیز کی گواہی دینے کے لئے آیا ہے؟ اس نے کہا کہ میں اس امر کی گواہی دینے کے لئے آیا ہوں کہ فلاں عابدہ نے زنا کا ارتکاب کیا ہے۔ پوچھا اس نے کس وقت زنا کیا ہے؟ اس نے کہا فلاں وقت۔ پوچھا کس کے ساتھ؟ کہا فلاں بن فلاں کے ساتھ۔ پوچھا کس مقام پر؟ کہا فلاں مقام پر۔ حضرت دانیالؑ نے دونوں کے بیانات قلمبند کر لئے۔ اس کے بعد دونوں کے بیانات کو سامنے رکھ کر دیکھا تو بیانات میں بڑا فرق تھا۔ حضرت دانیالؑ نے فرمایا کہ تم دونوں جھوٹے ہو اور تم کسی خاص غرض کی وجہ سے اس عابدہ اور زاہدہ کو سنگسار کرانا چاہتے ہو، پھر حکم دیا کہ اعلان کرا دیا جائے کہ ان دونوں گواہوں کو فلاں وقت قتل کیا جائے گا۔ کیونکہ دونوں نے جھوٹی گواہی دی ہے۔

جب وزیر نے حضرت دانیالؑ کا عجیب و غریب اور نہایت عاقلانہ فیصلہ دیکھا، تو نہایت عجلت کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں روانہ ہو گیا اور وہاں پہنچ کر جو کچھ دیکھا اور سنا تھا، اس سے بیان کیا۔

بادشاہ نے جونہی اس واقعہ کو سنا اور فیصلے پر غور کیا فوراً دونوں قاضیوں کو بلا بھیجا اور ان کو الگ کر کے ان کے علیحدہ علیحدہ بیانات لئے۔ ان دونوں کے بیانات میں بڑا فرق پایا۔ دوسرے دن منادی کرا دی کہ دونوں نے چونکہ غلط گواہی دی ہے۔ لہٰذا ان کو قتل کیا جائے گا۔ سب لوگ جمع ہو جائیں۔ پھر اس نے مفتری اور خیانت کرنے والے قاضیوں کے قتل کا حکم دے دیا۔ اس طرح وہ عابدہ زاہدہ سنگسار ہونے سے بچ گئی اور دونوں قاضی قتل کر دیئے گئے۔ سچ ہے "چاہ کن را چاہ درپیش"

روٹی کی ناقدری حضرت دانیالؑ کی بددعا، شدید قحط اور بیٹوں کے کھانے کا واقعہ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک دن حضرت رسول کریمؐ نے اپنے اصحاب سے ارشاد فرمایا کہ روٹی کی قدر کیا کرو۔ (اسی پر پانی کی طرح عام انسانوں کی زندگی کا دارومدار ہے) اس کے لئے عرش سے فرش تک یعنی آسمان سے زمین تک مخلوقات خدا نے عمل کیا اور محنت ومشقت کی ہے تب یہ دستیاب ہوتی ہے۔ اصحاب نے کہا بے شک حضورؐ نے سچ فرمایا۔

پھر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم لوگ چاہو تو میں روٹی کے بارے میں حضرت دانیالؑ کے عہد کا ایک واقعہ سناؤں، اصحاب نے کہا کہ حضور ضرور ارشاد فرمائیں۔

حضرت نے فرمایا کہ دانیالؑ ایک نبی تھے جو ہم سے پہلے گذرے ہیں وہ میرے اہلبیتؑ کو ان کی ظاہری پیدائش سے قبل ہی بے حد دوست رکھتے تھے۔ دانیالؑ نبی کو ایک دن ایک ضروری سفر درپیش ہوا۔ اور درمیان میں دریا حائل تھا۔ دانیالؑ اپنے گھر سے نکل کر دریا کے کنارے پہنچے، اور کشتی پر سوار ہوکر جانا چاہتے تھے، انھوں نے کشتی بان (ملاح) کو ایک روٹی دی اور کہا کہ یہ اُجرت (کرایہ) ہے تیری کشتی کا مجھے اس پار پہنچا دے، میرا بڑا ضروری کام ہے۔ ملاح نے روٹی لے کر پھینک دی اور کہا کہ میں اس روٹی کو لے کر کیا کروں گا۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے ایسی روٹیاں تو ہمارے اِرد گرد پڑی ہوتی ہیں اور پیروں سے کچلی جاتی ہیں۔ حضرت دانیالؑ نے کہا کہ ایسا نہ کر اور اسے لے لے۔ اُٹھا اپنی آنکھوں سے لگا، روٹی ناقدری کی چیز نہیں ہے، خدا کی نظر میں اس کی بڑی عزت ہے، مگر اُس نے ایک نہ سُنی۔

دانیالؑ نبی کو اس کے طرزِ عمل سے بے حد دُکھ ہوا۔ اُنھوں نے آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر کہا، میرے پالنے والے روٹی کی بے قدری تو دیکھ رہا ہے اور تو نے اس وقت اس ملاح کا طرزِ عمل اور افسوسناک کردار بھی دیکھا۔ میرے پالنے والے روٹی کو ناقدری سے بچا۔ دانیالؑ کا یہ کہنا تھا کہ غضب خداوندی میں اُبال آگیا اور روٹی کی ناقدری کرنے والوں کو سزا دینے کا بندوبست کردیا گیا۔

حضرت دانیالؑ کے بددعا کرنے کے بعد خداوند عالم نے آسمان کو حکم دیا کہ بارش کا ایک قطرہ زمین پر نہ گرے۔ اور زمین کو حکم دیا کہ ایک دانہ بھی روئیدہ نہ ہو۔ چنانچہ یہی ہوا۔ بارش مطلقاً بند ہوگئی اور دانے کی روئیدگی یکسر ختم ہوگئی اور شدید قحط پڑ گیا اور قحط کی ایسی نوبت آئی کہ ایک دوسرے کو کھانے لگے۔ پھر جب ان پر سختی اور تنگی اس حد تک پہنچ گئی جس حد تک خدا اُن کی نتیجہ کے لئے پہنچانا چاہتا تھا، تو ایک دن یہ واقعہ ہوا کہ دو عورتیں تھیں اور دونوں کے ایک ایک لڑکا تھا۔ دونوں عورتوں نے فیصلہ کیا کہ ایک دن ایک اپنے لڑکے کو ذبح کرے اور دوسرے دن دوسری

ذبح کرے۔ چنانچہ ایک عورت نے اپنے لڑکے کو ذبح کر دیا اور دونوں نے اس کا گوشت کھا لیا۔ جب دوسرا دن آیا تو اس عورت نے جس کا بچہ کل ذبح ہو چکا تھا اس نے اس دوسری عورت سے تقاضا کیا کہ اپنے بچے کو حسب وعدہ ذبح کرے، اُس نے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ میرا دل تو اسے گوارا نہیں کرتا۔ میں اپنے بچے کو ذبح نہ کروں گی۔ اس کے اس انکار پر دونوں میں جھگڑا ہو گیا اور طے یہ پایا کہ چلو حضرت دانیالؑ سے اس کا فیصلہ کرائیں۔ جب یہ دونوں عورتیں حضرت دانیالؑ کے پاس پہنچیں اور اپنا کیس اُن کے سامنے پیش کیا، حضرت دانیالؑ نے کہا کہ اب یہاں تک نوبت قحط کی پہنچ گئی کہ لوگ اپنے لڑکوں کو کھانے لگے ہیں۔ ان عورتوں نے کہا کہ حضورؑ اس سے بد تر حالت ہو گئی ہے۔

یہ سُن کر حضرت دانیالؑ نے آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا دیا، اور بارگاہ خداوندی میں عرض کی، مالک اپنے فضل و کرم سے ہم پر رحم فرما اور اپنا فضل و کرم ہمارے شامل حال کر۔ خدایا ملاح اور دیگر ایسے لوگوں کی نخوت اور کبر و غرور کی وجہ سے ان غریبوں کو اب مبتلائے عذاب نہ رکھ، مولا رحم کر تو بڑا کریم و رحیم ہے۔

دانیالؑ نبی کی دعا سے پروردگار عالم نے آسمان کو آب بارانی کا اور زمین کو دانے کی روئیدگی کا حکم دے دیا اور دانیالؑ کی طرف وحی کی کہ اے دانیالؑ میں نے روٹی کی توہین کرنے والوں کے ساتھ جو کچھ کیا یہ اسی کے مستحق تھے اور ابھی اس سے زیادہ ان کی حق رسی کی ضرورت تھی مگر میں نے بچوں کی وجہ سے ان پر رحم کر دیا ہے۔

علماء کی ناقدری سے خدا دشمن ہو جاتا ہے
حضرت دانیالؑ کو وحی ربانی

علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام زین العابدینؑ نے ارشاد فرمایا ہے کہ خداوند عالم نے حضرت دانیالؑ کو وحی فرمائی کہ میرے تمام بندوں میں میرے نزدیک سب سے زیادہ دشمن وہ جاہل و نادان ہے جو حق اہل علم کو سبک سمجھتا ہے اور اس کی پیروی نہیں کرتا اور میرے تمام بندوں میں میرے نزدیک سب سے زیادہ دوست وہ پرہیز گار ہے جو میرے ثواب عظیم کا طالب ہوتا ہے اور علماء کی خدمت میں رہتا ہے اور ان سے جدا نہیں ہوتا اور بردبار دل کی متابعت کرتا ہے اور عقلمند دل سے نصیحت حاصل کرتا ہے۔

بخت نصر کے جاسوس حدود بیت المقدس میں

مورخین کا بیان ہے کہ بخت نصر

جب بادشاہ ہوا تو ہر وقت بنی اسرائیل کے فسق و فجور کا اُمید وار رہنے لگا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ جب تک وہ اس قدر گناہ نہ کرلیں گے کہ خدا کی اعانت و نصرت کے مستحق نہ رہ جائیں۔ اس وقت تک وہ ان پر مسلط نہیں ہوسکتا۔ اسی لیئے ہر وقت جاسوس لگائے رہتا تھا اور اس کے جاسوس برابر بیت المقدس کے حدود میں چکر لگایا کرتے تھے اور حالات معلوم کرتے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ بنی اسرائیل کا حال صلاح و فلاح سے فساد میں بدل گیا۔ انھوں نے اپنے پیغمبروں کو قتل کرنا شروع کیا اور دیگر گناہوں میں حد سے بڑھ گئے، پھر تو بخت نصر اپنے لشکروں کو لے کے آیا اور اس نے ان کو گھیر لیا۔

جب بخت نصر نے ان کا محاصرہ کیا اور وہ اس کے مقابلہ سے عاجز ہُوئے تو اپنے پروردگار سے توبہ و انابت کی اور گریہ وزاری کیا اور نیکی و فلاح کی جانب مائل ہُوئے اور اپنے جاہلوں، نادانوں کو گناہ کرنے سے منع کیا، نیک کاموں کی طرف ان کو متوجہ کیا اور برائیوں سے رد کا تو خدا نے ان کو بخت نصر پر غالب کیا اور اس کو واپس جانا پڑا اور اس کا سبب یہ ہوا کہ ایک تیر اس کے گھوڑے کی پیشانی پر آ لگا۔ گھوڑا بھاگا اور اس کو شہر سے باہر لے گیا، اس کے بعد پھر بنی اسرائیل نے اپنی حرکتیں شروع کر دیں، گناہوں میں مشغول ہُوئے سرکشی کی اور فساد برپا کیا تو پھر دوبارہ بخت نصر اُن سے جنگ کے لیئے آیا۔ اس کے آنے سے قبل اس وقت کے نبی نے ان کو خبر دی کہ بخت نصر تم سے جنگ کے لیئے آرہا ہے اور یہ خدا کا عذاب ہے، فلاں عالم فرماتا ہے کہ اگر توبہ کردگے تو تمھارے آباؤ و اجداد کے سبب تم پر رحم کروں گا اور وہ یہ بھی فرماتا ہے کہ کبھی تُم نے دیکھا ہے کہ کسی نے مجھ سے سرکشی کی ہو اور اسے میری نافرمانی کے سبب سعادت حاصل ہُوئی ہو یا کسی نے میری اطاعت کی ہو اور میری اطاعت کے سبب وہ بدبخت و بدحال ہوا ہو، وہ فرماتا ہے کہ اب حال یہ ہوگیا ہے کہ تمھارے علماء اور عبادت گذاروں نے میرے بندوں کو اپنا خدمت گار بنا رکھا ہے اور ان میں میری کتاب کے خلاف حکم کرتے ہیں اور بادشاہ اور تمھارے رئیس و امیر میری نعمتوں کے سبب سرکش ہوگئے ہیں اور دنیا نے ان کو مغرور کر رکھا ہے اور قاریان توریت اور تمھارے فقیہ لوگ سب کے سب بادشاہوں کے مطیع و فرمانبردار ہوگئے ہیں اور بدعتوں پر ان کی بیعت کرتے ہیں اور میری نافرمانی میں ان کی اطاعت کرتے ہیں اور ان کے لڑکے بالے دوسروں کے ساتھ گمراہی اور ضلالت میں منہمک ہیں، باوجود ان خرابیوں اور بغاوت کے میں نے ان کو عافیت دے رکھی ہے۔ لہٰذا مجھے قسم ہے کہ ان کی عزت کو ذلت سے اور امن کو خوف سے بدل دوں گا۔ اگر مجھ سے دُعا کریں گے ان کی دُعا قبول نہ کروں گا، جب ان کے پیغمبر نے خدا کا یہ پیغام ان تک پہنچایا، تو انھوں نے ان کی تکذیب کی اور کہنے لگے۔

کہ تم خدا پر افترا کرتے ہو، اور دعوے کرتے ہو کہ خدا اپنی مسجدوں کو اپنی عبادت سے معطل کر دے گا۔ اس کے بعد انھوں نے پیغمبر کو پکڑ کر قید خانے میں بند کر دیا۔ بالآخر بخت نصر نے ان کے شہروں پر لشکر کشی کی اور سات مہینے تک ان کا محاصرہ کئے رکھا۔ یہاں تک کہ وہ بھوک کے سبب اپنا پاخانہ اور پیشاب کھانے پینے لگے۔ غرضکہ وہ ان پر مسلط ہوا، اور جباروں اور ظالموں کی طرح اُن کو قتل کیا۔ بہتوں کو دار پر کھینچا اور جلایا، ان کی ناک اور اُن کی زبانیں کاٹیں، دانت توڑے اور اُن کی عورتوں کو ذلت کے ساتھ قید کیا۔

علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ بیت المقدس پر حملہ اور احراق مسجدِ سلیمانؑ بمقام "اصطخر" (فارس) یوم چہار شنبہ کو کیا گیا تھا۔ (حیات القلوب جلد ۱ صفحہ ۸۴۸ طبع لاہور)۔

حضرتِ دانیال علیہ السّلام کنوئیں میں

مورخین کا بیان ہے کہ بخت نصر جب فتح بیت المقدس کے بعد بابل کو واپس ہُوا تو اُس نے وہاں پہنچ کر بنی اسرائیل کے تمام لوگوں کو قید کر دیا اور حضرت دانیالؑ کے لئے خاص اہتمام یہ کیا کہ ایک کنوآں کھُدوا کر اس میں ان کو ڈال دیا اور اسی کنوئیں میں ایک شیر کو بھی ڈلوا دیا۔ مقصد یہ تھا کہ شیر ان کو پھاڑ کھائے گا۔ مگر ایسا نہ ہوا۔ شیر حضرت دانیالؑ کی طرف متوجہ بھی نہ ہوا۔ اذیت پہنچانا تو درکنار۔ اُدھر پروردگارِ عالم نے ایک نبی کو وحی کی کہ جا کر دانیالؑ تک کھانا اور پانی پہنچاؤ، اُس نبی نے اللہ تعالیٰ سے پُوچھا کہ مالک وہ کہاں ہیں؟ ارشاد ہوا کہ فلاں مقام پر جا کر آواز دو، جس جگہ سے تمہارے پُکارنے کا جواب آئے، اُس کے قریب جا کر کھانا پانی پہنچا دو، وہ نبی اپنی جگہ سے روانہ ہو کر خدا کے بتلائے ہُوئے مقام پر پہنچ کر حضرت دانیالؑ کا نام لے کر پُکارے تو کنوئیں سے جواب ملا۔ جُھک کر دیکھا تو وہ اُسی کنوئیں میں پڑے تھے اور شیر بھی آپ کے ساتھ تھا۔ نبی خدا نے کھانا پانی پہنچا دیا، پھر اسی طرح برابر عمل جاری رہا۔ ایک روایت کی بناء پر حضرت دانیالؑ جو کمسنی میں مقید کئے گئے تھے۔ نوّے سال تک قید میں رہے۔ پھر جب بنی اسرائیل نے ان سے تمام اُمیدیں وابستہ کر لیں اور اُن کو قید سے چھڑانے کی جدوجہد کرنے لگے تو ان کو ایک نہایت گہرے اور کشادہ کنوئیں میں ڈال کر اس میں ایک شیر کو بھی ڈال دیا تھا۔

غرضکہ حضرت دانیالؑ کنوئیں میں پڑے رہے۔ رات بھر عبادت میں گذارتے تھے اور دن بھر روزہ رکھتے تھے اور شام کو اسی آب و طعام سے روزہ کھولتے تھے جو خدا کے برگزیدہ نبی کے ذریعہ سے ان تک پہنچا کرتا تھا۔

بخت نصر کا پہلا خواب

حضرت دانیالؑ قید کی مشقت برداشت کر ہی رہے تھے

کہ بخت نصر نے ایک خواب دیکھا وہ یہ تھا کہ آسمان سے فرشتے فوج در فوج اس کنوئیں پر آرہے ہیں جس میں حضرت دانیالؑ قید ہیں، اور وہ فرشتے حضرت دانیالؑ کو نہایت عزت و احترام کے ساتھ سلام کرتے ہیں اور اُسے کہتے ہیں کہ گھبراؤ نہیں۔ عنقریب تمہاری تکالیف دُور ہو جائیں گی، اور تم نہایت بلند مقام پر پہنچو گے۔

بخت نصر جب صبح کو بیدار ہُوا تو اپنے کئے پر سخت نادم ہُوا اور حُکم دیا کہ وہ جلد سے جلد قید خانے سے برآمد کر لئے جائیں۔ چنانچہ گھرے کنوئیں سے نکال لئے گئے اور بخت نصر انکی عظمت کا قائل ہو گیا۔ لیکن آپ کو عام قید خانے میں رکھا۔

بخت نصر کا دوسرا خواب، اُس کی تعبیر رسُولِ کریمؐ کا ذکر اور حضرت دانیالؑ کی دانائی کا نتیجہ

بخت نصر نے پھر سات برس کے بعد ایک اور خواب دیکھا۔ جس سے وہ بے حد خوف زدہ ہُوا۔ جب صبح ہُوئی تو خواب بھُول گیا۔ خواب کو فراموش کرنے کے بعد اپنی قوم کے منجموں اور کاہنوں کو جمع کر کے اُن سے کہا کہ بتاؤ میں نے رات کیا خواب دیکھا ہے؟ اور ساتھ یہ بھی کہا کہ غور و فکر کر لو اور مجھے مطمئن کرو، ورنہ سب کو دار پر چڑھا دوں گا۔ اُس نے اس کے لئے تین دن کی مہلت دی، مگر کوئی نہ بتا سکا۔

حضرت دانیالؑ جو اس وقت زندان میں تھے، جب انھیں بادشاہ کے خواب کا حال معلوم ہوا تو انھوں نے زندان بان یعنی محافظِ قید خانہ سے کہا کہ تُو نے اس عالمِ مصیبت میں میرا بڑا ساتھ دیا ہے اور ہر وقت میری امداد کی ہے۔ میں تجھ سے یہ خواہش کرتا ہوں کہ تو بادشاہ کے پاس جا کر اُس سے یہ بتا دے کہ قید خانہ میں ایک قیدی ہے جس کا نام "دانیالؑ" ہے۔ وہ تیرے خواب کو بھی جانتا ہے اور اس کی تعبیر سے بھی واقف ہے۔

داروغہ زندان، بادشاہ کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ قید خانے میں ایک ایسا عظیم قیدی ہے جو تیرے خواب اور اس کی تعبیر کو جانتا ہے۔

بادشاہ کو جونہی یہ خبر ملی اس نے فوراً حکم دیا کہ دانیالؑ کو میرے پاس حاضر کیا جائے، چنانچہ داروغہ قید خانہ نے ان کو رہا کر دیا اور ان کو اپنے ہمراہ لئے ہوئے وہ خود دربار میں حاضر ہوا، وہاں دربار میں داخلہ کا قاعدہ یہ تھا کہ جو آئے پہلے بخت نصر کو سجدہ کرے۔ چنانچہ داروغہ نے اس رسم کو ادا کیا مگر حضرت دانیالؑ نے جو اسی کے ساتھ تھے بخت نصر کو سجدہ نہ کیا اور یونہی سیدھے دربار میں داخل ہو گئے۔

حضرت دانیالؑ کے داخلِ دربار ہونے کے بعد کافی دیر تک وہ ان کی طرف متوجہ نہ ہوا، اور

یہ کھڑے رہے۔ پھر اس کے بعد اس نے تمام لوگوں کو دربار سے باہر کر کے ان سے سوال کیا کہ تُم نے دربار میں داخل ہوتے ہی دستور کے مطابق مجھے سجدہ کیوں نہیں کیا۔

حضرت دانیالؑ نے فرمایا کہ میرا پروردگار جس نے مجھے علمِ تعبیر خواب عطا کیا ہے اُس نے مجھے اپنے سوا کسی کے بھی سجدہ سے منع کیا ہے۔ اے بادشاہ اگر میں اس کے علاوہ کسی کو بھی سجدہ کر لوں تو یہ میرا علم تعبیر خواب مجھ سے جاتا رہے گا۔ اس بنا پر میں نے تجھے سجدہ نہیں کیا بخت نصر نے کہا کہ میں اس بات سے خوش ہوں کہ آپ نے اپنے محسن کو قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے اور اُس نے جس سے منع کیا ہے آپ اُس سے باز رہے ہیں۔ لہٰذا اب آپ میرے عتاب سے آزاد ہوئے ہیں۔ میں آپ کو سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے کسی عذاب میں مبتلا نہ کروں گا۔ اچھا اب بتایئے کہ میں نے کیا خواب دیکھا ہے۔ حضرت دانیالؑ نے فرمایا کہ تو نے خواب میں ایک عظیم بُت کو دیکھا ہے جس کا پیر زمین پر اور سر آسمان سے لگا ہوا ہے اور اس بُت کا سر سونے کا ہے درمیانی حصہ جسم چاندی کا ہے، اس کے زانو تانبے کے ہیں اور پنڈلیاں لوہے کی بس اور قدم ٹھیکرے کے ہیں، تو اسے کھڑا ہوا بڑے غور سے دیکھ رہا تھا اور اس کی مضبوطی اور اس کے استحکام پر تعجب کر رہا تھا۔ ناگاہ آسمان سے ایک فرشتے نے ایک پتھر پھینکا جو اُس بُت کے سر پر گرا، اور اس کا جسم چھوٹا ہو گیا۔ یعنی تمام اجزائے بدن ایک دوسرے سے مل کر جسم کی لمبائی کو کم کرنے کے سبب بن گئے۔ جب تُو نے اس کی یہ حالت دیکھی تو تیرے دل میں یہ خیال آیا کہ اب اجزا اس میں مل گئے ہیں کہ اگر تمام جن و انس مل کر انھیں علیحدہ کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ تو نے یہ خیال کیا کہ اگر تیز ہوا چلے تو اس کے تمام اجزاء ہوا میں اُڑ کر بکھر جائیں گے۔ پھر تو نے دیکھا کہ وہ پتھر جو فرشتے نے پھینکا تھا بڑا ہونے لگا۔ یہاں تک کہ تمام رُوئے زمین پر چھا گیا۔ اور ایسا ہو گیا کہ تیری جب نظر اُٹھتی تھی تو اس پتھر اور آسمان کے علاوہ کچھ نظر نہ آتا تھا۔

بخت نصر نے کہا کہ آپ نے سچ فرمایا ہے، میں نے یہی خواب دیکھا تھا اور بالکل یہی خواب تھا، اب اس کی تعبیر بتایئے، مجھے یقین ہے کہ آپ جو تعبیر دیں گے بالکل درُست ہو گی۔

حضرت دانیال علیہ السلام نے فرمایا کہ اے بادشاہ اس خواب کی تعبیر یہ ہے۔ تو نے جس بُت کو دیکھا تھا اس سے مُراد اُمتین ہیں جو اوّل درمیان اور آخر میں ہوں گی اور طلائی حصہ جسم سے مُراد اس زمانے کی اُمت اور تیری بادشاہی ہے اور چاندی سے تیرے بیٹے کی بادشاہی مُراد ہے جو تیرے بعد ہو گا اور تانبے سے مُراد روم والے ہیں اور لوہے سے مُراد فارس اور عجم والے ہیں اور ٹھیکرے سے مراد دو عورتوں کی بادشاہی ہے کہ ان بادشاہوں کے دو بیٹیاں ہوں گی۔ ایک

یمن کے مشرقی جانب اور دوسری شام کے غربی جانب، اور وہ پتھر جس نے آسمان سے آکر بُت کو چھوٹا کر دیا۔ اس سے وہ دین مُراد ہے، جو آخر زمانے میں اُس وقت کی اُمّت پر نازل ہو گا اور دوسرے دینوں کو ختم کرے گا۔ خداوندِ عالم ایک پیغمبرِ اُمّی کو عرب کی سرزمین سے مبعوث کرے گا جس کے سبب تمام اُمتوں اور دینوں کو پست کرے گا، جیسا کہ تُو نے خواب میں دیکھا کہ وہ پتھر پڑا ہوا اور اس نے تمام زمین کو گھیر لیا۔

یہ سُن کر بادشاہ پھڑک اُٹھا اور نہایت خوشی کے عالم میں کہنے لگا کہ آپ نے میرے دِل کا بُخار نکال دیا اور مجھے بالکل مطمئن کر دیا۔ اے دانیالؑ میں تم کو اس کا عوض دینا چاہتا ہوں۔ آپ بتائیے کہ آپ اپنے شہر واپس جانا چاہتے ہیں یا یہاں میرے پاس رہنا چاہتے ہیں۔ اگر جانا چاہتے ہیں تو آپ آزاد ہیں جا سکتے ہیں اور اگر یہاں رہنا چاہیں تو رہیں میں آپکی بے حد و نہایت عزت کروں گا۔

حضرت دانیالؑ نے فرمایا کہ اپنے شہر واپس جانے سے اب کوئی فائدہ نہیں ہے۔ کیونکہ وہ اُجڑ چکا ہے اور جب تک خدا کی مرضی ہو گی اُجڑا رہے گا۔ اس لئے میں وہاں نہیں جاتا اور یہیں تیرے پاس ہی رہنا پسند کرتا ہوں۔

یہ سُن کر بخت نصر نے اپنے ارکانِ دولت، اپنی اولاد اور جُملہ اعزا کو جمع کر کے کہا کہ یہ شخص زبردست حکیم و دانا ہے۔ اسی سبب سے مجھے اس غم سے نجات مِلی ہے جس سے تم سب عاجز تھے اور اس کے دُور کرنے میں میری کوئی مدد نہیں کر سکے، لہٰذا میں نے اپنے اور تمھارے تمام اُمور اس کے حوالے کر دیئے ہیں اور اسے تمام امورِ سلطنت کا ذمّہ دار بنا دیا ہے۔ اے میرے فرزندو! اس مردِ بزرگ سے علم حاصل کرو اور اس کی اطاعت کرو اور اُسے مجھ پر بھی فوقیت دو، اور سُنو! جب کوئی حکم میری جانب سے اور اس کی جانب سے پہنچے تو تم پہلے اس کے حکم کی تعمیل کرنا۔

غرضنکہ اس واقعہ کے بعد سے بخت نصر اُن کا گرویدہ ہو گیا اور اُس نے یہ اُصول بنا لیا کہ حضرت دانیالؑ کے مشورے کے بغیر کوئی کام نہ کرے گا اور وہ اس اُصول پر نہایت سختی سے قائم رہا جس کی وجہ سے کچھ لوگ دانیالؑ سے حسد کی بنا پر اُن کے مخالف ہو گئے اور بخت نصر کے کان بھرنے لگے۔ اُنھوں نے اس سے کہا کہ اے بادشاہ تو ساری دُنیا کا فرمانروا ہے تجھ سے کون بڑا ہو سکتا ہے، تو نے جو دانیالؑ کو نہ صرف مشیرِ اعلیٰ بلکہ سب کچھ ہی بنا رکھا ہے اس سے ہمارے دُشمن ہم پر طعنہ زنی کرتے ہیں۔ بخت نصر نے کہا کہ میں تو اس کے ذریعے سے جو بنی اسرائیل میں سے ہے تمھارے اُمور کی اصلاح میں مدد حاصل کرتا ہوں اور وہ میری اس طرح مدد کرتا ہے کہ اس کا پروردگار اور معبود اسے تمام اُمور سے آگاہ کرتا ہے اور وہ اسی کے ذریعہ سے میری مدد کرتا ہے

ان لوگوں نے کہا کہ اے بادشاہ یہ تو کوئی بڑی بات نہ ہوئی۔ اگر ایسی ذات کی ضرورت ہے اور ایسے معبود کی ضرورت ہے جس سے تیری لو لگ سکے تو ہم لوگ اسے فراہم کئے دیتے ہیں جو تیرے جملہ معاملات میں تیری مدد کرے گا اور تو دانیالؑ کی امداد سے بے نیاز ہو جائے گا۔ بخت نصر نے کہا۔ اچھا تم کو اختیار ہے۔

یہ کہہ کر وہ سب چلے گئے اور ایک بہت بڑا بُت تیار کرایا اور ایک دن عید کا قرار دے کر اس بُت کی خدائی کا افتتاح کیا۔ بڑے بڑے جانور لاتعداد بھیڑ بکریاں اُس پر قربان کیں اور نارِ نمرود کی طرح عظیم آتش کدہ تیار کیا اور لوگوں کو دعوتِ سجدہ دی۔ جو لوگ سجدہ کر لیتے تھے بچ جاتے تھے اور جو انکار کرتا تھا نذرِ آتش کر دیا جاتا تھا۔ ان لوگوں کی ہمت تو دانیالؑ کے بارے میں پڑی نہیں، لیکن ان کے ساتھیوں کو نذرِ آتش کر دیا۔ انھوں نے پہلے ان چار آدمیوں سے جن کے نام یہ ہیں (۱) یوشال (۲) یوحین (۳) عیصو (۴) مرسوس۔ کہا کہ اس عظیم بُت کو سجدہ کرو۔ ان لوگوں نے کہا کہ یہ بے جان ہیں تمھارے بنائے ہوئے ہیں یہ معبود نہیں ہو سکتا اس کی پرستش عقل و ایمان کے خلاف ہے۔ لہٰذا ہم اس کو سجدہ نہ کریں گے۔ ان لوگوں سے یہ جواب سن کر ان چاروں کو آگ میں ڈال دیا۔

بخت نصر نے صبح کو جو اپنے بالاخانے سے اِس آتش کدہ کی طرف نگاہ کی تو دیکھا کہ چار آدمی اس میں بیٹھے ہیں اور آتش کدہ ٹھنڈا ہو گیا ہے اور ایک صاحب ان کے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں اور سب آپس میں بڑے اطمینان سے محوِ گفتگو ہیں۔ بخت نصر یہ دیکھ کر سخت حیران ہوا اور اس نے حضرت دانیالؑ کو بُلا کر اُس سے پُوچھا کہ یہ چاروں افراد کون ہیں اور ان کے سامنے جو ایک اور صاحب بیٹھے ہوئے ہیں یہ کون ہیں ؟

حضرت دانیالؑ نے فرمایا کہ یہ چاروں جوان میرے دین پر ہیں اور میرے خدا کی پرستش کرتے ہیں۔ اس سبب سے خدا نے ان کو تیرے شر سے محفوظ رکھا ہے آگ گلزار بن گئی ہے اور وہ پانچواں شخص ایک فرشتہ ہے جو سردی اور گرمی پر موکل ہے۔ خدا نے اس کو ان کی مدد کے لئے بھیجا ہے۔

بخت نصر نے حکم دیا کہ ان چاروں اشخاص کو آگ سے باہر نکالا جائے۔ چنانچہ اُنھیں آتش کدے سے برآمد کر کے بادشاہ کے سامنے پیش کئے گئے۔ بخت نصر نے پُوچھا، کہو رات کیسی گذری۔ کہا اے بادشاہ ایسی پُرسکون اور آرام دہ شب زندگی میں کبھی نہیں گذری تھی۔ بخت نصر نے یہ سُن کر اُن کی بڑی عزت کی اور انھیں حضرت دانیالؑ کے ساتھ کر دیا۔

بخت نصر کا تیسرا خواب اور اس کی تعبیر

مورخین کا بیان ہے کہ بخت نصر کے تیس سال اسی حال میں گزرے پھر اُس نے ایک اور خواب دیکھا جو پہلے والے خوابوں سے زیادہ ہولناک تھا اور پھر بھول گیا۔ اُس نے پھر اپنی قوم کے معززین، علماء اور منجمین کو جمع کر کے کہا کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے جسے میں فراموش کر گیا ہوں۔ لیکن مجھے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ خواب میری ہلاکت کا پیغام ہے۔ تم بتاؤ کہ میں نے کیا خواب دیکھا تھا اور اس کی تعبیر کیا ہے۔ ان لوگوں نے لاعلمی ظاہر کی اور کہا کہ اس کا حل تو دانیال؏ کے سوا کوئی نہیں پیش کر سکتا۔ اے بادشاہ ان کو بلا اور اُن سے دریافت کر۔ اُس نے یہ سُن کر سب کو نہایت غصّے میں نکال دیا اور حضرت دانیال علیہ السّلام کو بُلا بھیجا۔ وہ تشریف لائے تو اس نے کہا کہ میں نے ایک خوفناک خواب دیکھا ہے۔ آپ بتائیں کہ وہ خواب کیا تھا جسے میں بھُول گیا ہوں۔ حضرت دانیال؏ نے فرمایا کہ اے بادشاہ تو نے یہ خواب دیکھا ہے کہ بہت سے ترو تازہ درخت ہیں جن کی شاخیں آسمان تک پہنچی ہوئی ہیں اور ان پر آسمان کے پرندے بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان درختوں کے نیچے کچھ وحشی درندے ہیں، تو انھیں بڑے غور سے دیکھ رہا تھا اور اُن کی شادابی سے خوش ہو رہا تھا۔ ناگاہ ایک فرشتہ آسمان سے نیچے آیا جو ایک لوہا تیر کے مانند اپنے گلے میں لٹکائے ہوئے تھا اور دوسرے فرشتے سے کہہ رہا تھا جو آسمان کے دروازے پر کھڑا تھا کہ خدا نے تجھ کو کس طرح اس درخت کو اکھاڑنے کا حکم دیا ہے آیا جڑ سے اکھاڑنے کو فرمایا ہے یا کچھ چھوڑ دینے کا حکم دیا ہے۔ اس فرشتے نے کہا کہ خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ درخت کا کچھ حصّہ کاٹ ڈالو اور کچھ چھوڑ دو۔ پھر اس کے بعد تو نے دیکھا کہ اُس فرشتے نے تیرے درخت پر ضرب لگائی جس سے وہ کٹ گیا اور اس پر جس قدر پرندے تھے سب اُڑ گئے، اور اُس کے نیچے جتنے درندے تھے سب متفرق ہو گئے، اس درخت کا صرف تنا باقی رہ گیا اور شادابی سب زائل ہو گئی۔ بخت نصر نے کہا۔ اے دانیال؏ یہی میرا خواب تھا، اب اس کی تعبیر بیان کیجئے۔

حضرت دانیال؏ نے فرمایا کہ اس درخت سے مراد تُو ہے، اور پرندوں سے مُراد تیرے اہل و عیال اور کنبے والے ہیں اور اس کے نیچے جو جنگلی جانور تھے ان سے مُراد تیرے ملازمین اور غلام ہیں اور تُو نے بُت پرستی کے سبب خدا کو غضب ناک کر دیا ہے۔ بخت نصر نے کہا کہ اب تمھارا پروردگار میرے ساتھ کیا کرے گا۔ وہ تجھے تیرے جسم کے بارے میں مبتلا کرے گا اور تُو سات سال تک مسخ رہے گا۔ پھر انسان کی صورت میں پلٹ آئے گا جیسے کہ اس وقت ہے۔ یہ سُن کر بخت نصر کو بہت صدمہ ہوا اور سات روز تک روتا رہا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت

دانیالؑ نے خواب کی تعبیر کی تکمیل یوں فرمائی کہ اے بادشاہ تیری بادشاہی کی مدت تمام ہو چکی ہے اب تو تین روز کے بعد قتل کر دیا جائے گا۔ تجھے فارس کا ایک شخص قتل کرے گا۔

بخت نصر کی موت

حضرت دانیال علیہ السلام کے تعبیر خواب بیان کرنے کے بعد اس نے کہا کہ میں نے سات شہر ایک دُوسرے کے گرد بنوائے ہیں اور ہر شہر میں بہت سے نگہبان مقرر کئے ہیں، میں نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ تانبے کی مُرغابیاں بنوا کر ہر شہر کے دروازے پر نصب کرا دیں ہیں۔ وہ ایسی ہیں کہ جب کسی اجنبی کا اس جگہ سے گزُر ہوتا ہے تو وہ چلانے لگتی ہیں تاکہ وہ گرفتار کر لیا جائے۔ حضرت دانیالؑ نے فرمایا کہ تو چاہے لاکھ کرے لیکن ہوگا وُہی جو میں نے کہا ہے۔

یہ سُن کر بخت نصر نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ گشت کرتے رہو اور جس کو میری طرف آتے ہوئے دیکھو فوراً قتل کر دو، خواہ وہ کوئی ہی کیوں نہ ہو۔ حکم دینے کے بعد حضرت دانیالؑ کو حکم دیا کہ آپ تین روز تک یہاں سے نہ جائیں اگر میں تین دن میں قتل نہ ہوا اور آپ کی بات غلط ثابت ہُوئی تو میں آپ کو قتل کرا دوں گا۔

جب تیسرا دن ہوا اور شام ہونے لگی تو اس کو انتشار و اضطراب لاحق ہوا اور وہ سخت اُلجھن کی حالت میں اپنے گھر سے باہر نکل پڑا اور اپنے ایک غلام کو جو فارس کا رہنے والا تھا اپنی تلوار دے کر حکم دیا کہ اس مقام پر جس کو بھی دیکھنا قتل کر دینا وہ چاہے میں ہی کیوں نہ ہوں غلام نے شمشیر اس کے ہاتھ سے لے لی اور ایک ہی ضرب میں اُس کو واصلِ جہنم کر دیا۔ (حیات القلوب علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ اس کی مدّت حکومت ۱۸۷ سال تھی۔ مؤرخ طبری کا بیان ہے کہ اسکی عمر ۳۰۰ سال تھی۔ (تاریخ طبری جلد ۱ ص ۳۰۶) امام ثعلبی نے ۵۰۰ سال سے زیادہ لکھی ہے (اعراس ص ۱۸۹)

بخت نصر کے بیٹے مہرویہ کی حکومت اور حضرت دانیالؑ پر ظلم و ستم

مؤرخین کا بیان ہے کہ جب بخت نصر فوت ہوگیا تو اس کا بیٹا "مہرویہ" بادشاہ ہوا۔ اور اس نے ۱۷ سال بیس روز بادشاہی کرنے کے بعد حضرت دانیالؑ پر ظلم و ستم کی طرف مائل ہوا، اور ایک غار کھدوا کر اس میں حضرت دانیالؑ اور ان کے ماننے والوں کو ڈلوا دیا اور اس کے اوپر سے آگ روشن کروا دی۔ لیکن خداوندِ عالم نے ان سب کو اس آگ سے محفوظ رکھا۔ وہ لوگ جو حضرت دانیالؑ کے ساتھ تھے انھیں "اصحاب اخدود" کہتے ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ جیساکہ ایک روایت سے واضح ہے۔ امام ثعلبی نے بخت نصر کے فرزند کا نام "فلسطاش" تحریر کیا ہے۔ (العرائس ص ۱۸۹)۔

علامہ قطب راوندی کا بیان ہے کہ جب بخت نصر مرگیا تو لوگوں نے اس کے لڑکے کو اس

کی جگہ بادشاہ تسلیم کیا اور اس کی اطاعت کرلی۔ اس نے ان ظروف کے بارے میں حضرت دانیالؑ سے مشورہ لیا جو جنوں اور شیطانوں نے حضرت سلیمانؑ کے لئے مرواریداور یاقوت وغیرہ کے بنائے تھے جو ایسے دریاؤں سے نکالے گئے تھے جن کو کشتی کے ذریعے عبور کرنا ممکن نہ تھا، ان کو بخت نصر نے بیت المقدس سے حاصل کیا تھا۔ حضرت دانیالؑ نے ارشاد فرمایا کہ یہ ظروف طاہر اور پاک ہیں ان کو پیغمبر اور پیغمبر کے فرزند نے بنوائے ہیں۔ ان کو سؤر کے گوشت اور دیگر نجس چیزوں سے گندہ اور خراب نہ کرنا، کیونکہ ان کا وارث کوئی اور ہے جس کے پاس خدا ان کو عنقریب پہنچا دے گا، لیکن اس نے حضرت دانیالؑ کے کہنے کو مطلقاً نہ مانا اور ان کے فرمان پر عمل نہ کیا اور صرف یہ کہ عمل سے باز رہا، بلکہ اس نے ان سے دشمنی شروع کر دی اور ان کو امورِ سلطنت سے بے دخل کر دیا۔ اور اپنے دائرۂ مشاورت سے خارج کر دیا، اور ان کے ساتھ سختی شروع کر دی۔ اس پر ایک وہ عورت جو اس کی ہی تھی اور اس نے حضرت دانیالؑ سے پرورش پائی تھی اور ان کا اقتدار بخت نصر کے عہد میں دیکھ چکی تھی، اس کو بہت سمجھایا۔ مگر اس نے ایک نہ سُنی اور ہر فعلِ بد کا مرتکب ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ اس کے بے شمار گناہوں کے سبب زمین نے بارگاہِ احدیت میں فریاد و استغاثہ کیا۔ بالآخر ایک روز جبکہ وہ اپنی عیدگاہ میں تھا۔ اس نے دیکھا کہ آسمان سے ایک ہاتھ برآمد ہوا جس میں قلم تھا، پھر اس نے تین کلمے دیوار پر لکھے اور غائب ہوگیا۔ بروایت امام ثعلبی وہ تین کلمے یہ تھے (۱) وزن فخف (۲) وعد فانجز (۳) وجمع ففرق" یہ دیکھ کر وہ سخت حیران اور پریشان ہوا۔ اور فوراً حضرت دانیالؑ کو بلا کر ان سے کہا اسے پڑھیئے اور اس کا مطلب بتایئے۔

حضرت دانیالؑ نے ارشاد فرمایا کہ پہلے کلمے کا مطلب یہ ہے کہ تیری عقل تمیز کی ترازو میں تولی گئی تو وہ بہت سُبک ٹھہری۔ دوسرے کلمے کے معنی یہ ہیں کہ تو نے وعدہ کیا تھا کہ جب بادشاہ ہوگا تو نیک کام کرے گا، لیکن تو نے وفا نہ کیا اور تیسرے کلمے کے معنی یہ ہیں کہ خدا نے عظیم بادشاہی تجھ کو اور تیرے باپ کو دی تھی، لیکن تم نے اپنی بداعمالیوں سے اُسے ضائع کر دیا۔ فلا تجتمع الی یوم القیامۃ اب قیامت تک تیرے خاندان میں بادشاہی نہ ہوگی۔ اس نے پوچھا کہ بادشاہی کے برطرف ہونے کے بعد کیا ہوگا۔ فرمایا تو خدا کے عذاب میں گرفتار ہوگا۔ اسی اثنا میں خدا نے ایک مچھر بھیج دیا جو اس کی ناک میں داخل ہوگیا اور اس کا بھیجا کھانے لگا۔ پھر حالت یہ ہوئی کہ اس کے کاٹنے کے درد کو اس کے سوا کسی طرح سکون نہ ہوتا کہ اس کے سر پر کوئی چیز زور زور سے ماری جائے۔ الغرض وہ اسی نمردی عذاب میں مبتلا رہا۔ یہاں تک کہ چالیس دن کے بعد واصلِ جہنم ہوگیا۔

حضرت دانیالؑ کی جانشینی، وفات اور اُن کا مدفن

مورخین کا اتفاق ہے کہ جس طرح دیگر انبیاء نے حکم خدا سے اپنا جانشین مقرر کر دیا تھا اسی طرح حضرت دانیالؑ نے بھی اپنا جانشین اپنی وفات سے قبل مقرر کر دیا تھا۔ روایات میں ہے کہ جب دانیالؑ کی وفات کا زمانہ قریب ہوا، تو خداوندِ عالم نے حکم دیا کہ نورِ حکمت خداوندی کو اپنے فرزند کے سپرد کر دو۔ اور اس کو اپنا خلیفہ بنا دو۔ چنانچہ انھوں نے تعمیلِ ارشاد باری تعالیٰ کر دی۔ (حیات القلوب جلد ا ص۸۱۳) اس کے بعد حضرت دانیالؑ کا بھی انتقال ہو گیا اور وہ وہیں بابل میں بمقام "سوس" دفن ہوئے۔

حضرت دانیالؑ کے کالبد کے متعلق حضرت علی علیہ السلام کا عظیم انکشاف

امام ثعلبی لکھتے ہیں کہ خلیفہ دوم کے عہد میں جب ابوموسیٰ اشعری کے ذریعہ سے "سوس" فتح ہوا، اور اس پر ابوموسیٰ کا قبضہ ہو گیا تو وہ تمام چیزوں پر نگاہ کرتے ہوئے جب دارالامارہ میں داخل ہوا تو اس میں ایک جگہ ایسی دیکھی جو نہایت مضبوطی کے ساتھ مقفل تھی۔ اُس نے جب اُسے کھولنا چاہا تو وہاں کے لوگوں نے کہا کہ اسے نہ کھولیں۔ یہ ہمیشہ سے اسی طرح بند ہے اور اس میں آپ کے مقصد کی کوئی چیز نہیں ہے۔ اس نے کہا مقصد کی ہو یا نہ ہو بہر حال مجھے اِسے کھولنا ضروری ہے چنانچہ اُس نے قفل تڑوایا تو دیکھا کہ ایک بہت بڑے پتھر کے حوض لبِ آب میں ایک طویل میّت ہے جس کا مُنہ کھلا ہوا ہے اور اس کا کفن سونے کے تاروں سے بنا ہوا ہے۔ اشعری نے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کس کی میّت ہے۔ انھوں نے کہا کہ ہم اپنے آباؤ اجداد سے صرف یہ سُنتے آرہے ہیں کہ یہ ایک ایسا شخص تھا جس کی وجہ سے قحط کے زمانے میں بارش ہو جایا کرتی تھی۔[1] ابوموسیٰ اشعری اپنی تمام کوششوں کے بعد یہ نہ معلوم کر سکے کہ یہ ہے کون؟ لہٰذا اُس نے مفصل رپورٹ دربارِ خلافت کو ارسال کر دی اور یہ بھی پوچھا کہ اس کے متعلق ہم کیا کریں ابوموسیٰ اشعری کا جب مرسلہ خط دربارِ خلافت میں پہنچا تو سخت حیرانی پیدا ہو گئی اور کسی کے کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ بالآخر حلّال مشکلات حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کو بُلایا گیا اور ان کے سامنے یہ مسئلہ پیش کیا گیا، آپ نے فرمایا کہ یہ میّت حضرت دانیالؑ کی ہے جو نبی غیر مرسل تھے۔ اور

---

[1] روضۃ الصفا میں ہے کہ اہل سوس نے حضرت دانیالؑ کو دفع قحط کی دُعا کے لئے بابل سے بُلوایا تھا۔ مگر پھر واپس نہیں جانے دیا۔ یہاں تک کہ ان کا وہیں انتقال ہو گیا، انھوں نے ان کی لاش کو سوس میں دفن کر دیا تھا اور ہر مصیبت و بلا میں ان کی میّت کی طرف رجوع کر کے خدا سے دُعا کیا کرتے تھے۔

بادشاہ بخت نصر کے ہم عصر تھے، اس کے بعد آپ نے حضرت دانیالؑ کے تمام حالات وقت پیدائش سے وقت وفات تک کے بیان فرمائے۔ اس کے بعد فرمایا کہ ابوموسیٰ اشعری کو لکھ دیا جائے، ان یصلی علیہ ویدفنہ فی موضع لایقدر علیہ اھل السوس کہ وہ اس میت پر نماز پڑھ کر اور نیا کفن دے کر اسے ایسی جگہ دفن کر دے۔ جہاں اہل سوس کی رسائی نہ ہو، چنانچہ ابوموسیٰ کو یہی کچھ لکھ دیا گیا اور اس نے نہر کا پانی روک کر اس کے وسط میں اس میت کو دفن کر کے پانی جاری کر دیا، فیقال ان دانیال علیہ السلام فی نھر السوس واللہ اعلم" اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ حضرت دانیالؑ نہر سوس میں مدفون ہیں، اللہ بہتر جانتا ہے۔ (عرائس ثعلبی صـ ۱۸۹ طبع مصر)۔

مقبول عام مرثیے

جلد اوّل تا ہفتم

مرتبہ:۔ ماسٹر سید شریف حسین حیدر پانی پتی۔

شہدائے کربلا کے غم والم میں فصیح وبلیغ اساتذہ یعنی خدائے سخن جناب میر انیس۔ مرزا دبیر۔ وحید نفیس۔ اُنس۔ رشید۔ رئیس۔ سلیس اور متعدد باکمال شعرا کے مرثیوں کے بے مثل انتخاب مشہور ذاکرین کے بستوں میں سے حاصل کر کے الگ الگ سات جلدوں میں شائع کیے گئے ہیں۔

جلد اوّل:۔ اس میں ۳۱ مرثیے درج کیے گئے ہیں۔
جلد دوم:۔ اس میں ۲۵ مرثیے درج کیے گئے ہیں۔
جلد سوم:۔ اس میں ۳۱ مرثیے درج کیے گئے ہیں۔
جلد چہارم:۔ اس میں ۲۲ مرثیے درج کیے گئے ہیں۔
جلد پنجم:۔ اس میں ۳۲ مرثیے درج کیے گئے ہیں۔
جلد ششم:۔ اس میں ۲۳ مرثیے درج کیے گئے ہیں۔
جلد ہفتم:۔ اس میں ۲۲ مرثیے درج کیے گئے ہیں۔

ہدیہ مناسب

ملنے کا پتہ } امامیہ کتب خانہ مغل حویلی اندرون موچی دروازہ لاہور ۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب ۳۴

حضرت عزیر علیہ السلام

حضرت عزیر علیہ السلام اللہ تبارک وتعالیٰ کے بھیجے ہوئے برگزیدہ نبی تھے۔ خالق کائنات نے اُن کو بھی اسی طرح جس طرح دیگر انبیاء و مرسلین کو معصوم، منصوص، عالم علم لدنی اور افضل کائنات قرار دیا تھا ان صفات سے متصف فرمایا تھا۔ ان کے والد ماجد کا اسم گرامی بروایت تاریخ اسلام جلد ا صفحہ ۴۳۴ "شرحیا" تھا۔ یہ حضرت ہارونؑ کی نسل سے تھے، اپنے بھائی "عزرہ" کے ساتھ توام پیدا ہوئے تھے۔ بروایتے روضۃ الصفا جلد ا صفحہ ۱۲۱ یہ ابھی کمسن ہی تھے کہ ان کو اور لوگوں کے ساتھ بخت نصر نے گرفتار کرالیا تھا اور یہ تابعہد جوانی اسی کی قید میں رہے، پھر وہاں سے چھوٹ کر جوانی کی حالت میں اپنے وطن پہنچے۔ وہ وہاں ایام حیات گذار رہے تھے۔ ناگاہ انھیں ایک مہم پر جانا پڑا۔ وہ اپنے گدھے پر سوار ہوئے اور روانہ ہوگئے، چلتے چلتے ایک ویران بستی میں پہنچے، وہاں ایک باغ نظر آیا، جس میں قیام کیا۔ وہ اپنے ہمراہ ایک مقدار مناسب میں انگور، انجیر اور شیرۂ انگور لے کر روانہ ہوئے تھے۔ جب اُجڑی ہوئی بستی میں پہنچے تو اپنے گدھے کو ایک درخت سے باندھ دیا اور خود ایک درخت سے ٹیک لگا کر کھڑے ہوگئے اور اس بستی کی تباہی پر نظر کرنے لگے۔ دیکھا کہ چھتیں گری ہوئی ہیں۔ دیواریں گری پڑی ہیں اور وہاں جو بے شمار لوگ مرے تھے۔ اُن کی ہڈیوں کا ڈھیر لگا ہوا ہے۔ دل میں کہنے لگے کہ "نشأۃ ثانیہ" خدا ان بوسیدہ ہڈیوں کو کیونکر زندہ کرے گا۔ اب ان کا یہ تصور یا بنظر عظمت باری تھا یا بنظر تعجب تھا، بہر حال اس خیال کا ذہن میں آنا تھا کہ ان پر موت طاری ہوگئی۔ پھر وہ سو سال کے بعد زندہ ہوئے، اور ان کے ساتھ وہ سب زندہ ہوئے جو مرے پڑے تھے۔ جن کی تعداد بروایت حیات القلوب جلد ا صفحہ ۸۲۸، ایک لاکھ تھی۔ قرآن مجید میں ہے (ترجمہ) اے رسولؐ تم نے اس بندے کے حال پر بھی نظر کی جو ایک گاؤں پر سے ہو کر گزرا اور وہ ایسا اُجڑا ہوا تھا کہ وہ اپنی چھتوں

پر ڈھے کے گر پڑا تھا۔ یہ دیکھ کر وہ بندہ کہنے لگا اللہ اب گاؤں کو ایسی ویرانی کے بعد کیونکر آباد کرے گا۔ اس پر خدا نے اس کو مار ڈالا اور سو برس تک مُردہ رکھا پھر اس کو جلا اُٹھایا، تب پوچھا تم کتنی دیر پڑے رہے۔ عرض کی ایک دن پڑا رہا۔ یا ایک دن سے بھی کم، فرمایا نہیں تم اسی حالت میں سو برس پڑے رہے، اب ذرا اپنے کھانے پینے کی چیزوں کو دیکھو کہ اُسی تک نہیں اور ذرا اپنے گدھے (سواری) کو تو دیکھو کہ اس کی ہڈیاں ڈھیر پڑی ہیں اور سب اس واسطے کیا ہے تاکہ لوگوں کے لئے تمھیں قدرت کا نمونہ بنائیں، اور اچھا اب گدھے کی ہڈیوں کی طرف نظر کرو کہ ہم کیونکر ان کو جوڑ جاڑ کر ڈھانچہ بناتے ہیں، پھر ان پر گوشت چڑھاتے ہیں پھر جب ان پر ظاہر ہوا تو بے ساختہ بول اُٹھے کہ اب میں یہ یقین کامل جانتا ہوں کہ خدا ہر چیز پر قادر ہے (پ۳۔ رکوع ۳) حاشیۂ فرمانی میں ہے کہ "مفسرین میں اختلاف ہے کہ یہ بستی کونسی بستی تھی اور وہ شخص کون تھے؟ بعض کا قول یہ ہے کہ وہ شخص حضرت عُزیر تھے اور وہ بستی بیت المقدس تھی۔ جب "بخت نصر" بادشاہ ہوا اور اس نے بنی اسرائیلیوں کا قلع قمع کر کے بیت المقدس کو جلا کے خاکستر کر دیا اور ان کی لاشوں کو درندوں نے کھایا تو حضرت عزیرؑ کا اُدھر سے گذر ہوا اور تعجب سے کہنے لگے۔ کیا ایسی اُجڑی بستی بھی آباد ہو سکتی ہے۔ اس پر خدا نے ان کی رُوح قبض کر لی۔ اور سو برس تک مُردہ رکھا اور ان کی غذا اور دُودھ جو ساتھ تھا، مطلقاً خراب نہ ہوا اور ان کے بدن کو نظر خلائق سے بچا رکھا۔ غرض جب " حضرت عزیرؑ دوبارہ زندہ ہوئے اور اُن کا گدھا بھی زندہ ہوا، تو بیت المقدس آباد ہو چکا تھا۔ جب اپنے گھر واپس آئے تو اپنے پوتوں کو بُوڑھا پایا اور خود گویا جوان تھے، لوگوں کو کسی طرح یقین نہ ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ جب اپنی لونڈی کو جسے بیس برس کی چھوڑ کر گئے تھے اور اب ایک سو بیس برس کی اندھی بڑھیا ہو گئی تھی اس کو دُعا سے بینا کیا اور اپنے بیٹے کو جسے حالت حمل میں چھوڑ کر گئے تھے۔ اپنے شانے کا تل جو بہت چمکدار تھا دکھلایا۔ تب لوگوں کو یقین ہوا کہ یہی عزیرؑ ہیں۔ کیا خدا کی شان ہے کہ خود حضرت کا سن تو پچاس برس کا تھا اور بیٹے کا سن سو برس کا اسی وجہ سے خدا نے فرمایا کہ میں تم کو اپنی قدرت کا نمونہ بناتا ہوں (ص۶۷)۔

بیتُ المقدس کے زر و جواہر امام مہدیؑ واپس لائیں گے

بیت المقدس کی تباہی کا ایک واقعہ وہ ہے جو ہم نے اوپر لکھا۔ اس کے علاوہ تواریخ سے ثابت ہے کہ بیت المقدس کئی بار تباہ و برباد کیا گیا ہے۔ حذیفہ یمانی کا بیان ہے کہ بنی اسرائیل نے جب حد سے زیادہ معصیت و طغیان پیدا کر دیا تو ان پر بخت نصر مسلط ہو گیا اور اس نے اس درجہ تباہی مچائی کہ جس کی مثال نہیں ملتی اس

نے بیت المقدس کا محاصرہ کرکے ستر ہزار آدمیوں کا قتل کیا۔ ان کے گھر بار تباہ کر دیئے۔ بیت المقدس میں آگ لگا دی۔ اس کے تمام زر و جواہر اُٹھا کر وہ بابل لے گیا اور ان کے رؤسا کو قید کر کے تقریباً سو سال اپنے ہاں رکھا۔ پھر خدا نے ایک ملک جس کا نام (کورش) تھا بھیج کر انُ کو رہا کرایا وہ واپس آئے اور شہر آباد ہو گیا۔ پھر سو سال تک آباد رہا اور بنی اسرائیل بھی معصیت کرنے سے باز رہے۔ لیکن سو سال کے بعد وہ پھر تمرد و سرکشی پر اُتر آئے اور بے دریغ گناہ کا ارتکاب کیا۔ جب وہ حد سے بڑھ گئے تو ان پر شاہِ روم نے تسلط حاصل کر لیا اور جو کچھ اس میں باقی رہ گیا تھا وہ سب لے گیا اور ان کو اچھی طرح تباہ و برباد کیا۔ حذیفہ کا بیان ہے کہ حضرت رسُول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ بیت المقدس جو حضرت سلیمانؑ کا بنوایا ہوا تھا اور جسے مختلف ادوار میں لوگ لوٹ کر لے گئے تھے۔ "چوں مہدی در آخر زماں بیرون آید حلی بیت المقدس را در ہزار و ہفت صد کشتی بموضع اصلی فرستد"۔ جب امام مہدی آخر الزمانؑ دنیا کے آخری ایام میں برآمد ہوں گے تو بیت المقدس کے سیم و زر اور جواہر و یواقیت وغیرہ کو ایک ہزار سات سو کشتی میں بھر کر پھر اصلی مقام پر واپس آئیں گے۔ (روضۃ الصفا جلد ۱ ص ۱۳۷)۔

اس عبارت سے جہاں امام مہدی علیہ السّلام کے کارنامے کی نشاندہی ہوئی وہاں یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ وہ زندہ اور باقی موجود ہیں۔ کیونکہ مصنف نے جو کہ اہلِ سُنت سے تعلق رکھتے ہیں "بیرون آید" کا جملہ لکھا ہے۔ یہ نہیں لکھا کہ جب پیدا ہوں گے اس سے ان کی غیبت پر روشنی پڑتی ہے۔

سو سال کے بعد حضرت عزیرؑ کی زندگی کا انداز

علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ جب بخت نصر بادشاہ ہو کر بنی اسرائیل پر مسلط ہوا، اور حضرت عزیرؑ اس کے شہر سے بچ کر نکلے اور ایک چشمۂ آب پر جا کر غائب ہو گئے۔ (پھر بیت المقدس کے قریب لاشوں کا انبار اور مکانات کی تباہی پر اظہار افسوس کرتے ہوئے اس کی دوبارہ آبادی پر حیرت کا اظہار کیا پھر انھیں موت آئی اور سو سال کے بعد زندہ ہوئے) تو خدا نے جسم میں سے جس عضو کو سب سے پہلے زندہ کیا وہ اُن کی آنکھیں تھیں۔ آنکھوں کی سفیدی میں پتلی، انڈے کی سفیدی کے مانند متحرک تھی اور دیکھ رہی تھی۔ حضرت عزیرؑ نے دیکھا کہ بوسیدہ ہڈیاں ایک دوسرے کے قریب ہو کر آپس میں ملتی جا رہی ہیں۔ گوشت ان پر پیدا ہو رہا ہے، جوڑ بند اور رگیں کیونکر آپس میں مل رہی ہیں۔ یہاں تک کہ حضرت کا تمام جسم اور ان کے خچر کے تمام اعضا دُرست ہو گئے اور دونوں اُٹھ کھڑے ہوتے تو حضرت نے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ خدا ہر شے پر قادر ہے۔ (حیات القلوب جلد ۱ ص ۸۲۹ طبع لاہور)۔

حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کا ایک راہب کے سوالات کا جواب دینا اور اس کا مسلمان ہونا

مورخ اخوند خاوند شاہ ہروی اپنی مشہور تاریخ، روضۃ الصفا جلد ۱ صفحہ ۱۴۱ طبع نولکشور ۱۸۹۱ء میں تحریر فرماتے ہیں کہ جس زمانے میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے بادشاہ وقت سخت مخالف تھا اور آپ اپنے دشمنوں کی وجہ سے پوشیدہ اور پنہاں اطراف جہاں میں رواں دواں تھے ایک دن شام کے ایک گاؤں سے گزرے وہاں دیکھا کہ بکثرت آدمی ایک پہاڑ پر چڑھے جا رہے ہیں۔ آپ اُن کے قریب گئے اور اُن لوگوں سے پوچھا کہ اس پہاڑ پر کیا ہے کہ تمام لوگ اس پر جا رہے ہیں۔ لوگوں نے بتایا کہ پہاڑ پر ایک ایسے "راہب" کا دَیر ہے جو سال میں صرف ایک بار نکلتا ہے اور شریعت حضرت موسیٰؑ کے مطابق حلال و حرام کی تعلیم دیتا ہے اور جو عیسائی کسی مشکل میں مبتلا ہو اسے یہ نجات دلاتا ہے۔ لوگ اسے بے حد مانتے ہیں اور اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے جب یہ بات سُنی تو آپ نے بھی اس پہاڑ پر جانے کا فیصلہ کیا اور سب کے ساتھ آپ بھی اس پر چڑھ گئے۔ وہاں پہنچ کر آپ نے دیکھا کہ ایک نہایت ضعیف اور معمر شخص ایک بلند مقام پر بیٹھا ہے۔ "ہمینکہ چشم راہب بر موسیٰ بن جعفر افتاد نورے دید کہ از فرق ہمایوں تا گرد آسمان مرتفع شدہ"۔ راہب کی جب نظر آپ پر پڑی۔ اس نے دیکھا کہ آپ کے چہرہ انور اور سر مبارک سے تا بہ گرد آسمان نور ساطع ہے یہ دیکھ کر وہ حیران ہوگیا اور اس نے فوراً حضرت سے پوچھا کہ آپ ہمارے دین پر ہیں یا نہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ میں تمہارے دین پر نہیں ہوں۔ پھر اس نے کہا کیا آپ دینِ محمدؐ پر ہیں فرمایا "ہاں" پھر اس نے پوچھا کہ آپ عالم ہیں یا جاہل۔ فرمایا، میں جاہل نہیں ہوں۔ پھر اس نے کہا "اسئلك ام تسلنی" آپ سے میں سوالات کروں یا آپ مجھ سے سوالات کریں گے؟ آپ نے فرمایا۔" ذالك اليك " یہ تیری مرضی پر ہے۔ تیرا جی چاہے تو سوال کر اور تو کہے تو میں سوال کروں اس نے کہا اچھا میں چند سوالات کرتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا۔" ہرچہ خواہی بپرس"۔ جو چاہے پوچھ، اس نے کہا اچھا بتایئے۔

راہب کا پہلا سوال

اُس نے کہا کہ آپ بھی اس کے قائل ہیں اور ہم بھی یہی کہتے ہیں۔ کہ بہشت میں ایک درخت ہے جس کو "طوبیٰ" کہتے ہیں ہم اس کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس کی جڑ خانہ حضرت عیسیٰؑ میں ہوگی اور آپ کہتے ہیں کہ اس کی جڑ حضرت محمدؐ و علیؑ کے گھر میں ہوگی اور اس کی شاخیں جنت کے تمام گوشوں میں پہنچی ہونگی۔ آپ یہ بتایئے کہ دنیا میں کوئی ایسی مثال ہے جس کی وجہ سے درخت طوبیٰ کی اس تعلیمی صفت کا یقین کیا

جا سکے ؟

حضرت اِمام مُوسیٰ کاظم علیہ السّلام کا جواب حضرت امام مُوسیٰ کاظم علیہ السّلام نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اس کی مثال "آفتاب" ہے وہ جب وسط سما میں پہنچتا ہے تو اس کا نور دنیائے ارضی کے ہر گوشہ میں پہنچ جاتا ہے۔ راہب نے کہا "راست گفتی و در معنی رانیکو سفتی" آپ نے ٹھیک کہا ہے اور معنی کے اچھے موتی پرد ئیے ہیں۔

راہب کا دُوسرا سوال فرمایئے ہمارا اور آپ کا اس پر اتفاق ہے کہ اہلِ جنت بہشت میں جو کچھ کھائیں گے اور پئیں گے اس میں کمی نہ ہوگی۔ یعنی وہ جس چیز سے کھاتے اور پیتے رہیں گے اس میں کمی نہ ہوگی، وہ کھا پی لیں گے اور وہ چیز جیسی کی تیسی رہے گی۔ آپ اس کی دُنیا میں کوئی مثال دیجئے۔

اِمام علیہ السّلام کا جواب اس کی مثال دنیا میں "کتاب خدا" کی ہے۔ یہ ایسی اعجازی کتاب ہے کہ دُنیا کے مفسرین اور اہلِ علم اس کی تاویلات کرتے ہیں اور اس کے بے شمار معنی نکالتے ہیں اور اس کی گہرائی میں اپنے علم کے مطابق جانتے ہیں، اور ہر جگہ مختلف انداز میں اس سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ لیکن یہ اپنی جگہ پر بدستور ہے۔ اس میں کمی واقع نہیں ہوئی۔ راہب نے کہا دُرست ہے۔

راہب کا تیسرا سوال بتایئے ہم اور آپ جو اس بات کے قائل ہیں کہ جنت میں اہلِ جنت کھانا وغیرہ بھی کھائیں گے اور پانی وغیرہ بھی پئیں گے۔ مگر اُن کو بول و براز کی حاجت نہ ہوگی اور نہ وہ پیشاب پائخانہ کریں گے یہ کیونکر ممکن ہے۔ آپ اس کی دنیا میں کوئی ایسی مثال دیجئے جس سے یہ بات سمجھ میں آسکے اور اس کے امکانات پر یقین کیا جا سکے۔

اِمام علیہ السّلام کا جواب حضرت نے فرمایا کہ بے شک ایسا شبہہ عام لوگوں کو ہوتا ہے اور لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ جب کھانا وغیرہ کھایا جائے گا۔ تو بول و براز کیونکر نہ ہوں گے، لیکن اس میں شبہہ اس وقت ختم ہو جاتا ہے جب مشاہدہ میں اس کی مثال آجاتی ہے۔ اس کی مثال دُنیا میں "جنین" ہے۔ یعنی وہ بچہ جو بطن مادر میں ہوتا ہے۔ جسے یقیناً مکمل غذا پہنچتی ہے۔ لیکن وہ بول و براز نہیں کرتا اور نہ اسے حاجت ہوتی ہے۔ راہب نے کہا "راست بیان کردی" آپ نے بالکل ٹھیک فرمایا۔

راہب کا چوتھا سوال راہب نے کہا "مرا خبر دہ کہ کلید بہشت از زرست یا سیم" مجھے

بتائیے کہ جنّت کی کنجی سونے کی ہے یا چاندی کی۔

امام علیہ السّلام کا جواب

حضرت امام مُوسیٰ کاظم علیہ السّلام نے اس کے جواب میں فرمایا کہ جنّت کی کنجی نہ سونے کی ہے نہ چاندی کی بلکہ اس کی کنجی کلمہ" لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" ہے۔ یعنی جو شخص اس کلمہ کے تمام شرائط کے ساتھ اس کو زبان پر جاری کرے تو بہشت اس کے لئے کھول دی جائے گی۔

راہب کا پانچواں سوال حضرت عزیرؑ سے متعلق

راہب نے کہا کہ اب میں ایک آخری سوال کرتا ہوں، کیا آپ اس کا جواب با صواب عنایت فرمائیں گے؟ حضرت نے فرمایا بے شک سوال کرو، میں انشاءاللہ بالکل صحیح اور واضح جواب دوں گا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ جس طرح تم نے جملہ سوالات کرکے اس کے جواب کو پسند کیا اور اس سے مطمئن ہو گئے تو کیا اگر میں اس سوال کا جواب تسلّی بخش دے دوں تو" بدین من در آئی"، تم میرے دین کو قبول کرکے اس میں آجاؤ گے۔ "گفت بلی" اس نے کہا ہاں آجاؤں گا۔ پھر اس عہد و پیمان کے بعد اس نے سوال کیا، سوال یہ ہے۔

"وہ دو بھائی کون سے ہیں کہ ایک ہی شب میں توام بطنِ مادر سے پیدا ہوئے اور ایک ہی دن دونوں نے ساتھ ہی وفات پائی۔ لیکن مرنے کے وقت ایک کی عمر دو سو سال کی تھی، اور دوسرے کی عمر سو سال کی تھی؟

امام علیہ السّلام کا جواب

حضرت امام مُوسیٰ کاظم علیہ السّلام نے اس کے جواب میں فرمایا کہ ایک شخص" شرحیا"، نامی تھا اس کے دو بیٹے تھے ایک کا نام عزیرؑ تھا جو نبی خدا تھے اور دوسرے کا نام عزر تھا، عزیرؑ نبی کو خدا نے مار کر سو سال کے بعد زندہ کیا تھا (جس کا ذکر مفصّل قرآن مجید میں ہے) جب انھیں موت آئی تھی تو اُن کی عمر پچاس سال کی تھی۔ پھر وہ زندہ ہونے کے بعد پچاس سال مزید زندہ رہے اور اس کا بھائی جو ساتھ ہی پیدا ہوا تھا وہ شروع سے اسی دُنیا میں زندہ رہا۔ پھر جب دونوں کی موت ایک ساتھ ہوئی، تو ان کی عمر جو نبی تھے سو سال کی قرار پائی اور ان کے بھائی کی عمر دو سو سال کی بنی، یہ سُن کر:

راہب گفت ہرچہ گفتی راست گفتی و من گواہی میدہم کہ خدا یکے ست و محمد بندہ و رسُول اوست و حضار مجلس نیز بموافقت راہب ایمان آوردند۔

راہب نے کہا کہ آپ نے جو کچھ فرمایا ہے بالکل درست فرمایا ہے اور اب میں مسلمان ہوتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ" خدا ایک ہے اور محمد مصطفےٰ اس کے بندۂ خاص اور رسُول ہیں۔ یہ دیکھ کر اس کی بزم میں موجود تمام لوگوں نے اس کی ہمراہی میں ایمان قبول کیا

حضرت عزیرؑ نئی زندگی کے بعد اپنی قوم میں

مورخین کا بیان ہے کہ حضرت عزیرؑ سو سال کے بعد نئی زندگی پانے کے بعد جب اپنی قوم میں پہنچے تو کسی نے آپ کو نہ پہچانا اور نہ آپ کے اس پہچنے کو یاد رکھا کہ میں ہی عزیز ہوں۔ بالآخر انھوں نے اپنی کنیز سے باتیں کیں جو ان کی روانگی کے وقت بیس سال کی تھی۔ اور اب ۱۲۰ سال کی ہوگئی تھی، اس نے کہا کہ عزیرؑ کو گم ہوئے سو سال ہوگئے آپ عزیرؑ کہاں سے آئے۔ جب انھوں نے اپنے عزیرؑ ہونے پر زیادہ زور دیا تو اس نے کہا کہ عزیرؑ بڑے مجیب الدعوات تھے، ان کی دعا کبھی رد نہیں ہوتی تھی اگر آپ عزیرؑ ہیں تو دعا کیجیے میں بینا ہو جاؤں اور میرے پاؤں شل ہو چکے ہیں یہ پھر کام کرنے لگیں۔ حضرت عزیرؑ نے دعا کی اور چہرے پر ہاتھ پھیرا وہ بینا ہوگئی، پھر اس نے انھیں پہچان لیا، لیکن کمال متعجب ہوئی کیونکہ یہ جوان تھے۔ حالانکہ عمر کے لحاظ سے انھیں بوڑھا ہونا چاہیئے تھا۔ حضرت عزیرؑ نے اپنے سو سال مُردہ رہنے کے واقعات بتائے۔ بالآخر وہ دوڑی ہوئی عزیرؑ کے فرزند اور پوتے کے پاس گئی جو کہ دونوں بوڑھے تھے۔ اور ان سے سارا قصہ بیان کیا وہ جب گھر آئے تو انھوں نے ان کو دیکھا اور بات چیت کی، حضرت عزیرؑ کے فرزند نے کہا کہ ہمارے والد کے کندھے پر ایک ہلالی تل تھا جو روشنی دیتا تھا۔ یہ سن کر انھوں نے کرتا اُتار دیا۔ بیٹوں نے جب تل دیکھا تو یقین کر لیا کہ یہ ہمارے والد ہیں اور ان کی تمام باتوں پر بھی یقین کر لیا۔ بالآخر تمام قوم میں چرچہ ہو گیا اور سب نے آپ کے وجود کو تسلیم کر لیا۔ لیکن بعض لوگ بدستور شک میں رہے۔ یہاں تک کہ ایک گروہ نے کہا کہ توریت ہم سے گم ہو چکی ہے اور عزیرؑ حافظ توریت تھے۔ اگر آپ عزیرؑ ہیں تو توریت سنائیے۔ حضرت عزیرؑ نے توریت سُنا دی۔ مگر کوئی صحت کی تصدیق کرنے والا نہ تھا۔ پھر فیصلہ ہوا کہ توریت کا وہ نسخہ جو پہاڑ پر بخت نصر کے خوف سے چھپا دیا گیا تھا وہ نکالا جائے۔ چنانچہ وہ لایا گیا اور حضرت عزیرؑ کے پڑھے ہوئے توریت کی تصدیق ہو گئی۔ تب لوگوں نے تسلیم کیا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ان کے واقعات کے پیش نظر یہ بھی کہنا شروع کر دیا کہ یہ "ابن اللہ" اللہ کے بیٹے ہیں۔ یہ سن کر انھوں نے بڑی سختی سے اس کی رد کی اور کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کا ایک بندۂ ناچیز ہوں، وہ میرا خالق اور معبود ہے، ایک روایت میں ہے کہ "عقیدۂ قضا و قدر کی سب سے پہلے وضاحت حضرت عزیرؑ ہی نے کی تھی۔ (روضۃ الصفا جلد ا صفحہ ۱۴۲ وعرائس ثعلبی صفحہ ۱۹۲)۔

حضرت عزیرؑ اور زردشت

مورخین کا کہنا ہے کہ حضرت عزیرؑ جس زمانے میں مشغول تبلیغ تھے، ان کی خدمت میں ایک شخص جس کا نام "زردشت" تھا، حاضر ہوا اور اس نے ان سے علم حاصل کیا اور جب

باکمال ہوگیا تو ان کے پاس سے چلا گیا۔ اور اُس نے دعوائے نبوت کر دیا، حضرت عزیرؑ نے ہر چند اُسے سمجھانے کی سعی کی۔ مگر وہ نہ مانا اور اس نے آتش پرستی کو رواج دے دیا اور ماں بہنو کے ساتھ نکاح کو جائز قرار دیا، بنی اسرائیل نے جب اس کی طغیانی کو دیکھا تو اسے بیت المقدس کے علاقہ سے نکال دیا۔ وہ عراق چلا گیا، پھر وہاں سے بلخ جا پہنچا اور شریعت اسلامیہ عزیریہ کے خلاف تبلیغ کرتا رہا۔ (تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۲۰۶)۔

حضرت عزیرؑ کی وفات

مورخین کا بیان ہے کہ حضرت عزیرؑ نئی زندگی پانے کے بعد پچاس سال زندہ رہے۔ پھر اپنے بھائی عزرہ کے ساتھ ہی ایک دن اور ایک ساعت میں انتقال فرما گئے۔ (روضتہ الصفا جلد ۱ صفحہ ۱۴۲)۔

صحابیِ رسولؐ حضرت ابوذر غفاری کے حالاتِ زندگی سے متعلق شہرۂ آفاق کتاب

الغفاری معہ اضافہ

مؤلفہ:۔ حجتہ الاسلام حضرت الحاج مولانا سید نجم الحسن صاحب قبلہ کراروی مدظلہ۔

اسمیں صحابیِ رسولؐ حضرت ابوذر غفاری جنکے متعلق حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ زمین کے اوپر اور آسمان کے نیچے میرے اور میرے اہلبیتؑ کے علاوہ ابوذر سے زیادہ سچا کوئی پیدا نہیں ہوا جو حضورؐ کے معتمد خاص اور آلِ محمدؐ کے خصوصی مخلص تھے جنہیں حضورؐ کے بعد اہلِ دُنیا نے گرے ہوئے آنسوؤں کی طرح بے وُقعت بنانے کی کوشش کی اور اموریت سے متاثر مورخین اور سیرت نگاروں نے سطح قرطاس پر مدہم نقش و نگار اُبھار کر ان کے صداقت خیز کارناموں کو کالعدم کرنے اور اموی بادشاہوں کے ظلم و جور پر پردہ ڈالنے کی سعی و کوشش کی تھی ان کے صحیح حالاتِ زندگی حضرت علامہ کراروی نے لکھ کر وہ فریضہ انجام دیا ہے جس کی ادائیگی سے آج تک اربابِ قلم قاصر رہے۔

مؤلف ممدوح نے "الغفاری" ایسی کتاب لکھی ہے جسکی مثال نہیں ہے۔ اس کتاب میں پہلے سے کافی اضافہ بھی ہے۔ اور مکمل فہرست بھی شامل کر دی گئی ہے۔ اور جن کتابوں سے یہ لکھی گئی ہے۔ انکی فہرست بھی دے دی گئی ہے۔ سائز ۲۳×۱۸/۸ حجم ۴۸۴ صفحات۔ آفسٹ چھپائی عمدہ۔ ہدیہ مناسب۔

ملنے کا پتہ:۔ امامیہ کتب خانہ مغل حویلی۔ اندرون موچی دروازہ لاہور ۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب ۳۴

حضرت یونس علیہ السّلام

حضرت یونس علیہ السلام خلاق عالم کے بھیجے ہوئے برگزیدہ نبی تھے اور دیگر انبیاء کی طرح منصوص، معصوم، افضلِ کائنات اور عالمِ لدنی تھے۔ ان کی والدہ محترمہ بروایت امام ثعلبی "متی" تھیں۔ یہ اپنی والدہ کی طرف اسی طرح منسوب ہوتے ہیں۔ جس طرح حضرت عیسیٰؑ جنابِ مریمؑ کی طرف منسوب ہیں، ان دونوں انبیاء کے علاوہ کوئی نبی بھی اپنی ماں کے ساتھ مذکور نہیں ہوتا۔ حضرت عیسیٰؑ کو عیسیٰ بن مریمؑ اور حضرت یونسؑ کو یونسؑ بن متی کہا جاتا ہے۔ (عرائس ص۲۲۵) بعض روایات میں ہے کہ متی حضرت یونسؑ کے والد ماجد تھے۔ (حیات القلوب جلد ا ص۸۶۶ طبع لاہور و سفینۃ البحار جلد ا ص۴۸ طبع نجف اشرف) واللہ اعلم۔

حضرت یونسؑ کو خدا نے حسن قرأت کی صفت دی تھی۔ وہ اپنے پڑھنے سے اسی طرح وحش و طیور کو بھی بے خود کر دیتے تھے۔ جس طرح حضرت داؤدؑ اپنے لحن سے مسحور کر دیا کرتے تھے۔ ان کی ایک صفت "حسنِ کتابت" بھی تھی۔ وہ بے انتہا خوش نویس تھے، اس زمانے میں ان سے بہتر لکھنے والا دنیا میں موجود نہ تھا۔ آپ کا لقب "ذوالنون" اور "صاحب الحوت" تھا وہ نویں صدی قبل مسیح میں مبعوث ہوئے تھے۔

حضرتِ یونسؑ کی بعثت

حضرت یونسؑ بن متی شہر موصل کے قریب "نینوا" کے رہنے والوں پر تیس برس کے سن میں نبی مقرر ہو کر آئے۔ انکی قوم کے افراد ایک لاکھ سے زائد تھے۔ ید عوھم الی اللہ ثلاث وثلاثین سنۃ فلم یومن بہ الا رجلان احدھما روبیل "وکان عالماً حکیما والاخر "تنوخا" وکان عابداً"۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ تینتیس برس تک آپ نے ہدایت کی، مگر دو کے سوا کوئی ایمان نہ لایا، ایک "روبیل" جو حکیم اور عالم اور آپ کا مصاحب تھا۔ دوسرا "تنوخا"، جو عابد و زاہد تھا اور جنگل کی لکڑیاں توڑ کر گذر اوقات

کرنے والا تھا۔ (عرائس ثعلبی ص ۲۲۶)۔

نزولِ عذاب کی درخواست

حضرت یونس علیہ السلام جب تبلیغ کر کے تھک گئے اور کوئی کامیابی کی صورت نظر نہ آئی تو انھوں نے اپنے دونوں مومنوں سے مشورہ کیا اور کہا کہ میں اب عاجز آگیا ہوں، چاہتا ہوں کہ اس قوم ناہنجار کے لئے بددُعا کروں، ان کے اس استشارہ پر روبیل جو عالم اور حکیم تھا کہنے لگا کہ میری رائے تو یہ ہے کہ آپ عذاب کی درخواست نہ کریں اور اپنا کام بدستور جاری رکھیں، کیونکہ یہ مخلوق اگرچہ نافرمان ہے، لیکن ہے مالک ہی کی پیدا کی ہوئی، وہ آپ کی درخواست کو تو مسترد نہ کرے گا۔ لیکن وہ خوشی سے ان کو تباہ بھی نہ کرنا چاہے گا۔ کیونکہ وہ ان کا چاہے معبود ہو یا نہ ہو یعنی وہ اس کی عبادت کرتے ہوں یا نہ کرتے ہوں۔ مگر اُن کا "رب" تو ضرور ہے۔ اس کے بعد "تنوخا" جو عابد و زاہد تھا کہنے لگا کہ یا حضرت اب پانی سر سے اُونچا ہو گیا ہے۔ آپ ضرور بددُعا کریں اور خدا سے درخواست کریں کہ وہ ان پر ایسا عذاب نازل کرے کہ یہ سب کے سب بالکل تباہ و برباد ہو جائیں۔

حضرت یونسؑ نے "تنوخا" کی بات مان لی اور نزولِ عذاب کی درخواست بارگاہِ خداوندی میں پیش کر دی اور اس پر پُورا اصرار کیا کہ خدایا ضرور عذاب نازل فرما۔ روبیل کہتا رہا کہ آپ عجلت سے کام نہ لیں اور ابھی اور صبر کریں مگر وہ نہ مانے۔ بالآخر درخواست منظور ہو گئی اور ان کو اطلاع دے دی گئی کہ ۱۵ر شوال یوم چہار شنبہ عذاب نازل ہو گا۔

حضرت یونسؑ نے نزولِ عذاب کی تاریخ اور دن معلوم ہونے کے بعد منادی کرا دی کہ فلاں دن اور فلاں تاریخ عذاب نازل ہو گا۔ اس کے بعد وہ وہاں سے نکل کر ایک پہاڑ میں جا چھپے روانگی کے وقت اُنھوں نے دونوں سے کہا کہ میرے ہمراہ چلو، "تنوخا" جس کے مشورے سے درخواست عذاب پیش کی گئی تھی۔ وہ ہمراہ جانے کو تیار تھا ہی، ساتھ روانہ ہو گیا، لیکن "روبیل" نے کہا کہ میں یہیں رہوں گا۔ چنانچہ وہ نہ گیا۔

حضرت یونسؑ جب منادی کرا کے روانہ ہو گئے اور ایک پہاڑی میں جا چھپے تو "روبیل" اپنے گھر سے نکلا، اور ایک پہاڑ پر جا کر وہاں کھڑے ہو کر آواز دی، میری قوم آگاہ ہو کہ ۱۵ر شوال یوم چہار شنبہ کو عذاب نازل ہو گا۔ حضرت یونسؑ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ غلط نہیں ہے اور نہ نبی خدا غلط کہہ سکتے ہیں۔ سُنو! میں بلحاظ انسانیت تمہارا ہمدرد ہوں۔ میں نہیں چاہتا کہ تم عذاب میں مبتلا ہو کر تباہ و برباد ہو جاؤ۔ یہ سن کر ان لوگوں نے اُس کی طرف رجوع کی اور پُوچھا کہ ہم کیا کریں؟ روبیل نے کہا کہ تم یہ کرو کہ سب سے پہلے "خدا کی وحدانیت" کا اقرار کرو۔ اس کے بعد حضرت یونسؑ کی نبوت پر ایمان لاؤ، اور انھیں نبی برحق سمجھو، ان لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد "روبیل" نے

کہا کہ اب یہ کرو کہ اپنے گھروں سے سر و پا برہنہ جنگل کو نکل چلو۔ بچوں کو ماؤں اور بچھڑوں کو گایوں سے جُدا کر دو۔ اور سب بھوک پیاس سے جنگل میں جا پڑو، توبہ و استغفار کرو، گریہ و فریاد کرو، اور خدا سے دُعا کرو کہ "مالک ہم تیرے گناہگار بندے ہیں ہم سے بہت بڑی خطا ہوگئی کہ ہم نے تیری وحدانیت کو تسلیم نہ کیا تھا اور تیرے نبی کی نبوّت کو نہ مانا تھا۔ مگر اے ہمارے پالنے والے اب ہم نے توبہ کرلی ہے اور تیری وحدانیت اور تیرے نبی یونسؑ پر ایمان لے آئے ہیں، خدایا تو ہمارے گناہوں کو بخش دے، تو ربِّ کریم ہے اور ہم تیرے ذلیل بندے ہیں۔ مالک ہمیں اپنے عذاب سے بچا۔

نبی خدا کی دُعا مسترد نہیں ہوسکتی تھی، آخر خدا نے وقت معیّن پر عذاب اُن کے سروں پر پہنچا دیا۔ لیکن ان کی تضرع و زاری کی وجہ سے نازل نہیں فرمایا۔

حضرت یونس علیہ السّلام وقت گذرنے کے بعد اپنے غار سے نکلے اور نینوا کی آبادی کی طرف چلے تاکہ دیکھیں کہ تباہی کس طرح آئی ہے اور لوگوں کا کیا حال بنا ہے۔ جب وہ آبادی کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ لوگ بدستور اپنے کاروبار میں لگے ہوئے ہیں اور مطلق تباہی کے آثار نہیں ہیں۔ سخت حیران ہوئے۔ اُنھوں نے ایک کسان سے پوچھا جو ہل جوت رہا تھا کہ یونسؑ کی قوم کا کیا بنا؟ عذاب نازل ہوا یا نہیں۔ وہ حضرت یونسؑ کو پہچانتا نہ تھا، کہنے لگا حضرت یونسؑ نے بددُعا کی تھی اور خدا سے نزول عذاب کی خواہش کی تھی۔ لیکن عذاب کے آجانے کے بعد اُن لوگوں کی گریہ و زاری اور توبہ و فریاد سے خدا نے عذاب کو ٹال دیا۔ اب وہ قوم ساری مسلمان ہوگئی ہے اور اس انتظار میں ہے کہ حضرت یونسؑ آئیں تو ان پر ایمان لائیں اور اُن کو بتائیں کہ ہم سب مومن ہو گئے ہیں۔

حضرت یونسؑ نے جب یہ سُنا کہ عذاب کا نزول رُک گیا ہے تو آپ یہ خیال کرتے ہوئے کہ میری قوم مجھے جھوٹا قرار دے گی، تاؤ میں آکر انتہائی شرمندگی کے ساتھ شہر کی راہ چھوڑ دریا کی طرف چل پڑے جس کا نام "دجلہ" تھا۔

حضرتِ یُونسؑ بطنِ ماہی میں

یہاں تک کہ اُس کے قریب پہنچ گئے۔ وہاں پہنچ کر دیکھا۔ اذ قوم یرکبون السفینۃ فحملوہٗ بغیر اجرۃ "کہ کچھ لوگ ایک کشتی میں سوار ہو رہے ہیں۔ یہ اُن کے قریب گئے اُن لوگوں نے اُن کو بلا اُجرت ہی کشتی میں بٹھالیا۔ کشتی روانہ ہوئی، جب وسطِ دریا میں پہنچی تو طوفان میں آگئی۔ بروایتے خدا نے ایک بڑی مچھلی کو حکم دے دیا کہ وہ یونسؑ کا راستہ روک لے وہ آگے آگئی اور کشتی کو آگے بڑھنے نہ دیا، الغرض جب کشتی خطرے سے دوچار ہوگئی اور سب کو اس کے ڈوب جانے کا خطرہ ہُوا تو ملاحوں نے کہا کہ ضرور اس میں کوئی ایسا شخص ہے یا ایسا غلام ہے جو اپنے مالک سے

بھاگ کر آیا ہے، اسی لئے کشتی آگے نہیں بڑھتی اور خطرے میں آگئی ہے، لہٰذا وہ شخص جو ایسا ہو اُسے چاہیئے کہ کشتی سے دریا میں چھلانگ لگا دے، تاکہ اوروں کی جان بچ جائے، ورنہ ایک کی وجہ سے سب کی جان جائے گی۔ یہ سُن کر حضرت یُونسؑ نے فرمایا کہ ایسا شخص میں ہی ہوں، ان لوگوں نے ان کی حیثیت اور چہرے کی نورانیت وغیرہ کو دیکھ کر کہا کہ ایسا تو نہیں معلوم ہوتا اور ہمیں اس کا یقین نہیں آتا، بالآخر قرعہ اندازی کا فیصلہ ہوا، ایک بار قرعہ حضرت یونسؑ کے نام پر نکلا۔ لوگوں نے یقین نہ کیا۔ یہاں تک کہ تین مرتبہ قرعہ اندازی ہُوئی اور ہر مرتبہ قرعہ حضرت یُونسؑ ہی کے نام پر نکلا۔ "فزجّ نفسہٖ بالماء"۔ یہ دیکھ کر حضرت یُونسؑ نے اپنے کو دریا میں ڈال دیا۔ یعنی کشتی سے دریا میں کُود پڑے، اُس وقت وہ مچھلی جو دریا میں مُنہ کھولے کھڑی تھی اُس نے فوراً اُن کو نگل لیا، ادھر حضرت یونسؑ بطنِ ماہی میں گئے اُدھر خداوندِ عالم نے مچھلی کو وحی کی کہ خبردار یُونسؑ کو کوئی گزند پہنچنے نہ پائے، میں نے انھیں تیرے لئے رزق نہیں بنایا۔ بلکہ تجھے ان کا محافظ قرار دیا ہے، لہٰذا میرے حکمِ ثانی تک ان کو پُوری حفاظت کے ساتھ رکھ۔ چنانچہ وہ چالیس دن تک اپنے بطن میں لئے پھری۔ حضرت علی علیہ السّلام ایک یہودی عالم کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ مچھلی دریائے قلزم میں گئی، وہاں سے دریائے مصر میں پہنچی، پھر دریائے طبرستان میں گئی، یہاں تک کہ اس مقام پر پہنچی جہاں قارون موجود تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ بڑے بڑے دریاؤں میں چکر لگا رہی تھی، خدا نے یونسؑ کے لئے بطنِ ماہی کی نظری رکاوٹ دُور کر دی تھی اس لئے وہ عجائباتِ آبی کو بھی دیکھتے رہے اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے رہے۔ انھوں نے اپنے کانوں سے "دوابُ البحر" دریا کے جانوروں کی تسبیح بھی سُنی۔ غرضکہ وہ بطنِ ماہی میں "لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ" کی تسبیح پڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ خداوندِ عالم نے مچھلی کو حکم دیا اور اس نے اُن کو خشکی پر آکر اُگل دیا، ہوسکتا ہے کہ یُونسؑ نے انھیں کلمات کو بطنِ ماہی میں اپنی زبان پر جاری کیا ہو جنھیں حضرت آدمؑ و ابراہیمؑ جاری کر چکے تھے اور انھیں کے سبب سے نجات پا چکے تھے اور حضرت یُونسؑ کو بھی انھیں کلمات کے ذریعہ سے نجات ملی ہو اور وہ اسمارِ حضرات پنجتن پاکؑ تھے جیسا کہ فریقین کی کتابوں سے ثابت ہے۔

حضرت یونسؑ بطنِ ماہی سے سطحِ زمین پر

حکمِ خدا سے مچھلی نے خشکی پر آکر حضرت یُونسؑ کو اُگل دیا۔ بروایت "مصباح طوسی" یہ واقعہ نویں محرّم کا ہے۔ چونکہ ان کے جسم کی کھال اتنے دن بطنِ ماہی میں رہنے کی وجہ سے بہت ہی نرم ہوگئی تھی اور اس حالت میں ہوگئی تھی کہ مکھی کے بیٹھنے اور دھوپ کے لگنے سے سخت اذیت کا اندیشہ تھا اِس لئے خداوندِ عالم نے ان کی حفاظت کے لئے کدو کا درخت اُگا دیا جس سے

اِن پر دُھوپ بھی نہ پڑے اور مکھی بھی نہ بیٹھے، کیونکہ کدو کے درخت میں یہ خصوصیت ہے کہ مکھی اس کے سائے سے بھاگتی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ خدا نے اسی درخت کے پتّوں میں ان کی غذا مقرّر کردی تھی یہ انھیں پتّوں کو چُوستے تھے اور دُودھ حاصل کرتے تھے۔ چونکہ ان کے بدن کے تمام بال وغیرہ گِر چکے تھے اور ان کے جسم کی طاقت بالکل گھٹ چکی تھی اس لئے خدا نے چند دنوں ان کو ایسی جگہ رکھا۔

حضرتِ یُونسؑ کی وطن واپسی اور گوسفند کی گواہی

پھر جب اُن کو طاقت اور توانائی آ گئی اور خدا نے چاہا کہ یہ اب اپنی قوم میں چلے جائیں تو اُس نے ایک کیڑے کو حکم دیا اُس نے کدو کی جڑ کھالی اور درخت خشک ہوگیا۔ یہ دیکھ کر حضرت یُونسؑ کو بڑا صدمہ ہوا۔ انھوں نے کہا کہ مالک یہ میرا مونس تنہائی تھا تُو نے اسے ختم کر دیا۔ حکم ہوا کہ یُونسؑ ایک ایسا درخت جس کو نہ تم نے لگایا تھا نہ سینچا تھا، نہ اُس کی نگرانی روا رکھی تھی۔ اس کے خشک ہوجانے پر تم کو اتنا رنج ہوا ہے اور غمگین بیٹھے ہو، تم اس پر بھی تو غور کرو کہ ایک لاکھ سے زائد انسانوں کے لئے عذاب مانگا تھا۔ تمھیں ان کا کوئی دکھ نہیں تھا اور اس پر بھی غور کرو کہ وہ سب اگرچہ نافرمان تھے مگر تھے تو میرے ہی بندے اگر میں نے ان کی گریہ وزاری اور توبہ و انابت سے متاثر ہو کر ان پر عذاب نازل نہ کیا تو اس میں رنج کی کیا بات تھی، یہ سُن کر حضرت یونسؑ بے حد شرمندہ ہوئے اور بارگاہِ خداوندی میں توبہ و استغفار کیا، اور وہاں سے اُٹھ کر اپنے شہر کی طرف روانہ ہوئے۔

جب شہر نینوا کے قریب پہنچے، تو شہر میں داخل ہونے سے شرمانے لگے۔ ناگاہ ایک چرواہے کو دیکھا کہ گھاس کا گھٹا لئے ہوئے شہر کی طرف جا رہا ہے۔ اس کو قریب بُلایا اور اس سے کہا کہ شہر میں جا کر ندا کر دو کہ "یونسؑ پیغمبر" پھر اپنے شہر میں واپس آرہے ہیں اور وہ فلاں جگہ پر ہیں۔ یہ سُن کر چرواہے نے کہا کیوں جھوٹ بول رہے ہو، یونسؑ تو دریا میں چھلانگ لگا کر ہلاک ہوگئے ان کا یہاں چرچا کچھ دن چلا تھا۔ پھر اب کوئی ان کا ذکر نہیں کرتا اور سب کو یقین کامل ہے کہ وہ ختم ہوچکے ہیں، میں کیسے جا کر اعلان کردوں کہ یُونسؑ آئے ہوئے ہیں۔ پہلے آپ مجھے تو یقین دلائیں کہ آپ ہی یُونسؑ ہیں۔ حضرت یُونسؑ نے فرمایا کہ تیرے ساتھ یہ گوسفند جو ہے یہی گواہی دے گی کہ میں یُونسؑ ہوں۔ حضرت یونسؑ کا یہ فرمانا تھا کہ وہ گوسفند بولی "میں گواہی دیتی ہوں کہ یہ یونسؑ ہیں"۔ یہ دیکھ کر وہ چرواہا اس گوسفند کو کندھے پر اُٹھا کر شہر میں لے گیا، اور وہاں لوگوں میں ندا دی کہ یُونسؑ آگئے ہیں اور فلاں مقام پر ٹھہرے ہیں۔ لوگوں نے جب اس کی بات سُنی، مذاق اُڑایا اور اس کو مارنے کے لئے بڑھے اور کہا کیوں بکواس کرتا ہے وہ تو دریا میں ڈوب کر مر گئے، اُس

نے قسم کھائی کہ وہ واقعتاً زندہ ہیں اور مجھے اُن سے مُلاقات ہُوئی ہے، مگر اُن لوگوں نے یقین نہ کیا تو اُس نے کہا کہ اگر تم کو یقین نہیں آتا تو میں اس گوسفند سے گواہی دلا سکتا ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے گوسفند کے مُنہ کو آزاد کر کے کہا بتا تُو نے کیا دیکھا ہے، گوسفند نے گواہی دی اور کہا کہ میں نے خود حضرت یُونسؑ کو دیکھا ہے وہ تمھاری طرف بدستور نبی ہیں اور فلاں مقام پر ٹھہرے ہیں یہ سُن کر لوگ بے تحاشہ اُن کی طرف دوڑے اور بڑی شان و شوکت کے ساتھ ان کو اپنے وطن میں لائے ان پر ایمان کا اظہار کیا اور اپنے مومن ہونے کو ان پر واضح کیا۔ پھر سب خوش و خرم شہر نینوا میں رہنے لگے۔

بطنِ ماہی سے نکلنے کے بعد حضرت یُونسؑ کی زمین پر قیام کی مُدّت

مورخین کا کہنا ہے کہ حضرت یُونسؑ پنجشنبہ کو دریا کے ساحل پر پہنچے اور وہاں سات دن تک جنگل میں کدو کے درخت کے نیچے خشکی میں پڑے رہے اور دوسرے ہفتے اپنے شہر واپس آئے، پھر اُن کی قوم نے بڑی آؤ بھگت کی اور اُن پر ایمان لائی اور اُن کی ہر طرح توقیر کرتی رہی۔

روبیل اور تنوخا میں باہمی گفتگو اور علم و زہد میں فرق کی وضاحت

تواریخ میں ہے کہ حضرت یُونسؑ جب رنجیدہ ہو کر دریا کی طرف چلے گئے تھے تو تنوخا جو اُن کے ساتھ پہاڑ کی کھوہ میں انتظارِ عذاب میں ان کا شریک تھا، وہ اپنے شہر واپس آگیا اور اس نے اپنے ساتھی روبیل سے مُلاقات کی۔ روبیل نے کہا کہ تُم نے دیکھا کہ میں نے جو رائے دی تھی وہ کتنی صائب تھی اور تُم نے جو حضرت یونسؑ کو رائے دی تھی وہ کس قدر کمزور تھی، تنوخا نے اس کے جواب میں کہا کہ بھائی سچ تو یہ ہے کہ آپ کی رائے ایک عالم اور حکیم کی رائے تھی اور یقیناً میری رائے سے بہتر تھی اور" بھائی سُنو" میں تو ہمیشہ یہ گمان کیا کرتا تھا کہ میں آپ سے بہتر ہوں، کیونکہ میرا زُہد اور میری عبادت آپ سے بہتر تھی۔ اب آپ کا فضل و شرف اس علم کے سبب سے جو آپ کو خدا نے عطا فرمایا ہے۔ مجھ پر ظاہر ہو گیا ہے اور میں نے سمجھ لیا ہے کہ" علم و حکمت تقویٰ کے ساتھ زُہد سے بہتر ہے اور عبادت علم کے بغیر ناقص ہے۔ اس کے بعد یہ دونوں مثلِ سابق بھائی چارگی کے ساتھ اپنی قوم میں گُذر بسر کرنے لگے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

باب ۳۵

حضرت زکریا علیہ السّلام

حضرت زکریا علیہ السلام خلاق عالم کے بڑے برگزیدہ نبی تھے۔ یہ بھی دیگر انبیاء کی طرح منصوص معصوم، عالم علم لدنی اور افضل کائنات تھے۔ یہ بے پناہ صفات حسنہ سے متصف تھے، ان کی عبادت گذاری اور تقدس پر تمام مورخین کو اتفاق ہے۔ مورخ طبری لکھتا ہے کہ وہ اس زمانے میں سطح ارضی پر سب سے بڑے عابد تھے۔ ان کے زمانے میں عبادت گذاری کا بڑا چرچا تھا۔ صرف بیت المقدس میں ایک ہزار عابد اپنے فرائض کی انجام دہی میں مشغول رہتے تھے۔ ان کے زمانے میں بطلیموسی سلسلہ کا کوئی بادشاہ وقت تھا، ان کے لئے یہ خصوصیت تھی کہ جس زمانے میں ان کو نبوت ملی تھی اور انھیں مبعوث کیا گیا تھا، دُنیا میں کوئی نبی موجود نہ تھا۔

حضرت زکریاؑ کا نسب نامہ

امام ثعلبی لکھتے ہیں کہ حضرت زکریاؑ کا سلسلۂ نسب یہ ہے زکریاؑ بن یوحنا بن ادن بن مسلم بن صدوق بن یحان بن داؤد بن سلیمان بن مسلم بن صدیقہ بن ناجور بن سدوم بن شہفاساطین، بن رابیا بن رحیم بن سلیمان بن داؤد علیہما السلام (عرائس ثعلبی صفحہ ۲۰۳) مورخ ہروی نے حضرت زکریا کے والد کا نام "باذان" لکھا ہے جو میرے نزدیک دُرست نہیں ہے، مورخ طبری نے ان کی ولدیت "برخیا" لکھی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ یہ لفظ "یوحنا" سے بگڑ کر برخیا بن گیا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ اصل میں برخیا ہی ہو جیساکہ تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۲۲۳ و تاریخ اسلام جلد ۱ صفحہ ۴۳۵ میں ہے۔

حضرتِ زکریاؑ کی زوجہ کا نام اور اُن کا حضرتِ مریمؑ سے رشتہ

حضرت زکریاؑ کی زوجہ کے نام میں اختلاف ہے اکثر مورخین نے "ایشاع" و اشباع اور بعض نے حنانہ لکھا ہے اور بعض معاصرین نے ام کلثوم تحریر کیا ہے۔ امام ثعلبی کا بیان ہے کہ یہ "ایشاع"، حضرت مریمؑ کی خالہ تھیں وہ لکھتے ہیں کہ ایک شخص فاقوذ نامی تھا

اُس کی دو لڑکیاں تھیں ایک کا نام ایشاع تھا اور دوسری کا نام حنہ تھا۔ اوّل الذکر حضرت زکریاؑ سے بیاہی تھی اور ثانی الذکر حضرت عمرانؑ کے عقد میں تھی، ایشاع سے یحییٰؑ اور حنہ سے مریمؑ کی تولید ہوئی (عرائس ص۲۰۳)۔

امام ثعلبی کے بیان کے مطابق حضرت زکریاؑ جناب مریمؑ کے خالو قرار پاتے ہیں۔ لیکن امام محدثین علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ "حضرت زکریاؑ کی زوجہ حضرت مریمؑ کی بہن، عمرانؑ پسر ماثان کی بیٹی تھیں (حیات القلوب جلد ۱ ص۶۹۳) اسی کو علامہ سید عجاز علی سونی پتی نے اپنی تفسیر عمدۃ البیان کی جلد ۱ ص۱۵۸ میں اور علامہ حافظ فرمان علی نے مترجم قرآن مجید کے حاشیہ ص۸۶ میں اور علامہ محمد بشیر انصاری نے اپنی کتاب تاریخ اسلام کے ص۲۴۱ میں تسلیم کیا ہے، اس لحاظ سے حضرت زکریاؑ جناب مریمؑ کے بہنوئی قرار پاتے، میرے نزدیک بھی یہی درست ہے۔ یہی کچھ روضۃ الصفا جلد ۱ ص۱۴۳ میں بھی ہے۔

جنابِ حنہ کے دل میں فرزند کی تمنّا اور اُس کا سبب

جناب حنہ بنت فاقوذ جنابِ عمرانؑ بن ماثان کی بیوی تھیں، بڑھاپے کی وجہ سے سلسلۂ تولید بند ہو چکا تھا اور بظاہر پہلے سے بھی کوئی اولاد نرینہ نہ تھی، ایک دن ایک مقام پر بیٹھی ہوئی تھیں کہ ان کی نگاہ ایک طائر پر پڑی جو کہ اپنے بچے کو کچھ کھلا رہا تھا، پھر کیا تھا، باسی کڑھی میں اُبال آگیا اور دل میں ایک فرزند نرینہ کی تولید کی حسرت اور تمنا کروٹ لینے لگی، پُورے جذبات اور کمال خلوص کے ساتھ بارگاہِ خداوندی میں دستِ سوال دراز کر کے درخواست کی کہ میرے پالنے والے مجھے ایک ایسا فرزند عطا فرما جسے میں تیری عبادت کے لئے وقف کر دوں۔ جنابِ حنہ کی یہ دُعا قبول ہوئی اور حمل ٹھہر گیا۔ حمل ٹھہرنے کے بعد انھوں نے باقاعدہ نذر مانی۔ "قرآن مجید پ۳ رکوع ۱۲ میں ہے" عمرانؑ کی بیوی حنہ نے خدا سے عرض کی کہ اے میرے پالنے والے میرے پیٹ میں جو (بچہ) ہے اس کو میں دُنیا کے کام سے آزاد کر کے تیری نذر کرتی ہوں۔ خدایا تو میری اس نذر کو قبول فرما لے، تو بے شک بڑا سُننے والا اور جاننے والا ہے۔

حضرتِ مریمؑ کی ولادت

حضرت عمرانؑ کو حنہ کی اس دُعا اور نذر کے بعد خداوندِ عالم نے اطلاع دے دی تھی کہ میں تمھیں ایک ایسا لڑکا عطا کروں گا جو خدا کے حکم سے مادرزاد اندھوں کو بینا اور مُردوں کو زندہ کرے گا اور بنی اسرائیل کا پیغمبر ہو گا۔ عمرانؑ نے اس کو اپنی بیوی سے بیان کر دیا تھا۔ اسی وجہ سے "حنہ" کو یہ خیال تھا کہ میرے پیٹ میں لڑکا ہے" فلما وضعتها" الخ لیکن جب ولادت ہوئی تو لڑکے کی بجائے لڑکی تھی، تو

کہنے لگیں اے پروردگار اب میں کیا کروں میں نے تو یہ لڑکی جنی ہے اور بیٹی بیٹے کے برابر نہیں ہوتی۔ اب میری منت کیسے پوری ہوگی۔ الغرض حنہ نے اس بچی کا نام مریمؑ رکھا جس کے معنی "کنیز خدا" اور عابدہ کے ہیں اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کی کہ مالک میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان رجیم سے تیری پناہ میں دیتی ہوں اور ساتھ ہی ساتھ یہی نذر تیری خدمت میں پیش کرتی ہوں۔ چنانچہ پروردگارِ عالم نے اُسے قبول کر لیا، اور مریمؑ کو کفالت کے لئے زکریاؑ کے حوالے کر دیا، کیونکہ ولادتِ مریمؑ سے پہلے ہی ان کے والد جناب عمرانؑ انتقال کر چکے تھے۔ (جلالین صلـ۴۶ طبع مصر)۔

جنابِ مریمؑ کی کفالت اور اِس میں حضرت زکریاؑ کا انہماک

ولادت حضرت مریمؑ کے بعد ان کی ماں ان کو ایک سفید کپڑے میں لپیٹ کر بیت المقدس پہنچیں اور انھیں اپنی نذر کے مطابق بیت المقدس میں چھوڑنے کا فیصلہ کیا۔ جب وہاں پہنچیں اور اپنی خواہش کا اظہار کیا تو وہاں کے علماء اور زہاد نے کہا کہ یہ لڑکی ہے ہم اسے اپنے پاس رکھنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ کیونکہ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ لڑکی نذر میں قبول کی گئی ہو، یہ سُن کر حنہ نے کہا کہ میں نے بس یہ سمجھ کر نذر مانی تھی کہ میرے بطن میں لڑکا ہے لیکن اب جبکہ یہ پیدا ہوئی ہے تو لڑکی ہے۔ میں اپنی نذر کے مطابق اس کو یہاں چھوڑ دوں گی، مگر ان لوگوں نے اس لڑکی کے قبول کرنے سے انکار میں اصرار کیا تو جنابِ حنہ نے کہا کہ خدا نے مجھے خواب میں حکم دیا ہے کہ میں لڑکے کی بجائے اسی کو نذر میں چھوڑ دوں۔ اس لئے اب تم کو عذر کا کوئی حق نہیں ہے۔ اس پر وہاں کے علماء اور زہاد نے لڑکی کو قبول کر لیا۔ لیکن اس کے ساتھ یہ مسئلہ بھی اُٹھ کھڑا ہوا کہ اس کی پرورش کون کرے۔ ہر ایک یہ چاہتا تھا کہ پرورش کی ذمہ داری میرے سپرد کی جائے۔ بالآخر قرعہ اندازی کی نوبت آئی اور فیصلہ ہوا کہ تمام کاتبانِ توریت اپنے اپنے قلم لے کر دریا پر چلیں جن کی تعداد کثیر تھی۔ وہ سب دریا پر پہنچے اور اصول کے مطابق سب نے اپنے اپنے قلم دریا میں ڈالے اور طے یہ ہوا کہ جس کا قلم پانی میں کھڑا رہے گا وُہی اِس بچی کی کفالت کرے گا۔ چنانچہ سب کے قلم دریا میں ڈوب گئے۔ مگر حضرت زکریاؑ کا قلم نہ ڈوبا اور کھڑا رہا بالآخر حضرت مریمؑ انھیں کے سپرد کر دی گئیں اور انھوں نے پورے انہماک اور توجہ کے ساتھ ان کی پرورش شروع کر دی اور نہایت خوبصورتی سے اُن کو پالا۔

حضرت مریمؑ جب سنِ تمیز کو پہنچیں تو حضرت زکریاؑ نے الگ ایک حجرہ کوٹھے پر بنا دیا اور اس کو اتنا بلند کر دیا کہ اس تک کوئی سیڑھی کے بغیر نہ جا سکتا تھا، پھر اس پر انھوں نے یہ احتیاط کی کہ جب کہیں باہر جاتے تھے تو اس پر قفل لگا کر کنجی اپنے ہمراہ لے جاتے تھے، پھر شام کو اپنے ہمراہ گھر لے جایا کرتے تھے۔ حضرت مریمؑ اس حجرے میں عبادت کیا کرتی تھیں۔ قرآن مجید میں ہے

کہ "جب کسی وقت زکریاؑ ان کے پاس ان کے عبادت کے حجرے میں جاتے تو مریمؑ کے پاس کچھ نہ کچھ کھانے کو موجود پاتے تو پوچھتے اے مریمؑ "انی لک ھذا" یہ کھانا تمھارے پاس کہاں سے آیا تو وہ فرماتی کہ خدا کے ہاں سے آیا ہے، بے شک خدا جس کو چاہتا ہے بے حساب روزی دیتا ہے"

روایات میں ہے کہ حضرت مریمؑ کے پاس گرمیوں کے زمانے میں جاڑے کے میوے اور جاڑے کے زمانے میں گرمیوں کے میوے آیا کرتے تھے، جنھیں دیکھ کر حضرت زکریاؑ پوچھتے تھے کہ یہ بلا فصل کے میوے تمھارے پاس کہاں سے آتے ہیں؟ تو حضرت مریمؑ کہتی تھیں کہ خداوند عالم اپنی مہربانی سے بھیجتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت مریمؑ اس درجہ حسین وجمیل تھیں کہ جب وہ محراب عبادت میں کھڑی ہوتی تھیں تو ان کے چہرے کے نور سے محراب روشن ہو جاتی تھی۔

حضرتِ زکریاؑ کے دل میں ایک فرزند کی تمنّا اور بارگاہِ خُداوندی میں عطا فرزند کی پُرخلوص دُعا

حضرت زکریاؑ نے جب جناب مریمؑ کی ولادت کے واقعات دیکھے اور خداوندِ عالم کی توجہ اُن کی طرف دیکھی، پھر عبادت کے حالات پر نظر کی اور خاص طور پر یہ دیکھا کہ ان کے پاس جاڑے کے میوے گرمی میں اور گرمی کے میوے جاڑے میں آرہے ہیں تو فوراً دل میں خیال آیا کہ میرے کوئی اولاد نہیں ہے اور بیت المقدس کی آئندہ رکھوالی اور نگہداشت کا مسئلہ شدت اختیار کرتا جارہا ہے، آخر میرے بعد بیت المقدس کی نگرانی کون کرے گا۔ یہ سب باتیں سامنے آگئیں اور دفعتہً دل طلبِ فرزند کے لئے بے چین ہوگیا، فوراً بارگاہِ خداوندی میں ہاتھ اُٹھا کر دُعا کی "رب ھب لی من لدنک ذریۃ طیبۃ انک سمیع الدعاء"۔ میرے پالنے والے اگرچہ میں از کار رفتہ ہو چکا ہوں اور میری بیوی بھی بوڑھی ہو چکی ہے، مگر تو بڑا قادر ہے، میرے مالک اپنی بارگاہ سے مجھے پاکیزہ اولاد عطا فرما، بے شک تو ہی دُعا کو سُننے والا ہے۔

ولادتِ یحییٰؑ کی بشارت

حضرتِ زکریاؑ ابھی محرابِ عبادت ہی میں تھے، اور حجرے میں کھڑے دُعا ہی کر رہے تھے کہ فرشتوں نے اُن کو آواز دی "ان اللہ یبشرک بیحییٰ"۔ کہ خدا تم کو یحییٰؑ کے پیدا ہونے کی خوش خبری دیتا ہے جو "کلمۃ اللہ" عیسیٰؑ کی تصدیق کرے گا، اور لوگوں کا سردار ہوگا، اور عورتوں کی طرف رغبت نہ کرے گا اور نیکوکار نبی ہوگا۔

یہ سُن کر خود تعجب سے کہنے لگے "ہائیں" میرے لڑکا کیونکر ہو سکتا ہے، میں خود بالکل بوڑھا بیوی میری بانجھ، مگر خدا نے تشفی دی اور اپنی یاد کی طرف متوجہ کرنے اور تسکین دینے کے واسطے

تین روزے متواتر رکھنے کا حکم دیا۔

قرآن مجید میں ہے کہ حضرت زکریا بشارت فرزند پانے سے انتہائی مسرت کے عالم میں عرض پرداز ہوئے کہ مالک اس کی کوئی نشانی بتا دے۔ ارشاد ہوا کہ اس کی نشانی یہ ہے کہ جب انعقاد کا عہد آئے گا تو تم اچھے خاصے تندرست ہونے کے باوجود کسی سے کلام نہ کر سکو گے، سُنو جب ایسی کیفیت پیدا ہو تو سمجھ لینا کہ یحییٰ کی بنیاد قائم ہوگئی، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

حضرت یحییٰؑ کی ولادت

حضرت زکریاؑ ہمیشہ اپنے بالاخانے سے نکل کر عبادت خانے میں جاتے تھے، اذان کہتے تھے نماز پڑھتے پڑھاتے تھے۔ لوگوں کو تبلیغ کیا کرتے تھے، لیکن جب وعدہ کا وقت آیا، ان کی زبان بند ہوگئی۔ حسب دستور گھر سے نکلے تو کسی سے کچھ کہہ نہ سکے۔ صرف اشارے سے کہتے رہے کہ نماز پڑھو، خدا کی عبادت کرو۔ اور اُسے کسی وقت فراموش نہ کرو، ان کے خاموش ہو جانے کی وجہ سے لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ حضرت یحییٰؑ کی ولادت کی بُنیاد کا وقت آگیا ہے۔ غرضکہ تین دن تک یہی عالم رہا، اسی دوران میں خدا نے ان کو تولید کی صلاحیت دے دی اور اُن کی بیوی کو حائضہ قرار دے کر استقرارِ حمل کی طاقت عطا کر دی، یہاں تک کہ حضرت یحییٰؑ بطنِ مادر میں مستقر ہو گئے اور نو ماہ بروایتے چھ ماہ میں بطنِ مادر سے آغوشِ مادر میں آگئے۔ قرآن مجید سورہ مریم میں ہے" یازکریا انا نبشرك بغلام واسمه يحيىٰ لم نجعل له من قبل سميا، اے زکریاؑ ہم تم کو ایک لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں، جس کا نام یحییٰؑ ہوگا اور ہم نے اس سے پہلے کسی کا یہ نام نہیں رکھا۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ اس خوش خبری کے پانچ سال بعد حضرت یحییٰؑ پیدا ہوئے تھے۔ (حیات القلوب جلد ا ص ۲۹۹ طبع لاہور) حضرت امام علی رضا علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت زکریاؑ نے محرم کی پہلی تاریخ کو خدا سے ولادت فرزند کی دُعا کی تھی جسے خدا نے قبول فرمایا اور ظاہری امکانات کے فقدان کے باوجود یحییٰؑ جیسا فرزند عطا کیا۔ حضرت فرماتے ہیں کہ جو شخص محرم میں تولید فرزند کے لئے دُعا کرے گا۔ توقع ہے کہ قبول ہو گی جیسے جنابِ زکریاؑ کی دُعا قبول ہوئی۔ (ص ۲۰۷)

حضرت زکریاؑ اور آلِ محمدؐ کے اندوہناک واقعات

علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ "سعد بن عبداللہ نے حضرت صاحب الامر علیہ السلام سے اُس وقت چند سوالات کئے جبکہ آپ بہت کمسن تھے، اور آغوشِ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام میں تشریف فرما تھے۔ انھوں نے آپ سے "کھیعص" (پ ۱۶ سورۂ مریم) کی تاویل اور اس کا مطلب دریافت کیا، حضرت نے ارشاد فرمایا

کہ یہ حروفِ غیب کی خبروں میں سے ہیں جن سے خدا نے حضرت زکریا علیہ السلام ان کے بعد سرکارِ دو عالم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو ظہورِ واقعہ سے قبل آگاہ فرمایا تھا۔

حضرت زکریاؑ نے ایک دن پروردگارِ عالم کی بارگاہ میں عرض کی "مالک ہمیں ان کلمات کے مقصود سے آگاہ فرما جن کے ذریعہ سے آدمؑ وابراہیمؑ وغیرہما نے مشکلات سے نجات حاصل کی تھی یعنی ہمیں "آلِ محمدؐ" کے اسماء گرامی سے آگاہ اور مطلع فرما دے، چنانچہ حکم پروردگارِ عالم سے حضرت جبرئیل نازل ہوئے اور انھوں نے پنجتن پاکؑ کے اسماء گرامی سے انھیں آگاہ کر دیا۔

حضرت زکریا علیہ السلام اکثر ان اسماء کو زبان زد کیا کرتے تھے، لیکن اس اسماء کے زبان پر جاری کرنے میں یہ ہوتا تھا کہ جب چار نام زبان پر آتے تھے فرحناک اور خوش ہو جاتے تھے۔ جب پانچواں نام زبان پر آتا تھا، بے تحاشا رو پڑتے تھے اور بے اختیار گریہ ان کے گلوگیر ہو جاتا تھا اور کبھی کبھی روتے روتے سانس رُک جاتی تھی جس کی وجہ سے وہ سخت حیران و پریشان تھے ایک دن مناجات کے موقع پر بارگاہِ خداوندی میں اپنی اس مشکل کا ذکر کیا اور درخواست کی کہ مالک مجھے اس کا سبب بتا دے، اُن کی اس درخواست پر خداوندِ عالم نے بذریعہ وحی یا الہام انھیں آگاہ فرمایا جس سے کتابِ خدا کے مذکورہ لفظ میں حروف کے ذریعہ سے اشارہ کیا گیا ہے۔ "ك" سے کربلا "ہ" سے آلِ محمدؐ کی ہلاکت "ی" سے یزید لعین "ع" سے عطشِ حسینی اور "ص" سے صبرِ آلِ محمدؐ مُراد ہے۔

غرضکہ جب حضرت زکریاؑ واقعاتِ کربلا سے آگاہ ہوئے تو تین دن تک اپنے محرابِ عبادت سے برآمد نہ ہوئے اور شب و روز گریہ وزاری نوحہ و ماتم، نالہ وفریاد میں مشغول رہے اور تمام لوگوں کو منع کر دیا کہ میرے پاس کوئی نہ آئے۔

روایت میں ہے کہ وہ اپنے معبود سے فریاد کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اے مالک تو اپنے ایسے بندے کے دل کو کیونکر مجروح ہونے دے گا جس کے لئے تو نے اس کائنات کو بنایا ہے، اور جو تیرا حبیبِ خاص ہوگا، اے مالک تو کیونکر علیؑ و فاطمہؑ کو مصیبت و رنج کے اتنے عظیم سمندر میں ڈالے گا اور کیسے تو ان کے غم واندوہ کی فراوانی پر لوگوں کے دلوں کو صدمے کی آماجگاہ بنائے گا۔ مالک ہم جانتے ہیں کہ مقدرات کا ظہور ہو کے رہے گا لیکن اے میرے مالک ہمارا دل بیحد رنجیدہ ہو گیا ہے۔ ہمارے آنسو اس غمِ عظیم کے تصوّر سے آنکھوں میں نہیں تھمتے، اے مالک اب میری یہ خواہش ہے کہ مجھے ایک ایسا فرزند عطا فرما جسے میں بے حد چاہتا اور مانتا ہوں یعنی اُسکی بے پناہ محبت میرے دل میں قائم کر دے۔ پھر اُسے مصائب و آلام میں مبتلا کر کے میرے دل کو ان مصائب کی وجہ سے حد درجہ غمگین اور رنجیدہ بنا دے تاکہ مجھے وہی صدمہ پہنچے جو حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کو

پہنچے گا۔ روایت میں ہے کہ حضرت زکریا علیہ السّلام کی یہ دُعا قبول ہوئی اور حضرت یحییٰؑ کا تولّد عمل میں آیا اور وہ بھرپور مصائب و آلام میں مُبتلا کئے گئے۔ (حیات القلوب جلد ا صفحہ ۶۹۶)۔

حضرتِ زکریاؑ کا وعظ اور اُس کا حضرت یحییٰؑ پر اثر

مورّخین کا بیان ہے کہ حضرت یحییٰؑ بڑے نرم دل تھے وہ عظیم عابد اور خدا سے بے حد ڈرنے والے تھے، حضرت زکریاؑ ان کے سامنے عذابِ الٰہی کا ذکر اپنی تقریروں میں نہیں کرتے تھے۔ اتفاقاً ایک دن جبکہ وہ وعظ فرما رہے تھے، حضرت یحییٰؑ خاموشی سے آکر بیٹھ گئے انھوں نے ان کو دیکھا نہیں اور اپنی تقریر میں عذابِ الٰہی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جہنّم میں ایک پہاڑ ہے جس کو "سکران" کہتے ہیں اور اس پہاڑ کے نیچے ایک وادی ہے جسے "غضبان" کہتے ہیں اور اس وادی میں ایک کنواں آگ کا ہے جو بے انتہا گہرا ہے۔ اس میں آگ کے صندوق ہیں۔ اور اس میں گناہگاروں اور نافرمانوں کو سزا دی جائے گی اور وہاں آگ کی زنجیریں بھی ہیں۔

حضرت یحییٰؑ نے جونہی یہ بات سُنی "واغفتاہ" کہہ کر جنگل کی طرف نکل گئے۔ پھر ان کی ماں ان کو تلاش کرتی پھریں بالآخر ایک "قبہ" میں روتے فریاد کرتے ملے، ان کو اپنے ہمراہ لائیں اور بہت سمجھایا بجھایا اور بیت المقدس کے علماء اور زہاد میں لے جاکر پہنچا دیا، پھر وہ وہیں عبادت کرتے رہے۔

حضرت مریمؑ کے حاملہ ہونے سے حضرتِ زکریاؑ کی پریشانی

حضرت زکریاؑ چونکہ حضرت مریمؑ کی انتہائی انہماک کے ساتھ نگرانی کر رہے تھے اور ایسا انتظام کر رکھا تھا کہ ان کے سوا کوئی بھی حضرت مریمؑ سے مِل نہ سکتا تھا، اسی دوران میں حکمِ خدا سے حضرت مریمؑ کسی مرد سے ملے بغیر حاملہ ہوگئیں۔ (جس کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے) حضرت عیسیٰؑ کے حالات میں آئندہ آئے گا۔ حضرت مریمؑ کے حاملہ ہونے سے حضرت زکریاؑ سخت پریشان ہوئے اور سوچنے لگے کہ ساری دنیا مجھی کو متہم اور بدنام کرے گی۔ کیونکہ ان کے پاس میرے سوا کوئی جا نہیں سکتا۔ اسی حالتِ اضطراب میں اپنی بیوی سے جوکہ حضرت مریمؑ کی بہن تھیں کہنے لگے کہ اب کیا بنے گا، ہم دُشمنوں کی زبان کیونکر تھامیں گے، اور ہم کیا جواب دیں گے جب ہم پر الزام لگایا جائے گا۔ یہ سُن کر ان کی بیوی نے کہا کہ گھبراؤ نہیں خدا تمھیں ہر اُس امر سے بچائے گا جو تمھارے لئے مضر ہوگا، وہ عالم الغیب ہے اور اسی کے حکم سے سب کچھ ہوا ہے، دیکھیے تم مریمؑ کو میرے پاس بھیجو میں اُن سے بات کرتی ہوں۔ دیکھوں وہ کیا کہتی اور بتاتی ہیں۔ حضرت زکریاؑ نے مریمؑ کو ان کے پاس بھیج دیا۔ وہ جب آئیں حضرت زکریاؑ کی بیوی اپنی جگہ پر بیٹھی رہیں۔ حضرت یحییٰؑ جوکہ بطنِ مادر میں تھے بولے "مادر گرامی ان کی تعظیم کرو۔

یہ بہترین زنانِ عالم ہیں اور ان کے بطن میں کائنات عالم کا عظیم نبی ہے"۔ یہ سُن کر وہ تعظیم کے لئے اُٹھیں اور اُن کو اِن کی عظمت کا پُورا اطمینان ہوگیا، انھوں نے حضرت زکریاؑ کو بھی پُورے طور پر مطمئن کر دیا اور انھیں تسلّی دے دی۔

حضرت زکریاؑ کی شہادت

حضرت یحییٰؑ نے بطنِ مادر سے حضرت عیسیٰؑ کی تصدیق کر کے حضرت زکریاؑ سے الزام کو صاف کر دیا تھا اور اب بدنامی کی کوئی گنجائش نہ تھی۔ لیکن شیطان جو مومنوں کا ازلی دشمن ہے وہ اُن کے پیچھے لگا رہا۔ اور ان کو بدنام کرتا رہتا تھا اور نہ صرف انفرادی طور پر بلکہ اجتماع میں بھی ان کے خلاف آواز بلند کرتا رہتا تھا۔ یہاں تک کہ بنی اسرائیل کے ذہنوں کو اس نے موڑ دیا اور انھیں حضرت زکریاؑ کے بارے میں یقین دلا دیا جس سے وہ لوگ یکسر حضرت زکریاؑ کے مخالف ہوگئے اور اُن لوگوں نے فیصلہ کر لیا کہ انھیں قتل کر دیا جائے۔ منصوبہ قتل بنا کر ایک جم غفیر نے حضرت زکریاؑ پر یورش کر دی انھوں نے جب اپنی جان جوکھم میں دیکھی اور امن مفقود پایا تو کسی طرح گھر سے برآمد ہو کر جنگل کی طرف نکل گئے، دشمن چونکہ تعاقب میں تھے۔ اس لئے انھوں نے ایک لمبے چوڑے درخت سے پناہ مانگی۔ اُس نے بقدرتِ خدا آغوش پھیلا دی اور کہا کہ اندر آجایئے، چنانچہ وہ اُس درخت کے شگاف میں چلے گئے اور وہ بدستور سالم ہوگیا۔ شیطان جو پیچھے لگا ہوا تھا، اس نے اُن لوگوں سے کہا کہ زکریاؑ اسی درخت کے اندر ہیں، لہٰذا اسے آرے سے چیر دو۔ چنانچہ اُن لوگوں نے درخت کے تنے کو آرے سے چیر کر دو ٹکڑے کر دیا اور حضرت زکریا علیہ السّلام شہید ہوگئے"۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن"۔

مؤرخ ہروی نے روضۃ الصفا میں حضرت زکریاؑ کے آرے سے چیرے جانے کی مخالفت کی ہے۔ لیکن میرے نزدیک ان کا اختلاف دُرست نہیں ہے۔ وہ یقیناً اسی طرح شہید ہوئے ہیں۔ جس طرح بیان کیا گیا، شہادت کے وقت اُن کی عمر سو سال سے زائد تھی۔ (تاریخ اسلام جلد ا صفحہ ۱۴۲)

فلسفۂ شہادت

مصنفہ:۔ جناب سید سجاد حسین صاحب قبلہ۔

اسمیں ثابت کیا گیا ہے کہ سید الشہداءؑ نے کیوں شہادت اختیار کی۔ اِس سے اسلام کو کیا فائدہ پہنچا۔ اس کے عوام و انصار نے کیا کیا کام کئے۔ لکھائی چھپائی عمدہ۔ ہدیہ مناسب۔

ملنے کا پتہ:۔ امامیہ کتب خانہ۔ مُغل حویلی۔ اندرون موچی دروازہ لاہور ۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب ۳۶

حضرت یحییٰ علیہ السلام

حضرت یحییٰ علیہ السلام خداوند عالم کے برگزیدہ نبی تھے۔ یہ دیگر انبیاء کی طرح لوازم نبوت سے متصف تھے یعنی جس طرح تمام انبیاء منصوص، معصوم، عالم علم لدنی اور افضل کائنات تھے اسی طرح یہ بھی تھے، عظیم اخلاق کے مالک تھے، مہمان نوازی کی صفت خاص سے متصف تھے زہد اور عبادت گذاری میں جواب نہ رکھتے تھے۔ قائم اللیل اور صائم النہار تھے، ذات باری میں تفکر اور نیک انجام کی فکر میں لگے رہتے تھے۔ انتہائی رقیق القلب تھے، عذاب الٰہی کے ذرا سے تصور کو بھی برداشت نہ کرسکتے تھے، یعنی جیسے ہی ان کے دل میں عذاب الٰہی کا تصور آتا تھا بے ساختہ رونے اور چلانے لگتے تھے اور اکثر جنگل کی طرف بھاگ کر تنہائی میں روتے پیٹتے تھے۔

حضرت یحییٰؑ کے والدین

حضرت یحییٰؑ کے والد حضرت زکریا علیہ السلام تھے جیسا کہ گذرا اور والدہ ماجدہ جناب "الیشاع" حنانہ یا اُم کلثوم بنت عمرانؑ تھیں۔ یہ بڑی پُرصفات بی بی تھیں، نہایت عابدہ و زاہدہ تھیں، اپنے شوہر کی بے حد مطیع و فرمانبردار تھیں، ایک نبی کی بیوی تھیں اور ایک نبی کی ماں اور ایک نبی کی خالہ ہونے والی تھیں۔ مگر قدرتِ خدا سے بانجھ تھیں۔ ان کے یہاں تولید فرزند کا کوئی امکان بھی نہ تھا۔ یہاں تک کہ اولاد سے محرومی میں ساری زندگی گزر گئی اور حضرت زکریاؑ کی عمر سو سال اور اسی کے لگ بھگ ان کی عمر بھی تھی۔ ثعلبی نے عمر زکریاؑ ۹۹ سال اور عمر زوجہ زکریاؑ ۹۸ سال لکھی ہے۔ (عرائس ثعلبی ص ۲۰۶)۔

حضرت یحییٰؑ کی ولادت

غرضکہ زندگی کے ایام ان دونوں کے بڑی مایوسی کے ساتھ گزر رہے تھے اور ان دونوں کے دلوں میں تمنائے اولاد کروٹ لے رہی تھی۔ ناگاہ حضرت زکریاؑ کے سپرد حضرت مریمؑ کی پرورش ہوگئی، انھوں نے پرورش

کا پُورا حق اَدا کیا، حضرت مریمؑ کو چونکہ خدا نے معصوم بنایا تھا اور اُن کے بطن سے ایک عظیم نبی کو پیدا کرنا تھا۔ لہٰذا ان کے ساتھ قدرت نے بڑے خصُوصیات برتے جن میں ایک یہ خصوصیت بھی تھی کہ ان کے پاس "بلا فصل" کے میوے آیا کرتے تھے، ایک دن حضرت زکریاؑ نے دل میں سوچا کہ وہ خدا جو ہمارے خاندان پر اتنا مہربان ہے کہ جنّت سے میوے منگوا کر ہمارے گھرانے کی ایک لڑکی کو دیتا ہے تو وہ یقیناً ہم پر اس وقت ضرور کرم کرے گا، جب ہم اس سے اپنے بڑھاپے اور بیوی کے عقیم ہونے کے باوجود اولاد کی درخواست کریں گے۔ چنانچہ کمال مایوسی کے باوجود اِنتہائی طور پر پُر اُمید ہو کر اپنے کریم اور فیاض خدا کی بارگاہ میں ہاتھ اُٹھا دیا اور عرض کی "خدایا" ایک فرزند عطا کر دے۔ نبی خدا کی دُعا بھی منظور ہو گئی، خدا نے ایک عظیم فرزند عطا کر دیا جس کا خود ہی نام "یحییٰؑ" رکھا۔

مورخین کا بیان ہے کہ حضرت یحییٰؑ کے پیدا ہوتے ہی فرشتے انھیں آسمان پر لے گئے اور انھیں وہاں پر غذا سے سیر کیا پھر واپس لائے اور اُن کو ان کے باپ کے حوالے کر دیا۔ کان یضئ البیت لنورہ وحُسن وجھہ وجمالہ وہ جس گھر میں رہتے تھے وہ ان کے چہرہ کے نور اور اُن کے حسُن وجمال کی وجہ سے روشن رہتا تھا۔ (عرائس ثعلبی ص ۲۰۶ وحیات القلوب جلد ا ص ۲۰۶)۔

یہاں یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ حضرت یحییٰؑ کی ولادت سے جہاں ماں کا دل ٹھنڈا ہوا باپ کو انتہائی مسرّت ہُوئی۔ وہاں ان کی اولاد سے خداوندِ عالم نے بھی تصدیق عیسیٰؑ کا فائدہ اٹھایا یعنی اس نے ان کی ولادت کے فوائد میں ایک فائدہ یہ بھی مضمر رکھا تھا کہ ان سے حضرت عیسیٰؑ کی تصدیق کرائے گا۔ چنانچہ قرآن میں ہے "ان اللہ یُبشرك بیحییٰ مصدقاً بکلمۃ من اللہ الخ۔ اسے زکریاؑ خدا تم کو یحییٰؑ کے پیدا ہونے کی خوشخبری دیتا ہے جو کلمۃ اللہ (عیسیٰؑ) کی تصدیق کرے گا۔ اور لوگوں کا سردار ہو گا اور عورتوں کی طرف رغبت نہ کرے گا اور نیکوکار نبی ہو گا۔

چونکہ تصدیق عیسیٰ علیہ السّلام حضرت یحییٰؑ کا ایک فریضہ قرار دیا گیا تھا اسی لئے انھوں نے ہر منزل پر تصدیق کی تھی اور اس تصدیق کی بنیاد اس وقت ڈالی تھی جبکہ بطنِ مادر میں تھے ایک روایت میں ہے کہ جب زکریاؑ نے حضرت مریمؑ کے حمل ظاہر ہونے کے بعد انھیں اپنی بیوی کے پاس بھیجا تو حضرت یحییٰؑ نے بروایتے آواز کے ساتھ اور بروایتے اپنے جسمانی عمل کے ساتھ اپنی ماں کو حضرت مریمؑ کی تعظیم کے لئے کھڑا کر دیا تھا۔ مطلب یہ تھا کہ خدا نے مریمؑ کو معصومہ اور اُن کے بطن میں موجود فرزند کو نبی بنایا ہے اور نبی بھی ایسا کہ جسے ازدواجی سلسلہ کے بغیر اپنے امرِ خاص سے بطنِ مریمؑ میں قائم کیا ہے۔

حضرت یحییٰؑ کا عہد طفلی

یہ ظاہر ہے کہ نبی اور امام کی زندگی کا ہر دَور اوصاف وکمالات کے حساب سے یکساں ہوتا ہے۔ ان کے چھوٹے بڑے سب برابر ہوتے ہیں ان کا علم "لدنی" ہوتا ہے، ان کا کمال وہبی ہوتا ہے، انھیں دو فطرت میں عہد نبوت وامامت سے سرفراز کیا جاتا ہے۔ جب بطن مادر میں ہوتے ہیں نبی ہوتے ہیں، جب آغوشِ مادر میں آتے ہیں نبی ہوتے ہیں۔ عہدِ نابالغی میں نبی ہوتے ہیں۔ عہدِ بلوغ و جوانی میں نبی ہوتے ہیں، بڑھاپے میں نبی ہوتے ہیں، مرنے کے بعد بھی نبی یا امام رہتے ہیں۔

حضرت یحییٰؑ کا چار سال کی عمر میں اپنے ہمجولیوں کو نصیحت کرنا

علامہ مجلسی، علامہ ثعلبی، علامہ ہروی لکھتے ہیں کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی عمر جب چار سال کی ہوئی اور آپ کے ہمجولی آپ کو کھیل کود کے لئے بلانے آئے تو آپ نے فرمایا کہ "ماللعب خلقت" میں کھیل کود کے لئے نہیں پیدا کیا گیا اور نہ کوئی بھی اس مقصد کے لئے خلق ہوا ہے۔ خدا کو یاد کرو جس نے ہمیں پیدا کیا ہے۔

تواریخ میں ہے کہ حضرت یحییٰؑ چار سال کی عمر میں حافظ توریت ہو گئے تھے اور جب آپ کی عمر ۱۰ سال کی ہوگئی تھی تو اب باقاعدہ تبلیغ دین کیا کرتے اور احکام شریعت لوگوں تک پہنچایا کرتے تھے، ان کا قاعدہ تھا کہ بڑے بڑے اجتماع میں کھڑے ہو جاتے تھے اور تبلیغ فرمایا کرتے تھے اور لوگوں کو اللہ کی طرف آنے کی دعوت دیا کرتے تھے۔

حضرت یحییٰؑ کا حلیہ

امام ثعلبی لکھتے ہیں کہ حضرت یحییٰؑ بڑے خوب صورت تھے، ان کی آنکھیں بڑی تھیں، ناک لمبی تھی، دونوں بھویں ایک دوسرے سے ملی ہوئی تھیں۔ ان کے جسم میں بال بہت کم تھے۔ انگلیاں چھوٹی چھوٹی تھیں، ان کی آواز بہت باریک تھی، وہ بڑے عزت مند اور اطاعت باری میں بے انتہا مستعد تھے۔ وہ اللہ کی اطاعت اور اسی کی عبادت کے میدان میں تمام لوگوں کے قائد تھے۔ (عرائس صفحہ ۲۰۶)۔

حضرت یحییٰؑ کی بعثت اور پانچ چیزوں کی تبلیغ کا خصوصی حکم

حضرت یحییٰؑ کو خدا نے تین سال کی عمر میں مبعوث کر دیا تھا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے "واتیناہ الحکم صبیا"، ہم نے انھیں بچپنے میں ہی فریضۂ تبلیغ سپرد کر دیا تھا، علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ اس وقت ان کی عمر تین سال تھی۔ حضرت یحییٰؑ کے تین سال میں عہدۂ نبوت پر عامل ہونے کا اس روایت سے بھی ثبوت ملتا ہے جس میں علی بن اسباط نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضری دی تھی اور آپ کی عمر کو بہت کم دیکھ کر

یہ خیال کیا تھا کہ اس کمسنی میں آپ امام کیسے بنا دیئے گئے تو انھوں نے اس کے کچھ کہے بغیر ارشاد فرمایا کہ اے علی بن اسباط اس میں تردد کیا ہے۔ سنو خدا امامت کے بارے میں اسی طرح حجت تمام کرتا ہے جس طرح نبوت کے بارے میں کیا کرتا تھا، اس نے کسی کو چالیس سال کی عمر میں نبی بنایا اور کسی کو تین سال کی عمر میں فرائض کی ادائیگی سے دوچار کر دیا، آپ نے فرمایا کہ حضرت یحییٰؑ کو نہایت کمسنی میں درجۂ نبوت پر فائز فرمایا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ انھوں نے ارشاد فرمایا کہ جس طرح خدا نے یحییٰؑ کو تین سال میں کارِ نبوت سے سرفراز فرمایا۔ اسی طرح مجھے بھی اس کمسنی میں کارِ امامت کی انجام دہی سے سرفراز کیا ہے۔

امام ثعلبی لکھتے ہیں کہ خداوندِ عالم نے حضرت یحییٰؑ کو نہایت کمسنی میں حکم تبلیغ دے دیا تھا اور اُن سے خصوصی طور پر کہہ دیا تھا کہ اپنی تبلیغ میں ان پانچ چیزوں کی طرف خاص توجہ رکھو (۱) اللہ کی وحدانیت (۲) نماز کی اقامت (۳) صدقہ (۴) روزہ (۵) ذکر خدا سے عدم غفلت، چنانچہ حضرت یحییٰؑ ان امور کی طرف خصوصی طور پر متوجہ رہے۔

حضرت عیسیٰؑ کے لئے حضرت یحییٰؑ کی پیشین گوئی

حضرت یحییٰؑ تین سال کی عمر میں مبعوث ہوئے اور شام کی طرف تبلیغ کرتے رہے۔ ۱۰ سال کی عمر میں بنی اسرائیل میں تبلیغ کی طرف متوجہ ہوئے اور نبوت حضرت عیسیٰؑ کی بشارت دی اور بنی اسرائیل سے کہا کہ تمھارے لئے بہتری بیس سال یا اس سے کچھ کم میں ہونے والی ہے۔ جبکہ حضرت مسیحؑ جو حضرت مریمؑ کے بیٹے ہیں تم میں بحیثیت نبی کام شروع کر دیں گے۔ (حیات القلوب جلد ۱ صفحہ ۲۸۷ طبع لاہور)۔

حضرت یحییٰؑ کا زھد اور اُن کا زاھدانہ لباس

حضرت یحییٰ علیہ السلام کا زُہد اِس درجہ بڑھا ہوا تھا کہ ان کو کسی نے کبھی ہنستے ہوئے نہیں دیکھا، ایک روایت میں ہے حضرت رسُول کریمؐ سے منقول ہے کہ حضرت یحییٰؑ ایک روز بیت المقدس میں آئے اور راہبوں اور عالموں کو دیکھا کہ اُن کے پیراہن پہنے ہوئے ہیں اور بالوں کی ٹوپیاں سر پر رکھے ہوئے ہیں اور اپنی گردنوں میں زنجیریں ڈال کر ستونوں سے باندھے ہوئے ہیں، فوراً گھر آئے اور اپنی والدہ سے کہا کہ میرے واسطے بھی ایسا ہی لباس بنا دیجئے تاکہ میں بیت المقدس میں جا کر خدا کی عبادت زاہدوں، عابدوں اور راہبوں کے ساتھ کروں۔ ماں نے کہا کہ ٹھہرو، تمھارے والد پیغمبر خدا آ جائیں تو ان سے مشورہ کر لوں۔ (غالباً حضرت یحییٰؑ اس وقت بہت کمسن تھے) حضرت زکریاؑ جب گھر آئے تو مادرِ یحییٰؑ نے ان کی خواہش ظاہر کی۔ حضرت زکریاؑ نے کہا کہ اتنی مشقت نہ کرو، ابھی تم بہت کمسن ہو، عرض کی اے پدر بزرگوار

کیا آپ نے مجھ سے بہت کمسن بچوں کو نہیں دیکھا کہ موت نے اُن کو لے لیا، حضرت زکریاؑ نے فرمایا کہ ہاں دیکھا ہے۔ پھر جناب زکریاؑ نے مادرِ یحییٰؑ سے فرمایا کہ ان کی خواہش کے مطابق لباس تیار کر دو۔ ان کی ماں نے بالوں کا پیراہن اور بالوں کی ٹوپی بُن کر تیار کر دی۔ حضرت یحییٰؑ اسے پہن کر بیت المقدس میں عبادت کرنے والوں کے ساتھ عبادت میں مشغول ہو گئے۔ یہاں تک کہ ان بالوں کے موٹے پیراہن نے آپ کے جسم کو گھلا دیا، ایک روز اُنھوں نے اپنے بدن کی طرف دیکھا کہ جسم بہت لاغر ہو گیا ہے تو گریہ کیا۔ خطاب رب العزت ہُوا کہ اے یحییٰؑ کیا بدن کی کمزوری پر روتے ہو۔ مَیں اپنے عزت و جلال کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر جہنم کو ایک بار دیکھ لو تو لوہے کا پیراہن پہن لو گے۔ یہ سن کر حضرت یحییٰؑ اِس قدر روئے کہ آپ کے رخسار مجروح ہو گئے یہاں تک کہ دندانِ مبارک دکھائی دینے لگے۔ جب آپ کی ماں کو معلوم ہوا تو حضرت زکریاؑ کو ہمراہ لے کر ان کے پاس گئیں اور ان سے کہا کہ تمھارا چہرہ آنسوؤں کی وجہ سے بہت زخمی ہو چکا ہے۔ عرض کی مادرِ گرامی اس کی پرواہ نہ کیجیے، پھر حضرت زکریاؑ نے کہا کہ بیٹا میں نے تمھاری پیدائش کے لئے خدا سے دُعا کی تھی، اب تم بالکل بیت المقدس کے ہو گئے ہو، بیٹا اتنی مشقت کیوں کرتے ہو۔ عرض کی بابا جان آپ ہی نے تو ہمیں بتایا ہے کہ بہشت اور دوزخ کے درمیان ایک گھاٹی ہے جس سے وہی لوگ پار ہو سکیں گے جو خوفِ خدا سے دنیا میں بہت روتے رہے ہوں گے۔ فرمایا ہاں میں نے کہا تھا۔ پھر ان کی ماں نے کہا کہ اے فرزند کیا تمھارے لئے دو نمدے کے ٹکڑے بنا دوں کہ تم اپنے دونوں رخساروں پر رکھ لو جس سے تمھارے دانت چھُپ جائیں اور تمھارے آنسوؤں کو بھی وہ جذب کر لیں۔ عرض کیا مادرِ گرامی آپ کو اختیار ہے، چنانچہ انھوں نے دو نمدے کے ٹکڑے اُن کے رخساروں پر رکھ دیئے۔ لیکن وہ تھوڑی ہی دیر میں آنسوؤں سے تر ہو گئے جنھیں نچوڑنا پڑا، اس وقت حضرت زکریاؑ نے خدا کی بارگاہ میں عرض کی کہ مالک یہ میرا فرزند ہے اور تو سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ (عرائس ثعلبی ص۲۰۷ و حیات القلوب مجلسی جلد ۱ ص۲۰۷) ایک روایت میں ہے کہ حضرت یحییٰؑ نے کمال زہد کی وجہ سے ہمیشہ خرمول کے پتوں کا لباس پہنا اور درخت کی پتیاں کھا کر گذر اوقات کی۔

حضرت یحییٰؑ کے خصوصی صفات

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت یحییٰؑ کے لئے یہ ایک خصوصی بات تھی کہ جب وہ خدا کو مخاطب کرتے تھے تو آواز آتی تھی "لبیك یا یحییٰ" اے یحییٰؑ میں تمھاری ہر بات کو سُننے کے لئے تیار ہوں۔ قرآن مجید میں ہے (ترجمہ) اور ہم نے انھیں بچپن ہی میں اپنی بارگاہ سے نبوت اور رحم دلی اور پاکیزگی عطا فرمائی، وہ خود بھی پرہیز گار اور اپنے ماں باپ کے حق میں سعادتمند

تھے اور سرکش و نافرمان نہ تھے اور ہماری طرف سے ان پر برابر سلام ہے۔ جس دن پیدا ہوئے اور جس دن مریں گے اور جس دن دوبارہ زندہ اٹھا کھڑے کئے جائیں گے۔ (پارہ ۱۶ سورۂ مریم) یہی تینوں وقت انسان پر سخت ہیں، ایک پیدائش دُنیا کا طلسم دیکھنا، دوسرے موت آخرت کا کارخانہ دیکھنا۔ تیسرے قیامت دُنیا، آخرت اور برزخ کے خلاف ایک خوفناک بندوبست دیکھنا خدا نے انھیں اوقات میں ان کو خصوصی طور پر سلامتی دے دی ہے۔

حضرت یحییٰؑ کا شیطان سے ایک سوال اور اُس کا جواب

یہ ظاہر ہے کہ شیطان ملعون ابن آدم کا ازلی دُشمن ہے۔ وہ ہر ایک کو بہکانے اور اس کی عاقبت خراب کرنے کی سعی میں لگا رہتا ہے اور وہ اس سلسلہ میں کسی کو بھی نہیں بخشتا اور ہر ایک کو صراطِ مستقیم سے ہٹانے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ نص قرآنی کے مطابق وہ مقرب بندوں انبیاء و اوصیاء پر اپنا جادو چلا کر کامیاب نہیں ہو سکتا۔ تاہم چور چوری سے باز آ سکتا ہے مگر ہیرا پھیری سے باز نہیں آتا۔ وہ ہر ایک کے گرد چکر لگاتا اور سب سے ملتا جلتا رہتا ہے۔ چنانچہ حضرت یحییٰؑ کے پاس بھی آتا جاتا تھا، انھوں نے اس سے سوال کیا تھا جس کا اُس نے جواب دیا تھا، ہم اس سوال و جواب کو حیات القلوب کے ترجمہ کی لفظ بہ لفظ عبارت میں پیش کرتے ہیں۔

"حضرت امام رضا علیہ السّلام سے منقول ہے، آپ نے اپنے آباؑ طاہرینؑ سے روایت کی ہے کہ شیطان حضرت آدم علیہ السّلام سے حضرت عیسیٰؑ تک تمام پیغمبروں کے پاس آیا کرتا اور ان کے پاس بیٹھتا اور ان سے گفتگو کیا کرتا تھا۔ لیکن حضرت یحییٰؑ سے بہ نسبت اور پیغمبروں کے زیادہ اُنس رکھتا تھا۔ ایک روز حضرت یحییٰؑ نے اُس سے کہا، اے ابومرہ میں تجھ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔ اُس نے کہا بیان فرمائیے۔ آپ کی قدر و منزلت میرے نزدیک بہت بلند ہے میں آپ کا ارشاد مسترد نہیں کر سکتا۔ حضرت نے فرمایا وہ تمام جال اور اپنی مکاری کے پھندے جن سے بنی آدم کو پھنساتا ہے مجھے دکھا۔ اس ملعون نے قبول کیا اور دوسرے روز دکھانے کا وعدہ کیا۔ دوسرے دن صبح حضرت یحییٰؑ اپنے گھر میں بیٹھے انتظار کر رہے تھے۔ ناگاہ دیکھا کہ ایک صورت آپ کے پاس ظاہر ہوئی۔ جس کا چہرہ بندر کے جیسا اور جسم سور کے مانند اس کی آنکھوں کی لمبائی اُس کے چہرے کی لمبائی کے برابر، اسی طرح اس کا دہن چہرے کے برابر لمبا تھا اور ٹھڈّی اور ڈاڑھی ندارد تھی، چار ہاتھ تھے۔ دو سینے میں جڑے ہوئے تھے اور دو کندھوں میں، پیر سامنے تھے اور انگلیاں پیٹھ کی طرف، ایک قبا پہنے ہوئے اس پر ایک پٹکا کمر سے باندھے ہوئے تھا اس پٹکے پر مختلف رنگ کے ڈورے لٹکائے ہوئے تھا، ایک گھنٹہ ہاتھ میں۔ خود سر پر اس میں سے آنکڑے

لٹکائے ہوئے ہیں۔ جب حضرت یحییٰؑ نے اس کو اس حالت سے دیکھا تو دریافت فرمایا کہ یہ ٹپکا کس لئے ہے۔ اُس نے کہا یہ قید خانہ ہے۔ جسے میں نے ایجاد کیا ہے اور آدمیوں کے لئے رنگوں سے اس کو زینت دی ہے۔ پُوچھا یہ مختلف رنگ کے ڈورے اس میں کیسے ہیں اس نے کہا یہ عورتوں کی قسمیں ہیں۔ جو لوگوں کو مختلف طریقوں سے اپنی مکاریوں کے ساتھ گرفتار کرتی ہیں پوچھا یہ گھنٹہ جو تیرے ہاتھ میں ہے یہ کیا ہے؟ اُس نے کہا اس میں تمام لذتوں کا مجموعہ ہے جس میں ہر قسم کے باجوں مثلاً طنبور، بربط، بانسری، قرنا وغیرہ کی آوازیں ہیں۔ جب کچھ لوگ شراب پینے میں مشغول ہوتے ہیں اور اس میں ان کو لطف نہیں ہوتا میں اس گھنٹے کو بجاتا ہوں تو لوگ گانے بجانے میں مشغول ہو جاتے ہیں اور جب ان کے کانوں میں یہ آوازیں پہنچتی ہیں تو خوشی اور شوق میں اُچھلنے کودنے اور ناچنے لگتے ہیں ایک تالیاں بجاتا ہے، دُوسرے کپڑے پھاڑتا ہے۔ حضرت یحییٰؑ نے پُوچھا کونسی چیز تیرے لئے انتہائی خوشی اور روشنیٔ چشم کا باعث ہوتی ہے۔ اس نے کہا عورتیں کہ وہی میری مکاری کے پھندے اور جال ہیں۔ جب نیک لوگوں کی لعنت و پھٹکار میرے اُوپر بہت جمع ہو جاتی ہیں تو میں عورتوں کے پاس جاتا ہوں اور ان سے دل خوش کرتا ہوں، حضرت یحییٰؑ نے پُوچھا یہ کیا ہے جو تیرے سر پر ہے۔ کہا اس سے نیک اور صالح لوگوں کی لعنت اور پھٹکار سے اپنی حفاظت کرتا ہوں فرمایا یہ آنکڑے اس میں کیسے لٹکے ہوئے ہیں، اس نے کہا اسی سے صالحوں اور نیکوں کے دلوں کو اپنی طرف پھیرتا اور کھینچتا ہوں۔ حضرت یحییٰؑ نے پُوچھا کبھی تُو نے آنِ واحد کے لئے مجھ پر بھی قابو پایا ہے۔ اُس نے کہا "نہیں"، لیکن ایک صفت آپ میں دیکھتا ہوں جو مجھے بھلی معلوم ہوتی ہے، پُوچھا وہ کیا ہے؟ کہا وقتِ افطار آپ کچھ زیادہ کھانا کھالیتے ہیں جو گرانی کا سبب ہوتا ہے اور عبادت کے لئے آپ ذرا دیر میں اُٹھتے ہیں۔ حضرت یحییٰؑ نے فرمایا کہ ایسا تو نہیں ہے۔ تجھے غلط فہمی ہے تاہم خدا سے عہد کرتا ہوں کہ کبھی سیر ہو کر کھانا نہ کھاؤں گا، جب تک کہ خدا سے ملاقات نہ کرلوں۔ شیطان نے کہا کہ میں بھی عہد کرتا ہوں کہ کسی مُسلمان کو کبھی کوئی نصیحت نہ کروں گا، یہ کہہ کر چلا گیا اور پھر کبھی حضرت یحییٰؑ کے پاس نہ آیا۔

حضرت یحییٰؑ کی جانشینی

چونکہ نبی کی جانشینی پروردگار نے اپنے ذمہ رکھی ہے اس لئے اس نے تمام انبیاء کے جانشین براہِ راست خود مقرر کئے ہیں اور اعلان کے ساتھ تقرر فرمایا اور کبھی اس نبی کے ذریعہ سے مقرر کیا، جس طرح تمام انبیاء نے حکمِ خدا سے اپنا جانشین مقرر کیا۔ اسی طرح حضرت یحییٰؑ نے بھی کیا، کتاب حیات القلوب سے واضح ہوتا ہے کہ حضرتِ یحییٰؑ نے جب اپنے لئے جان کا خطرہ ملاحظہ کیا تو اپنا جانشین اولادِ شمعون سے مقرر فرما دیا تھا۔ (جلد ۱ ص ۵۰۰ طبع لاہور)۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی شہادت

مورخین کا بیان ہے کہ حضرت یحییٰؑ جو برگزیدہ نبی تھے حضرت زکریاؑ کی خاص دُعا سے ماں باپ کے بڑھاپے میں پیدا ہوئے تھے، بچپنے میں درجۂ نبوت پر فائز کئے گئے تھے۔ یعنی انتہائی کمسنی کے عالم میں مبعوث کئے گئے تھے، تقدس کے اعلیٰ درجے پر فائز تھے، عبادت اور خوف خدا میں جواب نہ رکھتے تھے اُن سے کیونکر ممکن تھا کہ شریعت کے خلاف کوئی فتویٰ دے دیتے۔ وہ تحفظ و ترویج شریعت کے لئے آئے تھے نہ کہ شریعت کو برباد کرنے کے لیے، ان کا کام تحفظ اصُول شریعت تھا اور اسی کے لئے وہ شہید ہوئے۔

ان کی شہادت کا واقعہ یہ ہے کہ ان کے زمانے میں ایک اسرائیلی بادشاہ تھا جس کا نام تھا "ہیرودوس" اس نے اپنے بھائی "فیلقوس" کی عورت سے جس کا نام "ہیرودیا" تھا، عقد کر لیا تھا اور عورت کے اس بادشاہ کے بھائی سے ایک نہایت حسین و جمیل لڑکی تھی، بادشاہ اس پر عاشق تھا اور چاہتا تھا کہ اُسے جائز طریقے پر اپنے استعمال میں لائے اور بادشاہ کی بیوی بھی یہی چاہتی تھی، کیونکہ اسے یہ شبہ تھا کہ بادشاہ آگے چل کر میرے بڑھاپے کی وجہ سے مجھے نظر انداز کر کے کسی اور عورت کو اپنی نظروں میں جگہ دے لے گا، چنانچہ اس نے بادشاہ کو موقع بہ موقع اپنی لڑکی کی طرف مائل اور متوجہ کیا جس نے عشق کی موجودگی میں "سونے پر سہاگہ" کا کام کیا۔

بالآخر اُس نے ایک دن حضرت یحییٰؑ کو بُلا بھیجا جن کی وہ بے انتہا عزت کرتا تھا اور اُن کے مشورے کے بغیر کوئی کام نہ کرتا تھا اور جب وہ تشریف لائے تو اس نے اس کے متعلق مسئلہ پوچھا حضرت یحییٰؑ نے فرمایا کہ یہ بالکل حرام ہے اور تیرے لئے یہ لڑکی کسی طرح حلال نہیں ہو سکتی لہٰذا تو خدا کا خوف کر اور اس ارادۂ نکاح سے باز رہ۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام شرعی فیصلہ دے کر اور حکم خدا سُنا کر واپس چلے گئے، ان کے جانے کے بعد اس عورت نے سخت غیظ و غضب کا اظہار کیا اور بادشاہ سے حضرت یحییٰؑ کی بے سر و پا برائیاں کیں اور ان کو صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ عورت جو چلتر دل کی بادشاہ ہوتی ہے اور جسے شیطان نے اپنا آلۂ کار بنایا ہوا ہے، وہ جب انتقام کی ٹھان لے تو پھر اسے اُس کے ارادے سے کوئی طاقت باز نہیں رکھ سکتی۔ چنانچہ یہاں بھی ایسا ہی ہوا۔ اس عورت نے جو کہ خود بھی پہلے سے بدکار تھی۔ "وکانت قتالۃ للانبیاء والصالحین" اور پہلے بھی انبیاء۔ بنی اسرائیل اور ان کے صالحین کو قتل کرا چکی تھی، ایک دن اپنی لڑکی کو ٹھیک ایسے موقع سے جبکہ بادشاہ شراب کے نشہ میں دھت تھا، بہترین لباس اور زیورات سے آراستہ کر کے اس کی خدمت میں پیش کیا اور تنہائی میں

اِسے چھوڑ کر خود چلی گئی اور اپنی لڑکی سے کہہ دیا" ان تسقیہ وتتعرض لہ فاذا راود ھا عن نفسھا ابت علیہ حتی یعطیھا ما تسالہٗ" کہ وہ بادشاہ کو شراب پلائے اور خود بھی اس کا ساتھ دے اور اپنے کو اس پر پیش کرے اور جب اچھی طرح اسے اپنی طرف مائل کرلے تو عین موقع پر انکار کردے اور اس وقت تک راضی نہ ہو جب تک وہ مُنہ مانگی مُراد دینے پر تیار نہ ہو جائے، پھر جب وہ پوچھے کہ کیا چاہتی ہے تو کہہ دے" یحییٰ بن زکریا کا سر"۔

چنانچہ اس نے ماں کی ہدایت پر پورا پورا عمل کیا اور عین موقع پر جب اُس نے پُوچھا" ماتسئلینی" تو چاہتی کیا ہے؟ تو اس نے کہا میں یہ چاہتی ہوں کہ" ان تبعث الی براس یحییٰ بن زکریا فی ھذ الطشت" کہ تو یحییٰ بن زکریا کا سر اس طشت میں یہاں منگوا دے، اُس نے کہا ویحلک سلینی غیر ھذا!" خدا تجھے غارت کرے اِس کے علاوہ کچھ اور مانگ" اس نے کہا ماسالت الا ھذا، میں تو اس کے علاوہ اور کچھ نہیں چاہتی اور نہ مانگتی ہوں۔

بالآخر بادشاہ پر عورت کی صورت شقاوت چھاگئی، اور اس نے حکم دے دیا کہ یحییٰ بن زکریا کا سر جلد سے جلد یہاں لایا جائے۔ حکم حاکم مرگ مفاجات فوج دوڑ پڑی اور حضرت یحییٰ علیہ السلام (جو اس وقت بروایت ثعلبی محراب عبادت میں تھے) کا سر کاٹ کر پیش کر دیا گیا۔" اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن"۔ مؤرخین کا بیان ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کا سر جب طشت میں رکھ کر دربار میں لایا گیا تو سر مبارک سے یہ آواز برآمد ہوئی" لا تحل لک" اے ملعون بادشاہ یہ لڑکی تیرے لئے ہرگز حلال نہیں ہے۔ (عرائس ثعلبی ص ۲۰۹، روضۃ الصفا جلد ۱ ص ۱۴۵ حیات القلوب جلد ۱ ص ۴۰۷ سفینۃ البحار جلد ۲ ص ۲۹۱) ایک روایت میں ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی شہادت آخری چہار شنبہ کو ہوئی ہے۔ جسے قرآن مجید نے" نحس مستمر" کہا ہے۔ روضۃ الصفا جلد ۱ ص ۱۴۵ میں ہے کہ خداوند عالم نے قتل یحییٰؑ کا بدلہ" خردوس" نامی بادشاہ کے ذریعہ سے ستر ہزار افراد موت کے گھاٹ اُتار دیئے گئے۔ ابن اثیر نے" جودرس" لکھا ہے جو گودرز سے معرب ہے اس سے مراد گودرز بن بلاش ہے جو ایران کے اشکانیہ خاندان کا سولھواں بادشاہ تھا۔" مؤرخ ذاکر حسین نے لکھا ہے کہ قتل یحییٰ کا عوض خدا نے اس طرح لیا کہ طیطوس (ٹائٹس قیصر روم) نے مملکت شام پر چڑھائی کر کے بیت المقدس کو برباد کیا اور گیارہ لاکھ بنی اسرائیل کو قتل کیا۔ (تاریخ اسلام جلد ۱ ص ۴۳۵)۔

شہادت حضرت یحییٰ علیہ السلام کا اثر

تواریخ اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو جب شہید کیا گیا اور ان کا سر کاٹ کر طشت میں رکھا گیا اور بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا تو سر سے مسلسل یہی آواز آ رہی تھی کہ یہ عورت تیرے لئے حلال نہیں ہے، پھر اس سر سے جو خون نکلا وہ جوش کھانے لگا۔ یہاں تک کہ طشت سے نکل کر زمین پر پہنچا اور وہاں سے چل کر شہر کے حدود تک پہنچ گیا۔ جو عرصہ دراز تک اُبلتا اور جوش کھاتا رہا۔

ایک روایت میں ہے "فلما اخذ واراس یحیٰی خنف اللہ بھا وباھلھا الارض عقوبۃ لھا بقتلھا یحیٰی علیہ السلام"، جب ان لوگوں نے ان کا سر کاٹ لیا تو خداوند عالم نے اس عورت اور اس کے گھر بار کو قتل یحییٰؑ کے سبب سے زمین میں دھنسا دیا۔ ایک روایت میں ہے "ان الشمس بکت علی یحییٰ اربعین صباحًا وکان بکاءھا ان طلعت دغربت حمراء" کہ حضرت یحییٰؑ کی شہادت پر آفتاب چالیس دن مسلسل روتا رہا اور اس کے رونے کی علامت یہ تھی کہ وہ طلوع اور غروب کے وقت سُرخ ہو جاتا تھا۔ (عرائس امام ثعلبی ص ۲۰۹ طبع مصر)۔

حضرتِ یحییٰؑ اور حضرتِ امام حُسینؑ کے حالات میں توافق

مؤرخین و محدثین کا بیان ہے کہ حضرت یحییٰؑ اور حضرت امام حُسین علیہ السلام کے حالات میں قدرے توافق ہے۔ اسی لئے حضرت سید الشہدا سفر کربلا میں بار بار حضرت یحییٰؑ کو یاد فرماتے تھے (۱) حضرت یحییٰؑ چھ ماہ میں پیدا ہوئے تھے۔ امام علیہ السلام بھی چھ ماہ میں متولد ہوئے تھے (۲) حضرت یحییٰؑ تحفظ احکام دین و شریعت کے لئے شہید ہوئے۔ حضرت امام علیہ السلام بھی تحفظ دین اور بقاء اسلام کے لئے درجۂ شہادت پر فائز ہوئے (۳) حضرت یحییٰؑ کا سر کاٹا گیا۔ حضرت امام حُسینؑ کا بھی سر کاٹا گیا (۴) حضرت یحییٰؑ کا سر تن سے جُدا ہونے کے بعد بولتا رہا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر بھی نوک نیزہ پر تلاوتِ کلام پاک کرتا رہا۔ (۵) حضرت یحییٰ علیہ السلام کی شہادت پر امور خارق عادات ظاہر ہوئے جیسے آفتاب کا رونا حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت پر بھی خارق عادت امور ظاہر ہوئے جیسے آسمان و زمین، شمس وغیرہ کا رونا اور خود خلاق عالم کا گریہ کرنا جس کا مظاہرہ شفق کی سرخی سے کیا گیا۔ (صواعق محرقہ) حضرت کامل کراروی فرماتے ہیں ؎

اگر سمجھے تو ماتم زا فضائے آسمانی ہے
شفق کہتے ہیں جس کو خونِ بےکس کی نشانی ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب ۳۷

حضرت جرجیس علیہ السلام

حضرت جرجیسؑ خدائے بزرگ کے مرسلہ نبی تھے اور دیگر انبیاء کی طرح منصوص معصوم افضل کائنات اور عالم علم لدنی تھے۔ نہایت نیک طینت، پاک باطن اور ہر حیثیت سے ممدوح و محمود تھے۔ فلسطین کے رہنے والے تھے، ایک بادشاہ پر مبعوث کئے گئے تھے جو موصل میں رہتا تھا اس کا نام "زادانہ" تھا وہ ایک بت کی پرستش کرتا تھا جس کا نام "افلون تھا، یہ بادشاہ بہت بڑا ظالم اور سرکش تھا۔ اس کی سلطنت شام تک پھیلی ہوئی تھی۔

حضرت جرجیسؑ بعثت کے بعد اس بادشاہ کے پاس تشریف لے گئے اور اس سے اپنے آنے کی غرض ظاہر فرمائی اور اس سے کہا، اے بادشاہ یہ دنیا چند روزہ ہے اس میں کوئی ہمیشہ کے لئے نہیں آتا، میں تجھے ہدایت کرنے کے لئے آیا ہوں اور اپنی طرف سے نہیں بلکہ خداوند عالم کی طرف سے آیا ہوں۔ سن اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ ہر عقلمند انسان کے لئے لازم ہے کہ اسی کے سامنے سر جھکائے اور کسی کو اپنی عبادت میں اس کا شریک نہ قرار دے، اے بادشاہ میری نصیحت قبول کر اور کسی غیر کی عبادت سے توبہ کر، اے بادشاہ یہ بت جو بنائے اور پوجے جاتے ہیں یہ اپنے ہاتھوں کے بنائے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان میں کسی قسم کی کوئی طاقت نہیں ہوتی نہ بول سکتے ہیں نہ سن سکتے ہیں، نہ کسی مخالف سے اپنا تحفظ کر سکتے ہیں، یہ بت ہیں اور ہر حال میں بت بنے بیٹھے رہتے ہیں، ان کی پرستش چھوڑ دے۔

یہ سن کر وہ گرج کر بولا، تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ اس ملک میں تمہارا کیا کام ہے حضرت جرجیسؑ نے فرمایا کہ اے بادشاہ میں رومی ہوں۔ فلسطین میں رہتا ہوں۔ تیری ہدایت کے لئے اللہ کی طرف سے مبعوث ہوا ہوں، مجھے ہدایت ہے کہ میں تجھے راہ راست پر لاؤں اور تیری اور تیرے ماننے والوں کی ہدایت کروں۔

اس نے جونہی یہ باتیں سُنیں آگ بگولہ ہوگیا۔ کہنے لگا کہ خیر اسی میں ہے کہ تم اس قسم کی باتیں نہ کرو اور خاموشی سے واپس چلے جاؤ ورنہ تمھارا حشر بگاڑ دوں گا، میں تمھاری ایک بات بھی ماننے کو تیار نہیں ہوں۔ حضرت جرجیسؑ نے فرمایا کہ بے نیل مرام میرے واپس جانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ مَیں تو تیری ہدایت کے لئے آیا ہوں اور اپنا فریضہ ادا کروں گا۔ چاہے اس سلسلہ میں مجھے کتنی ہی زحمت نہ گوارا کرنا پڑے۔ اس نے کہا کہ میں پھر تمھیں سمجھاتا ہوں کہ واپس چلے جاؤ اور پھر دوبارہ نہ آنا۔ حضرت جرجیسؑ نے فرمایا کہ تو خدائے واحد کی وحدانیت کا اقرار کرلے میں ابھی ابھی واپس چلا جاتا ہوں اس نے کہا کہ اس کا کوئی امکان نہیں ہے۔ حضرت جرجیسؑ نے فرمایا کہ پھر میں تو اپنا فریضہ ادا کردوں گا۔ اس نے کہا کہ اچھا تم اپنا فریضہ ادا کرو، مَیں اپنا فریضہ ادا کرتا ہوں، یہ کہہ کر اس نے حکم دیا کہ ان کو گرفتار کرلیا جائے۔ چنانچہ حضرت جرجیسؑ گرفتار کرلئے گئے پھر حکم دیا گیا کہ ان کو بھرپور اذیت پہنچائی جائے۔ اب کیا تھا "حکم حاکم مرگ مفاجات" اُن کو انسانیت سوز اذیتیں پہنچائی جانے لگیں۔ سب سے پہلے آپ کے جسم کو لوہے کی کنگھی سے کُھرچا گیا جس کی وجہ سے آپ کے جسم کا سارا گوشت ہڈی سے الگ ہوکر نکل گیا، پھر اس پر مستزاد یہ کہ زخمی جسم پر سرکہ ڈالا گیا۔ اور موٹے سخت کپڑے سے اُسے رگڑا گیا۔ پھر لوہے کی سلاخیں لال کرکے آپ کے جسم کو داغا گیا، اس کے بعد لوہے کی میخیں تیار کرکے آپ کے سر میں ٹھونکی گئیں۔ یہاں تک کہ سارا بھیجا بہہ کر باہر نکل آیا۔ پھر سیسہ پگھلا کر آپ کے بدن پر ڈالا گیا اور ایک نہایت وزنی سلاخ جسے اٹھارہ آدمی اٹھاتے تھے حضرت کے جسم مبارک پر رکھ دی گئی، یہ تمام مصائب دن بھر گزرتے رہے۔ مگر حکم خدا سے آپ زندہ رہے۔ مگر ظاہرًا آثار زندگی مفقود تھے۔ یہاں تک کہ رات ہوگئی، اہلِ زندان کا بیان ہے کہ جب سب تماشائی اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے تو خدا نے ایک فرشتہ کو حضرت جرجیسؑ کے پاس بھیجا اُس نے ہدایت صبر دی اور کہا کہ تم گھبراؤ نہیں صبر کرتے جاؤ، خدا تمھاری مدد کرے گا اور ہر حال میں تمھیں زندہ رکھے گا اور اس وقت تک زندہ رکھے گا جب تک مُدتِ حیات پُوری نہیں ہوتی، یہ کہہ کر اور انھیں تسلی دے کر فرشتہ چلا گیا۔

جب صبح ہوئی ظالم بادشاہ نے حضرت جرجیسؑ کو قید خانے سے بُلوا بھیجا اور حکم دیا کہ اسے اِتنے تازیانے مارو کہ یہ مرجائے۔ چنانچہ پُشت اور پیٹ پر بے شمار تازیانے لگائے گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت جرجیسؑ جب دربار میں دوسرے دن صبح کو پیش ہوئے تو جاتے ہی کہا کہ اے بادشاہ، خدائے وحدہٗ لاشریک پر ایمان لا۔

الغرض جب بادشاہ نے اُن کو قتل کرنے کی مختلف کوششیں کیں اور کامیاب نہ ہوا تو اپنے ممالک محروسہ کے حکام کو لکھ بھیجا کہ اپنے علاقے کے جادوگروں کو میرے پاس بھیجو، چنانچہ تمام جادوگر

آ گئے، پھر ان میں جو سب سے ماہر تھا اُس سے کام لیا گیا۔ حضرت جرجیسؑ جنھیں کل قید خانے میں کوڑے لگوانے کے بعد بھیج دیا گیا تھا، پھر قید خانے سے بُلوایا گیا۔ جب تمام ساحر جمع ہو چکے تھے، حضرت جرجیسؑ جب دربار میں پہنچے تو ساحروں میں جو سب سے زیادہ ماہر تھا اس نے آپ پر جادُو چلایا مگر حکمِ خدا سے آپ پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا، پھر حضرت کو زہر ہلاہل پلایا گیا مگر اُس سے کچھ نقصان نہ پہنچا۔

سب سے بڑے ساحر کا ایمان لانا

مؤرخین کا بیان ہے کہ جب جادُوگروں کا جادُو باطل ہو گیا اور زہر ہلاہل نے کچھ اثر نہ کیا تو بڑے جادُوگر نے کہا کہ ان کو جو زہر دیا گیا ہے وہ اتنا سخت اور خطرناک ہے کہ اگر اسے ساری دُنیا پر اتنی ہی مقدار میں استعمال کیا جائے تو تمام دُنیا اتنے زہر سے ہلاک ہو سکتی ہے، سب اندھے ہو سکتے ہیں اور سب کے جوڑ بند علیحدہ ہو سکتے ہیں۔ ان چیزوں کا حضرت جرجیسؑ پر چونکہ اثر نہیں ہے۔ اس لئے میں ان پر ایمان لاتا ہوں اور اقرار کرتا ہوں کہ خدا ایک ہے اور "جرجیسؑ" خدا کے بھیجے ہُوئے نبی ہیں، اور پتھر کے جتنے خدا سونے کے منبروں پر بیٹھے ہیں سب باطل ہیں۔ میں نے اب تک جتنے گناہ کئے ہیں ان سب سے توبہ کرتا ہوں اور خدائے جرجیسؑ سے پناہ اور مدد مانگتا ہوں
یہ دیکھ کر بادشاہ نے حکم دیا کہ اس ساحر کو قتل کر دیا جائے اور جرجیسؑ کو قید خانے میں بھیج دیا جائے پھر حکم دیا کہ ان کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں اور ان ٹکڑوں کو کنوئیں میں ڈلوا دیا جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

اِدھر حضرت جرجیسؑ کا جسم کنوئیں میں ڈالا گیا، اُدھر غضبِ الٰہی کو جوش آیا، سیاہ آندھی چلنے لگی۔ ابرِ سیاہ آسمان سے اُٹھا۔ بجلیاں چمکنے لگیں اور پہاڑ لرزنے لگے۔ بالآخر حضرت میکائیل نے کنوئیں پر جا کر آواز دی۔ اے جرجیسؑ اس خدا کے حکم سے اُٹھ جاؤ جس نے تمھیں پیدا کیا ہے۔ اور مستوی الخلقت بنایا ہے، حضرت جرجیسؑ، لباسِ حیات سے آراستہ ہو کر کنوئیں سے باہر نکل آئے اور دربار میں جا پہنچے۔

سپہ سالار اور اُس کے لشکر کا ایمان لانا

اور جا کر کہا اے بادشاہ مجھے خدا نے تیری ہدایت کے لئے مبعوث کیا ہے اور اب مجھے پھر بھیجا ہے کہ میں تجھے راہِ راست دکھلاؤں اور مجھ سے کہا کہ بُت پرستی چھوڑ دے اور خدائے وحدہٗ لاشریک کی عبادت کیا کر جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور جس نے تجھے شاہی دی ہے
یہ دیکھ کر سپہ سالارِ لشکر نے آگے بڑھ کر دربار میں کہا کہ اے جرجیسؑ میں گواہی دیتا ہوں کہ تمہارا ہی معبودِ برحق ہے اور دیگر خدا باطل ہیں اور میں اس کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ تم خدا کے نبی ہو تمھارا خدا جس نے تمھیں زندہ کر کے کنوئیں سے نکالا، وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ سپہ سالارِ لشکر کا یہ کہنا تھا کہ

اُس کی فوج کے چار ہزار سپاہی اُسی وقت ایمان لے آئے۔

بادشاہ نے جب اپنی فوج کا یہ حال دیکھا تو حضرت جرجیسؑ کو قید خانے میں بھجوا دیا اور اُن سب مومنوں کو موت کے گھاٹ اُتروا دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ اس نے اُن مومنوں کو نہایت اذیت ناک انداز میں سزا دے کر قتل کرایا تھا۔

اس کے بعد اُس نے پھر اُن کو دوسرے دن قید خانے سے بُلوایا اور حکم دیا کہ پیتل کی تختیاں آگ سے لال کر کے اُن کو زمین پر ڈال دیا جائے اور اُن پر حضرت جرجیسؑ کو لٹا دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ ایک لال تختی پر ان کو لٹا کر زنجیر سے باندھ دیا گیا اور سیسہ پگھلا کر اُن کے حلق میں ڈالا گیا اور لوہے کی میخیں ان کی آنکھ اور ان کے سر میں پیوست کی گئیں۔ پھر ان میخوں کو نکال کر ان میں سیسہ پگھلا کر ڈالا گیا، جب حضرت جرجیسؑ اس پر بھی ہلاک نہ ہوئے تو اُن کے جسم کو آگ میں جلا کر ان کی راکھ ہوا میں اُڑا دی گئی۔ لیکن حکم خدا سے میکائیل نے آواز دی اور تمام اجزا بدن جرجیسؑ مجتمع ہو گئے اور حضرت جرجیسؑ کے جسم کی تکمیل ہو گئی اور زندگی رگ وپے میں دوڑ گئی۔

حضرت جرجیسؑ پھر دربارِ شاہی میں

حضرت جرجیسؑ تندرست ہونے کے بعد پھر بادشاہ کے دربار میں تشریف لے گئے، بادشاہ اُس وقت دربار لگائے مسند نشین تھا۔ نبی خدا نے کہا کہ اے بادشاہ تو میرے ستانے کی طرف توجہ کے بغیر اپنی عاقبت کی طرف توجہ کر، یاد رکھ کہ اللہ کو ایک مانے بغیر عاقبت درست نہیں ہو سکتی خدا کو مان، اور پتھر کے خداؤں سے جلد چھٹکارا حاصل کر جو شیطان کی پیداوار ہیں۔

وہ ابھی بادشاہ کو ہدایت ہی کر رہے تھے کہ ایک شخص دربار میں کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ میرے پاس چودہ منبر اور ایک لکڑی کا خوان ہے، اور سب دو قسم کی لکڑیوں سے بنے ہیں ایک وہ جو پھل دار تھی اور دُوسرے وہ جو بلا پھل کی تھی، اگر تم نبی ہو تو اپنے خدا سے دُعا کرو اور وہ ان تمام سُوکھی لکڑیوں کو درخت کی صورت میں کر دے اور جو پھل دار درخت تھے ان میں پھل آ جائے، انھوں نے پُوچھا کہ اگر میں ایسا کر دوں تو پھر کیا ہو گا، اس نے کہا کہ میں تمہاری تصدیق کر دں گا، یہ سُن کر حضرت جرجیسؑ دربار ہی میں دو زانو بیٹھے اور خدا سے دُعا کی ان کا دُعا کرنا تھا کہ ساری لکڑیاں درخت کی صورت میں ہری بھری ہو گئیں اور پھلوں سے لد گئیں، یہ دیکھ کر بادشاہ خجل ہونے کے بجائے غصّے میں آ گیا۔ اور اُس نے حکم دے دیا کہ انھیں دو لکڑیوں کے درمیان رکھ کر آرے سے چیر دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کر دیا گیا۔ پھر حکم دیا گیا کہ فوراً ایک بڑے دیگ میں تیل، گندھک اور سیسہ ڈال کر پگھلایا جائے اور اس میں ان کے جسم کو ڈال کر اُبال ڈالا جائے۔ جب ایسا کیا گیا تو سارا جسم پگھل کر انھیں چیزوں میں مل گیا، اس ظلم سے زمین تاریک ہو گئی، خدا نے حضرت اسرافیل کو بھیجا اُنھوں

نے آکر ایک نعرہ لگایا، سب مُنہ کے بل گر پڑے اور دیگ اُلٹ گیا، پھر اسرافیل نے آواز دی اے جرجیسؑ بحکمِ خدا زندہ ہو جاؤ، چنانچہ وہ پھر زندہ ہو گئے

ایک عورت کا ایمان لانا

اور پھر اُس کے دربار میں پہنچے اور تبلیغ کی، اسی دوران میں ایک عورت نے کہا کہ اے بندۂ خدا میں غریب عورت ہوں، میرے پاس ایک گائے تھی وہ مرگئی ہے، آپ اُسے زندہ کر دیجئے میں آپ پر ایمان لاؤنگی حضرت نے اپنا عصا اسے دیا اور اُسے کہا کہ اسے لے جاکر اس کے جسم سے لگا اور آواز دے کہ "جرجیسؑ کہتا ہے کہ خدا کے حکم سے زندہ ہو جا" اُس نے ایسا ہی کیا اور وہ زندہ ہوگئی۔ اس کے فوراً بعد وہ عورت ایمان لے آئی۔ بادشاہ کو سخت غصہ آیا اور اس نے کہا کہ یہ ہماری مملکت میں تباہی ڈال رہا ہے۔ اس کے بعد بروایتِ ثعلبی اُس نے حضرت جرجیسؑ کو آگ سے جلوا کر اُن کی راکھ دریا میں ڈلوا دی۔ وہ لوگ جو راکھ لے کر دریا میں ڈالنے گئے تھے۔ اُنھوں نے ایک غیبی آواز سُنی۔ "یابحران اللہ یامرك ان تحفظ ما فیك من هذا الجسم الطیب" اے دریا تجھے خدا نے حکم دیا ہے کہ تو اس جسم پاک کی حفاظت کر۔" پھر انھوں نے دیکھا کہ ایک آندھی آئی اور دریا سے اجزائے جسم جرجیسؑ اُڑ کر ایک جگہ جمع ہو گئے۔ یہاں تک کہ وہ سر جھاڑتے ہوئے نمودار ہوئے۔ پھر اُن لوگوں نے جاکر بادشاہ سے یہ ساری باتیں بتائیں۔

یہ سُن کر بادشاہ سخت گھبرایا اور اس نے سمجھ لیا کہ جرجیسؑ میرے قابو کی شخصیت نہیں ہیں۔

بادشاہ کا سپر انداختہ ہونا اُس کی بیوی کا ایمان لانا اور حضرت جرجیسؑ کی بُت شکنی

بادشاہ نے تنہائی میں جرجیسؑ سے کہا کہ میں ایک شکل پیدا کرنا چاہتا ہوں جس میں دونوں کی بات بنی رہے اور وہ یہ ہے کہ تم مجھے یا میرے بتوں کو ایک بار سجدہ کرو اور ایک بکری نذر چڑھاؤ، حضرت جرجیسؑ نے کہا کہ تم بات اپنے مقام پر ٹھیک کہتے ہو، اچھا پہلے مجھے اپنے بُت خانے میں لے چلو تاکہ میں بُتوں کو دیکھوں، چنانچہ وہ انھیں ہمراہ لے جانے کے لئے تیار ہو گیا۔ لیکن چونکہ رات قریب تھی اس لئے فیصلہ ہوا کہ آج رات کو جرجیسؑ، خانہ بادشاہ میں قیام کریں گے۔ پھر دُوسرے دن بُتوں کو دیکھنے جائیں گے۔

الغرض حضرت جرجیسؑ رات کو بادشاہ کے گھر میں شب باش ہوئے، جب کچھ رات گذر گئی تو انھوں نے نہایت خوش الحانی کے ساتھ نماز کے بعد زبور کی تلاوت کی، اُن کی آواز سُن کر بادشاہ کی بیوی بے چین ہو گئی۔ اور اُس نے ان سے موقع پاکر اپنے ایمانی عقیدے کا اظہار کیا۔ حضرت جرجیسؑ نے اسے باقاعدہ دعوتِ ایمان دی اور وہ مومن ہو گئیں۔ باہمی فیصلہ یہ ہوا کہ اُس کا ایمان

ظاہر نہ ہونے پائے۔ مختصر یہ کہ جب صبح ہوئی بادشاہ اُن کو بُتوں کا سجدہ کرانے کی غرض سے ہمراہ لے کر بُت خانے میں گیا، وہاں انھوں نے دیکھا کہ پتھر کے خدا سونے کے منبر پر جمے بیٹھے ہیں، وہ قریب گئے اور ایک بڑے بُت کے ٹھوکر ماری وہ شکستہ ہو گیا اور اس کے اندر سے شیطان برآمد ہوا۔ حضرت جرجیس ؑ نے شیطان کی سرزنش کی اور وہ اُن سے جان بچا کر بھاگ گیا بُت کا ٹوٹنا تھا کہ بادشاہ نے کہا کہ اے جرجیس ؑ تم نے بڑی زیادتی کی ہے۔ تم یہاں کس مقصد کے لئے آئے تھے، اور تم نے یہاں میرے "لاؤلشکر" کی موجودگی میں کیا کیا؟ حضرت جرجیس ؑ نے فرمایا کہ اے بادشاہ میں نے یہ اس لئے کیا کہ تجھے معلوم ہو جائے کہ ان بتوں کا وجود بے معنی ہے، اے بادشاہ تو دیکھ رہا ہے کہ میری کوئی ہستی خدا کے سامنے نہیں۔ اگر یہ خدا ہوتے تو مجھ جیسے نادار کی ضرب سے چکنا چوُر نہ ہو جاتے۔"

یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ بادشاہ کی بیوی بول اُٹھی، اے جرجیس ؑ میں تمھارے خدا پر ایمان لاتی ہوں، بے شک وُہی معبُود ہے۔ پھر وہاں کے حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر بولی کہ سُنو، اگر تم نے جرجیس ؑ کی بات نہ مانی تو زمین دھنس جائے گی اور تم سب فنا ہو جاؤ گے۔ یہ دیکھ کر بادشاہ نے اپنی بیوی کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔ "ویحك یا اسکندرۃ ما السرع ما اضلك ھذا الساحر فی لیلۃ واحدۃ" اے اسکندرہ تجھ پر وائے ہو تجھے اس جادوگر نے ایک رات میں کس طرح بہکا دیا، حالانکہ میں سات سال سے اس کی سرکوبی کر رہا ہوں اور مجھ پر اس کا قطعاً کوئی اثر نہیں ہوا۔ اس نے جواب دیا کہ اے بادشاہ شرم کر تو کیا کہتا ہے، تو اس پر کیوں غور نہیں کرتا کہ تیرے بے پناہ مظالم کے باوجود وہ کس طرح تجھ پر غالب آیا ہے۔

اس کے بعد بادشاہ نے حکم دے دیا کہ اس عورت کو اسی خاردار آلۂ اذیت پر لٹا دیا جائے جو جرجیس ؑ کے لئے تیار کیا گیا ہے۔ چنانچہ اُسے لٹا دیا گیا، اس نے جرجیس ؑ سے کہا کہ اپنے خدا سے دُعا کرو مجھے سخت اذیت ہو رہی ہے۔ حضرت جرجیس ؑ نے دُعا کی اور وہ عورت ہنسنے لگی۔ پُوچھا گیا کیوں ہنس پڑی اس نے کہا دو فرشتے شاندار تاج لئے ہوئے آ گئے ہیں اور مجھے پہنا رہے ہیں۔ الغرض وہ وفات پا گئی اور جرجیس ؑ نے بتایا کہ تاج اسے پہنا دیا گیا ہے اور وہ فرشتوں کے ساتھ عالمِ بالا میں چلی گئی۔

حضرت جرجیس ؑ کی بددُعا

بادشاہ کی زوجہ کے وفات پاتے ہی حضرت جرجیس علیہ السلام نے بارگاہِ خداوندی میں دُعا کی، مالک میری موت کا زمانہ قریب ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ میری زندگی میں ان ظالموں اور متکبروں پر عذاب نازل ہو جائے۔ خدایا یہ بھی گذارش ہے کہ جو بھی کسی بلا اور مصیبت میں کبھی مبتلا ہو اور اس قسم کے جابروں کے پھندے

میں پھنس جائے اور میرے واسطے سے دُعا کرے تو اُس کی دُعا کو قبول کر لینا۔ مورخین کا بیان ہے کہ حضرت جرجیسؑ کی دُعا کے الفاظ ابھی ختم نہ ہونے پائے تھے کہ "امطر اللہ علیھم النار۔ خدا نے اُن پر آگ برسا دی۔

حضرت جرجیسؑ کی شہادت

آسمان سے آگ کا برسنا تھا کہ ظالموں نے غصے میں آکر آپ کو تباہی سے دو چار کر دیا اور وُہ وقت پُورے ہو جانے کی وجہ سے وفات پا گئے۔

مورخین کا بیان ہے کہ وہ تو شہید ہو گئے، مگر جو آگ برسنے کا سلسلہ شروع ہوا تھا تو عرصہ تک یہ سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ شہر کی تمام چیزیں جل کر راکھ ہو گئیں اور عرصہ دراز تک یہ ہوتا رہا کہ زمین سے آگ اور بدبُودار ہوا خارج ہوتی رہیں۔ مورخین کا یہ بھی بیان ہے کہ حضرت جرجیس علیہ السّلام کی محنت و مشقت اور عظیم قربانی کی وجہ سے بادشاہ کی بیوی اور اس کا عملہ دائرۂ اسلام میں داخل ہُوئے تھے۔ (عرائس ثعلبی صنہ ۲۴۴-۲۴۵ طبع مصر و حیات القلوب جلد ص ۸۸۸-۸۹۱ طبع لاہور، و تاریخ طبری جلد ۲ ص ۲۷۸-۲۸۰ طبع لکھنؤ)۔

ذائقہ ماتم المعروف بہ چہل مجلس شبیرؑ

مُصنفہ ذاکر آلِ عبا مداح سید الشہدا، سید وزیر حسین رضوی المشہدی۔ یہ نظم و نثر کی مشہور و معروف کتاب نہایت ہی نفیس ہے۔ احوالِ اہلبیتؑ سے بہرہ مند ہونے کے لئے تاثیر کامل رکھتی ہے یکم محرم سے لے کر چہلم تک کی سلسلہ وار مجالس درج ہیں۔ ہدیہ مناسب۔

بزمِ انیس

مرتبہ:۔ ماسٹر سید شریف حسین صاحب حیدر پانی پتی۔

اس کتاب میں خدائے سخن میر انیس اعلی اللہ مقامہٗ کے (۱۷) معرکتہ الآراء مرثیوں (۴۴) لاجواب سلاموں اور (۸۰) پاکیزہ رُباعیوں کا بیش قیمت انتخاب اور نہایت قابلِ قدر انمول مرثیوں کا خزانہ درج ہے۔ اس میں جناب میر ببر علی انیس اعلی اللہ مقامہٗ کی تصویر بھی موجود ہے۔ آفسٹ چھپائی۔ عمدہ کاغذ۔ سائز ۲۰×۳۰/۱۶ حجم ۲۵۶ صفحات۔ سرورق نہایت ہی خوبصورت۔ ہدیہ مناسب۔

ملنے کا پتہ:۔ امامیہ کُتب خانہ مُغل حویلی۔ اندرون موچی دروازہ لاہور ۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب ۳۸

حضرت خالد بن سنان علیہ السلام

حضرت خالد بن سنان علیہ السلام خدا کے بھیجے ہوئے نبی تھے اور وہ اسی طرح منصوص معصوم عالم علمِ لدنی اور افضلِ کائنات تھے جس طرح دیگر انبیا تھے۔ یہ بڑے عبادت گذار، خوش اخلاق اور کریم النفس تھے۔ خداوندِ عالم نے انھیں قبیلۂ عبس میں مبعوث فرمایا تھا اور وہ شہرِ عبس ہی کے رہنے والے تھے۔ اسی لئے ان کے نام کے ساتھ خالد بن سنان عبسی لکھا جاتا ہے۔ یہ اپنے علاقے میں مسلسل تبلیغ کر رہے تھے مگر کوئی ایمان نہ لاتا تھا۔

عبس میں ایک خطرناک آگ کا ظہور اور حضرت خالدؑ کا عظیم کارنامہ

مورخین کا بیان ہے کہ بلادِ عبس میں ایک غار سے وقت معیّن پر سالانہ ایک زبردست آگ نکلتی تھی اور تمام چیزوں کو جلا کر خاک کر دیتی تھی، نہ وہاں زراعت کی جا سکتی تھی، نہ عمارتوں کی تعمیر ہو سکتی تھی، نہ کسی قسم کی آبادی کا امکان تھا۔ کیونکہ وہ آگ جب نکلتی تھی سب کچھ تباہ کر ڈالتی تھی۔ اس علاقے کے لوگ سخت عاجز اور پریشان تھے مگر کچھ بنائے نہ بنتی تھی۔ حضرت خالدؑ بن سنان عبسی نے مبعوث ہونے کے بعد اُن سے کہا کہ میں اس آگ کو اگر بجھا دوں تو کیا تم ایمان لاؤ گے؟ ان لوگوں نے کہا کہ اگر آپ اتنا عظیم احسان ہم پر کریں گے تو ہم ضرور اس کے عوض میں آپ پر ایمان لائیں گے۔ حضرت خالدؑ نے کہا کہ میں وعدہ کرتا ہوں کہ جب یہ آگ برآمد ہو گی میں اس کو وہیں پہنچا دوں گا جہاں سے وہ نکلے گی۔ اور پھر ایسا کر دوں گا کہ وہ کبھی برآمد نہ ہو گی۔

غرضکہ وہ تبلیغ میں مصروف رہے اور ان لوگوں پر راہِ راست دکھانے کی سعی کرتے رہے مگر انھوں نے ان کی ایک نہ سُنی۔ لیکن ایسا ہوا کہ جس دن آگ اپنے پہاڑی غار سے نکلی اور طوفان کی طرح آگے بڑھی یہ سامنے آگئے اور انھوں نے اُسے اپنے دونوں ہاتھوں سے اسی غار کی طرف

اس طرح ڈھکیل دیا جس طرح کوئی سخت اور مجسم چیز ڈھکیلی جاتی ہے اور اسے پیچھے ہٹاتے ہوئے غار کے اندر لے گئے اور ساتھ ہی خود بھی غار کے اندر داخل ہو گئے۔ لوگوں نے خیال کیا کہ خالدؓ جل بھن کر خاکستر ہو گئے۔ اسی لئے برآمد نہیں ہوئے۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد واپس آئے اور بالکل صحیح و سالم تھے۔

غار سے نکلنے کے بعد انھوں نے اُن لوگوں سے کہا کہ ہم نے تمہاری بہت بڑی مصیبت تم سے ٹال دی ہے۔ اب تم اپنے وعدہ کے مطابق ایمان لاؤ، تو وہ ٹال مٹول کرنے لگے اور کوئی بھی ایمان لانے کے قریب نہ بھٹکا، ان کے اس طرزِ عمل سے حضرت خالدؓ بن سنان عبسی بہت تنگ دل ہوئے اور حد درجہ مایوس ہو گئے۔

علماء کا بیان ہے کہ اس آگ کو جو غار سے نکلا کرتی تھی اور جسے حضرت خالدؓ بن سنان عبسی نے خدائی قوت سے ہمیشہ کے لئے نیست و نابود کر دیا تھا "نار الحرثین" کہتے تھے، سیوطی کا بیان ہے کہ یہ آگ بڑی ظالم تھی اور اس کو فرو کرنا حضرت خالدؓ کا شاندار کارنامہ تھا۔ اس آگ کو "نار الحرثین" کہتے تھے اور اسے بہت سے شعراء نے بھی اپنے اشعار میں ذکر کیا ہے۔ خلید عربی کا ایک شعر یہ ہے۔

کنار الحرثین لها زفیر تصم مسامع الرجل السمیع

ایک روایت میں اس آگ کو "نار الحر ثان" بتایا گیا ہے۔

حضرت خالد کی وفات کا واقعہ

مورخین کا بیان ہے کہ حضرت خالدؓ نے آگ کو اپنی چادر کے ذریعہ سے غار میں پلٹانے کے بعد جب ان لوگوں سے کہا کہ "تؤمنون بی" اب تم مجھ پر ایمان لاؤ گے۔ "قالوا لا" ان لوگوں نے جواب دیا نہیں ہم تو ایمان نہ لائیں گے۔

یہ سُن کر انھوں نے کمالِ مایوسی کے ساتھ کہا کہ اچھا جب ایسا ہے اور اب بھی تم وعدوں کے باوجود ایمان نہیں لاتے تو پھر میں "مرا جاتا ہوں" اور تمھیں سوچنے کے لئے مہلت دیتا ہوں سُنو میں فلاں وقت وفات پاؤں گا۔ تم مجھے فلاں مقام پر دفن کر دینا، میری یہ موت احتجاج کے طور پر اس امر کا اظہار مقصود ہو گی کہ تم لوگوں نے بے وفائی کی ہے اور وعدہ وفائی نہیں کی تم نے وعدہ کیا تھا کہ آگ ٹل گئی تو ایمان لائیں گے مگر ایسا نہیں کیا اور ہمیں "ٹکا سا" جواب دے دیا ہے۔

دیکھو جب میں مر جاؤں تو تم اپنے کئے پر غور کرنا اور اپنے مستقبل کو سوچنا، یہاں تک کہ میں قبر سے برآمد ہوں اور سُنو۔ میری قبر سے برآمدگی اس طرح ہو گی کہ کچھ بھیڑیں میری قبر پر آئیں گی جن

میں جو دُم بریدہ ہوگی، یعنی جب ایسی صورت پیدا ہو تو تم مجھے قبر کھود کر نکال لینا، پھر جو جی چاہے پوچھنا۔ حضرت خالدؑ بن سنان نے یہ سب کچھ ان لوگوں سے کہہ کر لباسِ حیات اتار دیا اور موت کی چادر اوڑھ کر فوت ہو گئے، ان کی وفات کے بعد لوگوں نے انھیں سپردِ خاک کر دیا، اور مطمئن ہو کر بیٹھ گئے۔ پھر جب وہ وقت جس کی طرف انھوں نے اشارہ کیا تھا اور اُن کے کہنے کے مطابق بھیڑیں ظاہر ہوئیں تو کچھ لوگ اُن کی قبر کھود کر انھیں برآمد کرنے کے لئے گئے۔ جب قبر کے قریب پہنچے تو آپس میں کہنے لگے کہ اب یہ تو مر چکے ہیں اور کسی بھی مرے ہوئے مردے کو قبر سے نکالنا کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ عرب اسے بُرا خیال کرتے ہیں اور ہم پر طعنہ زنی کریں گے کہ قبر سے مُردے کو اکھاڑا ہے۔ لیکن انھیں میں سے کسی نے یہ بھی کہا کہ نہیں دیگر مرد و زن کی اور بات ہے اور ان کی اور بات ہے لہٰذا قبر کھودنا چاہیئے۔ مگر ان لوگوں کی اکثریت نے کہا کہ خواہ مخواہ کی باتیں کرتے ہو، جب تم ان کی زندگی میں ان پر ایمان نہیں لائے۔ "فکیف تومنون بہ بعد موتہ" تو اب ان کے مرنے کے بعد ایمان لانے کی کونسی توقع ہے اور تم کیسے ایمان لاؤ گے۔ "بہتر یہ ہے کہ ان کو اپنے حال پر چھوڑ دو" ولئن نبشتموہ لیکون علیکم" اور اگر نہیں مانتے اور قبر کھود کر ان کو نکالنا ہی چاہتے ہو، تو پھر تم جانو! آئندہ حالات کی ذمّہ داری تم پر ہوگی ہماری رائے یہ ہے کہ "فاترکوہ"، کہ انھیں چھوڑ دو اور ان کی قبر نہ کھودو "فاترکوہ"۔ پھر اس مقصد پر اتفاق ہو جانے کی وجہ سے ان کو قبر ہی میں چھوڑ کر چلے گئے۔

حضرت خالدؑ کی بیٹی حضرت رسُولِ کریمؐ کی خدمت میں

محدثین کا بیان ہے کہ ایک دن حضرت رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم، اپنے اصحاب کے جھرمٹ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ناگاہ ایک عورت کو آتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے فوراً اس کا خیر مقدم کیا اور اسے مرحبا کہہ کر اپنے پاس بٹھا لیا۔ پھر اصحاب کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ نبی خدا "خالدؑ بن سنان عبسی" کی بیٹی ہے اور اس کا نام محیاۃ ہے۔ اس کے بعد حضرت رسُولِ کریمؐ نے حضرت خالدؑ بن سنان کے صفات اور حالات و واقعات بیان فرمائے۔ (حیات القلوب جلد ۱ صفحہ ۸۹۲ طبع لاہور و سفینۃ البحار جلد ۱ صفحہ ۴۰۵ و نور المبین علامہ جزائری صفحہ ۵۱۵ ایک روایت میں ہے کہ نبی خدا حضرت خالد بن سنان عبسی کی بعثت زمانۂ فترت میں ہوئی تھی۔ (واللہ اعلم)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب ۳۹

حضرت حنظلہ بن صفوان علیہ السلام

حضرت حنظلہ علیہ السلام خالقِ کائنات کے بھیجے ہوئے برگزیدہ نبی تھے اور ان تمام صفات سے متصف تھے جن سے تمام انبیاء کا متصف ہونا لازمی ہے، وہ بڑے نیک سیرت، خوش اخلاق مہمان نواز اور نرم طبع تھے، خداوندِ عالم نے انھیں، آذربائیجان میں مبعوث فرمایا تھا، وہاں ایک نہر تھی جسے "رس" کہتے تھے یہ درخت صنوبر کی پرستش کرتے تھے۔ ان کی عورتیں عورتوں سے ساحقہ کرتی تھیں اور ان کے مرد مردوں کے ساتھ اغلام کیا کرتے تھے، ان کی عورتیں مردوں سے اور ان کے مرد عورتوں سے بے نیاز تھے، ان کا طریقہ تھا کہ وہ اپنی بیٹی ماں، بہن کو اپنے پڑوسیوں دوستوں کو استعمال کے لئے دے دیتے تھے۔ بروایتے وہ باکرہ لڑکیوں کو بھی پوجتے تھے۔ جب ایک لڑکی تیس سال کی ہو جاتی تھی تو اُسے مار کر دوسری کو تجویز کر لیتے تھے۔

علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ بحوالہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں کہ "قبیلہ بنی تمیم کے اشراف میں سے ایک شخص جس کا نام "عمرو" تھا۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں آپ کی شہادت سے تین روز پہلے حاضر ہوا اور عرض کی "مولا مجھے آگاہ فرمایئے کہ "اصحاب رس" کا کیا قصہ ہے؟ اور وہ کس زمانے میں تھے؟ اور کس مقام کے رہنے والے تھے؟ انکا بادشاہ کون تھا؟ خدا نے اُن کی جانب کسی پیغمبر کو بھیجا تھا یا نہیں؟ وہ کس طرح ہلاک ہوئے؟ اس لئے کہ ہم کتاب خدا میں ان کا ذکر تو پاتے ہیں۔ مگر ان کے حالات اس میں درج نہیں ہیں۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ تو نے وہ بات دریافت کی کہ تجھ سے پہلے کسی نے نہیں پوچھی تھی، اور میرے بعد کوئی ان کے حالات بیان بھی نہیں کر سکتا۔ مگر یہ کہ مجھ ہی سے روایت کرے گا، کتاب خدا میں کوئی آیت ایسی نہیں کہ جس کی تفسیر میں نہ جانتا ہوں، مجھے علم ہے کہ کونسی آیت کہاں نازل ہوئی، کس مقام پر نازل ہوئی، دن میں نازل ہوئی یا رات میں نازل ہوئی پھر اپنے

سینۂ مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس میں بے انتہا علم بھرا ہوا ہے۔ جس کے طلب کرنے والے بہت کم ہیں اور میرے بعد پچھتائیں گے کہ کیوں نہ حاصل کیا؟

اے برادران کا قصّہ یہ ہے کہ وہ ایک گروہ تھے جو درخت "صنوبر" کی پرستش کیا کرتے تھے جس کو "شاہ درخت" کہتے تھے، جسے "یافث بن نوحؑ" نے ایک چشمہ کے کنارے بویا تھا جسے "ردشتاب" کہتے تھے جو بعد طوفان، حضرت نوحؑ کے لئے جاری ہوا تھا، ان لوگوں کو "اصحاب رس" اس لئے کہتے تھے کہ انھوں نے خدا کے ایک پیغمبر (حنظلہؑ بن صفوان) کو زندہ دفن کر دیا تھا۔ وہ ایک نہر کے کنارے بارہ شہروں میں آباد تھے وہ نہر جس کو "رس" کہتے تھے وہ بلاد مشرق میں واقع تھی۔ جس کو اس زمانے میں "ارس" کہتے ہیں اور ان لوگوں کو اسی مناسبت سے اصحاب رس کہتے تھے، اس زمانے میں کوئی نہر میٹھے پانی سے لبریز اس نہر سے بہتر رُوئے زمین پر نہ تھی اور نہ اُن کے شہروں سے بہتر اور زیادہ آباد دنیا میں کوئی اور شہر تھا۔ ان کے شہروں کے نام (۱) آبان (۲) آزرودی (۳) بہمن (۴) اسفندار (۵) فروردیں (۶) اردی (۷) بہشت (۸) خورداد (۹) مرداد (۱۰) بتر (۱۱) مہر (۱۲) شہر پُور تھے۔

ان سب میں بڑا "اسفندار" تھا، جو ان کے بادشاہ کا پایۂ تخت تھا اور "ترکوز بن غابور بن بارش بن سازن بن نمرود بن کنعان بادشاہ تھا اور وہ چشمہ اور وہ درخت صنوبر اسی شہر میں واقع تھا اور ان شہروں سے ایک شہر میں اس درخت صنوبر کے تخمی پھل کے بیج بوئے تھے اور اس چشمہ سے جو بڑے صنوبر کے درخت کے قریب جاری تھا ایک نہر بنائی تھی جو ان درختوں کو سیراب کرتی تھی جو ان بیجوں سے اُگے تھے۔ یہاں تک کہ وہ سب درخت بڑے ہو گئے اور ان چشموں اور نہروں کے پانی جو اس چشمے سے نکالے گئے تھے۔ اپنے اور اپنے چوپایوں کے لئے حرام کر رکھا تھا اور ان چشموں کا پانی نہیں لیتے تھے اور کہتے تھے کہ ان چشموں کے پانی ہمارے خداؤں کی زندگی کا سبب ہیں اور مناسب نہیں کہ کوئی اپنے خداؤں کی زندگی کا پانی پی کر ان کی زندگی اور عمر کو کم کرے بلکہ وہ خود اور ان کے مویشی نہر رس سے پانی پیتے اور اسی کو استعمال کرتے تھے جس کے کنارے ان کے شہر آباد تھے۔

ان کا دستور تھا کہ ہر مہینے ایک ایک شہر میں عید منائی جاتی تھی اور جس شہر میں عید مناتے تھے۔ اس کے باشندے اس صنوبر کے پاس حاضر ہوتے جو ان کے شہر میں ہوتا اور اس پر ریشمی پردہ ڈالتے جس پر مختلف صورتیں بنی ہوتی تھیں اور گایوں اور بھیڑوں کو اس درخت صنوبر کے لئے قربانی کرتے تھے اور لکڑیاں جمع کر کے ان قربان گاہ پر لگا دیتے تھے۔ جب دھواں اور انکے بخارات ہوا میں بلند ہوتے اور آسمان چھُپ جاتا تو وہ سب رنج واندوہ اور غم و الم کرتے روتے اور گریہ وزاری

کرتے تاکہ وہ درخت ان سے راضی ہو۔ اس وقت شیطان آکر ڈیرہ جماتا اور درخت کے تنے سے ایک لڑکے کی سی آواز میں بولتا اور کہتا۔

"میرے بندو! میں تم سے راضی ہوا، تمھارے دل مسرور اور آنکھیں روشن ہوں"۔

یہ سُن کر وہ سجدے سے سر اٹھاتے، شراب پیتے اور دف وغیرہ بجاتے اور گاتے اور تمام رات دن عیش وعشرت میں مصروف رہتے پھر دوسرے دن اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے جاتے تھے۔

انھیں شہروں کے نام پر عجم کے لوگوں نے اپنے مہینوں کے یہ نام رکھے ہیں۔ چنانچہ آبان ماہ اور آذر ماہ وغیرہ ان شہروں کی مناسبت سے مہینوں کے نام ہیں۔ چونکہ ہر مہینہ میں کسی ایک شہر میں عید ہوتی تھی لہٰذا کہتے تھے کہ یہ فلاں شہر کی عید ہے' اور ان مہینوں کے نام ان شہروں کے نام پر مشہور ہوئے۔ اور جب ان کے سب سے بڑے شہر کی عید ہوتی تو چھوٹے بڑے اس شہر میں جاتے اور اس بڑے درخت صنوبر اور اس چشمہ کے پاس حاضر ہوتے اور ایک بڑا ریشمی پردہ جس پر طرح طرح کی صورتیں بنی ہوتیں اس درخت پر ڈال دیتے اور "سراپردہ" کے سامنے بارہ درگاہ بناتے کہ ہر درگاہ ان کے بارہ شہروں میں سے ایک شہر والوں کے لئے مخصوص تھی اور پردے کے باہر سے اس درخت صنوبر کو سجدہ کرتے اور اس کے واسطے قربانیاں کرتے۔ اتنی ہی قربانیاں جتنی ہر درخت کے لئے الگ الگ کرتے تھے، پھر ابلیس ملعون آکر اس درخت کو ہلاتا اور اس میں سے آواز دیتا اور ان سے کلام کرتا۔ ان سے وعدہ کرتا اور ان کو شیطانوں سے زیادہ امیدیں دلاتا جو دوسرے درختوں کے شیاطین ان کو امیدیں دلاتے تھے، پھر وہ لوگ سجدے سے سر اٹھاتے تھے اور خوب شراب پیتے اور عیش وعشرت میں بارہ روز تک تمام سال کے عہدوں کے برابر گذارتے پھر اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے جاتے ان کی یہ حرکتیں جو حد درجہ نازیبا تھیں جاری رہیں۔

یہاں تک کہ جب ان کا کفر وطغیان حد سے بڑھ گیا۔ خداوند عالم نے بنی اسرائیل میں سے ایک نبی (حضرت حنظلہؑ) کو مبعوث کیا جو ان کو خدا کی معرفت اور اس کی عبادت کی ہدایت کرتا لیکن وہ اس کی پیروی سے انکار ہی کرتے رہے، جب پیغمبر نے دیکھا کہ وہ اپنے کفر وضلالت میں غرق ہیں اور پیغمبر کی نصیحت وہدایت سے اپنے خواب غفلت سے بیدار نہیں ہوتے اور اپنی بھلائی ونیکی کی جانب رخ نہیں کرتے تو جب ان کے سب سے بڑے شہر کی عید کا زمانہ آیا تو نبی نے بارگاہِ الٰہی میں مناجات کی کہ خداوندا تیرے یہ بندے میری تکذیب اور تیری ذات سے انکار کے سوا کوئی امر نیک اختیار نہیں کرتے، مالک گذارش ہے کہ یہ جس درخت کو پوجتے ہیں تو اسے خشک کردے اور اپنی قوت وطاقت ان کو دکھا دے۔

اس دعا کا یہ اثر ہوا کہ دوسرے روز صبح کو ان گمراہوں نے دیکھا کہ ان کے تمام درخت خشک

ہوگئے ہیں جس سے وہ بہت پریشان اور خوفزدہ ہوئے اور ان میں دو گروہ ہو گئے۔ ایک کہتا تھا کہ یہ شخص جو خدائے آسمان و زمین کی پیغمبری کا دعویٰ کرتا ہے اُس نے جادو کر دیا ہے تاکہ تمہاری روزی جو تمہارے خداؤں کی جانب سے ملتی ہے، اپنے خدا کی جانب سے قرار دے اور دُوسرا گروہ کہتا تھا کہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ تمہارے خداؤں کو تم پر غصہ آگیا ہے اس سبب سے کہ یہ شخص حنظلہؑ ان کے عیوب بیان کرتا ہے اور ان کی مذمت کرتا ہے اور تم ان کو منع نہیں کرتے۔ اس سبب سے اپنی تازگی اور شگفتگی پوشیدہ کرلی ہے، تاکہ تم ان کی وجہ سے اس مرد (حنظلہؑ) پر غضبناک ہو اور اس سے انتقام لو۔

یہ سوچ کر ان گمراہوں نے حضرت (حنظلہؑ) کو قتل کرنے کا مشورہ کیا اور انھیں مار ڈالنے پر متفق ہوگئے۔ اس کے لئے سیسے کے بہت سے نلکے بنائے، بہت چوڑے اور کشادہ اور ایک دُوسرے میں جوڑ کر اس چشمۂ بزرگ کی تہ تک لے گئے اور ان نلکوں میں سے پانی نکال کر اسکے اندر گئے اور اندر ایک بڑا کنواں کھودا اور پیغمبر (حنظلہؑ) کو اسی کنوئیں میں ڈال کر اس کے مُنہ پر ایک بہت بڑا پتھر رکھ دیا اور باہر نکل آئے۔ پھر ان نلکوں کو چشمہ سے نکال لیا کہ پانی اس کنوئیں کے اوپر سے چشمہ کی سطح تک برابر جاری ہوگیا۔ اس وقت کہنے لگے کہ اب ہمارے خدا ہم سے راضی ہو گئے ہوں گے۔ کیونکہ انھوں نے دیکھ لیا کہ ہم نے اس شخص کو مار ڈالا جو ان کی مذمت کرتا تھا اور سب سے بڑے خدا (صنوبر) کے نیچے اس کو ہم نے دفن کر دیا، ممکن ہے اب ان کی تازگی و تراوٹ ہمارے واسطے واپس آجائے۔

پھر یہ ظالم اس روز تمام دن پیغمبر کے نالہ و فریاد کی آواز سُنتے رہے کہ وہ اپنے خدا سے دُعا کرتے تھے کہ "بارِ الٰہا تو میری اس تنگ جگہ کو اور میرے غم و اندوہ کو دیکھ رہا ہے۔ میری بیکسی اور بے چارگی پر رحم کر اور میری رُوح کو جلد قبض کرلے اور اس میں تاخیر نہ فرما، یہاں تک کہ وہ مظلوم پیغمبر رحمت الٰہی سے واصل ہوگئے۔۔۔ اس وقت حق تعالیٰ نے جبرئیل کو وحی کی کہ یہ میرے بندے بہت سرکش ہوگئے ہیں اور میرے عذاب سے ڈرتے نہیں اور بتوں کی عبادت کرتے ہیں اور انھوں نے میرے پیغمبر کو مار ڈالا، کیا یہ گمان کرتے ہیں کہ میرے عذاب کا رخ ان کی طرف نہ ہوگا اور کیا وہ میری حکومت اور بادشاہی سے نکل سکتے ہیں حالانکہ میں اپنے ہر نافرمان سے اور عذاب سے نہ ڈرنے والے سے ہمیشہ ناراض رہا ہوں مجھے اپنی عزّت و جلال کی قسم ہے کہ میں ان لوگوں کو اس طرح معذب کروں گا کہ تمام عالم کے لئے ان کا تماشہ ہوگا۔ غرضکہ وہ بدستور اپنی عید منانے میں مشغول تھے۔ ناگاہ ایک سُرخ ہوائے تند ان پر آئی۔ جس سے وہ سب حیران ہوگئے اور ڈر کر ایک دُوسرے سے لپٹ گئے، پھر خدا نے زمین کو ان کے پیروں کے نیچے جلتا اور پگھلتا ہوا گندھک

بنا دیا اور ایک سیاہ ابر ان پر چھا گیا، جس سے آگ برسنا شروع ہوئی جس نے ان کے بدنوں کو پگھلا کر پانی بنا دیا۔ جیسے سیسہ آگ میں پگھل کر پانی ہو جاتا ہے۔ حضرت امیرالمومنینؑ فرماتے ہیں "فنعوذ باللہ من غضبہ و نزول نقمتہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم" ہم اللہ کے ذریعہ سے اس کے غضب اور نزولِ عذاب سے پناہ مانگتے ہیں۔ بے شک ہر قسم کی قوت و طاقت صرف اللہ میں ہے جو نہایت ہی بزرگ و برتر ہے۔ (حیات القلوب جلد ۱ صـ ۶۸۲، سفینۃ البحار جلد ۱ صـ ۳۴۶، نور المبین علامہ جزائری صـ ۴۴۵، عرائس ثعلبی، تاریخ اسلام جلد ۱ صـ ۴۳۶) اصحاب رس کا واقعہ ایک دوسری روایت کی روشنی میں گزر چکا ہے۔

حضرات چہاردہ معصومین علیہم السلام کے تمام پاکیزہ حالاتِ زندگی

چودہ ستارے

معہ اضافہ

مؤلفہ

حجۃ الاسلام حضرت الحاج علامہ السید نجم الحسن صاحب قبلہ کراروی

ناظم اعلیٰ شیعہ مجلس علمائے پاکستان (پشاور)

ہم نے کتاب چودہ ستارے معہ اضافہ با تصویر آفسٹ پر طبع کرائی ہے اس میں ۱۱۲ صفحات کا اضافہ ہے۔ فہرست مضامین اور فہرست ماخذ بھی درج ہے ایران و پاکستان کے چھ علماء کی تقاریظ سے مزین ہے۔ ٹائیٹل پیج پانچ رنگ کے گرد پوشش سے آراستہ ہے۔

نوٹ:۔ کتاب "چودہ ستارے" خریدتے وقت امامیہ کتب خانہ لاہور کی مطبوعہ خریدیں۔ کیونکہ یہ ایڈیشن بالکل صحیح ہے۔ لکھائی چھپائی بہترین حجم ۶۰۸ صفحات۔ سائز ۲۶ × ۲۰/۸

ہدیہ قسم اوّل سفید کاغذ مجلّد

ملنے کا پتہ

امامیہ کتب خانہ مغل حویلی —— اندرون موچی دروازہ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب ۴۰

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جناب مریمؑ بنت عمرانؑ کے فرزند تھے، وہ دیگر انبیاء کی طرح منصوص من اللہ معصوم، افضل کائنات اور عالم علم لدنی تھے۔ لیکن اس امر میں متفرد تھے کہ جس طرح یہ معصوم تھے، ان کی والدہ حضرت مریمؑ بھی معصومہ تھیں۔

حضرت عیسیٰؑ کی ولادت

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حمل بطن حضرت مریمؑ میں امر رب سے جمعہ کے دن قائم ہوا تھا اور ان کی ولادت ۲۵ ذی قعدہ کو سہ شنبہ (منگل) کے دن ۴½ گھڑی دن چڑھے ہوئی تھی۔ یہ بنی اسرائیل کے آخری نبی اور حضرت موسیٰؑ پہلے نبی تھے۔ ان دونوں کے درمیان چھ سو نبی گذرے تھے۔ (حیات القلوب)

حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش کا واقعہ اور حضرت مریمؑ پر بہتان کی صفائی قرآن مجید کے الفاظ میں

حضرت مریمؑ جناب عمرانؑ کی بیٹی تھیں اور دعاؤں کے سہارے پیدا ہوئی تھیں، انھیں بیت المقدس کے لئے وقف کر دیا گیا تھا اور وہ شب و روز عبادت میں مشغول و مصروف رہا کرتی تھیں، مگر چونکہ ان کے بطن سے حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش مقدر ہو چکی تھی اور قدرت کا یہ منشاء تھا کہ لمس بشر کے بغیر حضرت عیسیٰؑ پیدا ہوں اس لئے امر رب سے حمل کا استقرار ہوا اور چونکہ پیدائش کا یہ طریقہ غیر متداول تھا اس لئے وہ لوگ جو قدرت رب پر یقین نہ رکھتے تھے، حضرت مریمؑ کے خلاف ٹھٹھ اٹھے اور ان پر بہتان باندھنا شروع کر دیا۔ ان تمام واقعات و حالات کو قرآن مجید نے بالتفصیل بیان کیا ہے، ارشاد ہوتا ہے۔

ترجمہ:۔ "واذکر فی الکتاب مریم الخ اے رسولؐ قرآن (کے سلسلہ) میں مریم کا (بھی) تذکرہ کرو کہ جب وہ اپنے لوگوں سے الگ ہو کر پورب کی طرف والے مکان میں (غسل کے واسطے)

جا بیٹھی۔ پھر اُس نے اُن لوگوں کے سامنے پردہ کرلیا تو ہم نے اپنی رُوح (جبرئیل) کو اسکے پاس بھیجا تو وہ اچھے خاصے آدمی کی صورت بن کر اُن کے سامنے آکھڑا ہوا (وہ اس کو دیکھ کر گھبرائیں) اور کہنے لگیں۔ اگر تو پرہیزگار ہے تو میں تجھ سے خدا کی پناہ مانگتی ہوں۔ (میرے پاس سے ہٹ جا) جبرئیل نے کہا کہ میں تو صاف تمہارے پروردگار کا پیغامبر (فرشتہ) ہوں تاکہ تم کو پاک (و پاکیزہ لڑکا عطا کروں، مریمؑ نے کہا کہ مجھے لڑکا کیونکر ہوسکتا ہے۔ حالانکہ کسی (مرد) نے مجھے چھوا تک نہیں ہے اور نہ میں بدکار ہوں، جبرئیل نے کہا کہ تم نے کہا ٹھیک، مگر تمہارے پروردگار نے فرمایا ہے کہ یہ بات (بے باپ کا لڑکا پیدا کرنا) مجھ پر آسان ہے تاکہ اس کو پیدا کرکے لوگوں کے واسطے (اپنی قدرت کی) نشانی قرار دوں اور اپنی خاص رحمت کا ذریعہ بناؤں اور یہ بات فیصل شدہ ہے غرضکہ لڑکے کے ساتھ وہ آپ ہی آپ حاملہ ہوگئیں، پھر اس کی وجہ سے لوگوں سے الگ ایک دُور مکان میں چلی گئیں۔ پھر جب (جننے کا وقت قریب آیا) تو دردِ زہ انھیں ایک کھجور کے سُوکھے درخت کی جڑ میں لے آیا اور بے کسی میں شرم سے کہنے لگیں۔ کاش میں اس سے پہلے مرجاتی اور ناپید ہوکر بالکل بھولی بسری ہوجاتی تب (جبرئیل نے) مریمؑ کے پائیں کی طرف سے آواز دی کہ تم کڑھو نہیں، دیکھو تو تمہارے پروردگار نے تمہارے قریب ہی نیچے ایک چشمہ جاری کردیا ہے اور خرمے کی جڑ (تنہ) پکڑ کر اپنی طرف ہلاؤ، تم پر پکے پکے تازہ خرمے جھڑیں گے۔ پھر شوق سے خرمے کھاؤ اور چشمے کا پانی پیو اور لڑکے سے اپنی آنکھ ٹھنڈی کرو، پھر اگر تم کسی آدمی کو دیکھو اور وہ تم سے کچھ پُوچھے تو تم اشارے سے کہہ دینا کہ میں نے خدا کے واسطے روزہ کی نذر کی تھی تو میں آج ہرگز کسی سے بات نہیں کرسکتی۔ پھر مریمؑ اس لڑکے کو اپنی گود میں لئے ہُوئے اپنی قوم کے پاس آئیں۔ وہ لوگ دیکھ کر کہنے لگے کہ اے مریمؑ تم نے یقیناً بہت بُرا کام کیا۔ اے ہارون کی بہن نہ تو تیرا باپ ہی بُرا آدمی تھا اور نہ تو تیری ماں ہی بدکار تھی۔ (یہ تُو نے کیا کیا) تو مریمؑ نے اس لڑکے کی طرف اشارہ کیا کہ جو کچھ پُوچھنا ہے اس سے پُوچھ لو۔ وہ لوگ بولے کہ بھلا ہم گود کے بچے سے کیونکر بات کریں (اس پر وہ بچہ قدرتِ خدا سے بول اُٹھا کہ میں بے شک خدا کا بندہ ہوں مجھ کو اسی نے کتاب (انجیل) عطا فرمائی ہے اور مجھ کو نبی بنایا ہے اور میں چاہے کہیں رہوں مجھ کو مُبارک بنایا اور مجھ کو جب تک زندہ رہوں نماز پڑھنے زکوٰۃ دینے کی تاکید کی ہے اور مجھ کو اپنی والدہ کا فرمانبردار (بنایا) اور الحمدللہ کہ مجھے سرکش نافرمان نہیں بنایا اور خدا کی طرف سے جس دن

میں پیدا ہوا ہوں اور جس دن مروں گا، مجھ پر سلام ہے اور جس دن دوبارہ زندہ اٹھا کر کھڑا کیا جاؤں گا۔ یہ ہے مریمؑ کے بیٹے عیسیٰؑ کا سچا سچا قصہ" فیہ تمترون" جس میں یہ لوگ خواہ مخواہ شک کیا کرتے ہیں۔ خدا کے لئے یہ کسی طرح سزاوار نہیں کہ وہ کسی کو بیٹا بنائے۔ وہ پاک و پاکیزہ ہے، وہ جب کسی کام کا کرنا ٹھان لیتا ہے تو بس اس کو کہہ دیتا ہے کہ "ہو جا" تو وہ ہو جاتا ہے۔ (پ۱۶ سورۂ مریم رکوع ۵)۔

ایک اور مقام پر پیدائش سے قبل بشارت کے طور پر فرمایا گیا ہے کہ اے مریمؑ خدا تم کو ایک کلمہ کی بشارت دیتا ہے جو مسیح عیسیٰؑ ابن مریمؑ کے نام سے موسوم ہو گا جو دُنیا و آخرت میں صاحب قدر و منزلت ہو گا اور خدا کا مقرب ہو گا۔

علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کو کلمہ اس لئے کہا گیا کہ وہ لفظ "کُن" سے باپ کے بغیر پیدا ہوئے یا اس لئے کہ ان کی خوشخبری پیغمبران ماسبق نے دی تھی یا اس لئے کہ ان کے کلام سے خدا نے لوگوں کی ہدایت فرمائی، اور مسیحؑ اس لئے فرمایا گیا کہ وہ خدا کی جانب سے برکت و میمنت اور گناہوں کی پاکی سے مسح کئے ہوئے تھے یا اس لئے کہ وہ اندھوں اور دیگر قسم کے بیماروں کو اپنے ہاتھ سے چھُو کر شفا دیتے تھے۔ عبرانی میں مسیحا تھا اور عربی میں مسیح قرار پایا۔ (حیات القلوب جلد ا ص۱۷)

پھر ارشاد ہوا کہ وہ گہوارے میں کلام کرے گا۔ حضرت مریمؑ نے عرض کی مالک میرے یہاں بچہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ جبکہ مجھے کسی بشر نے مَس نہیں کیا۔ خدا نے فرمایا کذالک اللّٰہ یخلق مایشاء اذا قضیٰ امراً فانما یقول لہ کن فیکون"۔ فرمایا کہ جب خدا چاہتا ہے باپ کے بغیر بھی بچہ پیدا کر دیتا ہے اور وہ لفظ کن سے کام لیتا ہے۔

اس امر میں اختلاف ہے کہ مریمؑ کس مقام پر تھیں کہ جبرئیل نے بشارت فرزندی دی۔ بعض علماء کا خیال یہ ہے کہ وہ گھر ہی میں ایک مقام پر غسل کرنے کے لئے غسلخانے میں گئی تھیں۔ بعض کا کہنا ہے کہ وہ بیت المقدس ہی میں تھیں، امام ابو اسحاق ثعلبی کا بیان ہے وہ پانی کے لئے ایک مقام پر گئی تھیں جو بیت المقدس کے مشرق میں ہے وہ لکھتے ہیں کہ حضرت مریمؑ اور ان کے چچا زاد بھائی حبیب نجار بیت المقدس کی خدمت کرتے تھے اور چونکہ وہاں پانی نہ تھا اس لئے وہ پانی لانے کے لئے یکے بعد دیگرے اس گڑھے کے پاس جاتے تھے جس میں پانی تھا اور جو قدرے بیت المقدس سے دُور تھا، ایک دن جب حضرت مریمؑ کا پانی ختم ہو گیا تو انھوں نے حبیب نجار سے کہا کہ چلو پانی لے آئیں۔ انھوں نے جواب دیا کہ ہمارے پاس ابھی گذارے بھر پانی ہے ہم تو نہیں جاتے۔ اگر تمہارا پانی ختم ہو گیا ہے تو تم جا کر لے آؤ۔

حضرت مریمؑ تنہا پانی لینے کے لئے چلی گئیں، جب وہاں پہنچیں تو ایک خوبصورت شخص کو وہاں کھڑا

ہوا دیکھا، چونکہ تنہا تھیں اس لئے اُن کو کچھ بدگمانی سی پیدا ہوئی اور انھوں نے فوراً کہا کہ میں اللہ کے ذریعہ سے تجھ سے پناہ مانگتی ہوں، اُس نے جواب دیا کہ گھبراؤ نہیں میں خدا کا بھیجا ہوا فرشتہ ہوں اس کا پیغام لے کر تمہارے پاس آیا ہوں اور پیغام تولید فرزند کا ہے۔ (عرائس ثعلبی ص۲۱) الغرض حضرت مریمؑ حاملہ ہوگئیں۔ لیکن حاملہ ہوتے ہی ان کو سخت شرمندگی دامن گیر ہوئی۔ ایک روایت میں ہے کہ حمل ہوتے ہی وہ کامل اور مکمل ہوگیا۔

حضرت مریمؑ کو تولیدِ عیسیٰؑ کے لئے بیت المقدس سے باہر جانے کا حکم

امام ابواسحاق احمد بن محمد ابراہیم ثعلبی لکھتے ہیں کہ جب حضرت مریمؑ کے بطن سے حضرت عیسیٰؑ کی ولادت کا وقت آیا، تو خداوندِ عالم نے وحی کی کہ اے مریمؑ یہ زچہ خانہ نہیں ہے۔ یہ عبادت خانہ ہے یہ اللہ کا گھر ہے، اسے پاک و پاکیزہ بنایا گیا تاکہ اس میں عبادت کی جائے"۔ فابرزی الی موضع تادین فیہ" یہاں سے نکل جاؤ اور کسی مناسب موضع میں جگہ پکڑو" چنانچہ حضرت مریمؑ بیت المقدس سے باہر چلی گئیں۔ (عرائس ثعلبی ص۲۱)۔

حضرت مریمؑ سے جُلاہوں کا مذاق کرنا

مورخین کا بیان ہے کہ حضرت مریمؑ بیت المقدس سے اس وقت نکلیں جبکہ دردِ زہ میں مبتلا ہو چکی تھیں اور سخت پریشانی اور تکلیف کی حالت میں ایک طرف جا رہی تھیں اور وہ چاہتی تھیں کہ پناہ کی جگہ مل جاتے۔ بروایت علی بن ابراہیم قمی وہ تیزی سے نکل جانا چاہتی تھیں۔ لیکن چونکہ اس دن بنی اسرائیل کے بازار کا دن تھا اس لئے ان کا گزر بازار سے ہوا، وہ جُلاہوں کی طرف سے گزریں، اُس زمانے میں یہ پیشہ شریف ترین پیشہ سمجھا جاتا تھا، وہ جُلاہے نیلے خچروں پر سوار تھے حضرت مریمؑ نے ان سے پوچھا کہ خرمہ کا خشک درخت کہاں ہے۔ ان لوگوں نے انسانیت کے ساتھ جواب دینے کے بجائے ان سے مذاق کیا اور انھیں جھڑک دیا، حضرت مریمؑ نے اسی جگہ بددعا دی اور کہا خدا تمہارے پیشے کو ذلیل کرے اور تم لوگوں کو بھی ہمیشہ خوار رکھے، اسی وقت سے یہ پیشہ جو پہلے شریف تھا ذلیل ہوگیا اور جُلاہے معاشرے میں ذلیل سمجھے جانے لگے۔ پھر وہ وہاں سے آگے بڑھیں اور تاجروں کے ایک گروہ سے ملیں اور ان سے پوچھا کہ خرمہ کا خشک درخت کہاں ہے انھوں نے صحیح صحیح نشان دہی کر دی۔ حضرت مریمؑ نے اُن کو دُعا دی اور کہا خدایا تاجروں کو باعزت قرار دے۔ چنانچہ آج بھی تاجر عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ غرضکہ جب وہ درخت کے قریب پہنچیں حضرت عیسیٰؑ کی ولادت ہوئی، جب ان کی نظر حضرت عیسیٰؑ پر پڑی کہا کاش میں اس سے قبل ہی مرگئی ہوتی اور یہ دن نہ دیکھتی۔ ان کے اس کہنے پر حضرت عیسیٰؑ نے کہا اے مادرِ گرامی آپ کیوں غم کرتی

ہیں۔ تمھارے پروردگار نے تم کو بہت کچھ دیا ہے۔ تم جس جگہ بیٹھی ہو اس کے نیچے نہر ہے۔ جو تمھارے لئے پانی کی ہر طرح کفالت کرے گی۔ امام محمد باقر علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ نہر جس میں فوری طور پر پانی آگیا تھا، وہ عرصہ دراز تک خشک پڑی تھی۔ قرآن مجید میں ہے کہ مریمؑ سے کہا گیا کہ اس خشک درخت کو ہلاؤ تم کو تازہ پھل ملیں گے۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ یہ درخت ہمیشہ سے خشک تھا۔ خدا نے اس میں پھل پیدا کر دیئے۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ زچہ کے لئے سب سے بہتر غذا خرمہ ہے۔ اسی لئے حضرت مریمؑ کو خرمہ کے درخت کی طرف رہبری کی گئی تھی۔ (حیات القلوب جلد ا صنے۲)۔

حضرت عیسیٰؑ کا مقامِ ولادت

امام ابو اسحاق احمد بن محمد ابراہیم الثعلبی اپنی کتاب قصص الانبیاء الموسوم بہ عرائس مطبوعہ مصر کے صنا۲۱ پر لکھتے ہیں کہ حضرت مریمؑ جب حاملہ ہوئیں اس وقت ان کی عمر ۱۳ یا ۱۵ سال کی تھی پھر صنا۲۱ پر لکھتے ہیں کہ اس وقت جب کہ حضرت مریمؑ کی عمر ۲۰ سال تھی وہ حاملہ ہوئیں۔ پھر جب ان کو دردِ زہ نے ستایا تو انھوں نے خرمہ کے ایک خشک درخت کی طرف پناہ لی، جس میں شادابی نہ تھی اور بالکل سوکھا ہوا تھا۔ لیکن اسے ملائکہ گھیرے ہوئے تھے۔" دکانت تلك النخلة فی موضع یقال لہ" بیت لحم" اور وہ خرمے کا خشک درخت اس مقام پر تھا جسے" بیت لحم" (یروشلم) کہتے ہیں، فلما خرج من بطن امہ ناداھا دکلمھا" پھر جب وہاں حضرت عیسیٰؑ پیدا ہو گئے تو انھوں نے اپنی ماں سے کہا کہ آپ کے نیچے ایک نہر ہے جس میں اب پانی آگیا ہے۔ آپ پریشان نہ ہوں اور اسے استعمال کریں۔ چنانچہ حضرت عیسیٰؑ نے اپنی ایڑیاں رگڑیں اور چشمہ جاری ہو گیا۔ اس چشمے کی صفت یہ تھی کہ حضرت مریمؑ جب اس کا پانی پیتی تھیں تو نہایت ہی سرد ہوتا تھا اور جب دیگر کاموں میں استعمال کرتی تھیں تو گرم ہوتا تھا۔ الخ

امام ثعلبی کے بیان سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ بیت اللحم میں پیدا ہوئے تھے۔ لیکن علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ کی روایت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کی ولادت مقام کربلا میں ہوئی تھی۔ وہ لکھتے ہیں کہ آیت میں "مکاناً قصیاً"، یعنی دُور کے مکان میں جو حضرت عیسیٰؑ کی ولادت بتائی گئی ہے۔ اس سے کربلائے معلیٰ مراد ہے وہ آنِ واحد میں دمشق سے کربلا آئی تھیں اور ولادت کے فوراً بعد واپس چلی گئی تھیں۔ نیز آیت" داوینٰھما الی ربوۃ ذات قرار د معین"۔ (عیسیٰؑ و مریمؑ کو ہم نے ایک مقام بلند پر جگہ دی جو زیادتی پھل اور آبادی اور چشمہ جاری کی وجہ سے محل استقرار تھا) میں ربوہ سے مراد نجفِ اشرف کی پہاڑی ہے اور معین سے مراد نہر فرات ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام ارشاد فرماتے ہیں کہ جب حضرت عیسیٰؑ کا حمل ظاہر

ہوا جناب مریمؑ اس وادی میں تھیں، جہاں پانچ سو باکرہ لڑکیاں عبادتِ خدا کرتی تھیں اور ان کے حمل کی مدت نو گھڑی تھی۔ جب درد زہ نے اُن کو بے چین کیا، محراب عبادت سے نکلیں اور گھر آئیں جو ان کا دیر تھا وہاں سے درخت خرمہ کے پاس پہنچیں جو خشک تھا۔ وہاں حضرت عیسٰےؑ پیدا ہوئے۔ وہ درخت، خرمائے عجوہ کا تھا، ایک روایت میں ہے کہ ربوہ سے نجف اشرف اور سواد کوفہ وکربلا مُراد ہے اور قرار سے مسجد کوفہ اور معین سے نہر فرات مراد ہے، حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ حضرت جبرئیل حضرت مریمؑ کے لئے جنت سے "خرمائے صرفان" کی جنس سے خرمے لائے تھے۔ جب انھوں نے انھیں کھایا تو حاملہ ہوگئیں یعنی امر رب کی تکمیل ان خرموں کے ذریعہ سے ہوگئی۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت مریمؑ و عیسیٰؑ کا مکان اس جگہ تھا جس جگہ اب مسجد "براثا" ہے۔ حضرت علی علیہ السّلام نے اس جگہ دو رکعت نماز پڑھی تھی اور فرمایا تھا کہ یہ "زمین براثا"، خانۂ مریمؑ ہے۔ علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ "بہت سی معتبر اور صحیح حدیثیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کا محل ولادت فرات اور کوفہ وکربلا کے حوالی میں ہے (حیات القلوب جلد ۱ صفحہ ۲۲۸ طبع لاہور) بحمد اللہ مؤلف نے بیت المقدس، بیت اللحم، نجف اشرف کربلائے معلی اور دیگر مزارات کی ۱۹۶۴ء و ۱۹۶۶ء میں زیارت کی ہے۔

حضرت عیسیٰؑ کے حمل کی مدت

مورخین نے حضرت عیسیٰؑ کے حمل کی مدت میں اختلاف کیا ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ حمل اور وضع حمل میں ۹ ماہ بعض نے ۸ ماہ بعض نے چھ ماہ کا فاصلہ تھا۔ بعض نے نو گھنٹے بعض نے تین گھنٹے اور بعض نے صرف ایک گھنٹے کا فاصلہ بتایا ہے۔ (واللہ اعلم)۔

حضرت عیسیٰؑ کی ولادت سے شیطان کی پریشانی

مورخین کا بیان ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے پیدا ہوتے ہی دُنیا کے تمام بُت سرنگوں ہو گئے اور سارے عالم میں ایک خاص انقلابی کیفیت پیدا ہو گئی، یہ حالت دیکھ کر ابلیس کے وہ تمام چیلے جو دنیا میں پھیلے ہوئے تھے حیران ہو گئے اور انھیں یہ نہ معلوم ہو سکا کہ اس کی وجہ کیا ہے، کمال حیرانی کی وجہ سے یہ سب کے سب ابلیس کے پاس جمع ہونے شروع ہو گئے۔ یہاں تک کہ تھوڑی دیر میں اس کے لاکھوں چیلے آپہنچے، اس نے جب ان لوگوں کی آمد دیکھی تو ان سے پوچھا کہ کیا بات ہے کہ تم لوگ میرے پاس جمع ہو رہے ہو، ان لوگوں نے کہا کہ دُنیا اضطراب سے دوچار ہے۔ سارے عالم میں انقلابی کیفیت پیدا ہو گئی ہے اور معلوم نہیں ہوتا کہ اس کی وجہ کیا ہے اس نے کہا کہ مجھے بھی اس کا علم نہیں ہے، اچھا تم سب اسی مقام پر ٹھہر دیں میں جاتا ہوں اور معلومات فراہم کر کے ابھی آتا ہوں چنانچہ وہ روانہ ہوا اور اس نے تین گھنٹے میں زمین و آسمان کے تمام گوشوں

اور چپوں کا جائزہ لیا۔ مگر کوئی خاص بات معلوم نہ ہو سکی۔ یہاں تک کہ وہ اس مقام کی طرف سے گزرا جس جگہ حضرت عیسیٰؑ پیدا ہوئے تھے۔ وہاں اس نے دیکھا کہ بے شمار ملائکہ موجود ہیں اور سب کے سب اس علاقہ کو گھیرے ہوئے ہیں۔ وہ سمجھ گیا کہ اسی مولود کی ولادت امر عظیم ہے اور اسی کی وجہ سے انقلاب عظیم ہوا ہے۔ پھر اس نے کوشش شروع کر دی کہ مولود تک پہنچ کر اپنا عمل جاری کرے اور اس سے جو کچھ ممکن ہو وہ کرے۔ لیکن فرشتوں نے اسے قریب نہ پھٹکنے دیا، جب وہاں سے عاجز آگیا تو واپس اپنے گروہ میں آیا اور آ کر ان سے سارا ماجرا بیان کیا اور کہا کہ میں نے ساری دُنیا کو چھان ڈالا۔ بالآخر ایک مولود کی ولادت امر عظیم کی صورت میں معلوم ہوئی میں نے بڑی کوشش کی کہ اس کے قریب جا سکوں مگر فرشتوں کی کثرت نے مجھے اس کے قریب نہ جانے دیا اور سُنو" وما کان نبی اشد علی وعلیکم من ھذا المولود" آدمؑ سے اس وقت تک کوئی نبی اس سے زیادہ ہمارے اور تمہارے لئے سخت نہیں آیا۔ یعنی اس نبی کا وجود ہمارے اور تمہارے لئے نہایت تکلیف دہ ثابت ہوگا۔ (عرائس ص ۲۱۲)۔

ولادتِ عیسیٰؑ کے بعد نجومیوں کا ایک گروہ حضرت مریمؑ کی خدمت میں

سید ابن طاؤس نے ابن بابویہ کی کتاب النبوت سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو گبر کے بڑے لوگوں کا ایک گروہ احتراماً عیسیٰؑ و مریمؑ کو دیکھنے کے لئے آیا اور کہنے لگا کہ ہم وہ لوگ ہیں جو ستاروں اور احکامِ نجوم پر نظر رکھتے ہیں۔ جب یہ فرزند پیدا ہوا تو ہم نے دیکھا کہ بادشاہوں کا ایک ستارہ طالع ہوا ہے۔ جب ہم نے اس پر غور و فکر کیا تو معلوم ہوا کہ اس بچے کی بادشاہی پیغمبری کی بادشاہی ہے جو اس سے زائل نہ ہوگی۔ یہاں تک کہ خدا اس کو آسمان پر اٹھا لے گا۔ اور جب دنیا ختم ہو جائے گی تو اس کی بادشاہی آخرت کی ابدی بادشاہی میں منتقل ہو جائے گی۔ ہم لوگ مشرق سے آرہے ہیں اور اسی ستارے کی رہبری سے یہاں تک پہنچے ہیں۔ جب اس مقام پر ہم پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ وہ ستارہ اُس بچے کے اُوپر ٹھہر گیا، اس طرح ہم نے پہچانا کہ اے مریمؑ صاحب ستارہ آپ کا یہ فرزند ہے۔ ہم اپنے ساتھ ہدیے اس پر قربان کرنے کے لئے لائے ہیں کہ دنیا میں کسی کے واسطے ایسی چیزیں نہیں لائی گئیں کیونکہ یہ ہدیے ہم نے اس بچے کے لئے مناسب اور موزوں سمجھے۔ یہ سونا مُر اور کندر ہیں۔ سونا دنیا دی سرمایہ ہے اور آپ کا فرزند بہترین مردم ہیں اور مُر زخموں اور بیماریوں اور دیوانگی میں شفا دینے والی چیز ہے۔ چونکہ آپ کا فرزند ان بیماریوں کا علاج کرنے والا ہوگا، اس لئے یہ اس کے لئے مناسب ہے اور کندر وہ ہے جس کا دھواں آسمان پر پہنچتا ہے اور کسی کا دھواں آسمان تک نہیں پہنچتا اور آپ کا فرزند چونکہ

آسمان پر جائے گا۔ لہٰذا یہ اس کے واسطے مناسب اور موزوں ہے۔ (ترجمہ حیات القلوب جلد ۱ صفحہ ۲۹) امام ثعلبی نے اس واقعہ کو اس طرح لکھا ہے کہ نجومیوں کا ایک گروہ ان مذکورہ ہدایہ کو لے کر روانہ ہوا، تو راستے میں ایک بادشاہ سے ملا۔ اس نے اس طرف سے جانے کا سبب پوچھا تو اس گروہ نے کہا کہ کتاب دانیال میں ہم نے اس قسم کے ستارے کے طلوع کے بارے میں دیکھا تھا۔ جب یہ طالع ہوا تو ہم اب اس کے سہارے سے اس مولود تک جا رہے ہیں تاکہ یہ ھدایا اس کی خدمت میں پیش کریں۔ اس نے پوچھا کہ ان چیزوں کے لے جانے کی کیا وجہ ہے تو انھوں نے مذکورہ وجہ بیان کی، اس بادشاہ نے کہا کہ جب یہ ہدیہ پیش کرنے کے بعد واپس آنا تو مجھے اس کی تمام باتیں بتانا۔ ان لوگوں نے وعدہ کیا۔ پھر وہ سب وہاں سے رخصت ہو کر حضرت مریمؑ کے پاس پہنچے اور اُن سے ملاقات کر کے بات چیت کی اور ہدیے اُن کی خدمت میں پیش کئے۔ پھر وہاں سے واپس آئے، وہ لوگ اسی راستے پر جا رہے تھے کہ ایک شخص ملا اور اُس نے کہا کہ اب واپس جا کر اس بادشاہ سے نہ ملنا جس سے تم ملنے کا وعدہ کر آئے ہو۔ کیونکہ وہ اس مولود کا دشمن ہے "فانہ انما اراد قتلہ فانصرفوا فی طریق آخر" وہ حضرت عیسیٰؑ کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ تم سے ان کے حالات اور ان تک دسترس کا ذریعہ معلوم کرے۔ جب ان لوگوں نے یہ بات سُنی تو وہ سب دوسرے راستے سے اپنے وطن واپس چلے گئے۔ (عرائس صفحہ ۲۱۲)۔

حضرت عیسیٰؑ کے بِلا باپ کے پیدا ہونے کی وجہ

ابو بصیر راوی حدیث نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ مولا خدا نے ساری کائنات کو نر و مادہ سے پیدا کیا ہے۔ مگر حضرت عیسیٰؑ کو بلا باپ کے پیدا کیا اس کی کیا وجہ ہے، حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اس کا سبب اور اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ قادرِ مطلق کے کمال قدرت کو سمجھیں کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے کہ جس طرح چاہے پیدا کر سکتا ہے۔

حضرتِ عیسیٰؑ اور حضرتِ علیؑ

علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ بہت سی روایتوں میں عامہ اور خاصہ کے طریقہ سے منقول ہے کہ جناب رسُول خداؐ صلعم نے حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام سے ارشاد فرمایا کہ اے علیؑ تم عیسیٰؑ ابن مریمؑ کے مشابہ ہو، جن کے بارے میں بعض لوگوں نے غلو کیا کہ ان کو خدا اور خدا کا بیٹا کہنے لگے اور بعضوں نے ان سے دشمنی کی اور اس حد تک کی کہ ان کو معاذ اللہ زنا زادہ کہہ دیا اور یوسف نجار کا بیٹا بنا دیا اور یہ دونوں گروہ جہنم میں گئے اور ایک گروہ ان کے دین پر قائم رہا اور ان کو خدا کا بندہ اور اس کا رسُول سمجھتے رہے۔ اسی طرح یا علیؑ ایک گروہ تم کو

خدا کہے گا۔ اور ایک جماعت تم کو (معاذ اللہ) کافر کہے گی، اور یہ دونوں گروہ جہنم میں جائیں گے۔ اور جو لوگ تم کو خدا کا بندہ اور اس کے رسول کا خلیفہ سمجھیں گے، نجات پائیں گے۔

حضرت مریمؑ بنی اسرائیل میں

مورخین کا بیان ہے کہ ولادت حضرت عیسیٰؑ کے بعد حضرت مریمؑ حضرت عیسیٰؑ کو لئے ہوئے بنی اسرائیل کے درمیان آئیں۔ ان کا آنا تھا کہ چاروں طرف سے لعن طعن شروع ہوگئی، لوگوں نے بہتان کا طوفان کھڑا کر دیا۔ مردوں نے الگ الزامات لگائے، عورتوں نے الگ الزامات لگائے۔ لیکن حکمِ خدا سے حضرت عیسیٰؑ نے آغوشِ مادر میں کلام کر کے صفائی پیش کر دی، جیسا کہ شروع میں مذکور ہوا۔ بالآخر یہ سلسلہ جاری رہا اور سوال و جواب ہوتے رہے، یہاں تک کہ بروایت مجلسیؒ ستر عورتوں نے بہتان باندھا اور سوال و جواب کرنے والوں میں بادشاہِ وقت "قیدروس" بھی تھا۔ جس کا نام امام ثعلبی نے "ہردوس" لکھا ہے، وہ کچھ اس درجہ ان کے خلاف ہوگیا کہ ان کے قتل پر آمادہ ہو کر انھیں ختم کر دینا چاہا۔ "فبعث الله ملكا الى يوسف النجار واخبره بما اراد هردوس"۔ یہ حال دیکھ کر خداوندِ عالم نے ایک ملک کو یوسف نجار کے پاس بھیج کر ہردوس کے ارادے سے آگاہ کر دیا اور اس کو حکم دیا کہ، مریمؑ اور عیسیٰؑ کو لے کر مصر چلا جائے۔ واوحى الله الى مريم ان الحقى بمصر فان هردوس ان ظفر ياتيك قتله فاذا مات هردوس فارجعى الى بلادك"۔ اور حضرت مریمؑ کو وحی کی کہ تم مصر چلی جاؤ کیونکہ ہردوس تمہارے فرزند کا دشمن ہے جب موقع پائے گا اس کو قتل کر دے گا، پھر جب وہ مر جائے تو اپنے وطن واپس آجانا۔

حضرت مریمؑ کی بیت المقدس سے مصر کی طرف ہجرت

خداوندِ عالم کا حکم پاتے ہی حضرت مریمؑ بیت المقدس سے مصر کی طرف ہجرت کرنے پر آمادہ ہوگئیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو لے کر حبیب نجار کے ہمراہ مصر کے لئے ایک گدھے پر سوار ہو کر چل پڑیں۔ "حتى وردا ارض مصر" یہاں تک کہ مصر پہنچ گئیں۔ وہاں پہنچ کر انھوں نے اپنے گذرِ اوقات کا یہ انتظام کیا کہ السی کا کپڑا بننا شروع کیا اور سنبل کی فراہمی کا پیشہ اختیار کیا۔ (عرائس ص۲۱۳)۔

۹ ماہ کی عمر میں حضرت عیسیٰؑ استاد کی خدمت میں

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ ایک دن میں اتنے بڑھتے تھے جتنا عام بچے ایک ماہ میں بڑھتے ہیں۔

امام ثعلبی لکھتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ جب حضرت عیسیٰؑ نو ماہ کے ہوئے، لوگوں نے ان کو ایک معلم و مؤدب کے پاس لے جا کر بٹھا دیا۔ اس معلم نے حضرت

عیسیٰؑ کو تعلیم دینا چاہی اور اُس نے ان سے کہا کہ "کہو" بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، انھوں نے کہہ دیا۔ "پھر اس نے کہا، کہو" ابجد" فقال ھل تدری ما ابجد" حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ تو جانتا بھی ہے کہ ابجد کیا ہے؟ یہ سُن کر اُستاد نے ڈنڈا اُٹھایا کہ اس گستاخی کی سزا دے حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ "لا تضربنی" مجھے مار نہیں" اگر جانتا ہے تو بیان کر، اگر نہیں جانتا تو میں بیان کروں، معلّم نے کہا کہ اچھا بیان کر دے۔ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ سُن، الالف' لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ، الف سے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی طرف اشارہ ہے۔ والباء بھجت اللّٰہ، اور ب سے اللہ کی خوبیاں ہیں، والجیم، جلال اللّٰہ' اور ج سے اللہ کا جلال مراد ہے۔ والدال' دین اللّٰہ، اور "د" سے دین اللہ مُراد ہے۔ "ھوز" میں الھاء ھی جھنم و ھی الھادیۃ، ہ سے ہاویہ یعنی جہنّم مُراد ہے۔ "والواؤ" ویل لاھل النار" "و" سے اس کی طرف اشارہ ہے کہ اہلِ نار کے لئے ویل ہے۔ والزاء، زفیرا ھل جھنّم "ز" سے جہنّم والوں کی پُکار اور فریاد کی طرف اشارہ ہے۔ "حطی" حطت الخطایا عن المستغفرین، جو استغفار کریں گے ان کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ "کلمن" کلام اللّٰہ غیر مخلوق، اللہ کا کلام غیر مخلوق ہے۔ ولا مبدل لکلماتہ، اور یہ کہ اللہ کا کلام تبدیل نہیں ہوتا۔ "سعفص" صاع بصاع والجزاء بالجزاء" صاع کا بدلا صاع اور جزاء کے بدلے میں جزاء ہوگی۔ "قرشت" تقرشھم حین تحشرھم ای تجمعھم"، جب قیامت میں سب جمع ہوں گے۔ سب کو اپنے اعمال کا پتہ چل جائے گا۔

یہ سُن کر معلّم حیران رہ گیا اور اُس نے حضرت مریمؑ سے کہا" ایتھا المرأۃ خذی ابنك فقد علم ولاحاجۃ لہ الی المودب" کہ اے عورت اس اپنے بچّے کو لے جا، یہ خود پڑھا لکھا ہے اس کو معلّم اور مؤدب کی ضرورت نہیں ہے" ابو سعید خدری کا بحوالہ ارشادِ رسولؐ بیان ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے معلّم سے بسم اللہ پر بھی بحث کی تھی، جب معلّم نے کہا تھا کہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کہو تو انھوں نے پُوچھا کہ اس کے کیا معنی ہیں اور اس سے کیا مراد ہے، معلّم نے جواب دیا تھا "ما ادری" یہ تو میں نہیں جانتا تو حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا تھا کہ اگر تم نہیں جانتے تو مجھ سے سُن لو! "بِسْمِ اللّٰہ" سے مُراد یہ ہے" ب "سے بھا اللّٰہ "س" سے سنا اللّٰہ "م" سے مملکت اللّٰہ۔ یعنی اللہ کی خوبیاں اس کی بلندیاں اور عظمت مملکت مراد ہے۔ (عرائس ثعلبی صد ۲۱۴ طبع مصر)۔

حضرت عیسیٰؑ کا حُلیہ اور اُن کے بعض صفات

امام ثعلبی لکھتے ہیں کہ کعب الاحبار کا کہنا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ سُرخ و سفید

تھے۔ سر مناسب تھا اس میں کبھی تیل نہیں لگایا۔ وہ ہمیشہ ننگے پاؤں رہا کرتے تھے، بال اُن کے سر کے ہمیشہ بکھرے رہتے تھے۔ انھوں نے کبھی اپنے لئے گھر نہیں بنایا۔ نہ کبھی زر و جواہر سے دلچسپی لی ہے اور نہ اپنے لئے کپڑے بناتے ہیں۔ وہ صرف ایک دن کے کھانے کا بندوبست کرتے تھے۔ ان کا طریقہ یہ تھا کہ جب رات آتی تھی تو اپنے پیر صاف کرکے وضو کے بعد مصلّے پر چلے جاتے تھے۔ اور صبح تک اسی پر رہتے تھے، وہ بے پناہ زہد کے مالک تھے اور آخرت کی طرف ہمہ تن متوجہ رہتے تھے، وکان حریصاً علی عبادۃ اللّٰہ" وہ عبادت خدا میں بڑے حریص تھے۔ انھیں سیاحت سے بڑی دلچسپی تھی، ان کو خدا نے مُردہ زندہ کرنے اور کور مادرزاد کو بینا بنانے اور مبروص کو شفا دینے کی صفت سے متصف کیا تھا، ان کو خدا نے یہ طاقت وصلاحیت بھی دی تھی کہ وہ ان چیزوں کو بتا دیتے تھے۔ جو لوگ اپنے گھروں میں کرتے تھے اور لوگ جو گھر میں کھاتے تھے یہ اس سے بھی آگاہ ہو جاتے تھے۔ وکان یمشی علی وجہ الماء فی البحر" اور سطح آب پر اس طرح چلتے تھے جس طرح لوگ زمین پر چلتے ہیں (عرائس) حضرت رسُولِ خداؐ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عیسٰیؑ کو شب معراج دیکھا ہے وہ میانہ قد تھے اور ان کے سر کے بال گھونگھر والے تھے اور ان کا رنگ سُرخ وسفید تھا۔ (حیات القلوب)۔

حضرت عیسٰیؑ کے نسلِ ابراہیمؑ میں ہونے کی بحث

حضرت عیسٰیؑ کے نسل ابراہیمؑ میں ہونے کا مسئلہ قرآن مجید نے واضح طور پر حل کر دیا ہے اور یہ بتا دیا ہے کہ باپ کے بجائے ماں کی طرف سے حضرت عیسٰیؑ ذریت ابراہیمؑ میں شامل ہیں یعنی سلسلۂ نسب ماں کی طرف سے قائم ہوا ہے، ارشاد ہوتا ہے۔ ومن ذریتہٖ داؤد وسلیمان وایوب ویوسف وموسٰی وھارون و زکریا ویحیٰی وعیسٰی والیاس الخ (پ۷ رکوع ۱۶ سورۂ انعام)۔

اس آیت کو دیکھنے کے بعد کسی کو بھی امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے ذریتِ رسُولؐ میں ہونے پر شک وشبہ نہیں ہونا چاہیئے۔

حضرت عیسٰی علیہ السّلام کی بعثت

یہ ظاہر ہے کہ نبی ہر حال میں نبی ہوتا ہے۔ وہ چاہے بطن مادر میں ہو یا آغوش مادر میں، حضرت عیسٰیؑ جب پیدا ہوئے تو نبی تھے جس کا قرآن مجید نے ذکر کیا ہے۔ البتہ ان کو درجۂ رسالت بعد میں ملا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عیسٰیؑ تین سال کی عمر میں رسُول ہو گئے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ وہ سات سال کی عمر میں رسُول ہوئے تھے۔ ہم اس مقام پر دونوں روایتیں لکھتے ہیں۔ پہلی روایت یہ ہے، صفوان نے حضرت امام رضا علیہ السّلام سے عرض کی کہ مولا، خدا

مجھے وُہ روز نہ دکھلائے جس روز آپ دُنیا میں نہ ہوں، اگر ایسا ہوا تو ہمارا امام کون ہو گا؟ تو حضرت نے امام محمد تقی علیہ السّلام کی طرف اشارہ کیا جو آپ کے پاس کھڑے تھے۔ صفوان نے کہا کہ مولا یہ تو ابھی تین سال کے ہیں۔ فرمایا کیا حرج ہے۔ عیسیٰؑ نے تو پیغمبری کی جبکہ وہ تین سال کے تھے۔

دوسری روایت یہ ہے کہ کسی شخص نے حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام سے پُوچھا کہ حضرت عیسیٰؑ نے گہوارہ میں جب کلام کیا تو کہا کہ اس وقت اپنے اہلِ زمانہ پر حجت خدا تھے۔ فرمایا ہاں پیغمبر اور حجتِ خدا تھے۔ مگر رسُول نہ تھے یعنی تبلیغ پر مامور نہ تھے۔ کیا تم نے نہیں سُنا کہ خدا فرماتا ہے کہ عیسیٰؑ نے گہوارے میں کہا" انی عبد اللہ اتانی الکتاب وجعلنی نبیا"۔ میں خدا کا بندہ ہوں اُس نے مجھے کتاب عطا کی ہے اور نبی بنایا ہے، راوی نے پُوچھا کہ اس وقت زکریاؑ بھی حجّتِ خدا تھے؟ فرمایا کہ اس حال میں لوگوں کے لئے خدا کی ایک دلیل تھے اور مریمؑ کے لئے رحمتِ خدا تھے کہ لوگوں کی بدگمانی کے مقابلہ میں حضرت مریمؑ کی پاک دامنی کی گواہی دی اور پیغمبر اور حجّتِ خدا تھے۔ ان لوگوں پر جنھوں نے ان کے کلام کو اس وقت سُنا۔ پھر وہ خاموش ہوگئے اس کے بعد جب زکریاؑ خدا سے واصل ہوگئے تو اُن کے قائم مقام حضرت یحییٰؑ ہُوئے۔ اُن کو ان کی میراث اور حکمت حاصل ہُوئی۔ جب کہ وہ لڑکے اور عمر میں بہت چھوٹے تھے، جب عیسیٰؑ سات برس کے ہُوئے، پیغمبری اور رسالت کا آپ نے دعویٰ کیا اور ان پر خدا کی وحی نازل ہُوئی، تو حضرت عیسیٰؑ جناب یحییٰؑ اور تمام لوگوں پر حجّتِ خدا ہُوئے، اور آدمؑ کی پیدائش سے دُنیا کے ختم ہونے تک زمین کبھی حجّتِ خدا سے خالی نہیں رہی۔ (حیات القلوب) ایک روایت میں ہے کہ حضرت عیسیٰؑ تیس سال کی عمر میں مبعوث برسالت ہوئے تھے۔ (تاریخِ اسلام ذاکر حسین جلد ۱ ص ۱۶۳ طبع دہلی)۔

عالمِ طفلی میں حضرت عیسیٰؑ کے وہبی کمالات کا مظاہرہ

حضرت عیسیٰؑ علیہ السّلام کی تولید میں جس طرح انفرادیت ہے اسی طرح ان کے کمالات کے اظہار میں بھی انفرادیت پائی جاتی ہے۔ یوں تو تمام انبیاء کمالات سے بھرپور ہوتے تھے۔ اور ان سے خارق عادات کا بوقتِ ضرورت اس طرح ظہور ہوتا تھا کہ دُنیا حیران رہ جاتی تھی۔ لیکن حضرت عیسیٰؑ کے ہاں کمالات کا اظہار بچپنے ہی سے شروع ہو گیا تھا، وہ بطنِ مادر میں بولے تھے، پیدائش کے بعد بولے اور کمسنی میں اظہارِ کمالات کیا ہے۔

میزبان کے مالِ مسروقہ کی برآمدگی

امام ثعلبی اور علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت مریمؑ جب حضرت عیسیٰؑ کو لے کر مصر پہنچیں اور

وہاں ایک دہقان کے گھر قیام کیا، تو ابھی چند ہی دن ان کے قیام کو گزرے تھے کہ ایک شب میں اس کے گھر میں چوری ہوگئی اور اس کی ساری دولت غائب ہوگئی۔ میزبان اس واقعہ سے بے حد مضطرب اور پریشان ہوا، اور اس کے دل میں ان تمام فقراء ومساکین کی طرف سے شکوک پیدا ہوگئے۔ جو اس کے گھر میں مقیم تھے۔ نیز اس کا خیال مہمانوں کی طرف سے بھی کچھ مشکوک سا ہو گیا۔ یعنی چور نے چوری کی اور مشکوک سب ہوگئے۔ یہ دیکھ کر حضرت مریمؑ کو بڑا دکھ ہوا، اور وہ خاموش رہنے لگیں۔ ایک دن حضرت عیسیٰؑ نے اپنی ماں سے خاموشی کا سبب دریافت کیا، تو انھوں نے فرمایا کہ بیٹا اس کی چوری سے مجھے تردد ہے۔ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ مادرِ گرامی پریشانی کی کیا بات ہے۔ اگر آپ فرمائیں تو میں ابھی چور پکڑوا دوں، حضرت مریمؑ نے فرمایا کہ بیٹا اس کی وضاحت تو بہت ضروری ہے کہ چور کون ہے؟ کیونکہ اس کی وجہ سے سب مشکوک ہوگئے ہیں، حضرت عیسیٰؑ نے عرض کی کہ مادرِ گرامی مالک سے کہہ دیجئے کہ وہ لوگوں کو جو یہاں رہتے ہیں ایک جگہ پر جمع کرے۔ میں ابھی فیصلہ کئے دیتا ہوں۔ حضرت مریمؑ نے صاحب خانہ سے کہا کہ تم سب کو ایک جگہ جمع کرو۔ جب سب جمع ہوگئے تو حضرت عیسیٰؑ نے اس فقیر سے جو اندھا تھا یہ کہا کہ تو اس دوسرے فقیر کو جو اپاہج اور زمین گیر ہے اپنے کندھے پر اٹھا لے اور اس مقام تک لے جا جس جگہ سے چوری ہوئی ہے تو اس نے جواب دیا کہ میں کمزور ہوں۔ اسے اٹھا نہیں سکتا۔ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا "کیف قویت علی ذالك البارحة"، تو کل کیسے قوت دار بن گیا تھا کہ اسے اٹھا کر چوری کے لئے لے گیا تھا، یہ سننا تھا کہ لوگوں نے اندھے کو مارنا شروع کیا اور کہہ دیا کہ اسے اٹھا کر اس جگہ تک لے چل جس جگہ چوری کے لئے گیا تھا۔ چنانچہ وہ اٹھا اور اسے اٹھا کر اس جگہ لے گیا جس جگہ چوری کے لئے گیا تھا۔ حضرت عیسیٰؑ نے دہقان سے فرمایا کہ یہی دونوں چور ہیں۔ اندھے نے اپاہج کی مدد کی تھی اور چوری ہوئی تھی۔ فقال الاعمی والمقعد صدق واللہ" یہ حال دیکھ کر اندھے اور لولے نے کہا۔ خدا کی قسم یہ بالکل صحیح ہے، چوری ہم ہی دونوں نے کی ہے اس کے بعد ان دونوں نے دہقان کا سارا مال لا حاضر کیا، پھر دہقان نے حضرت مریمؑ کی طرف مخاطب ہوکر کہا کہ اس سارے مال کا نصف آپ لے لیجئے، حضرت مریمؑ نے فرمایا کہ ہم دنیا میں مال فراہم کرنے کے لئے نہیں پیدا کئے گئے، ہمیں مال کی ضرورت نہیں ہے، اس نے کہا کہ پھر اپنے فرزند کو کہہ دیجئے کہ وہ لے لے۔ حضرت مریمؑ نے فرمایا "ھو اعظم منی شانا"، وہ تو مجھ سے زیادہ شان وعزت والا ہے۔ وہ کبھی نہیں لے سکتا۔ اس واقعہ کو ابھی تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ دہقان نے اپنے لڑکے کی شادی رچا دی اور دو ماہ تک خوب کھانے پینے کا سلسلہ جاری رکھا۔ جب کام اختتام پر پہنچ گیا اور گھر کا سامان بھی ختم ہوچکا، حتیٰ کہ پانی بھی نہ رہا تو شام سے

ایک اور گردہ آگیا، اُنھیں دیکھ کر دہقان حیران ہو گیا۔ حضرت عیسیٰؑ نے پُوچھا کہ کیا پریشانی ہے۔ اس نے کہا کہ گھر میں پانی بالکل نہیں ہے۔ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ میں ابھی بندولبست کئے دیتا ہوں۔ چنانچہ وہ ان گھڑوں اور مشکوں کے پاس گئے جو خالی پڑے تھے اور ان کے مُنہ پر ہاتھ پھیرا، وُہ سب پانی سے بھر گئے۔ "وھو یومئذٍ ابن اثنتی عشر سنۃ" اس وقت ان کی عمر بارہ سال کی تھی۔

اپنے ہمسنوں کو اُن کے گھر کے حالات بتانا اور اُس کا نتیجہ

سُدّی کا بیان ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اپنے ہمسنوں اور ہمجولیوں سے کہہ دیا کرتے تھے کہ تمھارے گھر میں فلاں چیز آئی ہے اور سب نے کھایا ہے تمھارے لئے وہ کچھ تھوڑی رکھی ہوئی ہے، تم جاؤ اور اُسے حاصل کر لو، وہ لڑکے دوڑ کر گھر جاتے تھے اور ماں باپ سے اپنی چیز مانگتے تھے۔ ان کے والدین نے ایک دن ان سے پُوچھا کہ تمھیں کون بتاتا ہے کہ گھر میں کیا کھایا گیا ہے۔ وہ کہتے تھے کہ عیسیٰؑ بن مریمؑ ہم کو بتاتے ہیں کہ گھر میں کیا پکا ہے اور گھر والے کیا کھا رہے ہیں یا کیا کھاتے ہیں، اُن لوگوں نے کہا کہ یہ تو جادُوگر ہیں کہ ہر پوشیدہ چیز کو بتا دیتے ہیں۔ پھر اس کے بعد ان لوگوں نے اپنے بچّوں کو ان سے ملنے سے روک دیا، ایک دن سب بچّے ایک مکان میں جمع ہو کر کھیل رہے تھے۔ اتنے میں حضرت عیسیٰؑ اس مکان پر جا پہنچے اور مالکِ مکان سے کہا کہ بچّے کہاں ہیں؟ اس نے کہا ہمیں معلوم نہیں ہے۔ حضرت عیسیٰؑ نے پُوچھا کہ یہ گھر میں کون لوگ ہیں۔ کہا کوئی نہیں۔ اُنھوں نے پُوچھا کہ کس کے کھیلنے کی آواز آرہی ہے۔ کہا سُور کے، حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا "کذٰلک یکونون"۔ کہا اچھا پھر اب سُور ہیں۔ چنانچہ وُہ سب سُور ہی کی شکل میں ہو گئے۔

الزام قتل میں قاضی مصر کے سامنے حضرت عیسیٰؑ کی پیشی اور مقتول کا زندہ ہو کر قاتل کی نشاندہی کرنا

علامہ مجلسی کا بیان ہے کہ ایک دن حضرت عیسیٰؑ علیہ السّلام کچھ لڑکوں کے پاس کھڑے تھے۔ اتنے میں لڑکوں میں لڑائی ہو گئی۔ ایک لڑکے نے ایک لڑکے کو ایسی ضرب لگائی کہ وہ اُسی جگہ مر گیا۔ اُس کے مرنے کے بعد لڑکوں نے اس مقتول کو حضرت عیسیٰؑ کے قدموں میں ڈال دیا۔ اتنے میں اس مقتول کے اعزّا آگئے اور وہ حضرت عیسیٰؑ کو گرفتار کر کے قاضی شہر کے پاس لے گئے۔ قاضی نے پُوچھا کہ اسے تم نے قتل کیا ہے۔ انھوں نے کہا نہیں، میں نے نہیں قتل کیا۔ قاضی نے کہا کہ حالات و آثار سے واضح ہوتا ہے کہ قاتل تم ہی ہو، لہٰذا تم کو سزا دی جائے گی۔ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ میں بار بار کہہ رہا ہوں کہ میں اس کا قاتل نہیں ہوں۔ مگر تم کہہ رہے ہو

کہ سزا دی جائے گی۔ اچھا اس مقتول کو لاؤ میں اس سے پوچھوں کہ اس کو کس نے قتل کیا ہے اور کون اس کا قاتل ہے، قاضی نے کہا وہ تو مر چکا ہے، تم مُردے سے کیسے پوچھو گے۔ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ تمہیں اس سے کیا مطلب؟ کہ میں کیسے پوچھوں گا۔ تم مقتول کو یہاں منگواؤ تو سہی، چنانچہ لوگ گئے اور مقتول کو اُٹھا کے لے آئے۔ جب وہ آگیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے دستِ دُعا بارگاہِ احدیت میں بلند کیے، وہ فوراً زندہ ہو کر اُٹھ کھڑا ہوا، حضرت عیسیٰؑ نے پوچھا کہ تیرا قاتل کون ہے۔ اس نے اس کا نام لے دیا، ایک شخص نے اس مقتول سے پوچھا کہ یہ شخص جو میرے پاس کھڑا ہے کون ہے؟ اس نے کہا کہ "عیسیٰؑ بن مریمؑ" ہیں، یہ کہنے کے فوراً بعد وہ زمین پر گرا اور پھر مر گیا۔" (حیات القلوب جلد ۱ صہ ۴۲ طبع لاہور) امام ثعلبی کا بیان ہے" ثم مات الغلام من ساعتہ" پھر وہ اسی وقت دوبارہ فوت ہو گیا اور حضرت عیسیٰؑ اپنی والدہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ وہ جب اس واقعہ کے بعد اپنی ماں کے پاس جانے لگے تو خلقِ کثیر ان کے پیچھے تھی۔ حضرت مریمؑ نے کہا کہ بیٹا میں نے تم کو منع کیا تھا کہ اس قسم کے کرامات نہ ظاہر کرو مگر تم نہ مانے، انھوں نے عرض کی مادرِ گرامی اگر میں ایسا نہ کرتا تو مجھے پھانسی ہو جاتی کیونکہ اس کے قتل کا الزام مجھ ہی پر لگایا گیا تھا۔ (عرائس ثعلبی صہ ۲۱۵)۔

حضرت مریمؑ و عیسیٰؑ کی مصر سے واپسی

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ حضرت مریمؑ و عیسیٰؑ حبیب نجار کے ہمراہ بیت المقدس سے بادشاہِ وقت (ہیرودس) کے خوف سے ہجرت کر کے مصر چلے گئے تھے۔ اور خدا نے ان سے کہہ دیا تھا کہ جب تک ہیرودس زندہ ہے واپس نہ آنا اور جب وہ مر جائے تو وطن واپس آجانا، وہب بن منبہ کا کہنا ہے کہ جب حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش کو بارہ سال گزر گئے اور مدتِ ہجرت بھی بارہ سال ہو گئی تو خداوندِ عالم نے ہیرودس کو موت دے دی، اور حضرت مریمؑ کو مطلع کر دیا کہ وہ بادشاہ مر گیا ہے۔ لہٰذا تم اپنے وطن واپس آجاؤ۔ چنانچہ وہ حضرت عیسیٰؑ سمیت حبیب نجار کے ہمراہ مصر سے اپنے وطن آگئیں۔ "وسکنا فی جبل الخلیل فی قریۃ یقال لھا ناصرۃ وبھا سمیت النصاریٰ"۔ اور کوہِ خلیل کے ایک قریہ میں قیام پذیر ہوئیں جس کو "ناصرہ" کہا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے عیسائیوں کو "نصاریٰ" کہتے ہیں۔ (عرائس صہ ۲۱۵)۔

حضرت عیسیٰؑ کی ایک کرامت اور ایک بادشاہ کے فرزند کے زندہ ہونے کا واقعہ

حضرت مریمؑ و عیسیٰؑ کے وطن پہنچنے کے بعد یہ دونوں ایک دن کہیں جا رہے تھے کہ راستے میں ایک قریہ پڑا جہاں

یہ دونوں ٹھہر گئے اور ایک شخص کے مہمان ہوئے۔اس علاقہ کا بادشاہ بہت ظالم تھا ایک دن حضرت مریمؑ اپنے میزبان کی بیوی کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں اتنے میں اُسکا خاوند گھر آیا اور بہت زیادہ مغموم نظر آیا، حضرت مریمؑ نے اس عورت سے پُوچھا کہ تیرا خاوند رنجیدہ کیوں نظر آرہا ہے۔اس نے جواب دیا کہ یہاں کے ظالم بادشاہ کا اُصول یہ ہے کہ وہ خود اور اس کے سارے لشکر کے تمام افراد ایک ایک آدمی کے یہاں کھانا کھاتے ہیں، کل ان سب کو کھانا کھلانے کی ہماری باری ہے اور ہمارے گھر میں از قسم طعام و شراب کچھ نہیں ہے، میرا شوہر سخت حیران ہے کہ ہم کل کھانا وغیرہ کس طرح کھلائیں گے "لیس عندنا سعة" ہم میں ان مصارف کے برداشت کرنے کی طاقت نہیں ہے۔

حضرت مریم علیہا السلام نے فرمایا کہ تم اس سے کہہ دو کہ وہ گھبرائے نہیں، اس نے ہمارے ساتھ بڑا احسان کیا ہے اور ہماری مہمان نوازی میں بڑی دلچسپی لی ہے۔لہٰذا میں اپنے فرزند عیسیٰؑ سے کہہ دوں گی وہ دُعا کر دیں گے اور سارا بندوبست ہو جائے گا، چنانچہ اس نے اپنے خاوند کو مطمئن کر دیا، اور حضرت مریمؑ نے حضرت عیسیٰؑ سے واقعہ بیان کیا۔حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ آپ اُس عورت سے کہہ دیں کہ وہ اپنے تمام بڑے بڑے برتن پانی سے بھر دے اور ہمیں بھرنے کے بعد بتا دے۔چنانچہ انھوں نے اس عورت سے کہہ دیا۔اُس نے صبح کو سارے برتن پانی سے بھر دیئے اور حضرت عیسیٰؑ کو بتا دیا کہ میں نے تمام برتنوں کو پانی سے بھر دیا ہے" فدعا عیسیٰ فتحول ماء القدور لحماً ومرقاً الخ اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دُعا کی اور تمام دیگوں کا پانی مختلف قسم کے کھانوں سے بھر گیا اور کھانا بھی ایسا کہ اہل دُنیا نے کبھی اس قسم کا کھانا کھایا ہی نہ تھا۔نیز ایک دیگ میں بروایتِ عامہ بہترین قسم کی شراب بھی موجود ہوئی۔

جب بادشاہ اور اس کے لشکر نے کھانا کھایا تو سب حیران ہو گئے اور پُوچھنے لگے کہ یہ کھانا کس نے پکایا ہے اور بادشاہ نے میزبان سے پُوچھا کہ یہ شراب کہاں سے پیدا ہوئی ہے اور کس زمین کے انگور سے بنوائی ہے۔اس نے کہا کہ اسی زمین سے اس کا تعلق ہے۔اس نے کہا کہ اس زمین کے انگور سے ایسی شراب کبھی تیار نہیں ہوئی، مجھے ہرگز یقین نہیں کہ یہ شراب اسی زمین سے متعلق ہے توصحیح صحیح بتا کہ کیا ماجرا ہے؟ اس نے کہا کہ میرے پاس ایک مہمان ٹھہرا ہوا ہے، وہ ایسا مستجاب الدعوات ہے کہ وہ جس چیز کے لئے دُعا کرتا ہے وہ ضرور قبول ہوتی ہے، اس نے دیگ میں پانی بھروا کر دُعا کی تھی اور سارے کھانے تیار ہو گئے تھے، اور یہ شراب بھی پانی سے اس کی دُعا کے ذریعہ تیار ہوئی ہے۔

یہ سُن کر بادشاہ نے کہا کہ میرا ولی عہد جس کو میں بے حد چاہتا تھا، وہ چند دن ہوئے فوت ہو گیا ہے یہ شخص جب اسقدر مستجاب الدعوات ہے تو بہت ممکن ہے کہ اگر یہ دُعا کر دے تو میرا فرزند زندہ ہو جائے

اور میں اُسے اپنا ولی عہد بناؤں، یہ کہہ کر اُس نے حضرت عیسیٰؑ سے ملنے کی خواہش کی۔ جب مُلاقات ہُوئی تو اُس نے عرض مُدعا کی۔ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ میری دُعا سے وہ زندہ تو ضرور ہو سکتا ہے لیکن "لا تفعل لانہ ان عاش و قع شرؔ" میں ایسا نہیں کروں گا، کیونکہ اگر وہ زندہ ہو جائے گا تو اس ملک میں شدید فساد پیدا ہو جائے گا۔ بادشاہ نے کہا کہ آپ فساد کی پرواہ نہ کریں اور اُسے زندہ کر دیں۔ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ اگر تو مجھے مجبور ہی کرتا ہے تو میں ایسا کر دُوں گا۔ لیکن اس میں شرط یہ ہوگی کہ مجھے فوراً یہاں سے چلے جانے کی اجازت ہوگی۔ میں بلا تاخیر اس کے زندہ ہونے کے بعد یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا۔ اس نے کہا آپ کو اختیار ہے "فدعا اللہ تعالیٰ فعاش الغلام"۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰؑ نے دُعا کی اور اس کا فرزند زندہ ہو گیا۔

اس کے فرزند کو زندہ کرنے کے فوراً بعد حضرت عیسیٰؑ اپنی ماں کو لے کر اس ملک سے باہر چلے گئے۔ فلما راٰہ اھل مملکتہ قد عاش الخ"۔ جب اس کی سلطنت کے لوگوں کو اس کے فرزند کی زندگی کا پتہ چلا تو وہ مسلح ہو کر بادشاہ کے اُوپر پھٹ پڑے اور چاروں طرف سے گھیر کر حملہ کر دیا اور کہا کہ اب تک تو ہم سب کو کھاتا رہا۔ اب اپنے بیٹے کو ہم پر مسلط کرنا چاہتا ہے کہ وہ ہمیں کھائے ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ (عرائس ص۲۱۵)

ایک ہی رنگ کے دیگ میں مختلف رنگ کے کپڑوں کا رنگا جانا اور لوگوں کا ایمان لانا

مؤرخین کا بیان ہے کہ "حضرت مریمؑ نے حضرت عیسیٰؑ کو ایک رنگریز کے سپرد کیا کہ رنگسازی سکھائے۔ رنگریز کے پاس بہت سے کپڑے رنگنے کے لئے جمع تھے۔ اسے ایک کام درپیش ہو گیا اور وہ حضرت عیسیٰؑ کو یہ بتا کر چلا گیا کہ فلاں فلاں کپڑے جن کے دھاگے جس رنگ کے میں نے رنگ دیئے ہیں انھیں رنگوں میں رنگنا، میں ابھی آتا ہوں، یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ حضرت عیسیٰؑ نے بجائے اس کے کہ ہر کپڑے کو الگ الگ رنگ میں رنگتے ان سب کپڑوں کو اٹھا کر ایک رنگ کے دیگ میں ڈال دیا اور مطمئن ہو کر بیٹھ گئے، جب وہ واپس آیا تو اس نے دیکھا کہ سارے کپڑے ایک ہی رنگ کے دیگ میں پڑے ہیں۔ یہ دیکھ کر اُس نے سر پیٹ لیا اور کہا کہ تم نے تو مجھے کہیں کا نہ رکھا۔ یہ بتاؤ کہ جن لوگوں نے جن رنگوں میں رنگنے کے لئے ہمیں کپڑے دیئے تھے۔ اب ہم انھیں کیا جواب دیں گے، تم نے سارے کپڑے ایک رنگ کے دیگ میں ڈال دیئے ہیں حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ گھبراتے کیوں ہو تم نے جس کے کپڑے جن رنگوں میں رنگنے کا وعدہ کیا ہے۔ اُنکے کپڑے انھیں رنگوں میں رنگے جائیں گے۔ اس نے کہا کہ یہ کیسی باتیں کر رہے ہو۔ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ میں بالکل صحیح کہہ رہا ہوں، اگر تم کو یقین نہیں ہے تو اس برتن کے پاس چلو جس میں سارے

کپڑے پڑے ہوئے ہیں اور اس میں ایک رنگ کا رنگ گھلا ہوا ہے۔ چنانچہ حضرت عیسیٰؑ اور دُکان کے سارے افراد اس دیگ کے قریب گئے۔ حضرت عیسیٰؑ رنگ پوچھتے جاتے تھے اور اسی رنگ کا کپڑا اسی ایک برتن سے نکالتے جاتے تھے، یہاں تک کہ بہت سے رنگوں کے کپڑے ایک رنگ کے دیگ سے نکال دیئے۔ یہ دیکھ کر رنگریز یہ یقین کرتے ہوئے کہ یہ نبی ہیں ان پر ایمان لایا۔ (حیات القلوب جلد ۱ صفحہ ۴۴۲) امام ثعلبی لکھتے ہیں رنگریز نے حیران ہوکر لوگوں کو آواز دی کہ "تعالوا انظروا الی ما فعل عیسیٰ فامن بہ واصحابہ" کہ آؤ دیکھو یہ عیسیٰؑ نے کیا حیرت انگیز کام کیا ہے چنانچہ سب نے دیکھا اور سب مسلمان ہو گئے۔

حضرت عیسیٰؑ کے بعض فضائل و کمالات اور سیرت و عادات

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فضائل و کمالات کی فہرست بہت طویل ہے اور ان کی سیرت و عادات کے واقعات کا بالتفصیل قلمبند کرنا دشوار ہے کیونکہ وہ بہت زیادہ ہیں۔ ہم اس مقام پر علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ اور علامہ ثعلبی کے افادات سے استفادہ کرتے ہیں۔

قرآن مجید نے آپ کے حالات و واقعات اور آپ کے نوادرات پر روشنی ڈالی ہے۔ ایک مقام پر ان کے بے باپ کے پیدا ہونے کا ذکر کیا ہے اور ان کو اس میں متفرد ہونے کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ ایک جگہ ان کے رُوح القدس کی تائید کا ذکر کیا ہے، ایک مقام پر اُن کی والدہ حضرت مریمؑ اور خود ان پر نعمت کی فراوانی کا تذکرہ کیا ہے۔ ایک جگہ گہوارہ میں کلام کرنے کی وضاحت کی ہے اور تعلیم کتاب و حکمت کا ذکر کیا ہے۔ ایک مقام پر نزول انجیل کا حوالہ دیا ہے، ایک جگہ ان کے مٹی سے طائر بنانے اور اندھے اور مبروص کو اچھا کرنے اور مردوں کو زندہ کرنے کا تذکرہ کیا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے جو طائر بنایا تھا وہ "چمگادڑ" تھا۔ امیر المومنینؑ کا ارشاد ہے کہ وہ چھ جاندار جو ماں کے پیٹ سے پیدا نہیں ہوئے ان میں سے ایک چمگادڑ بھی ہے جسے حضرت عیسیٰؑ نے مٹی سے بنایا تھا۔ امام ثعلبی کا بیان ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے صرف ایک چمگادڑ ہی نہیں بنایا تھا، بلکہ بہت سے طائر مٹی سے بنائے تھے۔ چمگادڑ کا ذکر صرف اس کی خلقی ندرت کی وجہ سے کیا جاتا ہے۔ وہ عورتوں کی طرح سے حائض ہوتا ہے۔ اسکے دانت ہوتے ہیں اور وہ بچہ دیتا ہے۔ نیز یہ کہ اس کے کان باہر ہوتے ہیں۔ قاعدہ کلیہ ہے کہ جس کے کان باہر ہوں وہ بچہ دے گا۔

حضرت عیسیٰؑ کا مُردوں کو زندہ کرنا

مورخین کا بیان ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بے شمار مُردے زندہ کئے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ انھوں نے سب سے پہلے جن لوگوں کو زندہ کیا وہ چار تھے، (اوّل) اُن کا ایک دوست

تھا جس کا نام عاذر تھا اس سے تقریباً روز ہی مُلاقات ہوتی تھی۔ لیکن اتفاقاً کئی دن ہو گئے کہ اس سے مُلاقات نہ ہُوئی تو وہ اس کے مکان پر گئے اور اُسے دریافت کیا، اس کی بہن نے کہا کہ وہ تو وفات پا گیا ہے اور اُس کو مَرے ہُوئے تین دن ہو گئے ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ نے اظہارِ افسوس کے بعد کہا کہ کیا تو چاہتی ہے کہ وہ زندہ ہو جائے۔ اُس نے عرض کی ضرور چاہتی ہوں، انھوں نے فرمایا کہ مجھے اس کی قبر پر لے چل، وہ لے گئی۔ وہاں پہنچ کر آپ نے اُس کی قبر کھدوا دی اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کی، پالنے والے تُو نے مجھے تبلیغ دین کے لئے بھیجا اور مبعوث کیا ہے اور مُردہ زندہ کرنے کا معجزہ عطا فرمایا ہے۔ خداوندا میری گذارش ہے کہ عاذر کو زندہ کر دے، ان کے اس عرض کرنے کے بعد عاذر قبر سے زندہ ہو کر نکل آیا اور بیسؔ سال کے عرصہ تک زندہ رہا۔ اس کی شادی ہُوئی اور وہ صاحب اولاد ہُوا۔ (دوم) حضرت عیسیٰؑ ایک جگہ بیٹھے ہُوئے تھے کہ ناگاہ ایک گروہ گزرا جو ایک میّت کو اُٹھائے ہُوئے تھا۔ حضرت عیسیٰؑ نے پُوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یہ ایک لڑکا ہے جو بیوہ عورت کا ہے، حضرت عیسیٰؑ نے اس عورت سے کہا کہ اگر تو کہے تو میں اسے زندہ کر دُوں اس نے کہا حضور ضرور زندہ کر دیں۔ حضرت عیسیٰؑ نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کی اور وہ زندہ ہو کر تابوت سے نیچے کُود پڑا اور فوراً کپڑے پہن کر اپنے گھر چلا گیا۔ (سوم) ایک دختر عشار تھی، لوگوں نے حضرت عیسیٰؑ سے درخواست کی کہ اسے زندہ کر دیجئے یہ کل فوت ہُوئی ہے۔ حضرت عیسیٰؑ نے اسے زندہ کر دیا۔ (چہارم) پسرِ نوحؑ "سامؑ" کو اسمِ اعظمِ الٰہی سے زندہ کیا۔ سامؑ قبر سے باہر نکلے، ان کے سَر کے آدھے بال سفید تھے، سامؑ نے کہا کہ شاید قیامت برپا ہو گئی ہے۔ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ نہیں میں نے خدا کے اسمِ اعظم کے ذریعہ سے دُعا کی ہے اور تم زندہ ہو گئے ہو۔ بروایت علامہ مجلسی سامؑ پانچ سو برس تک دُنیا میں زندہ رہے تھے اور اُن کے بال سفید نہ ہُوئے تھے۔ مگر اس وقت اس ہول سے کہ شاید قیامت آگئی ان کے بال سفید ہو گئے۔ پھر حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ اچھا اب مَر جاؤ۔ سامؑ نے کہا کہ اس شرط کے ساتھ مرنا پسند کرتا ہوں کہ خدا سکراتِ موت سے پناہ میں رکھے، الغرض حضرت عیسیٰؑ نے دُعا کی اور وہ پھر رحمتِ الٰہی سے واصل ہو گئے۔ امام ثعلبی لکھتے ہیں کہ سامؑ بن نوحؑ کو زندہ کرنے کی ضرورت اس لئے محسوس ہُوئی کہ حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں نے خواہش ظاہر کی تھی کہ کسی ایسے شخص کو زندہ کر دیجئے جو طوفانِ نوح میں موجود رہا ہو، اور اُس نے بچشمِ خود طوفان کو دیکھا ہو تو حضرت عیسیٰؑ نے انھیں زندہ کر دیا، اور اس کی صُورت یہ ہُوئی کہ حضرت عیسیٰؑ نے ایک مقام سے مٹّی اُٹھائی اور اُسے سُونگھ کر کہا کہ یہ قبر سامؑ کی مٹّی ہے اور ان کی قبر اسی جگہ ہے۔ پھر اُنھوں نے "ضرب التل بعصا وقال احی باذن اللہ"۔ اس ٹیلے پر ڈنڈا مارا اور کہا کہ خدا کے حکم سے زندہ ہو جا۔ فخرج سام بن نوح من قبرہ"۔ یہ سُنتے ہی سامؑ بن نوحؑ قبر سے نکل آئے اور اُنھوں نے طوفانِ نوحؑ کا سارا واقعہ بیان کیا۔

اسی طرح حضرت عزیرؑ پیغمبر کو حضرت عیسیٰؑ نے زندہ کیا اور اس کی صورت یہ ہوئی کہ ایک گروہ نے خواہش کی عزیرؑ کو زندہ کر دیں۔ حضرت عیسیٰؑ نے معلوم کیا تو پتہ چلا کہ وہ نہر کے اندر ہیں اور انکی میت پتھر کے تابوت میں ہے۔ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ پانی دور کرو تو میں زندہ کر دوں۔ چنانچہ ان لوگوں نے پانی دور کر دیا۔ پھر حضرت عیسیٰؑ نے انھیں زندہ کر کے تابوت سے نکالا، ان کا جسم بالکل سالم تھا کیونکہ "ان الارض لاتا کل اجساد الانبیاء" زمین انبیاء کے جسموں کو کھا نہیں سکتی۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰؑ نے ان کو پھر ان کی قبر میں پہنچا دیا اور وہ مثل سابق پھر موت کی آغوش میں چلے گئے۔ یہ حال دیکھ کر بہت سے لوگ حضرت عیسیٰؑ کی نبوت پر ایمان لائے۔ (عرائس)۔

حضرت عیسیٰؑ کا کور مادرزاد کو بینائی اور مبروص کو شفا دینا

مؤرخین کا بیان ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے زمانے میں علم طب کا بڑا زور تھا اس لئے خدا نے انھیں مُردوں کے زندہ کرنے اور کور مادر زاد کو بینا بنانے اور مبروص کو اچھا کرنے کا معجزہ دیا تھا۔ ویسے وہ عظیم الشان حکیم تھے اور ہر مرض کا علاج کرتے تھے۔ لیکن قرآن مجید میں صرف مذکورہ تین ہی چیزوں کا ذکر اس لئے ہے کہ ان چیزوں سے تمام دُنیا کے طبیب عاجز تھے، قرآن مجید میں لفظ "اکمہ" آیا ہے اس کے معنی کور مادرزاد کے ہیں "الذی ولد اعمی ولم یرضوًا قط" یعنی اندھا جو پیدائشی ہو، جس نے کبھی روشنی دیکھی ہی نہ ہو، ثعلبی کا بیان ہے کہ اسلام میں قتادہ کے علاوہ کوئی بھی اس قسم کا اندھا نہیں تھا۔

ایک روایت میں ہے کہ کنعان کا ایک فرزند تھا جو اپاہج تھا، اس کی بیوی ایک دن اُسے حضرت عیسیٰؑ کے پاس لائی اور ان سے درخواست کی کہ اسے تندرست کر دیجئے۔ انھوں نے فرمایا کہ میں صرف بنی اسرائیل کے لئے بھیجا گیا ہوں اور انھیں کا علاج کرتا ہوں تو چونکہ بنی اسرائیل سے نہیں ہے اس لئے میں تیری یہ خدمت نہیں کر سکتا، اس نے کہا، اے نبی خدا، دُنیا کا دستور ہے کہ جب امیروں کے دسترخوان جھاڑے جاتے ہیں تو اس سے کتے فائدہ اُٹھاتے اور اس کے گرے ہوئے ٹکڑے کھا کر اپنی بھوک کا علاج کرتے ہیں۔ آپ کریم ہیں آپ یہ نہ دیکھیں کہ میں کون ہوں، آپ صرف یہ دیکھیں کہ میں خدا کی مخلوق ہوں، خدارا آپ مجھے بے نیل مرام واپس نہ کیجئے، حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ اچھا ٹھہر جا میں اپنے مالک سے اجازت لے لوں۔ چنانچہ انھوں نے بارگاہ احدیت میں عرضداشت پیش کی اور اجازت ملنے پر اس کا علاج کر دیا اور وہ اپنے فرزند کے تندرست ہو جانے سے خوش ہو گئی۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلعم نے ارشاد فرمایا ہے کہ میرے بھائی عیسیٰؑ ایک شہر سے گزرے تو دیکھا کہ ایک شخص اور اس کی بیوی میں تکرار ہو رہی ہے حضرت عیسیٰؑ نے مرد سے پوچھا کہ تم دونوں میں جھگڑا کیا ہے اور تم آپس میں تکرار کیوں کر رہے ہو، اس نے

جواب دیا کہ حضور یہ میری بیوی ہے اور صالحہ بھی ہے۔ لیکن میں اسے پسند نہیں کرتا اور اس کو الگ کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت عیسیٰؑ نے پوچھا کہ ناپسند کرنے کی کیا وجہ ہے۔ اس نے کہا کہ اس کا چہرہ بے رونق ہے۔ اس میں کوئی جاذبیت نہیں ہے، حضرت عیسیٰؑ نے عورت کو بُلا کر اُس سے کہا کہ تو پیٹ بھر کر کھانا نہ کھایا کر کیونکہ شکم پُری کی حالت میں جب غذا جوش کھاتی ہے تو اس کے اثرات غذا کی زیادتی کی وجہ سے باہر نمودار ہوتے ہیں اور چہرہ بے رونق ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اُس نے اس پر عمل کیا اور اپنے شوہر کی محبوب بن گئی۔ پھر وہ وہاں سے روانہ ہو کر ایک دوسرے شہر میں پہنچے۔ وہاں لوگوں نے اُن سے شکایت کی اور کہا کہ ہمارے درختوں میں کیڑے لگ جاتے ہیں اور ان کی جڑوں کو خراب اور پھلوں کو ناکارہ کر دیتے ہیں، حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ تم لوگ جب درخت لگاتے ہو تو پہلے مٹی پھر پانی ڈالتے ہو۔ اسی لئے ایسا ہوتا ہے۔ تمھیں چاہیئے کہ جب درخت لگاؤ تو پہلے گڑھے میں پانی ڈالو پھر مٹی ڈال کر اسے نصب کرو۔ چنانچہ انھوں نے اُن کی ہدایت پر عمل کیا اور پھلوں کے کیڑوں سے محفوظ ہو گئے۔

پھر حضرت عیسیٰؑ وہاں سے اور آگے بڑھے اور ایک شہر میں وارد ہوئے، وہاں کے لوگوں کو دیکھا کہ ان کے چہرے زرد اور ان کی آنکھیں نیلی ہیں۔ اُنھوں نے ان کے نمایاں افراد سے دریافت کیا کہ تم لوگوں کی یہ حالت کیوں ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ ہمیں اس کی خبر نہیں ہے۔ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ بات یہ ہے کہ تم لوگ گوشت بلا دھوئے ہوئے پکاتے ہو اسی لئے اس قسم کی بیماری پیدا ہوتی ہے۔ سنو جب جانور ذبح ہوتا ہے تو اس کے ہر رگ و پے سے جنابت کا ظہور ہوتا ہے مقصد یہ ہے کہ جب کسی بھی جاندار کے جسم سے رُوح نکلتی ہے تو اس کے رگ و پے سے مادہ منویہ خارج ہوتا ہے اور وہ اس وقت تک اس کے گوشت میں لگا رہتا ہے۔ جب تک وہ دھویا نہ جائے چنانچہ ان لوگوں نے ہدایت پر عمل کیا اور مذکورہ بیماری سے محفوظ ہو گئے۔

میں کہتا ہوں کہ اس واقعہ سے غسل میت کے وجوب کی وجہ اور اس کی اہمیت پر روشنی پڑتی ہے۔ نیز اس سے غسل مَس میت کا مسئلہ بھی حل ہوتا ہے۔ حضرات آئمہ طاہرینؑ نے ہمیں بتایا ہے کہ مرنے کے بعد جب گرمی جسم سے دُور ہونے لگتی ہے تو مادہ باہر نکلنے لگتا ہے۔ یہی وجہ ہے مَس میت کا غسل اس وقت واجب ہوتا ہے۔ جبکہ میت "بعد البرد وقبل تطھرہٗ" چھوئی جائے یعنی میت کے سرد ہونے کے بعد اور غسل سے پہلے جو میت کو مَس کرے اس پر غسل واجب ہوتا ہے

حضرت رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ پھر میرے بھائی عیسیٰؑ ایک اور شہر میں گئے تو وہاں کے لوگوں کو دیکھا کہ ان کے دانت گر گئے ہیں اور ان کے چہرے پھولے ہوئے ہیں لوگوں نے حضرت سے شکایت کی اور اپنی پریشانی ان پر ظاہر کی، حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ تم لوگ سوتے

وقت دانتوں کو ایک دُوسرے پر دبا کر سوتے ہو جس کی وجہ سے وہ سانس جو اندر جاتی ہے جب مُنہ سے نکلنا چاہتی ہے تو مُنہ کے بند ہونے کی وجہ سے وہ دانتوں کی جڑوں سے ٹکراتی ہے۔ اس وجہ سے یہ حالت پیدا ہو جاتی ہے' ان لوگوں نے اس کی طرف توجہ کی اور مرض سے محفوظ ہو گئے۔

حضرت عیسیٰؑ سے ایک مُردے کا اپنی سرگزشت بیان کرنا

حضرت صادق آلِ محمد علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام سیاحت کرتے ہُوئے ایک شہر میں پہنچے جہاں کے لوگ مَرے ہُوئے تھے اور ان کی ہڈیاں گھروں اور سڑکوں پر پڑی ہُوئی تھیں۔ جب اُن کا یہ حال آپ نے مشاہدہ فرمایا تو بولے یہ لوگ عذابِ الٰہی سے ہلاک ہُوئے ہیں۔ کیونکہ اگر اپنی موت سے مَرے ہوتے تو لامحالہ ایک دُوسرے کو دفن کیے ہوتے اور ایسا نہ ہوتا کہ سب کے سب زمین پر سڑتے گلتے' یہ سُن کر اُن کے اصحاب نے عرض کی کہ حضور ہم چاہتے ہیں کہ ہمیں اس چیز کا علم ہو جائے کہ یہ لوگ کیسے اور کس طرح فوت ہُوئے ہیں اور ان کے ہلاک ہونے کا سبب کیا تھا۔ اس وقت خدا نے حضرت عیسیٰؑ پر وحی کی کہ تم ان کو آواز دو' یہ تم کو خود اپنی سرگزشت سے آگاہ کریں گے۔ حضرت نے اُن کو آواز دی۔ ان میں سے ایک مُردے نے جواب دیا لبیک یا رُوح اللہ' حضرت عیسیٰؑ نے لبیک کے جواب میں سوال کیا کہ تمھارا کیا حال ہے اور تمھارا کیا قصّہ اور واقعہ ہے؟ اس نے کہا کہ اے نبی خدا ہم سب شام تک بالکل خیر اور عافیت سے تھے' رات ہوتے ہی ایک دم ہاویہ میں پہنچا دیئے گئے جو جہنّم میں سب سے نچلا طبقہ ہے اور اس میں آگ کے دریا ہیں اور دریا میں آگ کے پہاڑ ہیں' حضرت عیسیٰؑ نے پُوچھا کہ تمھاری یہ حالت کس وجہ سے ہُوئی اور کن اعمال کے سبب سے ہُوئی۔ اس نے کہا کہ "محبت دُنیا اور عبادت طاغوت"' یعنی اہلِ باطل کی اطاعت کے سبب سے حضرت نے دریافت فرمایا کہ دنیا کی محبت تمھارے دلوں میں کس حد تک پہنچی تھی' کہا ماں کے دل میں بچّے کی محبت کی طرح کہ اس کی جانب جب بچّہ رُخ کرتا ہے۔ ماں شاد ہو جاتی ہے اور جب اُس سے مُنہ پھیر لیتا ہے تو محزون رنجیدہ ہو جاتی ہے۔ حضرت عیسیٰؑ نے پُوچھا کہ عبادت طاغوت تمھارے دلوں میں کس حد تک تھی۔ اس نے کہا کہ اہلِ باطل' جس باطل اَمر کا ہم کو حکم دیتے تھے۔ ہم اس پر فوراً بلا سوچے سمجھے عمل کرتے تھے۔ حضرت نے پُوچھا کہ اتنے لوگوں میں سے صرف تو ہی مجھ سے ہم کلام کیوں ہے۔ اور کوئی دُوسرا کیوں نہیں بولتا' مَیں نے تو سب کو آواز دی ہے۔ اس نے جواب دیا کہ ان سب کے مُنہ میں آگ کی لگام لگی ہوئی ہے اور ان پر سخت ترین فرشتے مسلّط ہیں' وہ بول نہیں سکتے۔ اے نبی خدا عذاب میں مَیں بھی مبتلا ہوں۔ لیکن ان کی جیسی حالت میری نہیں ہے' میں ان کے ساتھ ضرور رہتا تھا' لیکن ان کی تمام بدعملیوں میں شرکت نہیں کرتا تھا۔ اس لئے میرے مُنہ میں لگام نہیں ہے اور میں اپنے بالوں میں جہنّم

کے کنارے لٹکا ہوا ہوں اور ڈرتا ہوں کہ جہنم میں نہ گر جاؤں، اس کے بعد حضرت عیسیٰؑ نے اسے رخصت کیا اور اپنے اصحاب سے فرمایا کہ گناہوں سے بچنا عین زیرکی ہے اور کھنڈروں میں سونا اور جو کی روٹی کھانا دین کی سلامتی اور بڑی نیکی ہے۔

ہمنشینی کے لئے افراد کا تعین

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ ایک دن حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں نے اُن سے دریافت کیا کہ اے رُوح اللہ ہم کس کی ہم نشینی اختیار کریں اور کس کے ساتھ اُٹھا بیٹھا کریں۔ حضرت عیسیٰؑ نے کہا کہ تم عالموں کے ساتھ ہم نشینی اختیار کرو۔ جس کے دیکھنے سے خدا کی یاد تازہ ہو، اور تمہارا دل عبادتِ خدا کی طرف مائل ہو اور جن کی گفتگو سے تمہارے علم میں اضافہ ہو اور جن کے کردار اور عمل سے آخرت کی طرف میلان ہو۔

گناہوں کے سبب رونے کی ترغیب

ایک روایت میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کا گزر ایک دن ایک ایسی جماعت کی طرف سے ہوا۔ جس کے تمام افراد رو رہے تھے۔ حضرت عیسیٰؑ نے پوچھا کہ یہ کیوں رو رہے ہیں، ان سے کہا گیا کہ یہ سب خوفِ خدا سے روتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ انھیں اس وقت تک مسلسل رونا چاہیئے۔ جب تک خدا انھیں بخش نہ دے۔

بیٹے کی رفاہی خدمت کی وجہ سے باپ کی بخشش

ایک معتبر روایت میں ہے کہ ایک روز حضرت عیسیٰؑ ایک قبر کی طرف سے گزرے تو دیکھا کہ صاحبِ قبر پر عذاب ہو رہا ہے۔ وہ وہاں سے روانہ ہو گئے۔ پھر دوسرے سال اسی طرف سے گزرے تو دیکھا کہ قبر میں سکون ہے اور صاحبِ قبر عذاب میں مبتلا نہیں ہے۔ یہ دیکھ کر انھوں نے خدا کی بارگاہ میں عرض کی مالک اس صاحبِ قبر سے عذاب کیسے ٹل گیا۔ جبکہ تیرا عذاب ایسا اٹل ہوتا ہے جس میں کسی کی سفارش کارگر نہیں ہوتی۔ ارشاد ہوا کہ اے میرے نبی، یہ گناہ گار تھا اور میرے عذاب میں مبتلا تھا لیکن ہوا یہ کہ اس کا ایک لڑکا ہے۔ اس نے اب جوان ہونے کے بعد ایک راستے کو دُرست کرا دیا ہے جس سے مسلمانوں کی آمد و رفت میں سہولت پیدا ہوگئی ہے نیز اس نے ایک یتیم کو پناہ دی ہے۔ اس لئے میں نے اس کے باپ کو بخش دیا ہے اور اس سے عذاب کو دُور کر دیا ہے۔

دُنیا سے اجتناب کی ہدایت

ایک روایت میں ہے کہ ایک دن "دنیا" ایک بوڑھی عورت کی شکل میں حضرت عیسیٰؑ کی خدمت میں آئی، اس نے خوب بناؤ اور سنگار کر رکھا تھا، حضرت عیسیٰؑ نے پوچھا کہ تو نے کتنے شوہر کیے ہیں اُس نے

کہاکہ اس کا کوئی شمار نہیں ہے، پھر آپ نے پُوچھاکہ تیرے جن شوہروں نے تجھے طلاق دی ہے وہ سب فوت ہُوئے ہیں، اس نے کہاکہ نہ انھوں نے طلاق دی ہے اور نہ وہ اپنی موت سے مرے ہیں بلکہ ایسا ہوا ہے کہ مَیں نے سب کو قتل کر دیا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ وائے ہو ایسے لوگوں پر جو اب بھی تیری طرف مائل ہوتے ہیں۔

حضرت عیسیٰؑ کے حواریین اور اُن کی عظمت

حضرت عیسیٰؑ کے حواریین بڑی عظمت کے مالک تھے۔ خداوندِ عالم نے قرآن مجید میں بھی ان کا کئی مقام پر ذکر کیا ہے، ان کی تعداد بارہ تھی اور بروایت امام ثعلبی وہ حضرت عیسیٰؑ کے مخلص اصحاب اور محب انصار اور وزیر تھے۔ حضرت عیسیٰؑ کو ان پر بڑا بھروسہ تھا۔

حواریین عیسیٰؑ کے اسماء ان کے ناموں میں مورخین نے اختلاف کیا ہے۔ مورخ اسلام مسٹر ذاکر حسین دہلوی نے یہ نام لکھے ہیں جو میرے نزدیک بھی درست ہیں (۱) شمعون الصفا (۲) اندراوس (۳) لیعقوب بن زندی (۴) شمعون القنانی (۵) لیعقوب بن حلقی (۶) پولوس (۷) یوحنا (۸) برتولوماوس (۹) لوقا (۱۰) متے (۱۱) مارتوس (۱۲) یہودا (تاریخ اسلام جلد ۱ صفحہ ۳۲۶)۔

حواری کی وجہ تسمیہ ان کے حواری کہے جانے میں بھی اختلاف ہے کچھ لوگوں کا تو وہی خیال ہے جو اوپر مذکور ہو، یعنی یہ کہ یہ لوگ انگریز تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ سب دھوبی تھے۔ ضحاک کا قول ہے کہ صفائے باطن کی وجہ سے انھیں حواری کہا گیا ہے۔ عبداللہ بن مبارک کا بیان ہے کہ یہ سب نُورانی تھے، یعنی ان کے چہرے پر اثر سجود تھا اور شکل نورانی تھی کیوں کہ "حور" کے معنی عندالعرب سفیدی کے ہیں۔ حسن بصری کا بیان ہے کہ حواری کے معنی انصار کے ہیں، قتادہ کہتے ہیں، "ھم الذین تصلح لھم الخلافۃ" یہ وہ لوگ تھے جن میں خلافت کی صلاحیت تھی، نضر بن شمیل کا بیان ہے کہ حواری مخصوص کو کہتے ہیں۔ یہ لوگ چونکہ حضرت عیسیٰؑ کے خاص لوگ تھے اس لئے انھیں حواری کہا گیا۔ (عرائس ثعلبی صفحہ ۲۱۶)۔

علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ حسن بن افضال نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے عرض کی کہ حضور یہ ارشاد فرمائیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصحاب خاص کو حواری کیوں کہتے ہیں حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اے ابنِ افضال لوگ کہتے ہیں کہ یہ لوگ دھوبی تھے، کپڑوں کو دھوکر میل دنجاست

سے پاک کرتے تھے اور وہ مشتق ہے "خبز حوار" سے یعنی خالص سفید روٹی، لیکن ہم اہل بیتؑ کہتے ہیں کہ ان کو حواری اس لئے کہتے ہیں کہ وہ اپنے کو اور دوسروں کو مواعظ اور نصیحت کے ذریعہ سے گناہوں اور بُرے اخلاق سے پاک کیا کرتے تھے، پھر اس نے پوچھا کہ حضرت عیسیٰؑ کے پیروی کرنے والوں کو نصاریٰ کیوں کہتے ہیں تو فرمایا کہ ان کی اصل وبُنیاد شہر ناصرہ کی ہے جو بلاد شام کا ایک شہر ہے جہاں جناب مریمؑ اور حضرت عیسیٰؑ مصر سے واپس آنے کے بعد قیام پذیر ہوئے تھے۔

حواریین عیسیٰؑ اور حواریین آلِ محمدؐ میں فرق

ایک روایت میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے حواری ان کے شیعہ تھے اور ہم اہلبیتؑ کے حواری ہمارے شیعہ ہیں، عیسیٰؑ کے حواریوں نے عیسیٰؑ کی ویسی اطاعت نہ کی جیسی اطاعت ہمارے حواری ہماری کرتے ہیں اس لئے کہ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ کون ہے میرا مددگار، خدا اور دین خدا کی اقامت کے سلسلہ میں حواریوں نے کہا کہ ہم لوگ خدا کے مددگار ہیں، لیکن خدا کی قسم انھوں نے حضرت عیسیٰؑ کی یہودیوں سے بچانے کے سلسلے میں مدد نہ کی اور حضرت عیسیٰؑ کی حمایت میں دشمنوں سے جنگ نہ کی، لیکن خدا کی قسم ہمارے شیعہ جس روز سے پیغمبر خدا صلعم نے رحلت فرمائی ہے اب تک ہمارے معین و مددگار ہیں اور ہمارے لئے دشمنوں سے جنگ کرتے رہتے ہیں، گو دشمنانِ خدا ان کو آگ میں جلاتے رہتے ہیں، مختلف قسم کی تکلیفیں پہنچاتے ہیں اور ان کو شہر بدر کرتے ہیں۔ لیکن ہمارے شیعہ اور ہمارے دوست ہماری محبت سے باز نہیں آتے، خدا ان کو ہماری جانب سے جزائے خیر عطا فرمائے۔ (ترجمہ حیات القلوب)

حضرت عیسیٰؑ کے حواریین کو انکساری اور فروتنی کی عملی تعلیم

ایک دن حضرت عیسیٰؑ نے اپنے حواریوں سے کہا کہ میری ایک حاجت ہے تم اسے برلاؤ۔ ان لوگوں نے عرض کی ہم حاضر ہیں، فرمایا جو کچھ میں کرتا ہوں اس پر غور کرو، یہ کہہ کر اُٹھے اور انھوں نے اپنے حواریین کے پاؤں دھوئے ان لوگوں نے عرض کی کہ یہ تو ہمارا فریضہ ہے کہ ہم آپ کے پیر دھوئیں۔ ارشاد فرمایا کہ عالم لوگوں کی خدمت کا زیادہ سزاوار ہے، میں نے اس لئے یہ تواضع اور فروتنی ظاہر کی تاکہ تم بھی میرے بعد ایسا ہی کرو۔

حضرت عیسیٰؑ کی سیرت اور اُن کے بعض عادات و واقعات

علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت داؤدؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے درمیان چار سو اسی سال کا فاصلہ تھا۔ رُوحُ اللہ، خدا کی یگانہ پرستی اور اس کی

عبادت میں خلوص اور ترک ریا اور جو کچھ نوحؑ و ابراہیمؑ و موسیٰؑ نے تعلیم دی تھی ان تمام امور کی تبلیغ پر مبعوث ہوئے تھے، خدا نے ان پر انجیل نازل فرمائی اور چند عہد ان سے لئے جو اور پیغمبروں سے لئے تھے اور توریت میں ان کے لئے لکھا تھا کہ نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیا کریں اور نیکیوں کا حکم کیا کریں اور برائیوں سے لوگوں کو منع کریں اور حرام کو حرام اور حلال کو حلال قرار دیں اور انجیل میں نصیحتیں اور مثالیں تھیں اس میں تعزیرات و احکام حدود و فرض و میراث نہ تھے اور جو توریت میں سخت احکام تھے۔ ان میں سے بعض میں خدا نے تخفیف فرما دی تھی، جیسا کہ قرآن میں فرمایا ہے کہ عیسیٰؑ نے کہا کہ میں اس لئے مبعوث ہوا ہوں کہ بعض چیزوں کو جو تمہارے لئے حرام تھیں حلال قرار دوں، اور جو لوگ حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لائے تھے آپ نے ان کو توریت و انجیل دونوں پر ایمان لانے کا حکم دیا۔ (حیات القلوب)۔

حضرت عیسیٰؑ کے گزراوقات کا انداز

مورخین و محدثین کا بیان ہے کہ حضرت عیسیٰؑ پتھر کا تکیہ رکھتے تھے، اور سوتے وقت موٹے کپڑے پہنتے تھے، عموماً بھوکے رہتے تھے۔ رات کو روشنی کے لئے چاندنی پر اکتفا کرتے تھے۔ زمین پر سوتے تھے، عموماً سیاحت کیا کرتے تھے اور مخلوقِ خدا کو فائدہ پہنچانے میں دن گزارتے تھے، آپ میوے وغیرہ سے دلچسپی نہ رکھتے تھے۔ آپ نے شادی نہیں کی تھی اور عورت سے ناآشنا تھے۔ نہ مال و دولت رکھتے تھے نہ اولاد کے مالک تھے، ساری رات عبادت کرتے تھے۔ آپ کی سواری آپ کے پیر تھے، اور آپ کے خادم آپ کے دونوں ہاتھ تھے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے اپنے بعض خطبوں میں جو بنی اسرائیل کے درمیان پڑھتے تھے، فرمایا تھا کہ میں نے اس حال میں صبح کی کہ میرے خادم میرے ہاتھ تھے اور میری سواری میرے پیر تھے، میرا بستر فرشِ زمین اور میرا تکیہ پتھر تھا، وہ جاڑوں میں آگ کے بجائے سورج سے کام لیتے تھے۔ انھوں نے ایک خطبہ میں فرمایا کہ میرا چراغ رات کے وقت چاندنی ہوتی ہے میری غذا بھوک اور میرا لباس خوفِ خدا ہے اور میری تن پوشی کے لئے بالوں کے موٹے جھوٹے کپڑے ہیں، میرے میوے پھل اور گل و لالہ زمین کی گھاس ہے جو حیوانات کھاتے ہیں، میں رات بسر کرتا ہوں اور کچھ نہیں رکھتا، صبح ہوتی ہے اور میرے پاس کچھ نہیں ہوتا، لیکن زمین پر مجھ سے بڑھ کر کوئی غنی اور بے نیاز نہیں ہوتا۔ حضرت سلمان فارسی کا بیان ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے کبھی لوگوں کے عیبوں کی جستجو نہیں کی، کبھی کسی کے سامنے چلّا کر نہیں بولے۔ کبھی قہقہہ مار کر نہیں ہنسے۔ کبھی کسی کو اپنے پاس سے نہیں ہٹایا، کبھی کسی بدبو سے اپنی ناک میں انگلی نہیں دی۔ کبھی کسی کھیل میں دلچسپی نہیں لی اور نہ کبھی کھیلے اور نہ کبھی کوئی مہمل کام کیا۔

حضرت عیسیٰؑ اور مسُور کی دال

حضرت عیسیٰ علیہ السّلام مسُور کی دال کو بہت زیادہ پسند کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ یہ انبیاء کی غذا ہے۔ حضرت امام رضا علیہ السّلام ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت رسُولِ خدا صلعم نے اپنے اصحاب کو ایک دن مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ خدا تمھیں مسُور کھانا گوارہ کرے، کیونکہ وہ بہت مُبارک غذا ہے، دل کو نرم کرتی ہے اور رقت (گریہ) کو زیادہ کرتی ہے۔ ستر پیغمبروں کی پسندیدہ ہے جس کے آخری نبی حضرت عیسیٰؑ تھے۔

حضرت عیسیٰؑ کے شادی نہ کرنے کی وجہ

حضرت صادقؑ آلِ محمدؐ ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ ایک دن لوگوں نے حضرت عیسیٰؑ کی خدمت میں عرض کی یعنی ان سے سوال کیا کہ آپ عورت سے شادی کیوں نہیں کر لیتے۔ انھوں نے جواب دیا کہ مجھے شادی سے کوئی فائدہ محسوس نہیں ہوتا۔ ان لوگوں نے کہا کہ اس سے ایک فائدہ یہ ہے کہ اولاد ہوگی۔ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ وہ اولاد میرے کس کام آئے گی، وہ اگر پیدا ہونے کے بعد زندہ رہے گی تو میرے لئے فتنہ بنے گی، اگر مر جائے گی مجھے دُکھ، درد، رنج اور غم میں مبتلا کر دے گی۔ میں موجودہ حال میں اچھا ہوں کہ اللہ کی عبادت بغیر کسی رکاوٹ کے کرتا ہوں۔

حضرت عیسیٰؑ کے پانی پر چلنے کا ایک واقعہ

مورخین کا بیان ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کا ایک معجزہ یہ بھی تھا کہ وہ پانی پر اسی طرح چلا کرتے تھے۔ جس طرح خشک زمین پر چلتے تھے۔ ایک دن وہ ایک دریا کی طرف سے گزرے، ان کے ہمراہ ان کا ایک عزیز ترین صحابی تھا، جو ان سے کبھی جُدا نہیں ہوتا تھا۔ حضرت عیسیٰؑ نے بسم اللہ کہہ کر پانی پر قدم رکھا اور چل پڑے۔ اِن کے پیچھے ان کا وہ چہیتا صحابی بھی بسم اللہ کہہ کر بصدقِ دل اور بہ یقین کامل روانہ ہوگیا، جب آدھا راستہ طے کر چکا تو اس کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ میں بھی کچھ ہوں، جس طرح حضرت عیسیٰؑ چل رہے ہیں، میں بھی چل رہا ہوں، اس خیال کا آنا تھا کہ وہ پانی میں ڈوبنے لگا۔ حضرت عیسیٰؑ نے ہاتھ بڑھا کر اسے بچا لیا اور جب باہر نکلے تو اس سے دریافت کیا کہ یہ بتا کہ تیرے دل میں کیا خیال پیدا ہوا، جس کی وجہ سے تو ڈوبنے لگا، تو اس نے کہا کہ حضور، میرے ذہن میں آپ کی ہمسری کا خیال آگیا تھا۔ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ ہر شخص کو اپنی حیثیت پیشِ نظر رکھنی چاہیئے، تو توبہ کر، اس نے توبہ کی اور اپنی سابقہ حیثیت پر آگیا۔

حضرت عیسیٰؑ اور دریائی جانوروں کے کھلانے کا ثواب

صادقؑ آلِ محمدؐ سے منقول ہے کہ ایک دن حضرت عیسیٰؑ ایک دریا کی طرف سے گزرے، آپ کے ہمراہ آپ کے حواری بھی تھے۔ حضرت

عیسیٰ علیہ السّلام نے اپنی ایک روٹی دریا میں ڈال دی۔ حواریین نے عرض کی حضورؐ پانی میں روٹی کیوں ڈال دی، آپ نے ارشاد فرمایا کہ دریا میں جانور ہیں میں نے اس لیئے روٹی ڈال دی تاکہ اس کے جانور اسے کھا لیں کیونکہ دریائی جانوروں کو کھلانے میں بڑا ثواب ہے۔

حضرت عیسیٰؑ اور صدقہ کی اہمیت

حضرت عیسیٰؑ ایک دن ایک طرف سے گزر رہے تھے ان کی نگاہ ایک بارات پر پڑی، آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ یہ لوگ اتنی خوشی منا رہے ہیں، مگر ان کو اس کی خبر نہیں کہ یہ جس لڑکی کو لئے جا رہے ہیں یہ آج رات کو مر جائے گی۔ غرضیکہ بارات دُولہا کے گھر پہنچی وہاں مراسم و رسُوم ادا ہوئے اس کے بعد دونوں ایک کمرے میں چلے گئے اور رات بھر رہے لڑکی زندہ وسلامت رہی۔ لوگوں نے حضرت عیسیٰؑ سے اس لڑکی کے بچ جانے کا ذکر کیا، آپ نے فرمایا کہ مجھے اس کے گھر لے چلو۔ گھر پہنچ کر آپ نے شوہر سے اجازت لی اور لڑکی سے پُوچھا کہ تم نے آج رات کونسا اچھا کام کیا ہے۔ اس نے کہا کہ میرا معمول تھا کہ میں رات کو صدقہ نکالا کرتی تھی اور جو فقیر آتا تھا اُسے دے دیتی تھی، آج رات بھی ایسا ہی ہوا میں نے بدقت صدقہ دے دیا تھا۔ حضرت عیسیٰؑ نے اس گفتگو کے بعد اس کا تکیہ اُٹھایا تو اُس کے نیچے ایک سانپ بیٹھا ہوا تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ اسی صدقہ کی وجہ سے اس سانپ نے اسے نہیں ڈسا اور یہ بچ گئی۔ (حیات القلوب) واضح ہو کہ اسی قسم کا ایک واقعہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کے زمانے میں بھی ہوا ہے۔

نبوّت و امامت میں شک کرنے والے کی دُعا قبول نہیں ہُوا کرتی

ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے پُوچھا کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ میں ایک شخص کو دیکھتا ہوں کہ وہ بہت عبادت کرتا ہے۔ لیکن آپ کا اور آپ کے دین کا اعتقاد نہیں رکھتا کیا یہ عبادت اس کو کچھ فائدہ پہنچا سکتی ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ ایسے لوگوں کی مثال اس جماعت کی سی ہے جو بنی اسرائیل میں تھی کہ جو ان میں سے چالیس راتیں عبادت خدا میں مشغول رہتا اور دُعا کرتا۔ تو بے شبہ اس کی دُعا قبول ہو جاتی۔ لیکن ان میں سے ایک شخص نے ایسا ہی کیا، لیکن اس کی دُعا قبول نہ ہُوئی تو وہ حضرت عیسیٰؑ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اس بارے میں شکایت کی اور اس معاملہ میں حضرت سے دُعا کرنے کی خواہش کی۔ حضرت عیسیٰؑ نے وضو کیا دو رکعت نماز پڑھی اور دُعا کی۔ تو خدا کی جانب سے اُن پر وحی نازل ہُوئی کہ بندہ میرے پاس حاضر ہوا تھا غیر راہ سے جو میں نے نہیں بتلائی اور تمھاری پیغمبری میں شک رکھتا ہے۔ اگر اس قدر دُعا کرے کہ اس کی گردن ٹوٹ جائے، اور ہاتھوں کی اُنگلیاں گر جائیں تب بھی میں اس کی دُعا قبول نہ کروں گا، یہ سُن کر حضرت عیسیٰؑ نے اُس

کی جانب رُخ کیا اور فرمایا کہ تو خدا کو پکارتا ہے اور میری پیغمبری میں شک کرتا ہے، اُس نے کہا اے رُوحؑ اللہ خدا کی قسم ایسا ہی ہے، آپ دُعا کیجئے کہ میری یہ حالت زائل ہو جائے، حضرت عیسیٰؑ نے دُعا کی تو خدا نے اُس کی توبہ قبول فرمائی، اور وہ بھی اپنے گھر کے دیگر افراد کی مثل خالص مومن ہو گیا۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ جو شخص نبی کی نبوّت میں شک کرے یا امام کی امامت کا منکر ہو وہ جب تک توبہ نہ کرے اس کا انجام بخیر نہ ہو گا نہ اُس کی دُعا قبول ہو گی اور نہ وہ کوئی فائدہ دینی حاصل کر سکے گا۔ چاہے اس نے دنیا میں کتنے ہی فتوحات کیوں نہ کیتے ہوں۔ (مؤلف)۔

حضرت عیسیٰؑ کے اصحابِ ثلاثہ کا حشر

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک گاؤں کی طرف سے گزرے۔ اُن کے ہمراہ ان کے تین اصحاب بھی تھے، راستے میں سونے کی تین اینٹیں پڑی ہوئی تھیں۔ حضرت عیسیٰؑ نے انھیں دیکھ کر فرمایا کہ یہ اینٹیں بہتوں کی جان لیوا ثابت ہوں گی۔ اس کے بعد ان اصحاب سمیت آگے بڑھ گئے، وہ چلے جا رہے تھے کہ اُن تینوں کی نیت خراب ہو گئی۔ ایک نے کوئی بہانہ کیا اور واپس ان کا ساتھ چھوڑ کر چلا گیا، پھر اس کے دونوں ساتھیوں نے بھی بہانہ کیا اور حضرت عیسیٰؑ کی ہمراہی سے جُدا ہو گئے۔ حضرت عیسیٰؑ تنہا اس کام کے لئے روانہ ہوئے جس کے لئے گئے تھے اور ان کو ساتھ لے گئے تھے۔ ان اصحاب ثلاثہ نے اس مقام پر پہنچ کر جس جگہ اینٹیں پڑی تھیں اُن پر قبضہ کر لیا۔ چونکہ کھانے کا وقت تھا، ان میں سے دُو نے تیسرے سے کہا کہ تم بازار جا کر کھانا لاؤ ہم دونوں اسی جگہ بیٹھے ہیں، وہ کھانا لینے کے لئے چلا گیا۔ کھانا لینے کے بعد اُس کی نیت خراب ہو گئی اور اُس نے زہر خرید کر اس کھانے میں ملا دیا تاکہ دونوں مر جائیں اور ساری اینٹیں اسی کے ہاتھ آجائیں۔ پھر اسی کی طرح ان دونوں کی نیتیں بھی خراب ہو گئیں۔ ان دونوں نے آپس میں فیصلہ کیا کہ جب ہمارا ساتھی کھانا لے کر آئے تو اسے مار ڈالا جائے تاکہ تینوں اینٹیں ہم ہی دونوں کو مل جائیں، چنانچہ جب وہ کھانا لے کر آیا تو یہ دونوں ان پر پل پڑے اور اُسے اتنا مارا کہ وہ مر گیا، ان دونوں نے وہ اینٹیں اپنے قبضے میں کر لیں اور اسی جگہ بیٹھ کر کھانا کھایا، کھانے میں تو زہر ملا ہوا تھا ہی، جب انھوں نے اسے کھایا، تو یہ دونوں بھی مر گئے۔

جب حضرت اپنے کام سے فراغت کے بعد واپس تشریف لائے تو اصحاب ثلاثہ کو مُردہ پایا۔ پھر اُنھیں زندہ کر کے اُن سے کہا کہ میں نے نہیں کہا تھا کہ یہ اینٹیں بہتوں کے لئے جان لیوا ثابت ہوں گی۔ "تم نے اپنی بدکرداری کا ثبوت دیا اور اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے، اگر میں زندہ نہ کرتا تو تم ابھی سے ہی جہنم میں پہنچ جاتے۔

حضرت عیسیٰؑ پر نزولِ انجیل اور حضرت امام رضا علیہ السلام کا مناظرہ

محدثین کا بیان ہے کہ انجیل ماہِ رمضان کی بارھویں شب کو نازل ہوئی تھی اور اُس کا نزول قرآن مجید کی طرح کئی سالوں میں نہیں ہُوا بلکہ یہ مکمل ایک ساتھ نازل ہُوئی تھی۔ علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ اس کا نزول اتوار کو ہُوا تھا۔ اِسی لئے عیسائی اس دن کو متبرک جانتے اور یوم عید قرار دیتے ہیں۔ حضرت امام رضا علیہ السلام نے انجیل کے بارے میں دربار مامون رشید عباسی میں عالم نصاریٰ سے زبردست مناظرے فرمائے تھے اور اسے مبہوت کر کے بالکل خاموش کر دیا تھا، حضرت کے مناظرے چونکہ بہت طویل ہیں اس لئے ہم اِس مقام پر لکھنا مناسب نہیں سمجھتے۔ جن حضرات کو ملاحظہ کرنا ہو انھیں چاہیئے کہ بحار الانوار ملاحظہ کریں۔ مناظرے کے بعض حصّے حیات القلوب اور چودہ ستارے میں بھی ہیں، چودہ ستارے میں اور بھی دیگر علمار غیر مسلم سے مناظرے مندرج ہیں۔

شیطان شاہِ فلسطین کی شکل میں

ایک دن کا ذکر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام شام کی ایک پہاڑی پر تشریف فرما تھے، اتنے میں شیطان بصورت شاہِ فلسطین حضرت کی خدمت میں حاضر ہُوا اور کہنے لگا کہ آپ مُردوں کو زندہ کرتے ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ بے شک مُردوں کو زندہ کرتا ہُوں اور یہ معجزہ مجھے خدا نے دیا اور جو کچھ کرتا ہُوں اُسی کی طاقت اور اسی کے حکم سے کرتا ہوں۔ اس نے کہا کہ جب آپ میں ایسی طاقت ہے تو پھر آپ اپنے کو پہاڑ سے گرا کر دکھا دیجئے، یعنی اپنے کو پہاڑ سے گرایئے اور کوئی گزند نہ پہنچے۔ حضرت نے فرمایا کہ جا اپنی راہ لے، خدا نے مجھے اس امر کا کوئی حکم نہیں دیا، اور میں تابع حکم باری ہوں۔

حضرت عیسیٰؑ کا عمل تیس سال کی عمر میں

امام ثعلبی لکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب تیس سال کے ہُوئے تو آپ کو حکم ہوا کہ اب اپنے کام کو تیز کر دو اور میری مخلوقات کی خدمت میں پُورا انہماک کر دو، جتنے بیمار ہیں اُن کو شفا دو، جتنے مریض ہیں اُن کو تندرستی عطا کرو، اور ساتھ ہی ساتھ ابلیس ملعون کے چیلوں کا قلع قمع کر دو، یہ سُن کر حضرت عیسیٰؑ نے کام کی رفتار تیز کر دی اور لوگوں کی خدمت میں حد سے زیادہ مشغول ہو گئے، کبھی ایسا بھی ہونے لگا کہ ایک دن میں پچاس ہزار افراد جمع ہو جاتے تھے اور اپنا علاج کراتے تھے۔ "فمن اطاق منھم ان یمشی الیہ مشی الیہ ومن لم یطق وصل الیہ عیسٰی علیہ السلام" ہوتا یہ تھا کہ لوگوں کو جب اطلاع مل گئی کہ حضرت عیسیٰؑ مُردوں کو زندہ کرتے اور کور مادرزاد کو بینائی بخشتے اور مبروص کو اچھا کرتے ہیں تو سب دوڑ پڑتے

تھے اور ہر قسم کے مریض جمع ہو جاتے تھے، حضرت کا اصول یہ تھا کہ جو اپنے پیر سے چل کر پہنچ جاتے تھے وہ تو خود آتے تھے اور جو نہیں آسکتے تھے حضرت عیسٰیؑ ان کے پاس خود پہنچتے تھے اور فی سبیل اللہ اُن کا علاج کرتے تھے۔ اور اس زمانے میں جو شیاطین تھے انھیں دفع کرنے اور ان کا قلع قمع کرنے کی سعی کرتے تھے۔ ابلیس نے جس وقت دیکھا کہ حضرت عیسٰیؑ میری نسل کے پیچھے پڑے ہیں تو اُس نے اُن کی خوشامد شروع کر دی اور چاہا کہ کسی طرح اُن کو راضی کرلے۔ بروایت ابن عباسؓ جب حضرت عیسٰی علیہ السلام کی عمر ۳۰ سال کی پُوری ہوگئی تو ایک دن وہ بیت المقدس کی عقبی گھاٹ میں کھڑے تھے جسے عقبۂ رفیق بھی کہتے ہیں، ناگاہ ابلیس ملعون آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ اے عیسٰیؑ آپ کی خدائی بہت بلند ہے کہ آپ نے گہوارے میں کلام کیا، اور آپ مٹّی کا طائر بنا کر اس میں پھونک مارتے ہیں اور اس میں رُوح ڈالتے ہیں اور وہ اُڑنے لگتا ہے۔ آپ بیماروں کو شفا دیتے ہیں، وہ بیمار چاہے جس قسم کے ہوں سب اچھے ہو جاتے ہیں، آپ مُردوں کو زندہ کرتے ہیں، آپ پانی پر چلتے ہیں اور آپ کے قدم تر نہیں ہوتے اور پانی کے اندر نہیں جاتے، آپ کے لئے ہے کہ آپ کے زیرِ قدم ساری کائنات ہوگی اور آپ روزی تقسیم کریں گے۔

یہ سُن کر حضرت عیسٰیؑ نے فرمایا کہ اے ملعون تُو نے جو خدائی کی نسبت میری طرف دی ہے۔ یہ تیری بکواس ہے، میں نے جو گہوارے میں کلام کیا حکمِ خدا سے کیا، اگر وُہ مجھے گونگا کر دیتا تو میں بول بھی نہ سکتا۔ میں مٹّی سے پرندہ بنا کر ہوا میں اُڑاتا ہوں، تو اُسی کے حکم سے ایسا کرتا ہوں۔ اگر وُہ نہ چاہے اور اس کا حکم نہ ہو تو میں کچھ بھی نہیں کرسکتا، میں بیماروں کو شفا دیتا ہوں تو اسی کے حکم سے دیتا ہوں۔ مُردوں کو زندہ کرتا ہوں تو اُسی کے حکم سے کرتا ہُوں، پانی پر چلتا ہوں تو اسی کے حکم سے چلتا ہوں، اے ملعون اگر میرا مالک نہ چاہے تو میں بھی کچھ نہیں کرسکتا۔ اے ملعون تو اپنی حرکتوں سے باز آ، اور خدائے وحدہٗ لاشریک کی عظمت پر نگاہ رکھ۔

یہ سُن کر شیطان مایوس ہو کر چلا گیا اور اُس نے اپنے کو بروایتے ابن بابویہ دریائے اخضر میں گرا دیا۔ پھر ایک پتھر پر متواتر سجدے کرنے لگا۔ ایک جنیہ نے جو اس جگہ موجود تھی، اُس نے کہا کہ تو یہ سجدے کس لئے کرتا ہے کیا تجھے گمان ہے کہ تو بخشا جائے گا۔ اس نے کہا کہ نافرمانی کی وجہ سے جب میں جہنم میں ڈالا جاؤں گا، تو مجھے یقین ہے کہ میرے ان سجدوں کی وجہ سے خدائے رحیم وغفور مجھے جہنم سے نکال لے گا۔

گیا شیطان مارا ایک سجدہ کے نہ کرنے سے
اگر لاکھوں برس سجدے میں سر مارا تو کیا مارا

حضرت عیسیٰؑ اور نزولِ مائدہ

حضرت عیسیٰؑ کی اُمت پر نزول مائدہ کا ذکر قرآن مجید میں کافی وضاحت کے ساتھ موجود ہے۔ حضرات آلِ محمدؐ کے ارشاد کے مطابق حواریوں نے حضرت عیسیٰؑ سے یہ کہا تھا کہ اگر آپ اس کی طاقت اور استطاعت رکھتے ہیں کہ ہمارے لئے آسمان سے مائدہ (دسترخوان منگوا دیں تو منگوا دیجئے)۔

حضرت سلمان فارسی سے منقول ہے کہ جب حواریوں نے حضرت عیسیٰؑ سے سوال کیا کہ مائدہ ان پر نازل ہو، اس وقت حضرت اون کا لباس پہنے ہوئے تھے، یہ سُن کر حضرت عیسیٰؑ خوب روئے اور خدا کی بارگاہ میں دُعا کی تو ایک سُرخ خوان ہوا میں اُترتا ہوا دکھائی دیا اور تھوڑی ہی دیر میں ان کے پاس آگیا، حضرت عیسیٰؑ اُٹھے اور وضو کر کے طویل نماز پڑھی۔ پھر خوان پوش کو ہٹایا اور فرمایا "بِسْمِ اللّٰہِ خَیْرُ الرَّازِقِیْنَ"۔ لوگوں نے دیکھا کہ بُھنی ہُوئی مچھلی اس میں تھی جس میں بُھننے کی وجہ سے فلس (چھلکے) نہ تھے، وہ روغن سے تر تھی اس کے سر کے پاس نمک رکھا ہُوا تھا۔ اور اس کے دم کے قریب سرکہ تھا اور اس کے گرد ہر قسم کی ترکاریاں تھیں اور لہسن اور پانچ روٹیاں تھیں۔ ایک پر زیتون کا تیل تھا، دُوسری پر شہد، تیسری پر گھی، چوتھی پر پنیر اور پانچویں پر کباب رکھا ہوا تھا۔ اُسے دیکھ کر جنابِ شمعون نے پُوچھا یا رُوح اللہ یہ طعام دنیا سے ہے یا طعامِ آخرت سے، حضرت نے فرمایا کہ ان میں سے کوئی نہیں بلکہ خدا نے ابھی اپنی قدرت سے خلق فرمایا ہے۔ کھاؤ جو خدا سے مانگا ہے۔ حواریوں نے عرض کی "یا رُوحَ اللہ" ہم چاہتے ہیں کہ کوئی اور معجزہ دکھایئے۔ حضرت نے فرمایا اے مچھلی بحکمِ خدا زندہ ہوجا مچھلی فوراً حرکت میں آئی اور کانٹے اور فلس چھلکے اس میں پھر پیدا ہو گئے۔ یہ دیکھ کر اُن لوگوں پر دہشت طاری ہو گئی حضرت نے فرمایا کہ کیوں ایسا سوال کرتے ہو کہ اگر وہ پُورا کر دیا جائے تو تم کو پسند نہ ہو اور تم پریشان ہو جاؤ۔ میں تمہارے بارے میں بہت خوف زدہ ہوں کہ کہیں خدا کے عذاب میں مبتلا نہ ہو جاؤ۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ اے مچھلی بحکمِ خدا اپنی پہلی حالت پر ہوجا۔ چنانچہ وہ پھر بُھنی ہُوئی ہو گئی۔ جیسے کہ پہلے تھی۔ لوگوں نے عرض کی یا نبی اللہ پہلے اس مچھلی سے آپ کھایئے پھر ہم لوگ کھائیں گے حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا میں اس سے کھانے سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں، تم نے اس کا سوال کیا تھا تم ہی کھاؤ۔ وہ لوگ اس کے کھانے سے ڈرے تو حضرت نے فقیروں، محتاجوں، بیماروں اور سخت مریضوں کو بُلایا کہ اس خوان میں سے کھائیں اور فرمایا کہ کھاؤ تمہارے لئے شفا اور دوسروں کے لئے بَلا ہے۔ غرضکہ تیرہ سو بیماروں اور فقیروں نے اس میں سیر ہو کر کھایا، لیکن اُس مچھلی میں کچھ کمی نہ ہوئی۔ پھر مائدہ اُڑا اور آسمان کی جانب بلند ہوا اور وہ دیکھتے رہے۔ یہاں تک کہ نظروں سے غائب ہو گیا۔ اس میں سے جس بیمار نے کھایا اس کا مرض زائل ہو گیا اور جس محتاج نے کھایا

وہ مالدار اور غنی ہوگیا اور جن لوگوں نے نہیں کھایا وہ بہت پچھتائے، پھر جب وہ نازل ہوتا تھا، غنی اور فقیر سب اُس کے گرد جمع ہو جاتے تھے اور ایک اژدھام ہو جاتا تھا، تو حضرت عیسیٰؑ نے ان کی باری مقرر کر دی کہ ایک روز غنی اور امیر کھائیں اور ایک روز محتاج اور فقیر۔ غرضکہ چالیس روز تک خوان نازل ہوتا رہا۔ اور صبح سے ظہر تک لوگ اس میں سے کھاتے رہتے۔ ظہر کے بعد واپس آسمان پر اُٹھا لیا جاتا تھا۔ ایک روز نازل ہوتا تھا۔ دوسرے روز ناغہ ہوتا، پھر خدا نے جناب عیسیٰؑ پر وحی کی کہ میرا نازل کردہ مائدہ فقیروں اور غریبوں اور محتاجوں کے لئے مخصوص کر دو، اور مالداروں کو اس سے روک دو (کیونکہ یہ اور سرکش ہوتے جاتے ہیں)۔ چنانچہ حضرت عیسیٰؑ نے امیروں کے لئے بندشش کر دی اور اسے صرف فقیروں اور غریبوں کے لئے مخصوص کر دیا اس بندش سے اُمراء بھڑک اُٹھے اور بغاوت پر آمادہ ہو گئے اور نزول مائدہ میں طرح طرح کے عیوب نکالنے لگے اور لوگوں میں شک اور وسواس پیدا کرنے لگے، تو خدا نے وحی فرمائی کہ میں نے جھٹلانے والوں کے بارے میں شرط کی تھی کہ نزول مائدہ کے بعد جو کافر یعنی منکر ہو جائے گا۔ اس پر ایسا عذاب کروں گا کہ عالمین میں کسی پر نہ کیا ہوگا۔ حضرت عیسیٰؑ نے عرض کی خداوندا اگر ان پر تو عذاب کرے گا، تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر ان کو بخش دے گا تو تو عظیم و حکیم، کریم و رحیم ہے غرض ان میں سے تین سو تیرہ اشخاص کو مسخ فرما دیا جو رات کو اپنے اہل و عیال کے ساتھ سوئے ہوئے تھے۔ جب صُبح ہوئی تو سُور بن چکے تھے اور راستوں اور کھنڈروں میں گشت کرتے پھرتے تھے، وہ تین روز تک زندہ رہے۔ پھر ہلاک ہو گئے۔ تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام میں ہے کہ حضرت رسُول کریم صلعم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب قوم عیسیٰؑ نے خدا سے مائدہ کی خواہش کی اور پھر اس کی ناقدری کی تو خدا نے ان کو چار سو قسم کے حیوانوں کی صُورت میں مسخ کر دیا جیسے سُور بندر، ریچھ، بلی اور بعض دریائی و صحرائی حیوانات۔ ایک روایت میں ہے کہ مائدہ کے گرد غرباء جمع ہو جاتے تھے اور سیر ہو کر کھاتے تھے اُسے رؤسا اور اُمراء نے برداشت نہ کیا اور کہنے لگے کہ پست طبقے کے لوگوں کو مائدہ سے کھانے نہ دیں گے۔ یہ بات خُدا کو بُری لگی اور اُس نے مائدہ کا بھیجنا بند کر دیا اور ان لوگوں کو جانوروں کی شکل میں مسخ کر دیا۔ علی بن ابراہیم قمی اور شیخ طبرسی کا بیان ہے کہ حضرت عیسیٰؑ ایک دن یہودیوں کے ایک گروہ کی طرف سے گزرے تو انھوں نے کہا کہ یہ ساحر ہے۔ ساحرہ کا بیٹا، اور زنا زادہ ہے۔ حضرت عیسیٰؑ نے بارگاہِ خداوندی میں ان کے ان بیہودہ اقوال کی شکایت کی اور خدا نے انھیں سُور اور بندر وغیرہ کی شکل میں مسخ کر دیا۔

حضرت عیسیٰؑ کی تبلیغی سرگرمیاں اور اطراف میں نمائندوں و مبلغوں کے بھیجنے کا سلسلہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اگرچہ یوم بعثت ہی سے تبلیغ کا کام کر رہے تھے اور لوگوں میں دینِ اسلام پہنچا رہے تھے اور اُن کو راہِ راست پر لانے کی کوشش کر رہے تھے اور اپنے معجزات کو کام میں لا رہے تھے۔ لیکن جب آپ کی عمر تیس سال کی ہوگئی تو آپ نے اپنی تبلیغی سرگرمیوں کو تیز کر دیا اور اس امر کی کوشش کی کہ جہاں تک ان کی نبوت پھیلی ہوئی ہے اور جن حدود تک ان پر تبلیغی فرائض عائد ہیں ان میں اسلام کا بول بالا کر دیں اور سب کو مسلمان بنا کر اپنے فرائض سے عہدہ برآ ہو جائیں۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے انھوں نے اطراف و جوانب میں مبلغین بھیجنے شروع کر دیئے اور تمام علاقوں میں ایک ایک دو دو نمائندے روانہ کر دیئے اور انھیں بحکم ربّ الارباب اپنے معجزات کے استعمال اور اُن کے ظہور کی اجازت دے دی۔

شہر انطاکیہ میں دو مبلغوں کی رسیدگی و گرفتاری اور تیسرے مبلغ کی حکمت عملی سے اُن کی رہائی

اسی سلسلہ میں اُنھوں نے شہر انطاکیہ میں دو مبلغ روانہ کر دیئے اور اُن کو حکم دے دیا کہ پوری توجہ کے ساتھ تبلیغ کرنا اور اس کے سلسلہ میں امیر غریب، متوسط الحال اور رئیس حتیٰ کہ بادشاہ کو بھی نظر انداز نہ کرنا۔ چنانچہ وہ روانہ ہو گئے۔ اس واقعہ کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔ سورہ یٰسین میں ہے۔ "واضرب لهم مثلاً اصحاب القرية" الخ۔ اے میرے نبیؐ انھیں اصحابِ قریۂ انطاکیہ کی مثال دے دو الخ۔ جس میں عیسیٰؑ کے دو مبلغ گرفتار کر لئے گئے تھے اور ہم نے ان کو تیسرے کے ذریعہ سے رہا کرایا تھا۔ ایک روایت کی بنا پر وہ جو دو پہلے گرفتار ہوئے تھے ان کے نام صادق اور صدوق تھے، اور جس تیسرے نے حکمتِ عملی سے ان دونوں کو رہا کرایا تھا۔ اس کا نام "سلوم" تھا۔

العرض حضرت عیسیٰؑ کے بھیجے ہوئے مبلغین شہر انطاکیہ کے لئے روانہ ہو گئے۔ "جب وہ شہر کے نزدیک پہنچے ایک مرد پیر کو چند گوسفند چراتے ہوئے دیکھا۔ وہ "حبیب نجار" مومن آل یٰسین تھے۔ اِن دونوں نے ان کو سلام کیا، حبیب نے پوچھا کہ آپ لوگ کون ہیں؟ اُنھوں نے کہا کہ ہم حضرت عیسیٰؑ کے فرستادہ ہیں، وہ بتوں کی عبادت کے بدلے خدا کی عبادت کی جانب دعوت دیتے ہیں۔ حبیب نے کہا، کوئی نشانی بھی حضرت عیسیٰؑ کی طرف سے آنے کی رکھتے ہو۔ اُنھوں نے کہا ہاں۔ ہم بیماروں کو شفا دیتے ہیں۔ اندھے اور مبروص کو اچھا کرتے ہیں۔

حبیب نجار نے کہا، میرا لڑکا برسوں سے بیمار ہے اس کو اچھا کر دو۔ اُنھوں نے کہا ہم کو

وہ لڑکا دکھاؤ۔ حبیب اُن کو اپنے گھر لے گئے۔ اُن دونوں نے اپنے ہاتھ لڑکے کے جسم پر پھیرے وہ اُسی وقت بقدرتِ خدا صحت یاب ہو کر اُٹھ کھڑا ہوا۔

یہ خبر شہر میں مشہور ہو گئی اور بہتیرے بیمار آ کر شفایاب ہوئے۔ جب یہ خبر اُن کے بادشاہ کو پہنچی جس کا نام "شلاخن" تھا۔ وہ رُوم کے بادشاہوں میں سے تھا اور بُت کی پرستش کرتا تھا۔ اُس بادشاہ نے ان دونوں کو بُلایا اور اُن سے پُوچھا کہ تم کون ہو؟ اُنھوں نے کہا کہ ہم لوگ حضرت عیسیٰؑ کے فرستادہ ہیں اور تبلیغ کے لئے آئے ہیں۔ اس نے کہا کہ تمھارے پاس کیا علامت اور نشانی ہے، انھوں نے کہا کہ ہم خدا کے حکم سے اندھے اور مبروص کو شفا دیتے ہیں۔ اس نے کہا تم کو کس واسطے بھیجا ہے۔ انھوں نے کہا اس لئے کہ ہم تجھ کو بُتوں کی عبادت سے منع کریں جو نہ سُنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں اور تجھ کو اس خدا کی عبادت کا حکم دیں جو سُنتا اور دیکھتا ہے بادشاہ نے کہا کہ شاید تمہارا خدا ان بُتوں کے علاوہ کوئی اور ہے، اُنھوں نے کہا ہاں وہ ہے جس نے تجھ کو اور تیرے خداؤں کو پیدا کیا ہے۔ اس نے کہا کہ اچھا اس وقت تم لوگ جاؤ، میں تمھارے معاملہ میں غور کروں گا۔

غرضکہ وہ لوگ وہاں سے چلے آئے اور شہر میں تبلیغ کرتے رہے، ان دونوں کا شہرہ بہت زیادہ ہو گیا اور لوگ بھی اُن کی تبلیغ سے متاثر ہونے لگے، تو بادشاہ نے اُن کی گرفتاری کا حکم جاری کر دیا اور یہ دونوں گرفتار ہو گئے۔

پھر حضرت عیسیٰؑ نے بحکمِ خدا ایک تیسرے مُبلّغ کو بھیجا جن کا نام شمعون، یا سلوم تھا۔ وُہ جب شہر میں داخل ہوئے تو اُنھوں نے لوگوں سے کہا کہ مجھے اپنے بادشاہ کے پاس لے چلو، وُہ لوگ ان کو لئے ہوئے بادشاہ کے محل کے دروازے پر پہنچے، تو اُن لوگوں سے کہا کہ میں جنگل میں عبادت کیا کرتا تھا۔ میں چاہتا ہوں کہ تمھارے بادشاہ کے پروردگار کی عبادت کروں۔ لوگوں نے یہ خبر بادشاہ تک پہنچا دی۔ اُس نے حکم دیا کہ ان کو بُت خانے میں لے جاؤ تاکہ یہ ہمارے بُتوں کی پرستش کریں۔ چنانچہ وہ بُت خانے میں پہنچا دیئے گئے۔ اور ایک سال تک پہلے دو مُبلّغوں کے ساتھ بُت خانے میں رہے اور خدا کی عبادت کرتے رہے۔ ایک دن انھوں نے ان دونوں سے کہا کہ آپ اس طرح سختی اور درشتی کے ساتھ لوگوں کو اُن کے دین سے پھیر کر ایک نئے دین میں لانا چاہتے ہیں، آپ لوگوں نے محبت اور نرمی سے کیوں کام نہ لیا؟

پھر ان سے کہا کہ آپ لوگ یہ ظاہر نہ کیجئے گا کہ مجھے پہچانتے ہیں۔ پھر وہ بادشاہ کی بزم میں پہنچے بادشاہ نے کہا کہ میں نے سُنا ہے کہ آپ نے میرے خدا کی عبادت کی ہے، تو آپ دین میں میرے بھائی ہیں اور آپ کی رعایت مجھ پر لازم ہے، آپ کی جو حاجت ہو بیان کیجئے، انھوں نے کہا اے بادشاہ

میری کوئی حاجت نہیں ہے۔ لیکن میں نے دو شخصوں کو بُت خانے میں دیکھا ہے وہ کون ہیں ؟

بادشاہ نے کہا کہ یہ دونوں اشخاص آئے تھے کہ میرے دین کو باطل کریں اور مجھے خدائے آسمانی کی جانب پھیر دیں، انھوں نے کہا اے بادشاہ بہتر ہے کہ ہم اُن سے مناسب طریقے پر مباحثہ کریں، اگر حق ان کے ساتھ ثابت ہو جائے تو ہم اُن کی متابعت کریں اور اگر حق ہمارے ساتھ ثابت ہو جائے تو وہ ہمارے دین میں داخل ہو جائیں جو رعایتیں اور آسانیاں ہمارے لئے ہیں۔ ان کے لئے بھی ہوں گی۔ بادشاہ نے یہ بات مان لی اور ان کو قید خانے سے بُلوالیا۔ وہ لوگ آئے تو انھوں نے کہا کہ آپ لوگ اس شہر میں کیوں آئے ہیں ؟ انھوں نے جواب دیا کہ بادشاہ کو اس خدا کی طرف بُلانے کے لئے جس نے زمین اور آسمان کو پیدا کیا ہے اور رحم مادر میں (لڑکا یا لڑکی) جو چاہتا ہے خلق کرتا ہے اور جیسی صُورت چاہتا ہے بناتا ہے، اُس نے درختوں کو اُگایا پھلوں کو پیدا کیا ہے۔ وُہی آسمان سے پانی برساتا ہے، اس نے کہا کہ کیا تمھارا خدا اس بات پر قادر ہے کہ اندھے کو بینا کر دے۔ انھوں نے کہا کہ ہم دُعا کریں گے اگر وہ چاہے گا تو بینا کر دے گا۔ انھوں نے بادشاہ سے کہا کہ کسی اندھے کو بُلوائیے جو کبھی نہ دیکھ سکا ہو، غرضکہ ایک مادر زاد اندھا لایا گیا تو ان دونوں سے کہا گیا کہ آپ لوگ دُعا کیجئے کہ خدا اُسے بینا کر دے اگر آپ اپنے دعوے میں سچے ہیں، یہ سُن کر وہ دونوں حضرات اُٹھے اور دو رکعت نماز پڑھ کر خدا سے دُعا کی، اُسی وقت اس کی آنکھیں روشن ہو گئیں اور اس نے آسمان کو دیکھا، پھر انہوں نے (یعنی مبلّغ سیوم) نے کہا، اے بادشاہ ایک دُوسرے مریض کو بُلوائیے، پھر ایک اور مریض کو لایا گیا، تو خود اُنھوں نے سجدہ کیا اور دُعا کی۔ وہ اندھا بھی بینا ہو گیا۔ پھر انہوں نے بادشاہ سے کہا کہ ان لوگوں نے اگر ایک حجت اور دلیل ہم پر قائم کی تو ہم نے بھی اسی کے ایسی ایک دلیل قائم کر دی۔ اب آپ کسی ایسے شخص کو بُلوائیے جو اپاہج ہو، حرکت نہ کر سکتا ہو، ایک ایسا مریض بھی لایا گیا۔ تو انھوں نے کہا کہ آپ لوگ دُعا کیجئے کہ خدا اس کو شفا بخشے، ان دونوں نے پھر نماز پڑھی اور دُعا کی خدا نے اُسے بھی صحت یاب فرمایا اور وہ اُٹھ کھڑا ہُوا، اور چلنے لگا، پھر انہوں نے کہا اے بادشاہ ایک اور اپاہج کو طلب کر اس کے لئے میں بھی دُعا کرتا ہوں۔ جب وہ لایا گیا تو خود دُعا کی وہ بھی شفایاب ہو گیا۔ پھر انہوں نے بادشاہ سے کہا کہ ان حضرات نے دو حجتیں قائم کیں۔ ہم نے بھی انھیں کی ایسی دو حجتیں قائم کر دیں۔ اب ایک بات اور رہ گئی ہے اگر یہ لوگ اس کو پُوری کر دیں تو میں ان کے دین میں شامل ہو جاؤں گا۔ اے بادشاہ میں نے سُنا ہے کہ آپ کا ایک لڑکا تھا جو مر گیا ہے اگر یہ لوگ اس کو زندہ کر دیں تو میں ان کے دین کو قبول کر لوں گا، بادشاہ نے کہا کہ پھر تو میں بھی ان کے دین کو قبول کر لُوں گا اور ایمان لاؤں گا، پھر ان لوگوں سے کہا کہ ایک

بات لبس باقی ہے۔ بادشاہ کا جو لڑکا مر چکا ہے اور دفن ہو چکا ہے اس کو آپ لوگ زندہ کر دیں تو ہم آپ کے دین میں داخل ہو جائیں گے، یہ سُن کر وہ دونوں سجدہ میں گئے اور ذکرِ الٰہی میں طول دیا پھر سر سجدے سے اُٹھایا اور کہا کہ اے بادشاہ لڑکے کی قبر کی جانب کچھ لوگوں کو بھیجیے، انشاءاللہ آپ کا لڑکا قبر سے زندہ ہو کر آچکا ہوگا۔ یہ سُن کر لوگ شہزادے کی قبر پر دوڑے ہوئے گئے دیکھا کہ وہ قبر سے باہر آکر اپنے سر سے مٹی اور غبار جھاڑ رہا ہے، لوگ اُس کو بادشاہ کے پاس لے آئے بادشاہ نے اس کو پہچانا اور پُوچھا اے فرزند تیرا کیا حال ہے۔ اس نے کہا کہ میں مر چکا تھا، میں نے دیکھا کہ ابھی ابھی دو اشخاص میرے پروردگار کی بارگاہ میں سجدے میں سر رکھے ہوئے خدا سے میرے زندہ ہونے کی دُعا کر رہے تھے تو خدا نے ان کی دُعا قبول کی اور مجھے زندہ کر دیا۔ بادشاہ نے کہا اے فرزند اگر ان کو تو دیکھے تو پہچان سکتا ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ بادشاہ ایک گروہ کے ساتھ جنگل میں گیا اور لڑکے کو کھڑا کیا۔ ایک ایک شخص کو اس کے سامنے سے گذارتا اور پوچھتا کہ یہ ہے وہ، کہتا نہیں۔ یہاں تک کہ سینکڑوں کے بعد ان دونوں میں سے ایک کو سامنے لایا تو لڑکے نے دیکھتے ہی کہا کہ ہاں ان میں سے ایک یہ بزرگ ہیں، اس کے بعد پھر ایک کثیر جماعت اس کے سامنے سے گذاری گئی، وہ ہر ایک کو دیکھتا اور کہہ دیتا کہ یہ وہ نہیں ہے۔ یہاں تک کہ وہ دُوسرے کو بھی لایا تو لڑکے نے پہچان لیا اور کہا دُوسرے بزرگ یہ ہیں۔

یہ دیکھ کر حضرت عیسیٰؑ کے تیسرے مبلّغ نے کہا کہ میں آپ کے خدا پر ایمان لایا اور جان لیا کہ جو پیغام آپ لائے ہیں وہ حق ہے پھر بادشاہ بھی ایمان لایا اور اس کے اہلِ مملکت سب ایمان لائے اور سب مسلمان ہو گئے۔ پھر یہ تینوں حضرت عیسیٰؑ کی خدمت میں چلے گئے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو خُدائے تعالیٰ کے الہامی ہدایات

یہ اُصول ہے کہ خدائے تعالیٰ اپنے انبیاء کو مخاطب کر کے ہدایات وارشادات فرماتا ہے، پھر ان ہدایات میں ایسی باتیں اکثر آ جایا کرتی ہیں جو بظاہر منافی نبوت معلوم ہوتی ہیں اور ان کا تعلق عوام سے محسوس ہوتا ہے، لیکن خطاب ہوتا ہے انبیاء سے یعنی بعض ایسی چیزیں ہوتی ہیں جو نبی سے تعلق رکھتی ہیں اور اکثر ایسی ہوتی ہیں جن کا تعلق عوام سے ہوتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ مخاطبہ اگرچہ نبی سے ہوتا ہے۔ لیکن اس سے مُراد اس کی اُمت ہوا کرتی ہے، حضرت عیسیٰؑ کو جو ہدایات وارشادات سے نوازا گیا ہے اس میں بھی یہی بات ہے۔ کتب طوال میں ایسے بے شمار ہدایات ہیں جو خداوندِ عالم نے عیسیٰؑ بن مریمؑ سے فرمائے ہیں ہم اس مقام پر ان میں سے چند کا اقتباس درج کرتے ہیں جو حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہیں۔

(۱) اے عیسیٰ میں تمہارا اور تمہارے آباؤ اجداد کا پروردگار ہوں۔ میں یکتا ہوں جس نے اکیلے ساری کائنات کو خلق کیا ہے (۲) اے عیسیٰؑ میں نے تجھے مسیح بابرکت بنایا ہے تو میرے حکم سے مُردوں کو زندہ کرتا ہے کور مادرزاد کو بینا بناتا ہے۔ مٹی کے پرندے میں رُوح پھُونکتا ہے۔ تو میری جانب پُوری طرح متوجہ رہ اور سمجھ لے کہ جو مجھ سے پھرے گا سخت عذاب میں مبتلا ہوگا۔
(۳) اے عیسیٰؑ مجھے اس سے بھی اپنے قریب سمجھو کہ جو تمہارے دل میں آتا ہے۔ آخرت کے ذخیرے کے لئے میرا تقرب حاصل کرو، نوافل اور مستحب اعمال بجا لاؤ اور صرف مجھ پر بھروسہ رکھو، ورنہ پچھتاؤ گے (۴) اے عیسیٰؑ میری طرف سے بلاؤں پر صبر کرو اور میرے قضا و قدر پر راضی رہو (۵) اے عیسیٰؑ میری یاد اپنی زبان پر زندہ رکھو، اور میری محبت کی راہ اپنے دل میں قائم رکھو (۶) اے عیسیٰؑ بیدار اور ہوشیار رہو ان اوقات میں جب کہ لوگ غفلت کی نیند میں ہوں۔
(۷) اے عیسیٰؑ میرے ثواب کی جانب رغبت رکھو اور میرے عذاب سے ڈرتے رہو اور دُنیا سے مُنہ موڑ لو (۸) اے عیسیٰؑ راتیں میری خوشنودی میں بسر کرو اور دنوں کو تشنگی میں گزارنے کے لئے روزے رکھا کرو (۹) اے عیسیٰؑ لوگوں کے درمیان ان کی خیر خواہی کے فیصلے کیا کرو جیسا کہ میں نے تم کو حکم دیا ہے اور میرا حکم ان کے درمیان قائم رکھو (۱۰) اے عیسیٰؑ جس طرح میں نے بتایا ہے دُنیا کو بالکل چھوڑ دو، لیکن لوگوں سے نرمی کے ساتھ برتاؤ میں کمی نہ ہونے پائے (۱۱) اے عیسیٰؑ جس سے ملو اس کو سلام کیا کرو (۱۲) اے عیسیٰؑ تم مجھ سے ہمیشہ خائف رہو اور میری نازل کردہ بلاؤں پر صبر کرنے کے لئے تیار رہو (۱۳) اے عیسیٰؑ دُنیا سے ضرورت کے مُطابق حاصل کرنے پر اکتفا کرو اور آخرت کا توشہ مُہیا کرنے میں کوشش کرتے رہو اور موٹے کپڑے اور بے مزہ کھانے پر قناعت کرو (۱۴) اے عیسیٰؑ جن چیزوں کو کام میں لاتے ہو وہ لکھی جاتی ہیں کہ کہاں سے تم نے حاصل کیا اور کیونکر خرچ کیا (۱۵) اے عیسیٰؑ میں تم سے قیامت میں پُوچھوں گا، لہٰذا کمزوروں پر رحم کرو۔ جس طرح میں نے تم پر رحم کیا ہے اور یتیموں پر قہر اور سختی مت کرو (۱۶) اے عیسیٰؑ نماز میں اپنی حالت پر گریہ کرتے ہو، اور اپنے پیروں کو عبادت خانے تک پہنچانے میں مشغول رکھو۔ (۱۷) اے عیسیٰؑ بہتیری اُمتوں کو میں نے چند گناہوں کے سبب ہلاک کر دیا ہے جن سے تم کو محفوظ رکھا ہے (۱۸) اے عیسیٰؑ آدمی غیر صبور زیادہ ہیں، لیکن صبر کرنے والے کتنے کم ہیں جس طرح درخت تو بہت ہیں مگر پھل دار درخت بہت کم ہیں۔ لہٰذا تم کو کسی سرسبز و شاداب درخت سے دھوکا نہ ہو، جب تک کہ اس کا پھل نہ کھالو۔ یعنی لوگوں کی ظاہری نیکی سے فریب مت کھانا جب تک کہ ان کے اخلاق و اعمال کو آزما نہ لینا (۱۹) اے عیسیٰؑ تم کو اس شخص کے حال سے دھوکا نہ کھانا چاہیئے جو مجھ سے سرکش اور باغی ہے اور اچھی حالت میں ہے، میری دی ہوئی روزی

کھاتا ہے اور میرے غیر کی عبادت کرتا ہے اور سختیوں اور بلاؤں کے وقت مجھ کو پکارتا ہے اور مجھ سے دُعا کرتا ہے اور میں اُس کی دُعا قبول کر لیتا ہوں تو پھر وہ اُسی گناہ اور شرک میں مبتلا ہو جاتا ہے اور مجھ سے سرکشی کرتا ہے اور میرے غضب کا سزاوار ہو جاتا ہے، سُنو میں اُسے ایسی سزا دُوں گا کہ جس کی مثال نہ ہو گی (۲۰) اے عیسیٰؑ چاہیئے کہ تمہاری زبان ظاہر و پوشیدہ ایک ہو (۲۱) اے عیسیٰؑ اپنے دل اور آنکھوں کو حرام سے محفوظ رکھو (۲۲) اے عیسیٰؑ اپنی آنکھوں کو اُس چیز کے دیکھنے سے بند رکھو جس میں کچھ فائدہ نہ ہو (۲۳) اے عیسیٰؑ میرے بندوں پر رحیم اور مہربان رہو جیسا کہ تم چاہتے ہو کہ میرے بندے تم پر مہربان رہیں اور تمہارا خیال رکھیں۔

(۲۴) اے عیسیٰؑ موت کو ہر وقت یاد رکھو، اور اپنے اہل و عیال سے جُدا ہونا ہر وقت پیش نظر رکھو۔ اور لہو و لعب اور امُور باطل میں مشغول نہ ہو، کیونکہ کھیل کود دل کو فاسد کرتا ہے اور میری یاد سے غافل نہ ہو، کیونکہ غفلت کرنے والا مجھ سے دُور ہوتا ہے اور اپنے نیک کردار اور اعمال کے ذریعہ سے مجھے یاد رکھو تاکہ میں تمھیں اپنی رحمت اور اپنے ثواب کے ساتھ یاد رکھوں (۲۵) اے عیسیٰؑ گناہ ہو جانے کے بعد مجھ سے توبہ کرو، اور توبہ کرنے والوں کو میری یاد دلاؤ اور یقین رکھو کہ میں توبہ قبول کرتا ہوں (۲۶) اے عیسیٰؑ مومنین سے محبت کے ذریعہ قریب رہو اور اُن کو حکم دو کہ تمہارے ساتھ مجھ سے دُعا کریں اور دیکھو مظلوم سے ہرگز بے پرواہ نہ ہونا اور اس کا ہمیشہ خیال رکھنا، مظلوم کی دُعا میری بارگاہ تک براہ راست پہنچتی ہے (۲۷) اے عیسیٰؑ یاد رکھو کہ بُروں کی صحبت گمراہ کرتی ہے اور بُرا ساتھی ہلاک کرتا ہے (۲۸) اے عیسیٰؑ اپنی ذات کے لئے عمل کر لو، اس مدت میں کہ جب تک موت نہیں آتی (۲۹) اے عیسیٰؑ اعمال نیک میں جلدی کرو اور اس میں تاخیر سے بچو (۳۰) اے عیسیٰؑ دُنیائے فانی کو ترک کرو اور اُن کے نشانات منزل پر چل کر دیکھو جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں (۳۱) اے عیسیٰؑ میں نے اپنے دین سے زیادہ خلق میں کسی شئے کو گرامی نہیں رکھا اور اُنہی سے زیادہ انعام کسی پر نہیں کیا (۳۲) اے عیسیٰؑ اپنی ظاہری نجاست کو پانی سے اور باطنی نجاست و کثافت کو عبادت اور نیک اعمال سے پاک کر لو (۳۳) اے عیسیٰؑ اپنے کو دین سے اور مسکینوں غریبوں کے ساتھ دوستی اور محبت سے آراستہ کرو۔ اور زمین پر عاجزی اور فروتنی کے ساتھ چلو اور جس زمین پر چاہو نماز پڑھو (۳۴) اے عیسیٰؑ میری عبادت پر کمر بستہ رہو، کیونکہ جو امر آنے والا ہے یعنی موت وہ بہت نزدیک ہے اور طہارت کے ساتھ میری کتاب کی تلاوت کرتے رہو (۳۵) اے عیسیٰؑ کوئی شے ایسی نہیں جس کی لذت دائمی ہو، اور کوئی لُطف و عیش ایسا نہیں جو صاحب عیش سے زائل نہ ہو جائے (۳۶) اے عیسیٰؑ تم جہاں بھی ہو میری رحمت تم تک پہنچ جائے گی، تم مجھے ہر وقت یاد کرتے رہو اور میرے عذاب سے

ڈرتے رہو (۳۷) اے عیسیٰؑ جس طرح ایک مُنہ میں دو زبان، ایک سینہ میں دو دل ممکن نہیں، اسی طرح ایک دل میں دو کی محبت ممکن نہیں، میں نے تمھیں پیدا کیا ہے تم میرے رہو، کسی غیر کی طرف نہ جھکو (۳۸) اے عیسیٰؑ جب میرا بندہ مجھ سے قریب ہونا چاہتا ہے اور میری رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے بلا و مصیبت پر صبر کرتا ہے تو میں اس کے قریب ہوتا ہوں، اور اس کا ثواب میرے ذمہ ہوتا ہے، جب وہ مجھے پُکارتا ہے تو میں اپنے نافرمانوں سے اس کا بدلہ لینے کے لئے کافی ہوں۔ ظلم کرنے والے مجھ سے بھاگ کر کہاں جاسکتے ہیں (۳۹) اے عیسیٰؑ ہمیشہ اپنے نفس کے حساب میں مشغول رہو، کیونکہ تمھاری بازگشت میری جانب ہے (۴۰) اے عیسیٰؑ درندوں سے ڈرتے ہو اور موت سے خوف کھاتے ہو جنھیں میں نے پیدا کیا اور بنایا ہے۔ لیکن مجھ سے بے پرواہ اور بے خوف ہوتے ہو یہ کونسی عقلمندی ہے (۴۱) اے عیسیٰؑ بادشاہی مجھ سے مخصوص ہے۔ بادشاہ حقیقی میں ہوں، اگر میری اطاعت کروگے تو میں تم کو اپنی بہشت میں داخل کروں گا اور صالحوں کی ہمسائیگی میں جگہ دُوں گا (۴۲) اے عیسیٰؑ اگر میں تم پر غضبناک ہوں تو تم سے کسی اور کا راضی رہنا تم کو فائدہ نہیں پہنچاسکتا، اور اگر میں تم سے خوش ہوں تو کسی کا تم سے ناراض ہونا تم کو ضرر نہیں پہنچاسکتا (۴۳) اے عیسیٰؑ مجھ کو خلوت میں یاد کرو تاکہ میں تم کو اپنی خاص پوشیدہ رحمتوں کے ساتھ یاد کروں اور مجھ کو ظاہر بظاہر یاد کرو، تاکہ میں تم کو آدمیوں کے مجمع سے بہتر ملکوت اعلیٰ کے مجمع میں یاد کروں (۴۴) اے عیسیٰؑ مجھے ڈوبنے والے کی طرح یاد کرو جس کا کوئی فریادرس نہ ہو (۴۵) اے عیسیٰؑ میری جھوٹی قسم مت کھاؤ کیونکہ میرا عرش تم پر قہر و غضب کی وجہ سے لرزنے لگتا ہے (۴۶) اے عیسیٰؑ دُنیا کی عُمر بہت تھوڑی ہے اور آرزوئیں بہت طولانی ہیں۔ میرے پاس ان مکانوں سے بہتر مکان ہیں جنھیں اہل دُنیا بناتے ہیں (۴۷) اے عیسیٰؑ نیکی کرنے سے خوش ہو جو میری خوشنودی کا سبب ہے اور اپنے گناہوں پر گریہ کرو جو میرے غضب کے باعث ہیں (۴۸) اے عیسیٰؑ جو بات اپنے لئے ناپسند کرو، وہ دوسروں کے لئے بھی ناپسند کرو، اور جو اپنے لئے پسند کرو، وہ دوسروں کے لئے بھی پسند کرو (۴۹) اے عیسیٰؑ اگر کوئی تمھارے داہنے رخسارہ پر طمانچہ مارے تو تم اپنا بایاں رخسارہ بھی پیش کردو (۵۰) اے عیسیٰؑ غریبوں اور عوام سے دوستی اور محبت کے ذریعے مجھ سے تقرب حاصل کرو اور کم عقلوں اور جاہلوں سے دور رہو اور بحث و تکرار سے بچو (۵۱) اے عیسیٰؑ ان لوگوں کے ساتھ مہربانی اور نرمی کرو جو نیک کام کرتے ہیں اور ان کی نیکی میں شرکت کرو (۵۲) اے عیسیٰؑ میں تم کو اپنے محبوب پیغمبروں کے سید و سردار، احمدؐ کے بارے میں وصیت و نصیحت کرتا ہوں جو نورانی چہرہ والے، سُرخ اونٹوں کے مالک ہوں گے، جن کا نُور دُنیا کو

روشن کرے گا۔ وہ پاک نفس اور میرے لئے دُنیا والوں پر سخت غضبناک ہوں گے، صاحب حیا بے حد کریم، بے شبہ تمام عالمین کے لئے رحمت۔ آدمؑ کی تمام اولاد میں سب سے زیادہ کریم و رحیم قیامت کے روز میرے نزدیک سب سے بہتر اور بلند و برتر ہوں گے۔ وہ تمام گزرے ہوؤں سے میرے نزدیک رفیع المنزلت اور پیغمبروں میں سب سے زیادہ مقرب ہوں گے۔ وہ عرب میں پیدا ہوں گے، بغیر کسی سے کچھ سیکھے اور لکھے پڑھے، سب سے بڑے عالم ہوں گے وہ علوم اوّلین و آخرین کے ساتھ مبعوث ہوں گے۔ میرے دین کی دُنیا والوں کو تبلیغ کریں گے اور میری خوشنودی اور رضا کے لئے بلاؤں اور تکلیفوں پر صبر کریں گے اور میرے دین کی حفاظت کے لئے مشرکوں سے جہاد کریں گے (۵۲) اے عیسیٰؑ میں تم کو حکم دیتا ہوں کہ بنی اسرائیل کو ان کے مبعوث ہونے کی خبر دے دو، اور حکم دو کہ وہ سب اس پیغمبر کی تصدیق کریں اور اس پر ایمان لائیں اور اس کی پیروی کریں اور اس کی مدد کریں سُنو اس نبی برگزیدہ کا نام "مُحمّدؐ" ہے۔ وہ تمام دُنیا کے لوگوں پر میرے رسُول ہوں گے۔ میرے نزدیک ان کی منزلت سب سے زیادہ ہے اور ان کی شفاعت قبول کرنا مجھ پر لازم ہے۔ (حیات القلوب طبع لاہور)۔

حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے بعض ہدایات و اِرشادات

حضرت عیسیٰ علیہ السّلام بحق رَبُّ العالمین اپنے فرائض منصبی ادا کرتے رہے اور تبلیغ و ہدایات وارشادات میں ہمہ وقت مصروف رہتے تھے اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہا، جب تک آپ ارض اللہ پر قیام پذیر رہے۔ آپ کے ارشادات اتنے زیادہ ہیں کہ اگر ان کو یکجا کیا جائے تو ایک مستقل کتاب مُرتب ہو سکتی ہے۔ ہم اس مقام پر اختصار کے پیش نظر چند چیزیں تحریر کرتے ہیں۔

علماء و مورخین کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے اپنے حواریین سے فرمایا کہ اے بنی اسرائیل دُنیا کی چیزوں میں سے جو کچھ ضائع ہو جائے اُس پر افسوس مت کرو جبکہ تمہارا دین سالم ہو جس طرح اہل دُنیا افسوس نہیں کرتے جبکہ اُن کا دین ضائع ہو جاتا ہے اور اُن کی دُنیا سلامت رہتی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ وہ لوگ جو ایک دُوسرے پر رحم کرتے ہیں اُن کی عاقبت بخیر ہو گی، قیامت میں وہ رحمت خدا سے مستفیض ہوں گے اور جو باہمی اصلاح کی کوشش کرتے ہیں وہ قیامت میں اللہ کے مقرب بندوں میں ہوں گے۔ جو لوگ اخلاق سے کام لیتے ہیں اور بُری عادتوں کے تارک ہیں، قیامت میں اُن کا بڑا درجہ ہو گا، اور جو تواضع اور انکساری سے گزارتے ہیں اُن کا قیامت میں اعلیٰ مقام ہو گا، اور جو مسکینوں اور فقیروں کا خیال رکھتے ہیں

اُن کے لئے آسمانی ملک وسلطنت ہوگی جو دنیا میں رنج وغم سے بسر کرتے ہیں آخرت میں وہ عیش کریں گے۔ جو دُنیا میں خضوع اور خشوع سے گزارہ کرتے ہیں قیامت میں اُن کو شرابِ طہور ملے گی۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ خوشا حال اُن لوگوں کا جو بے خطا ہونے کے باوجود لوگوں کی گالیاں کھاتے ہیں اور صبر کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کیا کہنا اُن لوگوں کا جن سے لوگ حسد کرتے اور انھیں بُرا بھلا کہتے ہیں اور وہ اُس کو برداشت کر جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا اجر آخرت بڑھ جاتا ہے، ایک روایت میں ہے کہ اُنھوں نے اہلِ دُنیا کو مخاطب کرتے ہُوئے فرمایا کہ تم اپنے سروں کے بال ترشواتے ہو، اپنے لباس چھوٹے اور چست کرتے ہو اور لوگوں کے سروں کو نیچا کرنے کی کوشش کرتے ہو۔ لیکن اپنے دلوں سے کینے کو دُور نہیں کرتے۔ اے دُنیا کے بندو تمھاری مثال آراستہ قبر کی سی ہے جس کے باہر دیکھنے والوں کے لئے بڑی زینت و آرائش ہوتی ہے اور اس کے اندر گناہ سے آلودہ بوسیدہ ہڈیاں ہوتی ہیں۔

انھوں نے فرمایا کہ اے بنی اسرائیل علماء کی مجلس میں اپنے کو پہنچاؤ اور اُن کے سامنے ادب سے بیٹھو۔ اور اُن سے علم و حکمت حاصل کرو۔ کیونکہ دل اسی سے زندہ ہوتے ہیں۔ اے بنی اسرائیل کم بولنا عقلمندی ہے۔ تم علم کے قلعہ کو مضبوط کرو، اس کا قلعہ خاموشی ہے۔ یاد رکھو۔ کہ خلاقِ عالم بے موقع قہقہہ لگانے اور بلا ضرورت گھومنے پھرنے کو بے انتہا دشمن رکھتا ہے، خدا اس حاکم و پیشوا کو دوست رکھتا ہے جو چرواہے کی مانند اپنی رعایا کا خیال رکھتا ہے۔ اے دُنیا والو، تم جس طرح گناہ کرنے میں لوگوں سے ظاہر بظاہر ڈرتے ہو، اسی طرح پوشیدگی میں اپنے خالق سے بھی ڈرا کرو۔ کلمۂ حکمت مومن کی کھوئی ہوئی چیز ہے۔ لہٰذا اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرو، قبل اس کے کہ اس کے بیان کرنے والے نہ رہیں۔ علماء کی قدر کرو اور اِن کی تعظیم کرو اور اُن سے جھگڑا مت کرو۔ شکرِ نعمت نہ کرنا گناہ کے برابر ہے اور توبہ نہ کرنا گناہ کے مانند ہے۔

رسُولِ کریمؐ حضرت احمد مجتبیٰ و محمد مصطفیٰ کے متعلق حضرت عیسیٰ کی پیشینگوئی

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عروجِ آسمانی سے قبل حضرت احمد مجتبیٰ و محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تشریف آوری کے متعلق جو پیشین گوئی کی تھی اسے قرآن مجید کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیے، ارشاد ہوتا ہے۔

واذ قال عیسیٰ بن مریم یا	اے رسُولؐ اُس وقت کو یاد کرو جب مریمؑ کے بیٹے عیسیٰؑ
بنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم	نے کہا اے بنی اسرائیل میں تمھارے پاس خدا کا
مصدقا لما بین یدی اسمہ احمد	بھیجا ہوا آیا ہوں، اور جو کتاب توراۃ میرے

فلما جاء ھم بالبینات قالوا ھذا سحر مبین ۔
(پ ۲۸ ۔ رکوع ۹ ۔ سورۃ الصف)

سامنے موجود ہے اس کی تصدیق کرتا ہوں اور ایک پیغمبر جن کا نام احمدؐ ہوگا اور میرے بعد آئیں گے اُنکی خوشخبری سُناتا ہوں ۔ پھر جب وہ پیغمبر (احمدؐ) اُن کے پاس واضح اور روشن معجزے لے کر آئے تو کہنے لگے یہ تو کھلا ہُوا جادُو ہے ۔

اس آیت کے ذیل میں حافظ فرمان علی اعلی اللہ مقامہٗ لکھتے ہیں کہ" عیسائیوں نے انجیلوں میں اس قدر ترمیم و تنسیخ کی گویا انجیل ہی باقی نہ رہی ۔ چنانچہ یہ پیشین گوئی بھی موجود انجیلوں میں نہیں ہے ۔ مگر میرے ایک دوست کے پاس جرمن کے چھاپے کی انجیل ہے اس میں بعینہٖ ان الفاظ کا ترجمہ موجود ہے ۔ لیکن باوجود ان ترکیبوں کے اب بھی بہت سی پیشین گوئیاں موجودہ انجیلوں میں بھی موجود ہیں ۔ دیکھو باب ۱۴، انجیل یوحنا حضرت عیسیٰؑ کا قول ۔ اگر تم مجھے عزیز جانتے ہو تو میرے حکموں کو یاد رکھو، میں اپنے باپ کے پاس درخواست کروں گا کہ وہ تم کو دوسرا وکیل دے گا جو اَبد تک تمہارے ساتھ رہے ۔ یعنی "فارقلیط" روح صدق جسے دُنیا قبول نہیں کرتی کیونکہ اُسے دیکھتے نہیں جانتی ۔

باب ۱۵ ۔ جب وہ وکیل شافع جسے میں باپ کی طرف سے بھیجوں گا یعنی رُوح صدق کہ باپ سے نکلتا ہے آوے تو وہ میرے لئے گواہی دے گا ۔ ب ۱۶، تمہارے لئے میرا جانا ہی سُودمند ہے ۔ کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو فارقلیط تمہارے پاس نہ آئے گا ۔ لیکن اگر میں جاؤں گا تو اُس کو تمہارے پاس بھیجوں گا ۔ جب وہ آئے گا تو جہان کو توبیخ کرے گا اور الزام دے گا بسبب گناہوں کے کیونکہ مجھ پر ایمان نہ لائے بسبب حکم اور جزا کے ۔ کیونکہ اس جہان کے سردار پر حکم دیا گیا ہے اور ہنوز بہت سی باتیں ہیں کہ میں تم سے کہوں، پر اب تم برداشت نہیں کر سکتے ۔ لیکن جب وہ رُوح صدق آئے گا تو تم کو ساری راستی کی چیزیں دے گا ۔ اور وہ میری ستائش کرے گا اور تم کو دکھائے گا سب چیزیں جو کہ باپ کی ہیں مجھ میں ۔ اس لئے میں نے کہا وہ میری چیزوں سے لے گا اور تم کو دکھلائے گا ۔

اس کے علاوہ اور بھی بہت سی پیشین گوئیاں ہیں جن میں حضرت رسولؐ کے حالات اور آئمہ معصومین کے تذکرے موجود ہیں ۔ دیکھو دینیات کی تیسری کتاب (مؤلفہ حقیر) ۔

۳۳ سال کی عُمر میں حضرت عیسیٰؑ کا عروج آسمانی

مؤرخین کا بیان ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حکمِ خداوندی کے مطابق اس کی مخلوق کی خدمت کر رہے تھے اور مخلوقات کو راہِ راست پر لگانے کی سعی میں مصروف تھے کہ آپ کی عمر کا تینتیسواں سال

آگیا اور اس کے ختم ہوتے ہی آپ کو خداوندِ عالم نے آسمان پر اُٹھا لیا۔ آسمان پر اُٹھانے کے متعلق بہت سی مختلف روایات ہیں، عرائس ثعلبی میں ہے کہ یہود حضرت عیسیٰؑ کے سخت مخالف تھے اور جب ان کی نگاہ سے حضرت عیسیٰؑ گزرتے تھے وہ لوگ ان کو بُرا بھلا کہتے تھے۔ ایک دن ایک گروہ یہودیوں کا حضرت عیسیٰؑ کے پاس آکر کہنے لگا کہ تم ساحر ابن ساحرہ ہو اور فاعل بن فاعلہ ہو یعنی ان کو اور ان کی ماں مریمؑ کو بہت بُرے انداز سے یاد کیا جس کی وجہ سے حضرت عیسیٰؑ کو سخت رنج پہنچا۔ اُنھوں نے بارگاہِ احدیت میں دُعا کی "اللّٰھم انت ربی وانا من روحك خرجت وبکلمتك خلقت ولم آتھم من تلقاء نفسی اللّٰھم اللعن من سبنی وسب اُمی فاستجاب دعاءہٗ ومسخ الذین سبوہٗ وامہ خنازیر" خدایا تو میرا رب ہے اور اور تو نے مجھے اپنی رُوح سے پیدا کیا اور اپنے کلمہ سے زندگی بخشی ہے۔ میں ان کے سامنے اپنی مرضی سے نہیں آیا بلکہ تیرے حکم سے آیا ہوں، خدایا جنھوں نے مجھے اور میری والدہ کو گالیاں دی ہیں ان پر لعنت کر ان کی اس دُعا کے فوراً بعد جن لوگوں نے ایسی حرکت کی تھی۔ خدا نے انھیں سُور کی شکل میں مسخ کر دیا، یہ حالت دیکھ کر یہودیوں کا سردار خوف زدہ ہوگیا، پھر ان سب نے مل کر ایک بڑا اجتماع کیا اور سب کے سب حضرت عیسیٰؑ پر آ دھمکے، اس وقت خدا نے جبرئیل کو بھیجا اور وہ ٹھیک اس وقت جبکہ وہ لوگ انھیں قتل کیا ہی چاہتے تھے۔ ان کو اُٹھا کر مکان کے ایک روشندان سے گھر میں داخل کر دیا، ان لوگوں نے اس ردِ عمل میں ایک شخص کو جس کا نام "فلطیانوس" تھا اسی راستے سے مکان میں داخل کر دیا، جب وہ اس کے اندر گیا تو وہاں حضرت عیسیٰؑ کو نہ پایا، وہ وہاں تلاش میں مشغول تھا کہ دیر لگ گئی۔ جب ان لوگوں نے اندر پہنچ کر نظر کی تو اُنھیں ان کے خیال کے مطابق حضرت عیسیٰؑ مل گئے۔ کیونکہ خدا نے حضرت عیسیٰؑ کو آسمان پر اُٹھا لیا تھا اور اسی شخص کو عیسیٰؑ کی شکل میں کر دیا تھا۔ وہ لوگ اُسی کو پکڑ لائے اور سُولی پر لٹکا کر اسی کو قتل کر دیا۔ اس واقعہ کی وضاحت خدا نے اس طرح قرآن مجید میں کی ہے "وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم" پھر ایک اور آیت میں مزید توضیح فرما دی "بل رفعہ اللّٰہ الیہ" خدا نے اُنھیں اپنی طرف اُٹھا لیا۔

حضرت امام حسن علیہ السّلام ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کی عُمر عروجِ آسمانی کے وقت ۳۳ سال تھی۔ خدا نے ان کو آسمان پر اُٹھا لیا اور اب وہ قیامت کے قریب زمین پر اُتریں گے اور دجال کو قتل کریں گے۔ (حیات القلوب)۔

الحاج مولانا کوثر نیازی سابق وزیر اطلاعات ونشریات حج واوقاف حکومتِ پاکستان تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کے عوض میں جس شخص کو سُولی دی گئی وہ سمعان قیروانی تھا جسے خود

مسیحیوں کا ایک قدیمی فرقہ "باسلیدیہ" تسلیم کرتا ہے وہ یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کو جس وقت سُولی دیئے جانے کا حکم دیا گیا۔ وہ جمعہ کے دن کا آخری وقت تھا اور سُولی دینے والوں کو ہدایت کر دی گئی تھی کہ رات آنے سے پہلے اس فریضہ سے سبکدوش ہو جائیں کیونکہ رات کے شروع ہوتے ہی ہفتہ کا آغاز ہو جائے گا۔ جس میں سولی جائز نہ ہوگی۔ (التثلیث فی المرآۃ (ع.ی) ص۶۲-۶۳ طبع لاہور۔

مؤرخ ابوالفداء لکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کے آسمان پر اُٹھائے جانے کے بعد سے جو حضرت مریمؑ کا گریہ شروع ہوا تو تا بحیات جاری رہا۔ حضرت عیسیٰؑ کے عروجِ آسمانی کے بعد حضرت مریمؑ چھ سال زندہ رہیں اور انھوں نے ۵۵ سال کی عمر میں انتقال کیا۔

حضرت امام رضا علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ یہودیوں نے جب حضرت عیسیٰؑ کو قتل کرنا چاہا تو انھوں نے ہم اہلبیتؑ کے حق کی قسم دے کر بارگاہ احدیت میں دعائے عروج کی تو خدا نے انھیں قتل سے بچا کر آسمان پر اُٹھا لیا۔ حضرت صادق آلِ محمدؑ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کے عروجِ آسمانی کے بعد ان کی اُمّت میں بہتر فرقے ہو گئے تھے۔ جن میں سے صرف ایک ناجی تھا باقی سب ناری تھے۔ اکثر روایات میں ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کا عروجِ آسمانی ماہِ رمضان کی اکیس ۲۱ تاریخ کو ہوا تھا۔ جس تاریخ کو امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی شہادت واقع ہوئی ہے

حضرتِ عیسیٰؑ کی جانشینی

اُصولِ ربانی کے مطابق جس طرح تمام انبیاء حکم خُدا سے اپنا جانشین اپنی زندگی میں مقرر کرتے رہے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی عروجِ آسمانی سے قبل اپنی حیات ارضی میں اپنا جانشین مقرر کر دیا تھا اور اسے حکم دیا تھا کہ وہ میرے منہاج پر اپنی وصایت کو چلائے مؤرخین کا بیان ہے کہ "از جملہ وصایائے عیسےٰؑ یکے آن بود کہ "خدائے تعالیٰ مرا امر فرمودہ است کہ شمعون را برشما خلیفہ گردانم، حضرت عیسیٰؑ نے اپنی وصیتوں میں ایک وصیت اپنے وصی کے لئے بھی کی تھی اور وہ یہ تھی کہ انھوں نے کہا کہ خداوندِ عالم نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم پر اپنا خلیفہ "شمعون"، کو بنا دُوں۔ چنانچہ میں نے حکمِ خدا سے تم پر اپنا خلیفہ ان کو مقرر کر دیا ہے۔ یہ سُنتے ہی ان کے حوارین اور مخلصین اور ماننے والے خوش ہو گئے اور انھوں نے اسے تسلیم کر لیا۔ تاریخ میں ہے کہ "حواریان خلافت وے قبول کردند"۔ حوارین نے ان کی خلافت قبول کر لی حضرت عیسیٰؑ کو علمِ نبوّت سے چونکہ اپنے آسمان پر اُٹھائے جانے کی مکمل اطلاع تھی اس لئے انھوں نے اس دن کے آنے کے قبل کہ جس دن ان کو آسمان پر اُٹھایا جانا تھا۔ حضرت شمعونؑ کو اپنا خلیفہ مقرر

کر دیا تھا اور لوگوں کو ہدایت کر دی تھی کہ ان کی پیروی کریں۔ (روضۃ الصفا جلد ا صـ۱۸۴)۔

علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ خداوندِ عالم نے جب حضرت عیسیٰؑ کو آسمان پر اُٹھانا چاہا تو اُن پر وحی کی کہ نور و حکمت اور علم کتاب خدا کو "شمعونؑ بن حمون" کے سپرد کر دو۔ جن کو "صفا" کہتے ہیں چنانچہ حضرت عیسیٰؑ نے اس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ان کو اپنا خلیفہ بنا دیا۔ (حیات القلوب جلد ا صـ۸۱)

حضرت عیسیٰؑ کے تشریف لے جانے کے بعد شمعونؑ اپنی پوری دلچسپی کے ساتھ امر خدا کی تبلیغ کرتے رہے اور منہاجِ عیسیٰؑ پر اپنی قوم کی ہدایت کرتے رہے اور انھیں راہِ راست دکھاتے رہے اور کافروں سے جہاد کرتے رہے۔ پھر اس سلسلہ میں جس شخص نے ان کی اطاعت کی اور ان پر وہ صحیح طور پر ایمان لایا وہ مومن ہوا، اور جس نے ان کی اطاعت سے انکار کیا وہ کافر ہو گیا۔

حضرت شمعون[1] بن حمون کارِ تبلیغ میں مصروف تھے اور پوری توجہ کے ساتھ اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو رہے تھے کہ عرصہ دراز کے بعد آپ کی وفات ہو گئی۔ اور سلسلہ تبلیغ بعثت حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک دیگر اوصیاء حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے ذریعہ سے جاری رہا۔

حضرتِ عیسیٰؑ کے بارہ[2] جانشینؑ

گزشتہ صفحات میں حواریین کے تذکرے میں ان کو بعض روایات کی بناء پر وصی عیسیٰؑ لکھا گیا ہے۔ لیکن میرے نزدیک وہ مخلصین، ہمدرد خاص، رفیق اور خصوصی مددگار تھے۔ ان کے بارہ جانشین کے اسماء یہ ہیں۔

(۱) شمعونؑ بن حمون (۲) یحییٰؑ بن زکریاؑ (۳) منذرؑ بن شمعونؑ (۴) سلیمہؑ بن منذرؑ (۵) برزہ بن سلمہؑ (۶) ابیؑ بن برزہؑ (۷) دوسؑ بن ابیؑ (۸) الیسدؑ بن دوسؑ (۹) ہوفؑ بن اسیدؑ (۱۰) یحییٰؑ بن ہوفؑ (۱۱) بحیرہؑ (۱۲) سلمانؑ فارسی۔ (اثبات الوصیت المسعودی ونفس الرحمٰن فی فضائل سلمان علامہ نوری صـ)

حضرت سلمانؑ کو رسُولِ خدا صلعم نے اپنے اہلبیتؑ میں داخل کرنے کا شرف بخشا ہے، حضرت علی علیہ السّلام نے اُن کے بارے میں فرمایا ہے کہ ان کو علمِ اوّلین و آخرین حاصل تھا، علامہ نوری نے

---

[1] حضرت شمعونؑ بن حمون ہی کی نسل سے حضرت حجت علیہ السّلام کی والدہ ماجدہ جناب نرجس خاتون (ملیکہ) تھیں۔ محدثین کا بیان ہے کہ شادی سے قبل نرجس خاتون نے حضرت رسُول کریمؐ اور حضرت عیسیٰؑ کو اس طرح خواب میں دیکھا تھا کہ آنحضرتؐ حضرت عیسیٰؑ سے کہہ رہے ہیں کہ اس لڑکی کو میرے بیٹے ابو محمدؑ کی زوجیت میں دے دیں۔ انھوں نے منظور فرمایا اور شمعونؑ کی موجودگی میں میرا عقد پڑھ دیا گیا۔ (سفینۃ البحار جلد ا صـ۱۵)

[2] جس طرح اکثر رسُولوں کے بارہ جانشین تھے۔ ہمارے رسُول کریم صلعم کے بھی بارہ جانشین ہیں۔ جن کی تفصیل ہم اس کتاب کی اگلی جلدوں میں پیش کریں گے۔

ان کو معصوم بتایا ہے اور حدیث "سلمان منا اهل البیت" کو دلیل میں پیش کیا ہے، آئمہ اہل بیت علیہم السلام نے اس امر کی تصدیق کی ہے کہ سلمان حضرت عیسیٰؑ کے آخری وصی تھے اور ان کے رگ و پے میں اور ان کی رُوح و جان میں محبتِ اہلِ بیتؑ سرایت کی ہوئی تھی۔ آئمہ طاہرینؑ کا ان کے بارے میں فیصلہ ہے کہ "ان سلمان افضل من جمیع الامة بعد الائمه" سلمان فارسی آئمہ طاہرین کے بعد ساری اُمتِ محمدیہ سے افضل تھے۔ (نفس الرحمٰن صد ۲)۔

عہدِ فترت

فترت سے اس مقام پر مُراد وہ درمیانی فاصلہ ہے جو حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کے مابین تھا۔ اس فاصلہ کی مدت بعض روایات کی بناء پر ۵ سو سال اور بعض روایات کی بناء پر چھ سو سال تھی۔ اس درمیانی فاصلہ میں حضرت عیسیٰؑ کے اوصیاء کام کرتے رہے اور ٹھیک انھیں اصُولوں پر رہبری کا فریضہ ادا کرتے رہے جو انھیں حضرت عیسیٰؑ سے ملے تھے، ان اوصیاء کے علاوہ حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے وہ آباؤ اجداد جو نسلِ اسمٰعیلی سے تھے اور جن کی پُشت میں نورِ محمدی ودیعت ہوتا رہا ہے۔ جنھیں خداوندِ عالم نے قرآن مجید میں موحد کہا ہے وہ بھی حجت خدا کی حیثیت سے کارِ تبلیغ انجام دیتے رہے ہیں اور دینِ ابراہیمی کو فروغ دینے میں سعیِ بلیغ کرتے رہے ہیں

اصحابِ کہف کا واقعہ قرآن مجید کی روشنی میں

واقعہ اصحابِ کہف

عہدِ فترت کے بہت سے واقعات میں اصحابِ کہف کا واقعہ بہت مشہور ہے۔ اس کا مفصّل ذکر قرآن مجید میں بھی موجود ہے، اس واقعہ کی اہمیت کے پیشِ نظر قرآن کے پندرھویں پارے میں اس سُورے کا نام جس میں یہ واقعہ ہے، سُورۂ کہف رکھ دیا گیا ہے۔ یہ واقعہ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کے درمیانی عہد میں گزرا ہے، اس واقعہ کی اہمیت اس سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ خداوندِ عالم نے اسے خود عجیب وغریب بتایا ہے۔ ہم ذیل میں قرآن مجید کی ان آیات کا ترجمہ تحریر کرتے ہیں جن میں اس واقعہ کا ذکر ہے۔

"اے رسُولؐ کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ اصحابِ کہف ورقیم (کھوہ اور تختی والے) ہماری قدرت کی نشانیوں میں سے ایک عجیب نشانی تھے کہ یکبارگی کچھ جوان غار میں آ پہنچے اور دُعا کی کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں اپنی بارگاہ سے رحمت عطا فرما۔ اور ہمارے واسطے ہمارے کام میں کامیابی عنایت کر، تب ہم نے کئی برس تک غار میں انکے کانوں پر پردے ڈال دیئے یعنی انھیں سُلا دیا، پھر ہم نے انھیں چونکایا تاکہ ہم دیکھیں

کہ دوگروہوں میں سے کس کو غار میں ٹھہرنے کی مدت خوب یاد ہے، اے رسُولؐ اب ہم ان کا حال تم سے بالکل ٹھیک تحقیقاً بیان کرتے ہیں، وہ چند جوان تھے کہ اپنے سچے پروردگار پر ایمان لائے تھے اور ہم نے ان کی سوجھ بوجھ اور زیادہ کر دی اور ہم نے انکے دلوں پر صبر واستقلال کی گرہ لگادی (کہ جب دقیانوس بادشاہ نے کفر پر مجبور کیا) تو اٹھ کھڑے ہوئے اور بے تامل کہنے لگے، ہمارا پروردگار تو بس سارے آسمان وزمین کا مالک ہے ہم تواسکے سوا کسی معبود کی ہرگز عبادت نہ کریں گے، اگر ہم ایسا کریں تو یقیناً ہم نے عقل سے دُور بات کہی (افسوس ایک) یہ ہماری قوم کے لوگ ہیں کہ جنھوں نے خدا کو چھوڑ کر دُوسرے معبود بنا تے ہیں۔ پھر یہ لوگ ان کے معبود ہونے کی کوئی صریحی دلیل نہیں پیش کرتے اور جو شخص یہ جھوٹ بُہتان باندھے اُس سے زیادہ ظالم اور کون ہوگا، پھر باہم کہنے لگے کہ جب تم نے ان لوگوں سے اور خدا کے سوا جن معبودوں کی یہ لوگ پرستش کرتے ہیں اُن سے کنارہ کشی کر لی۔ تو چلو فلاں غار میں جا بیٹھو، تمہارا پروردگار اپنی رحمت تم پر وسیع کر دے گا، اور تمہارا کام تمہارے لئے آسانی کے سامان مہیا کریگا غرض یہ ٹھان کر غار میں جا پہنچے، جب سُورج نکلتا ہے تو تُو دیکھے گا کہ وہ ان کے غار سے داہنی طرف جُھک کر نکل جاتا ہے اور جب غروب ہوتا ہے توان سے بائیں طرف کترا جاتا ہے اور وہ مزے سے غار کے اندر ایک وسیع جگہ میں لیٹے ہیں، یہ خدا کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے، جس کو خدا ہدایت کرے وہی ہدایت یافتہ ہے اور جس کو گمراہ کرے (یعنی اُس کی توفیق سلب کر لے) تو پھر تم اس کا کوئی سرپرست رہنما ہرگز نہ پاؤ گے اور آپ ان کو سمجھیں گے کہ وہ جاگتے ہیں۔ حالانکہ وہ گہری نیند سو رہے ہیں اور ہم کبھی داہنی طرف اور کبھی بائیں طرف ان کی کروٹیں بدلوا دیتے ہیں اور اُن کا کتا اپنے آگے دونوں پاؤں پھیلائے چوکھٹ پر ڈٹا بیٹھا ہے، انکی یہ حالت ہے کہ اگر تو ان کو کہیں جھانک کر دیکھے تو اُلٹے پاؤں ضرور بھاگ کھڑا ہو، اور تیرے دل میں دہشت سما جائے اور جس طرح اپنی قدرت سے ان کو سُلایا، اسی طرح اپنی قدرت سے ان کو جگا اُٹھایا تاکہ آپس میں کچھ پوچھ گچھ کریں۔ غرض ان میں ایک بولنے والا بول اُٹھا کہ بھئی آخر اس غار میں تم کتنی مدت ٹھہرے۔ کہنے لگے ارے ٹھہرے کیا بس ایک دن یا ایک دن سے بھی کم اس کے بعد کہنے لگے کہ جتنی دیر تم غار میں ٹھہرے اس کو تمہارا پروردگار ہی کچھ تم سے بہتر جانتا ہے۔ اچھا تو اب اپنے میں سے کسی کو اپنا روپیہ دے کر شہر کی طرف بھیجو تو وہ جا کر دیکھ بھال لے کہ وہاں کا کون سا کھانا بہت

اچھا ہے، پھر اس میں سے بقدرِ ضرورت کھانا تمہارے واسطے لے آئے اور اُسے چاہیئے کہ وہ آہستہ چپکے سے آجائے اور کسی کو تمہاری خبر نہ ہونے دے، اسمیں شک نہیں کہ اگر ان لوگوں کو تمہاری اطلاع ہوگئی تو بس پھر تم کو سنگسار کر دیں گے یا پھر تم کو اپنے دین کی طرف پھیر کر لے جائیں گے اور اگر ایسا ہوا تو پھر تم کبھی کامیاب نہ ہوگے اور ہم نے یوں ان کی قوم کے لوگوں کو ان کی حالت پر اطلاع کر دی تاکہ وہ لوگ دیکھ لیں کہ خدا کا وعدہ یقیناً سچا ہے اور یہ بھی سمجھ لیں کہ قیامت کے آنے میں کچھ بھی شبہ نہیں اب اطلاع ہونے کے بعد ان کے بارے میں لوگ باہم جھگڑنے لگے تو کچھ لوگوں نے کہا کہ ان کے غار پر بطورِ یادگار کوئی عمارت بنا دو۔ ان کا پروردگار تو ان کے حال سے خُوب واقف ہے اور ان کے بارے میں جن کی رائے غالب رہی۔ انھوں نے کہا کہ ہم تو ان کے غار پر ایک مسجد بنائیں گے۔ قریب ہے کہ لوگ (نصاریٰ نجران) کہیں گے کہ وہ تین آدمی تھے چوتھا ان کا کُتا (قطمیر ہے) اور کچھ لوگ (عاقب وغیرہ) کہتے ہیں کہ پانچ آدمی تھے چھٹا اُن کا کتا ہے۔ یہ سب غیب میں اٹکل لگاتے ہیں۔ اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ سات آدمی ہیں اور آٹھواں اُن کا کُتا ہے، اے رسُولؐ تم کہہ دو کہ ان کا شمار میرا پروردگار ہی خُوب جانتا ہے، ان کی گنتی کو تھوڑے ہی لوگ جانتے ہیں تو اے رسُولؐ تم ان لوگوں سے اصحابِ کہف کے بارے میں سرسری گفتگو کے سوا زیادہ نہ جھگڑو، اور ان کے بارے میں اُن لوگوں میں سے کسی سے کچھ پُوچھو بھی نہیں اور کسی کام کی نسبت نہ کہا کرو کہ میں اس کو کل کروں گا۔ مگر انشاء اللہ کہہ کر اور اگر انشاء اللہ کہنا بھُول جاؤ، تو جب یاد آئے اپنے پروردگار کو یاد کر لو (اور انشاء اللہ کہہ لو) اور کہو کہ اُمید ہے کہ میرا پروردگار مجھے ایسی بات کی ہدایت فرمائے جو رہنمائی میں اس سے بھی زیادہ قریب ہے اور اصحابِ کہف غار میں ۹ اوپر تین سو برس رہے۔ اے رسولؐ اگر وہ لوگ اس پر نہ مانیں تو تم کہہ دو کہ خدا ان کے ٹھہرنے کی مدت سے بخوبی واقف ہے، سارے آسمان اور زمین کا غیب اسی کے واسطے خاص ہے (اللہ اکبر) وہ کیسا دیکھنے والا اور کیا ہی سننے والا ہے۔ اس کے سوا ان لوگوں کا کوئی سرپرست نہیں اور وہ اپنے حکم میں کسی کو اپنا دخیل نہیں بناتا۔

اصحابِ کہف کے اسماء اور ان کے واقعہ کی مختصر وضاحت

مُفسرین اور مورخین کا بیان ہے کہ وہ چھ آدمی تھے جن کے نام یہ تھے (۱) کسلمینا (۲) سارنیولس (۳) تملیخا (۴) مرطولس (۵) نینولس (۶) دریونس"۔

اور جس شہر میں یہ لوگ رہتے تھے اس کا نام "نافسوس" تھا۔ اور ان کا بادشاہ "دقیانوس" تھا اور لوگوں کو بُتوں کی پرستش پر مجبور کرتا تھا اور جو پرستش نہ کرتا مارا جاتا اور شہر کے دروازے پر بھی دربان معیّن تھے کہ جو شہر سے باہر نکلے پہلے بُتوں کو سجدے کرے اور یہ لوگ با ایمان، یکتا خدا کی عبادت کرنے والے تھے، جب ان لوگوں نے یہ کیفیت دیکھی اور اپنے کو ہر طرح مجبور پایا کہ یا جان دیں یا بُتوں کو پُوجیں تو آخر ایک دن شکار کے بہانے چپکے سے باہر نکلے، جب آبادی سے دُور ہوئے تو ایک چرواہے پر نظر پڑی جس کا نام "کشوطینوس" تھا۔ ان لوگوں نے اس کو ہدایت کرکے اپنا ساتھی بنانا چاہا، مگر وہ ان کے کہنے میں نہ آیا۔ غرض ان لوگوں نے اسے چھوڑا اور آگے بڑھے تو اس کا کتّا جس کا نام "قطمیر" تھا اُن کے ساتھ ہولیا۔ اللہ اکبر، اس انسان سے یہ کتنا بہتر ثابت ہوا۔ (مؤلف)

پھر جب یہ لوگ اس میدان کو طے کرچکے تو دقیانوس بادشاہ کو ان کے بھاگ جانے کی خبر اور وجہ معلوم ہوئی تو اس نے چند سواروں کے ساتھ اُن کا پیچھا کیا۔ جب ان لوگوں نے سواروں کو دیکھا تو خوف کے مارے پہاڑ کے ایک کھوہ میں جا چھپے اور بے ساختہ اُن کی زبان سے نکلا "حَسبُنَا اللہ و نعم الوکیل"۔ غرض ان کا اس کھوہ میں جانا تھا کہ خدا نے ان پر نیند کو غالب کردیا کہ سب کے سب سو گئے اور کتّا غار کے باہر آگے کے دونوں پاؤں پھیلا کر بیٹھ رہا، چونکہ یہ لوگ کھوہ میں جا چھپے، اسی وجہ سے انھیں "اصحابِ کہف" کہتے ہیں۔ آخر جب دقیانوس اس غار کے پاس پہنچا تو اپنے وزیر سے جس کا نام "دارئیوس" تھا اور باطن میں باایمان تھا کہنے لگا کہ تو غار کے اندر جا اور ان کا حال دیکھ کہ کیا ہے، دارئیوس نے اندر جاکر ہرچند ان لوگوں کو پُکارا مگر آواز نہ آئی تو اس کو بھی چونکہ اُن کی نجات مقصُود تھی، کہنے لگا وہ لوگ سب کے سب تیرے خوف سے مَر گئے ہیں۔ یہ سُن کر دقیانوس خوش ہوگیا اور حُکم دیا کہ غار کے دروازے کو بند کردو۔ "دارئیوس" نے ایک تختی پر ان کا نام اور نسب اور بھاگنے کی تاریخ لکھ کر غار کے دروازے پر لٹکا دی اور برداشتے ایک صندوق میں رکھ کر غار کے دروازے پر رکھ دیا۔ چونکہ "رقیم" کے معنی تختی کے ہیں اس لئے ان کو "اصحابِ رقیم" بھی کہتے ہیں۔

الغرض یہ لوگ غار میں سوئے تو سوتے اب کاہے کو اُٹھتے۔ تین سو نو برس تک سوتے رہے اس اثناء میں دقیانوس کا زمانہ بھی ختم ہوگیا، وہ مَرا اور اس کے بعد کئی بادشاہ ہوئے۔ جب یہ لوگ اُٹھے تو دروازہ بند پاکر متحیّر ہوئے کہ کیونکر کھولیں تو ان میں سے ایک شخص نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کی کہ میں نے ایک روز ایک مزدور کو ایک کام کے واسطے رکھا وہ آدھا دن کام کرکے چلا گیا جب میں اس کو دن بھر کی مزدوری دینے لگا تو اس نے نہ لی اور خفا ہوکر چلا گیا تو میں نے اس کی مزدوری سے ایک گائے کا بچّہ خرید کر گلہ میں چھوڑ دیا، اس کی نسل بڑھی اور خاصی ہوگئی تو کچھ عرصہ کے بعد جب

وہ مزدور پریشان اور تنگدست ہوا، تو میرے پاس مزدوری لینے آیا تو میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر صحرا میں پہنچا دیا اور کہا یہ گلہ تیرا مال ہے، وہ بولا تم مجھ سے دل لگی کرتے ہو، آخر میں نے قسم کھائی اور پورا قصہ اُس سے بیان کیا تو اس نے اُس پر قبضہ کیا۔ بس خداوندا اگر میں نے یہ کام خاص تیری رضا کے واسطے کیا تھا تو اس کا دروازہ کھول دے، اس کہنے کے ساتھ ہی غار کا ایک تہائی دروازہ کھل گیا جب تہائی دروازہ کھل گیا۔ تو دوسرے نے کہا کہ قحط کے زمانے میں ایک خوب صورت عورت میرے پاس گیہوں لینے آئی، میں نے اس سے ناجائز مطلب حاصل کرنے کی خواہش کی۔ یہ سُن کر وہ واپس چلی گئی اور راضی نہ ہوئی، پھر دوبارہ آئی میں نے وہی سوال کیا، پھر واپس چلی گئی، غرض اسی طرح جب چوتھی باری آئی تو بہت بیقراری اور مجبوری سے راضی ہوگئی۔ جب میں نے ارادہ کیا تو کانپنے لگی، میں نے سبب پُوچھا تو بولی خدا سے ڈرتی ہوں یہ سُنتے ہی میں نے فوراً توبہ کی اور اُس کو غلہ دے کر رُخصت کیا۔ خداوندا اگر یہ میرا کام محض تیری خوشی کے لئے تھا تو اس کا دروازہ کھول دے اس کے ساتھ ہی دو تہائی دروازہ کھل گیا۔ تب تیسرے نے کہا کہ میرے والدین بوڑھے تھے میں ایک شب ان کے واسطے دُودھ لے گیا تو دیکھا کہ وہ سو رہے ہیں، میں نے تکلیف کے خیال سے اُن کو نہ جگایا اور صبح تک انتظار میں کھڑا رہا اور اپنی گوسفندوں کی بھی بربادی کا خیال نہ کیا۔ خداوندا اگر یہ میرا کام فقط تیری خوشی کے واسطے تھا تو دروازہ کھول دے، اُسی وقت پُورا دروازہ کھل گیا اور غار میں روشنی ہوئی۔

اس کے بعد باہم مشورہ ہوا کہ ایک شخص شہر میں جا کر کچھ کھانے کو لائے، مگر اس طرح کہ کسی کو خبر نہ ہو، اور اس خیال میں تھے کہ یہ لوگ ایک دن یا اس سے بھی کم سوئے ہیں۔ غرض "تملیخا" دس درہم لے کر شہر میں آئے، شہر کو دیکھا تو تعجب سے کہنے لگے۔ اللہ ایک دن میں شہر کا حال اس درجہ متغیر ہوگیا ہے۔ وہ شہر میں نہ کسی کو پہچانتے تھے اور نہ اُن کو کوئی جانتا تھا۔ جب نانبائی کی دُکان پر پہنچے اور اُس کو دقیانوسی درہم دیئے تو نانبائی نے کہا تم نے خزانہ کہاں سے پایا، وہ بولے کہیں سے نہیں، یہ سُن کر کچھ لوگ جمع ہوگئے اور ان کو قاضی کے پاس لے گئے جس کا نام "نسطوس" تھا۔ قاضی نے درہموں کا حال پُوچھا تو یہ بولے میں اپنے باپ کے گھر سے فلاں روز لے کر گیا تھا۔ وہ سُن کر بہت متحیر ہوا، آخر لوگ ان کو بادشاہ کے پاس لے چلے تو یہ رونے لگے کہ مجھے دقیانوس کے پاس نہ لے جاؤ، وہ مجھے مار ڈالے گا۔ لوگوں نے پُوچھا دقیانوس کون ہے؟ کہنے لگے شہر کا بادشاہ۔ لوگوں نے کہا کہ تو دیوانہ ہوا ہے۔ اُس کو مدت ہوئی جہنم واصل ہوا، اب اس کا پتہ کہاں؟ اب تو فلاں شخص بادشاہ ہے جو دیندار اور حضرت عیسیٰؑ کے دین کا پابند ہے۔ (عرائس ثعلبی)۔

غرض اس کو بادشاہ کے پاس لے گئے، وہاں انھوں نے اپنا پُورا قصہ بیان کیا تو بادشاہ نے علما

کو بُلایا اور تملیخا کے ساتھ غار کے پاس آیا تو تختی پر ان لوگوں کے نام دیکھے جو لوہے یا سیسے یا تانبے کی تھی، تملیخا اندر گئے اور اپنے ساتھیوں سے اپنا حال بیان کیا۔ ان لوگوں نے یہ سُن کر سجدے میں یہ دُعا کی، خداوندا پھر ہم پر نیند کو غالب کر، غرض وہ لوگ پھر سو رہے۔ بادشاہ کچھ دیر کے بعد خود اندر گیا تو اُن کو سوتا پایا، بادشاہ کے ساتھیوں نے ان کی تعداد میں اختلاف کیا ہے، جس نے جو دیکھا بیان کیا۔ غرضیکہ وہ سوئے تو پھر ایک مرتبہ حضرت رسُولِ کریم صلعم کے زمانے میں چونکے جبکہ حضرت علیؑ بساط پر چند اصحاب کو بٹھا کر ہوا پر اڑتے ہوئے وہاں پہنچے تھے اور انھیں سلام کیا تھا اور انھوں نے جواب سلام دیا تھا، پھر اس کے بعد سو گئے اور اب رجعت کے وقت جب امام آخر الزمانؑ ظہور فرمائیں گے اس وقت جاگیں گے اور حضرت حجۃ علیہ السلام کا ساتھ دیں گے۔

اس مقام پر مؤلف کے ایک قصیدے کے چند دُعائیہ اشعار جو حضرت امام مہدیؑ آخر الزماں سے متعلق ہیں مُلاحظہ فرمائیے ؎

غرورِ مہرِ درخشاں و مہِ تاباں مٹا دینا	حجابِ غیب کے ساکن رُخِ روشن دکھا دینا
سُنا ہے تم پئے نصرت شہیدوں کو جلاؤ گے	شہیدِ عشق ہوں میں مجھ کو بھی آکر جلا دینا

یہ خطِ شوق ابنِ رحِ دیگر میری جانب سے	انھیں میرا یہ پیغام زبانی بھی سُنا دینا
مدد کو جب تمہاری جاگ کر اصحابِ کہف آئیں	تو ہم سے خفتہ بختوں کی بھی قسمت کو جگا دینا
میرے مولا جنھوں نے فاطمہؑ کا گھر جلایا ہے	زمیں سے کھود کر تم ان کی لاشوں کو جلا دینا
گروہِ "ضالین"، اصحابِ "مغضوب علیہم" کو	جوارِ شاہِ "انعمت علیہم" سے ہٹا دینا

یہودیوں کے چند سوالات اور اُن کے جوابات

حضرت علیؑ کا کارنامہ اور یہودیوں کا ایمان لانا

امام اہلسنت علامہ ثعلبی المتوفی ۴۲۷ھ تحریر فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر خلیفہ وقت بن گئے تو علماء یہود کا ایک گروہ چند سوالات کرنے اور اسلام کی حقانیت کو منکرانہ طور پر سمجھنے کے لیے آیا، اور آتے ہی اس نے حضرت عمرؓ سے دریافت کیا کہ کیا رسُولؐ کی وفات کے بعد تم ان کے خلیفہ ہو؟ انھوں نے کہا، ہاں۔ یہ سُن کر اُن لوگوں نے کہا کہ اب ہم سوالات کرتے ہیں اگر تُم نے صحیح جواب دے دیئے تو ہم سمجھیں گے کہ محمدؐ اور ان کا دین اسلام دونوں سچے ہیں اور اگر تم جواب نہ دے سکے تو ہم یہ سمجھیں گے

کہ محمدؐ اور ان کا دین اسلام دونوں جھوٹے ہیں۔ حضرت عمر نے کہا کہ تم جو سوال کرنا چاہتے ہو کرو، انھوں نے کہا کہ بتاؤ (۱) آسمان کا قفل کیا ہے (۲) وہ کونسی قبر ہے جو اپنے مدفون کو لئے ہوئے پھرتی رہی۔ (۳) وہ کون ہے جس نے اپنی قوم کو ڈرایا جس کا شمار نہ انسانوں میں ہے نہ جنوں میں (۴) وہ کونسی پانچ چیزیں ہیں جو زمین پر چلتی پھرتی ہیں، لیکن وہ کسی کے پیٹ سے پیدا نہیں ہوئیں (۵) دراج، مرغ، گھوڑا، مینڈک، گدھا اور قنبرہ اپنی اپنی آواز میں بطورِ عبادت کیا کہتے ہیں" فنکس عمر راسہ فی الارض" یہ سُن کر حضرتِ عمر غرق عرق ہو گئے اور زمین کی طرف سر جُھکا کر بولے لاعیب لعمر اذا سئل عما لایعلم ان یقول لا اعلم" عمر کے لئے اس میں کوئی عیب نہیں کہ جب اس سے کوئی ایسا سوال کیا جائے جس کا وہ جواب نہ دے سکے تو صاف کہہ دے کہ میں نہیں جانتا یہ سُنتے ہی "فوثب الیھود وقالوا نشھد ان محمد الم یکن نبیًا وان الاسلام باطل" یہودی اُچھل پڑے اور کہنے لگے کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ محمدؐ نبی نہ تھے اور ان کا لایا ہوا اسلام باطل ہے۔ یہ ماجرا دیکھ کر حضرت سلمان فارسی آگے آئے اور کہنے لگے کہ میں آپ حضرات سے درخواست کرتا ہوں کہ تھوڑی دیر ٹھہر جایئے اور ابھی جایئے نہیں، یہ کہہ کر حضرت سلمان فارسی حضرت علیؑ کی خدمت میں جلد سے جلد پہنچے اور اُن سے کہا "یا ابالحسن اغث الاسلام" اے علیؑ اسلام کو بچاؤ، ابنِ خطاب نے بیڑا غرق کر دیا ہے۔ پوچھا کیا بات ہے؟ سلمان نے واقعہ بتایا امیرالمومنینؑ نے رسولِ کریمؐ کی عبا اوڑھ لی اور فرمایا چلو، چنانچہ یہ دونوں دربارِ خلافت میں پہنچے جونہی آپ کا نزول اجلال ہوا حضرت عمرؓ نے بڑھ کر حضرت علی علیہ السلام کو گلے لگایا اور اپنی مشکل بیان کی اور مشکل کشائی کی درخواست کی۔ حضرت علیؑ نے پوچھا کہاں ہیں وہ لوگ ان کو بلاؤ، چنانچہ وہ بُلائے گئے۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا، اے علماء یہود سُنو، مجھے میرے نبیؐ نے علم کے ہزار باب تعلیم فرمائے ہیں اور ہر باب سے میں نے ایک ایک ہزار باب کا اضافہ کیا ہے، تم دل کھول کر سوال کرو مگر میری شرط یہ ہے کہ اگر میں تمہاری توریت کے مطابق صحیح صحیح جواب دے دوں تو تم دین اسلام قبول کر لوگے "فقالوا نعم" ان لوگوں نے کہا کہ آپ کی شرط منظور ہے، امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ اچھا اب ایک ایک سوال کرتے جاؤ اور جواب سُنتے جاؤ، علماء یہود نے کہا کہ ہمیں یہ بتایئے کہ آسمانوں کا قفل کیا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ "شرک باللہ" جب کوئی مشرک ہوتا ہے تو اُس کے اعمال آسمان پر نہیں جا سکتے، پھر پُوچھا کہ آسمان کی کُنجی کیا ہے فرمایا "لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہ" کہنا اور اس کی شہادت دینا، فجعل بعضھم ینظر الی بعض ویقولون صدق الفتی" یہ سُن کر وہ ایک دُوسرے کو دیکھنے لگے اور آپس میں کہنے لگے کہ اس جوان نے تو بالکل صحیح جواب دیا ہے، اس کے بعد کہا کہ یہ بتایئے کہ وہ کونسی قبر ہے جو اپنے اندر مدفون کو لئے پھرتی رہی

فرمایا یہ وہ مچھلی ہے جو حضرت یونسؑ کو نگل کر سات دریاؤں میں تیرتی پھری، کہا یہ بتایئے کہ وہ کون ہے جس نے اپنی قوم کو ڈرایا۔ مگر وہ نہ انسانوں میں سے تھا اور نہ جنّوں میں سے۔ حضرت نے فرمایا "ھی نملۃ سلیمان بن داؤد" وہ حضرت سلیمانؑ بن داؤدؑ کے زمانے کی چیونٹیوں کا بادشاہ ہے اُس نے لشکرِ سلیمانؑ کو دیکھ کر کہا تھا کہ اے چیونٹیو! اپنے اپنے بلوں میں چلی جاؤ الخ، اب آپ یہ بتایئے کہ وہ کونسی پانچ مخلوق ہیں جو زمین پر چلتی پھرتی رہیں۔ لیکن ارحام سے پیدا نہیں ہوئیں، حضرت نے فرمایا وہ "آدمؑ و حوّاؑ"، ناقۂ صالحؑ، دُنبۂ ابراہیمؑ عصائے موسٰیؑ[1] پھر انہوں نے پُوچھا کہ یہ بتایئے کہ دراج۔ مُرغ۔ گھوڑا۔ مینڈک۔ گدھا اور قنبرہ اپنی اپنی آوازیں بطورِ عبادت کیا کہتے ہیں۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا۔ دراج "الرحمٰن علی العرش استویٰ اور مُرغ "اذکروا اللہ یا غافلین اور گھوڑا، اللّٰھم انصر عبادك المومنین علی الکافرین، اور گدھا لعن اللہ العشار، اور مینڈک سبحان ربّی المعبود المسبح فی لجج البحار، اور قنبرہ اللّٰھم العن مبغضی محمد و آلِ محمد کہتے ہیں۔

یہ سُنتے ہی دو علمائے یہود مُسلمان ہو گئے اور اُنھوں نے فوراً کلمہ پڑھ لیا۔ یہ دیکھ کر تیسرے نے کہا کہ اے عظیم متکلم میں ابھی کچھ اور پُوچھنا چاہتا ہوں، حضرت نے فرمایا پوچھ، اس نے کہا کہ یہ بتایئے کہ پہلے زمانے میں وہ کون سے لوگ تھے جو تین سو نو برس مُردہ رہے۔ پھر خدا نے انھیں زندہ کیا "فما کان من قصتھم" ان کا قصّہ کیا ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ وہ اصحاب کہف تھے۔ اُن کا قصّہ اس کتاب خدا میں موجود ہے جو حضرت محمد مصطفٰے صلعم پر نازل ہوئی ہے یہودی عالم نے کہا کہ میں نے اُسے پڑھ لیا ہے، مَیں تو یہ پُوچھنا چاہتا ہوں کہ ان کے نام کیا تھے، ان کے آبا وَ اجداد کے نام کیا تھے۔ ان کے شہر کا کیا نام تھا۔ اُن کے بادشاہ کا کیا نام تھا۔ اُن کے کتے کا کیا نام تھا، اُن کے پہاڑ کا کیا نام تھا۔ حضرت امیر المومنین علیہ السّلام نے فرمایا کہ حضرت محمد مصطفٰے صلعم کی تعلیمات کی روشنی میں سُنو، وہ جہاں کے رہنے والے تھے، وہ روم کی سرزمین میں واقع ہے۔ اُس کا نام زمانۂ جاہلیت میں افسوس تھا۔ اسلام نے اس کا نام طرسوس رکھا۔ ان کا ایک بادشاہ تھا جو صالح اور نیک تھا۔ جب وہ مَر گیا تو ان کے ملک پر دقیانوس نے قبضہ کر لیا اور جس وقت فرار ہُوئے تو یہی بادشاہ تھا، ان کی تعداد چھ تھی اور ان کے نام تملیخا۔ مکسلینا۔ محسلینا مرطلیوس۔ کشطوس۔ سادینوس تھے۔

---

[1] ایک روایت میں عصائے مُوسیٰؑ کے بجائے زاغ قابیل مرقوم ہے۔ یعنی وہ کوّا جو قابیل کو دفنِ ہابیل کی ترکیب بتانے آیا تھا، جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے ۱۲ ؛

اس کے بعد حضرت نے ان کے سوالات کے نہایت مفصل جوابات دیئے، جس کی تفصیل کتاب عرائس ثعلبی کے صفحہ ۲۳۱ سے صفحہ ۲۴۰ تک میں موجود ہے۔ الغرض جب تیسرے عالم یہود نے جی کھول کر سوالات کرنے کے بعد صحیح ترین جوابات پا لیئے تو کہا "اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وان محمداً عبدہ ورسولہ وانک اعلم ھذہ الامۃ" میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے۔ محمدؐ اس کے رسول ہیں اور آپ اس اُمت کے سب سے بڑے عالم ہیں۔ اسی کتاب کے صفحہ ۲۳۲ میں ہے کہ اصحاب کہف سال میں ایک دن کروٹ بدلتے ہیں اور وہ دن یوم عاشورا ہے۔

قیامت کے قریب حضرت عیسیٰؑ کا آسمان سے نزُول

یہ مسلّم ہے کہ قیامت کی آمد کی کسی کو اطلاع نہیں، خداوند عالم نے اس سے کسی کو آگاہ نہیں فرمایا۔ کوئی یہ نہیں جانتا کہ وہ کب آئے گی۔ علامہ شیخ عباس قمی بحوالہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ نے آسمان پر جانے سے قبل ایک دن حضرت جبرئیلؑ سے دریافت کیا کہ "قیامت کب آئے گی" "متیٰ قیام الساعۃ" یہ سُن کر حضرت جبرئیلؑ نے اپنے پروں کا ایک سخت جھٹکا دیا اور کہا قیامت "بغتۃً" اور "دفعتہً" آئے گی اس کا کسی کو علم نہیں ہے۔۔۔ (سفینۃ البحار جلد ۱ صفحہ ۶۷۳) لیکن اس کا آنا مسلّم ہے اور قیامت سے قبل حضرت امام محمد مہدی آخر الزمانؑ کا ظہور اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نزُول تسلیم شدہ ہے۔

الغرض قیامت سے قبل حضرت امام مہدی علیہ السلام کا ظہور ہوگا اور سنّت کے قائم کرنے اور بدعت کو مٹانے نیز انصرام وانتظام عالم میں مصروف ومشغول ہوں گے کہ ایک دن نماز صبح کے وقت یا بروایتے نماز عصر کے ہنگام حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے۔ دمشق کی جامع مسجد کے منارہ شرقی پر نزُول فرمائیں گے، حضرت امام مہدی علیہ السلام ان کا استقبال کریں گے اور فرمائیں گے کہ آپ نماز پڑھایئے۔ حضرت عیسیٰؑ کہیں گے کہ یہ ناممکن ہے کیونکہ آپ امام زمانہؑ ہیں، میری حیثیت امتی کی ہے۔" امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں کہ "کان من بعض امتہ" عیسیٰؑ جب نزول فرمائیں گے تو ان کی حیثیت ایک امتی سے زیادہ نہ ہوگی۔ غرضکہ حضرت امام مہدی علیہ السلام نماز جماعت کی امامت کریں گے اور حضرت عیسیٰؑ ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے اور ان کی تصدیق کریں گے۔ (نور الابصار صفحہ ۱۵۴ غایۃ المقصود صفحہ ۱۰۴ وصفحہ ۱۵۴ بحوالہ مسلم وابن ماجہ ومشکوٰۃ صفحہ ۴۵۸) اس وقت حضرت عیسیٰؑ کی عمر چالیس سالہ جوان جیسی ہوگی، وہ اس دُنیا میں شادی کریں گے اور ان کے دو لڑکے پیدا ہوں گے۔ ایک کا نام "احمد" اور دُوسرے کا نام "موسیٰؑ" ہوگا (اسعاف الراغبین برحاشیہ نور الابصار صفحہ ۱۳۵ قیامت نامہ صفحہ ۹

بحوالہ کتاب الوفاء۔ابن جوزی و مشکوٰۃ صفحہ ۴۶۵ و سراج القلوب صفحہ ۷۷) ۔

اس کے بعد حضرت امام مہدیؑ اور حضرت عیسیٰؑ بلاد ممالک کا دورہ کرنے اور حالات کا جائزہ لینے کے لیے برآمد ہوں گے اور دجال ملعون کے پہنچائے ہوئے نقصانات اور اس کے پیدا کئے ہوئے بدترین حالات کو بہترین سطح پر لائیں گے، حضرت عیسیٰؑ خنزیر کو قتل کرنے صلیبوں کو توڑنے اور لوگوں کے اسلام قبول کرنے کا انصرام و انتظام اور بندوبست فرمائیں گے، عدل مہدیؑ سے بلاد عالم میں اسلام کا ڈنکا بجے گا۔اور ظلم و ستم کا تختہ تباہ ہو جائے گا۔ (قیامت نامہ شاہ رفیع الدین محدث دہلوی صفحہ ۸ بحوالہ صحیح مسلم) ۔

قیامت کے موقع پر خلاقِ عالم اور مسیح کے درمیان سوال و جواب

یہ ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان چہارم پر چلے جانے کے بعد عیسائیوں نے غلط راہ اختیار کر کے اور ان کی تعلیمات کو فراموش کر کے یہودیوں کا چلن اختیار کر لیا یعنی جس طرح حضرت موسیٰؑ کے بعد یہودیوں نے ان کی تعلیمات سے مُنہ موڑ کر حضرت عیسیٰؑ کی مخالفت کی۔اسی طرح حضرت عیسیٰؑ کے عروج آسمانی کے بعد عیسائیوں نے کیا نہ حضرت محمد مصطفیٰؐ صلعم کی نبوّت کو تسلیم کیا اور نہ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔حالانکہ حضرت عیسیٰؑ ان لوگوں کے لئے ہدایت جاری کر گئے تھے اور انھیں اچھی طرح سمجھا گئے تھے کہ اللہ ایک ہے۔ محمد مصطفیٰؐ جو میرے بعد آئیں گے وہ اس کے نبی ہوں گے اور ان کا دین اسلام ہوگا۔تم لوگ ان چیزوں کے تسلیم کرنے میں پس و پیش نہ کرنا۔لیکن انھوں نے ان کی ہدایت اور تعلیم پر مطلق عمل نہ کیا۔ وحدت جو تمام انبیاء کے بعثت کی جان تھی اسے تثلیث کے گورکھ دھندے میں گم کرنے کی سعی کی اور حد یہ ہے کہ اس سے بھی آگے بڑھ کر حضرت عیسیٰؑ کو خدا اور خدا کا بیٹا کہہ دیا۔جس کے متعلق خلاقِ عالم نے اس وقت جبکہ حضرت عیسیٰؑ قیامت کے قریب نازل ہوں گے تو سوالات کرے گا اور وہ اس کا جواب دیں گے۔قرآن مجید پارہ ۷ رکوع ۶ میں ہے کہ" اے میرے پیغمبر اُس وقت کو بھی یاد کر جب (قیامت میں عیسیٰؑ سے) خدا فرمائے گا کہ کیوں اے مریمؑ کے بیٹے عیسیٰؑ، کیا تم نے یہ لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ خدا کو چھوڑ کر مجھ کو اور میری ماں کو خدا بنالو، عیسیٰؑ عرض کریں گے سُبحان اللہ، میری تو یہ مجال نہ تھی کہ میں ایسی بات مُنہ سے نکالوں جس کا مجھے کوئی حق نہ ہو (مالک معاذ اللہ) اگر میں نے کہا ہوگا تو تجھ کو ضرور معلوم ہوگا کیونکہ تو میرے دل کی سب بات جانتا ہے۔ البتہ میں تیرے جی کی بات نہیں جانتا کیونکہ اس میں تو شک ہی نہیں کہ تو ہی غیب کی باتیں خوب جانتا ہے تو نے جو مجھے حکم دیا، اس کے سوا تو میں نے اُن سے کچھ بھی نہیں کہا، میں نے تو ان سے یہی کہا ہے

کہ خدا کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا سب کا پالنے والا ہے، اور جب تک میں ان میں رہا ان کے قدم ڈگمگانے نہیں دیئے اور ان کی ہر طرح دیکھ بھال اور نگرانی و نگہداشت کرتا رہا۔ پھر جب تُو نے مجھے دُنیائے ارضی سے اُٹھا لیا تو میری ذمّہ داری ختم ہوگئی اور تو ان کا نگہبان تھا اور تو تو خود ہر چیز کا گواہ (موجود) ہے۔ تو اگر ان پر عذاب کرے گا۔ (تو تجھے حق ہے اور تو مالک ہے) کیونکہ وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انھیں بخش دے گا، تو یہ تیرے اختیار میں ہے، بے شک تو زبردست حکمت والا ہے۔

تتمّہ

واضح ہو کہ حضرت عیسیٰؑ کا آسمان پر جانا اور قیامت تک وہاں ہی رہنا، پھر نزُول فرما کر حضرت امام مہدی علیہ السّلام کی امداد کرنا، صلیب کو توڑنا گرجوں کو برباد کرنا اور اس عیسائیت کو ختم کرنا جس نے اُن کے عروجِ آسمانی کے بعد جنم لیا ہو گا۔ اور عیسائیوں کو حلقہ بگوش اسلام کرنا "مسلمات سے" ہے اور تمام فرق اسلامیہ اس کے قائل ہیں۔ اور چونکہ قیامت کے قریب دنیا کی تقریباً تمام آبادی عیسائی ہوگی غالباً اسی لیئے خدائے حکیم و دانا نے کسی اور نبی کے بجائے حضرت عیسیٰؑ کو زندہ اور باقی رکھا ہے، وہ نازل ہونے کے بعد امام مہدی علیہ السّلام کی تصدیق کریں گے اور عیسائیت کو بیخ و بن سے اُکھاڑ دیں گے، پھر دونوں مل کر چاردانگ عالم میں اسلام کا ڈنکا بجائیں گے اور آیۂ "لیظھرہٗ علی الدین کلہٖ" کی عملی تفسیر فرمائیں گے، فقط

والسّلام،

سیّد نجمُ الحسن کراروی

۲۱ مارچ ۱۹۷۴ء

نوٹ

دیار غیر میں رہنے والے اپنے بچوں کیلئے یہ
کتاب Scan کی جس سے دیگر حضرات
بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں

سید نذر عباس رضوی
28-6-2008